

زوداد

مقدمہ مزائمتہ بہاولپور

۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۵ء



حق و باطل کا معرکہ الآراء
مقدمہ مرزا ایتھ بہاولپور

رُوداد ۱۹۲۶ء لکھی ۱۹۳۵ء

جس میں

جناب حج محمد کب خان صاحب بی۔ اے ایل ایل بی
ڈسٹرکٹ حج بہاولپور

نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا مباح مرزائی سے فسخ فرمایا

جلد اول

اسلامک فاؤنڈیشن
حیدرآباد

۱۔ ڈیوس روڈ ○ لاہور

مقدمہ مرزا میہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

تاریخ طبع

ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۸ء

طابع _____ محمد ریاض
مطبع _____ محمود ریاض پرنٹرز
ہجیری پارک، لاہور
تعداد _____ ایک ہزار

ملنے کا پتہ

- ۱: اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) - ڈیوس روڈ، پوسٹ بک نمبر ۹، لاہور ۵، فون: ۳۰۳۲۰۶، ۳۰۳۲۰۳
- ۲: سید رشید احمد انڈرانی، ۲۱- بی ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: ۸۵۲۲۲۱
- ۳: مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ، لاہور
- ۴: میر عبدالقادر عبدالغنی اینڈ برادرز رین بسیرا محلہ میراج الدین صاحب بہاولپور، فون: ۶۳ ۶۶
- ۵: محمد منشاء ۱۵۸- بیت البر - عظیم روڈ، بس ونگ

مقام اشاعت

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) - ڈیوس روڈ، لاہور

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

نذر عقیدت

بہ بارگاہ

رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المنذبین رحمۃ للعالمین
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم

خاک پائے رسول صادق و امین

اراکین اسلامک فاؤنڈیشن

لاہور

حضرات علمائے ربّانی

جنہوں نے اپنا خون جگر دے کر عدالت میں پیروی مقدر فرمائی
===== اور =====

مرد مجاہد مولوی الہی بخش صاحب مرحوم و مغفور اور اُن کی بیٹی
ڈاکٹر اسلام مسماة غلام عائشہ مرحومہ مغفورہ

===== کے =====

فیض فراواں اور عارفنا دعاؤں کے نام

کہ اللہ جل شانہ نے

ارکینِ ادارہ کو علم و عرفان کی اس عظیم دستاویز کی اشاعت کا مستطیع فرمایا۔

سید رشید احمد اندرابی
محاسب اسلامک فاؤنڈیشن
لاہور

فہرست

۷

۲۰

۲۱

۲۹

۳۹

۴۱

۴۷

۵۳

۵۵

۶۳

۷۷

آئینہ حقیقت

التماس ناشر

پیش لفظ

مقدمہ

اعتذار و تشکر

مرحومہ کا خاندان

میری اماں جاں

ہدیہ تبریک

تمغہ

علماء اور اکابرین ملت

ترتیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ناھوصل وسلم وبارک علی من اسمہ سیدنا محمد عدد ما فی علم اللہ صلوة دائمة بدوام ملک اللہ

انڈیہ حقیقت

معركة الآرا مقدمة مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء سے متعلق

ضروری معلومات

اس

خاکپائے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میر عبد الماجد سید

(فرزند حضرت میر عبد الجلیل صاحب قدس اللہ سرہ مہاجر مدنی سابق ڈسٹرکٹ و سیشن جج

ابن حضرت میر سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق چیف جج بہاولپور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

رُوداد ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء

مقدمہ مرزا تبہ بہا و لپور ۱۹۳۵ء

عنوان مندرجہ بالا پر نظر پڑتے ہی ہر قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھر تا ہے کہ ۶۰ برس سے زائد پرانی اس رویت کو طبع کرانے کی کیا افادیت ہے۔ خصوصاً جب کہ نہ صرف وطن عزیز کے آئین کی رُو سے بلکہ مملکت خداداد پاکستان کی فاضل عدالت عظمیٰ و عدالت ہائے عالیہ کے فیصلہ جات کے مطابق مرزائیوں کو غیر مسلم خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے۔

ناظرین گرامی کی بصیرت کے لیے عرض ہے کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) ذیلی شق (ب) کی اہمیت۔ فاضل جج صاحبان عدالت ہائے مذکورہ بالا کے عاقلانہ، عادلانہ و دانش مندانہ فیصلہ جات کی جامعیت اور ان میں پیش کردہ دُور حاضر کے علماء و اکابرین کے دلائل کی افادیت اپنی جگہ مسلمہ۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل کہ بعض شہرہ آفاق مؤرخین کی تصانیف تاریخ عالم میں ایسا مقام حاصل کر لیتی ہیں کہ سیکڑوں سال گزرنے کے بعد آج بھی ان کی افادیت سے فرار ممکن نہیں۔ باوجودیکہ ان موضوعات پر مرزوں نئی تصانیف آچکی ہیں۔ جیسا کہ دینی تصانیف میں حُججہ الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم محدث دہلوی کا قرآن پاک کا اردو ترجمہ مُشمی بہ موضح قرآن اور حیاتِ طیبہ پر جناب ڈاکٹر محمد حسین ہیکل سابق وزیر معارف مصر کی حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا شبلی نعمانی و مولانا سید سلیمان ندوی اور رحمتہ للعالمین از مولانا محمد سلیمان منصور پوری۔

بعینہ یہی صورت جناب جج محمد اکبر خاں صاحب مرحوم و مغفور ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کے فیصلہ مصدردہ ۶ فروری ۱۹۳۵ء کی ہے جو تبصری کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ سلطنت برطانیہ کے عہد کا اول ترین عدالتی فیصلہ ہے جس میں قادیانیوں کے ارتداد کا حکم صادر کیا گیا۔ مسلمانان ہند کی جانب سے تردید مرزائیت پر جو شہادت پیش ہوئی، وہ علم و عرفان کا ایسا بحرِ زخار ہے جس کی نظیر ملنا اگر ناممکن نہیں تو مُشکل ضرور ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا خلاف حقیقت نہ ہو گا کہ آج کے پُر آشوب دُور میں ماضی کے جن علماء، فضلاء و اکابرین کی تصانیف یا اقوال کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں اُستاذالاساتذہ شیخ الحدیث امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری، شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت

غلام محمد صاحب گھوٹوی اور شہرہ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے مشاہیر شامل ہیں جنہوں نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر اپنی شہادت میں قلمبند کرائیں اور فریق ثانی کی شہادت پر براہین و دلائل سے ایسی باطل شکن جرح فرمائی۔ جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل و فریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیتہ ضالہ کا ارتداد پورے عالم میں آشکارا کر دیا۔

فیصلہ زیر بحث کی اشاعت اگرچہ دوبار عمل میں آئی۔ لیکن علماء ربانی کے مکمل بیانات و دیگر روئیداد مقدمہ آج تک بوجہ طبع نہ ہو سکی تھی۔ جس کے بارے میں فیصلہ مذکورہ کی اشاعت اول ۱۹۳۵ء کے موقع پر شیخ الجامعہ العباسیہ حضرت غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم نبیل و فاضل جلیل کی جانب سے تحریر فرمایا گیا تھا۔
 ”حضرات علمائے کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزائیت کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہو گئیں تو تردید مرزائیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعاً حاجت نہ رہے گی۔“

اب ملاحظہ فرمائیے اس بارے میں دور حاضر کے مشاہیر علماء و اکابرین کی آراء کے اقتباسات :-
 فیصلہ اس درجہ محکم اور قوی فیصل اور اٹل تھا کہ اس میں انگلی رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

(حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

فاضل حج نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔

(حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی کئی ایک کتب پر بھاری ہے۔

(حضرت مولانا احسان الہی صاحب ظہیر)

ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا نارنجی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے۔ مرحوم و مغفور اپنی جراتِ ایمانی سے اپنی نجات کا سامان کر گئے اور تانا بندا متِ مسلمہ کے لیے ایسی شمعِ فروزاں چھوڑ گئے، جو ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک حتی و صد اوقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی۔

حضرت سید فیض الحسن

اسلامی تاریخ میں آپ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضرت احمد سعید کاظمی

فیصلہ مقدمہ بہاول پور مسلمانوں کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

حضرت مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی

اس سلسلہ میں مقدمہ بہاول پور تاریخی کارنامہ ہے۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔

حضرت محمد احمد صاحب دمیر داعظ کشمیر

یہ فیصلہ عوام و خواص مسلمانوں کے لیے مشعل ہدایت ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی

ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

بج صاحب مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطا

فرمائے، آمین۔

جناب سردار محمد عبدالقیوم خاں صاحب
صدر آزاد کشمیر، ایوان صدر مظفر آباد

یہ فیصلہ اس تاریخ کے سنہری باب کے حروفِ اول و آخر سمجھے جائیں گے۔

حضرت عبدالحکیم صاحب

مدرسہ فرقانیہ مدینہ راولپنڈی

یہ کتاب مسلمانوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت سید محمد شمس الدین صاحب — سابق ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد اُمید ہے۔ قارئینِ گرامی کی نظر میں روئیدار زیر بحث کی اشاعت کی افادیت بہتر طور پر اجاگر ہو جائے گی۔

یہ سوال کہ اس عظیم دستاویز کی اشاعت میں اس قدر تاخیر تو اس کے جواب میں صرف یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ

”ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانا بخشد خدا سے بخشندہ“

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اب اصل مسئلے کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن پاک کے بعد سنا اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ قرآن پاک کی آیات، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسلام کے دو بنیادی اصول ہیں۔ نیز یہ کہ نزد دل وحی کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منقطع ہو گیا۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص ظلی یا بروزی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

اسلام میں بہت سے گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے مگر ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جہاد میں الکفار جیسے بنیادی مسائل پر سب متفق رہے۔ لیکن اُنیسویں صدی کے اواخر میں جب تاجِ برطانیہ کا ستارہ اقبال پڑے آب و تاب کے ساتھ گڑا ارض پر چمک رہا تھا، اور قلمرو انگریز میں سورج مغرب نہ ہوتا تھا۔ سلطنتِ برطانیہ نے جہاں دینِ اسلام کے خلاف اور بے شمار سازشیں کیں وہاں برصغیر پاک و ہند میں اپنے ناپاک منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک نبی پیدا کر کے مندرجہ بالا متفق علیہ مسائل کو متنازعہ بنانے کی سعی لاحقہ کی۔ مگر اس بار اس نے یہ کام اپنے کسی ہم وطن ”لارنس آف عربیہ“ جیسے رسوائے زمانہ سے نہ کرایا۔ بلکہ مسلمانانِ ہند میں سے ہی ایک ایسے ایمان فروش کا انتخاب کیا۔ جس نے بے پناہ دولت و دیگر مالی منفعیت کے عوض زندقہ کا کاردار ادا کیا۔

غلام احمد زائے قادیان کے دعویٰ مجددیت و ہدویت کے اعلان کے ساتھ ہی تمام اسلامی ممالک میں باعوم اور ہندوستان میں بالخصوص اس کا شدید ردِ عمل ہوا۔ پورے عالمِ اسلام کے علماء کرام نے کامل تحقیق و تدقیق کے بعد مرزا قادیان اور اس کی ہم خیال جماعت کے خلاف ارتداد کے فتاویٰ جاری کیے۔ یہ فتنہ چونکہ ارضِ ہند کی پیداوار تھا۔ اس لیے مسلمانانِ ہند نے اپنی ذمہ داری کا بروقت احساس کرتے ہوئے اپنے تمام فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اس فتنہ کا سدِ باب کیا، جس کی مثال اسلامی تاریخ میں کم ملتی ہے۔ تمام مکاتبِ فکر کے علماء جن میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع شامل تھے، نے فتاویٰ جاری کیے جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مُرند اور اس کے پیروکاروں کو خارج از اسلام قرار دیا۔

مسلمانان ہند نے ان فتاویٰ پر بھی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ انگریز دور کی عدالت مجاز ڈسٹرکٹ جج بہاول پور سے باوجود حکومت وقت کے شدید دباؤ کے ڈگری بدین مضمون حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی کہ بروئے شرع محمدی مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار کا فر اور خارج از اسلام ہیں۔

حق و باطل کے مذکورہ بالا فیصلہ کا تاریخی پس منظر شرح صدر کے ساتھ جناب جج صاحب مرحوم نے اپنے فیصلہ کے ابتدائی اوراق میں فرما دیا ہے۔ یہاں اس کا اجمالی خاکہ کم و بیش جناب جج صاحب مرحوم و مغفور کے ہی الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

مسمیان مولوی الہی بخش و عبد الرزاق باہمی رشتہ دار تھے مولوی الہی بخش نے اپنی دختر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح اس کے آیام صغیر سنی میں مسمی عبد الرزاق سے کر دیا جس نے بعد میں اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کرتے ہوئے ہرزائی مذہب اختیار کر لیا۔ جب مسماۃ غلام عائشہ سن بلوغت کو پہنچی تو عبد الرزاق نے مولوی الہی بخش سے مسماۃ مذکورہ کے رخصتانے کی استدعا کی جس کے جواب میں مولوی الہی بخش نے کہا کہ وہ یعنی عبد الرزاق چونکہ مذہب اسلام ترک کر کے ہرزائی ہو گیا ہے اور شرعاً کافر ہو گیا ہے۔ لہذا جب تک وہ ہرزائی مذہب ترک نہیں کرتا مسماۃ غلام عائشہ کو اس کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

رخصتانے کے سوال پر مولوی الہی بخش اور عبد الرزاق کے درمیان جب کشیدگی کافی بڑھ گئی اور ایک جانب سے اصرار اور دوسری جانب سے انکار نے تکرار کی صورت اختیار کر لی تو مسماۃ غلام عائشہ نے انصاف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور مولوی الہی بخش نے بحیثیت محترم غلام عائشہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء کو مسمی عبد الرزاق کے خلاف عدالت احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں دعویٰ تفسیح نکاح بدین بیان دائر کیا کہ مسماۃ غلام عائشہ عرصہ دو سال سے بالغ ہو گئی ہے۔ مسمی عبد الرزاق نا کج مسماۃ غلام عائشہ نے مذہب اہل سنت و الجماعت ترک کر کے قادیانی ہرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ جس کے باعث مسماۃ غلام عائشہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ اس لیے ڈگری بحق مسماۃ غلام عائشہ صادر کی جائے، کہ بوجہ ہرزائی ہو جانے عبد الرزاق کے مسماۃ مذکورہ اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بوجہ ارتداد ہمراہ عبد الرزاق قائم نہیں رہا۔

عبد الرزاق نے جواب میں کہا کہ اُس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا۔ اور نہ ہی وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ نیز یہ کہ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں اور عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں وہ مرتد نہیں ہوتا۔

مقدمہ ہذا عدالت منصفی احمد پور شرقیہ میں زیر سماعت تھا کہ عبد الرزاق کی استدعا پر عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور نے نوعیت مقدمہ کو مد نظر رکھتے ہوئے برائے حکم مؤرخہ ۱۹۲۶ء میں مقدمہ ہذا عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاول پور میں منتقل کر دیا۔ عدالت مذکورہ نے مؤرخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۶ء کو دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ بدین وجہ خارج کر دیا کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور نے اس

قسم کے ایک مقدمہ بعنوان مسماۃ چندوڈی بنام کریم بخش باتباع فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ مدراس — پٹنہ و پنجاب سے یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ نہ کہ اسلام سے باہر اور کسی کے مرزائی مذہب اختیار کر لینے سے کہ مہنتی عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ جو احمدی ہو جائے فریح نہیں ہو جاتا ہے۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا یہ فیصلہ برطبق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی عدالت ہائی کورٹ بہاول پور سے یہ قرار دیا گیا کہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کیے بغیر دعویٰ خارج کر دیا ہے۔ نیز یہ کہ فاضل حجام چیف کورٹ بہاول پور نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں حاوی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے۔ لہذا یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ مزید برآں ہندوستان کے جید علماء سے بھی اس بارے میں رائے لی جائے۔ نیز عبد الرزاق مرزائی کو بھی موقع دیا جائے کہ وہ بھی ان کے بالمقابل اپنے اکابرین کو پیش کرے۔

ابتداً اگرچہ یہ مقدمہ دو فریق کے درمیان تھا۔ لیکن امرابہ النزاع حل و حرمت سے تعلق رکھنے کے علاوہ ضمناً چونکہ عبد الرزاق مرزائی کی ہم خیال جماعت کی تکفیر پر بھی مشتمل تھا۔ لہذا عدالت عظمیٰ سے مثل کی واپسی پر اس کا دائرہ فریقین کی ہم خیال جماعتوں تک وسیع ہو گیا۔ نتیجتاً اہل ایمان اور مرزائی جماعت کے درمیان ایسے گھسان کارن پڑا کہ پورے ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہو گئیں۔

مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کی جانب سے علامۃ العصر، اسوۃ البصر و قدوة الخلف حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیری قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم، عالم نبیل و فاضل جلیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، علامۃ الدہم فہامۃ العصر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی۔ رئیس المناظرین و راس المتکلمین حضرت سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب فاضل اہل حضرت مولانا ابی القاسم محمد حسین صاحب کوٹوناڑو۔ جامع علوم و فنون حضرت مولانا نجم الدین صاحب اور شہرہ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمعین نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی روشنی میں براہین و دلائل سے مرزا قادیان اور اس کے متبعین کے کفر و ارتداد کو رد و زبیرش کی طرح آشکار کیا، جب کہ عبد الرزاق مدعا علیہ کی جانب سے مرزائی جماعت کے صفِ اول کے مبلغین جلال الدین شمس و غلام احمد نے پیروی مقدمہ کی۔

ایک طرف عکمار ربانی نے علم و عرفان کے دریا بہا دیے تو دوسری جانب مرزائی مبلغین نے کذب و کتمان کے انبار لگا دیے۔

مقدمہ زیر بحث کا فیصلہ چونکہ بڑے دور رس نتائج کا حامل تھا۔ لہذا عدالت مجاز نے فریقین کو پوری

آزادی کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا۔ جس کے نتیجے میں مدعا علیہ کی جانب سے مدعیہ کے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض اوقات مسلسل ایک ایک ماہ صرف ہوا۔ اور اس کے نتیجے میں فریقین کی جانب سے جو شہادت پیش ہوئی وہ کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۷ء کے اواخر میں جب کہ شہادت فریقین ختم ہو کر فیصلہ زیر غور تھا۔ جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی جانب سے ایک درخواست مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۸۰ بدین مضمون پیش کی گئی کہ عبدالرزاق مدعا علیہ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۳۷ء کو فوت ہو گیا ہے۔ لہذا مقدمہ زیر بحث میں کسی تجویز کی ضرورت نہ ہے۔ مثل مقدمہ داخل دفتر کر دی جائے۔

ایک طرف مرزائی جماعت کو اپنے دنیاوی اسباب پر بھروسہ تھا تو دوسری جانب اہل ایمان کو مستبک اسباب پر کامل یقین تھا، اور وہ چاہتے تھے کہ حق و باطل کے اس عظیم مقدمہ پر فیصلہ ہر صورت سچی یا برخلاف مدعا علیہ ضرور صادر ہونا چاہیے۔

ابتداءً مختار ان مدعیہ نے عبدالرزاق کی اچانک موت کو تسلیم نہ کیا۔ لیکن جب بعد تحقیق موت کی تصدیق ہو گئی تو مختار ان مدعیہ نے مستند قانونی حوالہ جات و نظائر صفحہ ۲۸۳ پیش کر کے ثابت کیا کہ کسی ایک فریق کی موت واقع ہو جانے کی صورت میں بھی بروئے قانون مردود و شرح شریعت عدالت کے لیے لازم ہے کہ اس مرحلے پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ فاضل جج نے فریقین کے پیش کردہ قانونی حوالہ جات و نظائر کا پوری تحقیق سے جائزہ لینے کے بعد مسامحانہ مدعیہ کے موقف سے اتفاق فرماتے ہوئے، فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ صادر فرما کر قرار دیا کہ قرآن پاک، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قانون حکومت کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

حق و باطل کے اس فیصلہ سے ایک صدی قبل انگریز کے تیر کش سے نکلنے والا تیر بفضل تعالیٰ اُمت مرحومہ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا۔ البتہ نوٹ کر اس کے تراشیدہ نبی کی ذریت اور متبعین کو ایسا گھائل کیا کہ وطن عزیز کی پاک سرزمین ان پر اس قدر ننگ ہوئی کہ آج دیا ربغیر میں گوشہ عافیت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔

عدالت مجاز کے مذکورہ بالا فیصلہ صادر ہونے کے بعد جہاں خلیفہ قادیان اور ان کے متبعین کے صنم کدوں میں بھونچال اُگیادوں اہل ایمان کا ہر فرد بشر حق و باطل کے اس معرکہ الاراء فیصلہ کو لفظ بلفظ پڑھنے کے لیے مضطرب تھا۔ جیسا کہ تمہید میں عرض کیا گیا ہے۔ فیصلہ ہذا کی اشاعت اول ۱۹۳۵ء کے اواخر میں جب کہ اشاعت ثانی ۱۹۳۷ء

صلہ ایک روایت کے مطابق مرزائی جماعت جب ہر طرف سے مایوس ہو گئی تو اس نے از خود ایک سازش کے تحت عبدالرزاق مدعا علیہ کو اس امید مہوم پر قتل کرا دیا کہ اس کی موت کے بعد یہ نو (۹) سال پُرانا قضیہ ختم ہو جائے گا۔

میں عملی میں آئی۔ اس دوران اگرچہ حضرات علمائے ربانی کے بیانات بھی دوبار طبع ہوئے لیکن وہ بھی اس لحاظ سے ادھورے رہے کہ فریقین ثانی کے گواہان مدعیہ پر جو جرح کی تھی اور جو کہ قانوناً اصل بیانات کا حصہ ہوتے ہیں طبع نہ کرائی گئی۔ جب کہ بحث فریقین و جواب الجواب مدعیہ آج تک محافظ خانہ کی زینت بنے رہے۔

ناظرین گرامی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مرزائی مُبْتَلِغِیْن کے بیانات جو انہوں نے عدالت میں دیے مرزائی جماعت نے بک ڈپوٹا لیفٹ و اشاعت قادیان ہندوستان سے نومبر ۱۹۳۲ء و دسمبر ۱۹۳۳ء میں طبع کرائے۔ جب ان بیانات کا تقابل عدالت میں دیے گئے بیانات سے کیا گیا تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ان بیانات میں بڑے پیمانے پر قطع و برید کی گئی ہے۔

۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے کہ برادر مکرم جناب حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے ایک مجلس میں والد ماجد حضرت میر عبدالحجیل صاحب قدس اللہ سرہ ماہا جہر مدنی (سابق سیشن جج بہاول پور) سے مدینہ منورہ میں اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ تم دید مرزائیت کی یہ نایاب دستاویز جو گزشتہ نصف صدی سے عدالت کے محافظان میں مقید ہے، کونکال کر عالم اسلام کی بہرہ اندوزی کے لیے طبع کرا دیا جائے تو یقیناً یہ سعی مسلمان اور قادیانی سب کے لیے باعثِ رشد و ہدایت ثابت ہوگی۔

یہ بزرگان دین کا فیض ہے کہ چند محتبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوری طور پر ایک ادارہ موسوم بہ "اسلامک فاؤنڈیشن" درجسٹریڈ لاہور زیر سرپرستی برادر م حضرت کاندھلوی مدظلہ العالی قائم کر کے اس کا خیر کار آغاز کر دیا۔ ابتدائی مرحلہ میں عدالتی ریکارڈ کی حسب ضابطہ نقول درکار تھیں جس کے حصول کے لیے کافی وقت اور سرمایہ درکار تھا۔ لیکن جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا: "اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بٹھائے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بٹھائے تو میں اس کی طرف ایک ٹام بڑھتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔" حُسن اتفاق سے انہی دنوں ادارہ ہذا کے چند ممبران کی ملاقات جناب حج محمد اکبر خان صاحب مرحوم و مغفور کے نواسہ جناب معین الدین صاحب ہاشمی سے ہوئی۔ ان کا جو تعلق و لگاؤ اس مقدمہ سے ہو سکتا ہے۔ وہ محتویج بیان نہیں۔ جناب ہاشمی صاحب کی زبانی یہ خوش کن خبر ملی کہ کچھ عرصہ قبل جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب بہاولپور تشریف لا کر ایک ہفتہ دہاں مقیم رہے اور ان کی وساطت سے جناب شاہ صاحب محترم نے مقدمہ زیر بحث کی پوری کارروائی کی مصدقہ نقول عدالت سے حاصل کیں جس کے جملہ مصارف جناب حضرت مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ مدنیہ لاہور نے برداشت فرمائے تھے۔ اور اس وقت یہ ریکارڈ ان ہی کی تحویل میں ہے۔ لہذا اگر یہ ریکارڈ دستیاب ہو جائے تو بلا تاخیر کتابت کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ ہذا نے اس سلسلہ میں جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب مدظلہ العالی سے رابطہ قائم کر کے

مدعا بیان کیا۔ جو اب حضرت شاہ صاحب نے کمال شفقت اور خلوص سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے امداد کا وعدہ فرمایا چنانچہ آپ کی درخواست پر حضرت حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل دستاویز کی مُصدّقہ نقول جو تین ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل تھیں عطا فرما کر ادارہ ہذا پر عظیم احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائے آمین۔

ریکارڈ کے حصول کے بعد جناب حضرت شاہ صاحب نے مورخہ ۴ مارچ ۱۹۸۳ء کو اپنی قیام گاہ پر ایک سادہ مگر پُر وفار تقریب میں اپنے دستِ مبارک سے کتابت کا آغاز فرما کر منصوبہ کی تکمیل کے لیے خصوصی دُعا فرمائی۔

خیال تھا کہ یہ کام زیادہ سے زیادہ چھ ماہ میں پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا جو ممکن نہ ہو سکا۔ بڑی رکاوٹ کا تب حضرات کی علمی استعداد اور شکستہ خط کے نہ پڑھے جانے کی وجہ سے پیش آئی۔ علاوہ ازیں بعض صفحات کی اگر نصف لائن بھی آلفافاً فوٹو کاپی میں آنے سے رہ گئی تھی تو بار بار مصدقہ ریکارڈ سے انہیں تلاش کرنا پڑا۔ نیز ایسے اہل کاروں کی تلاش بھی ایک مسئلہ بن گیا جو پُرانی عدالتی اصطلاحات سے واقف ہونے کے علاوہ شکستہ خط پڑھنے کا بھی بلکہ رکھتے ہوں۔ تلاش بسیار کے بعد بہاول پور میں چند ایسے چراغِ سحری پینٹر سرشتہ دار مل گئے جنہوں نے بغیر کسی مالی منفعت کے یہ کام انجام دیا۔ انال بعد گو جرنالہ جہاں کتابت کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا سے اٹھ افراد پر مشتمل کا تب حضرات کی ایک جماعت بہاول پور روانہ کی گئی جنہوں نے مندرجہ بالا حضرات کی زیر نگرانی صفحات کی کتابت کی تکمیل کی۔ یہاں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہو گا کہ وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ ایسے حضرات جو بیک وقت پُرانی عدالتی اصطلاحات سے واقفیت رکھنے کے علاوہ شکستہ خط پڑھنے پر بھی قادر ہوں، رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔

کتابت کی تکمیل کے بعد جب تصحیح کا مرحلہ آیا تو ایک بار پھر وہی رکاوٹ اڑے آئی کہ بروقت مناسب پُر وف ریڈر حضرات نہ ملے، جو علم و عرفان کی اس عظیم دستاویز کی تصحیح کا بیڑا اٹھائیں۔

منجملہ اور تھکا دینے والی رکاوٹوں کے ایک رکاوٹ جو تاخیر کا سبب بنی یہ بھی پیش آئی کہ مرزائی حضرات کی کتابوں سے جب ان تحریروں کی تلاش کی گئی جن کے حوالہ جات جناب حج صاحب نے اپنے فیصلہ میں دیے ہیں تو جدید ایڈیشن اچانک کی بنا پر بعض صفحات پر مطلوبہ عبارتیں نہ ملیں۔ نتیجتاً کتاب کے پورے صفحات کی درق گردانی کرنی پڑی۔

بفضل تعالیٰ رفتہ رفتہ تمام رکاوٹیں دُور ہوئیں اور ادارہ ہذا کی پانچ برس کی مشاہدہ روز کاوش کے نتیجے میں بحمد اللہ مقدمہ مرزا نید بہاول پور کی ۱۹ صد صفحات پر مشتمل رویداد زبور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر تین جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا بھی خلاف حقیقت نہ ہو گا کہ عالم اسلام میں بالعموم اور تاریخ پاکستان میں بالخصوص ۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء کی تاریخ اب زور سے لکھے جانے کے قابل ہے جس دن مردِ مجاہد محبت رسولؐ عالی مرتبت صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب شہید اسلام نے

”قادیانی گروہ۔ لاہوری گروہ اور احمدیوں کا خلاف اسلام سرگرمیوں کا ارتکاب (ممانعت و سزا) آرڈی ننس ۱۹۸۳ء۔“

جاری فرما کر حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل کھینچ دی۔

اس طرح جہاں جناب جج محمد اکبر خان صاحب مرحوم اپنی جرأتِ ایمانی سے فیصلہ زیر بحث صادر کر کے اپنی نجات کا سامان کر گئے، وہاں جناب جنرل صاحب محترم بھی آرڈی ننس مذکورہ بالا نافذ کر کے اسی صف میں شامل ہو گئے۔

فَجَزَاَهُمُ اللَّهُ عَذَابًا وَعَنْ جَبِيحِ الْمُسْلِمِينَ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ وَأَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔

ناظرینِ گرامی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دورانِ سماعت مقدمہ نیز بعداً شاعت فیصلہ ۱۹۳۵ء مرزائی صاحبان کی جانب سے جہاں اور بہت سی لابیائی تاویلات کی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ علماءِ ربّانی نے عدالت میں مرزا قادیان یا ان کے پیروکاروں کی جن تحریروں کے حوالہ جات دیے اور جن کا تذکرہ جناب جج صاحب نے اپنے فیصلہ میں فرمایا، یا تو وہ بغیر سیاق و سباق کے بیان کیے گئے ہیں یا پھر سرسے سے ان کا وجود ہی نہیں۔

ادارہ ہذا نے قارئینِ گرامی کی بہرہ اندوزی کی خاطر مرزائی کتب کے مطلوبہ اقتباسات کی نقول معبرہ سرورق جلد اول کے ہمراہ شائع کر دیے ہیں، تاکہ ناظرینِ گرامی مرزا قادیان اور ان کے متبعین کی مکفرانہ و مکذبانہ تحریروں کا نمونہ بذاتِ خود ملاحظہ فرمائیں۔

جہاں تک ممکن ہو سکا، ادارہ ہذا نے ایسی تمام دستاویزات جن کا حوالہ جناب جج صاحب نے اپنے فیصلہ مذکورہ بالا میں دیا ہے شائع کرنے کی سعی کی ہے تاکہ علم و عرفان کی یہ دستاویز ہر لحاظ سے مکمل اور مسلم صورت میں پیش کی جاسکے۔ ایسی تمام دستاویزات کے صفحات نمبر عالی جناب جج صاحب کے فیصلہ میں رقم کر دیے گئے ہیں۔

ادارہ ہذا کی حتمی المقدور کوشش کے باوجود چند دستاویزات کی نقول جن کا ذکر جناب جج صاحب کے فیصلہ میں مذکور ہے، دستیاب نہ ہو سکی ہیں۔ جس کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

جیسا کہ تمہید میں عرض کیا گیا ہے مندرجہ بالا عظیم دستاویز مجموعہ ہے فریقین کے بیانات، جرح، بحث و جواب الجواب وغیرہ کا۔ جو فاضل عدالت میں پیش کیے گئے۔ لہذا ادارہ ہذا نے بغیر عنوانات قائم کیے انہیں قارئینِ گرامی تک پہنچانے کی ایک ناقص در ناقص تاہم سعی کی ہے۔ اگر آئندہ کوئی باہمت محقق تردید مرزائی پر قلم اٹھائے گا تو اس کے لیے یہ مواد ان شاء اللہ تعالیٰ مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر خدمت کو نافع بنا کر قبول فرمائے۔ آمین۔

وَمَا ذَاكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ط
 سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ هُ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ هُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ هُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَ عَلَى إِلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ هُ

۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
 مطابق، ۱ اگست ۱۹۸۸ء
 یوم: چہار شنبہ

میر عبد الماجد سید
 رکن مجلس عاملہ اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
 ۱۔ ڈیکوس روڈ، لاہور

التاسس ناشر

اس عظیم دستاویز کی صحتِ طبع میں اگرچہ کچھ کم کوشش نہیں کی گئی۔ متعدد صاحبان نے بار بار کا پیاں دکھیں اور تصحیح کی لیکن متواتر تجربوں کے بعد اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اگر دورانِ طباعت کوئی غلطی رہ جائے تو اُسے غلطی نہیں کہتے۔ ہزاروں کی تعداد میں پھیننے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی نادانستہ لغزشیں قابلِ گرفت نہیں ہوتیں بلکہ قابلِ معافی ہوتی ہیں۔ قارئینِ گرامی سے استدعا ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کسی قسم کی غلطی ان کے ملاحظہ میں آئے تو ادارہ ہذا کو مطلع کر کے مشکور فرمائیں۔

ادان

پیش لفظ

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقلۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ

خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے اصول اور بنیادی عقیدوں میں سے ایسا عقیدہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص نہ مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ ہی دائرہ اسلام میں اس کے رہنے کا کسی بھی تاویل و توجیہ سے امکان ہو سکتا ہے۔ ختم نبوت کا انکار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی بھی نبوت و رسالت یا وحی کا عقیدہ سراسر کفر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک ہر دور میں امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا اور مسئلہ ختم نبوت قرآن کریم کی صریح آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جس کا منکر بلا کسی شبہ کے کاہر ہے۔ اور اس بارہ میں آج تک کسی تاویل و تخصیص کو نہ قبول کیا گیا اور نہ ہی ایسی لغو اور باطل تاویلات کو قابل اعتناء سمجھا گیا۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے جو اجماع ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے بعد مدعی نبوت واجب القتل اور اس پر لعین کرنے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا نے اسلام کی یہ ایک متفقہ قرارداد اور اجماعی فیصلہ ہے کہ خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی عنوان سے کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ سراسر کفر اور ارتداد ہے اور ایسے صریح اور واضح کفر میں کسی قسم کی تاویل کہ ظلمی یا بروزی نبوت ہے اور امت محمدیہ کے فیصلہ کے خلاف اپنی طرف سے کسی طرح کا مفہوم متعین کرنا مزید جرم اور اسلام سے بغاوت ہے۔ اور قانون شریعت میں ایسے معاندانہ کا درجہ اصل کا فراور منکر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور اگر کوئی مدعی نبوت اپنے دعوئے نبوت کے ساتھ یہ بھی کہتا ہو کہ میری نبوت آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت نبوت کے خلاف نہیں بلکہ آپ کی ختم نبوت کے باوجود میں بھی ”الیا ذباللہ“ نبی ہوں (جیسے مرزا غلام احمد مدعی نبوت نے کہا ہے) تو اصول اسلام کی رو سے

یہ زندہ ہے۔ اور ایسا شخص زندہ کہلاتا ہے، اور اس کا درجہ بھی مرتد و کافر سے بڑھ کر ہے۔ اور ہلا کسی تردد کے واجب القتل ہے۔ اُمت محمدیہ میں سب سے پہلا مدعی نبوت اسود غسانی ہوا جو بڑا ہی شجہہ باز اور مکار شخص تھا اس نے یہ دیکھ کر لوگ اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور اس کی پیروی کر رہے ہیں نجران اور یمن کے کچھ قبائل نے محض اپنے ذاتی مفاد اور اعراض کے باعث جب اس کے ساتھ زیادہ جھکاؤ اختیار کیا تو اس نے نبوت کا دعوے کر دیا یہ معلوم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانان یمن کی جانب حکم جاری فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ قتال و جہاد کرو اور جس طرح ممکن ہو اس کا خاتمہ کرو و خواہ مقابلہ کی شکل میں یا خفیہ طور پر یا کسی بھی تدبیر سے عہ اور تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے گورنر مقرر کیے گئے تھے انہوں نے تقریب نکاح میں یمن کے مسلمانوں کو جمع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی ان کو اطلاع دی اس کو سن کر مسلمانوں کے دل خوش ہوئے۔ اور ان کو قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام اور فرمان کے موصول ہونے پر اس مدعی نبوت جہیت کو قتل کر ڈالا گیا اور ایک قاصد کو یہ بشارت سنانے کے لیے فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا گیا قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الہی سے اس کی خبر دی گئی اور آپ نے اسی وقت حضرات صحابہ کو خوش خبری سنائی اور فرمایا اے مسلمانو!

قُتِلَ الْعَنَسِيُّ الْبَارِحَةَ قَتَلَهُ
رَجُلٌ مَبَارِكٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ
مَبَارِكِينَ - قَيْسٌ وَمَنْ ؟
قال فيروز (الدليعي) (۱)

گذشتہ شب عنسی قتل کر دیا گیا
اس کو ایک مبارک شخص نے قتل کیا ہے
جو بڑے ہی مبارک خاندان کا ایک فرد ہے
سوال کیا گیا وہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا فیروز دلیعی۔

یہ وقت آپ کی حیات مبارکہ کا بالکل آخری وقت تھا حتیٰ کہ قاصد کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ رحلت فرما چکے تھے۔

کتاب حن الصعابہ فی اشعار الصعابہ میں عبد الرحمن ثمالی نے اس بارہ میں ایک قصیدہ فرمایا اور نہایت ہی فصیح و بلیغ اشعار میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود غسانی کے دعوائے نبوت پر ہم کو جہاد کا حکم فرمایا اور اس کذاب و دجال کے قتل پر اللہ کی عنایات اور عظیم رحمتوں کی بشارت دی اور ہم نے یہ سمجھ لیا

عہ تاریخ طبری ص ۲۱۵ ج ۳ عہ ص ۱۲۸ ج ۲

(۱) تاریخ ابن اثیر ص ۱۳۳ ج ۲، تاریخ ابن خلدون ص ۲۴۸ ج ۳

(۲) حسن الصعابہ فی اشعار الصعابہ ص ۳۱۳

کہ مدعی نبوت کا قتل ایک بہت بڑی سعادت ہے چنانچہ ہم سے چند شہسوار اس کذاب و دجال کے قتل کے لیے دوڑ پڑے تاکہ آپ کے حکم تعمیل اور آپ کے پیغام کی تکمیل ہو سکے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ (۱)

اسی طرح یمامہ کے ایک شخص مسیلکہ کذاب نے سلسلہ میں شہر یمامہ (جو اس کا علاقہ تھا) میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور ایک خط بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اس گستاخ نے روانہ کیا جب یہ دو شخص اس مدعی نبوت کا خط آپ کے پاس لے کر پہنچے آپ نے فرمایا میں کسی قاصد کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ اگر قاصد کا قتل کیا جاتا ممکن ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔

ابن کثیر میں اپنی تاریخ میں (۲) اس واقعہ کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنی حنیفہ (جو مسیلکہ کذاب کا قبیلہ تھا) حتیٰ میں یہ سب سے بڑا فتنہ تھا اس جہت نے قاصدوں کی واپسی پر یہ مشہور کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی رسالت میں شریک کر لیا ہے۔ انہوں نے اس افواہ پر اس کی نبوت کی تصدیق کر لی۔ اور بنو حنیفہ کے سرور آدرہ لوگوں میں سے ایک شخص بہت کچھ لاپنج دے کر مدینہ منورہ بھیجا۔ جس نے وہاں جا کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور قرآن کریم کی کچھ آیات اور سورتیں یاد کر لیں اور اپنے وطن واپس کر ان آیات کو پڑھا کرتا اور جا کسی ربط اور تعلق کے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو بہکانا شروع کر دیا جس طرح قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام احمد نے آیات قرآنیہ سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔

مسیلکہ کذاب کے اس خط کے بعد جلد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اور ادرہ یمامہ میں اس کی عیاری اور چالاکئی سے بہت سے لوگ اس کے فریب میں مبتلا ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق اکبرؓ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلا یہی کام انجام دیا کہ اس مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے مقابلہ کے لیے شکر روانہ کیا۔ اور اس جہاد کو بیہود و نصاریٰ سے جہاد پر مقدم اور اہم سمجھا۔ اور فوراً جہاد و قتال کے لیے لشکر روانہ کیا مقابلہ کے لیے مسیلکہ نے بھی عظیم لشکر تیار کیا لیکن جب مسیلکہ کذاب کو اس کی اطلاع ملی کہ اس کی جماعت مقابلہ میں شکست کھا رہی ہے اور کئی ایک سپہ سالار مارے گئے ہیں تو ایک باغ میں جا کر چھپ گیا اور دروازے بند کر لیے۔

حضرت برادر بن مالک نے فرمایا کہ مجھے کسی طرح اس باغ کے احاطہ میں اُپر سے پھینک دو تاکہ میں اس کا کام تمام کر دوں

حضرت وحشیؓ جنہوں نے جاہلیت اور کفر کے دور میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ اُمد میں شہید کیا تھا وہ اس معرکہ میں یہی جذبہ اور تمنا لے کر آئے تھے کہ میں اس مدعی نبوت کو کسی نہ کسی طرح قتل کر کے رہوں گا تاکہ دور جاہلیت کے بڑے اس عمل کا کفارہ ہو جائے۔ وہی نیزہ اپنے ہاتھ میں لے کر نکلے

جو غزوہ احد میں تھا اور اسی نیزہ سے مسیلہ کذاب کو قتل کر کے بطور فخر اور شکرِ خداوندی فرمایا اگر میرے ہاتھ سے جاہلیت کے زمانہ میں ایک بہترین انسان شہید ہوا تھا تو آج اسی ہاتھ سے دُنیا کا ایک بدترین انسان میں نے مارا۔

بہر کیف دورِ خلافتِ راشدہ میں صدیق اکبر کا یہ عمل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا فرو مرتد ہے۔ اور اس سے جہاد و قتال فرض ہے۔ اس پر صحابہ کا اجماع ہوا۔ اور اسلام کی تاریخ میں یہ بات سورج کی طرح عیاں اور روشن ہے۔ اور اسی عقیدہ پر دُنیا بھر کے مسلمان قائم ہیں۔ حتیٰ کہ فقہاء نے تو یہ تک فرمایا ہے عام کافروں سے مسلمان کسی وقت ضرورت اور مصلحت ہو تو کوئی معاہدہ یا صلح کر سکتے ہیں لیکن مدعی نبوت سے نہ کوئی صلح ہو سکتی ہے اور نہ جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا جب اس پر مسلمانوں میں شور مچا تو اس نے یہ اعلان کیا کہ مجھے ہمت دی جانے کہ میں اپنی نبوت کے دلائل پیش کروں حضرت امام اعظمؒ کو اس بات کا علم ہوا تو فتویٰ جاری فرمایا کہ کسی بھی ایسے شخص سے جو نبوت کا مدعی ہو اس سے نبوت ثابت کرنے کے لیے دلیل طلب کرنا بھی شرعاً حرام ہے۔ اور جو شخص دلیل طلب کرے گا وہ بھی کافر ہے کیونکہ دلیل طلب کرنا اس بات کا ضغنا اعتراف اور آنادگی کا اظہار ہے کہ جس بات پر دلیل کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اگر دلیل پیش کر دی گئی اور برہان و حجت سے ثابت کر دی گئی تو اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ (سبحان اللہ کیا دقت نظر ہے) اور اسی پر تمام ائمہ اور فقہاء اُمت کا اجماع ہے کہ مدعی نبوت سے دلائل کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں۔

مسلمان کا یہ عقیدہ چونکہ اس کے ایمان کی روح اور اصل بنیاد ہے۔ اس بنا پر ہندوستان میں جب انگریز کے زیر سایہ اور اس کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوے کیا اور اس پر مرزائی اُمت کو حرج کیا تو دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء نے فوراً ہندوستان میں مرزائیت کے مقابلہ میں بھی علمی اور تبلیغی جہاد شروع کر دیا۔ اور دلائل و براہین سے مسلمانان ہند کے سامنے دوزر و دشمن کی طرح مرزا غلام احمد کے اور اس کی امت کے کُفر کو ثابت کر دیا۔ اگرچہ انگریز نے اپنے لگانے ہوئے پورے کی حمایت و اعانت میں کوئی کسر نہ اٹھارھی۔ لیکن علماء ربانی کے جہاد کے سامنے باطل ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ٹھہر سکا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا مقابلہ جہاد سے کیا تو علماء کے اس کردہ نے دلائل و براہین کی تلواروں سے اس فتنہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور اہل حق کے اس جہاد نے اس فتنہ کو اپنی جڑوں سے اُکھاڑ پھینکا۔

۔۔ امام المحدثین حضرت علامہ مولانا سید الزمنا شاہ کشمیریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے

تھے کہ مرزا غلام احمد کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے کیونکہ فرعون نے اللہ کو بت کا دعویٰ کیا تھا اور ظاہر ہے کہ کسی انسان کا خدائی کا دعویٰ کرنا بدیہی طور پر باطل ہے اور کسی انسان کے ایسے دعویٰ پر کسی کو کوئی التباس نہیں ہو سکتا اس کے برعکس انبیاء علیہم السلام جنس بشر سے ہوتے ہیں تو کسی انسان کا دعوائے نبوت کرنا اور پھر یہ کہتے پھرنا کہ میری نبوت ظلی و بردزی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے باوجود میری نبوت ممکن ہے لوگوں کو دھوکا میں ڈالا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بہت اس دھوکا میں مبتلا ہوئے۔

اس بناء پر کہ علماء ربانی کے اس عظیم جہاد کی برکت سے مسلمان یہ سمجھ گئے تھے کہ مرزا زایت سراسر کفر ہے۔ اور مرزا زایت و قادیانیت کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ریاست بہاول پور میں ایک شخص جس مرزائی ہو گیا تو اس کی مسلمان منکوحہ جس کا نکاح قبل از بلوغ اس کے باپ نے اس وقت کر دیا تھا جبکہ مسی عبد الرزاق مسلمان تھا۔ اور مرزائی مذہب نہیں اختیار کیا تھا لیکن جب وہ مرزائی ہو گیا اور اس کی منکوحہ بالغ ہو گئی تو اس نے جولائی ۱۹۲۶ء میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اس لیے کہ کوئی مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ یہ مقدمہ ۱۹۳۲ء تک مختلف مراحل طے کر کے ڈسٹرکٹ بہاول پور جج کی عدالت میں سماعت اور شرعی اصول کی روشنی میں تحقیق کے لیے پیش ہوا اور اس امر کے لیے کہ عدالتی سطح پر دلائل کی روشنی میں قادیانیوں کا کفر ثابت کیا جائے۔ یہ مرحلہ انتہائی نازک تھا کہ عدالت شریعت کے اس موقف کو تسلیم کرنے کو تیار ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اس بات کا اندیشہ مسلمانوں کے دلوں کو بے چین کر رہا تھا کہ اگر عدالت نے مدعی نبوت اور اس کی نبوت پر یقین رکھنے والے کا کفر تسلیم نہ کیا تو یہ مسلمان منکوحہ کافر کی زوجیت سے نہیں نکالی جاسکے گی۔ یہ زمانہ دانی ریاست بہاول پور تاجدار عباسی نواب حاجی سر محمد صادق مرحوم کا تھا۔ اس زمانہ کی ایک اسلامی انجمن موید الاسلام بہاول پور نے ایک کمیٹی حضرت شیخ العجا مہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی زیر صدارت تشکیل دی۔ علامہ محمد حسین صاحب کو لوٹاڑ اور حضرت شیخ العجا مہ کو شہادت قلمبند کرنے کے بعد فریقین کو اپنے اپنے مسلک کے مستند علماء اور محققین کو بقرض شہادت پیش کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

مرزائی مدعی علیہ کی حمایت کے لیے قادیانیوں کا پورا سرمایہ ان کی حمایت اور انگریز سرکار کی سرپرستی بڑی دزنی چیز تھی اور عالم اسباب میں توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ مدعی مسلمان خاتون اپنے دعویٰ میں کامیاب قرار دی جاسکے لیکن حضرت شیخ العجا مہ نے مدعی کی طرف سے شہادت اور اس کے موقف کی حمایت تشہیت کے لیے دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء کو دعوت دی کہ وہ بہاول پور تشریف لا کر مقدمہ کی پیروی کریں اس صورت حال پر شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری حضرت مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفاء صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم

دیوبند جیسے اکابر علماء بہاول پور پہنچ گئے۔

حضرت النور شاہؒ کی تشریف آوری سے یہ مقدمہ ہندوستان اور بیرون ہند غیر فانی شہرت حاصل کر گیا۔

ان حضرات علماء نے اپنی شہادتوں میں دلائل اور حقائق کے دریا بہا دیئے۔ علم و عرفان کی شاعوں نے اہل قائلوں کی نگاہیں چکا چوند کر دیں۔ فریق ثانی کی شہادت پر علماء حق کے دلائل نے ایسی باطل شکن جرح کی کہ مرزائیت کی بنیادیں ہل گئیں اور مدعی نبوت کے دجل و فریب کے تمام پردے چاک ہو گئے اور مرزائیت کا کفر دار تہ اذ سورج کی طرح آشکارا ہو گیا۔ مرزائیت کی حمایت کرنے والوں نے علماء کی شہادت کے جواب میں تحریری بحث بلا دلیل محض اپنے ادہام اور خیالات، جواب کے انداز میں پیش کی جس کے

جواب کے لیے حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ سبحان پوری نے دُنیا کو حیرت میں ڈالنے والا جواب الجواب عدالت میں پیش کیا جو چھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس جواب الجواب نے مرزائیت کے پرچھے اڑا کر رکھ دیئے بالآخر جناب منشی محمد اکبر خاں صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا نہایت ہی بصیرت افروز مکمل مدد مل فیصلہ ۱۹۳۵ء کو مدعیہ کے حق میں صادر فرمایا۔ اور عدالت کی سطح سے فیصلہ جاری ہو گیا کہ قادیانی شخص کا فر ہے۔ اور کوئی مسلمان عورت اس کی منکوحہ نہیں رہ سکتی۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے

عدالتی فیصلوں میں نہایت ہی عالی اور بلند مقام کا حامل ہوا۔ اور علم و استدلال کی دُنیا میں اس کو ایک بے مثال اور مستحکم فیصلہ تسلیم کیا گیا۔ جس کی تمام مکاتب فکر نے پر جوش تائید و حمایت کی۔ اور مسلمانوں کے کسی طبقہ اور دنیا نے اسلام کے کسی بھی خطے سے ان دلائل و شواہد پر ایک حرف بھی کسی کی زبان سے

تامل یا اشکال و اعتراض کا نہیں سُنا گیا۔ اور تمام دنیا نے اہل علم نے اس فیصلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ہندوستان کے علاوہ علماء مصر و شام اور تمام بلاد عرب برما، ایران، افغانستان، ترکی اور بالخصوص سعودی عربیہ کے تمام مشائخ و علماء نے نہ صرف یہ کہ اس فیصلہ اور فتویٰ کی تائید کی بلکہ ہر ایک ملک کے مشائخ نے اپنے اپنے مراکز سے مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت قادیانی کے کفر کے فتوے جاری کیئے۔

انگریز نے اپنے خفیہ طریقوں سے بہت کچھ کوشش کی کہ اس کی فہم رو میں ہونے والی ایک ریاست کی عدالت سے ایسا فیصلہ جاری نہ ہو جس سے اس کی پیدا کردہ اور پروردہ جماعت کی تکلیف ہو اور دجل و فریب کا جو حال اس نے پھیلا یا تھا وہ پارہ پارہ ہو جائے۔

حق و باطل کا یہ عدالتی فیصلہ تاریخ کا ایک عظیم شاہکار تھا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ فیصلہ عالی جناب جسٹس منشی محمد اکبر فاضل صاحب کی ایمانی عظمتوں کا آفتاب کی طرح روشن ثبوت تھا۔ جو آج سے

قبل در مرتبہ طبع ہوا۔ اور فیصلہ کے متن سے اہل علم مستفیض ہوئے۔

اس فیصلہ کے ساتھ ان حضرات علماء کی وہ ایمان افزوز جرح، بحث اور جواب ابواب شائع نہیں ہو سکے تھے جو ان حضرات نے مدعیہ کے موقف کے ثابت کرنے کے لیے عدالت میں پیش کیے جو اپنی جگہ علم و معرفت اور دلائل و براہین کا ایک عظیم ذخیرہ تھے جن میں ایمان و کفر، نفاق و زندقہ، وحی توحید و رسالت اور نبوت کی ایسی بلند بحثیں تھیں کہ اہل علم اپنی عمروں کے طویل حصے بھی خرچ کر کے ان حقائق و معارف کو نہیں معلوم کر سکتے تھے۔

میرے ایک عظیم کرم فرماؤ محمد بن بزرگ یعنی میر سید عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی نے جو ناچیز پر ۱۹۴۲ء سے لیکر اپنی وفات تک بے انتہا شفقت فرماتے تھے، ۱۹۴۵ء میں جب ناچیز مدینہ منورہ حاضر ہوا تو اپنی ایک جہالت ہی عظیم اور بلند پایہ آرزو کا اظہار فرمایا کاش وہ تمام بیانات و شہادتیں اور مرزائی و کیولوں کی بحث کے جواب میں جو جواب ابواب کے طور بخشیں عدالت کے ریکارڈ میں ذبح ایمان کو بھی کسی طرح شائع کر دیا جائے تو کیسا اچھا ہو! ان کی اس آرزو کی تکمیل کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا عدالت کے گوداموں میں پچاس برس قبل دفن شدہ ریکارڈ کو حاصل کرنا پھر ان کی نقل اس کے بعد اس کی کتابت و طباعت بڑے بڑے توانا اور اولوالعزم اور باہمت لوگ بھی شاید اس کی ہمت نہ کر سکتے۔ مگر اللہ رب العزت اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمائے میرے محرم بھائی اور حضرت میر سید عبد الجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ سید عبد الماجد صاحب کو کہ وہ اس مہم کو سر کرنے کے لیے مکر لبتہ ہوئے۔ اور دن رات کی محنت و جانفشانی سے عدالتی ریکارڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان بیانات کو جو آج سے پچاس برس قبل عدالتی طرز تحریر میں لکھے ہوئے تھے ان کو صاف کرایا نقل کرایا اور ان تمام مراحل کی تکمیل ادارہ اسلامک فاؤنڈیشن کے ذریعہ کی۔ اور الحمد للہ یہ عظیم علمی ذخیرہ کتابی شکل میں تین حصوں پر مشتمل پیش کر کے حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخی دفتینہ اور خزانہ کو تمام دُنیا کے اہل علم اور مسلمانوں کے استفادہ کے لیے پیش کر دیا۔

بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ پیش نظر کتاب جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے کفر و باطل کے دجل و فریب کی تاریکیوں دور کر کے اہل اسلام کے قلوب کو ایمان و یقین کے ڈور سے منور کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ اور ان کے واسطے ایک ایسا مضبوط دلائل کا پہاڑ ہے جو ہر باطل کے فتنہ کو پاش پاش کرنے کے واسطے بہت بڑا سامان ہے۔ خدا تعالیٰ میرے بھائی سید عبد الماجد سلمہ اور تمام اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اُمّتِ مسلمہ پر بڑا ہی عظیم احسان فرمایا جو اہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا پیش نظر کتاب ”مقدمہ بہاول پور“ تین حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ حضرات علماء و فرائض ثانی کے بیانات جو بطور شہادت عدالت میں پیش کیے گئے دوسرا حصہ فریقین کی تحریری بحث، پھر تیسرا حصہ جواب

الجواب جس میں فریق ثانی کی تحریری بحث میں پیش کی ہوئی باتوں کا رد کیا گیا۔ اور دہل و حزیب کے قائم کیے قلعہ کو
مسمار و پارہ پارہ کر کے رکھ دیا گیا۔

فریق مخالف کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا ذخیرہ شائع کرنا علمی تاریخ میں ایک بڑا ہی حوصلہ
مندانہ کام ہے۔ اور یہ اس لیے کیا گیا کہ دنیا دیکھ لے کہ فریق مخالف اپنی طرف سے کیا تیر چلا سکتا تھا۔ پھر جواب الجواب
میں دیکھ لے کہ اس کی کس طرح دھجیاں بکھیری گئیں۔ اس ضمن میں مرزائی جماعت کی تبلیغ اور دھوکا کا ایک
کیٹف اور غیظ ڈالنا ہوا پردہ بھی چاک ہو گیا جو انہوں نے اپنے پریس سے جو تحریف کردہ بیانات شائع کر کے
دنیا کو دھوکا میں ڈالنا چاہا کہ ہم نے مسلمان علماء پر جرح کرتے ہوئے یہ یہ کہا تھا۔ حالانکہ اصل عدالتی ریکارڈ
سے ان باتوں کا کوئی وجود ہی نہیں ملا جس کی وضاحت اس حصہ میں متعدد موقعوں پر کر دی گئی۔ حضرات
تاریخین مکر و حزیب کے اس گھنڈے نے کہا کہ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ کفر و نفاق کے علمبرداروں نے مسلمانوں
کو گمراہ کرنے کے کیا کیا حربے اختیار کیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تینوں حصوں پر مشتمل یہ تاریخی اور علمی خزانہ ادارہ
اسلامک فاؤنڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و تب علینا انک انت التواب الرحيم
وصلی اللہ علی سیدنا خاتم الانبیاء والمرسلین محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

بندہ ناچیز محمد مالک کاندھلوی

مقدمہ

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی

صدر مجلس تحفظ ختم نبوت (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَكْمَلِ الْحَمْدِ عَنِ كُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاِتْمَانِ

اَلْاَكْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْعَرَبِیِّ

صاحب قاب قوسین اودانی رحلی صحبہ البیورۃ التقی والتقی كما کلما ذکره

الذاکرین كما کلما غفله عن ذکره الغافلون. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَائِرِ

النَّبِیِّیْنَ وَآلِ كُلِّ وَسَائِرِ الصَّالِحِیْنَ نَهٰیةً مَا یَنْبَغِیْ اِنْ لَیْسَ لَدَ الْاَسْمٰئِلُوْنَ

اھاجد متقدہ ہندوستان میں انگریز اپنے جبر و ستم اور استبدادی حربوں سے جب مسلمانوں کے قلوب

کو مغلوب نہ کر سکا تو اس نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے پورے ہندوستان کا سروے کیا اور واپس جا کر برطانوی

پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص

سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر ادنیٰ الامر کی حیثیت سے

فرض قرار دے۔

ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ ڈی سی۔ آفس میں معمولی درجہ کا کلرک تھا۔ اردو، عربی، فارسی

اپنے گھر پر پڑھی تھی۔ مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام ہو گیا۔ غرضیکہ اس کی تعلیم دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے

ناقص تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انگریز ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن کے ایک اہم اور ذمہ دار شخص نے اس

سے ڈی۔ سی۔ آفس میں ملاقات کی۔ گویا یہ انٹرویو تھا۔ مسیحی مشن کا یہ فرد انگلینڈ روانہ ہو گیا اور مرزا قادیانی طائر

چھوڑ کر قادیان پہنچ گیا باپ نے کہا کہ تو کر کی کا فکر کرو۔ جواب دیا کہ میں تو کر ہو گیا ہوں۔ اور پھر بغیر مرسل کے پتا

کے منی آرڈر ملنے شروع ہو گئے مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی بحث و مباحثہ اشتہار بازی

شروع کر دی یہ تمام تر تفصیل مرزائی کتب میں موجود ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے برطانوی سامراج نے مرزا قادیانی کا کیوں انتخاب کیا۔ اس کا

جواب بھی خود مرزائی لٹریچر میں موجود ہے۔ کہ مرزا قادیانی کا خاندان جدی پشتی انگریز کانگ خوار خوشامدی اور مسلمانوں کا غدار تھا۔ مرزا قادیانی کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی سامراج کو پچاس گھوڑے بمبار ساز و سامان مہیا کیے۔ اور یوں مسلمانوں کے قتل عام سے اپنے ہاتھ نہیں کر کے انگریزوں سے انعام میں جائیداد حاصل کی۔ غرضیکہ مرزا قادیانی کے گوشت پرست میں انگریز کی دغا داری اور مسلمانوں سے غداری رچی بسی تھی یہی وہ وجہ ہے کہ اس مقصد کے لیے انگریز کی نظر انتخاب مرزا قادیانی پر پڑی اور اس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جن حضرات کی مرزائیت کے لٹریچر پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ہر بات میں تضاد ہے۔ لیکن حرمت جہاد اور فرضیت اطاعت انگریز ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کی کبھی ددرا میں نہیں ہوئیں کیونکہ یہ اس کا بنیادی مقصد اور عرض و دعایت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پلودا قرار دیا۔ سرسید احمد خاں مرحوم کی روایت جو ان کے مشہور مجلہ تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی ہے کہ خود سرسید احمد خاں سے انگریزوں والے ہند نے مرزا قادیانی کی امداد و اعانت کرنے کا کہا جو بقول ان کے انہوں نے اسے نہ صرف رد کر دیا بلکہ اس منصوبہ کا بھی افشا کر دیا جس کے نتیجے میں انگریزوں والے سرسید احمد خاں سے ناراض ہو گئے۔

مرزا قادیانی کے دعویٰ پر نظر ڈالیے اس نے بتدریج خادم اسلام مبلغ اسلام۔ مجدد، مہدی، مثیل مسیح، مسیح، ظلی بنی، مستقل بنی انبیاء سے افضل حتیٰ کہ خدائی تمک کا دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبہ باگمیری چال اور خطرناک سادش کے تحت کیا۔

قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنے لڑا ایمانی اور بصیرت و جدانی سے مرزا قادیانی کے دعویٰ سے بہت پہلے پنجاب کے معروف روحانی بزرگ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے حجاز مقدس میں ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں ایک فتنہ اٹھنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف آپ سے کام لیں گے۔ بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

رد قادیانیت کے سلسلہ میں اہمیت محمدیہ کے جن خوش نصیب و خوش بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کیا۔ ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ، حضرت مولانا محمد علی موگرودی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت مولانا شاد اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی، جناب مولانا قاضی محمد سلیمان منصر پوری، حضرت مولانا مرتضیٰ حسین چاند پوری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، پیر ذبیحہ محمد ایساں برنی، علامہ محمد اقبال، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی، حضرت مولانا ظفر علی خان، حضرت مظہر علی انظہری، حافظ

کفایت حسین؟ حضرت مولانا پیر جماعت علی شاہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی کی گستاخ و بیباک طبیعت کو اس کی ابتدائی تحریروں میں دیکھ کر اس کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے دیدیا تھا۔ ان حضرات کا خدشہ صحیح ثابت ہوا اور آگ چل کر پوری امت نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کی تصدیق و توثیق کی

غرضیکہ پوری امت کی اجتماعی جدوجہد سے مرزا اہست کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اپنی تصانیف میں مولانا رشید احمد ننگوہی، مولانا نذیر حسین دہلوی، مولانا شاد اللہ امرتسری، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا سید علی الخاٹری، سمیت امت کے تمام طبقات کو اپنے سب دشتم کا نشانہ بنایا۔ کیونکہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے تحریر و تقریر و مناظرہ و مباحثہ کے میدان میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کیا۔ اور یوں اپنے فرم کی تکمیل کر کے پوری امت کی طرف سے شکر یہ کے مستحق قرار پائے۔

تحصیل احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور میں ایک شخص مسی عبد الرزاق مرزائی ہو کر مرتد ہو گیا اس کی منکوحہ غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش نے سن بلوغ کو پہنچ کر ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء

مقدمہ بہاول پور

کونخ نکاح کا دعویٰ احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں دائر کر دیا۔ جو ۱۹۳۱ء تک ابتدائی مراحل طے کر کے پھر ۱۹۳۲ء میں ڈسٹرکٹ بیج بہاول پور کی عدالت میں بلفرض شرعی تحقیق واپس ہوا۔ آخر کار ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعی صادر ہوا۔ بہاول پور ایک اسلامی ریاست تھی اس کے والی نواب جناب صادق محمد خان غامس عباسی مرحوم ایک سچے مسلمان اور عاشق رسول تھے۔ خواجہ غلام فرید بہاولپور کے معروف بزرگ کے عقیدت مند تھے خواجہ غلام فرید کے تمام خلفاء کو اس مقدمہ میں گہری دلچسپی تھی۔ اس وقت جامعہ عباسیہ بہاول پور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم تھے جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ارادت مند تھے۔ لیکن اس مقدمہ کی پیروی اور امت محمدیہ کی طرف سے ناٹندگی کے لیے سب کی نگاہ انتخاب دیوبند کے فرزند شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ کشمیری پر پڑی۔ مولانا غلام محمد صاحب کی دعوت پر اپنے تمام تر پردگام منسوخ کر کے مولانا محمد انور شاہ کشمیری بہاول پور تشریف لائے۔ ان کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف مبذول ہو گئی بہاول پور میں علم کی موسم بہار شروع ہو گئی۔ اس سے مرزا اہست کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی انہوں نے بھی ان حضرات علماء کی آئینی گرفت اور احسابی شکنجہ سے بچنے کے لیے ہزاروں جتن کئے مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین کولوتار، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مفتی احسن چاند پوری، مولانا نجم الدین مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوری اور مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم وشرک اللہ سبحانہ کے ایمان احمد زارہ کفر لیکن بیانات ہوئے۔ مرزا اہست بڑھلا اٹھی۔ ان دنوں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری پیر التدریب العزت

کے جلال اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا خاص پر تو عقار وہ جلال و جمال کا حسین امتزاج تھے۔ جمال میں آکر قرآن و سنت کے دلائل دیتے تو عدالت کے دزو دیوار جھوم اُٹھتے اور جلال میں آکر مرزائیت کو لٹکارتے تو کفر کے ایوانوں پر زلزلہ طاری ہو جاتا۔ مولانا ابوالوفاء شاہ بھجان پوری نے اس مقدمہ میں مختار مدعیہ کے طور پر کام کیا۔

ایک دن عدالت میں مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے جلال الدین مثنوی مرزائی کو لٹکار کر فرمایا کہ اگر چاہو تو میں عدالت میں یہیں کھڑے ہو کر دکھا سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی جہنم میں جل رہے ہیں۔ مرزائی کا بیٹا اُٹھے مسلمانوں کے چہروں پر بے لاشت چھا گئی۔ اور اہل دل نے گواہی دی کہ عدالت میں انور شاہ کشمیری نہیں بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل اور نمائندہ بول رہا ہے۔

علماء کرام کے بیانات مکمل ہوئے تو اب صاحب مرحوم پمہ گورنمنٹ برطانیہ کا دباؤ بڑھا۔ اس سلسلہ میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندہری مرحوم نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاول پور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارا کرتے تھے۔ نواب مرحوم سر عمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز گورنمنٹ کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاول پور سے اس مقدمہ کو ختم کرادیں تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں۔ مگر اپنا دین، ایمان اور عشقی رسالتاں کا تو ان سے سو دا نہیں کیا آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے میں حق و انصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندہری نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کی نجات کے لیے آئی بات کافی ہے۔

جناب محمد اکبر خان جج مرحوم کو ترغیب و تحریص کے دام تیزویر میں پھنسانے کی مرزائیوں نے کوشش کی لیکن ان کی تمام تدابیر غلط ثابت ہوئیں۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اس فیصلہ کے لیے اتنے بے تاب تھے کہ بیانات کی تکمیل کے بعد جب بہاول پور سے جانے لگے تو مولانا محمد صادق مرحوم سے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو فیصلہ خود سن لوں گا۔ اور اگر فوت ہو جاؤں تو میری قبر پر آکر فیصلہ سنا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد صادق نے آپ کی وصیت کو پورا کیا۔

یہ مقدمہ حق و باطل کا عظیم معرکہ تھا۔ جب ۱۹۲۵ء کو فیصلہ صادر ہوا تو مرزائیت کے صحیح خط و حال آشکارا ہو گئے۔ بلاشبہ پوری امت جناب محمد اکبر خان جج مرحوم کی مرہون منت ہے کہ انہوں نے کمال عدل و انصاف محنت و عرق ریزی سے ایسا فیصلہ لکھا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں کھل کی طرح بیہوش ہوتا گیا۔ یہ فیصلہ قادیانیت پر برق آسانی دبلانے ناگہانی مہابت ہوا۔ مرزائیوں نے اپنے

نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر کی سربراہی میں سر ظفر اللہ مرتد سمیت جمع ہو کر اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے کی سوجھ بچار کی لیکن آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ فیصلہ انہی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر صادر ہو کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جانے لگی۔ اور رب العزت کی قدرت کے قربان جائیں۔ کفر بڑا گیا۔ اسلام حیت گیا۔ ایک دفعہ پھر۔ جہاد الحق و ذوق المباح کی علی تفسیر اس فیصلہ کی شکل میں امت کے سامنے آگئی۔ اور مرزائی بیعت الہی کفر کا مصداق ہو گئے اس تاریخ ساز فیصلہ نے چلداہنگ عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ مرزائیوں کی ساکھ روز بروز گنا شروع ہو گئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

ہندوستان تقسیم ہوا۔ خدا داد مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی۔ بنیادی سے اسلامی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ جو دہری ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا اس نے مرزائیت کے جوازہ کو اپنی وزارت کے کندھوں پر لاد کر اندرون و بیرون ملک اسے معارف کرانے کی کوشش تیز سے تیز تر کر دی ان حالات میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میر کاروان احرار کی رگ حمیت اور حسینی خون نے جوش مارا۔ پوری امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ مجاہد اسلام مولانا غلام عزت ہزارویؒ آپ کا پیغام لے کر ملک عزیز کی نامور دینی شخصیت اور ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کے دروازے پر گئے اور اس تحریک کی قیادت کا فریضہ اہل سنت نے ادا کیا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا خراجہ قمر الدین سیالویؒ، مولانا پیر غلام محمد الدین گولڑویؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، علامہ احمد سعید کاشمیؒ، مولانا پیر سید شریفؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، سید مظفر علی شمسیؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، مولانا اختر علی خان عزیز کراچی سے لیکر ڈھاکہ تک کے تمام مسلمانوں نے اپنی مشترکہ آئینی جدوجہد کا آغاز کیا۔ بلاشبہ بصریغیر کی یہ عظیم ترین تحریک تھی جس میں دس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ایک لاکھ مسلمانوں نے تید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ دس لاکھ مسلمان اس تحریک سے متاثر ہوئے ہر چند کہ اس تحریک کو مرزائی اور مرزائی نواز اوباشوں نے سنگینوں کی سختی سے دبانے کی کوشش کی مگر مسلمانوں نے اپنے ایمانی جذبہ سے خم۔ نبوت کے اس معرکہ کو اس طرح سر کیا کہ مرزائیت کا کھر کھن کر لڑی دنیا کے سامنے آگیا۔ تحریک کے ضمن میں انکوائری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کی عرض سے علماء و کلام کی تیاری مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا اتنا بڑا کھٹن مرحلہ تھا اور ادھر حکومت نے اتنا خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے رہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رہائش تک دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ جناب حکیم عبدالمجید احمد سیفی نقشبندی مجددیؒ خلیفہ مجاز خانقاہ سر اجیہ نے اپنی عمارت، بیڈن روڈ لاہور کو تحریک کے رہنماؤں کے لیے وقف کر دیا۔ تمام تر مصلحتوں سے بالائے طاق ہو کر ختم۔ نبوت کے عظیم مقصد کے لیے ان کے ایثار کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعر

اور دہلی کے بعد مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دوسرے رہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکوائری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیار ہی کی۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، اور ان کے گرامی قدر فقہاء مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مولانا مال حسین اختر رح، مولانا محمد علی جالندھری رح، مولانا محمد حیات فاتح قادیان رح، مولانا تاج محمود رح، مولانا محمد شریف جالندھری رح، مولانا عبدالرحمن میانوی رح، مولانا محمد شریف بہاولپوری رح، سائیس محمد حیات اور مرزا غلام بنی جانباڑ کا یہ ایک عظیم کارنامہ تھا کہ انہوں نے ایک نئی سیاست سے کنارہ کش ہو کر خالصتاً دینی و مذہبی بنیاد پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بنیاد رکھی اس سے قبل مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رح، چودھری افضل حق رح اور خود حضرت امیر شریعت اور ان کے گرامی قدر فقہاء نے مجلس احرار اسلام کے پیٹ فارم سے قادیانیت کو جو چرکے لگائے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں قادیان میں کانفرنس کر کے چوراکا اس کے گھرتک تعاقب کیا۔ نیز مولانا ظفر علی خان رح اور علامہ محمد اقبال رح نے تحریر و تقریر کے ذریعہ رد مرزائیت میں غیر فانی کردار ادا کیا مجلس احرار اسلام کی کامیاب گزشتہ سے مرزائیت بولکھلا اٹھی۔ مجلس احرار اسلام پر مسجد شہید گنج کا ملبہ گرا کر اسے دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رح، صدر مجلس احرار نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں پورے ملک سے ڈاکا برادریاء اللہ ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان رح اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رح نے ہماری راہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوالسعد احمد خان رح بلخانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکھنے نہ پائے، اسے جاری رکھا جائے اس لیے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجد میں باقی رہیں گی اگر اسلام باقی نہ رہے گا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا۔

مسجد شہید گنج کے ملبے کے نیچے مجلس احرار کو دفن کرنے والے انگریز اور قادیانی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اس لیے کہ انگریز کو ملک چھوڑنا پڑا جبکہ مرزائیت کی تردید کے لیے مستقل ایک جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام سے تشکیل پا کر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔ ان حضرات نے سیاست سے علیحدگی کا محض اس لیے اعلان کیا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کی تردید کے سلسلہ میں ان کے کوئی سیاسی اغراض ہیں۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے مرزائیت کے خلاف ایسا احتسابی ٹیکنیک تیار کیا کہ مرزائیت مناظرہ، مباحثہ، تحریر و تقریر اور عوامی جلسوں میں شکست کھا گئی۔ جگہ جگہ ختم نبوت کے دفا تر قائم ہونے لگے مولانا مال حسین اختر نے برطانیہ سے آسٹریلیا تک قادیانیت کا تعاقب کیا۔ مرزائیت نے عوامی حماد ترک کر کے حکومتی عہدوں اور سرکاری دفاتر میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش و کاوش کی اور وہ انقلاب کے ذریعہ اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۴ء کے ایکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہو گئے۔ اقتدار کے نشہ اور ایک سیاسی جماعت سے سیاسی وابستگی نے انہیں دیوانہ

کر دیا۔ وہ حالات کو اپنے لیے سازگار پاکر انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کی سکیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اس نشہ میں دھت ہو کر انہوں نے ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء ریلوے اسٹیشن پر پنجاب ایکسپریس کے ذریعہ سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے نتیجے میں شریک چلی مولانا سید محمد یوسف بنوری مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر تھے ان کا دعوت پر امت کے تمام طبقات جمع ہوئے۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان تشکیل پائی جس کے سربراہ حضرت شیخ بنوری مقرر ہوئے۔ امت محمدیہ کی خوش نصیبی کہ اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن متحد تھی چنانچہ اپوزیشن پوری کی پوری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک ہو گئی۔

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک ہی لعرہ لگا یا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نوری، مولانا عبدالحق، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا عبدالحکیم اور ان کے رفقاء نے ختم نبوت کی دکالت کی۔ متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نوری نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی اور سپیکر پارٹی برسر اقتدار طبقہ یعنی حکومت کی طرف سے دوسری قرارداد جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جو ان دنوں دفاتی ذیوقانون تھے قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہو گئی۔ پورے ملک میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری، علامہ احسان الہی ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن، سید مظفر علی شمس، مولانا علی غضنفر کراری مولانا عبدالحکیم صاحب پیر شریف، حضرت مولانا محمد شاہ امرودی، غرضیکہ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے تحریک کے لاڈ لکرائیندھن مہیا کیا۔ اخبارات و رسائل نے تحریک کی آواز کو ملک گیر بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ ادھر قومی اسمبلی میں قادیانی دلاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ ان کا جواب اور امت مسلمہ کا موقف مولانا سید محمد یوسف بنوری کی قیادت میں مولانا محمد حیات، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا تاج محمود، مولانا سمیع الحق اور مولانا سید انور حسین نفیس رقم نے مرتب کیا۔ اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے چودھری ظہور الہی کی تجویز اور دیگر تمام حضرات کی تائید پر قومی مولانا مفتی محمود مرحوم

کے نام نکلا جس وقت انہوں نے یہ محضر نامہ پڑھا تو دایانیت کی حقیقت کھل کر اسمبلی کے ارکان کے سامنے آگئی مرزائیت پر اس بڑی بڑی دلتے دن کی شب دروز مسلسل محنت و کادش کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۶ ستمبر ۱۹۷۲ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ قرارداد کو منظور کیا اور مرزائی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء | ۱۷ فروری ۱۹۸۳ء کو مولانا محمد اسلم قریشی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو مرزائی سربراہ مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے اغوا کیا جس کے رد عمل میں

پھر تحریک منظم ہوئی۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کی رحلت کے بعد سے اس وقت تک مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کا بوجھ میرے ماتواں کندھوں پر ہے اس لیے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کی امارت بھی حقیر کے حصہ میں آئی۔ اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ فضل ہے جس نے جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں اُمت محمدیہ کے تمام طبقات کو اتفاق و اتحاد نصیب کر کے ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور یوں ۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء کو اتناغ قادیانیت آرڈیننس صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے طعقوں جاری ہوئے۔ قادیانیت کے خلاف آئینی طور پر جتنا ہونا چاہیے تھا اتنا تو نہیں ہوا لیکن جتنا ہوا اتنا آج تک کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج اللہ رب العزت کا فضل کرم ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بیجنگی ہے اور چار عالمی عالم میں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کے پھریرے کو بلند کرنے کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو رہی ہے دنیا کے تمام بڑا عقلموں میں ختم نبوت کا کام وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔

ایک بدیہی حقیقت | لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ان تمام ترکامیوں و کامرائیوں میں مقدمہ بہاول پور کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ختم نبوت کے محاذ پر مضبوط بنیاد اور قانونی

داعلانی بالادستی قادیانیت کے خلاف اسی مقدمہ نے مہیا کی ہے۔ فیصلہ مقدمہ کئی بار شائع ہوا۔ علماء کرام کے عدالتی بیانات بھی متعدد بار شائع ہوئے لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اس مقدمہ کی تمام تر کارروائی حضرت علماء کرام کی شہادتیں بیانات دلائل اور حقائق مرزائی و کیلول کے جواب میں بطور جواب الجواب بیانات جو عدالت کے ریکارڈ پر تھے اور جرح و بحث کی تمام تر تفصیلات سامنے آئیں تاکہ علوم و حقائق کے بے بہا مندر سے ذیل اسلام فیض یاب ہوتی۔ یہ سب کچھ عدالت کے ریکارڈ میں شخصی خزانہ کی طرح پوشیدہ تھا حالانکہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کی ابتدائی اشاعت کے وقت ہی مولانا محمد صادق مرحوم نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ تمام ترکارروائی کو شائع کیا جائے گا لیکن کلی اصولی مہوون یا و قنائیہ یہ کام آج تک پورے طور پر نہ ہو سکا۔ اللہ رب العزت نے غیب سے اہتمام فرمایا اسلامی درد اور جذبہ

رکھنے والے حضرات کو اللہ رب العزت نے اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ میں بہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ کام
 خود شروع نہیں کیا بلکہ قدرت الہی نے ان سے یہ شروع کرایا ہے۔ انہوں نے اسلامک فاؤنڈیشن کی بنیاد
 رکھی۔ ساٹھ برس کی طویل مدت گزرنے کے بعد وہ بڑا مقدمہ حاصل کرنا اور اہل علم حضرات کے لیے مرتب
 کر کے پیش کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ قدرت الہی نے دست گیری فرمائی ان حضرات نے محنت کی کارروائی
 اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا منزل قریب ہوتی رہی مقدمہ کی تمام کارروائی حاصل ہو گئی۔ اس کی ترتیب کا
 کام شروع ہو گیا۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے نمائندوں نے بارے طویل ترن تکالیف وہ سفر برداشت کر کے
 سلطان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ میں اصل مرزائی کتب سے حوالہ جات کو بار بار پڑھا
 فوٹو سیٹ حاصل کیے۔ شب در روز محنت و عرق ریزی کے بعد اسے کتابت کے لیے دے دیا گیا تا آنکہ اس
 وقت دو ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل یہ مجموعہ تیار ہو کر منصفہ شہود پر آنے والا ہے۔ ان شاء اللہ
 العزیز اسلامک فاؤنڈیشن کے حضرات کی روشن دماغی اور اپنے مشن سے اخلاص کی بدولت ملک عزیز
 کے نامور عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مد اللہ ظلہ العالی نے ان حضرت کی سرپرستی
 فرمائی۔ ان جیسے متبحر عالم حق کی سرپرستی ہی اس تاریخی دستاویز کی صحت و توثیق کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے
 اس تاریخی و فنیہ اور علم و معرفت کے عظیم خزانہ کو مرتب کر کے پیش کرنا بلاشبہ اسلامک فاؤنڈیشن
 کا ایک تاریخی گرانقدر کارنامہ ہے جس پر پوری اُمت کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے پوری اُمت کی
 طرف سے فرض کھایا ادا کر دیا ہے۔ قادیانیت جس طرح آج پوری دنیا میں رسوائی کا شکار ہے اس کی
 بنیاد بھی اسی مقدمہ نے مہیا کی تھی اور اب قادیانیت کا خاتمہ بھی اسی مقدمہ کی اشاعت سے ہی ہو گا۔

آخری گزارش

پاره کرنے کی ناپاک استعماری سازش تھی۔ آج اُمت کے تمام طبقات و مکاتب فکر مل کر
 ہی باہمی اتحاد و اعتماد سے اس فتنہ کو ختم کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے کہ عالمی مجلس تحفظ
 ختم نبوت نے اپنے اکابر کی اس سُنّت کو زندہ رکھنے کی محنت عملی کو اپنایا ہو اسے کہ مسئلہ ختم نبوت
 کسی ایک فرقہ کا مسئلہ نہیں پوری اُمت کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس میں کوشش و کاوش اور اجتماعی طور
 پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تمام مسلمانوں کے لیے انتہائی ضروری ہے اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی شفاعت کا باعث ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا رشید احمد گنگوہی، پیر مہر علی
 گولڑی، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت اقدس مولانا ابوالسعد
 خاں بانی خانقاہ سراجیہ، حضرت مولانا محمد عبداللہ خانقاہ سراجیہ، مولانا تاج محمد امر دینی، مولانا غلام محمد

دین پوری، مولانا رسول خان صاحب، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، پیر صبغتہ اللہ شاہ شہید، پیر آف بیگڑہ شریف، حضرت حافظ پیر جماعت علی شاہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی، رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، مکرئی طور پر اس محاذ کے انچارج تھے۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت مرزائیت کے تعاقب کے لئے تشکیل دی تھی جس میں حضرت مولانا محمد بدر عالم، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے حضرات شامل تھے جو قادیانیت سے تحریری و تقریری مقابلہ کرتے تھے اور دلائل باقی حضرات کے ذمہ تھے اور مولانا غلام غوث ہزاروی شتر چمبھو یا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین اللہ رب العزت کا فضل و احسان کے لئے ۱۹۶۴ء میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا سید محمد یوسف پوری نے قیادت و سیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔ جبکہ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد تقی عثمانی آپ کے ساتھ تھے۔ آج مولانا محمد انور شاہ کشمیری ہی کے شاگرد مولانا، محمد ادریس کاندھلوی کے صاحبزادے مولانا محمد مالک کاندھلوی کی سرپرستی میں یہ عظیم مسرکہ سر کیا جا رہا ہے۔

کروڑ رحمتیں ہوں ان تمام مقدس حضرات پر جن کی شب و روز کی اخلاص بھری محنت زنگ لائی کہ آج قادیانی پوری دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا ایک کشف ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ پوری دنیا میں مرزائیت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملے گی۔ اسی طرح قطب دوران حضرت مولانا محمد عبداللہ نے اپنے ایک خاص ارادتمند حاجی محمد عبدالرشید کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ قادیانیت حرف غلط کی طرح پوری دنیا سے مٹا دی جائے گی۔ وہ وقت قریب آن پہنچا ہے۔ کہ مرزائیت کا فتنہ دنیا سے نیست و نابود ہونے والا ہے۔

اسلامی عالم ہمت کوئی آگے بڑھیں منزل قریب ہے۔ رحمتِ حق استقرار کر رہی ہے اور حضور علیہ السلام کی شفاعت کا مشرکہ جان فرماٹنے والا ہے اللہ رب العزت ہماری ان حیرت منگتوں کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرما کر اپنی رضا کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ الہی الکریم وعلی آلہ و صحبہ واتباعہ اجمعین۔
برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد نقشبندی، مجددی، سجادہ نشین

خانقاہ شریف سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ ضلع جھانسی و امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

۵۔ شوال ۱۴۱۰ھ

اعتذار و تشکر

اہل علم و دانش جو گذشتہ پانچ برس سے ادارہ ہذا سے تعاون فرما رہے تھے کے مضطرانہ انتظار کا اقصاء یہ تھا کہ علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز جو رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ کے اواخر میں زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصفہ شہود پر آنے والی تھی کی اشاعت میں تاخیر کی جاتی لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ کے لیے اشاعت میں مزید تاخیر ہو گئی جس کے لیے ہم اپنے کرم فرمائوں سے معذرت خواہ ہیں۔

اداکہ ہذا ابتدا سے اس جستجو میں رہا کہ دختر اسلام مسماۃ غلام عائشہ کے ۱۹۳۵ء کے بعد کے حالات زندگی اگر دستیاب ہو جائیں تو وہ اس علمی خزینہ کے ہمراہ شائع کر دیے جائیں تاکہ وہ بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے رہبری فرمائی۔ ادارہ کے ایک محسن جناب محمد منشا صاحب مقیم بہاولنگر جو ابتداء سے نہایت خاموشی اور لگن کے ساتھ ادارہ ہذا کے لیے کمران قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مرحومہ کے خاندان کا پتہ چلانے میں کامیاب ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ :-

الف : عدالت عالیہ کا فیصلہ صادر ہونے کے بعد مرد مجاہد جناب مولوی الہی بخش مرحوم و مغفور نے اپنی دختر نیک اختر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح جلال پور پیر والہ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے ایک نہایت معزز اور سربراہ اور وہ شخصیت حضرت مولانا سلطان محمود سے کر دیا جو بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں مولانا موصوف نہ صرف ایک جید عالم دین بلکہ علم و دست اور اشاعت علم و فنون کے بہت بڑے مرثی اور اور سرپرست ہیں۔ گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والہ ضلع ملتان میں علم و فضل کے دریا بہا رہے ہیں۔ نہ صرف ملتان کے قرب و جوار سے بلکہ وطن عزیز کے دور دراز علاقوں کے علاوہ ہماک غیر سے بھی تشنگان علم اس سرچشمہ علم سے سیراب ہونے کے لیے یہاں حاضر رہتے ہیں۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ حضرت مولانا کو عمرِ خضر عطا ہو اور یہ سرچشمہ علم و عرفان تابد جاری رہے۔ آمین ثم آمین۔

ب : دختر اسلام کے بطن سے دو صاحبزادے محمد یحییٰ اور عبد الماجد پیدا ہوئے۔ عبد الماجد کا صغیر سنی میں

انتقال ہو گیا۔ جناب محمد یحییٰ صاحب ایم۔ اے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ کئی برس ممالک غیر کی بلند پایہ یونیورسٹیوں میں بطور پروفیسر اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔ اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تصنیف و تالیف میں مصروف ہیں۔

مذکورہ بالا معلومات حاصل ہوتے ہی اراکین ادارہ ہڈانے ان حضرات سے رابطہ قائم کر کے مدعا بیان کیا اور بفضل تعالیٰ حصول مقصد میں کامیاب ہوئے۔

سراپا عرفان و فضل و کمال حضرت مولانا سلطان محمود صاحب نے نہ صرف مطلوبہ کوائف حیا فرمائے بلکہ ان کی اشاعت کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز آپ کے فرزند ارجمند جناب محمد یحییٰ نے بھی اپنے تاثرات سے ادارہ ہڈا کو نوازا۔ اراکین ادارہ اپنے دل کی گزائیوں سے ان واجب الاحترام والد و ولد کی خدمت میں ہدیہ تحسین پیش کرتے ہیں۔

و لله الحمد اذله و اخره و ظاهره و باطنه و هو المستعان

ناشر

۸۔ ستمبر ۱۹۸۸ء

مرحومہ کا خاندان

ان حضرات مولانا سلطان محمود صاحب منظرۃ العالی شیعہ الحدیث، دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالہ، ضلع ملتان

مرحوم کے والد مولانا اہلی بخش صاحب قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو ایک معروف کاشت کار قوم ہے۔ آپ کے اصل وطن کا نام کوٹلہ مغال ہے۔ یہ ڈیرہ غازی خاں کی سابقہ تحصیل جام پور سے تقریباً چھ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

آپ جوانی کی عمر کوٹلہ چکے تھے اور شادی ہو چکی تھی جب تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس راہ میں آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل خاندان کے لیے حصول معاش اور حصول علم بیک وقت کرنا آسان نہ تھا۔ آپ فصل کی کٹائی کے موقع پر سخت محنت کر کے اہل خاندان کے لیے سال بھر کی ضرورت کی گندم کا انتظام کرتے اور پھر حصول علم میں ہنہمک ہو جاتے۔ اسی عالم میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ تو آپ کی دختر بہت چھوٹی عمر کی تھیں۔ اس کی پرورش کی ذمہ داریاں بھی پوری کیں اور کسی نہ کسی طرح آخری عرصہ تعلیم دیوبند میں گزار کر وہاں سے فراغت بھی حاصل کی۔ اس کے بعد سابقہ ریاست بہاولپور کے ایک گاؤں ہمنہ تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی ایک قدیم اسلامی درس گاہ میں استاد کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اور زندگی کے آخری لمحوں تک تشنگانِ علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ اس دوران میں ایک خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا ان میں سے چند بطور مثال یہ ہیں مولانا الشیخ ابو محمد عبدالحی الحدیث نزیل مکہ۔ آپ تمام علوم اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کے بہت بڑے ماہر تھے۔ یہاں سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور آخری دم تک دارحضرت ارقم رضی اللہ عنہم میں قائم شدہ دارالحدیث کے شیخ الحدیث رہے۔ یہاں دینا بھر کے تشنگانِ علوم نے ان سے کسب علم کیا ان کے شاگردوں میں عالم اسلام کی بڑی بڑی شخصیتیں شامل ہیں۔ آپ ایک بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کی عظیم تصانیف اب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہیں۔ ان کی کئی ہوئی بخاری کی تین شرح میں سے شرح اوسط چھپ چکی ہے اور اہل علم سے خراج عقیدت وصول کر رہی ہے۔

حضرت مولانا اہلی بخش کے دوسرے شاگردوں میں مولانا الشیخ خیر محمد صاحب نزیل مکہ مکرمہ اور مولانا جلیل اللہ بھی شامل ہیں۔ مولانا جلیل اللہ بہاولپور کے علاقے کی ایک بہت معروف درس گاہ مدرسہ عربیہ انوریہ واقع گائی کے

بانی تھے۔ ان حضرات کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں اہل علم نے مولانا الہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا۔

مقدمہ اور اس کے اسباب | قبیلے بلکہ رشتہ داروں میں سے یقیناً ان کی وفات کے بعد مولانا نے دوسری شادی

لودھراں کے ایک علمی خانوادے میں کی اور اس سلسلے میں اپنی چھوٹی سہیلی کا نکاح اپنی دوسری بیوی کے بھائی عبدالرزاق سے کر دیا جو اس وقت بحیثیت طالب علم آپ کے ہاں (استی ہنڈ میں) پڑھا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد عبدالرزاق خفیہ طور پر مرزائی ہو گیا۔ اور شادی کے بارے میں اصرار کرنے لگا۔ مولانا نے لڑکی کے عدم بلوغ کی وجہ سے فوری شادی سے معذرت کی اور یقین دلایا کہ جو بہی لڑکی شادی کی عمر کو پہنچے گی وہ فوراً شادی کر دیں گے۔ لیکن عبدالرزاق شادی کے لیے لبثہ رہا۔ اس کا اصرار آہستہ آہستہ اتنی شدت اختیار کر گیا کہ لڑائی جھگڑے کا خطرہ بھی پیدا ہو گیا۔ مولانا اس کے غیر معقول موقف پر پریشان تھے۔ انہیں حیرت ہوئی تھی کہ یہ آدمی قبل از وقت شادی پر اصرار کیوں کر رہا ہے اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اسی اثنا اس کی تبدیلی مذہب کے راز سے پردہ اٹ گیا۔ مولانا کو جب واضح طور پر پتہ چل گیا تو مولانا نے شادی سے یکسر انکار کر دیا اور کہا کہ تو کا فر ہو چکا ہے اس لیے ایک مسلمان لڑکی کا ہاتھ سے نکاح باقی نہیں رہتا۔ یہ وہ دور تھا جب میں تقریباً سترہ برس کی عمر میں حضرت مولانا صاحب کے مدرسہ انور میں علم صرف پڑھا رہا تھا۔ یہ ۱۳۲۷ھ کے آخری ماہ تھے۔

دو سال بعد جب لڑکی جوان ہو گئی تو مولانا الہی بخش صاحب نے عدالت میں تیسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ یہ دعویٰ کئی مراحل پر خارج ہوا اور اپیلیں ہوئیں۔ بالآخر بڑی تنگ و دوک کے بعد اس مقدمہ کی اپیل نواب سرمدق محمد خان صاحب کے پاس جو جوڈیشل کمیٹی کے صدر تھے دائر کی گئی۔ کمیٹی کے حکم سے اس مقدمے کی از سر نو سماعت ہوئی اور اکتھفہ تاریخ میں پہلی بار عدالت کی طرف سے یہ فیصلہ صادر ہو گیا کہ مرزائی کا فر نہیں اور مرزائی سے مسلمان لڑکی کا نکاح باقی نہیں رہتا۔

میرے ساتھ شادی | جب اس مقدمہ کا فیصلہ مرحوم کے حق میں ہو گیا تو مولانا نے بلاتا خیر اپنی دختر کی شادی کرنا چاہا۔

حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت نہ کی تھی اور وہ مولانا الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ کے عظیم اور عزیز شاگردوں میں تھے۔ آپ نے انہی سے مشورہ طلب کیا۔ مولانا عبدالحق نے اپنے استاد کو میرے بارے میں مشورہ دیا۔ اور مولانا الہی بخش نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مولانا الہی بخش صاحب کو اپنے اس شاگرد پر بہت اعتماد تھا۔ اور مولانا عبدالحق مجھے اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا سمجھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مولانا الہی بخش سے مجھے براہ راست بھی تلمذ حاصل تھا۔ میں نے مولانا عبدالحق صاحب کے فرمان پر علم نحو کی مشہور کتاب شرح جامی اور حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف کا نصف مولانا الہی بخش سے پڑھا تھا۔ وہ مجھ سے اچھی طرح متعارف تھے اور مجھ پر مدد و رہنمائی فرماتے۔

تھے اور اہل وجر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی تھا وَ لِلّٰهِ الْحَمْد۔

میری اس شادی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ | مولانا اہلی بخش صاحب مرحوم کے خاندان کے ساتھ میرے کسی قسم کے تامذانی تعلقات

نہیں تھے نہ ہمسائیگی کے نہ رشتہ داری کے اور نہ واقفیت کے نہ پیشہ ورا نہ چونکہ میرا خاندان کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا اور مولانا کی رہائش گاہ سے بہت دور تھے ان سے کوئی واقفیت نہ تھی اور مجھے اس قابل ہونے کے لیے کہ میں ان کی دامادی کا شرف حاصل کر سکوں ساہا سال چاہئیں تھے۔ اور اتنے سال مولانا مرحوم اپنی دختر کو اپنے گھر میں نہ بٹھا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرحوم کا نکاح اس کے بچپن ہی میں ایک جگہ کر دیا اور پھر اس نکاح کو اس منزل پر پہنچا یا کہ وہ شادی کے قابل نہ رہا۔ اس کا نکاح اس وقت تک سدرہ بنا رہا جب تک کہ میں اس قابل نہ ہوا کہ مولانا مرحوم کی دامادی کا شرف حاصل کر سکوں۔ اس وقت تک یہ رکاوٹ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی۔ جب میں اس قابل ہوا تو اس وقت وہ رکاوٹ اس مقدمہ میرزاہیت کے ذریعے دور ہو گئی مگر میری شادی کے لیے پھر بھی ایک رکاوٹ موجود ہو سکتی تھی وہ یہ کہ ضلع متان کی عدالت سے عبد الرزاق اپنے حق میں فیصلہ یکطرفہ کرا چکا تھا اور میری رہائش جلاپور پیروالہ میں تھی جو ضلع متان کا ایک حصہ تھا اب اس حالت میں شادی کے آثار وہ میرے خلاف کیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تو زندہ رکھا جب تک میں شادی کے قابل نہ ہو سکا جب میں شادی کے قابل ہوا تو دوسری رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر موت نازل کر دی جب مجھے مولانا اہلی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا اس وقت میری طلب علم سے رسی فراغت پر دو سال ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک سال میں نے بحیثیت استاد اپنی پہلی مادر علمی یعنی مدرسہ انوریہ گمانی میں گزارا تھا اور دوسرے سال کے آغاز سے جلال پور پیروالہ میں آکر دارالحدیث محمدیہ میں تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال چکا تھا۔ جہاں آج تک اپنی بساط بھر خدمت علوم اسلامیہ میں مصروف ہوں۔

شادی کی شرط اور مرحوم کی وفاداری | میری شادی جمادی الثانیہ ۱۳۵۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۳۵ء میں ہوئی شادی کے موقع پر مولانا اہلی بخش نے صرف ایک شرط لگائی

تھی وہ یہ تھی کہ ان کی دختر ان کے ہاں بستی چند میں ہی رہائش پذیر رہے گی۔ میں نے ان کی یہ شرط قبول کر لی اور یہ طریق اپنا لیا کہ دو یا تین ہفتے جلاپور گزارتا اور پھر چند دنوں کے چند آجاتا۔ تین چار ماہ تک یہ دستور قائم رہا۔ اس کے بعد مرحوم نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ جلاپور پیروالہ میرے ساتھ قیام کریں گی۔ میں نے ان سے کہا یہی میری عین خواہش ہے بشرطیکہ آپ کے والد اس کی اجازت عطا کریں۔ میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ناجائز سمجھتا ہوں۔ انہوں نے خود ہی اپنے والد کو راجی کیا اور ہمیشہ کے لیے جلاپور پیروالہ

ایک غیر رسمی لیکن بڑا مدرسہ علم جلاپور میں پورے مدرسہ کا تعلیمی کام میرے ذمہ تھا۔ علم صرف بلکہ فارسی سے تھی۔ اور میرے اوقات کا بیشتر حصہ اسی ذمہ داری کو نبھانے میں صرف ہوتا تھا۔ مرحوم نے جلاپور کو غیر رسمی طور پر ایک انتہائی موثر مدرسہ کی بنیاد ڈال دی۔ انہوں نے بھی گھر میں چھوٹی بچوں سے لیکر نوجوان لڑکوں تک کی تعلیم کے کام کا آغاز کر دیا۔ ان کے مدرسہ کا نصاب ناظرہ قرآن مجید، ترجمہ قرآن اور مولانا رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ اسلامیات کی سہی دس جلدوں پر مشتمل تھا۔

طالبات میں فرقہ یا مسک کی تید نہ تھی۔ اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی حتیٰ کہ شیعہ خاندانوں کی بچیاں قرآن مجید اور ترجمہ ان کے پاس پڑھتی تھیں۔ پھر طالبات کی خاصی اکثریت سلسلہ اسلامیات کی کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔ یہ مرحوم کی نیک نفسی، فطری شفقت، رحم دلی اور حسنِ اعتقاد کی کشش تھی جس کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے خانہ ان اپنی بچیاں پڑھنے کے لیے ان کے پاس بھیجے تھے۔ یہ مدرسہ صرف جنتہ بندہ جاری تھا۔ وہ اپنی گھروں اور ذمہ داریاں بھی لوری کرتیں۔ لیکن زیادہ اوقات صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کی کتاب اور اس کے دین کی تعلیم میں تھیں۔ محتاط اس قدر تھیں کہ پوری زندگی کسی سے کوئی مطالبہ نہ کیا۔ کسی سے کوئی معاذتہ قبول نہ کیا اور ہر طالبہ پر اپنی شفقت و محبت بھرا کرتی رہیں۔ لوگ ان کے اس انداز پر حیرت کا اظہار کرتے تھے، تعلیم دینے میں ان کی بے غرضی اور حد درجہ شفقت جو طالبات کو ان کی شخصیت کا اسیر کر لیتی تھیں سب کے لیے حیرت ناک بات تھی۔ جلاپور میں حیات کے آخری دن تک انہوں نے اسی انداز میں زندگی گزاری۔

اولاد | ہمارا پہلا بچہ ۱۳۵۹ھ میں پیدا ہوا اس کا نام ہم نے محمد یحییٰ رکھا۔ وہ ان کی ایک جہیزانی اپنیشن گوئی کے مطابق میرے سامنے ایک بڑے کنبے کا مالک بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید برکتیں عطا فرمائے ہمارا دوسرا بچہ عبدالماجد شوال ۱۳۶۱ھ کے آخر میں پیدا ہوا۔

وفات اور پیشین گوئی | عبدالماجد کی پیدائش سے تقریباً ایک ماہ بعد مرحوم بیمار ہوئیں ۹ ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ میں میں سوگوار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئیں۔

میں نے چند سطور پہلے ایک جذباتی پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے وہ یہ تھی کہ جب وہ بیمار تھیں اور ہم ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے تو میری ہمیشہ نے بڑے پیچے عزیز محمد یحییٰ کو جس کی عمر اس وقت کم و بیش ڈھائی برس تھی ان کے قریب کیا اور کہا یہ آپ کا بیٹا در رہا ہے اسے تسلی دیں تو ملو کہ جو جھٹک دیا اور کہا یہ میرا بیٹا ہے اپنے ابا جی کا بیٹا ہے اس کے پاس رہے گا۔ پھر چھوٹے پیچے عبدالماجد کو نظر بھر کے دیکھا اور کہا یہ میرا بیٹا ہے میرے پاس رہے گا۔ ان کی بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ عبدالماجد تقریباً تین ماہ بعد ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے اپنی والدہ کے پاس چلا گیا۔

سات سالہ رفاقت

میرے لیے مرحومہ کی سات سالہ رفاقت کا زمانہ صحیح معنی میں سعادت اور برکت کا زمانہ تھا۔ وہ بہترین رفیقہ زندگی تھیں۔ میں جذباتیت سے الگ ہو کر محض حقیقت بیان کرتا ہوں کہ ان سات سالوں میں انہیں میں نے کسی دلت غصے کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ ہمسایوں کے ساتھ ان کے تعلقات مثالی تھے۔ کبھی کسی ہمسایہ عورت سے ان کا الجھاؤ نہیں ہوا۔ ان کے پاس پیچوں کی ایک بڑی تعداد پڑھتی تھی، ان میں کسی سے غصے سے پیش نہ آئیں، یہ بچیاں اپنی ماؤں کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ کرتی تھیں جتنی ان سے کرتی تھیں۔ ان میں سے جڑنہ ہیں وہ آج بھی انہیں یاد کرتی ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے دعائیں نکلتی ہیں۔

میں نے نماز و روزے اور دیگر فرائض کے سلسلے میں انہیں حد درجہ مستعد پایا۔ ان کا اللہ سے تعلق بہت مضبوط تھا۔ ان کے منہ سے کسی کے بارے میں کبھی غیبت کا کوئی لفظ نہ نکلا۔ پردے کی اتنی شدت سے پابند تھیں کہ انہیں منہ کھولے ہوئے یا توہین نے دیکھا ہے یا ان کے والد مرحوم نے ان کے والد کے سرا ان کا کوئی محرم نہ تھا۔ تمام غیر محرموں سے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں یا میرے وہ مکمل پردہ کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور تمام نیک اعمال کو قبول فرمائے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میری اماں جی

از محمد بکچی ایم۔ اے

میں اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں کھیل رہا ہوں کہ والد گرامی اور چھوٹی مجھے بلاستے میں اندر چلو، اپنی اماں جی سے کہو وہ دوانی پی لیں، دوانی پینس گی تو ٹھیک ہوں گی۔ اندر کمرے کے ایک کونے میں بستر کے پاس کچھ عورتیں بھی ہیں میں جا کر آواز دیتا ہوں اماں جی! اماں جی آپ دوانی پی لیں تاکہ آپ ٹھیک ہو جائیں۔“ میں یہ بات شاید کئی دفعہ دہراتا ہوں وہاں بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک کہتی ہیں! اٹھیے! محمد بکچی! آپ سے کہہ رہے ہیں آپ دوانی پی لیں؟ اور شاید وہ دوانی پی لیتی ہیں۔

میری عمر مشکل ڈھائی سال تھی۔ میری ذات کوئی اہمیت رکھتی ہے، میری بات کا ایک وزن ہے، میرے شعور میں یہ احساس اماں جی کے حوالے سے بیدار ہوا۔

یہ منظر شاید ایک سے زیادہ دفعہ دہرایا گیا۔ اس سے اماں جی کی تکلیف اور بیماری کا احساس بھی جاگا۔ ان کے بارے میں ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوئی جس میں اپنائیت، محبت، ہنسنے اور ایک بے نام سا حزن موجود تھا۔ مجھے یاد ہے، رسالوں بعد تک میرے بچپن میں جب ان کا ذکر آتا تھا تو ایسی ہی کیفیت دل میں جاتی تھی اور ان کا ذکر بہت آہٹا گھر میں میری پھوپھی رہا کرتی تھیں۔ وہی میری پرورش میں آج بھی کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اگرچہ میرے کام زیادہ تو ابھی اپنے ہاتھ سے نوہی کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ میری وابستگی اتنی شدید تھی کہ نہانے، کپڑے بدھنے جیسے کام بھی انہیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ میں کسی اور کے ہاتھوں ان کاموں کے لیے راضی نہیں ہوتا تھا۔ کھانا بھی صرف انہی کے ساتھ کھانا تھا۔ وہ سفر میں جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے تھے، مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں رات کو نیند سے جاگا، شاید پیاس لگی تھی، اور دیکھا تو اباجی اپنے بستر پر موجود نہیں تھے۔ میں نے رونانا شروع کر دیا۔ سارے گھر کو سر رات اٹھالیا۔ پھر بھی نے بہت بہلایا، ہزار کوشش کی لیکن میری ایک ہی رٹ تھی، ”اباجی کہاں ہیں؟ مجھے اباجی کے پاس لے چلو۔“ وہ اس وقت تقریباً ڈیڑھ میل دور ایک قریبی گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ ہمارے

ہماتے میاں اللہ بخش نے جنہیں میں پچا کہا کرتا تھا مجھے اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں لے کر اس گاؤں کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچے تو والد گرامی واپس ہو رہے تھے، ساتھ روشنی کے لیے سپر ڈیمکس لمپ تھے جنہیں میرے بچپن میں مقامی طور پر گیس کہا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ واپس ہوا۔ چچا اللہ بخش نے واپس کے راستے میں مجھے حوڑا سا چڑوایا بھی۔ کوئی بچہ ایسی ضد نہیں کرتا۔ صرف تم اتنے ضدی ہو۔ رزاقی بخش دان کا اکلوتا بیٹا، آرام سے اپنے گھر میں ہے۔ اس نے میرے ساتھ آنے کی کوئی ضد نہیں کی،

ان کی بات درست تھی لیکن مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب سوچتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ والد گرامی سے یہ شدید وابستگی اور ہر وقت ان کے ساتھ رہنے کی ضد اس لیے تھی کہ میں دہائی سال کی عمر میں اپنی عزیز ترین ہستی کو گم کر چکا تھا۔ اُس وقت شاید میں سو رہا تھا نہیں غالباً میں اپنے کھیل میں گم تھا۔ میرے پاس میری پھوپھی آئیں۔ مجھ سے کہا: بھئی اٹھو، چچا اللہ بخش کے ساتھ باہر جاؤ وہ تمہیں کیسے لے کر دیں گے؟ شاید میں چلا گیا۔ پھر اتنا یاد ہے کہ میں اپنی اماں جی کو ڈھونڈتا تھا اور مجھے یہ جواب ملتا تھا کہ وہ حج پر گئی ہوئی ہیں کچھ عرصے میں واپس آجائیں گی۔ وہ کبھی واپس نہ آئیں۔ ان کا حج کا مستقل ہو گیا۔ لیکن اب میں اپنی عزیز ترین ہستیوں کے بارے میں کوئی دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا اُس وقت عزیز ترین ہستی صرف ایک تھی، ابا جی۔ ہر وقت ابا جی ابا جی۔ مجھے پھوپھی اور دوسرے اکثر چڑاتے تھے۔ میں کبھی پردا نہیں کرتا تھا۔ یہ لفظ اس طرح میری زبان پر جاری رہتا۔

میں نے اُس نو عمری میں اپنی پھوپھی کو اکثر اُداس دیکھا تھا۔ انہیں اس طرح کے اور بھی صدمے دیکھنے پڑے تھے۔ وہ چھوٹی سی بھتیجی تھیں کہ میرے دادا، دادی فوت ہو گئے تھے۔ میرے چچا فوت ہو گئے تھے لیکن یہ آباء و وطن بیٹ احمد زنگانی تحصیل احمد پور شرقیہ کی بات تھی جہاں پھوپھی پہلے رہا کرتی تھیں دادا، دادی کی وفات کے بعد ابا جی جلال پور آ گئے تھے۔ پھوپھی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہاں ان کی بہیلیاں اُن کے پچھلے صدموں سے زیادہ واقف نہ تھیں۔ واقف تو ہوں گی لیکن ان میں شریک نہ تھیں۔ اماں جی کی وفات کے صدمے میں وہ خود بھی شریک تھیں۔ یہ سب ان کی مشاگرد تھیں۔ ان کے بچپن کا سہانا زمانہ اماں جی کے ساتھ گذرا تھا دن کا اکثر وقت وہ ہمارے گھر پر ہوتی۔ بڑی روتی ہوتی تھی۔

تذکرہ اکثر اماں جی کا ہوتا تھا۔ گاہے بگاہے بڑی عمر کی خواتین بھی آتیں۔ آتے ہی مجھے ہلا کر گلے لگاتیں۔ میں ان سے بھینپتا بھی بہت تھا کیونکہ ان سب سے زیادہ مانوس نہ تھا۔ وہ میرا نام بھی پورا لیتیں محمد بھئی اور اکثر نام لینے کے بعد خاموش ہو جاتیں۔ گھر والے صرف یہی کہتے۔ یہ پورا نام مجھے عجیب سا لگتا اور یہ ساری خواتین ہُنڈی آئیں بھر بھر کر اماں جی کا تذکرہ شروع کر دیتیں۔

ان خواتین کی اکثریت بھی اماں جی کی مشاگرد تھی میری پیدائش سے پہلے ان سے پڑھتی تھیں۔ یہ راز اب تک

نہ کھلا کہ وہ میرا پورا نام کیوں لیتی ہیں۔ وہ اس لیے کہ وہ اپنی مرحوم اُستانی کے احترام میں ایسا کرتی تھیں یا اس لیے کہ انہوں نے اماں جی نے ہمیشہ میرا پورا نام ہی سنا تھا؟ اماں جی کے بعد گھر میں میری چھوٹی تھیں وہ صرف سچی کہا کرتی تھیں البتہ میری خالہ جو اماں جی کی وفات سے پہلے باعرصہ ہمارے بل رہی تھیں اور بعد میں زیادہ آنا جانا نہ تھا کیونکہ ان کا گھر درہنہ ہمیشہ اہتمام سے پورا نام محمد بھی لیتیں۔

حالہ سے کبھی کبھار ملنا ہوتا تھا۔ بڑی چھوٹی بھی جو اپنے آبائی گھر میں ہی مقیم تھیں کبھی کبھی آتیں۔ لیکن جب بھی ملاقات ہوتی باتوں کا سب سے اہم موضوع اماں جی ہوتیں۔ ان کا پیار، ان کی شفقت، ان کی ہمان نوازی ان کے مزاج کی سادگی، ان کی نیکی غرض کتنے پہلو تھے جن کی یاد تازہ کی جاتی۔

یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۶۶ء میں پاکستان بنا فسادات ہوئے ساری آبادی اُلٹ پلٹ گئی اور گھٹو کے لیے ایک کے بعد دوسرا اہم موضوع سامنے آنا لگا۔ پہلے موضوع کی پہلی والی اہمیت باقی نہ رہی۔ چھوٹی کی شادی ہو گئی اور وہ اپنے آبائی وطن چلی گئیں۔ میں سکول ہانے لگا گھر کے ماحول میں بہت تبدیلیاں آگئیں لیکن ایسا اب بھی ہوتا کہ کوئی خالون گھر آتی مجھے بلایا جاتا، میرا پورا نام لیکر بلاتیں، جمّت اور پیار کا اظہار کرتیں۔ یہ بھی کہا جاتا۔ بی بی ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر کتنی خوش ہوتیں، اور اس کے بعد انگلیوں سے آنکھیں پونچھتی ہوتی داپس ہو جاتیں۔ یہ سلسلہ میرے کالج کے زمانے تک چلتا رہا۔

دماغ پر زور دینے کے باوجود بھی پیاری سی صورت ذہن میں پوری طرح نمایاں نہ ہوتی۔ لیکن ان کا وجود لقیقی تھا زندگی میں ان کی تربیت نے بہت سی شخصیتوں کو نکھارا سنورا تھا۔ موت کے بعد بھی میرے تشخص میں ان کا کردار موجود رہا۔ دل کا گداز، خوبصورت اور سچے جذبے اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ ریسب ان نمونوں کے مطابق پروان چڑھتے رہے جن کا تذکرہ اماں جی کے حوالے سے ہمارے گھر میں بہر وقت ہوتا رہتا تھا اور مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ خود صبر کرنا، اپنی تکالیف کو معمولی سمجھنا اور دوسروں کے کام آنا ان کی بنیاد کی خصوصیات تھیں۔ انہی کی وجہ سے وہ ان سب لوگوں کو محبوب تھیں جن سے ان کا واسطہ تھا۔

ابہ خالہ سے مل کر اماں جی کی باتیں کر دیں تو انہوں نے بتایا کہ اَدی کو اپنے والد کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان پر جان دیتی تھیں۔ اکثر کہا کرتیں میرے لیے ابا نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں اتنا سہرا باپ نہیں کر سکتا۔ خالہ کے بقول وہ مصیبتیں تھیں بھی بہت مقام میں جب مقدمے کا کیڑا فیصلہ ہمارے خلاف ہو گیا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے برآمدگی کے لیے چھاپے مارے ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے کبھی دوسرے میں پھر بہادر پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف گئے تھے۔ اس دوران میں مجھ پر یہی حال تھا۔ بہت سی ہندس کی گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہیں تھا جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں اَدی تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میاں سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابا تار نہیں بھگتتے کے لیے اکثر پیدل میلوں سفر کرتے ہر طرح کی

لاہج دی گئی لاکھوں روپے ایس مرزائی جماعت نے پیش کیے اڈی کو ڈرانے دھکانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن باپ بیٹی پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب مقدمے کا فیصلہ ہوا اور اطمینان کا دور آیا تو اڈی بے حد غم و غم اور اپنے ابا پر فدا تھی۔ شادی ہو گئی۔ جلالپور سے جب بھی آتی خاص طور پر ابا کے لیے سفید کرتے اور میسی تہمند پر مشتمل جوڑے ساتھ لے کر آتیں۔ ابا کو یہی لباس پسند تھا۔ وہ بڑے اہتمام سے سفید کرتوں پر کرکڑھائی بھی کرا کے لایا کرتیں۔

خالد نے اپنی بعض خانگی مشکلات کے دوران ایک لمبا عرصہ ہائے ہاں جلالپور میں قیام بھی کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میری امی اور ابا جی میں تعلق کیسا تھا تو وہ کہنے لگیں تمہارے ابا جی جس وقت اسباق سے فارغ ہو کر گھر آتے تھے تو پھر اڈی، بیس بھول جایا کرتی تھیں میں نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار تھا۔؟ کہنے لگیں۔ تم شادی سے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ میرا بیٹا عبدالستار تم سے تقریباً دو سال بڑا تھا اڈی جس طرح تم پر جان چھڑکتی تھیں میں بھی اس پر حیران ہوتی تھی۔ بچے کسی نہ کسی وجہ سے روتے ہیں لیکن تم جب بھی روتے تھے اڈی بس یہی سمجھتی تھیں کہ تمہیں کہیں نہ کہیں درد ہو رہا ہے تمہارا رونام عام رونام ہوتا تھا لیکن اڈی کا دل بڑی طرح تڑپتا جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے مال بن کر پالا تھا۔ لیکن جب تمہارے پالنے کا وقت آیا تو وہ کوئی اور چیز بن گئی تھیں۔

میرا چھوٹا بھائی عبدالماجد جب پیدا ہوا تو مال جی کی حیاتِ مستحار میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی تھا۔ اسی دوران ہی وہ بیمار ہو گئیں۔ عبدالماجد کو تو ٹھیک طرح مال کا دودھ بھی نصیب نہ ہو سکا۔ مال کی ملتا میں اس کا حصہ بہت زیادہ تھا مجھے انہوں نے میرے ابا جی کے پرکڑیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔

انہوں نے سب کے حقوق ادا کیے چھوٹی بہن کو مال بن کر پالا اور ساری عمر اس پر شفقتیں پنچھا و رکیں چھوٹی منہ کو پالا پوسا اور مال کی طرح اس کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ خاندان سے محبت کی اور ان کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ محلے کے تمام گھراڑوں کی خدمت کی، مصیبت میں ان کے کام آتے ایمان کی فوجوں کو پرٹھایا اور ان کی تربیت کی اپنے بیٹے کو اپنی محبت و شفقت کے بحرِ ذخار میں غرق کر دیا اور چھوٹے بیٹے پر اپنی جان پنچھا و کر دی۔ یہ سب حقوق انہوں نے اچھی طرح ادا کیے اور کسی سے کوئی بدلہ نہ چاہا۔ بیٹا جوان ہوتا تو شاید ان کی خدمت کرتا، انہوں نے خدمت کو کجا یہ بھی گوارا نہ کیا کہ ذرا ہوشیار ہو کر ان کا دل ہی بہلا دے، خاندان کی گواہی یہ ہے کہ سات سالہ رفاقت میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور وہ سارے حقوق بھی معاف کر دیئے جو شادی کے وقت فریقین کی رضا سے ملے ہوئے تھے۔ یہی کو اپنے گھر کا کیا اور خود شادی کے بعد دورِ حلی آئیں اس سے رفاقت کا حق بھی نہ لیا۔ البتہ اپنی محبتیں پنچھا و کرتی رہیں۔ منہ کو پالا پوسا، مال کا پیار دیا خدمت لینے کا وقت آیا تو اپنے رب کے حضور چل گئیں

ان کی زندگی ان کے رب کی تھی اس پر سب سے زیادہ حق بھی اسی کا اور اس کے رسول کا تھا۔ تنہائی میں دعائیں پڑھنا جانتے ان کا اور ان کے اللہ کا معاملہ ہے انہوں نے زندگی کے وہ سارے اوقات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیئے تھے جو تنہائی بنیادی ضرورتوں سے بچتے تھے۔ حالہ کہتے ہیں میں مسلمان اور کھانے کی ماہر تھی، اڈی کو یہ کام بھی کرنا نہ آیا۔ میں ان پرستی تھی، ان کا مذاق بناتی تھی وہ صرف مسکراتی تھیں ان کا دل کتابوں میں لگتا تھا یا تلاوت میں انہیں پوری طرح پتا تھا کہ یہ زندگی ان کی اپنی نہیں اللہ کی امانت ہے۔ وہ اس امانت میں خیانت برداشت نہیں کر سکتی تھی، جن زندگی کو اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بسر کرنا تھا وہ جھوٹے نبی کی جھوٹی امت کی نذر نہیں کی جاسکتی تھی اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔ مرزا یوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت لوگوں کو خرید کر لیا لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران انہوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی کمزوری نہ دکھائی۔ ساہا ہا سال فقر و تنگدستی میں زندگی گذار لی، لیکن لاکھوں روپے، زیورات اور زمینوں کی پیشکش کو پائے استحقاق سے ٹھکرا دیا۔ مسلسل خوف دہرا اس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف سہہ لی لیکن زندگی بھر کا شکایت زبان پر نہ آیا۔ عین اس وقت جب وہ وقت کے تالوں کے شکنجے میں کسی ہوتی تھیں اور فیصلے کے بعد فیصلے ان کے خلاف ہو رہے تھے فرنگی سرکار کے کارندے مرزا یوں کی حرام کی دولت کی لالچ میں کتوں کی طرح ان کی تلاش میں سرگرداں تھے وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جھوٹے نبی سے نفرت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہیں۔ آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا ہی نہ تھا بلکہ سفر طویل نو سالوں پر محیط تھا۔ اگر ان کے پائے استقلال میں لغزش آجاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی ظفر مندی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ کا سرنگوں ہو جاتا۔ علماء نے اپنا زور لگایا۔ ناموس رسالت کے پروانے مرزا یوں کے خلاف ڈٹے رہے لیکن یہ فیصلہ کن عدالتی اور قانون کی جنگ تھی ایک عزیز باب اور ایک صابر و شاکر بیٹی نے پوری قوت سے لڑی اور پوری امت محمدیہ علی الصلوٰۃ والسلام کا سرخسر سے بند کر دیا۔ وہ اس شاندار فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرفِ افتخار بھی زبان پر نہ لائے نہ کسی صلے کی تمنا کی نہ ہی کسی سے اعتراف و احسان مندی کا تقاضا کیا۔

میں نے اباجی سے پوچھا کیا کبھی اس مقدمے اور اس میں شاندار کامیابی کا تذکرہ گھر میں ہوا۔ انہوں نے فرمایا زندگی کے آخری لمحے تک تمہاری اماں نے کبھی کوئی اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا۔ انہیں اطمینانِ قلب کی دولت نصیب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے پوری طرح مطمئن تھیں ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے جو چاہا تھا انہیں مل گیا۔ یہ اطمینان ان کے ہر عمل سے ظاہر تھا۔ ان کی زندگی کے اسلوب سے جھکتا تھا لیکن زبان پر کوئی کلمہِ خسر و مباحثات کبھی نہ آیا تھا اور آج بھی وہ رونہ ادل کی طرح صلے اور ستائش سے بے پرواہ جلال پور پیر والہ کی خاک میں ایک کچی قبر میں

آسودہ ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی قبر اور بھی ہے ان کے بیٹے عبدالساجد کی گواہی
دے رہی ہے کہ اپنے ورژن بچوں کے بارے میں ان کی زبان سے جو نکل گیا تھا اللہ نے
اسے پورا کر دیا۔

اللہم اغفر لہا وأرحمہا وعافہا وأعف منها۔ اللہم نور
مرقدہا۔ اللہم اکرم نزلہا وجزأہا عنی وعن جمیع
المسلمین خیر جزأہ

ہدیۃ تبریک

بزرگان کا قول ہے :

من لم یشکر والناس لکم یشکر اللہ

لہذا ادارہ ہذا کا فرض ہے کہ وہ ان حضرات گرامی کی خدمت میں ہدیۃ تبریک پیش کرے جنہوں نے علم و عرفان کی اس دستاویز کی طباعت کے سلسلہ میں معاونت فرمائی۔

ناظرین گرامی جانتے ہیں کہ اجتماعی معرکہ سر ہونے کی صورت میں بعض اوقات انسان یہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ کس مجاہد کے سر پر دستاویز فضیلت رکھی جائے بعینہ یہی صورت ادارہ ہذا کو درپیش ہے کیونکہ ہر فرد جس نے حتی و باطل کی اس دستاویز کی اشاعت میں حصہ لیا کی خدمات اتنی عظیم ہیں کہ اپنی جگہ ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔

لہذا ادارہ ہذا ان تمام حضرات کا نام و آدرج ذیل حضرات کا خصوصاً مشکور ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں تعاون فرمایا:

۱- جناب حافظ حاجی فرید الدین احمد صاحب الوجیبہ صدر سنٹرل جج پبلک مزیلنگ آف پاکستان کراچی۔ ایسا شاہ ذوناہر ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے دنیوی دولت سے نوازے اسے اپنے دین اور اپنی مخلوق کی خدمت کے لیے بھی منتخب فرمائے۔ اس قحط الرجال دور میں حُسن اتفاق سے اگر کسی کو یہ دونوں نعمتیں میسر آجائیں تو اس کا شمار قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ہوگا بفضلِ تعالیٰ جناب حافظ صاحب محترم کا شمار ایسے ہی اصحاب میں ہوتا ہے۔ اپنے والد گرامی خان بہادر حضرت حاجی وجیبہ الدین صاحب قدس سرہ مہاجر مدنی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے گذشتہ پچاس برس سے حجاج حضرات کی خدمت، مساجد دینی مدارس کی مالی معاونت اور اسلامی لٹریچر کی بلا معاوضہ اشاعت میں روز و شب مصروف ہیں۔ آپ نے اور آپ کے متوسلین نے گراں قدر عطیہ دے کر ادارہ ہذا کو مالی لحاظ سے اس درجہ مستحکم بنا لیا کہ مزید کسی امداد کی حاجت نہ رہی۔

۲- جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب مرکزی جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی جتنی جائگتی تصویر اور ان کے اوصاف و محامد کے صحیح وارث ہیں۔ آپ نے اپنے والد مرحوم کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی تمام زندگی تبلیغ و اقامتِ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ آپ نے ادارہ ہذا پر جو احسان فرمایا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ادارہ ہذا کے لیے مرزائی مبلغین کے عدالت میں دیے گئے بیانات جو ۱۹۳۲ء میں قادیان (ہندوستان) سے شائع ہوئے نیز مرزا قادیان اور ان کے متبعین کی تصانیف کا حصول ایک مسئلہ بنا ہوا تھا بفضلِ تعالیٰ

مولانا مدظلہ العالی کے توسط سے، مشکل آسان ہوئی۔ اس سلسلہ میں ادارہ ہذا کے نمائندگان کو بارگاہ مرکزی دفتر تحفظ ختم نبوت ملتان جانا پڑا۔ حضرت مدوح نے نہ صرف ہر بار ان کے قیام و طعام کا انتظام فرمایا بلکہ بسا اوقات تمام دن بذات خود کتب خانہ میں بیٹھ کر مطلوبہ اقتباسات کی تلاش میں امداد فرما کر ان کی فوٹو کاپیاں مہیا فرمائیں۔

۳۲ جناب ملک رب نواز صاحب مینجر غلام علی اینڈ سنز پر نظر اینڈ پبلشرز سرکلر روڈ لاہور نے خالصتاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر ادارہ ہذا کے ساتھ جو تعاون فرمایا دورِ حاضر میں اس کی نظیر ملنا آسان نہیں۔ ملک صاحب محترم جو نشر و اشاعت کا پچاس سالہ تجربہ رکھتے ہیں نے گزشتہ تین برسوں میں نہ صرف ادارہ ہذا کی مسلسل رہبری فرمائی بلکہ کتابت، تصحیح اور اشاعت کا تمام کام بغیر کسی مالی منفعت کے اپنی زیر نگرانی کرایا اور یہ کہنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ ملک صاحب محترم کی بے لوث خدمت اور لگن کے بغیر ادارہ ہذا کے لیے شاید یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ اس عظیم و ضخیم دستاویز کو قارئین گرامی تک پہنچاتا۔

۴ قارئین گرامی پر علم و عرفان کی اس عظیم دستاویز کی اہمیت و افادیت بہتر طریق پر اجاگر کرنے اور اس کے متعلق شک و شبہ سے بالا ایک واضح پختہ رائے قائم کرنے میں معاونت کی غرض کے پیش نظر ضروری سمجھا گیا کہ وطن عزیز کے مقتدر علماء و مشائخ کے گراں قدر تبصرے حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کی طرف رجوع کیا گیا جن تک اندین حالات رسائی ممکن ہو سکی۔

رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ ہر مکتبہ نگار کے واجب الاحترام اکابرین نے اس مادہ پرستی کے دور میں اپنی گونا گون مصروفیات کے باوجود اس عظیم دستاویز کے مطالعے میں اپنا قیمتی وقت صرف فرمایا اور گراں قدر تبصرات سے نوازا جو آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جلد اہل خیر حضرات کو اپنے بہترین نعمات سے نوازے اور ان کی اس خدمت کو توشیح آخرت کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین

وَ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

سیکرٹری جنرل سید افتخار احمد

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

لاہور

عرضِ مزید

حضرت مولانا منظور احمد صاحب چلینوی

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع و اذنا ب پر کفر کا فتویٰ تو مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں علماء اسلام نے لگا دیا تھا۔ لیکن اس میدان میں اولیت کا شرف علماء لدھیانہ کو حاصل ہے علماء اسلام میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے ابتدائی دور میں ہی کفر کا فتویٰ حضرات علماء لدھیانہ میں سے مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد لدھیانوی نے لگایا۔ دوسرے علماء نے شدید احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے بعد میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اور دیگر کفریات بالکل واضح اور اہم شرح ہو جانے کے بعد اس فتویٰ کی تائید و حمایت فرمائی حتیٰ کہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے بالاتفاق مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ لیکن قانونی طور پر اس فتویٰ کی تائید و حمایت ابھی کسی عدالت سے حاصل نہ ہوئی تھی اس وقت متحدہ ہندوستان پر انگریز حکمران تھا۔ جو اس جھوٹی نبوت کا موجود اور بانی تھا۔ اُس دور میں علماء لدھیانہ کی طرح سب سے پہلے جس عدالت عالیہ ہے جس کا سپہرہ محترم فاضل جسٹس محمد اکبر مرحوم کے سر ہے، جنہوں نے حاصل کی دو بہادر لوہر کی عدالت عالیہ ہے جس کا سپہرہ محترم فاضل جسٹس محمد اکبر مرحوم کے سر ہے، جنہوں نے مسلسل تین سال کی بحث و تحقیق اور تحقیق و تفتیش کے بعد فریقین کے باہرین مذہب کے دلائل عقیدہ و نقلہ کی روشنی میں قادیانیوں کے کفر و ارتداد کا فیصلہ صادر فرمایا۔ جس کی رو سے مظہران عورت (مدعیہ) کا نکاح قادیانی مرتد مدعی علیہ سے فسخ ہوا۔ جسٹس محمد اکبر مرحوم کا یہ تاریخ ساز فیصلہ جسے اولیت کا شرف حاصل ہے۔ انتہائی اہم اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہ اس وقت فریقین کے جو علماء عدالت میں بطور گواہ پیش ہوئے ان سے بڑے مستند اور جید علماء فریقین کے ہاں نہ اُس وقت تھے اور نہ ہی بعد میں ان کا کوئی نظیر و مثیل پیدا ہوا۔ قادیانیوں کے ہاں جلال الدین شمس جیسا عالم اور مناظر پوری جماعت میں پیدا نہیں ہوا۔ اور اس کچھل صدی میں علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے نابذ روزگار ہستی علماء اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوئی۔ ہرد و فریق نے اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق کوئی کسر پاتی نہیں چھوڑی۔ اپنا پورا پورا زور لگا دیا۔ اور ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا بیان اور اُس پر قادیانی و کلاہ کی جرح جب ختم ہوئی۔ تو حضرت شاہ صاحب نے جلال الدین شمس قادیانی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ

”جلال الدین اگر اب بھی تمہیں قادیانی کے کفر میں شک ہو تو آڈ میں تمہیں اُسے جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں“ جلال الدین قادیانی نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا اور کہا کہ اگر آپ اُسے جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو میں کہوں گا کہ یہ کوئی استدر ارج (شعبدہ) ہے۔ میں پھر بھی نہیں مانوں گا۔ ہمارے اُستاد فرمایا کرتے کہ جلال الدین قادیانی بد نصیب تھا۔ اگر وہ ہل کر دیتا تو حضرت شاہ صاحبؒ پر اس وقت ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ وہ اُسے حالت کشف میں جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیتے۔ موضوع کے مناسب حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک اور بات جو حضرت اساتذہ سے سُنی ہے۔ وہ بھی اس موقع پر ذکر کر دوں تو ناغذہ سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ جب اپنی گواہی سے فارغ ہو کر واپس دیوبند جانے لگے تو علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر اس مقدمہ کا فیصلہ میری زندگی میں ہو گیا تو میں خود کُن لوں گا۔ اور اگر میرے مرنے کے بعد ہو تو پھر میری قبر پر آکر سُنا یا جائے۔ حضرت کو یقین تھا کہ یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگا۔ چنانچہ فیصلہ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد ہوا۔ اور حضرت مولانا محمد صادق صاحب بہاولپوریؒ ”حضرت شاہ صاحبؒ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مستقل سفر کر کے دیوبند گئے اور شاہ صاحبؒ کی قبر پر حاضر ہو کر یہ فیصلہ سُنا یا کہ حضرت مبارک ہو الحمد للہ آپ کی خواہش کے مطابق یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو گیا ہے۔

مقدمہ بہاولپور کا یہ تاریخی فیصلہ تو عرصہ ہوا چھپ چکا ہے۔ اس کے بعد علماء ربانی کے بیانات بھی چھپ گئے تھے۔ لیکن مرزائی دکلاء کی جرح میں علماء اسلام نے عمل و حقائق کے جو موقی بکھیرے ہیں اور دلائل کے جو انبار لگائے ہیں وہ ایک مخفی خزانہ تھا۔ جو عدالت کے ریکارڈ میں مستور تھا۔ اس کی تھوڑی سی جھلک میں نے کچھ سال ۱۹۸۷ء میں جب کہ ہم کیمپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین مشہور مقدمہ کی پیروی کے لیے گئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد انورؒ ”فیصل آباد کی جمع کردہ شاہ صاحبؒ کی یادداشتیں ”نطق الازر“ کے نام سے دیکھی تھی۔ جس کا ایک نفاذ فرٹوکاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔ انتہائی خوشی بڑی مسرت کی بات ہے کہ اسلامک فاؤنڈیشن والے بڑی جدوجہد اور مسلسل کئی برس کی محنت کے بعد یہ تمام عدالتی ریکارڈ حاصل کر کے کتابی شکل میں تین جلدوں پر مشتمل یہ پیش باقیی ذخیرہ جو دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے پیش کر رہے ہیں۔

اس تاریخی دین اور علم و معرفت کے عظیم خزانہ کو مرتب کر کے اہل علم کے لیے پیش کرنا بلاشبہ اسلامی فاؤنڈیشن کا اگر انقدر اور شاندار تاریخی کارنامہ ہے۔ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ اُمت مسلمہ پر یہ احسانِ عظیم ہے۔ اور تاریخ کے صفحات میں اس یادگار فیصلہ کی طرح یہ ”علمی کارنامہ“ بھی ایک یادگار رہے گا۔

بندہ ناچیز ”اسلامک فاؤنڈیشن“ کے کارپردازوں اور ان کے سرپرست حضرت مولانا محمد مالک

کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ شرفیہ لاہور کو دل کی گہرائیوں سے اس عظیم تاریخی کارنامہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمادیں اور دارین میں اس کا بہترین اجر نصیب فرمادیں۔ اور بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کے لیے اسے ذریعہ ہدایت و نجات بنا لیں، آمین

اسلامک فاؤنڈیشن کے کارپروڈازوں کی خدمت میں اس کارنامہ پر ہدیہ تبریک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عرض مزید پیش کرنے کی بھی جسارت کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے اس محضی تاریخی دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ کر کے ایک تاریخی یادگار قائم کر دی ہے۔ بلاشبہ آپ کا یہ کارنامہ آپ کے فاؤنڈیشن کو زندہ جاوید بنا دے گا۔ اسی طرح اور بھی کئی تاریخی اہمیت کے حامل عدالتی فیصلے موجود ہیں۔ اگر انہیں بھی حاصل کر کے اسی طرح شائع کر دیا جائے تو یہ اس موضوع پر ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہو گا۔ جو رقی دنیائے یادگار رہے گا اور فخر نبوت کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک عظیم علمی ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہو گا۔

وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزِيرٍ
فقط والسلام

(مولانا منظور احمد چنبوٹی
ادارہ مرکزہ دعوت و ارشاد جہڑ چنبوٹی،
پاکستان

۳ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق
۲۰ اپریل ۱۹۸۸ء

معاذ اللہ فیصلہ مقدمہ مرزا یحییٰ بہادر پو ۱۹۳۵ء جس میں جناب محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے مرزائیت کو ارتداد قرار دینے پر سزا کا ناکج مرزائی سے نسخہ فرمایا کی روایت ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء، بلاشبہ علم و عرفان کی ایک عظیم دستاویز ہے جس کے مطالعہ سے ہر قاری علی و جہا البصیرت بطلان مرزائیت کا کامل یقین حاصل کر سکتا ہے اس کی اشاعت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کا سنہایت متحسن اقدام ہے۔

اللہ انہما امت کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وما علیہنا الا البلاغ

(حضرت مولانا) محمد عابد القادر آزاد
خطیب بادشاہی مسجد لاہور
دہش مجلس علماء پاکستان

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق
۲۰ اپریل ۱۹۸۸ء

مقدمہ مرزا تیبہ بہاولپور حسین کا فیصلہ ۱۹۳۵ء میں جناب محمد اکبر خاں صاحب

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کے قلم سے صادر ہوا

تاریخ محاسبہ قادیانیت میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تاریخی فیصلہ اپنی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے آئندہ بے شمار مقدمات میں جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان رہے، میں معاون ثابت ہوا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مقدمہ کی مکمل روئداد جس میں فریقین کی جرح، تحریری بحث، جواب اور جواب و الجواب وغیرہ شامل ہوں، شائع ہوں۔ مقام شکر ہے کہ اس کی سعادت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے حصہ میں آئی ہے اور انہوں نے اسے تین ضخیم جلدوں میں شائع کر کے نعم نبوت کے لٹریچر میں ایک عظیم سنہری باب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ روئداد قادیانیت کے محلات پر ایک میزائل بن کر گرے گی اور اسے ہمیشہ کے لیے علمی اور عالمی سطح پر نیست و نابود کر دے گی۔

الانشاء اللہ تعالیٰ! پوری ملت اسلامیہ کو فاؤنڈیشن کی اس جانگسلی کاوش پر مشکور ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں حکومت کو چاہیے کہ اگر وہ واقعی نفاذ اسلام میں مخلص ہے تو ایک سرکلر کے ذریعے اس روئداد کو پاکستان کی ہر سرکاری و نیم سرکاری لائبریری میں رکھنے کی ہدایت کرے اور اسے ایم۔ اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کرے۔

علامہ متین خالد ایم۔ اے
صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
نسیم منزل ریلوے روڈ ننگرانہ صاحب
ضلع شیخوپورہ

۲۲ مئی ۱۹۸۸ء

محترم اور واجب الاحترام جنرل سیکرٹری صاحب، اسلامک فاؤنڈیشن
سلام منون!

آپ کا گرامی نامہ باعث مسرت ہوا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے (آمین)، "مقدمہ مرزا سید بہاؤ پور" واقعتاً ایک نہایت اہم اور بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ردِ مرزائیت اور ختم نبوت کی افادیت و اہمیت سمجھنے کے لیے بہت ہی مفید اور دلائل سے بھرپور مواد ہے۔ ہم سب آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے اس مقدمہ مذکورہ کو دو ہزار صفحات پر مشتمل جلد بندی فرما کر عالم اسلام پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش اور کاوش کو قبول فرمائے (آمین)، ہمارا پورا تعاون اور ہمدردیاں آپ کے اور آپ کے ادارہ کے ساتھ ہیں۔ نبی محنتم آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے باوجود بھی ان کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں پکا کھرا محمدی مسلمان بنائے۔ جلد شائع ہونے پر ضرور بھجوائیے گا۔ بندہ کراہنظر اب ہوگا۔

د اسلام مع الالکرام
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
درسہ تمام العلوم شیر نوالہ دروازہ لاہور

۲۵۔ مئی ۱۹۸۸ء

مکرمی و محترمی سید صاحب!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! مراسلہ نمبر ۱۰۳ مرقومہ ۸ مئی ۱۹۸۸ء محترم ڈاکٹر اسرار صاحب کے نام موصول ہوا موصوف کی اس معاملہ میں بغیر کسی تکلف اور انکسار کے یہی رائے ہے کہ اشاعتِ ثانی فیصلہ مذکور یہ جو تبصرے اکابرین ملت نے ۱۹۷۳ء میں فرمائے ہیں۔ ان کے بعد کچھ مزید کلام کرنا ڈاکٹر صاحب کا مقام نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور دیگر متعلقین دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کے تمام مراحل آپ کے لئے آسان فرمائیں اور یہ تصنیف امت مسلمہ کے لئے باعثِ رشد و ہدایت ہو اور آپ لوگوں کے لئے بلند درجہ ت۔

برائے

۲۹۔ مئی ۱۹۸۸ء

قرآن اکیڈمی۔ ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن

لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلاهما على عباد الذين اصطفى

برصغیر میں قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ خاصی طویل ہے۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے نبوت کا دعویٰ اور بہت سے کفریہ عقائد الم نشرح ہو گئے تو علماء اسلام نے تو متفقہ طور پر یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ وہ اور اس کے متبعین دائرہ اسلام سے خارج ہیں، لیکن سرکاری اور عدالتی سطح پر اس حقیقت کو منوانے میں خاصا وقت لگا۔

اس جدوجہد میں بہاولپور کا مقدمہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے، جس میں ایک نکاح کے مسئلے میں یہ سوال عدالت کے سامنے آ گیا تھا کہ قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے اس عدالت کے سامنے اپنے وقت کے مشہور مناظر بطور گواہ پیش کئے۔ اس موقع پر امام العصر حضرت مولانا نور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علماء دیر بند کی ایک جماعت مسلمانوں کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئی، جس میں حضرت شاہ صاحب کے علاوہ حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب چاند پوری اور احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا نجم الدین صاحب وغیرہ شامل تھے، اس مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا، جو ”فیصلہ مقدمہ بہاولپور“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، مقدمہ میں علماء کرام نے جو بیان دیئے وہ بھی ”بیانات علماء ربانی“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، لیکن یہ دونوں چیزیں اس وسیع علمی خزانے کا بہت مختصر حصہ ہیں، جو اس مقدمہ کے دوران تیار ہوا تھا، مقدمہ میں مسلمانوں کی طرف سے قادیانی گواہوں پر جو جرح کی گئی، اور قادیانیوں کی طرف سے مسلمانوں پر جو جرح ہوئی، نیز دلائل کے مرحلے پر دونوں طرف سے جو دلائل پیش ہوئے، وہ اس طویل مدت میں شائع نہیں ہو سکے تھے، حالانکہ ان کے بھی شائع کرنے کا ارادہ شروع سے تھا، چونکہ یہ سب چیزیں سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھیں، اس لیے ان کا حصول، ان کی ترتیب و تدوین، اور پھر ان کی اشاعت وقت، محنت، مالی وسائل تینوں کی محتاج تھی، اس لیے اب تک یہ سب چیزیں زیادہ بخمول میں پڑی رہیں، اور اب یہ تصور بھی موزوم رہ گیا تھا کہ کوئی بندہ خدا اس ذخیرے کو منظر عام پر لانے کے لیے کوشش کرے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اراکین اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کو اس اہم کام کا بیڑہ اٹھانے کی توفیق دی، انہوں نے بڑے جذبے اور عرق ریزی کے ساتھ یہ سالانہ ذخیرہ نہ صرف جمع کیا بلکہ اس کی مصدقہ نقول حاصل کیں اور اب وہ

انہیں مرتب و مدون کر کے شائع کر رہے ہیں۔

یہ ذخیرہ کئی حیثیتوں سے عظیم الشان اہمیت کا حامل ہے، اول تو اس زیر بحث موضوع سے متعلق اسٹین
علماء کی کاوشوں کا نتیجہ ایک طالب علم کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، دوسرے مقدمہ بہاؤ پور اور اس کے
بیانات اور کارروائی کے بابے میں یہ ایک مستند تاریخی دستاویز ہے، اور اس سلسلے میں قادیانیوں کی طرف سے جو
لٹریچر شائع کیا گیا ہے، اس مستند دستاویز کے تقابل سے اس کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ عدالت میں دیئے گئے
بیان سے وہ کس قدر مختلف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم الشان ذخیرہ کی طباعت و اشاعت اسلامک فاؤنڈیشن کا وہ عظیم کارنامہ
ہے جس پر اس کے ارکان تمام امت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور امت کے لیے نافع اور مفید بنائے، امید ہے
کہ مسلمان بالخصوص علماء و طلباء اس پیش کش کی کما حقہ قدر دانی کریں گے، و ما تو فیقی الا باللہ۔

(جلسٹ مولانا محمد تقی عثمانی)

نائب صدر دارالعلوم۔ کراچی سلا اور کن شریعت
اپیلٹ بیج سپریم کورٹ آف پاکستان

۲۶۔ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۱۰۔ اگست ۱۹۸۸ء

گزشتہ نصف صدی کے دوران اندرون و بیرون ملک متعدد عدالتی فیصلہ جات منظر عام پر آچکے ہیں جن
میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کو خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے لیکن اس سلسلے میں مقدمہ بہاؤ پور
۱۹۳۵ء میں نوعیت کا منفرد فیصلہ ہے۔ فیصلہ مذکورہ اگرچہ دوبار کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے لیکن ضرورت اس
امر کی تھی کہ مقدمہ مذکورہ کی مکمل رویتداد اہل علم و دانش کی بہرہ اندوزی کی خاطر اولین فرصت میں طبع کرا دی جاتی۔
مقام سمرت ہے کہ اسلامک فاؤنڈیشن لاہور نے یہ کارنامہ سرانجام دے کر دین اسلام کی قابل تائش خدمت انجام دی ہے
میں جہاں اراکین اسلامی فاؤنڈیشن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں وہاں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ
تردید مرزائیت پر بہت سی دیگر مستند دستاویزات جیسے قومی اسمبلی پاکستان کی رویتداد
۱۹۷۷ء، مختلف مناظرے و مباہلے سے متعلق ضروری ریکارڈ جو عرصہ دراز سے غیر مطبوعہ
چلا آ رہا ہے اور گراں قدر موتوں کی مانند بکھرا ہوا ہے کی وسیع اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

و ما تو فیقی الا باللہ علیہ توکلت و هو رب العرش العظیم۔

(حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی
ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ۔ لاہور)

۱۱۔ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

مطابق ۲۵۔ اگست ۱۹۸۸ء

اشاعت ثانی ۱۹۷۳ء کے موقع پر

علماء اور اکابرین ملت

کی جانب سے

اس فیصلے کا خیر مقدم

پچودھویں صدی کے آغاز میں جب مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مشرق اور مغرب کے علماء نے اس کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں تیس پینتیس سال قبل یہ مسئلہ بہاولپور کی عدالت میں پیش ہوا جس پر حضرت مولانا ابوالشامہ صاحب سابق صدر المدائس دارالعلوم دیوبند اور دیگر اکابرین علماء ہند نے اس سلسلہ میں اپنے بیانات عدالت میں پیش کر کے جس میں مرزائے قادیان کے دعوہ کفر کو بیان کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزائے قادیان اگر بالفرض والتقدیر نبوت کا دعویٰ نہ بھی کرتا تب بھی قطعاً وہ دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

فاضل محترم جسٹس محمد اکبر صاحب بہاولپور، لورڈس مقررہ نے نہایت عاقلانہ، عادلانہ اور دانشمندانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعی نبوت اور اس کے پیروکار قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ مسلمانوں میں شرعی طور پر کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ مجتہدہ تعالیٰ فاضل حج کا یہ فیصلہ قانون شریعت کے بھی مطابق تھا اور قانون حکومت کے بھی مطابق تھا جو شرعی اور قانونی حیثیت سے اس درجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ آئندہ کسی کو بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ اس محکم فیصلہ پر کوئی تنقید اور تبصرہ کر سکے یا کسی بالائی عدالت میں اس کی اپیل کر سکے اس لئے کہ وہ فیصلہ اس درجہ محکم اور قول فیصل اور اٹل تھا کہ اس میں انگلی رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

محمد ادریس کاندھلوی

حجج یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی ہے کہ جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کا مشہور و معروف فیصلہ جس میں قادیانیوں کو کافر اور خارج از دائرۃ اسلام قرار دیا گیا تھا دوبارہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یہ ایک دانشگاہ حقیقت ہے جس پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد منصب نبوت پر فائز ہونے کا مدعی ہو۔ اور جو اس دعوے کو تسلیم کرے۔ وہ دونوں بلاشک و شبہ ادعائے اسلام کے باوجود کافر و مرتد ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلے کے دینی و علمی پہلوؤں کو برابر واضح کیا جاتا رہے۔ عدالت بہاولپور کا یہ فیصلہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت و افادیت کا حامل ہے یہ ارتداد و زوج کی بنا پر فریضہ نکاح کے ایک استغاثے کا تصفیہ تھا جو تقریباً تین سال زیرِ سماعت رہا۔ اس میں مسلمانوں اور قادیانوں کی جانب سے اپنے اپنے موقف کو پورے دلائل و ثبوت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ان کے مشاہیر علماء و فضلاء بطور گواہ پیش ہونے اور فاضل حجج نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں یہ قیمتی دستاویز طبع ہونے کے بعد ایک عرصہ دراز سے نایاب تھی میری دعا ہے کہ یہ سنی مسلمان اور قادیانی سب کے لئے باعثِ رشد و ہدایت ثابت ہو۔ آمین

الوالاعلیٰ مودودی

۵-۱ سے ذیلدار پارک۔ اچھرہ

اس فیصلہ نے مسلمانوں کو قادیانیت کے عزائم و عقائد سے نہ صرف آگاہ کیا ہے۔ بلکہ مزائیت اپنے حقیقی خط و خال سمیت آشکار ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ برعظیم کے مسلمانوں کی ذہنی سرگردشت میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور جب کبھی پاکستان کے قوانین کی شکل اسلامی ہوگی۔ اس فیصلہ کا بہت زیادہ احترام کیا جائے گا بلکہ یہ فیصلہ مشعلِ راہ ہوگا۔ ملت اسلامیہ جسٹس محمد اکبر خان مرحوم بہاولپور کے اس فیصلہ کی تسکین گزارے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بالِبال مغفرت کریں اور کروٹ کروٹ جنتِ نصیب فرمائیں۔

شورش کاشمیری

یہ معرکہ آراء فیصلہ محمد اکبر خاں کا تخریر کردہ ہے۔ اس فیصلہ میں حج صاحب مرحوم نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ مزائیت کے خارج از اسلام ہونے کے دلائل درج کئے ہیں اور مرزائی لٹریچر سے ان کے کفر و ارتداد کا ثبوت بہم پہنچایا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مزائیت کے موضوع پر لکھی گئی تھی ایک کتب پر بھاری ہے۔

احسان الہی ظہیر

شمکیل دین اور ختم نبوت مترادف حقائق ہیں اور اسلام کی اہدیت اور تکمیل کا مدار انہی دو اصولوں پر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کے تحفظ کے لئے مختلف ذرائع سے حسبِ مقدور خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں جناب محمد اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈسٹرکٹ حج بہاولپور کا تاریخی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے مرحوم و معذور اپنی جرأتِ ایمانی سے اپنی سجات کا سامان کر گئے اور تا ابد امت مسلمہ کے لئے ایسی شمع فروزاں چھوڑ گئے جو انشاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک حق و صداقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی ضرورت ہے کہ اس تاریخی فیصلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

سید فیض الحسن

ختم نبوت کا مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے افسوس ہے کہ ایسے مسئلہ کو لوگوں نے اخلاقی مسئلہ قرار دے کر اس میں بحث و تحقیق شروع کر دی جس سے گمراہی کا دروازہ کھل گیا اور فقہانہ استدلال و زور بیکر گیا۔ اس ماحول میں اہل علم کی خدمات یقیناً قابلِ قدر ہیں۔ لیکن محترم حج اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ اس سلسلہ میں بے حد قابلِ تائید ہے اور اسلامی تاریخ میں آپ زرد سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

سید احمد سعید کاظمی

فیصلہ مقدمہ بہاولپور مسلمانوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی تصور ہے اور بے شک جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا

دعویٰ کرے وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ ملتِ اسلامیہ کو اس فتنہ عظیمہ سے بچانا اسلام کی عظیم خدمت ہے۔

سید محمود احمد رضوی

فیصلہ مقدمہ بہاولپور عہدِ صادق کا اہم ترین واقعہ ہے اس مقدمہ کی پیروی سید انور شاہ صاحب حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جیسے نامور علمائے کی۔ ان کی فقید المثل توجہ اور تاریخ ساز کوششوں نے قادیانیت کے سو منات کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہ فیصلہ جسٹس محمد اکبر کے مثالی اہمک غیر معمولی استدعا اور قابلِ تحسین استقامت کا نتیجہ ہے۔ اس فیصلہ سے قادیانیت کی گمراہ کن حیثیت ہمیشہ کے لئے آشکار ہو گئی ہے۔

بریکینگ نیوز ریزلٹ علی شاہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده حج محمد اکبر
 نور اللہ مرتدہ کی عدالت میں فرسخ نکاح کا مقدمہ دائر ہوا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ قادیانیت کا نکاح مسلمان عورت سے بوجہ ارتداد قادیانیوں کے واجب الفسخ ہے یا نہیں۔ اس ضمن قادیانیوں کے مرتد ہونے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ فریقین کے ماہرین مذہب جمع ہوئے مفصل دلائل نقلیہ و عقلیہ کے قلمبند ہونے کے بعد قادیانیوں کے ارتداد کا حکم جناب حج صاحب موصوف نے صادر فرمایا اور فرسخ کا فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کا کچھ تعلق انکار ختم نبوت سے تھا جس پر قرآن پاک کی متعدد آیات اور بی شمار احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے اس قدر دلائل موجود ہیں کہ توحید باری تعالیٰ کے علاوہ کسی مسئلے پر اس قدر دلائل نہیں۔ اسلام میں سینکڑوں گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے لیکن مسئلہ ختم نبوت پر سب کا اتفاق رہا اور اس لئے دشمنانِ اسلام اسلام کی اس بنیادی عمارت میں شکات ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکے حضور علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک جو ۳۹۳ھ ریح الاول اور ۱۹۶۳ء اپریل ہے یوری امت مسلمہ تقریباً چودہ سو سال سے اس عقیدہ پر متفق اور قائم ہے جس کی وجہ سے اسلام کے اصلی عقائد زندہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا عہدہ دیا جانا بند ہے اور مدعی نبوت اور اس کے ماننے

والے مرتد اور خارج از اسلام ہیں چاہے وہ اسلام کا دعویٰ بھی کریں۔ جیسے صرف دعویٰ سے کوئی شخص کشر ڈپٹی کشر تحصیلدار تھانیدار حتیٰ کہ سرکاری چیپٹر اسی اگر ان عہدوں کا دعویٰ کرے اور حکومت کی لسٹ میں نام نہ ہو اور حکومت ان دعویٰ داروں کو گھوٹا قرار دیتی ہو تو پھر اسلام کے دعویٰ سے ایک آدمی بغیر حقیقت اسلام کے محقق ہونے کے کیسے مسلم ہو سکتا ہے جبکہ حقیقت اسلام کا بنیادی عقیدہ اس میں موجود نہ ہو اور ظاہری اسلام کی کچھ نشانیاں بھی اس میں موجود ہوں۔ جیسے گھوڑے کی تصویر یا فوٹو حقیقی گھوڑا نہیں ہو سکتا اور نہ بگی پھینچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقی گھوڑے کا کام ہے۔ ملت کے عملی اتحاد کے لئے فکری اتحاد ضروری ہے اور مستحکم فکر کی بنیاد عقیدہ ہے۔ جب یہ بنیاد ہل جائے تو مسلم قوم و ملت کی عمارت دھرام سے گر جائے گی۔ اس لئے وحدتِ ملت ختمِ نبوت سے وابستہ ہے اقبال مرحوم نے صحیح فرمایا ہے

لانہی بعدی ز احسان خداست پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

تاناہیں وحدت زد دست مارود ہستی مابا ابد ہمدم شود

اس سے واضح ہوا کہ استحکام پاکستان کی نظریاتی وحدت اسلام اور ختم نبوت ہے جو ۹۵ کروڑ مسلمانوں کے عقیدہ سے الگ دین قائم کریں جس میں قرآن حدیث خدا اور رسول کی تکذیب اور توہین ہو وہ اسلامی قلعے میں نقب لگانے والے ہیں اور خارج از اسلام ہیں اس سلسلہ میں مقدمہ بہاؤ پور تاریخی کارنامہ ہے۔

شمس الحق افغانی عفی عنہ

فیصلہ مقدمہ بہاؤ پور اُمتِ محمدیہ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متفقہ کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے مولانا سید الزمر شاہ صاحب مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی مولانا محمد صادق صاحب بہاؤ پور اور جناب جسٹس محمد اکبر صاحب کی اراہ مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ اعلیٰ علیین میں مقامِ علیا سے نوازا ہو گا۔ انہوں نے امتِ مرحومہ پر جو احسان کیا وہ رہتی دنیا کے مسلمانوں پر یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتم الانبیاء کے خصوصی مقام اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے

محمد عبدالقادر آزاد

آئین -

خطیب بادشاہی مسجد مفتی پنجاب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاولپور کے منقول دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری علیہ الرحمۃ اور دوسرے بزرگوں اور علمائے اس مقدمہ کی پیروی کر کے دین اسلام کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد احمد عفی عنہ
میر واعظ کشمیر

انشاء اللہ جب یہ فیصلہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں انشراح قلب اور باعث رشد و ہدایت ثابت ہوگا۔

فقیر محبوب الرحمن عفی اللہ عنہ
عید گاہ۔ راولپنڈی

تمام علمائے اسلام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا ایسا دعویٰ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے پاک و ہند میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے مسلمانوں سے علیحدہ جماعت ہیں اس کی پوری روئید اور جٹس محمد اکبر خان صاحب سابق ریاست بہاولپور کے مفصل و مدلل فیصلہ میں موجود ہے یہ فیصلہ عوام و خواص مسلمین کے لئے مشعل ہدایت ہے۔

مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم
جامع نعیمیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ختم نبوت کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک ظاہری یعنی عقلی فکری و نظری پہلو ہے اور دوسرا روحانی یعنی عقلی عالم سے بالاتر

میرے خیال میں ظاہری پہلو کی بنیاد ہمارے دین میں روحانی پہلو پر ہے ورنہ کسی نبی یا پیغمبر کی شاید ضرورت نہ ہوتی۔ ظاہری پہلو کی حیثیت اسبابِ سفر کی سی ہے اور روحانی کی حیثیت ایک منزل کی۔ یعنی اسبابِ سفر کا تعین منزل یا مقصد کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقلی استدلال میں شکوک و ادوایام کا اثر تو ٹپتا ہے لیکن دوسرے پہلو میں کوئی ایک بھی استثنا موجود نہیں ہے۔ میں نے اس میں جتنا غور کیا ہے میں بلا استثنا ہمیشہ اسی ایک نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو شخص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا آخری نبی یعنی آپ کے اس ارشاد کو کہ "لا نبی بعدی" کو دل و جان سے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ عقلی فتویٰ کچھ ہو لیکن حقیقی بات یہی ہے۔

کتاب زبرِ نظر میں بھی ایک صاحب عقیدہ مسلمان نے ایمانی جرات کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی عقل و فکر کی رائے کو بھی دریافت کر کے صحیح فیصلہ دیا۔ مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالقیوم
صدر آزاد کشمیر۔ ایوان صدر مظفر آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله واحد والصلوة على من لا نبی بعدی

آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل و فریب انگریز کے مخوس سایہ میں پردان چڑھ رہا تھا۔ فقہ قادیانیت سے انگریزی پڑھا لکھا طبقہ نہ صرف یہ کہ ناواقف تھا بلکہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف و تائید کرتا تھا۔ اس کے علاوہ تاجِ برطانیہ اور وائسرائے ہند کے زیر تمام طاقتوں کی سرپرستی اس فقہ ارتداد کو حاصل تھی۔ ایسے وقت میں جسٹس محمد اکبر صاحب مرحوم مغفور (بہاؤ پور) نے برصغیر کے چوٹی کے علماء خصوصاً محدثِ اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری کے دلائل سننے کے بعد جراتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کاذب اور اس کے ماننے والوں کو خارجِ اذ اسلام قرار دے کر فیصلہ بہاؤ پور کے نام سے وہ تاریخی فیصلہ کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گا اور جس کی پیروی کرتے ہوئے انیس کے ہم نام

دوسرے محمد اکبر صاحب اور اب سندھ کے کسی جج نے بھی یہی فیصلے کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرحوم محمد اکبر صاحب بہاولپور والے اس تاریخ کے سنہرے باب کے حرف اول اور آخر سمجھے جاتے ہیں گے۔ اس فیصلے کی دوبارہ اشاعت نہایت مستحسن اقدام ہے۔ تالون دان اور نئی نسل اس سے روشنی حاصل کریں گے۔ خدام مرحوم کو تاجدارِ مدینہ کے قدموں میں مجھ سمیت جگہ نصیب فرمائے

(رآین)

خادم عبدالحکیم عفی اللہ عنہ ر ممبر قومی اسمبلی پاکستان
مدرسہ فرقانیہ مدینہ راولپنڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلا شک و شبہ خاتم النبیین ہیں اور تمام امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ناطلی برداری اور کسی بھی قسم کا نبی نہیں آسکتا اور تا قیامت ذرا ذرہ نبوت آپ پر بند کر دیا گیا ہے۔ اس نازک دور میں جب طرح طرح کے فتنے اسلام کے خلاف بر اٹھا رہے ہیں فتنہ مرزائیت کیلئے اور اس کے سدباب کے لئے اپنا وقت پیسہ اور سمیت کا صرف کرنا باعثِ اجر ہے۔

حقیر مفتی محمد مختار احمد خطیب ریالکوٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَمْدًا وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ العالی امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف۔ لاہور

حضور سرور عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التّحیّۃ و النّسارہ کا خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونا قطعی اجتماعی اذعان مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے جس قدر انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے وہ اللہ کے رسول اور نبی تو ہیں مگر خاتم النبیین یعنی آخری رسول نہیں ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔

سورہ احزاب کی آیت میں آپ کے ان دونوں وصفوں کا ذکر ہے۔ لہذا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ بنیادی شرط ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول اللہ اور خاتم النبیین (یعنی آخری رسول) مانا جائے اور جو شخص حضور علیہ السلام کو آخری رسول نہ تسلیم کرے یا آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کو مسلمان جانے وہ قطعاً حتماً اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے۔

یوں تو جب انگریزی دور میں اس فتنہ کا ظہور ہوا تو علمائے اسلام نے ابتدا ہی سے اس شجرِ خبیثہ کی بیج کٹی، اور اس فتنہ عظیمہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے پر خلوص کوشش شروع کر دی تھی۔ تحریر و تقریر اور مناظر کی صورت میں دلائل و براہین سے مزین کر کے اس مسئلہ کی وضاحت کی بیسیوں کتابیں لکھی اور مناظرے کئے۔ مثلاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائیتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ، شیخ الحدیث قطب وقت حضرت پیر سید محمد علی شاہ صاحب کوٹڑہ شریف، امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری بانی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب علیہم الرحمہ اور دیگر علماء اہلسنت نے مرزائیت کی تردید میں متعدد کتابیں تالیف کیں اور ان کے سرخونوں سے مناظرے کئے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے تمام مکاتیب فکر کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم ہوئی جس کے سربراہ حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان مرحوم و مغفور مقرر ہوئے۔ لاہور میں اس تحریک کو دبانے کے لیے مارشل لا لگا اور علماء حق نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پھانسی تک کی سزائیں دی گئیں۔ راقم الحروف نے بھی ۱۹۵۳ء کی

تحریر میں حصہ لیا۔ قلعہ لاہور اور سنٹرل جیل لاہور میں رکھا گیا اور پورے ملک کے علماء و مشائخ و عوام اہلسنت نے اس فتنہ کے استیصال کے لیے قربانیاں دیں۔ پھر سپیڈ پلن پارٹی کے دور میں ۱۹۷۴ء میں انگریزوں تمام مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل مجلس عمل قائم ہوئی۔ اس مجلس عمل کا جنرل سیکرٹری راقم الحروف تھا۔ بہر حال پورے ملک کے عوام و خواص نے اس تحریک میں حصہ لیا اور بھٹو حکومت کو مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا۔ اور مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں احمدی اور لاہوری کو قانونی طور پر بھی غیر مسلم قرار دیا گیا۔ انگریزی دور میں حق و باطل کے اس عظیم معرکہ میں مقدمہ بہاول پور بھی ہے جو ایک ایسی دستاویز ہے جو انگریزوں کے دور میں انگریز ہی کی مقرر کردہ عدالت میں دائر ہوا اور جناب محترم مجاہد اسلام محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج نے احمدیوں کو کافر و مرتد قرار دے کر مسلم عورت کا نکاح مرزائی سے، کو باطل محض قرار دیا۔ اب حال ہی میں نہایت ہی محنت اور سلیقہ کے ساتھ مقدمہ بہاول پور کی مکمل روداد کو شائع کرنے کی سعادت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے حصہ میں آئی ہے۔ مقدمہ بہاول پور اس اعتبار سے بڑی اہمیت و افادیت رکھتا ہے کہ اس میں جو دلائل اور برہان پیش کئے گئے اور مرزائی لٹریچر سے جو حوالے دیئے گئے ہیں ایک فاضل جج نے ان کو صحیح و درست قرار دے کر مرزائیوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ اسلامک فاؤنڈیشن قابل صد مبارک باد ہے کہ وہ اس اہم تاریخی دستاویز کو شائع کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دستاویز روشنی کا مینار ثابت ہوگی اور مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کا سبب۔

سید محمود احمد رضوی
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف - لاہور

۱۲ ستمبر ۱۹۸۸ء مطابق
۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

معرکہ بہاولپور

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو جہاں اپنے اقتدار سے محروم ہونا پڑا وہاں ان پر معاشی اور اقتصادی بد حالی کے طوفان ٹوٹ پڑے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو من حیث القوم مفلوج بنا دینے کا پروگرام بنایا جس پر اس کی ساری سیاسی قوت کا فرما رہی۔ ان معاشی اور اقتصادی ادبار کا ساتھ ساتھ عیسائی مبلغین نے برصغیر پہنچ کر مسلمانوں کی نظریاتی اور اعتقادی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ ان عیسائی مشنریوں کی یہ خواہش تھی کہ یہاں کے مسلمانوں کی دین اسلام سے وابستگی کو مشکوک بنا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے انگریزی اقتدار کے بل بوتے پر ایک طرف اسلام اور عیسائیت میں الجھاؤ پیدا کر دیا۔ دوسری طرف بے پناہ دینی فتنوں کو ہوا دے کر مسلمانوں کے اعتقاد و نظریات کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسلام کے نام پر جو بھی نیا نظریہ لے کر اٹھتا اس کی پیٹھ ٹھونکی جاتی۔ چنانچہ برصغیر کی آج سے صد سال قبل نظریاتی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو برصغیر میں کئی ایسے دینی فتنے اُبھرتے دکھائی دیتے ہیں جن کی پشت پر صرف اور صرف انگریزی اقتدار تھا۔

انہی دنوں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اُبھرا جس نے دوسرے دینی فتنوں سے بڑھ چڑھ کر اسلام کا نام لے کر ایک زبردست فتنے کی بنیاد رکھی جو آگے جا کر مرزائیت یا قادیانیت کے بدنام ناموں سے مشہور ہوا۔ مرزا قادیانی پیدائشی طور پر صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ اس نے ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا پھر مشائخ ہندوستان کے نام ”انجام آقہم“ میں بھی اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا۔ اس عقیدے کے باوجود وہ اپنے آپ کو ”محمد اسلام اور ہمدی وقت“ قرار دیتا تھا۔ اگرچہ اس کی دعوت نے اہل علم کو کھٹکتے رکھے مگر مسلمانوں میں سے اکثر نیم خواندہ جذباتی لوگ مجد دیا ہمدی ہونے کو گوارا جان کر اس کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے رہے۔ انہی دنوں مرزا موصوف نے اپنے آپ کو مثیل مسیح اور مسیح موعود کے مقام پر لاکھڑا کیا۔ اس نے اپنی تصنیفات ”انزال اوہام، حیات مسیح اور توضیح المرام میں اس نظریہ کی وضاحت کی۔ اس کے یہ دعوے علمائے اسلام کو حیرت زدہ کرنے کو کافی تھے۔ انہوں نے اس کی مناظرانہ خدمات کے باوجود ان نظریات

کا سختی سے نوٹس لیا۔

مرزا قادیان نے اپنی کتاب ”انجام آتقم“ مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں لکھا: ”میں خدا کا پیغمبر، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کا فرستادہ ہوں مجھ پر ایمان لاؤ۔ ۱۹ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ اعلان تمام پہلے ایمان اور اہل اسلام کے لیے ایک زبردست چیلنج تھا۔ وہ چیخ مکر رہ گئے۔ انگریز حکومت ”آزادی مذہب“ کے نام پر مرزا قادیانی کی حفاظت پر موجود تھی۔

علماء کرام نے اس جھوٹی نبوت کے خلاف ثابت قدمی سے کام کیا۔ لدھیانہ کے مولانا سید محمد، قصور کے مولانا دستگیر ہاشمی، قصوری، گولڑے سے حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی، امرتسر سے مولوی شہار الدین امرتسری، بریلی سے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ میرٹھ سے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، اور سے حضرت مولانا دیدار علی شاہ صاحب حلیم الرحمہ جیسے ہزاروں جید علماء کرام نے مرزا کی نبوت اور اس کے باطل نظریات کو لٹکا مارا۔ اس دور کے دینی لٹریچر کو سامنے رکھا جائے تو علمائے کرام نے جس پامردی سے مرزا کی نبوت کا ذبح کے خلاف جو بہادری کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی کی پیشگوئیاں، امام، فیصلے، آسمانی بددعائیں سب ایک ایک کر کے جھوٹی اور بے اثر ثابت ہوئیں۔ حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی نے اپنی تصنیف سیفِ چشتیائی میں مرزا قادیانی کے تمام الہامات کا تجزیہ کر کے ایک ایک امام کو جھوٹا ثابت کیا اگرچہ ان دنوں مرزا کی نبوت کے جھوٹے دعوے ہندوستان کے وسطی اور مشرقی علاقوں میں اتنے مشہور نہیں ہوئے۔ پھر بھی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی کے علاوہ علمائے دیوبند نے اس جھوٹی نبوت کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۲۰ جولائی ۱۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دعوت پر اس وقت کے بین مشہور قادیانی عالموں نے اپنی اپنی شہادت نصب کی تھی۔ پھر اس دعوتِ مناظرہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت کے چھیا سنی علماء اسلام کے نام لکھے تاکہ وہ بھی مجلسِ مناظرہ میں موجود رہیں۔ حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی نے فوراً اس دعوتِ مناظرہ کو قبول کر لیا اور ۲۵ جولائی ۱۹ء کو تحریراً اطلاع دی کہ وہ تاریخ مقرر کر کے لاہور آئیں ہم مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ پنجاب بھر کے مسلمانوں کے لیے یہ مناظرہ ایک تاریخی معرکہ

لے اس مناظرہ کی مکمل روداد مع اسمائے شہکار علمائے مجلسِ مناظرہ کتاب ”مہر منیر“ مرتبہ مولانا فیض احمد فیض گولڑہ شریف ص: ۲۱۰ سے ۲۸۸ تک دیکھی جاسکتی ہے۔

تھا۔ بے پناہ سامعین لاہور پہنچے۔ اُن میں سستی، شیعہ، دیوبندی، اہلحدیث اور دوسرے فرقوں کے لوگ شامل تھے۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، سہارن پور، دیوبند، لدھیانہ اور پشاور سے جوق درجوق لوگ لاہور پہنچے اور شاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع منعقد ہوا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی لاہور نہ پہنچ سکا۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ اپنے کاذبانہ دعویٰ کی بنا پر اس عظیم معرکہ صداقت میں شکست زدہ ہو کر اپنے مستقبل کو تابدتاریک کر بیٹھے گا۔ بنا براین اس نے فساد کا بہانہ بنا کر میدان کو صرف اور صرف مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ تاہم شاہی مسجد کے اس عظیم اجتماع میں سربراہ آوردہ علماء کرام نے اپنی تقاریر میں مرزائیت عقائد کی تردید میں اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار کیا۔

مرزائیت ہمیشہ اپنی جھوٹی نبوت کی کاذبانہ آن برقرار رکھنے کے لیے مناظرہ، مباہلہ، مسالہ اور مکالمہ کا اعلان تو کر دیتی تھی مگر میدان میں آ کر علماء اسلام کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

علماء دین کے فیصلوں کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے دلوں میں بھی عقیدہ ختم النبوت کی اہمیت نقش کا الجھ رہی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مرزائیت کے ارتداد کا طلسم توڑنے کے لیے ایک پاک باز اور نیک سیرت بی بی کو ریاست بہاول پور کے ایک دُور دراز گاؤں سے کھڑا کیا تاکہ وہ مرزائیت کے ارتداد کی حقیقت کو عدالتی فیصلوں سے واضح کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہ عورت مسماۃ عائشہ بیگم بنت مولوی الہی بخش تھی جس کا خاوند مرزائی ہو گیا تھا۔ عائشہ بیگم نے خاوند کے ارتداد پر فریخ نکاح کے لیے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ مقامی عدالت نے اس بے سروسامان عورت کے دعویٰ کو چند سماعتوں کے بعد خارج کر دیا مگر جب اس دعویٰ کی اپیل بہاولپور کی عدالتِ عظمیٰ میں دائر کی گئی تو یہ مقدمہ مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان ایک معرکہ بن گیا۔

ان دنوں بہاولپور کے جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ حضرت مولانا علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ علیہ تھے۔ آپ عالم دین بھی تھے اور منطق کے امام بھی مانے جاتے تھے۔ حضرت پیر مرہ علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ آپ کو عدالتِ عظمیٰ نے دینی اور قانونی راہنمائی کے لیے طلب کیا۔ آپ نے فاضل بیج کے سامنے مدعا علیہ کے مرتد ہونے اور مومنہ کے نکاح کے منسوخ ہونے پر دس گھنٹے ٹیک دلائل دیئے۔ دلائل سے متاثر ہو کر فاضل عدالت نے مقدمہ دوبارہ سماعت کے لیے واپس بھیجا۔ ڈسٹرکٹ بیج نے مقدمہ کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے شیخ الجامعہ کو اجازت دی کہ اپنی طرف سے دوسرے علماء اسلام کو عدالت میں پیش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الجامعہ کی دعوت اور گوششوں نے برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام عدالت میں شہادت اور ابحاث و جرح کے لیے

پہنچنا شروع ہوئے۔ ان علماء کرام میں دارالعلوم دیوبند سے علامہ سید نور شاہ کاشمیری، مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن درجھنگوی اور رئیس المناظرین مولانا ابوالوفا، مولانا نجم الدین لاہوری اور خود شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد عظیم الرحمہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مرزائیوں کی طرف سے بھی ان کے نامور مناظر جلال الدین شمس، ابوالغلام احمد مناظر مرزائیت کے علاوہ بڑے بڑے دکلا رپیش ہوئے۔ یہ مقدمہ ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک زیر سماعت رہا۔ فاضل عدالت نے فریقین کے نامور علماء کے دلائل سننے کے بعد ایک مفصل فیصلہ تلمیذ کیا جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس فیصلہ میں ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج جناب محمد اکبر نور اللہ مرقدہ نے برصغیر میں پہلی بار عدالتی مسلم سے مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر دعویٰ کے فریضہ نکاح کا اعلان کر دیا۔

اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کا جذبہ ایمانی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قلبی وابستگی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو اس طویل مقدمہ کی روداد حاصل کر کے کتبی صورت میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس تاریخی اور نہایت اہم قانونی دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ کر کے ملت اسلامیہ پر بڑا احسان کیا ہے اگرچہ آج مرزائیت قانونی طور پر پاکستان میں دم توڑ چکی ہے مگر ان کے عقائد باطلہ پر تحقیق سے واقفیت حاصل کرنے والوں کے لیے یہ مفصل اور مدلل کتاب مشعل راہ بنے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کو اپنی نعمتوں سے نوازے اور ان کے قلوب کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے نور سے منور فرمائے اور ترقی درجہ فی الدارین سے مالا مال رکھے۔ انہوں نے مرزائیت کے رد میں ایک اہم دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ فرما کر اہل تحقیق کے لیے روشن راہیں کھول دی ہیں۔

ہمیں امید واثق ہے کہ قارئین کرام اس ضخیم کتاب کو اس موضوع پر چھپنے والی جلد کتب میں سے اہم اور مفید پائیں گے۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

۱۷ ستمبر ۱۹۸۵ء

ترتیب

صفحہ	عنوان
۱	فیصلہ مصدرہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء
۱۰۵	عرضی دعویٰ مسماة غلام عائشہ
۱۰۹	جواب دعویٰ مستمی عبد الرزاق مرزائی
۱۱۳	مختصر بیانات فریقین و تنقیحات وضع کردہ عدالت
۱۱۵	بیان عبد الرزاق مدعا علیہ
۱۱۷	درمیانی حکم عدالت
۱۲۱	درخواست عبد الرزاق مرزائی
۱۲۵	حکم چیف کورٹ بابت منتقلی مقدمہ
۱۲۷	درخواست عبد الرزاق مرزائی
۱۳۱	بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۵	جوابی بیان عبد الرزاق مرزائی
۱۴۷	حکم ڈسٹرکٹ جج صاحب جس کے مطابق مقدمہ خارج کیا گیا۔
۱۵۱	فیصلہ عدالت چیف کورٹ بعنوان مسماة چند وڈی بنام کریم بخش
۱۵۷	فیصلہ عدالت ابتدائی بعنوان مسماة چند وڈی بنام کریم بخش
۱۶۳	اقتباسات کتب مرزائی حضرات
۲۷۹	درخواست جلال الدین شمس بابت فوتیگی عبد الرزاق مدعا علیہ
۲۸۱	درخواست غلام عائشہ مدعا علیہ
۲۸۷	حکم جوڈیشل کونسل بہاول پور
۲۹۳	بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰۵	بیان حضرت علامہ محمد حسین صاحب کولتار ڈور رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ	عنوان
۳۱۷	بیان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۹	جرح بر بیان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۳۹	بیان حضرت مرتضیٰ احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۸۱	جرح بر بیان حضرت مرتضیٰ احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۹۹	بیان امام العصر حضرت سید الورشاه صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ
۴۳۷	جرح بر بیان امام العصر حضرت سید الورشاه صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۵۱	بیان و جرح حضرت نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۷۵	بیان جلال الدین شمس مرزائی
۵۸۵	جرح بر بیان جلال الدین شمس مرزائی
۶۳۷	بیان غلام احمد قادیانی
۷۰۱	جرح بر بیان غلام احمد قادیانی

فیصلہ

مقدمہ مرزائیت بہاول پور مصدرہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء
جس میں

جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
نے

مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے رفسخ فرمایا

مسماة غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش ذات ملانہ عمر ۱۹½ سال سکنا احمد پور شرقیہ
بمختاری الہی بخش ولد محمود ذات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ معلم مدرسہ عربیہ۔

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات بابر عمر ۳۲ سال ساکن موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ
حال مقیم میس مشرکچ ریڈرسب ڈویژن انہار میس ضلع ملتان۔

دعویٰ دلاپانے ڈگری استقرایہ مشرکچ نکاح
قریقین بوجہ ارتداد شوہر ہم مدعا علیہ

تجویر اخیر باجلاس عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بہادر بنی تلے ایل ایل - بنی

ڈسٹرکٹ جج بہادر منگر

بمقدمہ سماعت غلام عائشہ مدعیہ - بنام - عبدالرزاق مدعا علیہ
دعویٰ تنسیخ نکاح

یہ ایک خاص نوعیت اور اہمیت کا مقدمہ ہے۔ جو سال ۱۹۲۶ء میں دائر ہو کر ایک دفعہ انتہائی مراحل اپیل سے کر چکا ہے۔ اور سال ۱۹۳۲ء سے پھر ایک نئی شان اور نئے اسلوب سے ابتدائی حیثیت میں عدالت نے ہا میں زیر سماعت چلا آیا ہے۔ واقعات مختصر یہ ہیں کہ مولوی الہی بخش والد مدعیہ اور مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ باہمی رشتہ داریں۔ اور ابتداً یہ دونوں علاقہ ڈیرہ غازی خاں میں رہتے تھے۔ عبدالرزاق کی ہمشیرہ مولوی الہی بخش سے بیاہی ہوئی تھی۔ اور مولوی الہی بخش نے اپنی لڑکی مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کا نکاح اس کے ایام نابالغی میں عبدالرزاق مدعا علیہ سے کر دیا تھا۔

یہ لڑکی اس کی ایک سابقہ بیوی کے بطن سے تھی۔ اور اس کا نکاح وہیں فریقین کے ابتدائی مسکن پر ہوا تھا۔ اس کے بعد مولوی الہی بخش وہاں سے ترک سکونت کر کے علاقہ ریاست ہذا میں چلا آیا اور سال ۱۹۱۷ء میں اس نے موضع منڈھیل احمد پور شرقیہ میں ایک زمیندار کے ہاں عربی تعلیم دینے پر ملازمت اختیار کر لی۔ مدعیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایک سال کے بعد مدعا علیہ بھی بمعہ اپنی والدہ اور دو ہمشیرگان کے وہاں سے ترک سکونت کر کے مولوی الہی بخش کے پاس موضع مسند میں آ گیا۔ اور اپنے کنبد کو وہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کے لیے مختلف مقامات پر پھرتا رہا۔ دوران قیام موضع مسند میں اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کر کے مرزائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور وہاں اپنے قادیانی۔ مرزائی ہونے کا اعلان بھی کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے مولوی الہی بخش سے مدعیہ کے رخصتانہ کے متعلق استدعا کی۔ تو اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک وہ مرزائی مذہب ترک نہ کرے گا مدعیہ کا بازو اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ مدعا علیہ کچھ عرصہ مدعیہ کے رخصتانہ کے دریچے رہا لیکن اسے یہی جواب دیا جاتا رہا کہ اس کے مرزائی مذہب پر قائم رہنے کی صورت میں مدعیہ اس کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔ جب اسے کامیابی کی امید نظر نہ آئی۔ تو وہ پھر ریاست ہذا سے ترک سکونت کر کے علاقہ برٹش انڈیا میں چلا گیا اور حدود ریاست ہذا کے قریب علاقہ تحصیل لودھراں میں سکونت اختیار کر لی۔

ان سوالات پر کہ مدعا علیہ نے حدود ریاست سے سکونت کب ترک کی۔ اور اس نے مرزائی یا احمدی مذہب کہاں اور کب اختیار کیا؟ آگے بحث کی جائے گی۔ یہاں اب صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ مدعیہ کے اس رخصتانہ کے سوال پر والد

مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی اور والد مدعیہ نے مدعیہ کی طرف سے بحیثیت اس کے مختار کے ۲۴۔ جولائی ۱۹۲۶ء کو مدعا علیہ کے خلاف یہ دعویٰ بدیں بیان دائر کیا کہ مدعیہ اب تک نابالغ رہی ہے۔ اب عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔ مدعا علیہ ناک مدعیہ نے مذہب اہلسنت والجماعت ترک کر کے قادیانی۔ مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے اور اس وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اس کے مرتد ہوجانے کے باعث مدعیہ اب اس کی منکوحہ نہیں رہی کیونکہ وہ شرعاً کافر ہو گیا ہے۔ اور بموجب احکام شرع شریف بوجہ ارتداد مدعا علیہ مدعیہ مستحق انفراق زوجیت ہے۔ اس لیے ڈگری تنسخ نکاح بحق مدعیہ صادر کی جاوے اور یہ قرار دیا جاوے کہ مدعیہ بوجہ مرزائی ہو جانے کے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بحکم مدعیہ بوجہ ارتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔ مدعا علیہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ وہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ نہ مرزائی ہے۔ نہ قادیانی نکاح ہر صورت میں جائز اور قابل تکمیل ہے۔ عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں وہ مرتد نہیں ہوجا سکتا عدالت عالیہ چیف کورٹ بمالپور۔ دلاس اور دیگر جرائد کوٹوں سے یہ امر فیصد پاچکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان

الصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں۔ مرتد یا کافر نہیں ہیں۔ دعویٰ ناجائز اور قابل اخراج ہے۔ اور کہ بناء دعویٰ بمقام مہند ریاست بمالپور قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نہ فریقین کی وہاں سکونت رہی ہے۔ اور نہ مدعا علیہ نے وہاں سر میل کی کوئی تحریک کی علاوہ اس کسی مقام پر سر میل کی تحریک کئے جانے سے وہ مقام قانوناً بناٹے دعویٰ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ دعویٰ وہاں سماعت ہونا چاہیے جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو یا بناء دعویٰ پیدا ہوئی ہو۔ مقدمہ حال میں مدعا علیہ کی مستقل سکونت چونکہ علاقہ طتان میں ہے اور نکاح ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوا تھا۔ اس لیے دعویٰ حدود ریاست ہذا میں سماعت نہیں ہو سکتا۔ یہ دعویٰ ابتداءً منصفی احمد پور شرقیہ میں دائر ہوا تھا۔ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے فریقین کے مختصر سے بیانات قلمبند کرنے کے بعد ۴ نومبر ۱۹۲۶ء کو حسب ذیل امور نتیجہ طلب قرار دیئے۔ ۱۱۳

- ۱۔ کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس لیے ارتداد لازم آتا ہے۔
- ۲۔ اگر نتیجہ بالا بحق مدعیہ ثابت ہو۔ تو کیا نکاح فیما بین فریقین قابل انفساخ ہے ؟ ان نتیجہات کے ثبوت میں مدعیہ نے مدعا علیہ کو عدالت مذکورہ میں بحیثیت گواہ خود پیش کیا تو مدعا علیہ نے ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو یہ بیان کیا کہ یہ درست ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی انہیں نبی بھی مانتا ہے۔ اس معنی میں کہ مرزا صاحب نبی کریم صلعم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار ہیں۔ اور آپ کی شریعت کے پیرو ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے آپ نبوت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اور اس وقت تک اس کا یہی اعتقاد ہے۔ گویا وہ سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہے۔ وہ مرزا صاحب کو ان معنوں میں نبی مانتا ہے۔ جن معنوں میں کہ قرآن کریم نبوت کو پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں کہ ان پر وحی اور الہام وار ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس لیے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ ان پر وحی اور الہام وار ہوتے

کے نزول ملائکہ و جبرئیل علیہ السلام ہوتا تھا۔

اس بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے ۲۰۔ جنوری ۱۹۲۷ء کو یہ امر مزید توثیق طلب قرار دیا کہ کیا اس اعتقاد کی صورت میں جو مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بمثل دیگر انبیاء علیہم السلام مرزا صاحب پر وحی اور انعام وارد ہوتے تھے۔ کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے؟ اور اس کا با ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے ۱۹۔ فروری ۱۹۲۷ء کو ایک درخواست پیش کی کہ سابقہ تاریخ پر اس نے بیان دیا تھا۔ اس میں اس نے اپنے اعتقادات مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا۔ لیکن عدالت نے اس سے جو خلاصہ اخذ کیا ہے۔ وہ اس کے اصلی اعتقاد مذہبی کے مغاثر ہے۔ چونکہ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے۔ اس لیے اپنے اعتقاد مذہبی کو کون مدعا علیہ ذیل میں بیان کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

میں خداوند تعالیٰ کو واحد لا شریک ماننا ہوں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہوں قرآن کو کامل الہامی کتاب ماننا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے توسط سے اور آپ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور شاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام ہر برکت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوتے تھے۔

اس درخواست میں یہ استدعا کی گئی کہ جو امر توثیق سابقہ تاریخ پر وضع کیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ تیغی بالفاظ ذیل وضع ہونا چاہیے کہ آیا مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو جو کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مرتد ہے اور مسلمان نہیں ہے؟ اور اس کا ثبوت ہذا مدعیہ عائد کیا جاوے۔ مگر عدالت نے اس درخواست پر کوئی التفات نہ کی اور اسے شامل مسل کر دیا۔ اس کے بعد بحکم ۷ مئی ۱۹۲۷ء عدالت عالیہ چیف کورٹ یہ مقدمہ عدالت ہذا میں منتقل ہوا۔ اور عدالت ہذا میں ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء کو مدعا علیہ نے اپنے عقائد کی پھر ایک فہرست پیش کی۔ جن کا ذکر مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

یہ مقدمہ عدالت ہذا سے بحکم ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء اس بناء پر خارج کیا گیا کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے اسی قسم کے ایک مقدمہ بلعنوان مسماۃ جندوڑی بنام کریم بخش میں با تبار فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ مدراس۔ پٹنہ و پنجاب کے یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں نہ کہ اسلام سے باہر۔ اور یہ کہ مرزائی مذہب اختیار کرنے سے کسی مسنی عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ جو اس مذہب کو قبول کر لے فرخ نہیں ہو جاتا اور کہ مدعیہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کے خلاف کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔

عدالت ہذا کا یہ حکم برطبق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ سے بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی پر عدالت محلے ۲۸۴۰ اجلاس خاص سے یہ قرار دیا گیا کہ عدالت ہذا سے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کے بغیر دعویٰ مدعیہ خارج کر دیا گیا ہے۔ اور فاضل جہان چیف کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں

حادی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ مندرجہ ۱۔ ۷۔ انڈین کیسز ۶۶ میں سوال زیر بحث ہنسپٹی تھا کہ آیا احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہ لیکن ہم نے اس فیصلہ کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل ججان چیف کورٹ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ بالا مکمل چھان بین سے طے پایا تھا۔ کیونکہ فاضل ججان مدراس ہائی کورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اور ان سے اس حدیث اس درجہ تک اختلاف

کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یاکن اسلامی عقائد کی بے روی یاکن عقائد کے نہ ماننے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ اس فیصلہ میں پھر فاضل ججان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہ علمائے اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہماری رائے میں فاضل ججان ہائی کورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے۔ اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قرار داد کے ساتھ یہ مقدمہ اس ہدایت کے ساتھ واپس ہوا کہ گومولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ زمان ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آیا اور اس پر وہی نازل ہوئی ہے۔ تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے اور ختم نبوت اسلام کے ضروریات میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن ہم اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیے شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جب تک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء دین بھی اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس لیے مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ اور مدعا علیہ کو بھی موقع دینا چاہیے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے مقابل اپنے دلائل پیش کرے

واپسی پر اس مقدمہ میں فریقین کے ہم مذہب اور ہم خیال اشخاص کی فرقہ بندی شروع ہو گئی اور تقریباً تمام ہندوستان میں اس کے متعلق ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور طرفین سے ان کی جماعت کے بڑے بڑے علماء بطور مختار فریقین و بطور گواہان پیش ہونے لگے۔ ان کے اس طرح میدان میں آنے سے قدرۃً یہ سوال عوام کے لیے جاذب توجہ بن گیا۔ اور سپک کو اس میں ایک خاص دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اور ہر تاریخ سماعت پر لوگ جوق در جوق کمرہ عدالت میں آنے لگے۔ چنانچہ عوام کی اس دلچسپی اور مذہبی جوش کو مد نظر رکھتے ہوئے حفظ امن قائم رکھنے کی خاطر پولیس کی امداد کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اور عدالت ہذا کی تحریک پر صاحب بہادر کشر پولیس کی طرف سے ہر تاریخ پیشی پر پولیس کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا رہا۔ امرابہ النزاع محل و حرمت سے تعلق رکھنے کے علاوہ ضمناً چونکہ مدعا علیہ کے ہم خیال جماعت کی تکفیر پر بھی مشتمل ہے۔ اس لیے طرفین کو اس مقدمہ میں کھلے دل سے اپنے دلائل سندت اور بحث ہائے تحریری و تقریری پیش کرنے کا کافی موقع دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ مدعا علیہ کی طرف سے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض دفعہ مسلسل ایک ایک مہینہ بھی صرف ہوا ہے۔ اور اس کی طرف سے جو بحث تحریری پیش ہوئی ہے۔ وہ کئی سو ورق پر مشتمل ہے۔ اور فیصلہ میں تعویق زیادہ تر مسل کے اس قدر ضخیم بن جانے کی وجہ سے بھی ہوئی ہے۔ دوران سماعت

مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ نے مدعیہ اور اس کے والد مولوی الہی بخش کے خلاف ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء کو عدالت سب نچ صاحب درجہ دوم ملتان میں دعوے اعادہ حقوق بن و شوئی دائر کر کے عدالت موصوف سے ان ہر دو کے خلاف ۱۶ جون ۱۹۳۳ء کو ڈگری بیگز نہ حاصل کر لی اور اس مقدمہ میں جبکہ شہادت فریقین ختم ہو کر مدعیہ کی طرف سے بحث بھی سماعت ہو چکی تھی۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ عذر برپا کیا گیا کہ عدالت ہذا کو اختیار سماعت مقدمہ ہذا حاصل نہیں کیونکہ بناء دعوے حدود ریاست ہذا میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی مدعا علیہ کی رہائش عارضی یا مستقل ریاست ہذا کے اندر ہوئی دوسرا عدالت سرکار برطانیہ سے مدعا علیہ کے حق میں ڈگری استقرارتی زوجیت برخلاف مدعیہ والہی بخش ولدش کے صادر ہو چکی ہے۔ اس لیے بروئے دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی عدالت ہذا کو اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے اور کہ بموجب دفعات ۱۳-۱۴ ضابطہ دیوانی ڈگری مذکور قطعی ہو چکی ہے۔ اور اس کے صادر ہونے کے بعد مقدمہ برسماعت عدالت ہذا نہیں چل سکتا۔

مدعا علیہ کے ان عذرات کو بوجہ اس کے کہ وہ عدالت ہذا کے اختیار سماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اہم سمجھا جا کر اس مقدمہ میں ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو حسب ذیل مزید تنقیحات ایزا دی گئیں۔

۱۔ کیا مدعا علیہ کی سکونت بوقت دائری دعوے ہذا محدود ضلع ہذا میں تھی۔ یا یہ کہ بناء دعوے حدود ضلع ہذا میں پیدا ہوئی اس لیے دعوے قابل سماعت عدالت ہذا ہے۔

۲۔ اگر نتیجہ بالا بخلاف مدعیہ طے ہو تو کیا عدالت ہذا کے اختیار سماعت کا سوال اس مرحلہ پر جبکہ مقدمہ پہلے عدالتا نے اعلیٰ تک پہنچ چکا ہے اور مدعا علیہ برابر پیروی کرتا رہا ہے نہیں اٹھایا جاسکتا۔

۳۔ کیا ڈگری ملک غیر کی بناء پر جو بحق مدعا علیہ برخلاف مدعیہ صادر ہوئی ہے۔ سماعت مقدمہ ہذا میں دفعات ۱۳-۱۴

ضابطہ دیوانی عارض نہیں ہیں۔ ان تنقیحات کے وضع کرنے سے قبل مدعا علیہ کی طرف سے محکمہ معطلہ وزارت وزارت عدلیہ میں پیش گاہ حضور سرکار عالی دام اقبالہ و ملکہ میں پیش کئے جانے کے لیے ایک درخواست مشتمل بر عذرات مذکورہ بالا موصول ہوئی جو مراد خود عدالت ہذا میں بھیجا دی گئی۔ اس درخواست کے مطالعہ سے یہ فردی خیال کیا گیا کہ مدعا علیہ کی طرف سے بحث پیش ہونے سے قبل ان قانونی عذرات مذکورہ بالا کو طے کر لیا جائے

اس لیے ۳ نومبر ۱۹۳۳ء کو فریقین کے نام نوٹس بایں اطلاع جاری کئے جانے کے لیے دیا گیا کہ وقتہ تاریخ مقررہ پر اپنے علماء کو ہمراہ نہ لاویں بلکہ خود حاضر ہوں تاکہ ان قانونی سوالات پر غور کی جا کر انہیں طے کر لیا جاوے۔ مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا کے اس حکم کی ناراضی سے محکمہ معطلہ اجلاس خاص میں درخواست نگرانی کی گئی ہے اور محکمہ معطلی نے حکم ۲ نومبر ۱۹۳۳ء یہ قرار دیا کہ فریق مدعیہ پر تعین نوٹس درست نہیں ہوئی۔ لہذا یہ ہدایت کی گئی کہ سلسلہ بحث اور جدید امور کی دریافت کو ساتھ ساتھ جاری رکھا جاوے۔ اور اگر کسی فریق کے حق میں التواء مقدمہ ضروری خیال کیا جاوے۔ تو دوسرے فریق کو اس فریق سے مناسب ہرجانہ دلایا جاوے۔ با تبار

ہوئی ہے۔ اس سے حسب ذیل تناجج اخذ ہوتے ہیں۔

مدعا علیہ کی یہ حجت درست نہیں پائی جاتی کہ وہ کبھی ریاست ہذا میں نہیں آیا بلکہ مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے جس کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے کوئی خاطر خواہ تردید نہیں کی گئی یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ مولوی الہی بخش کے یہاں آنے کے بعد اپنے مسکن واقعہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے سیدھا حدود ریاست ہذا میں مولوی الہی بخش والد مدعیہ کے پاس آیا۔ اور اپنی والدہ اور ہمیشہ گان کو اس کے ہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کے لیے حدود ریاست ہذا کے اندر مختلف مقامات پر پھرتا رہا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پھر مولوی الہی بخش کے پاس آکر ٹھہرتا رہا، اس کے بعد جب مدعیہ کے رخصتانہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو وہ ترک سکونت کر کے یہاں سے چلا گیا۔ اور غالباً صحیح یہی ہے کہ وہ مقدمہ ہذا دائر ہونے سے قبل ہی چلا گیا۔ کیونکہ خود مدعیہ نے عرضی دعویٰ میں اس کی سکونت بمقام میلسی درج کرائی ہے۔ چنانچہ اس پتہ پر جب سمن جاری کیا گیا تو مختار مدعیہ نے پھر ۱۱ اگست ۱۹۲۶ء کو منصفی احمد پور شرقیہ میں ایک درخواست پیش کی کہ مدعا علیہ کی سکونت گودھوئے میں بمقام میلسی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن اب مدعا علیہ یہاں احمد پور شرقیہ میں موجود ہے۔ پھر تعمیل نہیں ہو سکے گی۔ اب اس پتہ پر سمن جاری کیا جا کر تعمیل کرائی جاوے۔ چنانچہ اسی روز عدالت سے سمن جاری کیا جا کر مدعا علیہ کی اطلاع یابی کرائی گئی۔ مدعا علیہ کتابے کہ اسے وہاں دھوکے سے بلوایا گیا۔ لیکن یہ سوال چنداں اہم نہیں۔ وہ چاہے جس طرح احمد پور شرقیہ میں آیا یہ امر واقعہ ہے کہ سمن پر اس کی اطلاع یابی وہاں کرائی گئی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دائری دعویٰ کے وقت اس کی رہائش حدود ریاست ہذا کے اندر نہ تھی۔ لہذا اس بنا پر مدعا علیہ کی یہ حجت درست ہے کہ دائری دعویٰ کے وقت چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی عارضی یا مستقل سکونت نہ تھی۔ اس لیے یہاں اس کے خلاف دعویٰ دائر نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مدعیہ کی پھر یہ حجت ہے۔ کہ مدعا علیہ نے اپنا مذہب چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر تبدیل کیا ہے۔ اس لیے اسے مدعا علیہ کے تبدیل مذہب سے بناء دعویٰ پیدا ہوتی ہے۔ اور اس لحاظ سے مدعا علیہ کے خلاف یہاں دعویٰ درست طور پر دائر کیا گیا ہے۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب شیخ واہ ضلع ملتان میں قبول کیا تھا اور کہ ابتداءً وہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے شیخ واہ میں ہی گیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا ایک خط پیش کیا گیا ہے۔ جو ڈاک خانہ دنیا پور سے ۲۱ جنوری ۱۹۲۲ء کو خلیفہ صاحب ثانی کی خدمت میں بھجوا دیا گیا۔ اور جس پر بغیر کسی ولدیت۔ قومیت کے صرف عبدالرزاق احمدی لکھا ہوا ہے اس سے یقینی طور پر یہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے کہ یہ خط اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا تحریر شدہ ہے۔ شناخت خط کے بارہ میں مدعا علیہ کی طرف سے دو گواہان پیش ہوئے ہیں۔ جن میں ایک اللہ بخش بالکل نوعمر لڑکا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں مدعا علیہ کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت وہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھا کرتا تھا۔ شناخت خط کے بارہ میں پہلے تو اس نے یہ کہا کہ شاید وہ نہ پہچان سکے۔ لیکن پھر بیان کیا کہ وہ شناخت کرتا ہے۔ کہ خط مشمولہ مسل مدعا علیہ کا تحریر کردہ ہے۔ لیکن اول تو جس وقت یہ گواہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھنا بیان کرتا ہے۔ اس وقت خود اس کی اپنی عمر کوئی ۱۳-۱۴ سال کے

قریب ہوگی۔ عزیز اغلب ہے کہ اس عمر میں اس نے مدعا علیہ کی طرز، سخریہ کو بخوبی ذہن نشین کر لیا ہو۔ دوسرا وہ اس خط کی شناخت کے متعلق کوئی خاص وجوہات بیان نہیں کر سکا۔ علاوہ ازیں جب اس کی مذہب بیانی کو مد نظر رکھا جائے۔ تو اس کی شہادت بالکل ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے گواہ کی شہادت بھی سرسری قسم کی ہے اور اس پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں ۵-۶ سال رہا۔ لیکن وہاں کی سکونت ثابت کرنے کے لیے بھی اس کی طرف سے یہی اللہ بخش گواہ پیش ہوا ہے۔ دیگر گواہان صرف سماعی طور پر بیان کرتے ہیں کہ وہ لودھراں میں وہاں سے آیا تھا۔ لہذا اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے مسل پر جو مواد لایا گیا ہے۔ اس سے یہ قرار دینا مشکل ہے کہ مدعا علیہ اپنے موجودہ مسکن پر سکونت پذیر ہونے سے قبل شیخواہ میں رہتا تھا۔ اور کہ اس نے احمدی مذہب بھی وہیں اختیار کیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا جو خط پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق قابل اطمینان طریق پر یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ وہ اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا ہے ان تمام واقعات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدعا علیہ نے علاقہ لودھراں میں سکونت اختیار کرنے سے قبل جہاں پہلے سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ احمدی مذہب اس نے وہاں قبول کیا۔ مدعا علیہ حسب ادعا خود یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا کہ اس کی یہ سابقہ سکونت شیخواہ میں تھی۔ برعکس اس کے مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ اپنی موجودہ سکونت اختیار کرنے سے قبل حدود ریاست ہذا میں سکونت پذیر تھا۔ اس لیے مدعا علیہ کے اپنے بیان سے ہی یہ ثابت قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب حدود ریاست ہذا میں اختیار کیا۔ اور اس کی تائید مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے بھی ہوتی ہے۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ کا مذہب تبدیل کرنا چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی جائے سکونت موضع منڈویں وقوع میں آیا ہے۔ اس لیے اس بنا پر مدعیہ کو ضلع ہذا کے اندر بنائے دعوے پیدا ہوئی ہے۔ لہذا عدالت ہذا کو اس مقدمہ کی سماعت کا مکمل اختیار حاصل ہے۔

مدعا علیہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ اس کی چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر سکونت نہیں رہی۔ اس لیے عدالت ہذا کو اس کے خلاف سماعت مقدمہ ہذا کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعا علیہ نے گواہ بتدایہ غدراٹھیا پتھا۔ لیکن بعد میں عدالت ہائے اپیل میں جا کر اس نے اسے ترک کر دیا۔ اور شروع سے لے کر آخر تک وہ برابر اس کی پیروی کرتا رہا۔ اس لیے سمجھا جائے گا کہ اس نے عدالت ہذا کے اختیار سماعت کو قبول کر لیا تھا۔ اس لیے اب وہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس بارہ میں فیصد ۲۹-۱۸ میں کیسز صفحہ ۴۵۶ بطور رفرنس پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپیلیں چونکہ مدعیہ کی طرف سے ہوتی رہیں تھیں۔ اس لیے اسے اعتراض کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں مقدمہ چونکہ دوبارہ ابتدائی حیثیت میں عدالت ہذا کے زیر سماعت آ گیا ہے۔

اس لیے وہ اس سوال پر عدالت کو متوجہ کر سکتا ہے۔ مگر مدعا علیہ کی یہ عجت درست معلوم نہیں ہوتی کہ اسے اپیل میں یہ غدراٹھیا نے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ فیصلہ اس کے خلاف ہونا ممکن تھا۔ اس لیے اسے ہر پہلو سے اپنی جواہد کرنی چاہیے

تھی۔ اور گوکہ مقدمہ اب پھر ابتدائی حیثیت میں سماعت کیا گیا ہے۔ تاہم اس مقدمہ کے سابقہ مراحل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر اس حجت کو درست بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو چونکہ اوپر یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ مدعا علیہ کے تبدیل ہونے سے بناء دعوئے حدود ریاست ہذا میں پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے اس سوال پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور عدالت ہذا سے مدعا علیہ کے خلاف یہ دعوئے درست طور سماعت کیا گیا ہے۔

اس قرار داد سے ان تحقیقات میں سے پہلے دو کا جو ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو وضع کی گئی تھیں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ باقی تیسری تنقیح کے متعلق جو ڈگری ملک غیر کی بابت ہے صرف یہ درج کر دینا کافی ہے کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری کے روبرو یہ سوال کہ مدعا علیہ تبدیل مذہب کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ اور اس لیے مدعیہ اس کی منکوہ نہیں رہی۔ زیر بحث نہیں آیا اور نہ ہی پایا جاتا ہے۔ کہ اس عدالت کو یہ جتلیا گیا کہ اس نکاح کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا میں بھی مقدمہ دائر ہے۔ اس لیے سمجھا جائے گا کہ وہ فیصلہ صحیح واقعات پر صادر نہیں ہوا۔ اور ڈگری دھوکے سے حاصل کی گئی۔ لہذا وہ ڈگری بروئے ضمن (ب) و (۵) دفعہ ۱۳ ضابطہ دیوانی قطعی قرار نہیں دی جاسکتی اسی طرح دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی کا اطلاق واقعات مقدمہ ہذا پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر قرار دیا گیا ایک تو وہ ڈگری قطعی نہیں دوسرا وہ کسی عدالت واقع اندرون حدود ریاست ہذا کی صادر شدہ نہیں۔ اس لیے یہ تیسری تنقیح بھی بحق مدعیہ و برخلاف مدعا علیہ طے کی جاتی ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ فریقین چونکہ درحقیقت اپنی شہریت اور وطنیت کے لحاظ سے برٹش انڈیا سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور والد مدعیہ نے خود یا اس کے کسی گواہ نے یہ دعوئے نہیں کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے برٹش شہریت اور وطنیت چھوڑ چکا ہے۔ کیونکہ شہریت اور وطنیت کو ترک کرنے کے لیے لازمی ہے کہ یہ فعل علانیہ طور پر اور سبک الظہار کے بعد قانونی حیثیت سے کیا جاوے۔ اس لیے تا وقتیکہ یہ ثابت نہ ہو۔ ایسے نکاح تنازعہ کے متعلق قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ وہ نکاح جو اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جائز ہے۔ جہاں سے وہ منعقد ہوا۔ وہ ساری دنیا میں جائز اور درست ہے۔ اور کوئی دوسرے ملک کی عدالت اسے ناجائز قرار نہیں دے سکتی۔ اور پھر ایسے نکاح کی تینخ کے متعلق بھی قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ جس ملک میں ہر روز و عین کو وطنیت حاصل ہو۔ صرف وہیں کی عدالت تینخ کا مقدمہ سن سکتی ہے۔ اور اس قانون کی رو سے بیوی کی وطنیت وہی جگہ تصور ہوگی جہاں خاوند کی وطنیت ہو۔

فریقین کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس کا ما حاصل یہ ہے کہ فریقین اپنی ابتدائی برطانوی شہریت وطنیت پر قائم ہیں۔

گو حصول معاش کے لیے ایک فریق نے اپنی رہائش بہاولپور میں رکھی ہوئی ہے۔ مگر محض دوسری جگہ رہائش رکھنے سے اصل وطنیت کا ترک ہونا لازم نہیں آتا۔ مدعیہ کا نکاح علاقہ انگریزی میں ہوا۔ جہاں کہ مدعیہ کی بیان کردہ

وجہ امتداد کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس وجہ سے علاقہ انگریزی کے قانون کی رو سے یہ نکاح صحیح اور جائز ہے۔

لیکن مدعا علیہ کی بیعت اس لیے وزن دار نہیں۔ کہ اول تو یہ ثابت ہے کہ مولوی الہی بخش بہت مدت کے اپنے سابقہ مسکن سے ترک سکونت کر کے حدود ریاست ہذا میں رہائش پذیر ہے۔ اس کے کافی مدت کے بود و باش اور دیگر افعال سے یہ بخوبی اخذ ہوتا ہے کہ وہ حدود ریاست ہذا میں مستقل سکونت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس کا اپنے سابقہ مسکن پر واپس جانے کا ارادہ نہیں۔ کیونکہ اس بارہ میں جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں اب اس کا اپنا کوئی گھر موجود نہیں۔ مدعی چونکہ اس وقت نابالغ تھی اور بطور زوجہ مدعا علیہ کے حوالہ نہ کی گئی تھی۔ اس لیے اس کا اپنے والد کے ہمراہ یہاں چلے آئے اور اس کے ساتھ بود و باش رکھنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے بھی اب بٹل اپنے والد کے یہاں کی وطنیت اختیار کر لی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پایا جاتا ہے کہ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے مدعا علیہ کی زوجیت سے انکار کر دیا۔ اور یہ بیعت کی۔ کہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں اس کا جو نکاح مدعا علیہ سے ہوا تھا۔ وہ بوجہ امتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔ اس لیے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ مدعی کی وطنیت بھی اب وہی شمار ہوگی۔ جو کہ مدعا علیہ نے اختیار کی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ وہاں نہ بطور زوجہ اس کے ساتھ آباد رہی۔ اور نہ اب حقوق زوجیت کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ وہاں آباد ہونے کو آمادہ ہے۔ اس لیے لامحالہ یہ قرار دینا پڑے گا کہ مدعی نے بھی اب یہیں وطنیت اختیار کی ہوئی ہے اور اگر بضر حال مدعا علیہ کی اس بیعت کو درست بھی مان لیا جاوے تو بھی مدعا علیہ کا میاب نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس مقدمہ کی کاروائی یہاں بھی اس ضابطہ دیوانی کے تحت کی گئی ہے۔ جو علاقہ انگریزی میں جاری ہے۔ اور نکاح زیر بحث کا تصفیہ اسی شخصی قانون کے تحت کیا جا رہا ہے کہ جس کی رو سے قانون مروجہ علاقہ انگریزی کی رو سے تصفیہ کئے جانے کی ہدایت ہے یعنی بروئے شرع محمدی۔ اس لیے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ ریاست ہذا کا قانون جس کے تحت مقدمہ ہذا میں کاروائی کی جا رہی ہے۔ وہ برٹش انڈیا کے قانون سے مختلف ہے۔ ہاں قانون کی تعبیر کا سوال دوسرا ہے کسی قانون کی تعبیر اس قانون کا جزو شمار نہیں ہو سکتی اس لیے کسی عدالت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ کسی خاص قانون کی تعبیر وہی کرے جو دوسری عدالت نے کی ہے۔ تا وقتیکہ وہ اس کی ماتحت عدالت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر مختلف ہائی کورٹوں کی مختلف قرار داریں پائی جاتی ہیں۔ مقدمہ حال میں عدالت مصلحتی اجلاس خاص نے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو معاملہ زیر بحث کے متعلق قطعی نہ سمجھتے ہوئے قابل پیروی خیال نہیں کیا۔ اور عدالت مصلحتی کی یہ قرار داتا قانون بالکل درست ہے۔ اس لیے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ قانون بین الاقوامی کی اگر یہ سمجھا بھی جاوے کہ ریاست ہذا اور برٹش انڈیا کے مابین حاوی ہے۔ کوئی خلاف ورزی کی گئی ہے کیونکہ یہاں اسی قانون پر عمل کیا جا رہا ہے جو برٹش انڈیا میں مروج ہے۔ اور اگر وطنیت کو ہی معیار سماعت دعوے قرار دیا جاوے تو چونکہ مدعی کی وطنیت حدود ریاست ہذا کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس لحاظ سے بھی ریاست ہذا کی عدالتوں کو اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ لہذا یہ مقدمہ عدالت ہذا میں درست طور پر رجوع ہو کر زیر سماعت لایا گیا ہے۔

اور ان کے بعد اور کوئی نیابتی نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر زندہ ہیں۔ آسمان سے نزول فرماویں گے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی شریعت پر چل کر لوگوں کو راہ ہدایت دکھلائیں گے اور رسول اللہ صلعم کی شریعت پر چلنے کی وجہ سے امتی نبی کہلائیں گے۔

اب انیسویں صدی کے آخر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو مدعا علیہ کے پیشوا ہیں۔ ان روایات کی جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں میں مشہور چلی آتی تھیں یہ تعبیر کی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جو مسیح نامری تھے فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے واپس نہیں آنا۔ اور نہ ان کا واپس آنا بروئے آیات قرآنی ممکن ہے۔ اور نہ وہ نبی ہو کر امتی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ امتی نبی سے یہ مراد ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے کمال اتباع اور فیض سے ان کے کسی امتی کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔ اور اس تعبیر کے ساتھ انہوں نے اس درجہ کا اپنے لیے مختص ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید میں فریق ثانی کی طرف سے جو دلائل اور سندات و حیزہ پیش کی گئی ہیں۔ ان پر آگے بحث کی جائے گی۔ اب صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو صحیح تسلیم کر کے ان کی تعلیم پر چلنا شروع کر دیا ہے۔ انہیں لوگ مرزا صاحب کے ساتھ اور ان کے مسکن قادیان کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات مرزائی کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات قادیانی۔ اور قادیانی مرزائی کہنے سے ایک اور تعبیر بھی جاتی ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب کے تابعین کے دو فرقے ہیں۔ ایک لاہوری اور دوسرے قادیانی۔ لاہوری انہیں نبی نہیں مانتے۔ قادیانی انہیں نبی مانتے ہیں۔ اس لیے قادیانی مرزائی کہنے سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ وہ شخص جس کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے ان تابعین میں سے ہے۔ جو انہیں نبی مانتے ہیں۔ مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ پر اسی مفہوم کے تحت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

اس فرقہ کا تیسرا نام احمدی ہے۔ جس کے متعلق فریق ثانی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس جماعت کے امیر نے اپنی جماعت کے لیے تجویز کر کے گورنمنٹ سے اس جماعت کو موسوم کئے جانے کی منظوری حاصل کی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سند اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلعم کے اقوال کا مجموعہ ہیں۔ اب مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد اور نیابتی نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کے اعتقادات شرعاً درست نہیں ہیں۔ بلکہ کفر کی حد تک پہنچتے ہیں۔ اس لیے ان کو نبی تسلیم کرنے والا اور ان کی تعلیم پر چلنے والا بھی کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اور کسی سنی عورت کا نکاح جو قبل ازاں تداؤس کے ساتھ ہوا ہو۔ شرعاً قائم نہیں رہتا۔ اور اس اصول کے تحت مدعیہ کا نکاح مدعا علیہ کے قادیانی۔ مرزائی ہو جانے کی صورت میں اس کے ساتھ قائم نہیں رہا۔ لہذا ڈگری الفراق زوجیت دی جاوے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ قادیانی مذہب۔ مذہب اسلام سے کوئی مغائر مذہب نہیں ہے

بلکہ اس مذہب کے صحیح اصولوں کی صحیح تعبیر ہے۔ اس تعبیر کے مطابق عمل پیرا ہونے سے وہ خارج از اسلام نہیں ہوا۔ اس کا نکاح قائم ہے۔ اور دعویٰ مدعیہ قابل اخراج ہے۔

چنانچہ فریقین نے اپنے اپنے اس ادعا کے مطابق شہادت پیش کی ہے جس پر آگے بحث کی جائے گی بقصد ہذا میں ابتدائی تنقیحات جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ چاہے جس شکل یا جن الفاظ میں وضع شدہ ہیں۔ ان کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کا مفہوم بھی ہے۔ کہ کیا مدعا علیہ نے قادیانی یا مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور کیا اس مذہب میں داخل ہونے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ اور کیا اس صورت میں مدعیہ کا نکاح فرج سمجھا جائے گا۔ اس لیے ان تنقیحات کی ترمیم کے متعلق مدعا علیہ کے عذرات کو وزن دار خیال نہیں کیا گیا۔ اس لئے ان تنقیحات کے الفاظ میں کسی رد و بدل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور خصوصاً ان میں ترمیم کی ضرورت اس لیے بھی نہیں رہی کہ اگر مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق یہی صورت تنقیحات قائم کی جاوے۔ تو مسل پر اس قدر مواد آچکا ہے۔ کہ اس کی رو سے اس صورت میں بھی بحث کی جاسکتی ہے۔ اس سوال پر اب چنداں بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ کہ آیا مدعا علیہ قادیانی مرزائی ہے۔ یا نہ کیونکہ اس نے اپنے اعتقادات کی جو فہرست پیش کی ہے۔ اس میں اس نے صاف طور پر درج کیا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہے۔ اور ان پر وحی اور الہام بہرکت حضرت نبی کریم صلعم وارد ہوتے تھے۔ اس لیے اس سے یہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کے قادیانی متبعین میں سے ہے۔ اب بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا۔ یہ عقیدہ لفریب ہے اور اس عقیدہ کے رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے چلے گواہان ذیل مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ عباسیہ ہمال پور مولوی محمد حسین صاحب سکھ گوجرانوالہ۔ مولوی محمد شفیع صاحب منقنی دارالعلوم دیوبند۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری۔ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری۔ مولوی نجم الدین صاحب پروفیسر اور ٹیل کالج لاہور پیش ہوئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے دو گواہان مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد پیش ہوئے ہیں۔ ہر دو گواہان قادیانی مبلغین میں سے ہیں۔ ان جملہ گواہان کی شہادتیں کئی معاملات شرعی پر مشتمل ہیں۔ اور بہت طویل ہیں۔ ان کا اگر معمولی اختصار بھی یہاں درج کیا جاوے تو اس سے نہ صرف فیصلہ کا حجم بڑھ جائے گا بلکہ اصل معاملہ کے سمجھنے میں بھی الجھن پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے ان شہادتوں سے جو اصول اور دلائل اخذ ہوتے ہیں۔ وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں اور زیادہ تر دباڑہ علی کی ہدایت کے مطابق ان شہادتوں کی رو سے یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے یا نہ ماننے سے ایک شخص مرتد سمجھا جاسکتا ہے اور کہ کیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا نہ؟

مدعیہ کی طرف سے مذہب اسلام کے جو اہم اور بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ وہ سید انور شاہ صاحب

گواہ مدعیہ کے بیان میں مفصل درج ہیں۔ یہاں ان کا مختصراً اعادہ کیا جاتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول کو اس کے اعتماد پر باور کر لیا جاوے۔ اور کہ عیب کی خبروں کو انہماک کے اعتماد پر باور کر لینے کو ایمان کہتے ہیں۔ اور حق شناسی۔ یا منکر ہو جانے یا مکر جانے کو کفر کہتے ہیں۔ ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے یا تو اتر سے یا خبر واحد سے تو اتر سے کہتے ہیں کہ کوئی چیز نبی کریم سے ایسی ثابت ہوتی ہو۔ اور ہم تک علی الاطلاق پہنچی ہو کہ اس میں خطا کا احتمال نہ ہو۔ یہ تو اتر چار قسم کا ہے۔ تو اتر اسادی۔ تو اتر طبقہ۔ تو اتر قدر مشترک اور تو اتر توارث۔ تو اتر اسادی اسے کہا جاتا ہے۔ کہ جو صحابہ سے ہند صحیح مذکور ہو۔

تو اتر طبقہ اسے کہتے ہیں۔ کہ جب یہ معلوم نہ ہو۔ کہ کس نے کس سے لیا۔ بلکہ یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی سے سیکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا تو اتر۔

تو اتر قدر مشترک یہ ہے کہ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں۔ اس میں قدر مشترک متفق علیہ حصہ وہ حاصل ہوا جو تو اتر کو پہنچ گیا۔ مثلاً نبی کریم صلعم کے معجزات۔ جو کچھ تو اتر ہیں۔ اور کچھ خبر احاد ہیں۔ ان اخبار احاد میں اگر کوئی مضمون مشترک ملتا ہے۔ تو وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کی مزید تشریح مولوی مرتضیٰ احسن صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کی ہے کہ بعض ایسی احادیث جو باعتبار معنی اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں۔ اگر ان معنوں کو اتنی سندوں سے اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو۔ کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

تو اتر توارث اسے کہتے ہیں۔ کہ نسل نے نسل سے لیا ہو۔ اور یہ تو اتر اس طرح سے ہے۔ کہ بیٹے نے باپ سے لیا۔ اور باپ نے اپنے باپ سے۔ ان جملہ اقسام کے تو اتر کا انکار کفر ہے۔ اگر تو اترات کے انکار کو کفر نہ کہا جاوے۔ تو اسلام کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ ان متواترات میں تاویل کرنا۔ طلب بگاڑنا۔ کفر صریح ہے۔ اور متواترات کو تاویل سے پلٹنا بھی کفر ہے۔ کفر کبھی قولی ہوتا ہے۔ اور کبھی فعلی مثلاً کوئی شخص ساری عمر نماز پڑھتا رہے اور ۳۰ سال کے بعد ایک بہت کے آگے سجدہ کر دے۔ تو کفر فعلی ہے۔ کفر قولی یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ خدا کے ساتھ صفتوں میں یا فعل میں کوئی شریک ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کفر قولی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم (حضرت محمد مصطفیٰ) کے بعد کوئی اور نبیا پیغمبر آئے گا۔ کیونکہ تو اتر توارث کی ذیل میں ساری امت اس علم میں شریک رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اسی طرح کوئی شخص اگر اپنے مساوی سے کہہ دے۔ کہ کلمہ بکا۔ تو وہ کوئی چیز نہیں۔ استاد اور باپ سے کہے۔ تو اسے عاق کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کفر صریح ہے۔

نبوت کے ختم ہونے کے بارہ میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں۔ قرآن مجید اور اجماع بالفعل ہے۔ اور ہر نسل اگلی نے پچھلی سے اس کو لیا ہے۔ اور کوئی مسلمان جو اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس عقیدہ سے غافل نہیں رہا۔ اس عقیدہ کی تحریف کرنا۔ اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اسلام ہے شناخت

مسلمانوں کی۔ اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت ہیں۔ اسلام کی اگر اجماع کو درمیان میں سے اٹھا دیا جاوے۔ تو دین سے وہ گیا۔

جو دین محمدی کا اقرار نہ کرے۔ اسے کافر کہتے ہیں۔ جسے اندر سے اعتقاد نہ ہو۔ زبان سے کتا ہو اسے منافق کہتے ہیں۔ جو زبان سے اقرار کرتا ہو۔ لیکن دین کی حقیقت بدلتا ہو اسے زندیق کہتے ہیں اور وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ شدید کافر ہے۔

ازداد کے معنی یہ ہیں۔ کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جائے گا اور ایمان یہ ہے کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں۔ اور اس کا ثبوت بدیہات اسلام سے ہے۔ اور ہر مسلمان خاص و عام اُسے جانتے ہیں اس کی تصدیق کرنا۔

ضروریات دین وہ چیز ہیں۔ کہ جن کو خواص و عوام پہچانیں۔ کہ یہ دین سے ہیں جیسے اعتقاد و توحید کا۔ رسالت کا۔ اور پانچ نمازوں کا اور مثل ان کے اور چیزیں۔

شریعت کے اگر کسی لفظ کو مجال رکھا جا کر اس کی حقیقت کو بدل دیا جاوے۔ اور وہ معاملہ متواترات سے ہو تو وہ کفر صریح ہے۔ کفر و ایمان کی اس شرعی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ایک مسلمان بعض قسم کے افعال یا اقوال کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔

ختم نبوت کا عقیدہ بایں معنی کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے بعد کسی کو عمدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے ان اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھایا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے عہد سے لے کر آج تک سلا بعد سلا ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔

اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سے آیات سے اور احادیث متواتر المعنی سے اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور اس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے۔ اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔ اس میں اگر کوئی تاویل یا تخصیص نکالی جاوے۔ تو وہ شخص ضروریات دین میں تکرار کرنے کی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔

یہ اصول ہیں۔ جن کے تحت میں اور بھی ایسے بہت سے فروع موجود ہیں۔ جو مستقل موجبات کفر ہو سکتے ہیں۔

فریق ثانی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور بعد الموت پر اور تقدیر پر یقین رکھا جاوے۔ اور اسلام گواہی دیتا ہے۔ اس بات کی کہ سولے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اس کے رسول ہیں۔ اور نماز کا ادا کرنا۔ اور زکوٰۃ کا دینا۔ اور

رمضان کے روزے رکھنا۔ اور بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا اگر استطاعت ہو۔ اور جو شخص زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے۔ تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے۔ اگرچہ وہ فرائض اور محرمات سے بے خبر ہو۔ اور اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض اور محرمات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں۔ ان پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندہ کا اظہار کیا جاوے اور جو شخص ان اعمال صالحہ کا پابند ہو۔ کہ جو قرآن مجید میں ایک مومن کا طفرائے امتیاز قرار دیئے گئے ہیں تو وہ شخص مومن اور مسلمان ہے۔

یہ باتیں ایسی ہیں کہ جو ارکان اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کے جزو ایمان ہونے میں فریقِ مدعیہ کو بھی کوئی کلام نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان باتوں پر فریقِ ثانی کا عقیدہ ان اصولوں کے تحت جو فریقِ مدعیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ دیگر عام مسلمانوں کا۔ یا کہ اس سے مختلف۔ کیونکہ مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعوے بھی کرے لیکن ان کی ایسی تاویل اور تخریف کر دے کہ جس سے ان کے حقائق بدل جائیں۔ تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔

مدعیہ کی طرف سے دین اسلام کے ثبوت کے متعلق جو بنیادی اصول اور قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا گیا۔ حالانکہ تو اترا و اجماع کے اصولوں کو خود ان کے پیشوا۔ مرزا غلام احمد نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ ایک دوسری کتاب انجام آتم میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کے زیادتی کرے۔ یا اس میں سے کمی کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ یہ میرا اعتقاد ہے۔ اور کتاب از التلاوہ بام صغیرہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ تو اترا کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ اور تو اترا اگر عزیز قوموں کا بھی ہو تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔ مدعیہ کے گواہان کے بیان کردہ اصول اور قواعد کے مقابلہ میں مدعا علیہ کے گواہان نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں۔ ہم آنکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے فتاویٰ اور اقوال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں اور مخالفت کو چھوڑیں کہ جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید کے واقعی طور پر خلاف ثابت کر دے۔ تو اس کا قول محبتہ ہوگا۔ اور کہ اگر کوئی شخص کسی فن کا امام ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی بات کسی دلیل کے ساتھ ثابت کر دے۔ تو وہ مان لی جائے گی۔ صحابہ بھی تفسیر میں غلطی کرتے تھے یہ بیان مولوی جلال الدین صاحب شمس گواہ مدعا علیہ کا ہے۔ اس کا دوسرا گواہ بیان کرتا ہے کہ کوئی شخص جو کلام کرتا ہے اس کلام کے معنی وہی بہتر

سمجھتا ہے۔ اور اس کلام کے معنے جو وہ بیان کرے گا یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگی۔ اور کہ گواہ مذکور کے نزدیک قرآن مجید کے سوا اور کوئی چیز مسلم نہیں۔ سوائے اس کے کہ جو قرآن مجید سے تطابق رکھتی ہو۔ اور جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے وہ خود تطابق کر سکتا ہے۔ اور میرے لئے قرآن شریف کی مطابقت دیکھنے کے لیے میرے واجب الاطاعت اماموں کی بیان فرمودہ مطابقت یا میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔ اور کہ ہر وہ بات جس کی تائید قرآن شریف سے نہیں ہوتی۔ اور قرآن شریف کی تصدیق یافتہ احادیث نبویہ سے بھی جس کلام کی تصدیق نہیں ہوتی۔ یا اماموں کے ایسے اقوال کہ جن اقوال کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اور مصنفین کی کتابیں جن کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ وہ مجھ پر حجت نہیں ہیں اور کہ قرآن کی تفسیر کے لیے کسی خاص شخص کی تعین نہیں۔ کہ وہ جو معنے کرے گا۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ اس کو مانا جاوے۔ اور اس کے خلاف معنے کو رد کیا جاوے۔ اگر صحابہ سے کوئی صحیح تفسیر ثابت ہو جائے جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہو۔ اور صحیح مرفوع متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔ زبان عربی کی بھی کوئی تصریح ان معنوں کے خلاف نہ ہو۔ وہ بہر حال مقدم ہوگی۔ اور اس کے خلاف معنے کرنے والے کو محض اس لیے کہ وہ ان معنوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خاطی نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک کہ قرآنی تصریح کے خلاف معنے نہ کئے جاویں۔ صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کہ انہوں نے کی ہے یا کسی ہے۔ یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کو ثابت شدہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ ان تک روایت پہنچتی ہے۔ تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کی صحیح نصوص کے مطابق ہو۔ عربی زبان کی سند ساتھ رکھتی ہو۔ دیگر احادیث میں بھی تائید رکھتی ہو۔ تو صحابی کی تحقیق سے مقدم ہے۔ ان شرائط کے بغیر اگر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے۔ اگر وہ پیش کرنے والا خدا کی طرف سے ملہم اور مامور نہیں ہے۔ کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق قرآن پاک کی تصریحات سے ہو چکی ہو۔ بلکہ عام شخص ہے۔ تو اس کی ذاتی رائے اور پیر کی شرائط سے علیحدہ کر کے صحابی کی بیان کردہ تصریح سے سننے والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہوگی کہ اسے راجح سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مطابقت میں صحیح قرار دینے والا خود مختار ہے کہ وہ اپنے استدلال کی رُو سے اُسے مطابق قرار دے۔ یا تصریح کے لحاظ سے مطابق قرار دے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر دو فریق کے بیان کردہ اصولوں میں سے معقولیت کس میں ہے۔ ایک تو اپنے دین کی بنیاد چند منظم اصولوں پر کہ جن کو قدامت کی قوت حاصل ہے۔ قائم کر کے اسے بطور ایک ضابطہ اور قانون کے پیش کرتا ہے۔ دوسرا اسے ایک کھلونا بنا کر ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ دین کو ایک مستقل لائحہ عمل سمجھا جاوے۔ اسے ہر لمحہ و ہر آن تغیر تبدیل کا تحمل قرار دیتے ہوئے ایک بازیچہ اطفال بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک ہر شخص اس بات کا اہل اور مجاز ہو سکتا ہے کہ وہ جب چاہے بلا روک ٹوک اپنے اجتہاد کی بنا پر ایک نیا رستہ نکال کر اس پر چلنا شروع کر دے۔ اور نہ کسی صحابی۔ نہ کسی امام۔ نہ کسی بزرگ۔ نہ کسی دوسرے

ماہرین کی کوئی پروا نہ کرے۔ بلکہ شایع کرے جس قول کو وہ درست سمجھے۔ اور اس کا معنی جو وہ قرار دے۔ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اسے کوئی گرفت کرے تو فوراً اپنے قول کی کوئی تاویل گھڑ کر پیش کر دے۔ اور چونکہ وہ تاویل مقدم سمجھی جائے گی۔ اس لیے کوئی بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور بیچارہ گرفت کرنے والا منہ کی کھا کر چپ ہو جائے گا۔ اس اصول کے تحت نہ صرف کسی دین کی بلکہ کسی قانون کی کوئی حقیقت نہیں رہتی کیونکہ اس قسم کی وسعت ہر اس ضابطہ میں کہ جس کا اجراء بطور قانون مقصود ہو متصور ہو سکتی ہے۔ اور اس صورت میں اس پر کبھی بھی عملدرآمد نہیں ہو سکتا اور وہ محض لفظ ہی لفظ رہ جاتا ہے۔

اگر ان اصولوں کو جو فریق ثانی کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں بروئے کار لایا جاوے۔ تو دین نہ صرف دین کہلائے گا جانے کا بھی مستحق نہیں رہتا۔ بلکہ ایک مضحکہ انگیز چیز بن جاتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ اس میں کوئی یکسانیت پیدا کی جاسکے ہر شخص انفرادی حیثیت سے اپنی منشاء کے مطابق اپنے لیے ایک علیحدہ دین بنا سکے گا۔ مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے دعوئے سے قبل دین اسلام جن باتوں پر قائم تھا۔ اب کوئی ان کی اصلیت اور بنا نہیں رہی۔ اور اب بناءً صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے اقوال و عقائد پر ہی ہے کیونکہ فریق ثانی کے نزدیک اب ان اصحاب کے سوانہ کسی پہلے صحابی کی۔ نہ امام کی۔ نہ بزرگ کی کوئی بات مقدم اور صحیح ہے۔ بلکہ جو کچھ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء نے کہا ہے۔ اور لکھا ہے۔ وہی درست ہے۔ اور ان کی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب حجت نہیں ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا دین اس دین اسلام سے مختلف ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعوئے سے قبل مسلمان سمجھتے آئے ہیں۔ اس لئے مدعیہ کی طرف سے بجا طور پر کہا گیا ہے کہ مذہب کے لحاظ سے ہر دو فریق میں قانون کا اختلاف ہے۔ اور مدعیہ کی طرف سے بھی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان اصولی اختلاف بھی ہے۔ اور فروعی بھی۔ اور سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ بیان کرتے ہیں کہ احمدی مذہب والے نے مہات دین کے بہت سے اصولوں کو تبدیل کر دیا ہے۔ اور بہت سے اسماء کا مسٹی بدل دیا ہے۔ آگے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

اب وہ عقائد بیان کئے جاتے ہیں کہ جن کی بناءً پر فریق ثانی کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مرتد اور کافر ہے۔ اس ضمن میں اہم وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہے۔ اس لیے یہ دکھانا پڑے گا کہ مرزا صاحب کے اعتقادات کیسے ہیں۔ اور کیا وہ نبی ہو سکتے ہیں یا نہ۔ اور ان کو نبی ماننے سے کیا قباحت لازم آتی ہے۔ اور کیا ان کے اقوال ایسے ہیں کہ ان کی بناءً پر انہیں مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے ان کے اتباع سے مدعا علیہ کو بھی مستلزم نہیں سمجھا جاسکتا۔

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے ان اصولوں کے تحت جو ان کے بیان کے حوالہ سے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں چلے جو بات ایسی بیان ہیں کہ جن کی بناءً پر ان کے نزدیک مرزا صاحب باجماع اُمت کا فاجر و مرتد قرار دینے جاسکے ہیں

اور جن کی وجہ سے ان کی رائے میں ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجود سخت اختلاف خیال اور اختلاف مشرب کے ان کے کفر و ارتداد اور ان کے متبعین کے کفر و ارتداد پر متفق ہیں۔

- ۱- ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوت منقطع ہو۔ اس کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔
- ۲- دعوتِ نبوتِ مطلقہ و تشریحیہ۔
- ۳- دعوتِ وحی اور اپنی وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔
- ۴- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔
- ۵- آنحضرت صلعم کی توہین۔
- ۶- ساری اُمت کو بجز اپنے متبعین کے کافر کہنا۔

تقریباً یہی وجوہات دیگر گواہان مدعی نے بھی بیان کی ہیں۔ اب ذیل میں حسبِ بیانات گواہان مذکور ان وجوہات کی تشریح درج کی جاتی ہے۔

امور نمبر ۱ تا ۳ ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ لہذا ان پر جو بحث کی گئی ہے وہ یکجا درج کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مرزا صاحب کے حسبِ ذیل اقوال پر جو ان کی مطبوعہ کتب میں موجود ہیں اعتراض کیا گیا ہے۔

۱- اوائل میں میرا بھی یہ عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی ام مہری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا حقیقت الوحی صفحہ نمبر ۱۲۹، ۱۵۰۔

۲- الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا کہ یہ خدا کا فرستادہ۔ خدا کا مامور۔ خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہتی ہے۔ (انجام اتہم صفحہ ۶۲)

۳- مجھے اپنی وحی پر ویسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توراہ۔ انجیل اور قرآن مجید پر۔ اور کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی ظلمات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سُسن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں گا۔

۴- میں اس پاک وحی پر ویسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰)

۵- ہاں یہ نبوتِ تشریحی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوتِ نبوت کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ صمیمہ حقیقت النبوت صفحہ ۲۷۲۔

۶- اگر کہو کہ صاحبِ شریعت انفرآ کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ کہ ہر مفری۔ تو اول تو یہ دعوتِ نبوت بلا دلیل ہے۔ خدا نے

افترا کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگا۔ پس اس تعریف کی رُود سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی۔

اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں۔ تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الَّذِي الْوَضَحْتِ الْاَلَا وُكُلِي الْاَلَا صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوسٰى یعنی قرآنی تعلیم تو راقہ میں بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے۔ جس میں باستیفاء امر و نہی کا ذکر ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر تورات اور قرآن مجید میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ عرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)۔

۷۔ اس کتاب کے حاشیہ صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہیں۔ اور نہی بھی۔ اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے۔ فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ ایک لہام کی یہ عبارت ہے۔

(اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے۔ جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔)

اب دیکھو خدا نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو نو کشتی قرار دیا ہے۔ اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔ جس کے کان ہوں سنے۔)

۸۔ نبی کے حقیقی معنوں پر عجز نہیں کیا گیا۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بڑا چہ وحی نہر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا تبع ہو۔ بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس اُمت کو آنحضرت کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جاوے۔ وہ دین۔ دین نہیں۔ نہ وہ نبی۔ نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے۔ جو یہ سکھاتا ہے۔ کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے۔ اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔ اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مثبتہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدائی آواز ہے۔ یا شیطان کی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۸)

۹۔ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

۱۰۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا۔ کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اور تو ہی اس کتبت کا مصداق ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی - الخ اعجاز احمدی صفحہ ۷ .

۱۱- میں صرف پنجاب کے لیے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح

کی واسطے مامور ہوں۔ (حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۲)

۱۲- یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان

ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے سوا جس

قدر علم و محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الہی میں شان اعلیٰ رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز

ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ حاشیہ (تربیاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

۱۳- حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۳ پر عبارت ذیل جادنی آئیل و اشارے کے تحت ایک نوٹ ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ اس

جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لیے بار بار رجوع کرتا ہے۔

۱۴- غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے

پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔

پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق

نہیں ہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔

۱۵- حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں کہ جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے

ہوں۔ (ازالۃ الالہام صفحہ ۲۲۱)

۱۶- حقیقت الوحی میں ایک وحی بالفاظ ذیل درج ہے۔ مُحَمَّدٌ سُوْلُ اللّٰهِ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس

وحی میں میرا نام مُحَمَّدٌ رکھا گیا۔ اور رسول بھی۔

۱۷- حقیقت الوحی صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ مگر ظلی نبوة جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک

باقی رہے گی۔

۱۸- کتاب حق الیقین صفحہ ۱۰۲ پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علماء کو نبوة کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

قرآن کریم میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف۔ لام پڑے ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت

لانے والی نبوة (اب بند ہو چکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا۔ وہ کافر ہے۔

ان حوالہ جات سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ وہ بالفاظ مولوی مرتضیٰ احسن صاحب گواہ مدعیہ ذیل میں درج

کئے جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب اور ان کے تمام تابعین کا یہ عقیدہ ہے

کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبوة تشریحی کا دروازہ بند ہے۔ آپ کے بعد جو نبوت تشریحی کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر اور

اسلام سے خارج ہے۔ قول میں مرزا صاحب نے اپنی تشریحی نبوت کا کھلے الفاظ میں دعوے کیا ہے۔ اور اس میں

چند باتوں کی تشریح مرزا صاحب نے خود فرمائی۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس کی وحی میں امر بانہی ہو۔ جس نے اپنی امت کے لیے کوئی قانون مقرر کیا ہو۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا صاحب اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کافر ہو گئے۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف فرما دیا ہے کہ وحی میں جو حکم ہو یا نہی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم نیا ہو۔ بلکہ اگر پہلی شریعت کا بھی حکم اس کے پاس نہ لیا وحی کے آئے تو بھی یہ صاحب شریعت ہونے کے لیے کافی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بہت سی وحی وہ بیان کی ہے جو کہ آیات قرآنی ہیں۔ اس لیے وہ بھی مرزا صاحب کی شریعت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے اس شبہ کا بھی جواب دیدیا کہ صاحب شریعت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شریعت میں نئے احکام ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی۔ اب اگر شریعت جدید کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب نئے احکام ہوں۔ تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اور رسول اللہ صلعم صاحب شریعت نبی ہیں۔ ویسے ہی مرزا صاحب بھی صاحب شریعت نبی ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف کر دیا۔ کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شریعت کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام اوامر و نواہی ان شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام و نواہی قرآن مجید، جہی مذکور نہیں مگر تمام احکام قرآن مجید میں مذکور ہوتے۔ تو یہ اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مدعی نبوت ایک امر و نہی کا بھی دعوے کرے اگرچہ وہ امر و نہی پرانی ہو۔ تو وہ نبی صاحب شریعت کہلایا جائے گا۔ اور اس میں اور رسول اللہ صلعم میں باہم معنی کچھ فرق نہیں کہ یہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔

یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ اگر کسی نبی کو خدا کا بھی حکم آوے۔ کہ تجھ کو ہم نے نبی کر کے بھیجا ہے۔ اور تو لوگوں پر اس حکم کی تبلیغ کر اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانے گا۔ وہ کافر ہے۔ تو وہ نبی بھی صاحب شریعت اور نبی تشریحی ہو گیا اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو نبی حقیقی ہے۔ اور جو نبی شرعی ہے۔ اس کے لیے نبی تشریحی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے مرزا صاحب اپنی تحریروں اور اس اقرار کے مطابق کافر ہوئے اس کے علاوہ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میری کشتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے۔ جو اس میں ہوگا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور جو ایسا نہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کی شریعت کا نیا حکم ہے۔ جس نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا۔ مرزا صاحب نے ایک نیا حکم یہ بھی دیا ہے کہ ان کی عورتوں کا نکاح عزیز احمدیوں سے جائز نہیں۔ یہ بھی حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔

(یہ نتیجہ جو الہ کتاب انوار الخلفۃ مرتبہ مرزا محمود صاحب صفحہ ۹۳۔ ۹۴ اخذ کیا گیا ہے۔)

مرزا صاحب کی شریعت میں ایک نیا حکم اور یہ بھی ہے۔ جو تمام اسلام کے خلاف ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرما کر یہ حکم فرمایا ہے کہ جو کوئی چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے گا۔ وہ میری بیعت

سے خارج ہے۔ اور بیعت سے خارج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور کافر ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ کے لیے بھی خدانے یہ حکم نہیں دیا۔ کہ اگر تین ماہ تک کوئی زکوٰۃ نہ دے۔ تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ یہ حوالہ مرزا صاحب کے ایک فرمان سے جو لوحِ ہدیٰ میں قادیان سے ۵ مارچ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی دیا گیا ہے اس فرمان کے چیدہ چیدہ الفاظ حسبِ ذیل ہیں۔

مجھے خدانے بتلایا ہے کہ میری انہی سے پیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں..... ہر ایک شخص جو مرید ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کر دے.... جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا..... وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا..... اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔

اس کے آگے گواہ مذکور آیت ماکان محمد اباحد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب کوئی نبی آپ کے بعد نہیں۔ تو کوئی رسول بھی آپ کے بعد بطریقِ اولیٰ نہیں۔ کیونکہ رسول نبی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو نبی ہو وہ رسول بھی ہو۔ اور اس کی تائید میں احادیث متواترہ ہیں۔ جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ایسی احادیث کا انکار کرنے والا ویسا ہی کافر ہے۔ جیسا کہ قرآن کا انکار کرنے والا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہے۔ وہ قرآن کا منکر ہو کر بھی کافر ہوا۔ اس کی تائید میں انہوں نے چند ائمہ دین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اور ان سے یہ دکھلانا چاہا ہے۔ کہ احادیث متواترہ میں یہ خبر درج ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقامِ نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور افترا پر دراز ہے۔ دجال اور گمراہ کرنے والا ہے اگرچہ شعبہ بانی کرے۔ قرم قرم کے جادو اور طلسم اور نیزنگیاں دکھلائے اور کہ جو شخص دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ اور پھر ان حوالہ جات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں یقینی ہے۔ اور اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ کتاب اور سنت سے ثابت ہے اور آپ کے بعد کوئی کسی قرم کی نبوت میں نبی نہ بنے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس کا منافی نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں۔ خاتم الانبیاء کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ اپنے عموں سے کسی نبی کو نبوت آپ کے بعد نہیں مل سکتی۔ اس کی تائید میں چند دیگر آیات قرآنی اور احادیث بھی پیش کی گئی ہیں جن کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اور ان کا حوالہ دیا جا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ انکارِ ختم نبوت۔ کفر اعدا نبوت بھی کفر اور ادعا و وحی بھی کفر ہے۔ البتہ ایک شخص کا یہاں حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس پر آگے مدعا علیہ کے جواب کے وقت بحث کی جاوے گی۔

وہ حدیث بایں مطلب ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری مثال اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے۔ اس شخص کی سی ہے کہ جس نے ایک مکان تعمیر کیا۔ اور بہت اچھا اور بہت خوب صورت

اس کو بنایا۔ مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہی۔ لوگ اس مکان کو دیکھتے ہیں۔ اور تعجب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ اس کو کیوں پُرنہ کر دیا گیا۔ سو میں ہوں وہ اینٹ اور میں ہوں۔ خاتم النبیین۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ تعمیر بیت نبوت جو ابتدائے آفرینش سے ہوئی تھی۔ وہ بدول سرور عالم صلعم کے ناقص تھی۔ سرور عالم کے وجود باوجود سے وہ مکمل ہو گئی۔ اور بیت النبوة سے کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ اب اگر کوئی اینٹ ہوگی تو وہ بیت النبوة سے نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہوگا۔ تو خدا نے جو نبوت کا گھر تعمیر کیا ہے۔ وہ اس کا جزو نہیں ہو سکتی۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۵ اسے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ رسول اس کو کہتے ہیں۔ جس نے احکام و قواعد دین جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ اگر مرزا صاحب نے احکام و قواعد اس ذریعہ سے حاصل نہیں کئے۔ تو دعویٰ نبوت جھوٹ ہوا۔ اور جھوٹا مدعی نبوت بالفاق کافر ہوتا۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۱۳ اسے مولوی نعیم الدین صاحب گواہ مدعی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے پر جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے۔ مدعی ہیں۔ اور صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنی شان نبوت و رسالت کا سکھ جانے کے لیے تمام خصوصیات نبوة و لوازمات رسالت کو نہایت جزم اور وثوق کے ساتھ اپنی ذات کے لیے ثابت کرنے میں کسر نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت دوسرے مقربان بارگاہ الہی سے ممتاز ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر بھی نزول جبرئیل ہوا کرتا ہے۔ اور ان کے وحی والہام قطعی و یقینی ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب بھی اپنے وحی کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی طرح قطعی کہتے ہیں۔ یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں۔ جو سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اصحاب شریعت کے اور کسی دوسرے مقرب بارگاہ الہی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی تھے۔ اور اپنے آپ کو اس معنی میں نبی اور رسول ظاہر کرتے تھے۔ جس معنی میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔ گواہان مدعی نے خود مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے بھی یہ دکھلایا ہے۔ کہ وہ خود قبل از دعویٰ نبوت یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور کہ آپ آخری نبی ہونے کے معنوں میں خاتم النبیین ہیں (چنانچہ از الہ الامام کے صفحہ ۲۱۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ نبی کیونکر آ سکتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی دیواروں میں اس کو آنے سے روکتی ہے آگے اس کتاب کے صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں۔ لیکن وحی نبوة پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی اور کتاب حمامۃ البشریٰ میں آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ... خَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور ہمارے نبی صلعم کے بعد اگر کسی نبی کے ظہور کے مجوز نہیں گے تو نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کو کھولنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی

آسکتا۔ مالا نیک آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اور نبی آپ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہزار ہا سال کے گزرنے کے بعد کسی ایسی حالت کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ جس میں دین کی تکمیل ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو دین کی تکمیل اور اس کے کمال سے فراغت کا سلسلہ بالکل غلط ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ جھوٹی خبر ہوگئی۔ اور خلاف واقع ہوگئی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ کے حوالہ سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب بھی پہلے دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کافرین کے ساتھ مل جاؤں۔ ازالۃ الاہواہم صفحہ ۲۲۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون قرآن مجید سے تو ارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے جو امر مستلزم محال ہے۔ وہ محال ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ تحریر فرمایا۔ کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا۔ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش کوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا۔ اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا۔ اور شائع کر دیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا۔ کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی توفوت ہو چکا۔ اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۸۵)

ایک اور جگہ کتاب حقیقت النبوة صفحات نمبر ۲۶۵، ۲۶۶ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو حقیقت خاتم النبیین تھی۔ مجھے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے عمر ختمیت ٹوٹی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بوجہ آیت وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَتَايَلِكُمْ حَقُوْبٌ اِيْهُوَ بروزی طور پر وہی خاتم النبیین ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا آگے لکھتے ہیں۔ کہ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔ اور یہ بروزی خدا کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ پھر لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ بروز محمدی جو قیوم سے موعود تھا۔ وہ میں ہوں۔ اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی ہے۔ اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست پا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے۔ کہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے

ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ہیں پہلے تمام انبیاء و نسل تھے۔ نبی کریم کے خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے نسل ہیں۔ اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ نسل اور بروز کے الفاظ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ مراد ان سے حقیقت کا بلکہ نبوت ہے۔

ان تصریحات سے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ کا یہ استدلال ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبوی سے اپنی نبوت کے لیے جو دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ محض لاطائل اور بے معنی استعی ہے کیونکہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے لکھے وقت اور اس سے تئوں پہلے اپنی قرآن دانی اور حکم فہمی کے مدعی تھے۔ اگر ان کو اس سے پہلے قرآن کی رو سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا۔ تو بعد میں قرآن کی کوئی آیت اتری یا نبی کریم صلعم کی کوئی حدیث پیدا ہوئی جس کی بنا پر مرزا صاحب نے نبوت کا اعادہ کیا۔ خاتم النبیین کی آیت اور **الیوم اکملت لکم** کی آیت اس وقت بھی قرآن میں موجود تھیں یہ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہیں۔ اور اوامر و نہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادعا ئے نسخ سے پناہ لے کر کوئی تاویل کی جاوے تو اوامر و نہی ہی میں جاری ہو سکتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ اور متفق علیہ ہے۔ پھر کیونکہ از روئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادعا نبوت میں صادق کہہ سکتے ہیں۔

ختم نبوت کے معنی کو جبیا کہ عام عقیدہ ہے۔ مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ اور اپنے کلام میں اس طرح اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن صرف اپنی خوش خیالی کو باقی رکھنے کے لیے بے محل اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی کوشش کی ہے۔

اگے وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے بعد بروزی طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خود انہی کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی تریاق القلوب کے صفحہ ۲۹۹ حاشیہ پر لکھتے ہیں ”مگر مہدی محمود بروزات کے لحاظ سے بھی دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے“ اس کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں۔ اور اگر احادیث نبویہ کو بغور دیکھا جاوے۔ تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے لیکن یہ قول اس حالت میں صحیح پڑتا ہے۔ جب مہدی معبود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جاوے۔ اس حوالہ سے مرزا صاحب کا بروزی اور ظلی نبی ہونے کا دعوے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد جو شخص اپنے لیے ادعا نبوت کرے۔ یا کسی دوسرے کو نبی مانے تو وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کافر۔ مرتد۔ اور خارج از اسلام ہے۔ اس کی تائید کہ ظلی اور بروزی الفاظ محض الفاظ ہی ہیں اور کہ دراصل مرزا صاحب کی مراد حقیقی نبوت سے

ہے۔ مرزا صاحب کے صاحبزادے بشیر محمود صاحب کی ایک تحریر سے ہوتی ہے۔ جو اخبار الفضل مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء کے حوالہ سے مدعیہ کے گواہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے نقل کی ہے۔ اور جو بالفاظ ذیل ہے ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری وجیوں میں حضرت اسماعیل۔ حضرت ادریس علیہم السلام کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی خدا کے آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے۔ کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگ جائیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت ہم دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ پھر لکھا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور کہیں بردوزی اور ظلی نبی نہیں کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔ اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے۔ اور جو نبیوں کی شان ہے۔ اس کو ان الہامات کے تحت کریں گے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ الفاظ انکساری اور تواضع کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔ ورنہ ان کے معنی مراد نہیں ہیں۔ مرزا صاحب جہاں اپنے آپ کو بردوزی یا ظلی یا مجازی نبی کہتے ہیں اس کا مطلب صرف حقیقی نبی سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح خلیفہ دوم اخبار الفضل مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء مہینہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ کی سطر (۱) میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کو نبی اللہ تسلیم نہ کرنا۔ اور آپ کو امتی قرار دینا۔ یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت کو جو سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا ہے۔ اور اُمتوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔

ختم نبوت اور انقطاع وحی پر مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک اور دلیل پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جس کی توجیہ یہ ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ یہ ابتداء وحی اور آغاز وحی ہے۔ اس کے بعد ہم نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف سے یہ پتہ لیتے ہیں۔ کہ آیا سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یا نہ ہو اب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ **وَإِنَّا نَحْنُ وَإِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَإِذَا جِئْنَا نَوْحًا وَإِسْرَاهِيمَ وَأَوْهَبْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمُ النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور ذریت ابراہیم میں بھی بھی ابھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔ دوسری بات اس سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ نبوت کا صرف اور صل اول ابراہیم ہی ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے۔ کہ اللہ عز اسمہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں دو شعبہ قرار دیئے ہیں۔ ایک "اسحاق" جن میں پہلے نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت انبیاء ان میں آئے۔ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ دوسرے "بنی اسماعیل" جن میں آنحضرت صلعم تک کوئی نبی نہ آیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت

جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ولقد اتینا موسیٰ الكتاب وقفینا من بعدہ بالرسول اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور کئی ایک رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ لفظ "الرسول" سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے۔ تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ آیا بکثرت انبیاء ابھی آئیں گے؟ یا کیا ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وَ اِذْ قَالَ عِيسٰی ابْنُ مَرْیَمَ . . . الخ** خداوند سبحانہ تعالیٰ نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ "اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول تمہاری طرف ہو کر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات جو خدا کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خوشخبری دیتا ہوں۔ ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آئے گا۔ نام اس کا احمد ہوگا۔ قرآن کریم نے اس سے پہلے رسل کے لفظ سے عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی۔ اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اس کے نام سے مشخص۔ اور معین فرمایا۔ یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ احمد صلعم پر نبوت کو ختم کر رہا ہے۔ اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا۔ اس کو بدل کر ایک خاص معین مشخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم کا زمانہ آتا ہے۔ تو ہم قرآن سے پوچھتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یا بند ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کریم فرماتا ہے **ما کان محمد ابا احد من رجا لکون رسول الله و خاتم النبیین** یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی۔ اور آنحضرت صلعم پر اگر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت مثیل سابق ایسی اطلاع دی جانی ضروری تھی۔ جیسا کہ پہلے دی گئی۔ ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ بات معلوم ہوتی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔

اس ضمن میں دو احادیث کا حوالہ جو گواہ مذکور نے دیا ہے۔ اور دیگر گواہان مدعیہ کے بیانات میں بھی موجود ہے۔ دیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فریق ثانی کے جواب میں یہ حدیثیں بحث طلب ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا۔ تو دوسرا نبی آ جاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفہ ہوں گے۔ پس بہت ہوں گے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جنگ یتبوک پر جاتے ہوئے۔ آپ نے جب حضرت علی کو اہل بیت کی نگرانی کے لیے چھوڑا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ غمگین اور غمگینوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر نبوت آنحضرت کے بعد تشریحی یا غیر تشریحی جاری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

کو رسول اللہ صلعم لاجنبی بعد ہی کہہ کر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔ گواہ مذکور نے قرآن مجید سے عظیم نبوت کی ایک اور یہ دلیل بھی پیش کی ہے۔ کہ سورہ آل عمران پارہ تیسرا کی آیت اَمَّا بَا لَلّٰہِ وَا مَا اَنْزَلَ الِیْکَ اور اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی وہ زمانہ ماضی میں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ جو آنحضرت سے پہلے ہو چکے ہیں اور کسی ایسے نبی کے لیے ایمان لانے کی تاکید نہیں کی جو آپ کے بعد ہو۔ اگر نبی آنحضرت صلعم کے بعد آنے والا ہوتا۔ تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ سورہ بقرہ کی ایک اور آیت وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اَنْزَلَ الِیْکَ... میں بھی خداوند تعالیٰ نے انہیں کو ہدایت پر قائم رہنے والا اور ”مفلحون“ فرمایا ہے۔ جو آنحضرت کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ ہر جگہ وحی کے ساتھ لفظ قبل کو لایا ہے تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرت صلعم سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے سورہ سبا پارہ نمبر ۲۲ کی آیت وَمَا اَرْسَلْنَاکَ الَّا کَافًا لِّلنَّاسِ... الخ سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ متقی بننے کے لیے صرف ان چار چیزوں کی ضرورت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی ہے جو آنحضرت صلعم کی طرف نازل کی گئی۔ دوسری وہ جو آپ سے

پہلے لوگوں پر نازل کی گئی۔ اگر آنحضرت صلعم کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور ارتقاء کی مدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی یہاں ذکر فرمادیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور نئی بات کی یا نبی وحی کی متقی بننے کے لیے حاجت نہیں۔ اور نہ ہی اس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر انسانوں کی نجات کا دار و مدار ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مرزا صاحب کی ایک اور تحریر بہت واضح ہے۔ جس کا ذکر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب ”ازالہ ابہام“ کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ یا قبول کرنا پڑے گا کہ خدا نے تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لازم نبوت سے الگ کر کے۔ اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں منقطع ہیں۔ اسی طرح صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آیا۔

بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے۔ جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے۔ کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے۔ اور عزت جبرئیل گار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم۔ صلوة اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے۔ تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کھلائے گا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ صرف اتنا کہا جائے گا۔ کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی۔ اور کبھی جبرئیل نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ وہ مسلوب

النبوت ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیں گے۔ تو یہ طفلانہ خیال سنہنی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں۔ اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم النبوت کا منافی ہے۔ کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی۔ تو پھر تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر خداوند تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے۔ کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالہ ہمارے نبی صلعم کے بعد سرگرم نہیں آسکتا۔ اس سے مدعیہ کی طرف سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کہ کوئی نبی مطیع یعنی امتی نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب مرزا صاحب نبی ہوئے تو انہوں نے اس وحی کی اتباع کی۔ جو ان پر نازل ہوئی۔ یا قرآن کی۔ اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی مرزا صاحب کافر کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع کرنی چاہیے تھی۔ اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی۔ تب بھی کافر کیونکہ قرآن کو پھوڑا۔ کتاب ازالہ الادہام مرزا صاحب کے دعویٰ کے کچھ عرصہ بعد تحریر ہوئی۔ اور اس وقت تک وہ خاتم النبیین کئے ہی معنے سمجھتے رہے۔ جو ساری دنیا نے سمجھے۔ اور ایک نبی کا آنا اور ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام کا اترنا اور ایک فقرہ کہنا۔ کہ تم قرآن کا اتباع کرو۔ یہ سب چیزیں مرزا صاحب کے نزدیک ختم النبوت کے مخالف تھیں۔ اور اس سے مہر نبوت ٹوٹی تھی۔

ہر صدی میں کم از کم ایک مجدد آتا ہے۔ ان کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں جو لوگوں سے غلطی ہو گئی ہے اس پر لوگوں کو تائب کریں۔ اور بالخصوص ایسے امواد اور عقائد کی نسبت کہ جن سے انسان کافر ہو جائے۔ علاوہ انہیں اُمت میں بے شمار اولیاء۔ ابدال اقطاب گذرے اور تمام صحابہ کرام ان میں سے کسی نے خاتم النبیین کے یہ معنے انہیں کئے۔ جو مرزا صاحب نے اب بیان کئے ہیں۔ اس لیے جو معنے ختم النبوت کے اب تجویز کئے ہیں جس کی بناء پر نبوت کا جاری رہنا اور وحی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے۔ اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو۔ وہ مذہب مرزا صاحب کے نزدیک لعنتی اور شیطانی مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔

اس بناء پر اگر یہ معنے صحیح ہیں تو جب تک مرزا صاحب کا مذکورہ بالا عقیدہ رہا۔ مرزا صاحب بھی کافر ہوئے۔ اور ان سے پہلے جتنے مسلمان اس عقیدہ پر گذرے وہ سب کے سب کافر ہوئے۔ اور اگر مسلمانوں کا اور مرزا صاحب کا عقیدہ سابقہ صحیح تھا۔ تو پہلے لوگ تو مسلمان اور مرزا صاحب اس عقیدہ کے بدلنے کے بعد کافر ہو گئے۔ یہ نتائج مولوی مرتضیٰ صاحب کے بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ آگے وہ یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ جو امر مستلزم محال ہے۔ وہ محال ہوتا ہے۔ اس سے اگر مراد محال عقلی ہے۔ تو اس کا انشاء ناجائز

ہے۔ بالخصوص تیرہ سو برس تک جبکہ صحابہ تابعین۔ ائمہ مجتہدین اور ائمہ فقہائے۔ کہ جنہوں نے عقلی امور کی بال کی کھال نکال دی ہے۔ اور اگر مجال سے مراد شرعی ہے۔ تو وہ بھی محض نہیں رہ سکتا۔ بالخصوص اتنے زمانہ تک اور اتنے علمائے متبحرین پر۔ اور مجددین پر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا اس کلام کے لکھنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ کوئی جدید یا قدیم نبی آہی نہیں آسکتا۔ علمائے اُمت نے جو مسئلہ ختم النبوت پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور جس آیت کے معنی لکھے ہیں اور وہ معنی مرزا صاحب کے مسلمات میں سے ہیں۔ وہی سچی ہیں۔ اور اب جو اس معنی سے انکار کرے وہ کافر اور بے شک کافر ہے ایک اور کتاب حوامتہ البشریٰ کے صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں۔ کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے۔ ظاہری پر حمل کرے۔ اس واسطے کہ یہ آیت ما کان محمد ابا احد... الخ خاتم النبیین کے مخالف ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کی استثناء نہیں کی۔ اور پھر اس خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفضیل فرمائی لاجب بعد ہی سے جو سمجھنے والوں کے لیے بیان واضح ہے۔ اور اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا بعد بند ہونے کے کھل جائے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے۔ حالانکہ وحی منقطع ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اس کا اعتقاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ اور خاتم الانبیاء وہ بنے نہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ خاتم الانبیاء کی تفسیر بغیر کسی استثناء کے رسول اللہ صلعم نے اس کلام میں فرمائی کہ لاجب بعد ہی۔ اور معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کی تفسیر لاجب بعد ہی ہے۔ اور خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں کسی نبی بروزنی ظلی وغیرہ کی قید نہیں۔ اور اب لاجب بعد ہی کا یہ معنی لینے کہ اس سے مراد خاص وہ نبی ہے جو مستقل نبی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر اس نے نبوت حاصل کی ہو۔ کیونکہ یہ معنی مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلط ہیں اور اب یہ معنی کرنے ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ مرزا صاحب خاتم کے یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم مہر ہیں۔ اور آپ کے منظور کرنے سے نبی بنتے ہیں۔ کتاب حقیقت النبوة صفحہ ۲۶۶ حصہ اول ضمیمہ منبر لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلعم کی نبوت محمد صلعم تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلعم ہی نبی رہا۔ نہ کوئی اور۔ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی اس سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ میں آئینہ بن گیا ہوں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اور مجھ میں تصویر اترا آئی ہے۔ رسول کریم صلعم کی اس سے مہر

نبوت نہ ٹوٹی۔ یہ تمسخر ہے خدا اور خدا کے رسول صلعم کے ساتھ۔

اب باقیماندہ وجوہات تکخیر میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین کے بارہ میں گواہان مرعیہ کے بیانات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مرزا غلام احمد صاحب کی حسب ذیل تحریروں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلائہ کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں۔

لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سچی بنی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی یہ نہیں سنگایا۔ کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمانی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا۔ یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں میں سے کچھ لیا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں سچی علیہ السلام کا نام ”حضور“ رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

حاشیہ صمیمہ انجام اتم صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشینگوئی نام کیوں رکھا، کہ آگے حاشیہ صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ اس صفحہ پر آگے کہتے ہیں کہ ”میر نے نزدیک آپ کی یہ حرکات جلتے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے۔ اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ آگے ہے کہ ”یہ بھی یاد رہے۔ کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی“ صمیمہ انجام اتم صفحہ ۷ کے حاشیہ پر ہے۔ کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظور پذیر ہوا۔ آگے لکھتے ہیں کہ ”آپ کا کبجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کبجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے“ آگے ہے کہ ”سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

یہ گالیاں سیورج کا نام لے کر صمیمہ انجام اتم میں درج کی گئی ہیں۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک سیورج اور مسیح ایک تھے۔ کیونکہ مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور سیورج بھی کہتے۔ اسی طرح اپنی کتاب حاشیہ کشتی نوح صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب سے نقصان پہنچا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے۔ اے مسلمانوں تمہارے نبی صلعم تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے“

حاشیہ صمیمہ انجام اتم صفحہ ۵ پر ہے۔ جن جن پیشینگوئیاں کا اپنی ذات کی نسبت توراہ میں پایا جاتا ہے ان کے بیان فرمایا۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔

حاشیہ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں ”اور نہایت شرم کی بات ہے کہ اپنے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب ”طالمود“ سے چڑا کر لکھا ہے۔ اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے۔ کہ گویا میری تعلیم ہے“ آگے ہے کہ آپ کے حقیقی بھائی آپ کی ان حرکات سے آپ سے سخت ناراض رہتے تھے۔ اور ان کو یقین تھا۔ کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے“

کتاب ست پچن صفحہ ۱۵۹ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ ”یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے۔ کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا“

ضمیمہ انجام اتم حاشیہ صفحہ ۶ پر ہے کہ ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حقیقی بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا! اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷ پر ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیرہ کو اچھا کیا ہو۔ یا کسی ایسی بیماریوں کا علاج کیا۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے۔ اور اس تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو۔ تو وہ معجزہ آپ کا نہیں ہے۔ بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھوں میں سوائے مکرو فریب کے اور کچھ نہ تھا اسی کتاب ضمیمہ انجام اتم کے حاشیہ صفحہ ۹ پر آگے مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ ”خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی۔ کہ یسوع کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص تھا کہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا۔ اور آنے والے نبی کے مقدس وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متبرک اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلے مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں“

اور کتاب ست پچن صفحہ نمبر ۱۵۵ پر لکھتے ہیں۔ اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بڑے کام کئے۔ ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب سے قتل کرایا۔ اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اس کی جو رو کو منگوایا۔ اور اس کو شراب پلائی۔ اور اس سے زنا کیا۔ اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا۔ اعجاز احمدی صفحہ ۴۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشینگوئیوں کو غلط قرار دیا گیا ہے ازلتہ الادہام صفحہ ۱۲۷ کے حاشیہ پر درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال تک بخاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ کشتی نوح صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ مریمؑ کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کئے تھے ہیں کہ برخلاف تعلیم تو رات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور

تعدا داندواج کی کیوں بناء ڈالی گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے۔ نہ قابلِ اعتراض ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۱۳ پر مرزا صاحب مولویوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ”اس سے زیادہ تر قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشینگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں“

دافع البلاء صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح کے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ ”جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ دوسو شیطانی ہے۔ کہ کہا جائے کہ کیوں تم اپنے تئیں مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہو“

مولوی انور شاہ صاحب نے لفظ یسوع کی اصل یہ بتائی ہے کہ یہ دراصل عبرانی لفظ ہے۔ اور عبرانی میں ایشوع بمعنی نجات دہندہ تھا۔ ایشوع سے یسوع بنا اور زبانی عربی میں آ کر لفظ عیسیٰ بنا۔ اور یہ تعریب قرآن سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۲۸ پر لکھتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریقِ عملِ ترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور ہو و لہب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔ کیونکہ عملِ ترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔

ان عبارات سے یہ نتائج نکالے گئے ہیں کہ مرزا صاحب یہ بخوبی جانتے تھے۔ یسوع مسیح ایک ہی شخص ہے جیسا کہ ان کی اپنی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے یسوع کے نام سے جو کچھ کہا ہے۔ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے بعض فقرات عیسیٰ یا دیگر کے جوابات میں الزامی صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ تو یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان فقرات میں اس قسم کے الفاظ کہ ”حق بات یہ ہے“ وغیرہ وغیرہ الزامی جوابات نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب کی اپنی تحقیق کا نتیجہ شمار ہوں گے نیز دافع البلاء کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام کو ”حضور“ نہ کہنے کے لیے مذکورہ بالا قصے مانع تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی جو عالم الغیب ہے۔ یہ بات محقق تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیوب موجود ہیں۔ اس لیے اس کا نام ”حضور“ نہ رکھا۔ اور جو گالیاں مرزا صاحب نے پہلے ”انجامِ تہم“

میں عیسیٰ علیہ السلام کو دمی تھیں وہی یہاں مذکور ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی اور راست گوئی کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ اور قرآن نے ان کی شان میں کہا ہے کہ دجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین رسولوں کو دنیا میں صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی شان المعاد کریں۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کے معجزات کو سمریزم کہا ہے۔ حالانکہ سمریزم اقسام سحر اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے۔ کہ جس کا کسی پاکباز نیک آدمی کے ساتھ اختصاص نہیں کیا جاسکتا۔ بہر خلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے۔ اور پھر ایسے معجزات کو جس کو قرآن کریم نے نہایت شان اور عظمت سے ذکر فرمایا ہے۔ عمل ترب یا سمریزم کہنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو معجزات ثابت کئے گئے ہیں ان کو آج تک تمام علمائے اہل سنت اور عامۃ المسلمین قبول کرتے رہے۔ مرزا صاحب نے ان کو سمریزم وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک رختہ اندازی فرمائی۔ ان کا عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح توہین کرنی ایک وجہ کفر ہے چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب صمیمہ ”چشمہ معرفت“ صفحہ ۱۸ پر جو عبارت بالفاظ ذیل: ”شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے..... تا موجب نزول غضب الہی درج کی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور کسی نبی کا اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی“

اس کی تائید میں منجانب گواہان مدعیہ چند سندات۔ قرآن احادیث اور اقوال بزرگان پیش کئے گئے ہیں۔ جن کی یہاں تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف مختصراً یہ درج کیا جاتا ہے۔ کہ سید نور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ سب اور ناسزا کہنا۔ پیغمبروں کو اور ظن کہنا۔ سرچشمہ ہے۔ جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ گمراہیوں کا۔ اور ہر کفر اس کی شاخ ہے اور کسی نبی کی ادنیٰ توہین کرنا بھی کفر ہے۔ اور کہنا کلمہ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے ناسزا کہنا نبی کریم کو یا تنقیص کی۔ مسلمان ہو یہ شخص یا کافر۔ سزا اس کی قتل ہے اور علماء نے کہا ہے۔ کہ تعریض کرنا خدا کی سب کا یا رسول کی سب کا ارتداد ہے۔ اور موجب قتل ہے۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ علماء نے جب توراہ اور انجیل محرف سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے۔ ان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں۔ مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نالائق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کفر اور اسلام کا فرق ہے۔

مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام سے بھی افضل کہا ہے اور کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲ پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے“ اور یہ کہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ کتاب ازالتہ الادیام جلد اول صفحہ ۶۹

سے مرزا صاحب کا ایک اور شعر نقل کیا گیا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔

۵ ایک مہم کہ حسبِ بشارات آدم عیسیٰ کجا است تا بند پانچم
مولوی انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے یہود اور نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی کی ہے۔ اور ایک حرف موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کا اشارہ یا کنایتہ نہیں فرمایا۔
اب اس عنوان توہین انبیاء کے دوسرے ہیڈنگ پر گواہان مدعیہ کے پیش کردہ دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

توہین انبیاء کے تحت گواہان مدعیہ نے یہ دکھلایا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی توہین کی ہے۔ بحوالہ کتاب حقیقت النبوة صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶ مرزا صاحب کے اس قول سے کہ میں بروزی طور وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا۔ پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت ملنے سے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آنے کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب اور سرور عالم صلعم ایک ہوں جو عقلاً اور نقلاً باطل ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق تناسخ معاذ اللہ مرزا صاحب ہوئے۔ تو تناسخ کفر۔ اور اگر یہ معنی ہیں۔ کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے تو یہ ایسی باطل بات ہے۔ کہ دنیا جانتی ہے کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہو سکتا تو اب مرزا صاحب کا ہی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا نہیں ہے اگر بضرع محال یہ مان لیا جائے۔ کہ سایہ اور ذی سایہ ایک ہوتا ہے تو رسول اللہ صلعم ظل اللہ ہیں اور اس طرح وہ نعوذ باللہ عنین خدا ہیں اور مرزا صاحب عین محمد صلعم ہیں تو اس سے صاف یہ نتیجہ ہے۔ کہ مرزا صاحب عین خدا ہوئے۔ اگر ظل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو ایسی ظلیت تمام دنیا کو حاصل ہے۔ بہر حال مرزا صاحب کا دعویٰ اتحاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔

مرزا صاحب کے اس قول سے کہ ”تمام کمالات متفرق ہو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں..... نبی کریم کے ظل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بروزی اور ظلی نبوت کوئی کم باگھٹیا درجہ کی نبوت نہیں۔ کیونکہ ظل اور بروز کے لفظ سے یہ دھوکا پڑ سکتا تھا۔ کہ مرزا صاحب کی مراد یہ ہوگی۔ کہ آئینہ میں جیسے کسی شخص کا عکس پڑتا ہے اسی طرح مرزا صاحب میں بھی کمالات محمدیہ اور نبوت کا عکس پڑا ہے۔ مگر مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ کسی شخص کا عکس جو آئینہ میں ہے۔ اس ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب کی اس عبارت نے اس شبہ کو ایسا صاف اور حل کر دیا ہے۔ کہ شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ مرزا صاحب کا لفظ

ظل عکس اور بروز کا ہے۔ مگر مراد ہے۔ حقیقت کا ملکہ نبوت۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں۔ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت میں ظل تھے۔ اور باوجود اس ایک صفت میں ظل ہونے کے وہ مستقل نبی صاحب شریعت تھے اور حقیقی نبی تھے۔ اور مرزا صاحب تمام صفات میں ظل ہیں۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب تمام نبیوں سے بڑے تھے۔ اور یہ ایک بہت بڑا کفر ہے۔ مرزا صاحب بار بار تحریر کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی نبوت براہ راست اور میری نبوت فیض محمدی کا اثر ہے۔ ان کا یہ قول بھی غلط ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ جب ہر ایک نبوت ان کے نزدیک آپ کا فیض تھا۔ اس طرح مرزا صاحب کی نبوت بھی آپ کا فیض ہے۔ لہذا یہ فرق کرنا بھی باطل ہوا۔

مرزا صاحب کے ایک اور قول سے جو تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۳۴۹ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور جو بالفاظ ذیل ہے۔

غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسی طرح ابراہیم نے اپنی خواہ طبعیت اور ولی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ سپر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا۔ اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ:

(الف) اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ سرور عالم صلعم کوئی چیز نہیں رہتے اور آپ کا تشریف لانا بعدیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہ دور ہیں۔ گویا اصل ابراہیم علیہ السلام رہے اور آئینہ رسول اللہ صلعم ہوئے۔ اور چونکہ ظل اور صاحب ظل میں مرزا صاحب کے نزدیک عینیت ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمد کہتے ہیں۔ تو جب محمد صلعم بروز ابراہیم علیہ السلام ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ اس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں۔ اور نہ ان کی نبوت کوئی مستقل شے ہے۔

(ب) رسول اللہ صلعم ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے۔ اور خاتم النبیین آپ ہوئے۔ کہ خاتم بروز اور ظل ہونا ہے۔ صاحب ظل اور اصل نہیں ہوتا۔ اس طرح مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بروز ہوئے۔ تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آنحضرت صلعم۔

(ج) جب رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اور مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ہوں گے نہ کہ آنحضرت میں۔ یہ باطل اور بے معنی ہے۔

اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ آنحضرت صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضول ہے اسلام میں جنم کا عقیدہ کفر ہے۔ اور یہ ہے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک مجازی اور ظلی اور بروزی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بہن

کے سلسلہ میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعی نے حسب ذیل مزید واقعات بیان کئے ہیں۔
 کسی کے توہین کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یا تو اس میں کوئی عیب جسمانی ظاہر کیا جائے یا کسی بد اخلاقی کے
 ساتھ اس کو متم کیا جائے۔ یا کسی کے لقب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے
 لئے دعوے کیا جائے۔ یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کہی جائے۔ جس سے اس کی دل آزاری
 ہو۔ چنانچہ چند آیات قرآنی جن میں اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی پاک محمد صلعم کو چند مراتب اور مقامات عالیہ سے
 مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اوپر چرچاں کرے تو لامحالہ رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی
 سمجھی جائے گی چنانچہ آیات ذیل۔

آیت سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۚ الخ

جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا۔

دوسری آیت تَسْرُدُنِي فَتَدُلِي الخ

جس میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جو قرب الہی جناب رب العزۃ سے حاصل ہوا تھا۔ یا بقول دیگر
 جبرئیل علیہ السلام سے ہوا ذکر ہوا ہے۔

وآیت إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الخ

وآیت قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ الخ

وآیت إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَةَ الخ

مرزا صاحب نے اپنے اوپر نازل ہونی بیان کی ہیں۔ اور مقام محمود کو بھی اپنے حق میں تجویز کیا ہے۔ اور
 ان اشعار میں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔ کسی نبی کی استثناء نہیں کی گئی۔ ہمارے نبی کریم بھی انبیاء کی جماعت
 میں داخل ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ دوسرے شعر
 کے مصرع ثانی میں اپنی فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں ”اسماں سے کئی
 تخت اترے پر تیسرا تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔ اس میں بھی رسول اللہ صلعم کی توہین ہے۔

مرزا صاحب کتاب تحفہ گوٹوہ کے صفحہ ۶۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ مثلاً کوئی شریہ النفس ان تین ہزار معجزات کا
 کبھی ذکر کرے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ سے ظہور میں آئے۔ اور برابرین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ ان چند سطروں میں
 جو پیشینگوئیاں ہیں۔ وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہوں گے۔ اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے
 ہیں۔ جو اول درجہ پر خرق عادت ہیں، ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے معجزات کو
 تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات دس لاکھ۔ کیونکہ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم
 پر اپنی کتنی بڑی فضیلت بیان کی۔ اس قسم کی توہین کو توہین لزومی کہا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ عبارت

اس لیے نہیں لائی گئی کہ تنقیض کرے۔ مگر وہ عبارت صادق نہیں آتی۔ جب تک تنقیض موجود نہ ہو۔ مذکورہ بالا عبارات میں اس قسم کی تنقیض پائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں مرزا صاحب کا ایک قول حقیقت الٰہی صفحہ ۱۳۶ سے نقل کیا گیا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ ہاں اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا۔ کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھلائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلائے ہوں کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ پر مرزا صاحب کا ایک شعر ہے۔ جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتا ہے "لہ خسف القمر المیزان لی" جس کا یہ مطلب ہے کہ اس لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لیے چاند اور سورج کا۔ اس میں شق القمر کے معجزہ کو چاند گرہن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور شق القمر کا انکار ہے۔ زیادہ تر توہین لفظ لہ کے استعمال اور طرز خطاب سے اخذ کی جاتی ہے۔ جس سے صاف طور پر تقابل دکھا کر اپنی فضیلت دکھائی گئی ہے۔

اس صرح خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱ (حاشیہ سطر نمبر ۲ کے ایک مقولہ سے ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام کی توہین کی گئی ہے۔ اور اس میں جو یہ الفاظ درج ہیں کہ یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح موعود شیطان کو شکست دے گا یہ بالکل خلاف واقع جھوٹ ہے۔ قرآن شریف میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔ اشعار محمولہ بیان مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ حسب ذیل ہیں۔

داؤاں جام رامرا بتمام	آنکہ دادا دست بر نبی راجام
من بر عرفان نہ کمترم زکے	انبیاء گر پیر بودہ اندبے
بر کہ گوید دروغ ہست ولین	کم نیم زان ہمہ بروے یقین

اور جو مضمون ان اشعار میں ادا کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ کی طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرق مراتب کا ہے۔ اور جو پیغمبر افضل ہے۔ وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ وہ کسی دوسرے سے افضل ہے۔ اور نبی کریم صلعم نے اپنی اہمیت کو یہ پہنچایا ہے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ اور ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو۔ کفر صریح ہے۔

پھٹی و تہ تکفیر میں مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب ازلتہ الاولیاء کے صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ "تو اتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ اور تو اتر اگر غیر قوموں کا ہو۔ تو وہ بھی قبول کیا جائیگا۔ پھر اس کے ساتھ اگلے صفحہ پر جو کچھ لکھتے ہیں اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف

لانے کی پیشینگوئی ایسی متواتر پیشینگوئیوں سے ہے جو خیر القرون میں تمام ممالک اسلام میں پائی گئی تھی۔ اور مسلمات میں سے سمجھی گئی۔ اور یہ اول درجہ کی پیشینگوئی ہے۔ جس کو سب نے قبول کر لیا تھا۔ اور جس قدر صحاح میں پیشینگوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ مگر اس کے بعد جب مرزا صاحب کو اس پیشینگوئی کا انکار مطلوب ہوا۔ تو انہوں نے یہ کہا۔ کہ یہ بہت بے ادبی کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ یہ نہیں ہے۔ مگر شرکِ عظیم۔ یہ عقیدہ حیات کا مسلمانوں میں نصرانیوں سے آیا ہے۔ پھر اس عقیدہ کو نصاریٰ نے بہت مال خرچ کر کے مسلمانوں میں شائع کیا۔ شہروں میں اور گاؤں میں اس وجہ سے کہ ان میں کوئی شخص عقلمند نہ تھا۔ اور پہلے مسلمانوں سے یہ قول نہیں صادر ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ معذور ہیں۔ اللہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ لوگ گنہگار تھے۔ مگر قصداً نہ تھے اور خطا کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطا کر دے تو اللہ اس کی غلطی کو معاف بھی کرتا ہے۔ ہاں جن کے پاس امام آیا۔ حکمِ مینات کے ساتھ اور جس نے رشد کو گمراہی سے ظاہر کر دیا۔ اور پھر بھی انہوں نے اعتراض کیا۔ وہ لوگ ماخوذ ہوں گے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو شرک نہیں بلکہ شرکِ عظیم فرماتے ہیں۔ اور وعدہ الہی کے مطابق منشاء آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک۔ الخ۔ الخ۔ شرک کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول کی بناء پر ساری اُمت گمراہ تھی۔ اور ساری اُمت مشرک و کافر تھی۔ اور جو شخص تمام اُمت کو گمراہ اور کافر کے۔ وہ خود کافر ہونا ہے مرزا صاحب کے اس قول سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا ہے۔ کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر وقعت نہیں رہ سکتی۔ جبکہ یہ ثابت بھی ہو گیا۔ کہ یہ عقیدہ بطریقِ تواتر تمام ممالک اسلام میں پھیل گیا تھا۔ اور سب نے قبول بھی کر لیا۔ اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی برائی کی اطلاع نہ ہوئی۔ اگر مرزا صاحب تشریف نہ لاتے۔ تو جیسے پہلی ساری اُمت معاذ اللہ شرکِ عظیم میں مبتلا تھی۔ آگے اسی طرح۔ شرکِ عظیم میں مبتلا رہتی اور ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اور شخص مجدد یا رسول اللہ صلعم کا بروز بن کر۔ ۲۰۔ ۲۵ اور شرک ثابت کر دے۔ تو حسبِ قرآن اور حدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے۔ کہ شرکِ عظیم کا اس میں تیرہ سو برس تک پتہ نہ لگا۔ تو پھر اس مذہب کا کیا اعتبار رہے گا۔

چنانچہ مرزا صاحب ایک اور استفتاء صہیبہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ جو شخص بالقصد اس کا خلاف کرے۔ اور یہ کہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہے۔ پس ان لوگوں میں سے ہے۔ کہ جو قرآن کے کافر ہیں۔ ہاں جو لوگ مجھ سے پہلے گذر گئے وہ اپنے اللہ کے نزدیک معذور ہیں۔“

دوسری کتاب دافع البلاء میں صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ ”ہم نے سنا ہے۔ کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں کہ تا کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں۔ اور دوبارہ اتار کر

خاتم الانبیاء نادیں۔ بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔ افضل جلد ۳ نمبر ۳ مورخہ ۲۹۔ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۷ پر درج ہے۔ پس ان معنوں میں مسیح موعود جو آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت کی بعثت ثانی اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔

اس ضمن میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک وجہ کفر یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانان عالم کو جو ان کی جماعت میں داخل نہیں خواہ وہ ان کو کافر کہیں یا نہ کہیں۔ اور بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ۔ خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کرتا ہے۔ وہ کس طرح خود کفر کی زد سے بچ سکے گا۔

ان وجوہ تکفیر کے علاوہ مرزا صاحب کے حسب ذیل اعتقادات بھی عامۃ المسلمین کے اعتقادات کے خلاف بیان کئے گئے ہیں۔

مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے معنی جو مسلمان اب تک سمجھتے تھے۔ اس معنی پر قیامت نہیں ہونے کی۔ قرآن میں جو نفع صورت آیا ہے نہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی کوئی نفع صورت ہے۔ اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ بلکہ اس سے مراد مرزا صاحب کا تشریف لانا ہے۔ قیامت کے متعلق جتنی آیات قرآن مجید میں ہیں اور حقیقی احادیث میں ہیں ان تمام امور کا انکار ہے۔ صرف لفظوں کا انکار نہیں۔ مگر جن معنوں سے قرآن اور حدیث قیامت کو بیان کرتے ہیں۔ ان چیزوں کا انکار ہے مردوں کا قبروں سے اٹھنا جو بہت سی آیات میں مذکور ہے اس کا بھی انکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ گواہ مدعیہ نے مرزا صاحب کے چند دیگر اقوال بھی خلاف شریعت بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

مثلاً مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۲۴، ۲۵، ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ "میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا۔ اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔ اور خدائی والوہیت میرے رگ و ریشہ میں گھس گئی۔ اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین۔ نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا پھر میں نے کہا کہ انا زینا السماء الدنیا بمصباح پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو کچھ میں سے پیدا کریں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے آپ کو خالق بنا ادا کر کے۔ کوئی شخص جب خدائی دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو خالق جانے تو وہ اسلام سے مردت ہو جاتا ہے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھے فرمایا۔ کہ تو مجھ سے بہتر لڑ میرے فرزند کے ہے۔ اسی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔ کبھی خطا کروں گا۔ کبھی ثواب کو پہنچوں گا۔ اس سے خدا کو غلطی کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے زمین و آسمان ہمارے ساتھ اسی طرح تمہارے ساتھ بھی ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی طرح اپنے آپ کو حاضر ناظر جانا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تو جس چیز کو نانا چاہے۔ پس کن کہہ دے۔ وہ ہو جائے گی۔ البشری جلد دوم صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں۔ جاکتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ جس طرح میں ازلی ہوں۔ اسی طرح تیرے لیے بھی میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں۔ اور تو بھی ازلی ہے۔

توضیح المرام کے صفحہ ۶۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود عظیم ہے کہ جس کے بشمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے۔ کہ تعداد سے خارج اور لانا نہا عرض و طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود عظیم کی تاریں بھی ہیں۔ جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ اور کش کا کام دے رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خداوند تعالیٰ کو تیندوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کتاب ضمیرہ تریاق صفحہ ۳۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ نئی زندگی بہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھلائے جائیں نئی زندگی انہی کو ملتی ہے۔ جن کا خدا نیا ہو۔

اس سے مرزا صاحب نے خدا کو حادث بتلایا۔ اور یہ عقائد وہ ہیں۔ جو مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے متعلق رکھے ہیں۔ اور ان سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ ان دلائل کے علاوہ مدعیہ کی طرف سے چند نظائر مثل مسیلمہ کذاب وغیرہ کے بھی پیش کی گئی ہیں۔ کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اور اس بنا پر انہیں قتل کیا گیا۔ ان کی زیادہ تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس تمام بحث سے جو اوپر بیان ہوئی۔ حسب ذیل نتائج برآمد کئے گئے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت شرعیہ تشریح کیا۔ جو بافاق امت اور بافاق مرزا صاحب کفر ہے۔
مرزا صاحب نے اپنے کلام میں شریعت کی تشریح بھی کر دی ہے۔

- ۲۔ مرزا صاحب نے اقرار فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے۔ اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا اس لئے کافر ہوئے۔
- ۳۔ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آسکتا۔ اور اس کو قرآن کا انکار کرنا بتلایا ہے۔ لیکن پھر خود دعویٰ نبوت کیا۔
- ۴۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا آپ کا خاتم الانبیاء ہونا۔ خاتم النبیین اور لانا نبی بعدی“ سے ثابت ہے۔ اور پھر اس کے بعد یہ کہا۔ کہ جو ایسا کہے کہ آپ کے بعد نبوت نہیں آسکتی۔ وہ خود کافر ہے اس لیے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔
- ۵۔ مرزا صاحب نے جو از نبوت کو رسول اللہ صلعم کے بعد کفر قرار دیا ہے۔ اب مرزا صاحب اس نبوت کو فرض قرار دیتے ہیں۔ یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے۔
- ۶۔ مرزا صاحب دروازہ نبوت کو کھول کر اپنے ہی تک محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی کافر ہوئے۔
- ۷۔ مرزا صاحب یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہزار بار محمد رسول اللہ صلعم ہی خود بروز فرمائیں گویا رسول اللہ صلعم جیسے ہزاروں لوگ یا ہزاروں نبی اب واقع ہو سکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں۔ بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر مرزا صاحب نے یہ کہا کہ سرور عالم کی ایک بعثت پہلے تھی۔ ایک بعثت ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل تناسخ ہے۔ جو تناسخ کا قائل ہے وہ کافر ہے۔
- ۸۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں عین محمد ہوں۔ اس میں سرور عالم کی توہین ہے۔ اگر واقعی عین ہیں تو کھلا ہوا کفر۔ اگر عین محمد نہیں ہیں تو ان کے بعد دوسرے نبی ہوئے اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ گئی۔ یہ اور وجہ کفر کی ہوئی۔
- ۹۔ مرزا صاحب نے دعویٰ وحی کیا۔ اور ساتھ ہی دعویٰ وحی نبوت کیا جو کفر ہے۔
- ۱۰۔ مرزا صاحب نے اس وحی کو قرآن۔ تورات اور انجیل کے برابر کہا۔ اس بنا پر قرآن آخر الکتب باقی نہیں رہتا۔ یہ بھی وجہ کفر ہے۔
- ۱۱۔ مرزا صاحب نے اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کی کہ جو شخص کسی نبی کو گالی دے۔ یا توہین کرے۔ وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی کئی وجوہ سے توہین کی۔ ہر توہین موجب کفر ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے آدم علیہ السلام کی سرور عالم کی توہین کی۔ اس لیے بھی کافر ہوئے۔
- ۱۲۔ مرزا صاحب نے احکام شریعت کو بدلا لیا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب پر کفر لازم آتا ہے۔ مرزا صاحب

نے فرمایا کہ کسی احمدی عورت کا غیر احمدی سے نکاح جائز نہیں۔ نیز یہ کہ کسی عین احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ نیز فرمایا کہ پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی ملفر مکتب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸-۱۲) مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ جو مجھے نہ مانے وہ کافر ہے۔

۱۳۔ مرزا صاحب نے نفعِ صورت کا انکار کیا۔ مردوں کو قبروں سے اٹھنے سے انکار ہے جس طریق سے قیامت کی خبر قرآن اور حدیث میں ہوئی۔ اُن سے بالکل انکار ہے صرف ظاہری الفاظ ہی رکھے۔ مگر معنی الٹ بیان کئے۔ یہ وجوہ بھی مرزا صاحب کی تکفیر کے ہیں۔ لہذا ان وجوہ پر کسی مسلمان مرد و عورت کا کسی احمدی مرد و عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو گیا۔ اور نکاح کے بعد کوئی اس مذہب میں داخل ہو جائے۔ تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا۔

اور اپنے اس ادعا کی تائید میں چند دیگر علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جو مسل کے ساتھ شامل ہیں۔ اور سید انور شاہ صاحب گواہ نے مصر اور شام کے دو مطبوعہ فتووں کا حوالہ بھی اپنے بیان میں دیا ہے۔

تخریری فتوے جو مسل پر لائے گئے ہیں۔ حسب ذیل مقامات کے علماء ہیں۔ مکہ معظمہ۔ ریاست رام پور دارالافتاء ریاست بھوپال۔ بہاولوں (سندھ) بریلی۔ ڈابھیل۔ دہلی۔ سہارن پور۔ تھانہ بھون۔ تلان۔ علماء کی فہرست میں شیخ عبداللہ صاحب رئیس القضاة مکہ معظمہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماء ہند اور مولوی اشرف علی صاحب کے اسماء بھی ہیں۔

فریق ثانی کی طرف سے ان دلائل کا جو مرزا صاحب کی تکفیر کے متعلق مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ تین طریق پر جواب دیا گیا ہے۔

۱۔ اول یہ کہ مرزا صاحب کی جن عبارات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان سے ان کے عقائد کفریہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان عبارات کے مابقی اور مابعد کی عبارات کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ اور نہ ہی سیاق سابق عبارات کو زیرِ غور لایا گیا ہے۔ اگر ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے ان عبارات پر غور کیا جاوے۔ تو ان سے وہ نتائج اخذ نہیں ہوتے جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

دوسرا یہ کہ مرزا صاحب نے خود دیگر مقامات پر ان عبارات کی تشریح کر دی ہے۔ اس لئے۔ ان عبارات سے وہی مفہوم لیا جائے گا۔ جو انہوں نے خود بیان کیا۔ اور کہ دیگر مقامات پر ایسی عبارات بھی موجود ہیں کہ جن کو مد نظر رکھتے ہوئے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ان عبارات زیرِ اعتراض سے مرزا صاحب کا وہی مدعا تھا۔ جو گواہان مدعیہ نے اخذ کیا۔

تیسرا یہ کہ مرزا صاحب کے اقوال زیر بحث میں سے بعض اقوال ایسے ہیں۔ جو دیگر بزرگان دین سے بھی مرزد ہوئے۔ لیکن فریقِ مدعیہ کے نزدیک وہ بزرگانِ مسلمان تھے اس لیے ان اقوال کی بناء پر مرزا صاحب کے خلاف کیونکر فتوے لائے تھیں گے یا جو کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام امور تشریح طلب ہیں۔ اور اپنے اپنے موقع پر ان کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ اور وہاں ان کا پورا جواب بھی دیا جائے گا۔ یہاں ان کے متعلق مختصراً یہ درج کیا جاتا ہے۔ کہ عبارات زیر بحث میں سے بعض ایسی ہیں۔ کہ جو اپنے اندر ایک مستقل مضمون لئے ہوئے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسا ابہام نہیں ہے کہ جو کسی تشریح یا توضیح کا محتاج ہو۔ اس لیے ایسی عبارات کے نہ ماسبق اور مابعد دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ سیاقِ سابق معلوم کرنے کی۔ لہذا ان فقرات کی اپنی ترتیب سے ہی جو مضمون اخذ ہوگا وہی مراد لیا جائے گا۔

امردوم کے متعلق اول تو مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے بہت سے اقوال میں تعارض ہے۔ اور اس تعارض کو کسی صاف تشریح یا وضاحت سے رفع نہیں کیا گیا۔ دوسرا جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ بعض عبارات فی نفسہ ایسے مستقل جملے ہیں کہ جو اپنے مضمون کی خود وضاحت کر رہے ہیں۔ اس لیے تا وقتیکہ یہ نہ دکھلایا جاوے۔ کہ یہ کلمات واپس لئے گئے۔ دیگر کلمات نہ ان کے قائم مقام تصور ہو سکتے ہیں۔ اور ان کی تشریح ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے۔ کہ ان اقوال کو ان اقوال کے تحت سمجھا جاوے جو مرزا صاحب نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔ کیونکہ وہ اقوال اقوال زیر بحث کو مسترد نہیں کرتے۔ بلکہ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ سید نور شاہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ روش مرزا نے عمدتاً اختیار کی۔ تاکہ نتیجہ گڑ بڑ رہے۔ اور ان کو بوقتِ ضرورت مخلص اور مضر باقی رہے۔

امردوم کے متعلق اول تو ان بزرگان کے اقوال بعینہ ان الفاظ میں نہیں۔ جو مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں دوسرا مقدمہ ہذا میں ان بزرگان کے مسلمان یا نہ مسلمان ہونے کا سوال زیر بحث نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے دیگر حالات پیش نظر ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے مقابلہ میں ان کے الفاظ پیش کرنا ایک سعیِ لاحاصل ہے۔

علاوہ ازیں سید نور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ صوفیاء کے ہاں ایک باب ہے۔ جس کو شطیبات کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گزرتے ہیں اور ان حالات میں کوئی کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ جو ظاہری قواعد پر چپاں نہیں ہوتے۔ اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء کی تصریح ہے۔ کہ ان پر کوئی عمل پیرا نہ ہو۔ اور تصریحیں کرتے ہیں۔ کہ جس پر یہ احوال نہ گذرے ہوں۔ وہ ہماری کتاب کا مطالعہ نہ کرے۔ مجہلاً ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہو تا ہے۔ دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی۔ کسی کے صوفیاء میں سے بھی کوئی قائل نہیں۔ اور ایسے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔ فریقِ ثانی کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں سے ان کے چند عقائد بیان کئے جا کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی رو سے جن باتوں کو ایک شخص کے مومن اور مسلمان ہونے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

وہ سب مرزا صاحب میں اور ان کی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ ان سب پر غلو میں دل اور صمیم قلب سے یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ سب بجالاتے ہیں۔ اور ان کا دین ہی ہے۔ جو آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے لائے۔ اور وہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی شخص کوئی اور دین اختیار کرے۔ تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں گواہان مدعیہ نے انہیں کافر۔ مرتد۔ ضال اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریات دین کا منکر ٹھہرایا ہے۔ لیکن جن امور کی بنا پر انہوں نے کافر اور مرتد کہا ہے ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے فتوے تکبیر کی بنا پر بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے۔ اور اس ضمن میں ان علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کرتے ہوئے چند کتب فقہ کے حوالوں سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ اگر ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ مد نظر رکھا جاوے۔ تو اس سے بڑے بڑے اور تمام شیعہ اور وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو یہ کہتے سنے جاتے ہیں۔ کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے بھی جانا ہے۔ تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہیے۔ اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو یا عیسائی افسران کو متخالف دیتے ہیں کافر ہیں۔ اور ان عورتوں کے لیے جو اپنے خاوندوں کی بدسلوکی سے تنگ ہیں اور ان کے عقد نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب بتلائی گئی ہے۔ کہ اگر ان میں سے کوئی عورت یہ کہ دے کہ میں کافر ہوئی تو معاذہ کافر ہو جائے گی۔ اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور اس طرح وہ مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں اور اس طرح سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں۔ اور اس طرح ہزار ہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر جنہیں یہ لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور اس طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنا یا جا سکتا ہے تو مذکورہ بالا امور کے سخت تمام ایسے مسلمان جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور ان کا نکاح فسخ ہونا چاہیے۔ لیکن اصول مذکورہ بالا پر علماء کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے۔ اور ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ ضروریات دین میں سے سمجھا گیا ہے۔ اور ان کے منکر کو کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ گواہان مدعیہ نے اپنے بیانات کی تائید میں چند مفسرین کے اقوال کو نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کر لیا جاوے۔ اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق لکھ گئے۔ اسے حرف بحرف مان لیا جاوے اس لیے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا۔ کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں حذر و تدبر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اس کو اختیار کریں پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا صحیح

نہیں ہے۔ علماء اور ائمہ کی امدھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ پس یہ ضروری نہیں۔ کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہم آنکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان فتووں اور اقوال کو کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلعم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں۔ اور مخالف کو چھوڑ دیں اور امت کے ان علماء کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں موافق اور مخالف پائیں۔ یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچاویں۔ جس کے لیے وہ تمام ہمارے شکر یہ کے مستحق ہیں اس کے آگے پھر وجوہات تکبیر کا جواب شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے عقائد کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی نے نہایت عمدہ جواب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب چونکہ مادر زاد کافر نہ تھے۔ اور ابتداءً ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوئی۔ اس لیے انہی کے وہ پابند تھے۔ اور وہی کہے چھند ریجان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہو گئے دوسرا یہ کہ انہوں نے باطل اور جھوٹ دعویوں کو رواج دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی۔ کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ اور عام و خاص مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا۔ جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہو گیا۔ اس لیے مرزا صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں اہلسنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال و افعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس کی تصریح نہ ہو۔ کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے۔ جو جوہور اُمت نے سمجھی۔ اور پھر اس کی تصریح نہ ہو۔ کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کئے تھے۔ ان سے توبہ کر چکے ہیں۔ اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو۔ چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کفر سے ہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندیق اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو عقائد اسلام ظاہر کرے۔ اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعوے کرے لیکن اس کی ایسی دلیل اور تحریف کر دے جن سے اس کے حقائق بدل جائیں۔ اس لیے جب تک اس کی تصریح نہ دکھلائی جاوے کہ مرزا صاحب عظیم نبوت اور انقطاع وحی کے ان معنی کے لحاظ سے قائل ہیں۔ جس معنی سے کہ صحابہ تابعین۔ اور تمام اُمت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا۔ اسی طرح نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا کسی جگہ اقرار کر لینا یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہے خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔

یہ بات ثابت ہو چکی۔ کہ مرزا صاحب اپنی اخیر عمر تک دعوے نبوت پر قائم رہے اور اپنے کفریہ عقائد سے کوئی توبہ نہیں کی۔ علاوہ ازیں اگر یہ ثابت بھی نہ ہو۔ تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ کہنے اور لکھنے کے بعد اس وقت تک ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک ان کی طرف سے ان عقائد سے توبہ کرنے کا اعلان نہ پایا جاوے۔ اور

یہ اعلان اُن کی کسی کتاب یا تحریر سے ثابت نہیں پایا گیا۔

عدالت ہذا کی رائے میں مرزا صاحب کے عقائد کی بابت یہ جواب بہت جامع اور مدلل ہے اور گو کہ مختار مدعیہ نے اپنی بحث میں ان کے ہر عقیدہ پر تفصیلی بحث بھی کی ہے۔ لیکن اس کی موجودگی میں ان عقائد پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ مختار مدعیہ نے بحث کی ہے۔ کہ مرزا صاحب کا خود کلمہ طیبہ پر بھی پورا ایمان نہ تھا۔ کیونکہ اس کلمہ پر اس صورت میں ہی مکمل ایمان تصور ہو سکتا ہے۔ جبکہ خداوند تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ صلیعہ کی خصوصیات پر پورا ایمان ہو۔ مرزا صاحب کے بعض اقوال سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر الوہیت کو موجزن پایا۔ اور اپنے آپ میں خدائی طاقتیں اور صفاتیں موجود دیکھیں اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلیعہ کی خصوصیات اور مدارج میں شریک بتلاتے ہیں۔ اور انہیں خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کلمہ طیبہ پر انہیں لوازم کے تحت ایمان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ دیگر مسلمان۔ اس لیے بھی انہیں مسلمان تصور نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن عدالت ہذا کی رائے میں ایسی تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی تکفیر کا سوال مقدمہ ہذا میں اصل سوال مابالذراع نہیں بلکہ ایک ضمنی سوال ہے۔ اصل سوال مدعا علیہ کے ارتداد اور تکفیر کا ہے اس لیے مرزا صاحب کے اعتقادات کے متعلق صرف اس حد تک بحث کی ضرورت ہے جس حد تک کہ مدعا علیہ کے خلاف امور مذکورہ بالا کے تصفیہ کے لیے روشنی پڑ سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس بحث کو بغرض محال صحیح بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر یہ دکھلانا پڑے گا کہ مدعا علیہ کا کلمہ طیبہ پر بھی ویسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کا۔ اور اس کا حل مشکلات سے خالی نہیں ہوگا۔ کیونکہ مدعا علیہ کی نیت کا اندازہ پورے طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ جن امور کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو ضروریات دین کا منکر قرار دیا جا کہ کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید یا احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدعا علیہ کی طرف سے یا تو مدعیہ کی پیش کردہ شہادت اور بحث کو بغور ذہن نشین نہیں رکھا گیا۔ یا دیدہ دانستہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ گو اہان مدعیہ نے بہت تکرار اور شد و مد کے ساتھ اور خود مرزا صاحب کے اپنے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلیعہ کے خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ بایں معنی کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا نص قرآن سے اور احادیث متواترہ سے اور اجماع اُمت سے ضروریات دین سے ہے۔ اور اس کا انکار کفر ہے۔ اور اس کی تائید میں انہوں نے بہت سی آیات قرآن اور احادیث پیش کی ہیں۔ کہ جن میں سے بعض کی صحت کے متعلق جیسا کہ آگے دکھلایا جاٹے گا۔ خود مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیونکر یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن یا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ البتہ

اگر یہ کہا جاتا کہ وہ ثبوت قوی نہیں۔ تو کچھ بات بھی تھی۔ لیکن یہ کہنا بالکل خلاف واقع ہے کہ ان کی طرف سے قرآن اور احادیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ مدعیہ کی طرف سے بیان کردہ وجوہات تکفیر اور درج کی جا چکی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے متعلق (گو کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ آگے دکھلایا جائے گا) یہ کہا جاسکتا کہ وہ ضروریات دین سے نہیں ہیں۔ مگر مسئلہ ختم نبوت کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ضروریات دین سے نہیں ضروریات دین کی اگرچہ ایک وسیع اصطلاح ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض علماء نے اس کے تحت میں اپنی دانست کے مطابق بہت سے ایسے امور بھی داخل کر دیئے ہوں۔ کہ جو بحث طلب ہوں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل سے ہے۔ ضروریات دین کا مفہوم گواہان مدعیہ نے اپنے بیانات میں ظاہر کر دیا ہے۔ جو اوپر گزر چکا ہے۔ اگر اس اصطلاح کے لفظی معنی بھی مراد لیے جائیں تو ان الفاظ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ وہ امور جو کسی دین میں داخل رہنے کے لئے ضروری ہوں۔ اور جن کے نہ ماننے سے وہ شخص اس دین کا پیرو نہ سمجھا جاسکے۔ ضروریات دین سے ہوتے ہیں رسول اللہ صلعم کا تم لبتین ماننا یا اس معنی کہ آپ آخری نبی ہیں۔ مذہب اسلام میں داخل رہنے کے لیے ضروری اور لا ابدی ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی مانا جائے۔ تو مدعیہ اور اس کے گواہان کے نزدیک نہ یہ صرف نص قرآن اور احادیث متواترہ کا انکار ہوگا۔ بلکہ معمولی بہ اس نئے نبی کی وحی ہو جائے گی نہ کہ قرآن اور اس سے وہ شخص مذہب اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور یہ بات کہ رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ماننا نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک ان کے مذہب کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ بلکہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں بھی ملتی ہے مثلاً یہود اور نصاریٰ۔ جن کے مذاہب کی تفریق محض اس بناء پر ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے پیشواؤں کے بعد اور کسی نبی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس طرح مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں اب اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ مذہب اسلام کا پیرو نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لیے ختم نبوت سے بڑھ کر اور کونسا مسئلہ ضروریات دین میں سے ہو سکتا ہے۔ یہ آگے دکھلایا جائے گا۔ کہ اس بارہ میں جو اسناد پیش کی گئی ہیں وہ کس فریق کی معتبر اور زیادہ وزن دار ہیں۔

یہاں میں یہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ میں بہت سے مسلمان نبی کی حقیقت سے بھی نا آشنا ہیں۔ اس لیے بھی ان کے دلوں میں یہ مسئلہ گھر نہیں کر سکتا۔ کہ مرزا صاحب کو نبی ماننے میں کیا قباحت ہوتی ہے کہ جس پر اس قدر حرج و پکار کی جا رہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کی کچھ تھوڑی سی حقیقت بیان کر دی جاوے۔

مدعیہ کی طرف سے نبی کی کوئی تعریف بیان نہیں کی گئی۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ نبوت ایک عمدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے برگزیدہ بندوں کو عطا کیا جاتا رہا ہے۔ اور نبی اور رسول میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ ہر

رسول نبی ہوتا ہے۔ اور نبی کے لیے لازمی نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ فریق ثانی نے بحوالہ نمبر اس صفحہ ۸۹۔ بیان کیا ہے کہ رسول ایک انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ احکام شریعت کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے۔ کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کے لیے کتاب لانا شرط ہے اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے کہ جو صاحب کتاب ہو۔ یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔

یہ تعریفیں چونکہ اس حقیقت کے اظہار کے لیے کافی نہ تھیں۔ اس لیے میں اس جستجو میں رہا۔ کہ نبی یا رسول کی کوئی ایسی تعریف مل جائے جو تصریحاً قرآن کی رو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو۔ اس سلسلہ میں مجھے مولانا محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج کی کتاب دین و آئین دیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے معترضین کے خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے نبوت کی حقیقت یہ بیان کی۔ کہ جس شخص کے دل میں کوئی نیک تجویز بغیر ظاہری وسائل اور غور کے پیدا ہوں۔ ایسا شخص پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور اس کے خیالات کو وحی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ تعریف بھی مجھے دلچسپ

معلوم نہ ہوئی آخر کار ایک رسالہ میں ایک مضمون بعنوان میکائیلی اسلام انجناپ چودھری غلام احمد صاحب پروفیسر میری نظر سے گزرا۔ اس میں انہوں نے مذہب اسلام کے متعلق آج کل کے روشن ضمیر طبقہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ اور پھر خود ہی اس کے حقائق بیان کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے۔ میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جاسکتی۔ اور میرے خیال میں فریقین میں سے کسی کو اس پر انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں ان کے الفاظ میں ہی اس حقیقت کو بیان کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ آج کل کے معقولیت پسندوں کی جماعت کے نزدیک رسول کا تصور یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی لیڈر اور ایک مصلح قوم ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کی نکتہ اور زبوں حالی سے متاثر ہو کر انہیں فلاح و بہبود کی طرف بلاتا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کے اندر انضباط و ایتھار کی روح پھونک کر زمین کے بہترین خطوں کا ان کو مالک بنا دیتا ہے۔ اس کی حقیقت قوم کے ایک امیر کے قسم کی ہوتی ہے۔ جن کے ہر حکم کا اتباع اس لیے لازمی ہوتا ہے کہ انہوں سے قوم کی اجتماعی قوت میں انتشار پیدا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور وہ دنیاوی نعمتیں جو اس کے حسن تدبیر سے حاصل ہوتی تھیں۔ ان کے چھن جانے کا احتمال ہوتا ہے۔

اس کا حسن تدبیر عقل حکمت ذہنی انسان کے ارتقاء کی بہترین کڑی ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے ماحول کا بہترین مفکر شمار کیا جاتا ہے۔ کثرت ریاضت سے برائی کی قوتیں اس سے سلب ہو جاتی ہیں۔ اور نیکی کی قوتیں نمایاں طور پر ابھر آتی ہیں۔ انہیں قوتوں کا نام ان کے نزدیک ابلیس اور ملائکہ ہے۔ اس کا جواب پھر انہوں نے بحوالہ آیات قرآنی یہ دیا ہے۔

کہ رسول بلاشبہ مصلح اور مدبر ملت ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت دنیاوی مصلحین اور مدبرین سے بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔ دنیاوی مفکرین و مدبرین اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اور ان کا فلسفہ اصلاح و بہبود

ان کی اپنی پرواز فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتا ہے۔ برعکس اس کے انبیاء کرام مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ اس دنیا میں خاص مشیت باری تعالیٰ کے ماتحت چلتا ہے۔ وہ نہ اپنے ماحول سے متاثر اور نہ احوال و ظروف کی پیداوار ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کا انتخاب مملکت ایزدی سے ہوتا ہے۔ اور ان کا سرچشمہ و علوم و ہدایت علم باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جس میں کسی ہود خطا کی گنجائش نہیں۔ ان کا سینہ علم لدنی سے معمور اور ان کا قلب تجلیات نورانی سے منور ہوتا ہے۔

دنیاوی سیاست و فکر صفت ہے۔ جو اکتساباً حاصل ہوتی ہے۔ اور مشق و مہارت سے یہ ملکہ بڑھتا ہے۔ لیکن نبوت ایک موهبت ربانی اور عطائے یزدانی ہے جس میں کسب و مشق کو کچھ دخل نہیں۔ قوم و امت کی ترقی ان کے بھی پیش نظر ہوتی ہے لیکن سب سے مقدم اخلاق انسانی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ اس کا پرینام زمانہ مکان کی قیود سے بالا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام انسانوں کو راستہ دکھلانے والا اور ان کا مطاع ہوتا ہے اس کی اطاعت میں خدا کی اطاعت اور اس کی مصیبت خدا کی مصیبت ہے۔ اور جو لامحہ حیات اس کی وساطت سے دنیا کو ملتا ہے۔ اس میں کوئی دنیاوی طاقت رد و بدل نہیں کر سکتی۔ بلکہ دنیا بھر کی عقول میں جہاں کہیں اختلاف ہو اس کا فیصلہ بھی اس کی مشعل ہدایت سے ہو سکتا ہے۔ ان کو خدائی پیغام ملائکہ کی وساطت سے ملتے ہیں۔ جو اگرچہ عالم امر سے متعلق ہونے کی وجہ سے سرحد اراک انسانی سے بالاتر ہیں لیکن ان کا وجود محض انسان کی ملکوتی قوتیں نہیں ہیں۔ اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی دوسرے نبی کو تسلیم کرنے سے کیا قباحت لازم آئے گی۔ تصریحات قرآنی کی رو سے نبی نبی مطاع ہو جائے گا۔ اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکے گا۔ اس کی ہر بات کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ وہ جو حکم دے گا۔ اس کی تعمیل لازمی ہوگی ورنہ اعمال کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اس کی شان میں ذرا بھر گستاخی نہیں کی جاسکے گی۔ بلکہ اس کے سامنے اونچا بولنا بھی گناہ ہوگا۔ اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہوگی۔ اور اس سے وگردا ایمان سے خارج ہونے کا باعث اور موجب عذاب الہی ہوگی۔

اس لیے مدعیہ کی طرف سے بحوالہ آیات قرآنی و احادیث یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نبی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی اور شخص کو نبی مانے تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہ سکتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کتب فقہ سے جن عبارات کا حوالہ دیا جا کر علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق ایک تو خود مدعا علیہ کے گواہان کا بیان ہے۔ کہ فی زمانہ ان پر علماء کا عمل نہیں۔ دوسرا مدعیہ کی طرف سے ان حوالہ جات کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کلمات کفر ہیں۔ نہ کہ فتاویٰ تکفیر۔ کلمہ کفر اور چیز ہے اور فتویٰ کفر اور چیز کسی شخص پر ان کلمات کی بناء پر محض ان الفاظ کے استعمال سے ہی فتوے نہیں لگا دیا جائے گا۔ بلکہ فتوے ان اصولوں کے تحت لگایا جائے گا جو اس عرض کے لئے مجوز ہیں۔

عدالت ہذا کی رائے میں مدعیہ کا یہ جواب وزن رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء کے اقوال سند کے لحاظ سے وہ حیثیت نہیں رکھتے جو متواترات کی بیان کی گئی ہے۔ کلمات زیر بحث کو ریکارڈ پر لانے اور اپنے خیال کے مطابق ان کی تشریح کرنے سے گواہان مدعا علیہ کا منشاء سوائے اس کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا کہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت اور اہمیت کو خفیہ کر کے دکھلایا جاوے۔ حالانکہ مسئلہ نبوت کا ان مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ جن پر اعتراض کیا گیا ہے۔

اور غالباً وہ یہ چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے دلوں میں علماء کے متعلق ایک حقارت پیدا کی جا کر ان کے طرز افتاء کی مذمت ظاہر کی جاوے۔ اور ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے جذبات ان کے خلاف ابھارے جاویں اور موجودہ زمانہ کے روشن خیال طبقہ کی جو اپنے آپ کو ہر اصلاح کا علمبردار سمجھتا ہے۔ بہمردی حاصل کی جائے۔ مذہب کے متعلق فی زمانہ جو بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن مجید کے نزول کے زمانہ میں جو لوگ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔ وہ اسے اصغاث احلام اور اساطیر الاولین کہا کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ کہ مذہب کا جو اپنی گردن سے نہیں نکال سکتے چاہتے گو وہ ان الفاظ کو اپنا منہ سے نکالنے کی توہرات نہیں کرتے لیکن حقائق و معارف قرآنی پر اپنے دل میں پورا یقین نہیں رکھتے۔ اور بقول مولانا محمود علی صاحب یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ کہ اسلام میں زمانہ کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور انقلاب حالات سے جو جدید ضرور میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے اقوام عالم کو اپنی طرز و روش میں تغیر و تبدل کرنا پڑتا ہے۔ اسلام ایسے انقلابوں کے اندر اپنی روش کو بدل کر دوسری روش پر چلنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اور اس کے ماننے والے اپنے حالات کے اندر کوئی اصلاح یا ترمیم نہیں کر سکتے۔ اور کسی تہذیب جدید کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

ان کے اس اعتراض کا جواب تو مولانا صاحب موصوف نے اپنی کتاب دین و آئین میں دیدیا ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں صرف یہ دکھلانا مقصود تھا۔ کہ اس قسم کے خیالات۔ آج کل عام ہیں اور چونکہ فریق مدعا علیہ کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق اس طبقہ کے خیالات کی رو سے اسلام میں اصلاح کرنے کی کافی وسعت ہے۔ اس لیے مدعا علیہ کی طرف سے علماء کے خلاف بدظنی پیدا کی جا کر اس طبقہ کے دل میں ان کے خلاف حقارت اور نفرت پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں مدعیہ کی طرف سے جو علماء پیش ہوئے ہیں انہیں دقیا نوسی خیالات کا پیر و اور مرض تکفیر میں مبتلا دکھلایا جا کر ان کی بیان کردہ وجوہات تکفیر کو تسخیر میں اڑا دیا جاوے۔ اور یہ دکھلایا جاوے کہ ان کی بیان کردہ وجوہات تکفیر کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور انہوں نے محض اس وجہ سے کہ جماعت احمدیہ کے اصول صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلا ہیں۔ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر براہ بغض اور کینہ انہیں کافر کہا ہے۔ ورنہ دراصل ان کا کوئی عقیدہ یا عمل

کفر کی حد تک نہیں پہنچتا۔ حالانکہ مسئلہ زیر بحث ایسا نہیں کہ اسے اس طرح مذاق میں اڑا دیا جاوے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ علماء غلطی نہیں کرتے۔ یا یہ کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان کی کسی رائے کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاوے۔ اور ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا جاوے۔ بلکہ چاہیے کہ ان کے اقوال پر ٹھنڈے دل سے غور کی جاوے۔ اور یہ دیکھا جاوے۔ کہ کہاں تک راستی پر ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت کے بارہ میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صداقت سے خالی نہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے کتب تفسیر کے حوالوں پر جو اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق صرف یہ لکھ دینا کافی ہے کہ ان حوالوں کو نہ یہاں درج کیا گیا ہے اور نہ ہی اس فیصلہ کا انحصار ان حوالوں پر رکھا گیا ہے اور سند کے اعتبار سے صرف قرآن مجید اور احادیث کو ہی معیار تصفیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ عمل اس لیے اختیار کرنا پڑا ہے کہ فریقین کی طرف سے اپنے اپنے ادعا کی تائید میں بے شمار کتابیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ پیش کی گئیں ہیں۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کی پیش کردہ کتب میں سے کسی کو بھی اپنے اوپر حجت تسلیم نہیں کیا۔ سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں کے اور اسے اپنے اعتقاد کے مطابق ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ جب وہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے۔ تو اس کے لیے معمول بہ مرزا صاحب کی وحی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے اس کا دوسری کتابوں کو بطور حجت تسلیم نہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ باقی قرآن اور احادیث کے متعلق اس نے یہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے۔ کہ آیات قرآنی کا جو مفہوم مدعیہ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اس نے یا تو یہ بیان کیا ہے کہ وہ درست نہیں ہے۔ یا اس کی کوئی اور تاویل کر دی ہے۔ اور احادیث کے بارہ میں بھی جو حدیث اس کے مفیدہ مطلب تھی وہ تو لے لی اور جو اس کے خلاف تھی اس کی صحت کے متعلق یا تو اس نے انکار کر دیا ہے۔ یا اس کی بھی کوئی تاویل کر دی۔ اور اس کا یہ عمل بھی مرزا صاحب کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری وحی کے معارض ہے وہ ردی کی ٹوکری میں چھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ مدعا علیہ نے جن دیگر مصنفین کی کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اس کا یہ ادعا ہے۔ کہ وہ چونکہ مدعیہ کے ہم مذہب اشخاص کی تصنیف شدہ ہیں۔ اس نے انہیں مدعیہ کے خلاف بھی بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس کے لیے وہ کوئی حجت نہیں۔ اس لیے ان حوالوں پر بحث کرنی نہ صرف غیر ضروری خیال کی گئی ہے۔ بلکہ اسے مشکلات سے بھی خالی نہیں پایا گیا۔ کیونکہ فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف خیالات کے بھی الزام لگائے ہیں۔ اور یہ بھی اعتراض کئے ہیں کہ بعض مصنفین کی کتابیں انہیں مسلم نہیں ہیں۔ اس لئے یہ طے کرنے کے لئے کہ کہاں تک خیانت ہوئی۔ اور کس کس مصنف کی کتاب فریقین کے عقائد کے مطابق ہے اور آیا وہ فریقین کے مسلمات میں سے بھی ہیں۔ یا نہ اور کہ ان سے جو تتراج اخذ کئے گئے ہیں وہ درست ہیں یا نہ۔ اور کہ فریقین کو ان کی رائے کا پابند قرار دیا

دیا جاسکتا ہے۔ یا نہ بہت وقت وسیع مطالعہ اور کافی محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس سے نتیجہ کے بھی پورے طور واضح اور عام فہم ہونے کی توقع نہیں۔ اس لیے ایک طرف قرآن مجید اور احادیث پر اور دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں پر حصر رکھا جا کر دیگر تمام حوالہ جات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ ادعا وحی کفر ہے۔ اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے۔ خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو۔ تب بھی وہ کافر ہے اور کہ نبی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ منحصر ہے۔ اور عیز کے لئے کشف۔ الہام یا وحی معنوی ہو سکتی ہے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت وَمَا كُنَّا لِنُبَشِّرَ . . . الخ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طرق مندرجہ آیت مذکورہ سے کلام کرتا ہے۔ اور عیز پیغمبروں سے نہیں کرتا۔ بلکہ اس آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے۔ جس میں نبی اور عیز نبی دونوں داخل ہیں۔

سورہ قصص رکوع ۷۱ آیت وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِ مُوسَىٰ . . . الخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوئی۔ تو ام موسیٰ پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔

اس طرح سورہ مریم کی آیت فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا . . . الخ سے آیت رَأَتْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ . . . مَعَ الرَّاٰكِعِينَ۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ . . . مُقَرَّبِينَ اور سورہ کہف رکوع نمبر ۱ کی آیت قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْآنِ . . . حَدِّثْنَا۔ کے حوالہ جات پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ

- ۱- وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ عیز انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہوتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔
- ۲- جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہکلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۱ سے ظاہر ہوتا ہے۔
- ۳- فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں۔ بعض اوقات غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہو جاتی ہے جس میں امر دہنی ہوتے ہیں۔ اور کہ غیر انبیاء کی وحی بھی حنیف کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس کے آگے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ بیان ہے۔ کہ مدعیہ کے گواہان نے جو یہ کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی۔ جو اس کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر۔ اس کی انہوں نے قرآن مجید یا احادیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں صرف ایک گواہ نے جو الہ آیت وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ . . . مِنْ قَبْلِكَ پیش کر کے کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہوتی۔ تو اس آیت میں ضرور اس کا ذکر کر دیا جاتا چونکہ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہو سکتی اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں تشریحی وحی کا ذکر ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جو آپ کی شریعت کی ناسخ ہو۔ منقطع تھی۔ اس

لیے اس کا ذکر کیا گیا۔ اس کی تائید میں پھر چند علماء کے اقوال نقل کئے جا کر یہ کہا گیا ہے۔ کہ علماء کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر نہیں آئی۔ جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد وحی تشریحی ہوگی۔ بلکہ وحی الہام ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اکابر علماء کچھ چکے ہیں۔ کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی اور حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسیح موعود آئے گا تو ان پر وحی ہوگی۔ تو اسے خدا کی طرف سے یقین کرے گا۔ پس اس لحاظ سے یہ آیت تشریحی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے۔ غیر تشریحی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی۔ اس امر کی دلیل میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہے آیات ذیل الھَمِیْرُ وَ اَکْثَرُ سَبِیْلًا پارہ ۹۔ رکوع ۱۸ اور اَنْزَلْنَا یَسْرًا وَ قَسْوًا ط پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۳ کے حوالے دیا جا کر یہ کہا گیا ہے کہ ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بندوں سے خدا کا کلام کرنا ضروری ہے پس کیونکر مان لیا جاوے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کے اتارنے والا خدا جو پچھڑے کی عبودیت اور الوہیت کا ابطال اس کے عدم تکلم کی وجہ سے کرتا ہے۔ خود اپنے پیارے بندوں سے ویسا سلوک کرے نیز آیت وَمَنْ اَصْلُ مَسْنُوْنٍ عَا فِلُوْنَ سورۃ احزاب رکوع نمبر ۱ سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار سنتا اور ان کو جواب دیتا ہے۔ اور آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الخ آل عمران رکوع نمبر ۴ سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور یہ بدیہی بات ہے۔ کہ محبت اپنے محبوب سے ہمکلام ہو۔ اور اس کی باتیں سُنے۔ اور اپنی کہے۔ ورنہ عدم کلام نقص محبت پر دلیل ہوگا۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر مال باپ سے بڑھ کر مہربان ہے ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا۔ تو اب نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے۔ وہ اس کا متکلم ہونا ہے۔ پس یہ کسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اب قیامت تک اس صفت کا تعطیل مان لیا جاوے اور کہا جاوے کہ اس کی صفت تکلم زائل ہو چکی۔ یعنی کہ وہ اب کسی سے کلام نہ کرے گا۔ تو اس کا سیمع ہونا کیونکر معلوم ہوگا۔ کہنے والے پھر بھی کہہ دیں گے کہ وہ پہلے سیمع تھا۔ اور اب نہیں۔ اس کی تائید میں پھر یہ ایک دنیاوی مثال دی گئی ہے۔ اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ و بکا اور گریہ و زاری کرتے ہوئے بے قراری کی حالت میں جائے مگر محبوب نہ دروازہ کھولے۔ اور نہ اندر سے کوئی آواز آوے تو یقیناً وہ عاشق نا امید ہو کر لوٹے گا۔ اور خیال کرے گا۔ کہ یا تو میرا محبوب مر چکا۔ یا مجھے دھوکا دیا گیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اس کے دروازہ اور اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے۔ اگر وہ گفتار سے بھی اپنے عاشق کو تسلی نہیں دے سکتا۔ تو آخر وہ ایک دن نا امید ہو کر اسے چھوڑ دیں گے۔ تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور وہ

ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے محروم سمجھے۔ اسے کبھی اپنے عشق کا محل نہیں ٹھہرایا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کے لیے اپنے دل میں از حد ٹرپ رکھتا ہے۔ اور اس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آب حیات سمجھتا ہے۔ پس وہ عظیم خیر ہستی جو انسانوں کے اندر احساسات و جذبات کا پیدا کرنے والا ہے کس طرح اپنے عشاق کو اپنی ہمکلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اور اس کی تائید میں آیات ذیل و اذِ سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيبٌ . . . الخ اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا . . . تَنْزَلَ السَّمٰوٰتِ اَنْزٰلًا مِنْ رَّبِّهِمْ . . . سجدہ رکوع نمبر ۴ پیش کی گئی ہیں اس کے بعد پھر آیات رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ . . . يَوْمَ التَّلٰوٰقِ . . . سورہ مومن رکوع نمبر ۲ اور تَنْزَلَ السَّمٰوٰتِ اَنْزٰلًا مِنْ رَّبِّهِمْ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرٍ مِنْ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ . . . فَاَتَقُوْنَ سے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو از منہ سابقہ میں اپنے وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ آئندہ بھی کرے گا۔ کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات و ذوالعرش ہونا ہے۔ اور ضرورت انداز قرار دیا گیا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہے۔ اس میں تغیر نہیں آیا۔ اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مردہ ہو گئے۔ تو پھر وحی کا انقطاع کیونکر مان لیا جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ . . . الخ یعنی اُمت محمدیہ تمام اُمتوں سے بہتر ہے۔ اور نعمت بھی اس پر پوری ہو چکی۔ اور دعا بھی خدانے ہمیں یہ سکھائی کہ حَسَبَ اَطَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی سِيْرِهِمْ كَمَا سَلَطْنَا عَلَيْهِمْ كَمَا سَلَطْنَا عَلَيْهِمْ كَمَا سَلَطْنَا عَلَيْهِمْ كَمَا سَلَطْنَا عَلَيْهِمْ اور شہدائے اور صالحین کے راستہ پر چلاؤ۔ تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ اُمت محمدیہ جو سب اُمتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات النبیہ سے محروم ہو پہلی اُمتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا۔ اور ان پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن اُمت محمدیہ کے بڑے سے بڑے درجہ کے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملے۔ پس یہ کہنا کہ اُمت مرحومہ پر وحی الہی کا دروازہ بند ہے۔ اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا۔ تو پھر یہ خیر الامم کیسے ہوئی۔ اور یہ کہنا غلطی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کے لیے رحمت ہو کر آئے تھے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے۔ اور اُمت میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنے ہمکلام ہونے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا پاک رسول اور اولیاء اُمت یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ فیضان الہی اس اُمت پر بند نہیں ہیں۔ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ میری اُمت میں ایسے لوگوں میں اگر کوئی ہے۔ تو عمر ہے۔ دوسری روایت میں محدث کا لفظ آیا ہے صحابہ نے حضور سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ محدث سے کیا مراد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ ابن عربی - حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور مولانا روم کی کتابوں کے حوالوں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ پایا جاتا ہے۔ کہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں۔ خدا کے بندوں اولیاء اللہ سب میں پائی جاتی ہیں اور وحی جو نبی میں ہے۔ وہ خاص ہے۔ اور شریعت والی وحی ہے۔ اور کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ اور اس اُمت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ اور حبیباً کہ مولانا روم نے کہا ہے۔ ہوتی تو وہ وحی حق ہے۔ لیکن صوفیائے عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل بھی کہہ دیتے ہیں اور کہ جن طرق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی الہام ہوتا ہے انہیں طرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے۔ اور اصطلاح فریق مراتب کے لحاظ سے قرار پایا گئی ہے۔ کہ انبیاء کی وحی کو وحی اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں۔ اور کہ ولی پر بھی وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے۔ اور مدعیہ کے اعتقاد کے مطابق عیسیٰ کے نزول پر ان پر وحی نازل ہوگی۔ اور اس کے متعلق علماء کا قول ہے کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر ہوگی اس کے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی کتب سے جو یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ بھی آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ وحی کو متقطع مانتے ہیں۔ تو وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے۔ نہ کہ دوسری وحی سے۔ جسے وہ جاری سمجھتے ہیں۔ ان تصریحات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی کہ جس میں نئے اور نوآہی نہ ہوں جاری ہے اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد وحی اور الہام کا سلسلہ بند ہے۔ تو اس سے مراد ایسی وحی ہے۔ جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اور نوآہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی جس کا اُمت محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید حدیث و تبرکات ان بن کے اقوال سے ثابت ہے اس کے آگے پھر دوسرا ہیڈنگ شروع ہو جاتا ہے اس کے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے جس وحی کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ کہ اس کا ادا کفر ہے اس سے مراد وحی نبوت سے ہی ہے۔ فریق مدعیہ کے نزدیک وحی کا لفظ صرف انبیاء کے لیے ہی مختص ہے۔ اور وہ اس امر کے قائل نہیں کہ جو وحی نبی کو ہوتی ہے وہ غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اب مدعا علیہ کے بحث سے ہی یہ طے کرنا ہے کہ آیا اس قسم کی وحی جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ حیرانہ انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے یا نہ۔ اس کے متعلق جن آیات قرآنی کا حوالہ مدعا علیہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے ان کے ظاہری الفاظ سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ام موسیٰ پر وحی ہوئی حضرت مریم پر فرشتے اترے اور ذوالقرنین سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ لیکن اگر یہ نتیجہ محض ان الفاظ اَوْسَيُنَادِيَنَّكَ رَبُّكَ اَوْرَقُلْنَاكَ کے استعمال سے اخذ کیا جاتا ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ وحی کا لفظ قرآن مجید میں نہ صرف ذوی العقول کی بابت استعمال فرمایا گیا ہے۔ بلکہ عزیز ذوی العقول کی بابت بھی جیسا کہ سورہ نحل میں ہے کہ شہد کی مکھی کو وحی کی گئی۔ یہاں میرے خیال میں مدعا علیہ کے نزدیک بھی وحی سے مراد وہ وحی نہیں ہو سکتی جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ یہاں یقیناً اس کے کوئی اور معنی مثل فطرت میں داخل کرنا یا اسے سوچھانا کئے جائیں گے

اس طرح قرآن مجید میں وحی کا لفظ اور بھی کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ جس کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ کہ وہاں اس لفظ سے مراد اس قسم کی وحی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور غالباً اس شہ کو زائل کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن مجید میں بصریح یہ فرمایا گیا۔ کہ ہم نے تیری طرف اس قسم کی وحی بھیجی ہے۔ جیسا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسحق، اسمعیل، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف بھیجی گئی۔ سورہ نساء پارہ ۶ رکوع نمبر ۳ آیت انشأَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ... فَذُرْ اَسْمَاءَ لِيْلے ان موافقات پر جہاں کہ لفظ وحی کے استعمال سے وحی نبوت کے معنی اخذ نہیں ہو سکتے۔ اس لفظ سے مراد جیسا کہ علماء نے لی ہے القاء کرنا یا دل میں ڈالنا ہی لی جائے گی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے **وَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوْحِيْنَ اِلَى ذٰلِكَ اِنَّهٗ يَهْوٰٓءُ لَوَ كَمَا يَهْوٰٓءُ اَلْبَشَرِ** لفظ وحی کے استعمال سے وحی انبیاء کی جاسکے گی۔

قرآن مجید میں اس قسم کے اور بھی کئی الفاظ ہیں کہ جن کے ظاہری معنی مراد نہیں لئے گئے۔ مثلاً فتنہ کا لفظ جس کے معنی عام طور پر آرائش کے لئے گئے ہیں۔ اسی طرح اس کی سند بیان نہیں کی گئی۔ کہ فرشتے ہر حال میں ذات باری کی طرف سے ہی بحیثیت رسول اترتے اور کلام کرتے رہے ممکن ہے کہ نیک آدمیوں پر ان کا اترنا عام انتظام کائنات کے سلسلہ میں ہو یا روحانی ترقی کے مدارج میں داخل ہو۔ اس لیے حضرت مریم پر فرشتوں کے اترنے سے یہ نتیجہ لازمی طور پر برآمد نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ غیر انبیاء سے اس طریق پر کلام کرتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء کے ساتھ۔ باقی رہی۔ وہ آیت جو ذوالقرنین کے متعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے۔ اگر نبی تھے تو انہیں وحی نبوت ہوتی ہوگی۔ اور اگر نبی نہ تھے تو ان کے متعلق محض لفظ قال کا استعمال عمومیت کے طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ غیر انبیاء کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ہم کلام ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت ام موسیٰ اور حضرت مریم کو ایسی ہی وحی ہوتی جیسا کہ انبیاء کو ہوتی ہے۔ تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایسی وحی ہر غیر انبیاء کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بیسیاں پیغمبروں کی مائیں تھیں۔ اور ان سر و پیغمبروں کے متعلق یہ خطرہ تھا کہ انہیں پیدا ہونے کے بعد ہلاک نہ کر دیا جاوے۔ اس لیے ان کی ماؤں کو تسکین دینے کے لئے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرمادیا ہو۔ تو کوئی عجب نہیں اس کے ساتھ ہی پھر یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ یہ واقعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل کے ہیں۔ ممکن ہے کہ خاص حالات کے تحت خاص خاص اشخاص کے ساتھ ہم کلام ہونا مشیت سے ایزدی سے ضروری سمجھا گیا ہو۔ اور اس کی تائید خود مدعا علیہ کی اپنی بحث سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ کتاب ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں۔ کہ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ چنانچہ ذوالقرنین بھی اسی ذیل میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں تو پھر

کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ عین انبیاء کو بھی وہی وحی ہوتی ہے۔ جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ اس حدیث کو فریق مدعا علیہ نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ یہ عام اشخاص کے متعلق ہے۔ خواص کے لیے نہیں۔ اگر خواص اس سے مستثنیٰ تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ رسول اللہ صلعم اس کی تصریح نہ فرمادیتے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

باقی رہے صوفیائے کرام کے اقوال اور تخریریں۔ ان کے متعلق ایک جواب تو اوپر سید انور شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے دیا جا چکا ہے۔ کہ انہوں نے ان اشخاص کو جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں۔ اپنی کتابوں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کا دوسرا جواب بھی شاہ صاحب مذکور کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے نبوت کو معنیٰ لغویٰ لے کر مقسم بنایا۔ اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا۔ دوسرے کو اطلاع دینا کی۔ اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا۔ اور نبوت کو دو قسم کر دیا۔ نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی نبوت شرعی کے نیچے وحی اور رسل دونوں درج کر دیئے۔ اور اب ان کے لیے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف اور الہام کے لیے نکھر گیا۔ اور مخصوص ہو گیا۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار معارف۔ مکاشف اس کا دائرہ ہیں۔ اور تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لئے ہے گواہ مذکور نے کشف الہام اور وحی کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ کشف اسے کہتے ہیں۔ کہ کوئی پیرا یہ آنکھوں سے دکھلایا۔ جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ دل میں کچھ مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جاوے۔ یہ الہام ہے؛

خدا نے پیغام بھیجا۔ اپنے ضابطہ کا وہ وحی ہے۔ وحی قطعی ہے۔ اور کشف والہام ظنی ہیں۔ بنی نوع آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کے لئے کشف یا الہام ہے۔ یا معنوی وحی ہو سکتی ہے۔ شرعی نہیں۔

وحی کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کی جو تفریق مدعا علیہ کی طرف سے کی گئی ہے۔ اس کی تائید میں اس نے سوائے اقوال بزرگان کے اور کوئی سند پیش نہیں کی۔ اور ان اقوال کی گواہی مدعیہ کی طرف سے توجیہ اور تشریح کی گئی ہے۔ اور یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان بزرگان کی ان اقوال سے کیا مراد ہے۔ اور ان کے دیگر صریح اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ کہ جن میں وہ رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں سمجھتے۔ لیکن ان پر اس لئے بحث کی ضرورت نہیں کہ وہ قرآن مجید اور احادیث کے مقابلہ میں کوئی محبت نہیں ہو سکتے اور مدعا علیہ کی طرف سے جو اعتراض مدعیہ پر عائد کیا گیا تھا۔ کہ اس نے وجوہات تکفیر کے ضروریات دین ہونے کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ وہ بدرجہ اولے خود

مدعا علیہ پر وارد ہوتا ہے کہ اس نے شرعی اور غیر شرعی وحی کی جو تقسیم کی ہے۔ اس کے متعلق کوئی ثبوت قرآن و احادیث سے پیش نہیں کیا۔ محض قیاسات سے ہی یہ کہا گیا۔ کہ جس آیت کا حوالہ مدعیہ کی طرف سے دیا گیا ہے کہ اس میں آئندہ وحی کا ذکر نہیں وہ شریعت والی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے۔

مدعیہ کی طرف سے درست طور پر کہا گیا ہے۔ کہ صوفیائے کرام نے نبوت کی جو قسمیں بیان کی ہیں وہ ان کی اپنی قائم کردہ اصطلاحات کے مطابق ہیں۔ اس لئے ان کی قائم کردہ اصطلاحات کو عام اُمت کے مقابلہ میں حجت قرار دینا درست نہیں ہے۔ مسیح موعود پر وحی کا ہونا مستثنیات سے ہے۔ جس کی استثناء خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر دی۔ اس سے وحی نبوت کے اجراء کا عمومیت کے ساتھ نتیجہ نکالنا ایک غلطی ہے۔ آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ . . . الخ میں بشر کے لفظ کے متعلق بیکی کی طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ

مراد انبیاءِ عظیم السلام سے ہے، لیکن اگر عام بشر بھی مراد لئے جائیں۔ تو اس سے نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا بالعموم آدمیوں سے کلام کرتا رہتا ہے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ ہر کلام ہونے کے طریق بتلائے ہیں۔ باقی کلام کا کرنا یا نہ کرنا اس کی اپنی مشیت پر منحصر ہے لہذا گویا ان مدعیہ نے یہ درست کہا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وحی نبوت جاری ہوتی تو قرآن مجید میں ضرور اس کی صراحت فرمادی جاتی۔ کیونکہ اس پر اُمت کی فلاح کا دار و مدار تھا۔ باقی مولانا روم کی کتاب ثنوی کے حوالے سے جو یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ اولیاء کو جو وحی ہوتی ہے۔ وہ دراصل وحی حق ہوتی ہے۔ اور اولیاء عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کے شاعرانہ خیالات، اور شاعر کی نیت میں جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔ اور پھر جہاں انہوں نے وحی حق کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی واللہ اعلم بالصواب کا جملہ بھی موجود ہے۔ اس سے ان کے مفہوم کا خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پارہ نمبر ۹ رکوع ۷۷ اور پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۳۷ کی آیات محولہ بالا سے بھی یہ استدلال درست نہیں کیا گیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اول تو آیات اس زمانہ اور ان حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ اور ان میں ان لوگوں کو خطاب ہے۔ جو عبادت الہی سے نا آشنا اور غافل ہوں۔ اور اب رسول اللہ صلعم کی تعلیم کے بعد کسی ادنیٰ سے مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ کہ خداوند تعالیٰ سميع بصیر اور عظیم نہیں۔ باقی رہا اس کا آدمیوں سے کلام کرنا وہ اس کی مشیت پر منحصر ہے اسے کسی کی آہ و بکا۔ فریاد فغان سے کلام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ دنیاوی عاشق و مشوق کی مثال عشق الہی پر نہایت ہی نازیباطرین پر عائد کی گئی۔ تاہم اس مثال کو بھی اگر مد نظر رکھا جاوے۔ تو رسول اللہ صلعم کی تعلیم ایسی ناقص نہیں کہ عاشقان الہی اگر فی الحقیقت وہ پورے معنوں میں عاشقان الہی بن چکے ہیں خداوند تعالیٰ کے دروازہ سے نا امید ہو کر لوٹیں یا غور باللہ یہ تصور کریں کہ ان کا محبوب مرچکا یا انہیں دھوکا

دیا گیا۔ دنیاوی معشوق بھی اگر اپنے عاشق کی آہ و بیکاروں کو اندر سے اُسے کوئی متحفظ بھیج دے۔ یا اس کی بات کو سن کر اُس کا کوئی کام سرانجام کر دے۔ تو باوجود اُس کے کہ وہ اس کے محبت کرتا ہے۔ دنیا میں عاشقانِ الہی کی تعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آج تک کوئی تھوڑی نہیں سمجھی جاسکتی۔ اور ویسے تو ایسے عشاق نہ صرف مذہب اسلام میں بلکہ ہر مذہب میں سینکڑوں کی تعداد میں پائے جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کا ذریعہ اس کے عشاق کے دل کی تڑپ ہی قرار دی جاوے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں ہر ایک عاشق سے نہ سہی۔ سوویں ہزاروں سے سہی۔ دس پندرہ بیس سال کے بعد نہ سہی۔ سو ہزار سال کے بعد سہی۔ کسی نہ کسی ایک سے تو ہمکلامی فرمائی ہوتی تیرہ تیرہ سو سال تک یکدم خاموشی اختیار کئے رکھنے کے بعد صرف ایک شخص سے ہمکلام ہونا منظور فرمایا گیا۔ اور وہ بھی زیادہ تر پرانی تیرہ سو سال والی زبان میں گویا اب اس کے پاس الفاظ اور معانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اگر نوح باللہ خدا کے پاس ہمکلامی کے لئے نہ کوئی اور نیا مواد ہے۔ اور نہ نئے الفاظ۔ تو پھر پچار سے مولویوں کا کیا تھوڑا ہے۔ کہ انہیں پرانی لیکر کافیر قرار دیا جا کر کوسا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے اس پرانے کلام کی تفسیر ہی کئی ہے جو پہلے سے ہوتی آئی ہے۔

اگر عشاق کی تسلی محض گفتگو سے ہوتی۔ اور وجودِ باری تعالیٰ کے علم کا ذریعہ بھی یہی ہوتا کہ جب کبھی اس کا کوئی عاشق بقیہ کی حالت میں آہ و بیکار کرتا ہو تو اس کے دروازہ پر پہنچے۔ تو اُس کے لئے فوراً دروازہ کھل جائے۔ تو اسلام صغیر ہستی سے کبھی کا نابود ہو چکا ہوتا۔ کیونکہ تیرہ سو سال کا زمانہ ایسا نہیں کہ عشاق نوح باللہ خداوند تعالیٰ کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر اس کے دروازہ پر پڑے رہتے۔ بلکہ بقول گواہ مدعا علیہ عرصہ سے نا امید ہو کر لوٹ چکے ہوتے۔ اور پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان عشاق سے ہی گفتگو کرتا ہے۔ کہ جو مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسرے سے نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں عشاق کی تسلی محض گفتگو سے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ جیسا کہ مدعا علیہ کے گواہ نے بھی ظاہر کیا ہے۔ دیدارِ یاران کا مطلع نظر ہوتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ گفتگوئے بار سے بہرہ اندوز ہوں۔ تو پھر کبھی اپنے عشق کی مستی میں قوم موسیٰ کی طرح اَرِنَا اللہ جَمْعًا کی رُٹ لگانی شروع کر دیں۔ اور بجائے اس کے کہ دیدارِ یار سے لذت اندوز ہوں۔ اپنا بیڑہ بھی غرق کر بیٹھیں۔ شک نہیں کہ حقیقی عشاق کے دلوں میں ضرور اپنے محبوب کے متعلق ایک تڑپ ہوتی ہے۔ اس تڑپ کے فرد کرنے کا علاج یہ نہیں۔ کہ محبوب سے ہمکلامی ہو۔

بَارِحِي عَزَائِمِي لِنَظَرِي فِي عَشَاقِ كِي تَرِي بِفِرْدِكُنِي كَالْعِلَاجِ خُوْدِي لِپِنِي زَنَدَه كَلَامِ قُرْآنِ پَاكِ مِيں
 يَرْفِيَا يَهِي: اَلَا بَدِي كَرِ اللّٰهُ تَطْمِيْنُ الْقُلُوْبِ يَعْنِي خُدا كِي يَادِ سِي دِلِ مَطْمُنْ هُوْتِي هِيں۔ اور زيادہ اضطراب
 پيدا هونے كِي صورت ميں فرمايا: وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْبٌ ۱۰

گواہ مدعا علیہ نے اس آیت کو بقا و وحی پر دلیل پکڑا ہے۔ لیکن وحی سے مراد اگر اس قسم کی استجابت ایجاد سے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ تو پھر خداوند تعالیٰ کا ہر فرد بشر کے ساتھ کلام کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اور ہر شخص محل وحی بھی بن سکتا ہے۔ اس قسم کے استدلال اختیار کرنے سے مذہب کی کوئی عظمت و وقوت ظاہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی کوئی حقیقت منکشف کی جاسکتی ہے۔ گواہ مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ خدا کا کلام نہ کرنا عقوبت اور ناراضگی کی علامت ہے۔ تو کیا اس سے سمجھا جائے گا کہ جن لوگوں سے پہلے خداوند تعالیٰ نے کلام نہیں کیا ان سب پر خداوند تعالیٰ ناراض رہا ہے اور وہ مورد عتاب الہی ہیں۔ استغفر اللہ۔

بقا و وحی کے سلسلہ میں باقی ماندہ جن دو آیات سورہ مومن اور پارہ ۱۲۔ رکوع ۷ کا سوال دیا گیا ہے ان سے بھی وحی کا جاری رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آیات مدعا علیہ کی اپنی تقسیم کے مطابق وحی تشریحی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیوں کہ ان میں یہ مذکور ہے کہ جس شخص کو وحی کی جاتی ہے۔ اس کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائے۔ اس لئے اس قسم کی وحی کو مدعا علیہ کی اپنی تعریف کے مطابق وحی تشریحی ہی سمجھا جائے گا اور یہ سلسلہ مدعیہ کے ادعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم کر دیا۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک بھی اب تشریحی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لئے ان آیات سے وحی مطلق کے اجراء کا استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہی مدعا علیہ کی یہ حجت کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں یہ دعا سکھلائی ہے۔ کہ اللہ ہمیں راہ مستقیم پر چلا۔ اور ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے اپنے انعام کئے ہیں۔ اور پھر دوسری سورت میں اس کی تشریح فرمائی۔ کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن پر خدا کا انعام ہوا۔ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح ہیں۔ اس سے یقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے یہ چاروں مراتب تم کو حسب حیثیت مل سکتے ہیں۔ لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ اُمت محمدیہ تین مراتب کا تو انعام پائے اور چوتھے مرتبہ یعنی نبوت کا حصول اس کے لئے ناممکن ہو۔ حالانکہ اس سے پہلی اُمتوں نے اس انعام کو بار بار حاصل کیا۔ پھر یہ خیر الائم کس طرح ہوئی۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ اُمت مرحومہ پر وحی الہی کا دروازہ بند ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کے بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہو کر آئے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا گیا۔

اس کا جواب مدعیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے۔ کہ آیت مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ... وَالصَّالِحِينَ میں اتقاظ مع الذین سے مراد نفاق سے ہے۔ نہ کہ عطلے درجے سے۔ مدعا علیہ کے اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کے علاوہ دیگر مدارج جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مل سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ نبوت کا درجہ نہ مل سکے۔ اگر اس بحث کو بفرض محال قلعح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا۔

کہ نبوت ایک کبھی چیز ہے۔ جو اتباع سنت اور یا مذمت سے حاصل ہو سکتی ہے مالا نکہ قرآن شریف کی نصوص سے یہ ثابت ہے کہ نبوت کبھی نہیں۔ اور مرزا صاحب نے بھی اُسے مانا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب صمیمۃ النبوة فی الاسلام صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ نبوت ایک صفت اصلی قائم ہے۔ نبی کی ذات کے ساتھ نہ وہ کسب سے حاصل ہو۔ اور نہ کبھی سلب ہو۔ اگر نبوت حضور علیہ السلام کے اتباع سے حاصل ہو سکتی تھی۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ آج تک جس قدر اولیاء۔ ابدال۔ اقطاب گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر یہ سمجھا جاوے۔ کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور حضور بھی اسے جائز سمجھتے تھے۔ تو ضرور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں کئی دیگر مراتب اور مدارج کے حصول کے لئے اپنی امت کو ادعیہ۔ اور اوراد کی تلقین فرمائی ہے۔ اور وہاں اس مرتبہ کے لئے بھی کوئی دعا وغیرہ بھی تلقین فرمائے۔ تاکہ اُمت کے افراد کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی آسانی پیش آتی۔ کیونکہ حضور کی شفقت سے یہ بعید تھا۔ کہ وہ اُمت کو اس قدر پریشانی اور محنت شاقہ میں ڈالتے۔ کہ مدت مدید کی انتظار اور عبادات کے بعد صرف ایک ہی فرد کو جا کر یہ نعمت عطا فرمائی۔ اگر کوئی دعا وغیرہ تلقین کرنا آپ کے نزدیک مناسب نہ تھا۔ تو کم از کم اس کی صراحت تو فرمادیتے کہ تم کو یہ درجہ مل سکتا ہے۔ تمہیں اس کے حصول کے متعلق کوشاں رہنا چاہیے۔ آپ نے نہ اس قسم کی کوئی صراحت فرمائی۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی راستہ بتلایا۔ بلکہ یہی فرماتے رہے کہ لا نبی بعدی وانا آخر الانبیاء وغیرہ گویا کہ اُمت کو نعوذ باللہ۔ از دست دھوکے میں رکھتے رہے۔ تاکہ وہ کہیں یہ درجہ حاصل کر کے آپ کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہو جاویں۔

بلکہ آپ کا رحمت للعالمین ہونا اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ آپ سابقہ انبیاء کے مقابلہ میں اپنی اُمت میں سے زیادہ انبیاء پیدا کر کے اپنے افضل الانبیاء ہونے کا ایک اعلیٰ اور بین ثبوت بہم پہنچاتے۔ لہذا قرآن شریف کی دیگر تصریحات کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت محولہ بالا کا مفہوم یہی لیا جائے گا۔ کہ وہ لوگ انبیاء کی رفاقت میں ہوں گے۔ اور چونکہ مدعا علیہ کو دنیاوی امثال کا بہت شوق ہے۔ اس لئے اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے۔ کہ جیسے حکومت کسی شخص کو اس کی ذاتی وجاہت اور مرتبہ کے لحاظ سے اپنے دربار میں اپنے کسی ممتاز عمدہ دار کا ساتھ جگہ دیدے۔ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس شخص نے اس عمدہ دار کا رتبہ حاصل کر لیا ہے یا یہ کہ وہ اس کا رتبہ حاصل کرنے کا اہل بنا دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگ جن کی آیات ماسبق میں فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انبیاء شہداء صدیقین اور صلحاء کے ہمراہ ہوں گے۔ اس لئے مدعا علیہ کا یہ استدلال کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کہ اگر اُمت محمدیہ کو نبوت کا درجہ نہ ملے تو وہ خیر الامم نہیں رہتی اس کے خیر الامم ہونے کے لئے خدا نے اسے اور کئی مدارج عطا فرمائے ہیں۔ قرآن مجید نے اسے اس بات

کا محتاج نہیں رہنے دیا کہ وہ نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پر ترجیح دے۔ بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء آپ کی اُمت میں داخل ہونے کے متنی رہے ہیں۔ افسوس کہ قرآن کی تعلیم کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا گیا۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کیا جاتا۔

قرآن حکیم میں حیاتِ انسانی کی پوری انتہا واضح نہیں فرمائی گئی۔ اور جیسا کہ چودھری غلام احمد صاحب پٹنہ مضمون محولہ بالا میں لکھتے ہیں۔ جنت بھی جو بالعموم منزلِ مقصود سمجھی جاتی ہے۔ درحقیقت اصل منزل مقصود نہیں بلکہ راستہ کا ایک خوشنما منظر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جنتوں کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقولون ربنا اتمد لنا نورنا اس فتنی کو ایک راز رکھا گیا۔ نہ معلوم کہ حضور کے فیض سے اُمت کو کیا کچھ عطا فرمایا جائے گا۔ لہذا مدعا علیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا۔ کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ اس وقت تک جاری ہے۔ بلکہ صرف الہام اور کشف و عیزہ باقی ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کا مدعا ہے۔ اور ان کو لغوی طور وحی کہا جا سکتا ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ کا دار و مدار زیادہ تر رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ماننے کے عقیدہ پر ہی ہے۔ مدعیہ کی طرف سے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا۔ بحوالہ آیات قرآنی و احادیث و اجماع اُمت یہ دکھلایا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ اس کی استثناء حضور نے خود کر دی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کہ مرزا صاحب کے دعوے سے قبل اور اب بھی سوائے مرزا صاحب کے پیروں کے دیگر جملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء کی تعداد اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت کا مرتبہ عطا ہو سکتا ہے۔ اور وہ خاتم النبیین کے معنی عام مسلمانوں کے اعتقاد کے خلاف یہ کرتا ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو اضافہ کمال کے لئے مہر عطا کی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور قرآن مجید کی جس آیت میں یہ الفاظ درج ہیں۔ اس کے معنی مدعا علیہ کی طرف سے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ اس آیت میں رسول اللہ کے بعد الفاظ خاتم النبیین اس لئے لائے گئے کہ ہر نبی اپنی اُمت کا روحانی باپ ہوتا تھا۔ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ آپ بحیثیت رسول اپنی اُمت کے باپ ہیں۔ آپ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین فرما کر آپ کو دوسرے رسولوں سے ممتاز فرما دیا۔ کہ اور نبی تو اپنی اُمت کے صرف مومنوں کے باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں۔ کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنی آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور اگر اس کے معنی آخر

کے لئے چاویں۔ تو اس میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اس تصریح سے اس حد تک تو مدعا علیہ کی یہ توجیہ درست ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ دیگر انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضل دکھلانا مقصود تھا۔ اس لئے الفاظ خاتم النبیین استعمال فرمائے گئے۔ لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ محض لفظ خاتم کے استعمال سے آپ کا نبی تراش ہونا کس طرح مفہوم لے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر خاتم کے معنے مہر بھی کہے جاویں تو اس کے یہ معنے کرنے سے بھی آپ انبیاء سابقہ پر مہر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت نایاب ہو سکتی ہے۔ اور محض یہ توجیہ بھی کہ آپ انبیاء کے باپ ہیں آپ کی فضیلت ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ پھر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آپ کے اس تفصیلی علاقہ ابوت سے آئندہ تو والد انبیاء کا سلسلہ جاری ہونا کس طرح اخذ کیا گیا۔ اور پھر تولد بھی صرف ایک نبی کا۔ اس میں شک نہیں کہ خاتم کے معنے مہر دیگر علما نے بھی کہے ہیں۔ اور حال ہی میں قرآن مجید کا جو ترجمہ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کا شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی خاتم کے معنے درج ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنے انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ مہر ہیں تمام نبیوں پر اور میری رائے میں سیاق سابق عبارت سے یہی معنے درست معلوم ہوتے ہیں۔ اس پر مدعا علیہ کا یہ اعتراض ہوگا۔ کہ پھر رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ہونا کہاں سے اخذ کیا جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ہونا احادیث سے اور اُمت کے اجماعی عقیدہ سے اخذ کیا جائے گا۔ اُمت آج تک آپ کو آخری نبی سمجھتی آئی۔ اور جیسا کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے۔ آج تک جس قدر اولیاء ابدال۔ اقطاب۔ مجتہدین مجدد ہوتے رہے ہیں۔ کسی نے اس عقیدہ تغلیظ نہیں کی۔ دوسرے مدعا علیہ کو بھی اس سے انکار نہیں۔ کہ خاتم کے معنے آخری بھی ہیں۔ اور اس معنے پر اُمت کا اجماع چلا آیا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس اجماع کی حقیقت کو توڑنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ مرزا صاحب کے دعوے سے قبل جمہور اُمت کا عقیدہ اس طرح چلا آیا ہے۔ اس لئے ایک امر واقع کو غلط کہنا ایک بیجا حجت ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے لغت اور عربی زبان کے محاورات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ لفظ خاتم جب ت کی زبر سے پڑھا جاوے تو انگوٹھی یا مہر کے معنوں میں استعمال یا مہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر زیر سے پڑھا جاوے تو اس کے معنے ختم کرنے والا۔ دوسرا مہر لگانے والا ہوتے ہیں اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

اور کہ خاتم کے اصل معنے آخر کے نہیں ہیں۔ اگر آخر کا معنے بھی لئے جاویں تو پھر لازم معنے 'کملائیں گے۔ نہ اصل معنے۔ اور جب اصل معنے لئے جا سکتے ہیں تو لازم معنے کیوں لئے جاویں۔ خاتم اگر کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو لازم معنے لے کر کیا جاتا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں۔

جو لازم معنی لینے پر ہی دلالت کرے۔ تو اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے معنی میں لینا۔ کسی طرح صحیح نہیں لیکن مقدمہ لہذا میں سوال زیر بحث عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ الفاظ کے معنی یا مراد سے تعلق نہیں رکھتا۔ یکھنا یہ ہے کہ عقیدہ کس معنی پر قائم ہوا۔ جب مدعا علیہ کے نزدیک خاتم کے معنی آخر کے ہو سکتے ہیں۔ اور عقیدہ بھی تیرہ سو سال تک اس پر قائم رہا ہے۔ تو اب ان الفاظ پر بحث کرنا کہ ان کے معنی آخر کے نہیں بلکہ مہر کے ہیں سوائے ایک علمی لکھی کے۔ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں جو علماء اس کے معنی قبل ازیں آخر کے کرتے آئے ہیں۔ ان کی نسبت نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ اس کی لغت یا اصل سے واقف نہ تھے۔ اس لئے اس لفظ کے معنی پر بحث لا حاصل ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب بھی اپنے دعوے سے قبل خاتم النبیین کے معنی آخری کرتے آئے ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہان کے بیانات میں دکھلایا جا چکا ہے۔ بعد کے معنی محض تاویلی ہیں۔ اور اپنے دعوے کو رنگ دینے کی خاطر کئے گئے ہیں اور اب مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے۔ مذکورہ دوسری وحی سے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں انہوں نے وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اور سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر قسم کی وحی کے انقطاع کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ ان کے یہ اقوال اس قسم کے ہیں جن کے متعلق کہ مدعا علیہ کی بحث کے شروع میں فقرہ نمبر ۱۱ میں تشریح کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے اندر ایک مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے دیگر اقوال ان کی توضیح یا تشریح نہیں بن سکتے اس قسم کے اقوال جن سے مرزا صاحب انقطاع وحی کے قائل پائے جاتے ہیں۔ گواہان مدعیہ کے بیانات میں مفصل درج ہیں۔ جو اوپر درج کئے جا چکے ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پھر یہ کہا گیا ہے۔ کہ احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔ جیسا کہ حدیث لوعاش ابراہیم لسان صدیقاً نبیاً سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین کے نزول سے پانچ سال کے بعد حضور نے یہ فرمایا ہے۔ لیکن اول تو اس حدیث کے صحیح ہونے میں شبہ ہے۔ جس کا اظہار خود گواہ مدعا علیہ نے کر دیا ہے۔ دوسرا اس میں لوکا ایک شرطیہ لفظ موجود ہے۔ اور قواعد عربی کی رُو سے مدعا علیہ کی طرف سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جہاں لوداخل ہو وہاں وقوع نہیں ہوتا۔ تیسرا اس میں نبوت کی کوئی تفصیل نہیں۔ کہ کیسی نبوت ہوگی۔ چوتھا نبوت کا امکان حضرت ابراہیم کی زندگی پر تھا۔ جب وہ وفات پا گئے۔ نبوت کا امکان بھی چلا گیا۔ اس سے کسی طرح بھی آئندہ نبوت جاری نہ ہوتی تھی۔ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے حضرت عائشہ کا ایک قول قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانہی بعدہ نقل کیا جا کر نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لانہی بعدہ سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ غلطی پر ہیں۔ اس ضمن میں پھر یہ کہا گیا ہے کہ دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کے صاحبزادے استاد کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے

اتفاقاً حضرت علی وہاں سے گذرے۔ اور فرمایا کہ ان دونوں کو خاتم النبیین کا لفظ ت کی زیر سے پڑھاؤ۔ دوسری قرات میں خاتم ت کی زیر سے بھی آیا ہے پس اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ت کی زیر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے بنتے تھے تو آپ نے زیر کے پڑھانے سے منع کیوں کیا۔ کیونکہ زیر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے اور زیر پڑھانے سے آپ کو اس کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔

حضرت علی کے متعلق جو حدیث لابی بعدی والی بیان کی گئی ہے۔ اور جو مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے۔ اسے مدعا علیہ کی طرف سے صحیح مانا گیا ہے۔ مگر اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ بعدی سے مراد یہاں موت کے بعد نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ بعدی سے مراد جنگ تبوک کا عرصہ ہے۔ یعنی اس عرصہ میں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں ایک اور حدیث کا حوالہ دیا جا کر یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اے علی تم اس بات پر راضی نہیں۔ کہ میرے خلیفہ بنو۔ جیسے ہارون موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ مگر ہاں تم نبی نہیں ہو گے۔ اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی کہ جب حضرت علی کو ہارون سے شائبہت دی گئی نہ پڑ سکتا تھا کہ آپ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہوں گے۔ اس لیے انھیں صلیب فرمادے۔ کہ تم میرے بعد خلیفہ ہو گے۔ نبی نہیں ہو گے۔

یہ تمام دلائل محض قیاسی ہیں۔ اور کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کا جواب بھی قیاس ہو سکتا ہے۔ حضرت علی کے صاحبزادوں کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے ممکن ہے کہ حضرت علی نے ت کی زیر سے اس لئے پڑھانا منع کیا ہو کہ زیر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا پہلو پوری طرح سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور زیر سے پڑھانے سے دونوں پہلو پوری طرح نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ اس وقت حضرت علی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ زیر سے پڑھانے سے نبوت کے منقطع ہونے کا مغلطہ پڑتا ہے۔ اور کہ ان کے نزدیک حضور کے بعد نبوت جاری رہے گی۔ تو جنگ تبوک کے موقع پر جب حضور نے انہیں ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دے کر یہ فرمایا تھا۔ کہ لابی بعدی۔ تو وہ عرض کر سکتے تھے۔ کہ حضور جب آپ مثل موسیٰ ٹھہرے اور میں مثل ہارون علیہ السلام تو میں بھی آپ کا چچا زاد بھائی ہوں اس لئے آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح کیوں میرے حق میں دعا نہیں فرمادیتے کہ خدا مجھے بھی نبی بنا دے۔ اور ابھی مماثلت کی بناء پر کوئی عجب نہ تھا۔ کہ حضور کی دعا سے خدا انہیں بھی نبوت کا مرتبہ عطا فرمادیتا۔

یہ محض ایسے قیاسات ہیں کہ جو ظنیات کی حد تک بھی نہیں پہنچتے۔ اور مذہب میں جیسا کہ خود مدعا علیہ کی طرف سے تسلیم کیا گیا ہے۔ قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ ظنیات یا قیاسات کا۔ باقی رہا حضرت عائشہ کا قول اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے تین جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لابی بعدی کے کہنے سے چونکہ یہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں کوئی بے عقیدہ شخص حضرت عیسیٰ کے نزول سے انکار نہ کر دے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ خاتم النبیین کو۔ لابی بعدی نہ کہو۔ دوسرا یہ کہ خاتم النبیین کے کہنے سے چونکہ دونوں مدعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری اور افضل ہونا ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے

آپ نے فرمایا کہ لاجبی بعدی نہ کہو بلکہ خاتم النبیین کہو۔

تیسرا یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ حدیث خود روایت کی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ نوحۃ ختم ہو چکی ہے۔ سوائے اس کے اب مبشرات ہوں گے۔ اور مبشرات کی تشریح آپ نے یہ فرمائی۔ کہ اچھی خواہشیں اس لئے مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرت عائشہ کو خود اس حدیث کا علم تھا۔ تو کس طرح کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے لاجبی بعدی کہنے سے اس لئے منع کیا۔ کہ وہ آپ کے بعد نبوت کو جاری سمجھتی تھیں۔ یہ ایک بہت معقول جواب ہے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کو آپ نے منع کیا ہوگا۔ کہ وہ لاجبی بعدی نہ کہیں۔ تو انہوں نے آخر کوئی دہر تو دریافت کی ہوگی۔ کیونکہ اس سے شہ پر لڑ سکتا تھا۔ کہ کیا آپ کے بعد نبوت جاری ہے۔ جو وہ ایسا کرتے سے منع کرتے ہیں۔ ایسی کوئی تفصیل بیان نہیں کی جاتی اس لئے ان کے اس قول سے یہ کوئی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کہ وہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری سمجھتی تھیں۔

اس سلسلہ میں پھر مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں الفاظ خاتم النبیین ہیں آخر النبیین نہیں۔ آخر کچھ تو بھید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخر النبیین نہیں کہا بلکہ خاتم النبیین کہا۔

اس میں اول تو کوئی بھید نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ آخر النبیین کا لفظ خاتم النبیین کے مقابلہ میں زیادہ فصیح معلوم نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ جو غیر فصیح ہو۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں فضیلتیں یعنی آپ کا آخر ہونا اور فضل ہونا دکھلانا مقصود تھیں اس لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرمایا گیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی بھید رکھنا منظور تھا۔ تو پھر اس بھید کا کیا حل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید کو نور۔ ہدایت اور فرقان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے میں تمہاری فلاح ہے۔ اور گذشتہ بہت سے انبیاء کی تفصیل بھی بیان فرمادی لیکن آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق نہ کوئی صراحت فرمائی اور نہ یہ فرمایا کہ ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ تو پھر قرآن کیونکر نور اور ہدایت ٹھہرا۔

مدعا علیہ کے ایک گواہ کا بیان ہے۔ کہ جس حدیث میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے۔ وہ خبر واحد ہے جو ظن کا مرتبہ رکھتی ہے۔ اور عقائد میں ظنیات کام نہیں دیتے۔ لیکن افنوس کہ یہ کہتے وقت اسے شاید اپنے طریق استدلال پر نظر نہیں رہی۔ کہ وہ کہاں تک قطعیات کی رُو سے بحث کر رہا ہے۔

اسی طرح اس نے ان احادیث کی بہت سی تاویل کی ہیں۔ جن میں حضور کے متعلق آخر کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اور عربی۔ فارسی۔ اردو شعراء اور مصنفین کے اقوال کے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے۔ کہ لفظ آخر اکثر بمعنی کمال استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ یہ تمام بحث ایک علمی دلچسپی کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہاں بحث عقائد سے ہے نہ کہ الفاظ کے معنے سے۔ اور چونکہ الفاظ زیر بحث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس معنی پر ہی آج تک امت کا عقیدہ چلا آیا ہے۔ اور یہ عقیدہ جیسا کہ اوپر

دکھلایا گیا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔ اس لئے اس عقیدہ کو تبدیل کرنا۔ کسی ادیب۔ عالم مفتی یا قاضی کا کام نہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ سوائے اس شخص کے جو مامور من اللہ ہو۔ اور کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اس پر پچھے کافی بحث ہو چکی ہے۔ کہ آیا مرزا صاحب نبی اور مامور من اللہ ہیں یا نہ اور آخر نتیجہ میں بھی اس پر بحث کی جائیگی۔ مدعا علیہ کی طرف سے شیخ محی الدین ابن عربی اور دیگر بزرگان کے اقوال نقل کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک بھی نبوت مرتفع ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ شریعت والی نبوت مرتفع ہو گئی۔ نہ کہ مقام نبوت۔ اور کہ وہ حضور کے قول لائنبی بعدی کا یہ مطلب سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا۔ جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہو گا۔ آپ کی شریعت کے ماتحت ہو گا۔

مدعیہ کی طرف سے ان اقوال کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں۔ اور ان بزرگان کے دیگر اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کے قائل تھے۔ لیکن قطع نظر اس کے یہ ممکن ہے کہ یہ اقوال لکھتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ان لوگوں کے ذہن میں ہو۔ اور اس لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ کے بعد جب بھی کوئی نبی ہو گا وہ آپ کی شریعت کے ماتحت ہو گا۔ اس کا فیصلہ تو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پوری طرح کیا جاسکتا ہے۔ ان حوالوں کو چونکہ اس فیصلہ میں بحث سے نظر انداز کر دیا گیا ہے اس لئے ان پر زیادہ رائے زنی کی ضرورت نہیں اور اگر ان تحریروں کا مطلب مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق بھی صحیح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا یہ ان کی ذاتی رائے ہے یا امت کا عقیدہ۔ اگر ان تحریروں کے بعد امت نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔ اور ان کا عقیدہ جو ان کا تو رہا ہے۔ اور اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ تو پھر یہ تحریریں ان کی ذاتی اور شخصی رائے کے سوا اور کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ اور اگر ان کے یہ اقوال ان کا کشف بھی سمجھے جاویں تو بھی جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ دین کے معاملہ میں وہ دوسروں پر کوئی حجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سوائے نبی کی وحی کے اور کوئی بات قطعی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلعم کی دوسری حدیث پر جس میں آپ نے نبی اسرائیل کے نبیوں کے متعلق کہا ہے کہ جب ان میں ایک نبی فوت ہو جائے گا تو فوراً اس کا خلیفہ نبی ہوتا تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ یہاں حضور کی مراد بعدیت متصلہ ہے۔ یعنی آپ کے فوراً بعد ایسا نہیں ہو گا۔ اور امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہو گی۔ لیکن اول تو اس حدیث کے یہ معنی تاویل میں ہیں۔ دوسرا نہیں کہا جاسکتا کہ میرہ سوسال کے عرصہ میں ایسا کوئی زمانہ نہیں آیا۔ کہ جس میں نبی کی ضرورت محسوس نہ کی گئی ہو۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کے لئے مدعا علیہ جس قسم کی نبوت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اس معنی سے تاہید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے نزدیک مرزا صاحب کو جو نبوت ملی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال اتباع اور فیض سے ملی ہے اور یہ پایا جاتا ہے۔ کہ حضور کے زمانہ میں ہی حضرت عمر حضور کے ایسے متبعین میں سے تھے۔ کہ جن کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے۔ اور ان کی بابت

حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ ہوتے اور یہ بھی کہا کہ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو حضرت عمر مبعوث ہوتے۔ تو کیا حضرت عمر سے بڑھ کر اس وقت حضور کے اتباع کے لحاظ سے کوئی شخص نبوت کا مستحق ہو سکتا تھا۔ لیکن مدعا علیہ کی مذکورہ بالا صراحت کے مطابق وہ حضور کے بعد اس لئے نبی نہ بنے کہ اس وقت نبی کی ضرورت نہ تھی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور کے اتباع سے نبوت ملنے کے ساتھ مشیت میں یہ بھی مقدر ہے۔ کہ اس قسم کی نبوت اس وقت دی جاوے۔ جس وقت کہ اس کی ضرورت ہو۔ اور اس سے مدعا علیہ کے اس اصول کی نفی ہو جاتی ہے کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت مل سکتی ہے۔ کیونکہ ایسا ہونا تو ضرور ہے کہ حضرت عمر کو نبوت عطا ہو جاتی۔ کیونکہ وہ نہ صرف کامل تابعین میں سے تھے۔ بلکہ حضور کے خاص مورد الطاف تھے۔ اور جیسا کہ حضور کے الفاظ سے اخذ ہوتا ہے حضور یہ چاہتے تھے۔ کہ وہ نبی ہوں۔ لیکن چونکہ آپ کے بعد نبوت منقطع ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر نبی نہیں ہو سکتے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس حدیث کو کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا۔ تو عمر ہوتے۔ ضعیف کہا گیا ہے۔ اور پھر اس ضمن میں لفظ کے بعد بہت سے تاویلی معنے کئے گئے ہیں اور شاید اس لئے کہ یہ حدیث مدعا علیہ کے منشاء کے بالکل مخالف تھی۔ حدیث کے الفاظ ایسے مبہم نہیں کہ ان کے مفہوم کے لئے کسی تاویل کی ضرورت ہو۔ ان سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہاں بعد سے کیا مراد ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے جو حدیث بیت النبوت والی پیش کی گئی ہے اس کے متعلق مدعا کی طرف سے یہ کہا گیا ہے اس میں من قبلی کے الفاظ ہیں۔ اور ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے۔ جو حضور سے پہلے ہو گئے۔ آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کا اس میں ذکر نہیں۔ لیکن یہ عجت اس لئے درست نہیں۔ کہ اس حدیث میں نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور اس کی تکمیل کے سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ آپ کے وجود باوجود سے قبل عزیز مکمل تھا۔ آپ کے تشریف لانے پر مکمل ہو گیا۔ اگر آئندہ انبیاء کا سلسلہ جاری رہنا تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس گھر کی تکمیل لازم نہیں آتی۔ یہ سمجھانے کے لئے کہ اب سلسلہ انبیاء میں سے اور کوئی باقی نہیں۔ نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دی گئی۔ اور جیسا کہ گھر کی چنائی اینٹوں سے کی جاتی ہے۔ اس بیت نبوت کی چنائی انبیاء سے ہوئی۔ اور جو ایک اینٹ اس گھر کی تکمیل کو ناقص بنائے ہوئے تھی۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے پر پوری ہو گئی۔ اس مثال سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مشیت ایزدی میں جو تعداد انبیاء مقرر تھی۔ وہ آپ کے تشریف لانے سے پوری ہو چکی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ انبیاء کی تعداد میں اب کوئی عدد باقی نہیں رہا۔ اس لئے سابقہ اعداد میں سے ایک کو واپس لانا پڑا ہے۔ اس پر مدعا علیہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا آنا تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مکان کی تعمیر ادھوری رہ گئی۔

لیکن یہ حجت اس لئے قائم نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مکان کی تعمیر میں پہلے شامل ہو کر اسے مکمل کر چکے ہیں۔ اور نئے نبی اگر ابھی اور آنے باقی ہوں۔ تو پھر اس عمارت کی تعمیر مکمل نہیں سمجھی جاسکتی اس کی تکمیل اس وقت تکجئے گی جب تمام انبیاء ختم ہو چکیں۔ اس لئے اسے اس وقت میں مکمل سمجھا جائے گا۔ جبکہ تمام انبیاء کا سلسلہ ختم نہ ہوئے۔ حضور کا اس عمارت کو اپنی تشریف آدھوی سے مکمل فرمادینا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ کے بعد تعداد انبیاء میں سے اور کچھ باقی نہیں۔ حضرت عیسیٰ کا آنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے تکمیل شدہ مکان میں سے کچھ اینٹیں اکھاڑ کر بشرط ضرورت دوسری جگہ لگا دے۔ اس پر یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنے مکان کو اکھیڑا۔ یہ نہ کہا جائے گا۔ کہ اس نے مکان کو مکمل نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی تکمیل پہلے ہو چکی تھی۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا نبی ہونا اس مکان کی تعمیر کا منافی نہیں کیونکہ انہیں حضور کے فیض سے نبوت ملی ہے۔ اس لئے یہ نبوت اس مکان بیت النبوت کی تکمیل کا سلسلہ شمار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ایک مکمل چیز پر اگر کوئی اور زائد چیز بطور اضافہ شامل کی جاوے۔ تو اس سے دوہی صورتیں پیدا ہوں گی۔ یا تو وہ زائد چیز اس کی زینت کو بڑھا دے گی یا اسے بدزیب کر دے گی۔ اب اگر مرزا صاحب کو بیت النبوت پر چسپاں کیا جاوے۔ تو وہ یا تو اس کی زینت کو بڑھائیں گے۔ یا اسے بدزیب کریں گے۔ اگر سمجھا جاوے کہ ان سے اس کی زینت بڑھے گی۔ تو اس سے وہ فضل الانبیاء ہو جائیں گے۔ نہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یہ بات ان کے اپنے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اب صاف ہے۔ کہ ان کے اس بیت النبوت پر چسپاں ہونے سے دوسری ہی صورت پیدا ہو گی۔ اور ان گھر کی تکمیل میں وہ زائد از ضرورت ہی رہیں گے۔ اس لئے اس حدیث سے جس کی صحت مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ مدعیہ کی طرف سے ایک اور حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد قیامت تک جو بھی دعویٰ نبوت کرے وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں آنے والے مسیح موعود کو خود حضور نے بھی نبی اللہ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے دوسرا تیس کی تعیین بھی بتلا رہی ہے کہ کوئی سچا بھی آسکتا ہے۔ تیسرا اس حدیث کا مضمون آج سے قریب پانچ سو برس پہلے پورا ہو چکا ہے۔ کیونکہ ۳۰ دجال و کذاب گذر چکے ہیں۔ اس کا جواب ایک تو خود گواہ مدعا علیہ نے ہی دیدیا ہے۔ کہ اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں کہ جس میں کذابوں کی تعداد کم و بیش ۷۰ تک بیان کی گئی ہے۔ اس لئے سمجھا جائے گا۔ کہ حضور نے ۳۰ کی کوئی متعین تعداد بیان نہیں فرمائی۔ بلکہ اس قسم کے اعداد بیان کرنے سے حضور کی مراد کذابوں کی کثرت بیان کرنے سے تھی کیونکہ اگر مدعا علیہ کی بحث کی رو سے یہ قرار دیا جاوے کہ ایسے کذابوں کی صحیح تعداد ۲۷ ثابت ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو تیس کذاب اس سے قبل گذرنے بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے تین

ضرور سچے ہوں گے۔ لیکن ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ اور ان باقی ماندہ تین کو بھی دینا نہ جھوٹا ہی سمجھا۔ اور انہیں بھی کذابوں کی ذیل میں داخل کیا گیا۔ دوسرا مسیح موعود کے آنے کی استناد خود حضور نے فرمادی اور ساتھ ہی اس کا نام عیسیٰ ابن مریم بتلا کر اسے نام سے ہی مشخص فرمادیا۔ علاوہ ازیں اگر سچے نبی ہو سکتے تھے۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ جہاں حضور نے جھوٹے نبیوں کی آمد اور ان کی تعداد کی اطلاع دی تھی۔ وہاں اس کی تصریح کیوں نہ فرمائی۔ کہ اس کے بعد سچے نبی بھی آئیں گے اور اس قدر آئیں گے۔ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ امت کو ایک گمراہی سے بچا کر دوسری گمراہی میں ڈال دیا جاتا۔ اور انہیں جھوٹے اور سچے نبی میں تیز کرنے کے لئے کوئی معیار نہ بتلایا جاتا۔ اس لئے یہ حدیث بھی مشیت ادعا مدعیہ اور مدعا علیہ کی حجت کے منافی ہے۔

لہذا اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مسلمہ کذاب وغیرہ کاذب مدعیان نبوت کے جو حوالے حدیث کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہا گیا ہے۔ کہ انہیں اس بنا پر قتل کیا گیا کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ صحابہ کا جنگ کرنا محض اس وجہ سے تھا۔ کہ انہوں نے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کا مقابلہ کر کے خود بادشاہ بنا چاہا تھا۔ اور نبوت کے دعویٰ کو اس کے حصول کے لئے انہوں نے صرف ایک ذریعہ بنایا تھا۔ اگر مدعا علیہ کا یہ ادعا درست بھی سمجھا لیا جاوے۔

تو چونکہ اس کے ساتھ ہی وہ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کو حصول حکومت کے لئے ایک ذریعہ بنایا تھا۔ تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے۔ کہ جس بنا پر وہ اپنے آپ کو حکومت کا حقدار سمجھتے تھے۔ صحابہ نے اسے بھی نادرست سمجھا تھا۔ اگر صحابہ کے ذہن میں یہ ہوتا کہ حضور کے بعد نبوت ہو سکتی ہے۔ تو وہ ان کی نبوت کے متعلق پورا اطمینان کرتے۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کرتے۔ خلافت ارضی جلیل القدر انبیاء کی نبوت کا ایک جزو لاینفک رہی ہے۔ اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مدعیان نبوت خلافت ارضی کو لوازمات نبوت میں سے سمجھتے ہوئے دعویٰ نبوت کے بعد اس کے لئے کوشاں ہوئے ہوں۔ تو اس صورت میں صحابہ کا ان کے ساتھ جنگ کرنا دعویٰ نبوت کی بنا پر متصور ہوگا۔ نہ کہ بغاوت کی بنا پر کیونکہ انہیں باغی مرتد اور کافر قرار دیا جا کر سمجھا گیا۔

اس سلسلہ میں مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ مدعا علیہ نے اپنی بحث میں آگے یہ دکھلایا ہے کہ مرزا صاحب نے ظلی اور روزی کی اصطلاحات یہ دکھانے کے لئے قائم کی ہیں کہ جس قسم کی نبوت کے وہ مدعی ہیں۔ وہ شریعت والی نبوت نہیں اور نہ اس سے قرآن مجید کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ آپ کا مطلب ان سے صرف یہ تھا کہ ان کو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی۔ بلکہ آنحضرت مسلم کے اتباع اور آپ میں فنا ہو کر اور آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ

نبوت ملا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے آپ کو ظلی نبی لکھا تاکہ آئندہ لوگ نبی کا لفظ سن کر چونک نہ پڑیں۔ اور اس ظلی بروزی کے لفظ سے سمجھ لیں کہ آپ ویسے نبی نہیں جو معروف اصطلاح میں لئے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہر ایک کمال آپ کو آنحضرت صلعم کے اتباع اور ذریعہ سے ملا ہے۔ آپ نے صرف اپنی نبوت کی حقیقت سمجھانے کے لئے ظلی بروزی اور اتنی نبی کی اصطلاحیں مقرر کیں تاکہ لوگ نبی کے لفظ سے دھوکا نہ کھجائیں اور اصطلاحوں کا قائم کرنا۔ ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ بروز دیگرہ کے الفاظ صوفیاء نے بھی قائم کئے ہیں۔ مرزا صاحب تناسخ کے اس معنی میں جس معنی میں کہ اہل ہنود سمجھتے ہیں قابل نہ تھے۔ ان کے اس قول سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خود طبیعت اور مشابہت کے لحاظ سے عبد اللہ پسر عبد المطلب کے گھر جنم لیا۔ سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت کی پیدائش حضرت ابراہیم ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ انہوں نے تریاق القلوب صفحہ ۴۹ پر درج و درویرہ کی تفسیر خود ہی بیان کی ہے۔ اور تناسخ کے مسئلہ کا درمزا صاحب نے اپنی بہت سی کتابوں میں کیا ہے۔ ممدی موعود کی بروزی نبوت کے متعلق مولوی نجم الدین صاحب نے جو اعتراض کیا ہے۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے اس حوالہ کے آگے کی عبارت نہیں پڑھی۔ اس میں خاتم الاولاد کا مطلب بیظاہر کیا گیا ہے۔ کہ اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کوئی کمال فرزند پیدا نہیں کرے گا۔ باستانداران فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں۔

سوائے ظلی اور بروزی اصطلاحات کے باقی تمام بحث فروعی امور کے متعلق ہے۔ جن کا امرابہ النزاع پر چندان کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس سے جواب میں اگر مدعیہ کی بحث کو جو اوپر بیان کی جا چکی ہے دیکھا جاوے تو اس سے یہ نتیجہ درست طور پر آمد ہوتا ہے۔ کہ ظلی اور بروزی اور امتی وغیرہ کی اصطلاحات محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ دراصل مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی نبوت کے متعلق ہی تھا۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی کی تحریر میں جس کا حوالہ اوپر گذر چکا۔ کی گئی ہے۔ خلیفہ صاحب کی اس تحریر کے متعلق مدعا علیہ نے ان کی ایک اور تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے مثال کے طور پر لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے یہ معنی کئے جائیں کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو۔ تو ان معنوں کی رُو سے حضرت مسیح موعود کو میں حقیقی نبی مانتا ہوں یعنی صادق اور منجانب اللہ اور عیض شریعی نبی مانتا ہوں۔ لیکن اس سے ان کی وہ تحریر جس کا حوالہ مدعیہ کی طرف سے دیا گیا ہے رد نہیں ہوئی وہ تحریر بڑا نثر ایسی ہے کہ جس سے خود ایک مستقل مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے مرزا صاحب کے حقیقی نبی ہونے کا ثبوت دینے کی بھی آمادگی ظاہر کی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ کہا کہ انہوں نے ظلی بروزی کے الفاظ محض بطور انکسار کے استعمال فرمائے ہیں۔ اور کہ اس قسم کی فروتنی نبیوں کی شان میں داخل ہے۔ ان کے ان الفاظ کی مدعا علیہ کی طرف سے کوئی تردید نہیں کی گئی۔ اور نہ ان کی کوئی تردید ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے ایک اعلان میں یہ لکھا ہے کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلعم کا وجود ہی قرار دیا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروزیات کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے جن اقوال کا حوالہ گواہان مدعیہ کے بیانات میں دیا گیا ہے۔ اور ان سے جو نتائج انہوں

نے برآمد کئے ہیں۔ اور جو ان کی بحث میں اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان سے واقعی یہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے ان اقوال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قسم کا جنم مراد لیتے ہیں کہ جو بطریق تناسخ سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نو۔ طبیعت اور دیگر خصائل کے ودیعت ہونے سے۔ ان سوالات پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی تکجھڑ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اس مقدمہ میں ایک ضمنی سوال ہے۔ اس لئے ان کے ایسے عقائد پر کہ جن پر مقدمہ ہذا کے تصفیہ کا زیادہ دارومدار نہیں ہے۔ تفصیلی بحث بلا ضرورت ہے۔

ذیل میں مدعا علیہ کی طرف سے مدعیہ کے ان اعتراضات کا جواب درج کیا جاتا ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعوئے نبوت تشریح کے متعلق عائد کئے گئے ہیں۔

اس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں اپنے لئے رسول کا لفظ لکھا ہے وہاں انہوں نے اس لفظ کے ساتھ کسی جگہ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے صاف لکھا ہے کہ آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید اور کوئی کتاب نہیں دعوئے نبوت کے متعلق انہوں نے صاف کہا ہے۔ کہ میں ان معنوں سے نبی ہوں۔ کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اور جہاں انہوں نے یہ کہا ہے کہ مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ وہاں آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

جہاں مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی وحی پر اس طرح ایمان لاتے ہیں۔ جس طرح کہ قرآن اور دوسری وحیوں پر۔ اس سے ان کا صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوئے اخذ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے اقوال سے یہ مراد ہے کہ آپ اپنی وحی کو منجانب اللہ اور اس کے دخل شیطانی اور خطا سے پاک و منزہ ہونے پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اس کا وہ اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ مرزا صاحب کا اپنی وحی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی ان کا مدعی نبوت تشریح ہونا ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کی جو وحی اور تعلیم ہے۔ وہ وہی تعلیم ہے۔ جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اب قرآن مجید کی اس تعلیم پر کاربند ہو کر وہی نجات پاسکتا ہے۔ جو آپ کے حلقہ بعیت میں داخل ہو دوسرا نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ بلکہ فرمایا کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔ قرآن مجید کی بیسویں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئیں۔ اسی طرح مرزا صاحب پر قرآن مجید کے بہت سے ادا مرو لو ابی نازل ہوئے اور انہی کے متعلق مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مرزا صاحب کے قول نمبر ۶ مذکورہ بالا کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اولیاء امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے ادا مرو لو ابی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہو جانا جائز ہے۔ صرف ایسے ادا مرو لو ابی

ہا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں۔ اور آنحضرت صلعم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔ انزما ممنوع ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے۔ اور فرضی طور پر معترضین کو ملزم کرنے کے لئے فرماتے ہیں۔ کہ یہ عذر بھی مخالفین کا باطل ہے۔ کیونکہ شریعت اوامر و نواہی کا نام ہے اور میرے الہامات میں امر اور نہی دونو موجود ہیں۔

قول نمبر ۱۲ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس سے جو مرزا صاحب کے صاحب شریعت نبی ہونے کا استدلال کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ اس جگہ انہوں نے صرف صاحب شریعت نبی محدث اور ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لائے۔ ان کا حکم اس عبارت میں مذکور نہیں۔ اس سے گواہان مدعیہ نے جو نتیجہ نکالا ہے۔ وہ مرزا صاحب کی دوسری تحریروں کے مخالف ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الہیہ ہے۔ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذّب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا تو اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔

مرزا صاحب کے مدعی صاحب شریعت ہونے کی بابت مدعیہ کی طرف سے جو ان کے ماہواری چندہ بیٹے جانے کے حکم کا حوالہ دیا جا کر بحث کی گئی ہے اس کے متعلق مدعا علیہ کا یہ جواب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں اور نہ اس میں تعبیل نہ کرنے والے کے متعلق کافر۔ مرتد یا ملعون وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں بلکہ یہ حکم قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ مرزا صاحب نے اس قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا۔ کہ ایسا شخص جو راہِ خدا پر خرچ نہیں کرتا۔ اور باوجود مقدرت ۳۰۰۰۰ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے۔ اور کچھ پرواہ نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق ایسا حکم نہیں ہے درست نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم کہ اگر انہوں نے ایک معمولی رسی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے اور جسے وہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں لادارتے تھے وہ لوگوں میں سے ایک ہے۔ اور ان کے لئے زکوٰۃ دینے کا دوا دہ کرنے پر کئی سخت سزا مقرر کی گئی۔ ان دلائل کے زیادہ تفصیل جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کو اگر گواہان مدعیہ کی پیش کردہ دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو ان کا ابطال خود بخود ہی ثابت ہو جائے گا۔ تاہم ان کے مختصر جوابات درج کئے جاتے ہیں رسول کی تعریف خود گواہ مدعا علیہ نے یہ کی ہے کہ جو صاحب کتاب ہو۔ اور نبی عام ہوتا ہے۔ چاہے کتاب لائے یا

نہ لائے۔ اب مرزا صاحب کے اپنے آپ کو رسول کہنے سے یہی مراد لی جائے گی کہ وہ صاحب کتاب نبی ہیں علاوہ انہیں جو وحی کہ دخل شیطانی سے منزہ قرار دیا دوسے تو وہ منجانب اللہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح قطعی ہوگی۔ جیسا کہ دیگر انبیاء کی وحی۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی فرماتے ہیں کہ اگر ان کی وحی کو جمع کیا جاوے تو دو گئی جزئیں بن جائے۔ اب اس قسم کی وحی اگر کتابی صورت میں نہ بھی لائی جائے تو بھی کتاب اللہ کہلائے گی۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الامر و نواہی بیان کئے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی ایسی وحی جس میں شریعت محمدیہ کے اوامر و نواہی کی تجدید ہے بہت تھوڑی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی جو دیگر وحی ہے۔ اس کی قطعیت کے لحاظ سے اس پر بھی اسی طرح ایمان لانا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید پر اور وہ بھی شریعت کا جزو تصور ہوگی۔ اس لئے مرزا صاحب نے رسول کے لفظ کے ساتھ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا تو بھی ان کی تصریحات سے یہی سمجھا جائے گا۔ کہ وہ صاحب شریعت رسول ہیں چاہے وہ صاف الفاظ میں یہ کہیں یا نہ کہیں۔ ان کے دیگر اقوال جن میں انہوں نے اپنی نبوت کی تشریح کی ہے یا یہ کہا ہے کہ جدید شریعت نہیں لائے۔ ان اقوال کا کہ جن سے مذکورہ بالا نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ رد نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جیسا کہ شروع بحث میں دکھلایا گیا۔ جو اقوال کہ اپنے اندر مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالب وہی سمجھے جائیں گے جو ان اقوال کی اپنی طرز بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ اور تا وقتیکہ اس بات کی صراحت نہ ہو کہ وہ اقوال واپس لئے جا چکے ہیں۔ دیگر اقوال نہ ان کے قائم مقام بن سکتے ہیں اور نہ ان کی تشریح۔

مرزا صاحب چاہے یہ کہیں یا نہ کہیں کہ ان کی وحی شرعی اور قرآن کی شکل ہے۔ وہ جب اُسے دخل شیطانی سے پاک سمجھتے ہیں اور دوسروں پر محبت قرار دے کر اسے مدارِ نجات ٹھہراتے ہیں۔ اور اپنے زمانے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ اور بقول گواہ مدعا علیہ اب آئندہ کے لئے مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا بھی ضروری ہے۔ تو پھر کیونکر کہا سکتا ہے کہ ان کی وحی شرعی نہیں خصوصاً جبکہ صاحب شریعت کی تعریف بھی خود مرزا صاحب یہ کرتے ہیں کہ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ اور پھر آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ اوامر و نواہی نئے ہوں۔ ان کی اس تعریف کی رُو سے صاف قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی وحی کو شرعی وحی سمجھتے ہیں اور جب وہ شرعی وحی ہوئی تو اس پر ایمان لانا اسی طرح واجب ہوا جیسا کہ قرآن مجید پر۔ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا نزول دیگر اولیاء اللہ پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے ان کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا۔ اور نہ ان کو دوسروں پر بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس لئے دیگر اولیاء اللہ کی مثال مرزا صاحب کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

قول نمبر ۶ میں صاحب شریعت کے الفاظ مرزا صاحب کی طرف سے فرضی طور پر استعمال نہیں کئے گئے۔ جیسا کہ مدعا علیہ کا ادعا ہے۔ بلکہ بڑی شد و مد سے صاحب شریعت کی تعریف کی جا کر اپنا صاحب شریعت ہونا دکھلایا گیا ہے اس قول کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہاں صاحب شریعت کے الفاظ فرضی ہیں یا اہلی اس

قول کی مزید تائید پھر قول نمبر ۲ اسے ہوتی ہے۔ اس قول کے مرزا صاحب کے دیگر اقوال متناقض ہونے کو خود گواہ مدعا علیہ نے بھی مانا ہے۔ اور مرزا صاحب کے دیگر اقوال سے اس نقیض کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ قول ہذا کسی شرح کا محتاج نہیں۔ اور اپنا مفہوم آپ ہی بیان کر رہا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے اپنی عظمت اور شان دکھلا کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور اپنے دعوے کے انکار کر نیوالوں کو وہ اس بنا پر کافر کہتے ہیں یہ ان کی طرف سے ایک دوسری توجیہ ہے۔ کہ وہ اس شخص کو جو انہیں نہیں مانتا اس بنا پر کافر کہتے ہیں کہ وہ انہیں مفتری سمجھتا ہے۔

اور چونکہ وہ مفتری نہیں ہیں اس لئے وہ کفر اس پر ٹوٹتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو جو ماہواری چندہ دینے کا حکم دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی طرف سے جو فرمان شائع ہوا ہے۔ اور جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے اس کے ملاحظہ سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ حکم اللہ تعالیٰ سے مطلع ہو کر دیا ہے۔ گویا یہ حکم دراصل ان کا حکم نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چنانچہ گواہ مدعا علیہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ ایک ربانی حکم ہے۔ اور اس ربانی حکم کی تعمیل نہ کرنے والے کو مرزا صاحب نے منافق کہا ہے۔ اب اگر مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ وہ مرتدا اور ملعون ہے تو اس سے ان کے اس حکم کے نتیجہ پر کہ وہ منافق ہے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ منافق کو خداوند تعالیٰ نے کافروں کی ذیل میں شامل کیا ہے۔ بلکہ بہت بڑا کافر کہا ہے۔ اس لئے قاصر کو سوائے اس کے کہ اسے مرتدا اور ملعون سمجھا جائے۔ اور کیا کہا جائے گا۔ کیونکہ اس کا بیعت سے خارج ہو جانا بھی مثل ارتداد ہے۔

اگر مرزا صاحب کے باوجود اسے منافق کہنے اور بیعت سے خارج کرنے کے گواہ مدعا علیہ کے نزدیک پھر بھی وہ مسلمان رہتا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ مرزا صاحب کو نبی اللہ نہیں مانتا۔ کیونکہ نبی کے حکم کی تعمیل عین خدا کی تعمیل ہوتی ہے۔ اور اس کی ناراضگی موجب غضب الہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دیتے وقت مرزا صاحب نے بھی اپنے مرتبہ کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا۔ اور اپنی طاقت کے ساتھ خدا کی طاقت کو بھی شامل کرنے کے باوجود قاصر کو صرف یہی سزا دے سکتے ہیں۔ کہ اسے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ حالانکہ خدا نے نبی کی وہ شان بنائی ہے کہ اس کے حکم کی عدم تعمیل تو بجائے ماندا اس کے آگے اوپنی بولنے سے بھی تمام اعمال کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور عدم تعمیل احکام تو دین و دنیا میں کمیں کا نہیں چھوڑتی۔ اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے۔ کہ زکوٰۃ کے متعلق بھی اس قسم کا کوئی شرعی حکم نہیں۔ جس حکم کا حوالہ گواہ مدعا علیہ نے دیا ہے۔ وہ رسول اللہ صلعم کے خلیفہ اقل کا ہے نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا۔ گواہ مدعا علیہ کا اس بارہ میں مرزا صاحب کا حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ مقابلہ کرنا مرزا صاحب کے بہتر متکی ایک اور تفتیش ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ انہیں نبی مانتا ہے۔ اور پھر ان کے احکام کے مقابلہ میں ایک غیر نبی کے احکام پیش کرتا ہے۔ یہ معہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان

لوگوں نے مرزا صاحب کو باوجود نبی مانتے کے ان کی کیا شان سمجھ رکھی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کا یہ حکم زکوٰۃ پر مستزاد ہونے کی وجہ سے ایک نیا حکم ہے۔ اور اس بنا پر مرزا صاحب اپنی بیان کردہ تعریف کی رو سے بھی شرعی نبی ہوئے ہر حکم انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعبیل میں نافذ ہونا بیان کیا گیا ہے اور خود مدعا علیہ کی طرف سے اسے ایک ربانی حکم ہونا مانا گیا ہے۔ اور پھر اس کی سزا بھی محض دنیاوی مقرر نہیں بلکہ قاصر کو منافق قرار دیا جا کر اور مرتد بنا یا جا کر اسے عذاب آخرت کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ تو ان حالت میں کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ کوئی شرعی حکم نہیں۔ بلکہ محض انفاق فی سبیل اللہ میں ایک ترغیب ہے۔ اگر نبیوں کے احکام کی اس طرح تعبیر کی جانی لگے۔ تو پھر نبی اور رسولوں کے احکام تو بجائے مانا احکام خداوندی کی بھی کوئی حقیقت نہیں رہتی اور نبوت کا تمام سلسلہ ہی ایک بے معنی سی چیز دکھائی دینے لگتا ہے۔ لہذا مرزا صاحب کی ان تحریروں سے جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ نتیجہ درست طور پر اخذ کیا گیا ہے۔ کہ وہ صاحب شریعت نبی ہونے کے بھی دعویٰ دار ہیں۔ گو بعد میں انہوں نے اپنے اس دعوے میں کامیاب نہ ہونے کی صورت دیکھ کر اس پر زیادہ زور نہیں دیا۔ اور اپنے ان اقوال کی جن سے ان کے صاحب شریعت نبی ہونے کے نتائج اخذ ہوتے مختلف توجہیں شروع کر دیں۔

اس کے بعد مدعا علیہ کی طرف سے مرزا صاحب کے قیامت۔ نفع صور۔ اور حشر اجماد وغیرہ اعتقادات کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ گواہان مدعیہ کی طرف سے ان عقائد کی نسبت جو اعتراضات وارد کئے گئے ہیں۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان عقائد کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے درست ہے۔ ان عقائد کے متعلق زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں صرف یہ لکھ دینا کافی ہے۔ کہ اگر مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کیا جائے تو پھر تو ان عقائد کے متعلق ان کی رائے ایک ذاتی رائے تصور ہوگی۔ اور اس سے اختلاف کیا جانا ممکن ہوگا۔ اور اگر انہیں نبی تسلیم کر لیا جاوے تو پھر ان کی رائے تعلیم وحی کا نتیجہ شمار ہو کر قابل پابندی ہوگا۔ اور اس صورت میں اس سے ذرا بھر اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ اختلاف کرنے والا عاصی سمجھا جاوے گا ان کے نبی نہ ہونے کی صورت میں ان کے یہ عقائد اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے تحقیق طلب ہوں گے۔ اور ممکن ہے کہ اس صورت میں ان کے خلاف فتوے کی صورت بھی بدل جائے۔ مگر ان کے مدعی نبوت ہونے کی حالت میں ان کے یہ عقائد جمہور اُمت کے عقائد کے خلاف ہونے کے باعث وجوہات تکفیر میں مزید اضافہ کا سبب بن سکیں گے۔ اب ذیل میں تو بین انبیاء کے سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا جو جواب مدعا علیہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ وہ درج کیا جاتا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو جن لوگوں سے مشابہت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں بھی اس پاک گروہ کا ایک فرد ہوں۔ پھر کہو مگر ان کی توہین

کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ توہین اس کی اپنی توہین ہوگی۔

اصول کے لحاظ سے تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ مرزا صاحب کے اقوال سے ہوتا ہے۔ گواہان مدعیہ کے بیانات میں اس کی مفصل بحث پائی جاتی ہے اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے جن اشعار کو باعثِ توہین قرار دیا گیا ہے۔ اس سے کوئی توہین پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ مرزا صاحب کی ان اشعار سے مراد یہ ہے کہ جامِ عرفان الہی اور ایقانِ ہر نبی کو دیا گیا تھا۔ اور خداوند تعالیٰ نے وہ پورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے۔ اور کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں۔ اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا ہے وہ آنحضرت صلعم کے اتباع سے بطریقِ وراثت ملا ہے۔ مرزا صاحب پر یہ غلط اتمام لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی بھی توہین کی ہے۔ بلکہ آپ کی کتب آنحضرت صلعم کی تعریف سے پر ہیں۔ جن آیات قرآنیہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی ہیں ان کے متعلق مولوی محمد حسین بنا لوی رئیس طائفہ اہلحدیث نے یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ دعوے نہیں کیا کہ ان آیات کا مورد نزول و مخاطب وہ ہیں۔ بلکہ ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے۔ کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مراد وہی انبیاء ہیں جن کی طرف ان میں خطاب ہے۔ اور ان کمالات کے محل وہی حضرت ہیں۔ جن کو خداوند تعالیٰ نے ان کمال کا محل ٹھہرایا ہے۔

لیکن یہ جواب اس وقت کے متعلق ہے۔ جب تک کہ مرزا صاحب نے دعوے نوبہ نہیں کیا تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ الزام بھی غلط لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے عین محمد ہونے کا دعوے کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صاف کہا ہے۔ کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ میں ان کا نخل ہوں۔ اور وہ اصل ہیں۔ میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کے اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ اور بزرگانِ دین نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہیں میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں۔ کہ تابع اور تبعوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اولِ آخر ہونے کے مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں عین محمد ہوں بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا۔ کہ جو خلقِ بہمت۔ ہمدردی۔ خلاق میں اس کے مشابہ تھا۔ اور ظاہری طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جاوے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔ لیکن صوفیاء نے اس مقام کو فیضیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس پر بھی مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس استدلال کو مدعیہ کے پیش کردہ استدلال کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے اس شعر سے کہ "حسف القمر المیزان لی سے آنحضرت کی توہین نہیں نکلتی کیونکہ اگر مرزا صاحب کے لئے چاند اور سورج کا گرجن نشان ہوا۔ تو وہ اس لئے کہ احادیث کی کتب

میں سچے مہدی کی علامات میں سے یہ قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہوگا۔ مگر مدعیہ کا استدلال اس پر نہیں کہ مرزا صاحب نے چاند گرہن کے نشان کو اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ اس کی طرف سے توہین کے موجب یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس شعر میں رسول اللہ صلعم کے معجزہ شوق القمر کا استخفاف کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات کے متعلق مدعیہ کی طرف سے مرزا صاحب کے جن اقوال پر اعتراض کیا گیا ہے اس کا مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے دوسری کتاب میں جہاں آنحضرت صلعم کے تین ہزار معجزات بتلائے ہیں۔ وہاں اپنی بیٹن گوئیاں سروکے قریب لکھی ہیں اور آپ نے اپنے دس لاکھ نشانات بتلائے ہیں کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت صلعم کے شمار کئے جاویں تو دس ارب سے بھی زیادہ ہوں۔

مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنے نشانات کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ اول درجہ کے خرق عادت ہیں۔ اس لیے ان نشانات کو بھی معجزات ہی شمار کیا جائے گا ہر دو فریق کے دلائل اس بارہ میں مسل پر موجود ہیں۔ ان سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ کہ صداقت کس میں ہے۔ میں ان سوالات پر اس لیے بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی ذات کے متعلق ہیں۔ اور امرابہ النزاع سے ان کا بہت تھوڑا تعلق پایا جاتا ہے۔ اس طرح مدعا علیہ کا یہ ادعا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت یوسف اور حضرت آدم علیہ السلام کی بھی کوئی توہین نہیں کی۔ اس کے بعد پھر اس کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے سلسلہ میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے متبع اور امتی ہونے کی وجہ سے کی ہے اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں، کہ حضرت موسیٰ نے بھی یہ خواہش کی تھی۔ کہ وہ رسول اللہ صلعم کی امت میں سے ہوں اور دوسرے شعراء اور صوفیاء کے اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے متبع ہونے کے باعث حضرت عیسیٰ پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے آئے ہیں۔ مگر اسے توہین نہیں سمجھا گیا، اور اس ضمن میں شیخ محمود الحسن صاحب کے چند اشعار جو انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھے ہیں درج کئے جا کر یہ بحث کی گئی ہے کہ ان اشعار سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی۔ تو پھر مرزا صاحب کے اشعار سے کیونکر توہین اخذ کی جاتی ہے۔

اس کا جواب سپہ نور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے دیا ہے کہ جو مدعیہ اشعار ہوں وہ تحقیقی نہیں ہوتے۔ بلکہ بشری کلام میں اشکل کے ہوتے ہیں۔ اور شاعرانہ محاورہ نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی۔ تو وہ عقیدہ ہوگا۔ اور تحقیق ہوگی اور وہ کسی طرح اشکل نہ ہوگی حقیقت حال ہوگی نہ کہ نہ پیش بشرانہائی حقیقت کو نہیں پہنچتا تخمینی لفظ کہتا ہے۔ اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ شاعرانہ نوع تعبیر عام اطلاق الفاظ نہیں اور وہ تخمینی پر عبارت کہہ دیتے ہیں۔ جو اس پاس ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی نیت میں اور

میر میں منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔

چھوٹے اور شاعر میں یہ فرق ہے کہ چھوٹا کوشش کرتا ہے۔ کہ میری کلام کو لوگ سچ مان لیں۔ اور شاعر کی اصل یہ کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ حاضرین بھی میرے اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو دوسرے وقت وہ اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے۔ اور ایسے وقائع دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں مبالغہ شاعروں کے ہاں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک قسم ہے۔ کلام کی۔ جو فون علمیت میں درج ہے۔ اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑا اور بڑی چیز کو چھوٹا۔ بشرطیکہ نہ اعتقاد ہو اور نہ مخلوق کو منواتا ہو۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے کہ جس سے منالطہ پڑتا ہے۔ نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے۔ تو وہ اور جہاں کا ہے اور حضرت شاعر اور جہان میں۔

چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ بانیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں علاوہ ازیں سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب نے شاعری کا شیوہ کس طرح اختیار فرمایا۔ اور کیوں انہیں اس معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات علیہ سے بطور ظل کے حصہ نہ ملا۔ کیونکہ حضور کے متعلق قرآن مجید کی سورہ یٰسین میں فرمایا گیا ہے کہ وما علمنا للشرع ما ینبغی لہ اور سورۃ شعرا میں شعرا کی مذمت کیجا کر یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ المرء انہم۔۔۔۔۔ یفعلون اس علم کے تحت میں تو مرزا صاحب کے نہ صرف وہ اقوال جو اشعار میں درج ہیں۔ بلکہ کوئی قول بھی مقبر نہیں رہتا۔

مدیبتہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے کہا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی خلق کو ماننا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں ماننا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے یا پرندے پیدا کرنے کو تسلیم کیا جاوے۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا اجزاء مشتبہ ہو جائے گا۔ اور عمل ترب کے متعلق وہ اپنے ایک الہام کے حوالہ سے یہ لکھتے ہیں۔ کہ یہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ آپ نے اس عمل کو اپنے لیے۔ اس لیے پسند نہ کیا کہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھلانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور حضرت مسیح کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے۔ باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ انہیں بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔

اس جواب کے متعلق بھی مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہر دو فریق کی طرف سے اس بارہ میں جو مواد پیش

کیا گیا ہے، وہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ اس سے ہر دو کے دلائل کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق مرزا صاحب کے جو دیگر اقوال ان کی کتب دافع البلاء اور ضمیر انجام اتہم وغیرہ سے پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان میں بہت ہی سبب شتم درج ہے۔ ان کی بابت مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ ان میں عیسائی مخاطب ہیں۔ اور ان اقوال میں ان لوگوں کے اعتقادات کے مطابق جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ انہیں الزامی جواب دیئے گئے ہیں اور فن مناظرہ میں اس قسم کی روش عام طور پر اختیار کر جاتی ہے۔ اور اس کی تائید میں مدعا علیہ کی طرف سے دیگر علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں مرزا صاحب کے ان اقوال کو اگرستیاق سابق عبارت سے ملا کر دیکھا جاوے تو مدعا علیہ کا یہ جواب حقیقت سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ علاوہ انہیں ان دشنام آمیز الفاظ کو سیدانور شاہ صاحب گواہ مدعی نے اپنی شہادت میں بسلسلہ توہین عیسیٰ علیہ السلام بیان نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں موجب ارتداد مرزا صاحب میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے۔ بلکہ میں نے اس چیز کو لیا ہے۔ جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے۔ اور اُسے حق کہا ہے۔ اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیئے ہیں اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا۔

میں نے مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کی زبان پر کی ہے۔ اور نہ ہی وجہ ارتداد میں تعریض کو لیا ہے بلکہ جس ہجو کو انہوں نے قرآن مجید سے مستذکرا اور اُسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا۔ اور جس ہجو کو اپنی جانب سے حق کہا۔ وہ اُسے وجہ ارتداد سمجھتے ہیں۔ اور اس ضمن میں انہوں نے مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال داخل کئے ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گولیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ اور کہا ہے کہ اس سے تعریض اور تصریح دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے معجزہ نہیں ہوا۔ اس سے تصریح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ٹپکتی ہے۔ کیونکہ حق بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں شاہ صاحب کی یہ رائے عین حق شناسی پر مبنی ہے۔ اور جن اقوال سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا نتیجہ نکالا ہے۔ ان سے واقعی ان کی توہین اخذ ہوتی ہے۔ باقی رہا کسی نبی کا دوسرے نبی سے افضل ہونے کا سوال اس کے متعلق شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے اوپر جواب دیا جا چکا ہے۔

چھٹی وجہ تکبیر بیان کردہ گواہان مدعیہ کا مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ تمام امت محمدیہ مشترک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا حوالہ گواہان مدعیہ کی طرف سے دیا جا کر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا ہے۔ اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں کیونکہ انہوں نے عمداً غلطی نہیں کی۔ اور انہوں نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو مبداً شرک یا منجرائی الشرک قرار دیا ہے۔ اور اس کو شرکِ عظیم کہنا باعتبار ایٹول الیہ کے ہے۔ اور اس امر کو حتی بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ حیاتِ عیسیٰ کے مسئلہ پر ذیقین کو بحث کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی جس قسم کی حیات کے تمام مسلمان قائل ہیں۔ وہ ادراکِ انسانی سے باہر ہے۔ اس لیے اسے امر واقع کے طور پر ثابت کرنا ایک لامحالہ سعی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اس ظاہر زندگی کے علاوہ ایک اور قسم کی زندگی بھی ہے جس کو انسانی فہم اور عقل احاطہ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شہداء کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور اس کے ہاں انہیں رزق ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آیت لائتسبہن الذی قتلوا..... من فضلہ پارہ ۴۔ رکوع..... سورہ آل عمران مدعیۃ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ مرزا صاحب نے ایک لفظ ذریتہ بنایا استعمال کر کے تمام مسلمانوں کو دلہ الزنا قرار دیا ہے۔ اس کا جواب مدعا علیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے۔ کہ ذریتہ البغایا کے معنی وہ ہیں جو فریقِ مخالف نے لئے ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں۔ ظاہر میں اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور اور ناشائستہ آدمی۔ جن کی حالت یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہریں ہیں وہ انہیں قبول نہ کریں گے۔ یا یہ کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں۔ یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لے کر شہر بشہر پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ بنایا کے معنی ہر اول کے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بنایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ فاجرہ ہوں۔ یا انہوں۔ لیکن اس پر بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لفظ کے استعمال اور طرزِ خطاب سے سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ وہاں اس لفظ سے کیا مراد ہے۔

مرزا صاحب اپنے کمذہبن اور منکرین کو کافر کہنے سے مدعیۃ کی طرف سے جو انہیں کافر کہا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے زمانے والوں کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ جو شخص انہیں نہیں مانتا وہ انہیں مقتری قرار دے کر نہیں مانتا۔ اس لیے ان کی تکفیر کی وجہ سے وہ خود کافر بنتا ہے۔ لیکن یہ کوئی معقول جواب نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اگر واقعہ میں کافر ہو تو اسے کیوں کافر نہ کہا جاوے۔ اس طرح تو کسی پر بھی کفر کا فتوے نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کے سچے یا جھوٹے نبی ہونے کے متعلق اوپر بحث کی جا چکی ہے۔ لہذا ان دلائل کی رو سے اگر کوئی شخص ان کو کافر کہتا ہے۔ تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود پھر کیونکہ کافر ہو جائے گا۔ اور اگر بالفرض محال یہ رائے درست بھی ہو۔ تو پھر صرف ان لوگوں کو کافر کہنا چاہیے۔ جو مرزا

صاحب کو کاذب یا کافر کہیں جو ان کی نہ تکذیب کرتے ہیں اور نہ تکفیر انہیں کیوں کافر کہا جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انہیں کافر کہنے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب کو مفتری جان کر کافر کہتے ہیں۔ بلکہ اُس کی وجہ خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۷ پر یہ بیان کی ہے۔ کہ کسی کا کوئی عمل میرے دعوے اور دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہو سکتا۔ پھر آگے اس کتاب کے صفحہ ۳۰۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ بہر حال حکم خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ایک شخص کو جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ ان عبارات سے صاف اخذ ہوتا ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا خواہ ان کو کافر کہے یا نہ کہے وہ مسلمان نہیں۔ اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الہی میں قبول نہیں ہے۔ مدعا علیہ کے گواہان نے ریاست ہذا کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے اور یہ دکھلانے کے لیے کہ گواہان مدعی نے مرزا صاحب اور ان کے متتبعین کے خلاف فتوے تکفیر محض اپنے بعض اور عقائد کی بنا پر اور اپنے بزرگان کے اقتدار کا تو گم ہونے کی وجہ سے دیا ہے۔ ورنہ دراصل مرزا صاحب ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمۃ کہ جن کا نہ صرف ریاست بہاولپور کا ایک حصہ معتقد اور مرید ہے بلکہ جن کے سندھ۔ بلوچستان۔ اور پنجاب میں بھی بکثرت مرید پائے جاتے ہیں۔ کی ایک کتاب اشارات فریدی سے یہ دکھلایا ہے کہ ان کے نزدیک مرزا صاحب کسی عقیدہ اہلسنت والجماعت اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ان کے متعلق یہ لکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے تمام اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ اور حجاب دین پر کمر بستہ ہیں۔ اور کہ علمائے وقت تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس تیک آدمی کے پیچھے پڑ گئے ہیں جو اہلسنت والجماعت میں سے ہے۔ اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔

اور خواجہ صاحب کی اس تحریر پر بڑی شرح اور بسط سے بحث کی جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے اپنے ہی ہیں۔ اور انہوں نے مرزا صاحب کی کتاب میں دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔ مدعی کی طرف سے بھی اس کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی جو کتابیں خواجہ صاحب نے اس وقت تک دیکھیں تھیں۔ ان میں مرزا صاحب کا دعوے نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی ایک تحریر سے جو آپ کی کتاب انجام اتہم صفحہ ۲۹ پر درج ہے۔ پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب بھی بعد میں مرزا صاحب کے مکفر اور مکذیب ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اس تحریر میں لکھتے ہیں، کہ اب ہم ان مولوی صاحبان کے نام ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں۔ اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین میابطلہ کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اور ان

کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں۔ جو مکہ اور مکذت ہیں۔ اور اس کے ساتھ مرزا صاحب نے ہر دو گروہوں کی نہیں دی ہیں۔ اس فہرست میں میاں غلام فرید صاحب حقیقی چاچراں علاقہ بہاولپور کا نام بھی درج ہے۔

فریقین کی ان بحث ہائے کو مد نظر رکھتے ہوئے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں مسلمانوں کے ایک مقدس اور نیک لوگوں کے گروہ کا نام صوفیائے سے۔ ان صوفیائے کرام کو ذکر الہی عبادت اور ریاضت سے جو ذوق اور حظ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں ان پر تجلیات الہی وارد ہوتی ہیں اور ان کے قلب کی کچھ اس قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے وہ کچھ غیب کی خبروں پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ اس کو وہ الہام یا کشف کہتے ہیں۔ اور بعض صوفیائے کرام نے اسے مجازی طور پر دجی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم کے تحت عمل پیرا ہوتے ہیں۔ نبی مامور من اللہ ہوتا ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے براہ راست غیب کی خبروں کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اور اسے علم ہوتا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچائے۔ انہیں قیامت کے دن سے ڈرائے اور اُمدہ زندگی کے حالات سے مطلع کرے۔ اور جس ذریعہ سے انہیں یہ اطلاع ہوتی ہے۔ اسے وحی کہا جاتا ہے۔ اور وحی کی یہ اصطلاح انبیاء کے لیے ہی منحصر ہے۔ دوسری جگہ اگر یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اس سے مجازی یا لغوی معنی لیے جاتے ہیں انبیاء کو یہ وحی تین طریق پر ہوتی ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ کوئی بات کسی نبی کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ یا فرشتوں میں سے کوئی قاصد بھیج کر اس کے ذریعہ سے مطلع فرماتا ہے۔ یا پس پروردہ خود کلام فرماتا ہے۔ یہ وحی چونکہ دخل شیطانی سے منزہ ہوتی ہے۔ اس لیے اسے قطعی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کا نہ ماننا کفر ہے۔ اولیاء کا الہام یا کشف گو دخل شیطانی سے پاک بھی ہوتا ہم نہ وہ قطعی ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دوسروں پر کوئی حجت ہوتا ہے۔ بلکہ الہام اور کشف کے ذریعہ قرآن مجید کے معارف اور اسرار سمجھائے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں بعض اکابر صوفیائے کرام پر آیات قرآنی کا نزول بھی ہوتا ہے۔ ان آیات کو وہ اپنے اوپر چسپاں نہیں کرتے بلکہ جیسے کسی سیاح کو دوران سیاحت میں اعلیٰ مقامات دکھلائے جاویں۔ اس طرح ان کو اعلیٰ مراتب روحانی کی سیر کرائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جب اس میدان میں گامزن ہوئے۔ اور ان پر مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا۔ تو وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں دجی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر انہوں نے سابقہ اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھلانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی۔ جب لوگ یہ لفظ سن کر چونکے گئے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا۔ کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت صلعم کے اتباع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں اس کی کثرت کا نام بوجہ حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔ سو ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ کو

برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور پر کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر عادی کیا۔ اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چونکے اس پر انہوں نے پھر یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا۔ کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں بلکہ اس معنی میں کہیں نے تمام کمال آنحضرت صلعم کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ غلطی اور بزوری نبی ہوں۔ اور اس کے بعد انہوں نے ان آیات قرآنی کو جو شاید کسی اچھے دقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔ اور شدہ شدہ تشریحی نبوت کے دعوئے کا اظہار کر دیا لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی۔ تو انہوں نے اس دعوئے کو ترک کر کے اپنا سفر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جاتلاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو پذیر لیجہ وحی ثابت کر کے یہ دکھلایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔ نہ یہ کہ حضرت مسیح نامری واپس آئیں گے۔ مدعا علیہ کے ایک گواہ کے بیان سے یہ اخذ ہوتا ہے۔ اور نامعلوم اس نے بطور خودیہ مرزا صاحب کی کسی تحریر کی رو سے یہ بیان دیا ہے۔ کہ احادیث میں جو عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی خبر آئی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلعم سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ کہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے۔ اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقق وقوع کے لحاظ سے ہر نبی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم سے بھی۔ اس کی مثال اُس نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دے کر یہ دی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک رویا کی بنا پر یہ سمجھا کہ وہ حجر میامہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے لیکن آپ جس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ پہا س پیش گوئی کی حقیقت کھلی۔ کہ اس سے مراد مدینہ تھا۔ اور کہ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوئی تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پیش گوئی کی منکشف ہو جائے گی۔ اور کہ اُمتی کو پیش گوئی کے تحقق وقوع کا علم ہو جاتا ہے غرض مرزا صاحب نے سابقہ مراحل سے گزرنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کا اظہار شروع کر دیا۔ اور نبوت کو پھر ایک ایسا گورکھ دھندہ بنا دیا کہ جو نہ تو لوگوں کی سمجھ میں آسکا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اپنے متبعین جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ ان کے مرتبہ کو بخوبی سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ خود خدا کو بھی نعوذ باللہ ان کے نبی بنانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے یہ محسوس فرمایا کہ نعوذ باللہ اس کے حبیب سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ اب ان کی آن رکھنے کے لیے اور مرزا صاحب کو نبوت کا مرتبہ عطا فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بقول مرزا صاحب پہلے تو ان تمام پیش گوئیوں کو جو قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھیں۔ مرزا صاحب کی طرف پھر دیا اور پھر انہیں کبھی مریم بتایا اور کبھی عیسیٰ اور اس کے بعد بارش کی طرح وحی کر کے یہ بتلایا کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اب تم بلا خوف و تحظر نبی ہونے کا دعوئے کر دو۔ اور جہاں پہلے وہ فاسق لما یوحی اور یا ایہا المدثر تم

فاندر کی تحکمانہ وحی کے ذریعہ سے نبیوں کو چونکا کر کے اپنی طرف سے مامور فرمایا کرتا تھا۔ وہاں مرزا صاحب کے لیے اُسے نعوذ باللہ مختلف حیل اختیار کرنے پڑے۔ مرزا صاحب کے اس فرزندِ عمل سے نبی بننے سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبوت کے عہدے ختم ہو چکے تھے کیونکہ اس نے پہلے تو مرزا صاحب کے لیے نبوت کی اصطلاح تجویز فرمائی پھر وہ جب اس سے خوش نہ ہوئے تو ان کو نبی کا خطاب عطا فرما دیا۔ جیسا کہ نواب اور راجہ کے خطابات گورنمنٹ سے ان لوگوں کو بھی عطا فرمائے جاتے ہیں۔ جو صاحب ریاست نہ ہوں۔ لیکن جب مرزا صاحب کی اس سے بھی شفیق نہ ہوئی باوجودیکہ اللہ تعالیٰ انہیں یا ولدی بھی فرما چکا تھا۔ اور اس خیال سے کہ رسول اللہ صلعم کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاتم النبیین کہ چکا تھا۔ وہ بھی کسی دوسرے نبی کے بننے سے خفا نہوں۔ مرزا صاحب کو آپ کا نسل بنا دیا گیا۔ اور آخر کار جب ان کی خوشی نبی بننے میں ہی دکھی اور یہ بھی خیال آیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخر زمانہ میں مہجوانے کا وعدہ ہو چکا ہے۔ تو انہیں مار کر مرزا صاحب کو نبی بنا دیا گیا۔ استغفر اللہ۔

گواہ مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے۔ کہ مرزا صاحب سے یہ غلطی نہ ہوئی ہوگی۔ خصوصاً جب کہ مرزا صاحب رسول اللہ صلعم کے نسل بھی ہیں۔ غیر اغلب ہے۔ کہ اصل کی نظرت ظل کی ظہرت پر اثر انداز نہ ہوئی ہو۔ اور علاوہ ازیں مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق آنحضرت صلعم سے زیادہ ذکی بھی نہیں پائے جاتے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی کئی سال کے متواتر وحی کے بعد انہوں نے یہ جا کر سمجھا کہ وہ نبی ہو چکے اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے وحی الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر دعوے نبوت کر دیا ہو۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ انہیں امتی ہونے کے وقت نزولِ مسیح کے متعلق وقوع کا علم نہیں ہوا۔ بلکہ جب ان کو نبوت کا خطاب مل چکا۔ اس کے بعد انہیں یہ جنتلایا گیا۔ کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اس لیے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ کہنا کہ انتی کو وقوع کے وقت تحقق وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔ گواہ مذکور نے رسول اللہ صلعم کی جس حدیث کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے۔ آپ سے اجتہادی غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اس سے بیثبات نہیں ہوتا کہ آپ نے ہجرت کے وقت کوئی غلطی فرمائی۔ گواہ مذکور کی یہ جحمت اس وقت صحیح ہوتی کہ جب آپ بجائے مدینہ کے حجرِ میامہ کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے مدینہ عالیہ کی طرف لوٹتے۔ وہاں جانے کے متعلق آپ کا صرف ایک خیال تھا۔ جو وقوع میں نہ آیا۔ اور اس رویا پر عمل اس طرح ہوا جس طرح مشیتِ ایزدی میں مقرر تھا۔ خود اس مثال سے یہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ اگر نبی کو کس طرح غلط فہمی ہو بھی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے فوراً رفع کر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدیوں تک وہ غلطی چلی جائے اور نہ خود نبی پر اور نہ اس کے کامل متبعین پر اس کا انشاء ہو۔ اس لیے یہ کہنا بڑی دیدہ دلیری ہے کہ رسول اللہ صلعم سے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی بیان کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی

ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے پھر اخیر عمر میں جا کر اپنے دعوے کی غلطی کو محسوس کیا اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا۔ جس سے انہوں نے اپنے دعوے کی ابتدا و شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے اس خط سے جو انہوں نے دفاتر سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں درج ہے کہ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیش گوئی کرنے والا ان تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی نے بجا طور یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دوسرے۔ ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے۔ اور پھر سب اقوال میں اس قدر تفاوت اور تعارض پایا جاتا ہے۔ اور خود مرزا صاحب کی ایسی پریشان خیالی ہے۔ اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے۔ کہ جس سے نتیجہ کڑا پڑتا ہے۔ اور ان کو بوقت ضرورت مخلصی اور مہربانی رہے۔ چنانچہ کہیں وہ تو ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجتماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجتماعی عقیدہ کہتے ہیں۔ اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواتر تین دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجتماع ہونا نقل کرتے ہیں۔ اور کہیں اس عقیدہ کو مشرکاتہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔ اور خاتم النبیین کے جو معنی مدعا علیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو گواہان مدعی نے بیان کئے ہیں۔ مدعا علیہ کی طرف سے اس ضمن میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ حدیث ہے۔ کہ قرآن شریف کی ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں۔ اور باوجود قوی نہوتے کے اس کی مراد میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ رسول اللہ صلعم کے دل میں تھا وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجملاً ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کی مراد وہ ہے۔ کہ قواعد لغت اور عربیت سے اور اولہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں۔ اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں اور بطن سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کر دے۔ اور بہتوں سے وہ خفی رہ جائیں لیکن ایسا کوئی بطن جو خالی ظاہر کے ہو۔ اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں مقبول نہ ہوگا۔ اور رد کیا جائے گا۔ اور بعض اوقات باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا۔ حاصل یہ ہے۔ کہ ہم مکلف فرمانبردار بندے اپنے مقدور کے موافق ظاہر کی خدمت کریں۔ اور بطن کو سپرد کریں خدا کے تاویل کے متعلق ان کا یہ جواب ہے کہ اخبار اعدائی تاویل اگر کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے۔ تو اس کے فائل کو بدعتی نہیں کہیں

گے۔ اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں تو وہ خاطمی ہے۔ آیات قرآنی متواتر ہیں۔ اور قرآن وحدیث دونی کریم سے ہم تک پہنچا اس کی دو جانبین ہیں۔ ایک ثبوت کی۔ دوسری دلالت کی ثبوت قرآن کا متواتر ہے۔ اس تواتر کا اگر کوئی انکار کرے تو پھر قرآن کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں۔ اور ایسا ہی جو شخص تواتر کی صحت کا انکار کرے۔ اس نے دین ڈھا دیا۔ دوسری جانب دلالت ہے جس کا معنی یہ ہے۔ کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوتی ہے۔ اور کبھی ظنی اگر اجماع ہو جائے صحابہ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جائے۔ کہ مدلول ہی ہے۔ تو پھر وہ دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا بسیم اللہ سے لے کر الناس تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کہیں ظنیت ہے اور کہیں قطعیت لیکن قرآن کے معنی سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں تاویل اور مولانا ہی میں ہو سکتی ہے اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ مولوی نجم الدین صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس بحث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے۔ اور اس کے بطن کے معنی ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں۔ اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا معنی سے انکار کفر ہے مدعا علیہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اور جن مسائل کی بنا پر اس نے ایسا کہا ہے۔ وہ اس قبیل کے نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے جو معنی مدعیہ کی طرف سے گئے ہیں۔ اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عقیدہ سے انحراف وارد ہونے کی حد تک پہنچا ہے۔ اور کہ آنحضرت کے بعد عہدہ نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے اور ان کے نبی نہ ہونے کی تائید میں ایک یہ امر بھی ہے۔ کہ ان کے متبعین میں سے ایک گروہ جو لاہوری کہلاتے ہیں انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا ان کے مخالف جملہ فرقوں کے نزدیک اور ان کے ایک موافق فرقہ کی رائے میں رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔ اس لیے مرزا صاحب کی نبوت کا دعوے کسی حالت میں بھی درست نہیں ظنی اور بردوزی بنی اگر آنحضرت صلعم کے کمال اتباع سے ہونے ممکن ہوتے تو اس قسم کے نبی مرزا صاحب کے آئینے قبل کئی آچکے ہوتے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کو درجہ کمال بھی اس ذقت حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ اس قسم کے ادھر کی نبی پیدا ہو چکے ہوتے۔ کیونکہ ہر جنس کا کمال اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کے اور ناقص افراد موجود ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم بھی اسی لیے افضل الانبیاء ہیں۔ کہ سلسلہ رسالت اور نبوت میں دیگر انبیاء منسلک ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الادبیاء ظاہر کر کے یہ بیان کیا ہے کہ وہ دلالت ختم کر چکے۔ لیکن اس سے وہ ولی ہی شمار ہوں گے۔ نبی نہیں سمجھے جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افاقتہ روحانی سے اگر نبوت مل سکتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ ان سے قبل ایسے نبی آتے کہ جن کے بعد انہیں درجہ کمال حاصل ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے کہ ظنی اور بردوزی کی اصطلاح میں دراصل الفاظ ہیں در نہ دراصل مرزا صاحب کی مراد اس سے اصل نبوت سے ہے۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی نے

کی کچھ شک نہیں کہ یہ الفاظ منالہ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی شرع میں اس قسم کے الفاظ پر کسی عقیدہ کا حصر ہے۔ مرزا صاحب نے جو بیان کر کے کہ اس قسم کی نبوت قیامت تک جاری ہے اسلام میں ایک فتنہ کی بناؤ ڈالی ہے۔ اور ناممکن نہیں کر ان کے بعد کوئی اور شخص دعویٰ نبوت کرے۔ ان کی کارگزاری کو بھی ملامت کر دے۔ اس طرح مذہب سے امان اٹھ جائے گی۔ اور سوائے اس کے کہ وہ ایک کھیل اور تسمن بن جائے اس کی کوئی حقیقت بحیثیت دین کے قائم نہ رہے گی۔ اس لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ماننا علاوہ عقائد صحیح میں سے ہونے کے الیس ضروری ہے۔ مرزا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ اس لیے ان کا اسلام کے اس بنیادی مسئلہ سے انکار کفر کی حد تک پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر عقائد بھی ان عقائد کے مطابق نہیں پائے جاتے جس کی آج تک امت مرحومہ باندی چلی آئی ہے۔ خدا کا تصور اس نے تیندے سے تشبیہ دے کر ایسا پیش کیا ہے کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اور اس طرح یہ بیان کر کے کہ خدا خطا بھی کرتا ہے۔ اور صواب بھی۔ اور روزے رکھتا ہے۔ اور نماز پڑھتا ہے۔ انہوں نے ایک ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔ کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی کو اپنے ادھر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت هو الذی ارسل رسولہ۔۔۔۔۔ الخ کے متعلق انہوں نے یہ کہا کہ اس میں میرا ذکر ہے۔ اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی۔ اس طرح اور کئی ایسی تصریحیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے ادھر چسپاں کرتے تھے۔ اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا نتیجہ درست اخذ کیا گیا۔ اس طرح ان کے بعض اقوال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اور حضرت مریم کی شان میں مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے۔ اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا صاحب کو کافر قرار دیتے کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے مرزا صاحب کی بعض کتب کے حوالے دیئے جا کر یہ کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سیدنا و شہداء صاحب گواہ مدعیہ نے خوب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدعیہ کچھ ہوں اور شتاء خوانی بھی کی ہو۔ تو وہ کھڑے نجات نہیں دلا سکتے جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے فوجدار مسلمہ اس پر شاید ہیں۔ کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گزاری کرے۔ اور مدح و ثناء کرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے۔ تو کوئی انسان اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے دیگر صوفیائے کرام کے بعض ایسے اقوال جو مرزا صاحب کے بعض اقوال کے مشابہ ہیں۔ بیان کیے جا کر یہ کہا گیا ہے۔ کہ ان اقوال کی بناؤ پر پھر ان بزرگان کو گویا مکر مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب بالفاظ

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولیاء اللہ کو ان کی طہارت، تقویٰ اور تقدس کی خبریں سنی کر اور ان کے شواہد افعال و اعمال اور اخلاق سے تائید پا کر ولی مقبول تسلیم کر لیا ہے۔ اور قرآن اور نشانیوں سے جو خارج مبعوث عنہ سے ہوں یعنی انہی شیطیات سے ان کی ولایت ثابت نہ کرنی ہو۔ بلکہ ولایت ان کی خارج سے پائیدار ثابت کو پہنچی ہو۔ جو طریقہ ثبوت کا ہے۔ اس کے بعد کہ ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی۔ اور ہم اس تسلیم میں صواب پر تھے۔ تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مغایر یا موہم ہمارے سامنے پڑتا ہے۔ تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس کی توجیہ کریں۔ اور عمل نکالیں اور یہ کہ اس کا ٹھکانہ کیا ہے۔ شیطیات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جمع کھٹ جمانا ناہم اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جدا گانہ تجارب سے اور جو طریقہ راست بازی ثابت کرنے کا ہے ثابت ہوتی ہو۔ تو پھر اگر کوئی کلمہ موہم اور مغالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آ گیا۔ تو منصف طبیعتوں کے ذہن اس کی توضیح کریں گے۔ اور عمل نکالیں گے۔ یہ عادل کا کام نہیں ہے۔ کہ راست بازی کسی کی ثابت ہونے سے پیشتر وہی کلمات مغالطہ پیش کر کے مسلمہ الثبوت مقبول پرتیاس کرے۔ اور کہے کہ فلاں نے ایسا کیا۔ فلاں نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہوگا۔ کہ فلاں کی راست بازی جدا گانہ اگر ہمیں کسی طریقہ اور دلیل سے معلوم ہے۔ تو ہم محتاج توجیہ ہوں گے۔ اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے۔ ہی نہیں تو ہم یہ گھوٹی پوچھی اس کے منہ پراریں گے۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور کہ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اس کو بھی کافر کہنا درست نہیں وغیرہ وغیرہ ان شبہات کا جواب بھی شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خود دیا ہے۔ جو انہیں کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں۔ کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے۔ وہ مسلمان ہے۔ چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار ہی کرے۔ قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ ہی کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہ اتفاق کیا ضروریات دین پر۔ اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا۔ جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔ دوسرا شبہ یہ کہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنے والے ہیں۔ پھر ان کو کیسے کافر کہا جائے۔

اس کے جواب میں انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق آنحضرت مسلم فرماتے ہیں۔ کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی۔ اور ان کے نقل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ بلکہ ظاہری خشوع اور خضوع کی کیفیات بھی ایسی ہوں گی کہ ان کے نماز

روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے روزے کو بھی بیچ سبھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا۔ تو ان کی نماز روزہ وغیرہ ان کو حکم کفر سے رہانہ کر سکی۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فقہائے نے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا ہے۔ جس کی کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہو۔ اور صرف ایک وجہ اسلام کی اس کا جواب یہ ہے۔

کہ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ بعض فقہائے کے الفاظ دیکھ لے گئے اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ اور ان کے وہ اقوال دیکھے جن میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے۔ جب کہ قائل کا صرف ایک کلام میں مفتی کے سامنے آوے۔ اور قائل کو کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو۔ اور نہ اس کے کلام میں کوئی ایسی تصریح ہو جس سے معنی کفر متعین ہو جائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے۔ اور اگر کوئی تخیف سے خفیف احتمال ایسا نکل سکے جس کی بنا پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے۔ تو اس احتمال کو اختیار کر لے۔ اور اس شخص کو کافر نہ کہے لیکن اگر ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات و الفاظ مختلف موجود ہو۔ جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہی معنی۔ معنی کفری مراد لیتا ہے۔ یا خود اپنے کلام میں معنی کفری کی تصریح کر دے۔ تو باجماع فقہاء اس کو ہرگز مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص کو کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

چوتھا شبہ یہ ہے۔ کہ اگر کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جاوے۔ تو کفر کا حکم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تصریحات فقہائے سے ناواقفیت کا رکن ہے۔ حضرات فقہائے اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے۔ جو ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نیا معنی تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید نے الحاد اور حدیث نے اس کا نام مذہبی رکھا ہے۔ ذہن لائق اسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے یعنی الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ مرزا صاحب نے جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ بہت سے اسلامی عقائد کے حقائق بدل دیئے ہیں۔ گو ان کے الفاظ وہی رہنے دیئے ہیں۔ اس لیے ان کو حسب تصریحات مذکورہ بالا کافر ہی قرار دینا چاہیے گا۔ اور ان عقائد کے تحت ان کا اتباع کرنے والا بھی اس طرح ہی کافر سمجھا جائے گا۔

مدعا علیہ کی طرف سے گواہان مدعیہ پر ایک یہ اعتراض بھی وارد کیا گیا ہے۔ کہ وہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھنے والے ہیں اور عمائد دیوبند کے خلاف فتوے تکفیر نثارے ہو چکا ہے۔ اس لیے ایک شخص جو خود کافر ہو وہ کس طرح دوسرے کے متعلق کفر کا فتوے دے سکتا ہے۔ اس کا جواب مدعیہ کی طرف سے ایک تو یہ دیا گیا ہے کہ اس کے تمام گواہان دیوبندی صاحبان نہیں ہیں۔ مثلاً شیخ الجامعہ صاحب مولانا محمد حسین صاحب اور مولوی نجم الدین صاحب۔ دوسرا دیوبندی صاحبان کے خلاف فتویٰ تکفیر ایک غلط فہمی کی بنا پر دیا گیا تھا۔ جو بعد میں واپس لیا جا چکا ہے۔ اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو بھی مدعا علیہ

کی حجت اس بنا پر صحیح نہیں۔ کہ ان کی رائے کو بطور فتوے قبول نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کی پیش کردہ دلائل پر مدعا علیہ کے پیش کردہ دلائل کے مقابلہ میں تنقید کی جائز رائے قائم کی گئی ہے اس لیے چاہیے کہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں ان کی ذاتی رائے پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کی رو سے کس فریق کے دلائل صحیح ہیں اور کس کے غلط۔ اس لیے ان کے خلاف اگر کوئی فتوے تکفیر ہو بھی تو اس معاملہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مدارس ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا تھا۔ کہ اس سوال کو عقائد قادیانی سے ازدواجی واقع ہونا ہے۔ یا نہ علماء السلام ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لہذا علمائے اسلام کی تحقیق کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ جن لوگوں نے اس مقدمہ میں شہادتیں دی ہیں۔ اور اس پر فتوے لکھ رکھا ہے۔ وہ خود بھی مسلمان ہیں یا نہ۔ اور اس طرح فیصلہ کرنے والے کا مسلمان ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہر دو فریق کا ادا ہے کہ وہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جنہاں اور بنیادی مسائل کے متعلق ہر دو کا اختلاف ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ لہذا اس بارہ میں عام دنیاوی اصول کے مطابق رائے اس فرقہ کی غالب سمجھی جائے گی۔ جس میں اکثریت ہو۔ یہ اکثریت بحت مدعیہ پائی جاتی ہے۔ اس لیے فریق مدعیہ کی رائے ہی غالب رہے گی۔ اور اُسے مسلمان اور اقلیت کو کافر سمجھا جائے گا۔ لہذا اس قرار داد کے تحت مدعیہ کے کسی گواہ کے خارجی طور پر مسلمان ثابت کیے جانے کی ضرورت نہیں اور فیصلہ کنندہ بھی اس ذیل میں مسلمان شمار ہوگا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ نے اپنی بحث میں جب مدارس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو شرعاً درست تسلیم کر کے اپنے اوپر حجت مان لیا ہے۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ شرعاً عدالت ہذا کا فیصلہ اس پر حجت نہ ہو سکے۔

گواہان مدعیہ پر مدعا علیہ کی طرف سے کنا بیتہ اور بھی کئی ذاتی حملے کئے گئے ہیں۔ مثلاً انہیں علماء سوء کہا گیا۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود ہی ایسے مولویوں کو جو ذریتہ البنایا۔ میں مخاطب ہیں۔ بندہ اور سور کا لقب دیا ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ وہ آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے۔ لیکن ملاحظہ مثل سے ہر عقلمند آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ طریقین کے علماء میں سے ان احادیث کا صحیح مصداق کون ہیں۔

مرزا صاحب کے دعوے نبوت کے سلسلہ میں ایک اور مسئلہ پر بھی مختصر بحث کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اس لیے بھی نبی سمجھتے ہیں کہ انہیں مسیح موعود ہونے کا بھی دعوے سے اور مسیح موعود کو چونکہ احادیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس لیے مرزا صاحب نبی اللہ ہوئے۔ اس کے متعلق جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں۔ اور آخر زمانہ میں وہی آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور وہ چونکہ پہلے سے نبی اللہ ہیں اس لیے پیغمبر بھی نبی اللہ ہوں گے۔ مگر وہ عمل شریعت محمدیہ پر کریں گے۔ اپنی شریعت پر نہیں چلیں گے۔ اس کی مثال مدعیہ کی طرف سے یہ دے گئی ہے۔ کہ جیسے کسی دوسرے علاقہ کا گورنر کسی دوسرے گورنر

کے علاقہ میں چلا جائے۔ تو وہاں اپنے عہدہ کے لحاظ سے گو وہ گورنر شمار ہوگا۔ لیکن دوسرے گورنر کے علاقہ میں وہ اس گورنر کی حکومت کے تابع ہو کر رہے گا۔ اپنے علاقہ کے قوانین یا آئین پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے رسول اللہ صلعم چونکہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لیے قیامت تک آپ کی شریعت ہی نافذ رہے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شریعت کے تحت عمل پیرا ہوں گے۔

اس مثال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی بنی ہونا تو واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں کو نزول مسیح کا عقیدہ بہت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کے ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ کہ کس طرح ایک شخص کئی ہزار سال کے بعد دنیا میں واپس آسکتا ہے۔ شک نہیں کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں یہ مسئلہ بہت کچھ قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ مولانا محمود علی صاحب اپنی کتاب دین و آئین میں لکھتے ہیں، اس قسم کے اعتراضات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جواب دینے والے بالعموم یہ روش اختیار کرتے ہیں کہ جن قباحتوں کے چہرہ پر موجودہ مسلمان کاروبار کا زائل دیا جاتا ہے ان کو قباحت سمجھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں دیکھتے اور جس جملہ کے ساتھ فلسفہ اور سائنس کا تقارو بتجا ہوا سن پاتے ہیں اپنے ہوش و حواس کو اس کے مقابلہ پر قائم رکھنے کی جرات نہیں کرتے اور ایک مجرم کی طرح اپنی بریت کی ہی صورت دیکھنے میں۔ کہ اپنے فعل کو دیر کی کے ساتھ حق بجانب ثابت کرنے کی بجائے ہاتھ جوڑ کر اس کے ارتکاب سے انکار کریں اور مذہب کی حمایت میں صرف یہ کہہ کر دامن پھڑپھڑائیں۔ کہ جس مسئلہ پر اعتراض ہے۔ وہ اسلامی اصول میں داخل نہیں۔ مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں۔ ایسے اعتراضوں کے ایسے جواب آج کل فیشن میں داخل ہیں۔ اور جواب دینے والے گویا یقین کر لیتے ہیں کہ مذہب جدید جس امر پر قیام ہونے کا فتوے صادر کرتی ہے۔ اس میں کوئی حسن باقی نہ رہا ہوگا۔ ان کا بس چلنا ہے تو قرآن و حدیث پر۔ ان دونوں سے جس طرح بن پڑتا ہے۔ رہائی پانے کی سبیل نکال لیتے ہیں۔ اپنے ذاتی خیالات کو اسلام اور ایسے السلام کو سب اعتراضوں سے پاک تصور کر لیتے ہیں۔

مسئلہ نزول مسیح جس میں اس قسم کا ہے۔ کہ جس پر اس قسم کے اعتراض وارد کیے جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اسے اس پر یقین رکھنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید میں ایک شخص کو سو سال کے بعد زندہ کرنا کا وقوع موجود ہے اسی طرح اصحاب کرامت تین سو سال سے زائد عرصہ تک غار میں بحالت خواب چرے رہے۔ اس لیے وہ امور اگر ذات باری کے لیے ناممکنات میں سے نہ تھے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں بھیجا جی اس کے آگے کوئی مشکل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس طرح غیر معمولی طریق پر ہوئی۔ اس طرح ان کے نزول کو بھی غیر معمولی طریق پر وقوع میں آنا تصور کیا جاسکتا ہے۔ باقی رہا اس پیش گوئی کی صداقت کا سوال سو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ پیش گوئی صحیح نہ ہوتی تو مرزا صاحب نے جہاں کئی دیگر متواترات کا انکار کیا تھا۔ وہاں اس کا بھی انکار کیا دیتے۔ لیکن وہ بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکے اور اس کی ممکن سے محض جو بھی تاویل ہو سکتی تھی۔ وہ بیان کرنے میں

انہوں نے کوئی دریغ نہیں کیا لیکن اوپر کی بحث سے پایا جاتا ہے کہ قرآن و احادیث کی رو سے وہ تاویل درست ثابت نہیں ہوئی اور سوائے اس کے کہ یہی عقیدہ رکھا جائے کہ اس پیشگوئی کی رو سے حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی دنیا میں واپس تشریف لادیں گے۔ اس کا اور کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نبی نہیں ہو سکتا اس لیے اس عقیدہ کو اگر قائم رکھا جاوے۔ تو جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زندہ ہونگے۔ انہیں خود اس پیش گوئی کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور جو اس سے قبل فوت ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا۔ کہ جو ان سے قبل اس عقیدہ پر وفات پاتے رہے۔ البتہ اس عقیدہ کو چھوڑنے والا ضرور نگہگار ہوگا۔ کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا مکتب سمجھا جائے گا۔

باقی رہا یہ سوال کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا بھی ہے۔ یا نہ کیونکہ نسکی طبعیں یہ کہہ سکتی ہیں کہ احادیث کی تدوین چونکہ بہت مدت کے بعد ہوئی اس لیے کیونکہ پورے اطمینان سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ راویوں کو احادیث کے پورے الفاظ یاد رہے ہیں۔ یا یہ کہ ان الفاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہی تھی جو کہ ان راویوں نے سمجھی۔ اس کا جواب تو علماء ہی بہتر دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کا موٹا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ حدیث ہو صحیح۔ اور ہم نے اس کا عقیدہ دیا چھوڑا تو قیامت کے دن ہم جواب دہ ہوں گے۔ اور اگر یہ حدیث صحیح نہ بھی ہو تو اس پر محض ایک عقیدہ رکھنے سے جو قرآن کے کسی صورت میں بھی مخالف نہیں پایا جاتا۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ لہذا بہر حال ہمیں اس پر عقیدہ رکھنا لازمی ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے ایک یہ مخالفت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مانا جاوے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایسا کوئی شخص اہلیت نہ رکھتا تھا کہ اسے لوگوں کی اصلاح کے لیے مامور فرمایا جاتا اور اس سے امت کی توہین لازم آئے گی۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کا مامور ہونا اس کے کسی استحقاق کی بنا پر نہیں ہوتا۔ دوسرا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت امت کی حالت بہت اتر ہوگی۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس وقت تک کوئی بھی اس فرض کے سرانجام دیتے کا اہل نہ پایا جاوے۔ اس لئے مخلوق کی اصلاح کے لئے سابقہ انبیاء میں سے ہی ایک کو واپس لایا جانا ضروری سمجھا گیا ہو۔ یہ باتیں مشیت ایزدی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے ان میں کوئی رائے زنی نہیں کی جا سکتی۔

ہمارے دلوں میں شکوک دراصل اس لیے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ہم ہدایت قرآنی پر پوری طرح پابند نہیں ہیں۔ اگر ہم تمام احکام ربانی پر عمل کریں تو اس حالت کے نتائج ہی اعتراض کرنے والوں کو خاموش کر دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ مولانا محمود علی صاحب نے اپنے ایک اور مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔ جب تک مسلمان لفظ کان کم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ پر عمل عامل رہے۔ انہیں نہ خود کوئی تکلیف پیش آتی۔ اور نہ دوسروں پر اثر ڈالنے کے لیے کسی دشواری کا سامنا ہوا۔ اور جب قوم کی قوم ہی ایک

رنگ میں رنگین ہو۔ تو ایسا منظر شکوک کو غبار بنا کر اڑا دیتا ہے۔ اور اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مگر انہوں جیسا کہ مولانا اپنی کتاب محمود بالا میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی ضرورت بلکہ زندگی کا واحد مقصد آج کل یہ قرار پا گیا ہے کہ انسانی زندگی کی ہر ساعت اور ہر ثانیہ کے اندر تمام نثر و توجہ اس مادی سامان کے مہیا کرنے۔ اس کو کام میں لانے اور اس کے نتائج سے لطف اٹھانے پر مبذول رہے۔ اور موجودہ زندگی کے بعد کوئی خیال اور اس کے لیے کسی عمل اور کسب کا کوئی ارادہ اور اس دنیا سے باہر کی ہستی کے ساتھ تعلق رکھنے کا کوئی دہم بھی دل میں نہ آئے پادے اور اپنی تمام کوششوں کا محور اس دنیا کو اور یہاں کی چند روزہ زندگی کو سمجھنا صحیح اصول کا رہے۔ یہ حالت کیوں پیش آئی۔

اس کا جواب بھی مولانا محمود علی صاحب کی ایک تحریر سے دیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قرآن کے پیش کرنے والے جو زبان سے کہتے ہیں۔ وہ کہہ نہیں دکھلاتے اور وعظ و نصیحت میں فصاحت و فراخ بینی پر انسانی طرز کلام کو ترجیح دے کر منطقی موثکافیوں اور شاعرانہ مبالغوں سے کام لیتے ہیں۔ اور رہنمائی سے زیادہ اپنے فضل و کمال کی نمائش چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل ایمان پر نہ بحث نہ مناظرہ فرض ہے۔ نہ منطقیانہ موثکافیوں اور فلسفیانہ معرکہ آرائیوں کی ضرورت وہی روشنی ہدایت جو کلام الہی نے پیش کی ہے۔ اسی طرز ادا سے جو اس ہادی برحق نے اختیار کی ہے۔ ہر عالم و جاہل تک پہنچا دینے کی ضرورت ہے۔ سب کا ہدایت پانا اور تمام مخلوق کا ایک راہ اختیار کرنا۔ ممکن نہیں۔ ورنہ کلام الہی میں اب بھی وہی کشش ہے۔ اور قرآن کریم کے اندر جذبِ قلوب کا وہی اثر فاضل انسانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے والا اور نشہ گان ہدایت کو شرابِ معرفت سے سیراب کرنے والا اگر ہے۔ تو صرف قرآن کریم۔

اداس کلام مبارک کا ایک ایک لفظ چشمِ بنا کو محو حیرت کرنے اور دل دانا کا دامن کھینچنے میں وہ تاثیر دکھاتا ہے جو آئینہ پر جمالِ یار اور پر کاہ پر کھرا۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ علماء و ائمہ کی اندھی تقلید درست نہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ قرآن مجید میں ہر شخص کو خود بھی تدبیر کرنا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قواعد و دیگر لوازمات کو جو معنی اخذ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ پس پشت ڈال کر اپنی سمجھ پر چلنا شروع کر دیا جاوے۔ جیسا کہ خود مدعا علیہ کے اپنے گواہان کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک تو آیت و بالآخرۃ ہمہ یوقنون کے یہ معنی کرتا ہے۔ کہ یومِ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آخرت کے معنی زمانہ آخر کی وحی بتلاتا ہے۔ ذرا احمدی صاحبان خود بھی تو سوچیں کہ انہوں نے دین کو کیا مذاق بنا رکھا ہے اس بحث کے بعد اب اصل معاملہ متنازعہ کو طے کرنے کے لئے یہ بتلانا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے سے ایک شخص مرتد سمجھا جاسکتا ہے۔ اور کہ عقائدِ قدیمانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ۔

اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

اور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین باہی معنی نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں ازتداد واقع ہو جاتا ہے۔ اور کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی ماننا ہے۔ اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یعنی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں۔ ان کی تفصیل ادپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لیے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدہ امت سے مخرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا۔ اور اگر ازتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے بھی انحراف کے لیے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیر و سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لیے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی۔ نہ کہ احادیث و اقوال فقہاء جن پر کہ اس دفت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے۔ اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ جو شرع محمدی پر مستزاد ہیں، اور بعض اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً چند ماہواری کا دنیا جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے۔ اس طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی توجہیں بیان کی گئی ہیں۔ کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے۔ اور کیوں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے لیکن یہ توجہیں اس لئے کار آمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اس لیے وہ ان کے نقطہ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے۔ جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں۔ تو ان کے مذہب کے مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسلمہ وغیرہ کا ذب مدعیان نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعویٰ نبوت کا ذب ازتداد ہے۔ اور کا ذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا ذب مدعی نبوت ہیں۔ اس لیے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہذا ابتدائی تحقیقات جو ۴۔ نومبر ۱۹۲۷ء عیسوی کو عدالت منصفی احمد پور شریف سے دفت کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دے جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار

کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث نہ کر بلا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی امتیازی نہیں ہو سکتا۔ اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ گوعام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں۔ لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔ جو معنی مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اور یہ معنی چونکہ ان معنوں کے مخالف ہیں۔ جو جمہور امت آج تک لیتی آئی۔ اس لیے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے۔ اور مرتد کا نکاح چونکہ ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے۔ لہذا ڈگری میں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے۔ کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اُس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حقدار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں۔ اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے۔ اس لیے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہیے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد سمجھتے ہیں۔ تو ان کو اپنے اپنے عقائد کی رو سے بھی اُن کا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ نہ کہ مردوں سے بھی۔ مدعیہ کے دعوے کے رو سے چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس لیے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہذا اس بنا پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہے مدعا علیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائر قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔ ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلے جات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ہذا پر حاوی نہیں سمجھا۔ اور مدارس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو عدالت معلیٰ اجلاس خاص نے قابل پیروی قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور کا فیصلہ بمقدمہ مسات جنرل ڈی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ یہ فیصلہ جناب ہمتہ اودھو داس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا۔ اور اس مقدمہ کا صاحب موصوف نے مدارس ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا۔ اور خود ان اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے۔ کوئی حاکم نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصہ سے دائر تھا۔ اس لیے صاحب موصوف نے اُسے زیادہ عرصہ معرض تعلق میں رکھنا پسند نہ فرمایا مگر باجماع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار معلیٰ نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل پابندی قرار نہیں دیا۔ جس فیصلہ کی بنا پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا اس لیے فیصلہ زیر بحث بھی قابل پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اسے حکم سنایا گیا۔ مدعا علیہ کا رووائی مقدمہ ہذا ختم ہونے کے بعد جب کہ مقدمہ زیر غور تھا۔ فوت ہو گیا ہے۔

اس کے خلاف یہ حکم زیر آرڈر ۲۲- رول ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہوگا۔ پرچہ ڈگری مرتب کیا جاوے اور مسل داخل دفتر ہو۔

۷۔ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳۔ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ
بمقام بہاولپور

دستخط

محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج
ضلع بہاولنگر
ریاست بہاول پور
(بحروف انگریزی)

عرضی دعویٰ مسماة غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش

مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۲۶ء

بعدالت دیوانی منصفی احمد پور شرقیہ

مسما ت غلام عائشہ بنت مولوی الی بخش ذات ملانہ عمر ۱۹ سال سکنا احمد پور شرقیہ
برختاری الی بخش ولد محمود ذات ملانہ سکنا حال احمد پور شرقیہ، معلم مدرسہ عربیہ

بسام

عبدالرزاق ولد لوی جان محمد ذات باجوہ عمر ۲۳ سال سکنا موضع ہند علاقہ تحصیل احمد پور شرقیہ
حال مقیم میسی نہر گج ریڈر سب ڈویژن انہار میسی
دعویٰ دلاپانے ڈگری استقراریہ مشعر تریخ نکاح فریقین بوجہ ارتداد شوہر مدعا علیہ

جناب عالی !

مدعیہ حسب ذیل عرض پر دانا ہے :

- ۱- یہ کہ مدعیہ کی ایام صغیر سنی نابالغی میں والدہ نے مقام ڈیرہ غازی خان ہمراہ مدعا علیہ نکاح بوجہ احکام شریعت پڑھ دیا جس کو ۱۹ سال ہوئے ہوں گے۔ حق المہر شرعی تھا۔
- ۲- یہ کہ مدعیہ اب تک نابالغہ رہی۔ اب عرصہ دو سال سے بلوغ شرعی بر نموداری ایام حیض ہوا ہے۔ اللہ مدعا علیہ نکاح مدعیہ مذہب اہل سنت والجماعت نے بصاحت مرزائی قادیانی رفقانہ کی بتدیل مذہب قادیانی مرزائی ہو گیا ہے۔ اگرچہ فریقین بالغ اور عمل زفاف ہیں۔ اللہ بوجہ مرتد ہو جانے مدعا علیہ کی مدعیہ مشکوہ مدعا علیہ نہیں رہی۔ مدعا علیہ شرعاً کافر ہو گیا ہے اور بوجہ احکام شرع شریف بابت ارتداد مدعا علیہ مستحق انفراق زوجیت ہے۔
- ۳- یہ کہ مدعا علیہ اب تک مسکن مدعیہ پر متہارک سرسپیل و شادی عمل زفاف مدعیہ رہا۔ اللہ مدعیہ کو سبا عث ارتداد مدعا علیہ انکار ہے۔ ہر چند بطور خود مدعا علیہ کہا گیا ہے کہ اس کے مرتد ہونے پر مدعیہ زوجہ جائز مدعا علیہ نہیں رہی لیکن وہ اس بات پر التفات نہیں کرتا۔

۴۔ بتلئے دعویٰ بمقام منہد جہاں مدعا علیہ اور مدعیہ کی سکونت رہی ہے اور جہاں سرسبز کی تحریک مدعا علیہ کرتا رہا پیدا ہوئی ہے۔ اختیار سماعت نمائش عدالت ہذا کو حاصل ہے جبائے دعویٰ عرصہ پانچ ماہ سے آخری اصرار فرمندی پر قائم ہوئی ہے۔

۵۔ مالیت نمائش ہذا بغرض اختیار سماعت مبلغ ۱۰۰۰ اور بغرض ادائیگی کورٹ فیس مبلغ ۲۰۰ ہے اس لئے ۲۲-۸-۵۰ کا اسٹام شامل کیا جاتا ہے۔

۶۔ اللہ امن مدعی مستدعی ہے کہ ڈگری تیس نکاح انفرق زوجیت برخلاف مدعا علیہ پوجہ فرزند ہو جانے مدعا علیہ کی اور مذہب مرزائی کا پیروکار ہونے سے بموجب احکام شرع شریف مدعیہ مسلمہ حقیقہ کا بنا بر ارتداد مدعا علیہ بنی مدعیہ علاوہ ہرچہ خرچہ برخلاف مدعا علیہ صادر فرمائی جا کر داد رہی من مدعیہ فرمائی جائے۔ اور قرار دیا جائے کہ مدعیہ پوجہ مرزائی ہو جانے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بیاعت ارتداد مدعا علیہ نہیں رہا۔ اگر کسی دوسری یا متبادل داد رہی کا عدالت من مدعی کو مستحق قرار دیوے تو عطا ہوئے۔ تحریر ۲۲ جولائی ۱۹۲۶ء ۱۳ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

ع

مسماة غلام عائشہ بمختیاری الہی بخش مدعیہ مختسار خاص
دستخط بحروف اردو
الہی بخش بقلم خود

واقعات مندرجہ بالا تا حد علم و یقین میرے فقرہ نمبر ۴ صحت در
ہیں۔ فقرہ نمبر ۵ کی نسبت رسوم عدالت کے تصدیق کرتا ہوں بمقام
احمد پور شرقیہ ۲۲ جولائی ۱۹۲۶ء دستخط بحروف اردو الہی بخش مختسار مدعیہ

جواب دعویٰ مستمیٰ عبدالرزاق

مورخہ ۲۱- اکتوبر ۱۹۲۶ء

بعدالت منصفی احمد پور شہ قیہ
سمات عائشہ بنت مولوی الہی بخش صاحب مدعیہ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد مدعا علیہ
دعوے استقراریہ تیغ نکاح فریقین بوجہ ارتداد مدعا علیہ

جناب عالی!

کترین حسب ذیل بواب دعویٰ عرض کرتا ہے:

- ۱- یہ کہ فقہہ نمبر اعرضی دعویٰ درست ہے۔
- ۲- یہ کہ مدعیہ مکمل بلوغ کو پہنچ چکی ہے اور اس کی عمر اس وقت ۱۸ سال ہے۔ یہ غلط ہے کہ مدعا علیہ نے مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ یا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مدعا علیہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ نہ میں مرزائی نہ قادیانی ہوں۔ یہ محض غلط ہے کہ اگر عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہب کی طرف رجوع دلاتے ہیں تو مدعا علیہ مرتد ہو گیا ہے یہ ایک ناجائز حملہ مدعیہ کی طرف سے ہے جو کہ والد مدعیہ نے کرایا ہے۔
- ۳- یہ درست ہے کہ مدعا علیہ سرسمل کا تقاضا کرتا رہا اور مدعیہ کا والد انکار کرتا رہا ہے اس کا انکار مطلقاً قانون اور شرع کے خلاف ہے۔ نکاح ہر صورت میں جائزہ اور قابل تکمیل ہے۔ شرعاً والد کی طرف سے دختر کا نکاح کسی طریق سے قابل انفساخ نہیں اور نہ ہی وجہ مندرجہ مدعیہ انکار سرسمل کے لئے کوئی کافی وجہ ہے۔ محض بہانہ اور بدیتی والد کا ثبوت ہے۔
- ۴- غلط ہے۔ بنائے دعویٰ بتمام مندریاست بہاول پور ہرگز قائم نہیں ہو سکتی نہ کبھی فریقین کی وہاں سکونت رہی نہ مدعا علیہ نے وہاں سرسمل کی تحریک کی۔ قانوناً سرسمل کی تحریک کسی جگہ کیا جانا۔ بنائے دعویٰ کا مقام تصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حسب دفعہ نمبر ۵ اضابطہ دیوانی جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو بنا دعویٰ پیدا ہوتی ہے اس علاقہ عدالت حدود کے اندر دعویٰ سماعت ہو سکتا ہے۔ مدعا علیہ کی سکونت موضع

جنگل شیخوہ علاقہ ضلع ملتان میں اور نکاح بمقام برائی علاقہ ڈیرہ غازیخان میں ہوا تھا۔ اس لئے دعویٰ ریاست عالیہ میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضلع ملتان میں ہونا چاہیے۔

۵۔ غلط ہے۔

۶۔ مدعیہ کسی دادرسی کی مستحق نہیں دعویٰ مدعیہ قابل انتراج ہے۔ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے باقتیار کامل بمقدمہ کریم بخش بنام مسماہ جندو ڈی اور ہائی کورٹ مدراس اور دیگر ہائی کورٹوں سے یہ امر سرکچیفصلہ پا چکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان اصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں۔ مرتد یا کافر نہیں کہے جاسکتے۔ بنا برآں دعویٰ مدعیہ خارج فرمایا جاوے کہ ہر جہ دلایا جائے۔ والد مدعیہ نے محض سرسبیل سے بچنے کی خاطر یہ ناجائز دعویٰ مدعیہ سے دائر کر لیا ہے تاکہ مدعا علیہ دباؤ میں آکر دستبردار ہو جائے۔

ورنہ مدعا علیہ کی سخت تفصیل کی گئی ہے۔ ۱۳ اربح اثنی عشر ۱۳۴۵ء۔ مطلق ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء

ع

دستخط: محروف اردو

عبدالرزاق مدعا علیہ

تاحد علم یہ میرا بیان صحیح اور درست ہے۔

دستخط: محروف اردو

عبدالرزاق تعلیم خود

مختصر بیانات فریقین و تنقیحات وضع کردہ عدالت

مورخہ ۴ نومبر ۱۹۲۶ء

بیان مولوی الی بخش ولد محمد ذات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ۔ مختار مدعیہ

باقرار صالح

سمات غلام عائشہ میری دختر ہے، ایام نابالغی میں اس کا نکاح میں تے مدعا علیہ سے بمقام ڈیرہ غازی خان کیا تھا۔ اب لڑکی عرصہ دو سال سے بالغ ہو چکی ہے۔ لیکن مدعا علیہ مذہب قادیانی اختیار کر چکا ہے۔ اور مرزائی ہو گیا ہے۔ اور شرعاً مرتد اور کافر ہو چکا ہے۔ بموجب احکام شرع شریعت یوجز ارتداد مدعا علیہ نکاح قابل فسخ ہے۔ لہذا ڈگری انفساخ نکاح صادر فرمائی جائے۔

دستخط منصف صاحب

۴ نومبر ۱۹۲۶ء

بیان عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجرہ عمر ۲۳ ساکن موضع ہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

مدعا علیہ

باقرار صالح

نکاح سمات عائشہ مسلمہ ہے۔ اسے فقہاء مدعیہ کو انکار نہیں۔ میں نے مذہب قادیانی اختیار نہیں کیا۔ نہ ہی میں مرزائی ہوں۔ اگر مختار مدعیہ یہ ثابت بھی کر دے کہ میں فرقہ قادیانی یعنی مرزائی سے تعلق رکھتا ہوں۔ تو بھی اس حالت میں نکاح قابل تنسیخ نہیں ہے۔ کوئی مرزائی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔
عبدالرزاق سکر تسلیم کیا۔ دستخط منصف صاحب

از عدالت

(۱) کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس لئے ارتداد لازم آتا ہے۔

(۲) اگر تنسیخ بالاجتبی مدعیہ ثابت ہو۔ تو کیا نکاح فی مابین فریقین قابل انفساخ ہے۔

مدعا علیہ تردید پیش کرے گا۔ مسل ہذا مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو پیش ہو۔

۴ نومبر ۱۹۲۶ء

دستخط منصف صاحب

بیان عبد الرزاق مدعا علیہ

۵ دسمبر ۱۹۲۶ء

باقرار صالح

مولوی عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ سکھہ ضلع ڈیرہ غازی خان

عمر ۲۲ سال

یہ درست ہے۔ کہ میں مرزا غلام احمد کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی نبی بھی مانتا ہوں۔ یعنی اس معنی میں کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور ہیں۔ اور آپ کے شریعت پیرو ہیں۔ اور آپ علی نبی کی وجہ سے آپ نبوت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اور اس وقت تک میرا یہ اعتقاد ہے۔ گویا میں سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہوں میں مرزا صاحب کو اس معنی میں نبی کہتا ہوں۔ جس معنی میں قرآن کریم نبوت کو پیش فرماتا ہے۔ جیسا دیگر انبیا علیہ السلام ہیں۔ کہ ان پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہوں۔ اس لیے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر وحی و دیگر انبیاء علیہ السلام نازل ملائکہ و جبریل علیہ السلام ہوتا تھا۔

شکر درست تسلیم کیا

دستخط صاحب جلیس

۵ دسمبر ۱۹۲۶

درمیانی حکم عدالت

۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء

از عدالت۔

آج مسل رو برو فریقین پیش ہوئی مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ کا بیان بغور ملاحظہ ہوا اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو وہ نبی تسلیم کرتا ہے، اس سنی میں کہ یہ مثل دیگر انبیاء علیہ السلام مرزا صاحب پروردی اور الہام وارد ہوتے تھے۔ پس یہ ایک سوال ہے کہ کیا اس انتقاد کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل نہ سکتا ہے جس کا ثبوت مدعا علیہ کو پہنچ کرنا چاہا ہے۔

مدعیہ تردید کرنے گی۔ مدعا علیہ نے آج فیصلہ جات کے نقول پیش کئے ہیں۔ وہ شامل مسل رہیں
نش بندا بقرار ۲۰ فروری ۱۳۲۷ء پیش ہوئے۔ ۲۰/۱/۲۷

دستخط منصف صاحب

.....

درخواست عبد الرزاق مدعا علیه

مورخه ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء

بعدالت دیوانی

مسماة عائشہ زوجہ عبدالرزاق مدعیہ بنہام عبدالرزاق مدعا علیہ

دعویٰ تنسیخ نکاح

جناب عالی!

بمقدمہ صدر تاریخ پیشی گزشتہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء کو مدعا علیہ کے بیانات نسبت اعتقاد دینی کے لئے جا کر ایک تنفیخ ذیل وضع فرمایا گیا اور جس کا ثبوت بذمہ مدعا علیہ رکھا گیا۔

آج مثل رو برو فریقین پیش ہوئی۔ مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ کا بیان بعز ملاحظہ ہوا۔ اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو وہ نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بمثل دیگر انبیاء علیہ السلام مرزا صاحب پر وحی اور الہام وارد ہوتے سکتے۔ پس یہ ایک سوال ہے کہ کیا اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے جس کا ثبوت مدعا علیہ کو پیش کرنا چاہیے۔ مدعیہ تردید کرے گی۔

جو بیان کہ مدعا علیہ نے تاریخ پیشی مذکورہ بالا پر دیا اس میں مدعا علیہ نے اپنے اعتقاد مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا مگر عدالت موصوف نے میرے اعتقاد مذہبی کا جو خلاصہ اخذ فرمایا ہے وہ میرے اصلی اعتقاد مذہبی سے مختلف ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مذہبی مسئلہ ہے۔ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے اس لئے اپنے اعتقاد مذہبی کو مدعا علیہ ذیل میں پیش کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

”میں خدا تعالیٰ کو وحدہ لا شریک لہ ماننا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو کامل الہامی کتاب ماننا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و آپ کے توسط سے اور آپ کی شریعت مقدمہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو نبی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور

اشاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام بابرکت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
وارد ہوتے تھے۔“

نیز مدعا علیہ عرض کرتا ہے کہ تنقیح مذکورہ الصدر غلط وضع فرمایا گیا ہے۔ دعویٰ مدعیہ
کا ہے اور اسی بنا پر ہے کہ مدعا علیہ بوجہ ہونے احمدی کے مرتد ہو گیا ہے اور اس لئے اس کا
نکاح ہمراہ مدعا علیہ قابل سیخ ہے۔ اپنے دعویٰ کی تائید مدعیہ پر فرض ہے اور اس کی
تردید مدعا علیہ پر۔ اس لئے بجائے تنقیح مذکورہ الصدر کے تنفیخ ذیل وضع فرمایا جاوے۔ آیا
مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو جو کہ مدعا علیہ نے اوپر بیان کیا ہے مرتد ہے اور مسلمان نہیں
ثبوت بزمہ مدعیہ اور تردید بزمہ مدعا علیہ براہ مہربانی تنقیح موضوعہ کو تبدیل فرمایا جائے۔

۱۶ شعبان ۱۳۴۵ھ

۱۹ فروری ۱۹۲۴ء

فدوی عبدالرزاق مدعا علیہ

حکم چیف کورٹ بہاول پور

مورخہ ۷ مئی ۱۹۲۷ء

بابت منتقلی مقدمہ از عدالت منصفی احمد پور

تجویز آخر بلا جلاس عالی جناب مہرہ اودھو داس صاحب جج چیف برٹ

بہاولپور

مسماة غلام عائشہ بنت الہی بخش قوم ملائہ سکھ تحصیل احمد پور شرقیہ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جبان محمد ذات باجہ سکھ لودھراں ضلع ملتان

دعویٰ تنسیخ نکاح

درخواست انتقال

مخل کو دیکھا گیا ہے۔ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے شرعی سوالات کے لیے
دو مولوی صاحبان کو کیشن مقرر کیا ہوا ہے۔ اُدھر مثل پر کئی فیصلہ جات اور
سرٹیفکیٹ پیش کیے گئے ہیں۔ بلحاظ نوعیت مقدمہ میں مناسب سمجھتا ہوں
کہ یہ مقدمہ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت سے تجویز جادئے۔ چنانچہ
وہاں منتقل کرتا ہوں۔ عبدالرزاق سائل حاضر ہے۔ ۴ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ مطابق
۲۰ مئی ۱۹۲۷ء

دستخط

اودھو داس

درخواست عبد الرزاق مدعا علیه

مورخه ۱۷ دسمبر ۱۹۲۷ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

احمدی عقائد

میں صدق دل سے شہادت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ واحد لا شریک لہ ہے اور حضرت سیدنا محمد بن عبد اللہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول اور سید الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہے۔
میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے حسب قانون شرع محمدی علی صاحبہما التحمید نماز روزہ حج زکوٰۃ کو فرض مانتا ہوں میں نماز کا پابند ہوں۔ ماہ رمضان مبارک کے روزے رکھتا ہوں۔ میں صاحب نصاب نہیں۔ لہذا زکوٰۃ مجھ پر واجب نہیں۔ حج کی استطاعت نہیں رکھتا ورنہ ادا کرتا۔ ارشاد مصطفوی علیہ الصلوٰۃ اللہ علیہ کہ ”ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله وان تقبلوا الصلوة وتوتقوا الزکوٰۃ وتعمج البيت“ پر ایمان و یقین رکھنے والا مسلمان ہوں۔

میں خدا تعالیٰ پر اس کے تمام صفات سلبی ثبوتی کے ساتھ ایمان لایا ہوں اس کے فرشتوں اور اس کی تمام کتابوں اور اس کے سب کے سب پاک رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔ یوم الآخر کو مانتا ہوں قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ سے ہے۔ موت کے بعد زندگی اور حساب کتاب سزا و جزا و دوزخ و بہشت کا قائل ہوں۔
اٰمنت بالله و ملائکة و کتبه و رسله و الیوم و الآخر و القدر خیره و شره و من الله تعالیٰ و البعث بعد الموت یہی اعتقاد تمام احمدی مسلمانوں کا ہے اور یہی اعتقاد ذیل میں حضرت مرزا صاحب غلام احمد مسیح موعودؑ و قادیانی نے سکھایا ہے: وانا اشرح فی المقصود + وها انا اشهد بالرب العظیم۔
واحلقت بالله الکریم۔ علی اتنی مسلمو من موحدمتبع لاحکام الله و سنن رسولہ۔ و برئ مما تظنون و من سوا کفر و حلولہ و انی لاری غیر الشرع عزوۃ۔ و

اٰمنت بکتاب الله و اشهد ان خلافہ زندقتہ۔ و من تقوۃ بکلمۃ لیس لہ اصل مسیح فی الشرع ملہما کان او مجتہداً فیہ الشیاطین متلاعنه۔ و اٰمنت بان نبیا محمد صلی الله علیہ وسلم خاتم الانبیاء۔ و ان کتابنا القرآن کریم و سیلۃ الابداء۔ لانہی لنا نقتدی بہ الا المصطفیٰ و لا کتاب لنا الا القرآن۔ الہمہین علی المصحف الاولی۔ و اٰمنت بان رسولنا سید ولد آدم و مؤسس المرسلین و بان الله تم ختوبہ النبیین۔ و بان القرآن المجید بعد رسول الله محفوظ من تحریف الحرفین و خطاء المخطین۔ و لا ینسخ و لا ینزہ و لا ینقص بعد رسول الله و لا یخالفت

الذمیمین الصاوتین۔ دستکمل ما قیامت من عریضات القرآن أو الهممت من الله الرحمن فقیانہ
 علی شریطۃ الصحة والصحة والصواب والسمت۔ وقد کشف علی انہ صحیح خالص
 یوافق الشریعۃ لا ریب فیہ۔ ولا لبس ولا شک ولا شبهة۔ وان کان الامر خلاف ذلك
 علی فرض الحال۔ فتبید نامکۃ من ای دینا کالمتاع الودی ومادة التعال۔ وامتابعنا فی
 ارادها الله ویسوله الکریم۔ وان لم نعلمها ولم یکشف علینا حقیقتا من الله العلیم
 (ملاحظہ ہو کتاب آئینہ مکالمات اسلام مؤلفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
 سی میرے عقائد میں جن پر اب تک علی وبراہمیرت بفضلہ تعالیٰ قائم ہوں۔ انہی با اللہ شہید ابینی
 و بینکروسن عندہ علمو الکتاب۔

رقمہ

عبد الرزاق احمدی سکرن لوڈہراں

۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء

۲۲ جاوہی الثانی ۱۳۳۷ھ

بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹویؒ

۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء

علامۃ العصر پیکرِ علم و فضل حضرت غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کا چشمہ فیض ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ممالک غیر سے بھی اکثر تشنگانِ علم اس چشمہ سے سیراب ہونے کے لیے شمالی پنجاب کی اس عظیم درسگاہ جامعہ العباسیہ بہاولپور حاضر ہوتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں جب مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے تین سچ نکاح کا دعویٰ دائر ہوا تو جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاولپور نے شرعی امور پر عدالت کی رہبری کے لیے حضرت شیخ الجامعہ کو بطور عدالتی گواہ طلب فرمایا۔ حضرت مدوح کا یہ بیان ۸ جنوری ۱۹۲۷ء کو قلمبند ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص نطلی یا بروری نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اور اس کے متبعین کافر اور خارج از اسلام ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والے شخص کا سنیہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔

ادارہ _____

۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء

۲۲ رجب ۱۳۴۷ھ

بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور۔ باقر اصلاح

میں نے عقائد احمدی مدخلہ مدعا علیہ مشمولہ مسل ہذا کو دیکھا ہے۔ یہ عقائد عام مسلمانوں کے ہیں۔ احمدیہ جماعت کے یہ اعتقادات مخصوص نہیں ہیں۔ میں نے اس کا بیان مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء سنایا ہے۔ ان بیانات میں جو یہ الفاظ ہیں کہ میں مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہوں اور اس لئے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر بمثل دیگر انبیاء علیہ السلام نزول ملا نہ کہ وہ جبرئیل علیہ السلام ہوتا تھا۔

یہ خاص اعتقاد جماعت احمدیہ کا ہے اور اسی اعتقاد کی وجہ سے وہ غیر مسلم ہیں۔ اس واسطے کہ تمام فرقے اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ جو شخص آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک شیعہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ اس کے متعلق کل علماء ہندوستان کا فتویٰ ہے۔ مسل کے ساتھ جو فتاویٰ مولوی عبداللہ صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اور مولوی غلیل احمد صاحب سہارنپوری کے شامل ہیں وہ مستند ہیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک مستند اہل حدیث عالم ہے۔ مرد کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح شرعاً فسخ ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ تحریر کیا ہے کہ میں تشریحی نبی ہوں۔ یعنی نئی شریعت لایا ہوں۔ ان کی کتاب اربعین ۲ میں یہ عقیدہ موجود ہے جو شخص ایسے شخص کو نبی اور رسول مانے وہ میرے عقیدہ میں مرتد ہے اور چونکہ مولوی عبدالرزاق مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اور ان پر نزول جبرئیل کا قائل ہے لہذا بوجہ ارتداد اس کا نکاح مدعیہ کے ساتھ فسخ ہو چکا ہے اور یہی مذہب یعنی عقیدہ عام علماء ہندوستان کا ہے۔ چونکہ یہ مذہب قادیان ہندوستان میں ہی رائج ہے اس لئے دیگر مذاہب کے علماء کی آراء اور خیالات یہاں تک نہیں پہنچے مگر اب جہاں جہاں یہ مذہب

ہندوستان سے باہر پھیل رہا ہے وہاں کے علماء ان کے ارتداد کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ چنانچہ کابل میں امیر صاحب نے علماء کابل کے حکم سے ایک احمدی کو سنگسار کیا۔ اسی طرح دمشق میں ایک احمدی حال ہی میں قتل کیا گیا ہے۔

سن کر تسلیم کیا

محمد اکبر

مرتد کے لفظ کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ کسی بنیادی مسئلہ اسلام سے انکار کیا جائے مثلاً توحید نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ختم نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مرزائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے قائل نہیں اس لئے وہ مرتد ہیں ختم نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مذہب اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

سن کر تسلیم کیا

محمد اکبر

درخواست عبد الرزاق مدعا علیہ بحوان بیان
جناب حضرت شیخ الجامعہ صاحب بہاولپور

۲۹ مارچ ۱۹۲۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
تردید بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ جامع عباسیہ بابا و لپورا زید عبدالرزاق احمدی ساکن بوندھراں

سندھ ملتان

غلام عائشہ بنت الہی بخش مدعیہ
بنام
عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد
مدعا علیہ

دعویٰ استقرار حق

جناب عالی! مدعا علیہ بموجب بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ جو اس نے پرنا دیا، مدعا علیہ وہ ہے کہ تردید ذیل عرض کرتا ہے:

(۱) گواہ اپنے بیان میں تسلیم کرتا ہے کہ یہ عقائد جو مدعا علیہ نے شامل کیے ہیں عام مسلمانوں کے ہیں صرف احمدیوں کے مخصوص نہیں۔ جیسا کہ ان عقائد سے ایک مسلمان مسلمان کہلاتا ہے اور کوئی مسلمان ہو سکتا ہے تو کسی خصوصیت کی طرف گواہ کا الجھنا بے سود ہے۔ اسلام کے اندر بٹہ فرقے کے خصوصی عقائد لگا لگا ہیں۔ کسی کے مسلمان ہونے کیلئے صرف وہی عقائد زیر غور آتے ہیں جو اسلام کی تعریف کے اندر داخل ہوں گواہ نے میرے عقائد مشمولہ مسلم پر جو میں نے اپنے رہنما کی شائع شدہ کتاب کے حوالے سے لکھے ہیں جمع کرنے کی نہ جرات کی اور نہ کر سکتا ہے بلکہ اس نے تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ عقائد عام مسلمانوں کے ہیں۔ کسی خصوصیت کی وجہ سے کوئی فرقہ جو اسلام کے اندر آچکا ہے ہرگز ہرگز خارج نہیں ہو سکتا۔ گواہ نے کوئی دلیل کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں دی اور نہ وہ دے سکتا تھا جو میری مسلم ہونے کی بین ثبوت ہے۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ گواہ نے میرے عقائد پر جرح کرنے سے عاجز ہو کر ادھر ادھر ٹککنے کی سعی کی ہے ۱۲۴ ہ کے بیان کا جو حوالہ گواہ نے دیا ہے۔ اس کی اصیلت یہ ہے۔ کہ جو لفظ مجسٹریٹ کی قلم سے نکلے تھے وہ میرے مہذ کے نہ تھے۔ اس لئے بیان پڑھنے کے بعد میں نے تحریری تشریح ۱۱۷۷ شامل مسل کر دی۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے متعلق منسوبہ شتہ امر کو مشرح کرے۔ اسی اصول پر میں نے تشریح کر دی تھی۔ اب بھی میں ایک کتاب موسومہ ”عقائد احمدیہ“ پیش کرتا ہوں۔ جس میں تمام ”عقائد احمدیہ“ بحوالہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام درج ہیں۔ یہی میرے عقائد ہیں اور ان عقائد پر کوئی جرح دیا نہ نہیں ہو سکتی مگر کوئی بات زیر بحث ہو تو وہ فروعی اختلاف ہو گا نہ اصولی چہ جائیکہ موجب خروج انا اسلام ہو۔

۳۔ گواہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ اہل اسلام

سے خارج ہے۔ خود گواہ کی تقریر سے ثابت ہے کہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیں پر نہیں لگا گیا۔ تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق ظاہر کرنا اور عدلیں کی کوئی دلیل بیان نہ کرنا کافی ثبوت ہے کہ گواہ کا بیان غلط ہے۔ قرآن کریم پل سورہ عم السجدہ رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبِّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَالْبَشَرُ وَاِلَّا الْجِنَّةَ الَّتِيْ كُنتُمْ تُوعَدُوْنَ۔ ترجمہ: تحقیق ان لوگوں نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے۔ پھر ثابت رہے کہ اوپر اسی کے اترتے ہیں اور ان کے فرشتے یہ کہ مت ڈرنا اور مت غم کھاؤ اور خوشخبری پاؤ اس حیثیت کی جو تمہے تم وعدہ دے رہے جاتے۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ)

اسی طرح پارہ ۳ سورۃ القدر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تَتَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٍ۔ اترتے ہیں فرشتے اور روح پاک بیچ اس کے ساتھ حکم پروردگار اپنے کے واسطے ہر کام کے سلامتی۔ الخ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ)

ان ہر دو آیات بالا اللہ تعالیٰ نے نزول ملائکہ کو مذکور فرمایا ہے۔ اور اسے بطور رحمت مسلم مومن کے لئے فروری بصرحتہ قرار فرمایا ہے۔ اور صاف ثابت ہے کہ نزول ملائکہ میں اسلام کی عظمت ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں نزول جبرئیل تسلیم فرمایا ہے۔ جب قرآن کریم پکار پکار کر فرماتا ہے کہ ملائکہ اترتے ہیں اور مذکورہ بالا آیت میں نزول ملائکہ اور روح امین (جبرئیل) صاف صاف لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ تو کیا نفوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے بقول گواہ مسئلہ خروج از اسلام کو جزو اسلام قرار دیا ہے۔ قرآن کریم ایک رحمت ہے اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ اور ایک ایک شوشہ سراسر برکت ہے اور بموجب عظمت الہی اور ہدایت عامۃ الناس ہے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس میں ایسے مسئلہ کا ذکر غیر معمولی زور دار بلاغت اور پر معارف الفاظ میں بطور صداقت کیا جائے جو بزمِ غم گواہ موجب خروج از اسلام ہو۔ حاشا وکلا۔ پس گواہ کا نزول ملائکہ کو موجب خروج از اسلام بنانا اسلامی عظمت کو مٹانے کے مترادف ہے۔ اور برکات ذات مصطفویٰ پر حملہ عمدہ علیہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نزول ملائکہ میں اسلام کی عظمت دیکھی ہے۔ پچھلے ماہ میں فضائلِ رمضان شریف پر صادق الاخبار نمبر ۱۰ جلد ۶۲ مورخہ ۱۵/۱۵/۱۳۸۵ المبارک اللہ صلی علیہ وسلم کا ۸ صلا کالم علیہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے بغور ملاحظہ فرمایا جائے:

”اترتے ہیں زمین پر جبرئیل اور ان کے ساتھ فرشتے ہزار جسدۃ المنتہی کے رہنے والے ہوتے ہیں۔

ان کے ساتھ لوری بھنڈے ہوتے ہیں، گاڑتے ہیں اپنے بھنڈوں کو چار مقام پر کعبہ شریف کے نزدیک

ترشرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسجد بیت المقدس کے نزدیک طور سیدنا کی مسجد کے نزدیک
تا پھر کوئی مکان اور حجرہ اور کوئی گھر اور کوئی کشتی ایسی باقی نہیں رہتی جس میں مومن مرد ہو یا عورت
مومنہ ہو مگر فرشتے اس میں جاتے ہیں۔ تا شب قدر میں جاگتے ہیں اس کے پاس آتے ہیں فرشتے اور مصافحہ
کرتے ہیں۔ اور وقت دعا کے آئیں گتے ہیں۔“

پرچہ اخبار مذکور بالا شامل ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ جس کی گواہ نے آج تک تردید نہیں کی اور نہ کر سکتا ہے۔ یہ ایک
زبردست شہادت ہے۔ مسلمانوں کی ریاست کے مسلمان اخبار میں ایسے مضمون کا شائع ہونا اور بلا تردید قبول کیا جانا
اس بات کی بین دلیل ہے کہ گواہ کا بیان غلط ہے۔ کیونکہ گواہ نے باوجود علم کے اس کی تردید کے لئے قلم نہ اٹھایا۔
گواہ کا یقینیت شیخ الجامعہ ہونے کے فرض تھا کہ وہ جس مسئلہ کو موجب اذتاد عن الاسلام گمان کرتا ہے اور پھر وہی
مسئلہ ایک مسلمان کے قلم سے نکل کر بذریعہ مسلم اخبار مسلم ریاست میں شائع ہوتا ہے۔ اور پھر بغیر تامل کے مقبول مسلمانان
ہوتا ہے۔ اور بقول گواہ ”نزول جبرئیل بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور ان
کا نکاح فسخ ہوتا ہے۔“ تو ایسے مسئلہ کے برخلاف اسی اخبار بالالین اعلان کرتا۔ اور ”ازتاد ای رو“ کو روکنا مگر شیخ الجامعہ
نے ایسا نہیں کیا اور مضمون بلا تردید مسلم اخبار میں نکل کر اس امر کا یقین ثبوت ہوا کہ یہ مسئلہ شیخ الجامعہ کے نزدیک
درست اور صحیح ہے۔ نہ بموجب خروج از اسلام و نہ شیخ الجامعہ نے اپنا فرض کیوں بہلا دیا؟ باقی رہا اتفاق کا مسئلہ
جو طویل البحث ہے۔ اگر عدالت موقعہ دے تو میں اس کا بطلان ثابت کر سکتا ہوں۔ اہل اسلام کے اکثر فرقوں کا خیال
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کا سچا رسول اور نبی تھا اور ازیں وجہ آپ کی نبوت کا منصب سلب نہیں ہوا۔ آخر
زمانہ میں اصلاح امت کے واسطے نزول کریں گے۔ اور یہی عقیدہ گواہ کا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایسے فرقوں کا اعتقاد
ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نبوت بنتے ہیں نہ نزول جبرئیل و نہ ہزاروں برس کے بعد بغیر نبوت و وحی اور
نزول جبرئیل کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لے آنا عیث ہو گا۔ جو منافی شان نبوت ہے۔

۴۔ گواہ کا بیان کرنا کہ ایسے اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک سنیہ عورت کے ساتھ نکاح نہیں رہتا۔ بالکل
غلط اور بہیودہ بات ہے۔ فتویٰ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا چاہیے نہ کسی کی
شخصی ذوقی رائے پر اور شخص بھی ایسا جو فتویٰ دینے میں عدلیہ کے بجائے اپنی رائے اور خیال کو مستند و
متمسک کرے۔ کوئی شخص جو حسب منہوم میرے عقائد ماخوذہ از قرآن کریم و سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے توجید اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرے مسلمان ہو چکا ہے وہ بغیر انکاران ہر دو اصولوں کے
غیر مسلم نہیں ہو سکتا۔ یہ گواہ کا بیدلیل حکم ہے۔

۵۔ علماء ہندوستان کے دامن میں گواہ کا ہاتھ ڈالنا اور عدلیہ کا مطلقاً نام نہ لینا ثابت کرتا ہے کہ گواہ کے پاس
اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل نہیں جو میرے خلاف ہو۔ علماء کے ایک فرقہ کے

دوسرے فرقہ پر فتاویٰ کفر شائع شدہ دائروں سے خارج ہیں۔ کتابیں چھپی ہوئی ہیں۔ اگر ان فتوؤں پر اعتماد کیا جائے یا ان کی کوئی وقعت ہو تو ہندوستان میں کوئی نکاح نادر ہو گا جو بحال رہا ہو۔ شیعوں کے سنیوں کے خلاف سنیوں کے شیعوں کے برخلاف فتویٰ کفر شائع شدہ ہیں۔ مگر نکاح بدستور بحال ہیں اور باہم مورہے ہیں۔ بریلویوں کے دیوبندیوں کے برخلاف دیوبندیوں کے بریلویوں کے برخلاف فتویٰ کفر صادر ہیں اور مطبوعہ موجود ہیں مگر ان فتوؤں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور نکاح بھی کسی کے فسخ نہیں ہوئے۔ علماء کا ایک دوسرے کو کافر کہنا معمولی بات ہے۔ ایسی باتوں پر اعتماد کرنا بعید از دانشمندی ہے۔ مولوی عزیز الرحمن صاحب اور مولوی فیصل احمد صاحب کے بجائے اگر سارا دیوبند اور سہارنپور جو امکان کذب باری تعالیٰ جیسے اسلام مسئلہ کے قائلوں کے مرکز ہیں۔ اکٹھے ہو کر کسی مسلم پر فتویٰ ارتداد بغیر انکار توحید الہی اور رسالت عظمیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صادر کریں تو اس کی قدر و قیمت وہی ہوگی۔ جو ان کے عقیدہ کتب باری تعالیٰ کی اور دیگر فتوؤں کی ہے۔

۶۔ یہ درست ہے کہ ارتداد سے شرعی نکاح نہیں رہتا مگر مردہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے کلام ہونے اور نماز روزہ حج زکوٰۃ کی فرضیت کے اقرار کے بعد منکر ہو جاوے۔ یہ عقیدہ اس کے برخلاف شامل مسلم ہے جس پر گواہ کو کلام کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو اسلامی صحیح عقیدہ تسلیم کیا ہے۔ میرے مریخ شائع شدہ و پیش کردہ عدالت عقیدہ کے برخلاف گواہ کا مجھے مرتد قرار دینا خلاف واقع اور غلط ہے۔ تعصب نے اس کو ایسے غلط بیان دینے پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا نبی مانتے ہیں کہ آپ کی امت مرحومہ کو آپ کے اتباع اور آپ کے طفیل ایسی شان مل سکتی ہے جو مکالمہ مخاطب الہیہ کی وجہ سے نبیوں کی شان ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم ہونے والے کمالات نبوت کا اظہار ہے۔ اور آپ کی عظمت کا اقرار۔

۷۔ گواہ کا بیان کرنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ درج کیا ہے کہ میں تشریحی نبی ہوں۔ بالکل غلط ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”ماں یہ نبوت تشریحی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں“ بدرجلہ، نمبر ۱۷، ص ۱۷۷ علاوہ ہر کتاب عقائد احمدیہ مطبوعہ بار دوم ۱۹۰۶ء تا ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گواہ کے بیان کے برخلاف مریخ اور صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ آپ تشریحی نبی نہیں بلکہ آپ کی مراد ”ختم نبوت سے یہ ہے کہ تمام کمالات نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہیں۔ جو تمام رسولوں سے افضل ہیں اور تمام نبیوں سے اکمل اور ہمارا اعتقاد ہے کہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں لیکن وہی شخص جو آپ کا امتی ہو۔ اور آپ کی روح سے فیض یافتہ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں“ عقائد احمدیہ ص ۶۵-۶۶ میراجی وہی عقیدہ ہے جو اس کتاب میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمایا جاوے۔ کسی احمدی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق تشریحی نبی ہونے کا عقیدہ گنہ

نہیں ہے۔ یہ گواہ کا غلط استنباط ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جانشین اور تمام احمدی جماعت اور منہد عالمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی شریعت لانے کا عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے۔ بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے کو اور شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم کے طفیل شرع محمدی کے اتباع کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ سے ہمکلام ہوا۔ اور انھارے الٰہی عطا فرمایا۔ اور یہ سب کچھ بانواع شرع محمدی کے طفیل اور توسط ارتباط آنحضرت صلعم حاصل ہوا تو ایسے عقیدہ سے آنحضرت صلعم نبوت کاملہ نام کی عظمت و برتری ثابت ہوتی ہے نہ کہ منقصدت شان مصطفوی علیہ الصلوٰۃ العلی۔

۸۔ گواہ کا علماء کی رائے کو بار بار ظاہر کرنا جن کے ایک دوسرے کے برخلاف فتویٰ کفر کے لگ چکے ہیں۔ اور شائع شدہ ہیں سراسر محکم ہے۔ اور صداقت پر مبنی نہیں قرار دئے جاسکتے۔

۹۔ گواہ کا ایل میں احمدی کی سنگساری کو اپنے بیان میں سنگرز اننا بھی ایسا ہی بے وقعت ہے جیسا بعض ہندوستان کے علماء کے فتویٰ کو سند بنانا۔ کابل کے علماء کے متعلق خود امیر صاحب کابل کی تقریر بمقام کراچی ان کی قدر و قیمت کو ظاہر کرنے کے واسطے کافی ہے ملاحظہ ہوا اخبار الفضل ۵۵ جلد ۳ کا نم ۳۲ ۲۳ مدار کوئی برائے نام ہے تو میں ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں جس کی نسبت میں نے کابل اور قندھار میں بھی لوگوں کو سمجھایا تھا۔ اور وہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں نادان اور ناسمجھ ملاؤں نے ایک نہایت افسوسناک حالت پیدا کر دی ہے۔ ان ملاؤں نے لوگوں کو کسی قسم کا فائدہ پہنچائے بغیر ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ نیز فرمایا۔ کہ میں اس قسم کی ملانیت سے بیزار ہوں۔ ان لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اپنی ملک اور قوم کی ترقی کے لئے کوشاں ہوں اور جو ملا صرف اپنی اغراض پوری کرنے کا آرزو مند ہو وہ کبھی اپنے ملک کی اصل خدمت انجام نہیں دے سکتا۔

۱۰۔ گواہ کا بیان کرنا کہ دمشق میں ایک احمدی حال میں قتل کیا گیا ہے۔ سراسر افترا ہے۔ کوئی احمدی دمشق میں قتل نہیں کیا گیا۔ ہمارا احمدی مبلغ بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ "برائش فضل مقیم دمشق عدالت کے دریافت کرنے پر گواہ کے بیان کے خلاف اطلاع دے سکتا ہے۔ گواہ نے ہماری دل آزاری کی غرض سے بیز تحقیق ایک خلاف واقع امر کا بیان کیا ہے۔

۱۱۔ گواہ کا بیان کرنا کہ منہد عالمیہ ختم نبوت آنحضرت صلعم کا منکر ہے۔ سراسر غلط ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صریح الفاظ میں ناقم النبیین کر کے پکارا ہے۔ احادیث نبویہ صلعم میں خود حضور انور کی زبان مبارک سے آپ نے اپنے متعلق یہ لفظ لطلاق فرمایا ہے۔ صحابہ کرام علماء نے سلف آپ کو خاتم النبیین کے لفظ مبارک یا فرماتے تھے۔ تو پھر اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے گواہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت

مطابق ہو۔ پس آنحضرت صلعم کا ہر دنا یا بیعضی ہوا کہ آپ مستحق ہیں نہ مانع۔ کیونکہ ہر کی غرض تصدیق ہوتی ہے نہ منع۔ علاوہ ازیں آپ نبیوں کی ہر ہیں یعنی آپ نے انبیاء کی تصدیق فرمائی۔ نہ منع۔ یعنی آپ نے نبیوں کو آنے سے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کی نبوت کی تصدیق فرمائی ہے وصدق المرسلین ۲۳ صفت نہ منع۔ انبیاء کا کام تصدیق کرنا ہوتا ہے نہ منع موجب آیت و اذ آخذہ اللہ ميثاقا للتبیین (الی التوہم) ۱۰۱ وَ لَتَنْصُرُنَّكَ الْاٰیۡتۡہٖٓ ط اخیر۔ ختم نبوت کے متعلق قائلین منع نبوت غلطی غورہ ہیں۔ ازیں وجہ گواہ نے غلط بیان دیا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین بفتح ناہ آیا ہے۔ جو معنی مرہ ہے۔ یعنی آپ مصدق ہیں۔ نبیوں کی تصدیق کی نہ منع۔ اور التبیین سے مراد کیا بعض تہی دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنی ہوتے کہ آپ نے تصدیق کی۔ کل یا بعض نبیوں کی یا مصدق ہیں گزشتہ بعض نبیوں کی نہ سب کے یا مصدق ہیں آتیوالے معہذ نبیوں کے یا مصدق ہیں سب کے سب نبیوں کے اولین و آخرین کے اور یہی معنی مقصود بالذات ہیں اور سب سے ارجح ہیں۔ کیونکہ آپ کی صفت تصدیقیہ سے علی وجہ الاقم مطابقت کاملہ کھتی ہیں۔ اگر وہ معنی لئے جاویں جو گواہ نے لئے ہیں۔ تو یہ معنی خاتم کے ہوں گے۔ (۱) منع کیا آپ نے سب سب نبیوں کو۔ یہ صدق المرسلین ۲۳ صفت کے برخلاف ہے۔ (۲) منع کیا آپ نے بعض نبیوں کو۔ یا نبی آدمیات یا نبی عنکم رسول منکم الا یہتدوا عرفا رکوع ۴ ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اگر آویں تمہارے پاس پیغمبر تمہیں سے الہ کے مخافت ہے تو اگر تم مصدق سے رد گردانی کر کے مانع والے معنی مراد لیوں تو آپ کی صفت تصدیقیہ سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ جو موجب ضلالت ہے۔ قرآن کریم پر ادنیٰ نامل سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ مصدق ہیں۔ مانع نہیں ہیں ملاحظہ ہو (۱) مصدق لہما معکم علیہ (۲) مصلحا قبا بین ید یہ (پ ۲۶ اخاف) اور یہ صفت قرآن کریم میں بکثرت وارد ہے۔ مگر صفت مانع یا صراحتاً یا دلالتاً یا درایتاً یا اشارتاً یا کنایتاً کہیں بھی مذکور نہیں کیونکہ یہ آپ کی صفت تصدیقیہ کے برخلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی منع انبیاء لینا قرآن کریم اور خاتم النبیین کی صفت تصدیقیہ کے برخلاف ہے اور آپ کی تکذیب کرنا ہے۔ جو غلط ہے۔ اور گواہ کا منع انبیاء کے معنی لینا جو چیز مذکور فی القرآن ہیں اور منذ علیہ پر حملہ کرنا اور فتوے ارتداد لگانا نہ صرف غلط بلکہ قرآن کریم اور خاتم النبیین کے سخت مخالفت ہے۔ اور اسلام سوز ہے۔ گواہ نے جو معنی خاتم النبیین کے لئے کر منذ علیہ پر فتویٰ ارتداد لگانا چاہا ہے اس کا ثبوت قرآن کریم میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اس لئے گواہ نے کوئی آیت پیش کرنے کی بجائے صرف اپنی رائے کو پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے اختراعی اور خلاف قرآن کریم معنی غلط اور بودے ہیں۔ کتاب اللہ میں یہ معنی ہرگز نہیں ملتی۔ برخلاف معنی منع انبیاء کے وہ معنی جو صفت تصدیقیہ آنحضرت صلعم کے ماتحت ہیں اور اس کے مطابق۔ قرآن کریم میں کئی مقام پر مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم مرسل اور منذ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور صفت ارسال رسول بھی موجود ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صادق کی تصدیق و اثبات کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی انہیں اسماء و صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ جن سے نبوت کو انعام الہی یقین کیا

جاتے۔ جو کہیں بھی منقطع نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) مَا كُنْتُمْ شُرَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ إِلَىٰ وَلِيكُنَّا كَمَا مَرَّسَلِينَ بِتِ قَصَص

(۲) أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسَلِينَ بِتِ مَدْيَنَ

(۳) اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ

(۴) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مَن يَرُؤُا مَن يَشَاءُ ۚ

(۵) جَاعِلِ أَمَلِكُمْ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ بِتِ فَاطِرِ

(۶) وَعَسِيئُوا أَن جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِّنْهُمْ ۚ

(۷) إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ بِتِ مَدْيَنَ

(۸) أَوْ عَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ

(۹) بَلْ عَجِبُوا أَن جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِّنْهُمْ ۚ

(۱۰) يُنذِرُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّؤُحِ مِّنْ أَمْرِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِّنْ عِبَادِهِ ۚ

(۱۱) يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ

(۱۲) فَلَنُ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا. وَلَنُ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا. بِتِ فَاطِرِ

ان آیات سے بالوضاحت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاتم النبیین یعنی منع نبوت انبیاء نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آیات روکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں مرسل و منذر صفاتی نام شامل ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان اسماء کو معطل قرار دیکر لہ یزل لایزال کی ارفع شان پر حملہ کریں۔ اور اپنا عقیدہ گھڑیں۔ ان آیات سے صرف اور صرف یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرسل اور منذر ہے اور یہ صفات مستمرہ ہیں۔ ان میں تعطل و تعطیل اور تحول ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔ تو آیات بالا سے منہ پھیرنا خدا تعالیٰ کی صفت ارسال مرسل کو غلط ٹھہرانے کے مرادف ہے۔ جو کہی بھی انقطاع پذیر نہیں ہو سکتی۔ خدا کی صفات ہمیشہ ہمیش چلی آتی ہیں۔ اور چلی جائیں گی۔ پس ثابت ہو کہ ہر قسم کی نبوت کو بند کرنا خدا تعالیٰ کا اور اس کی کلام کا اور اس کی صفات کا مقابلہ کرنا اور ان کو غلط ٹھہرانے ہے۔ احمدیوں کا اعتقاد ہے کہ شریعت والی نبوت جو کامل شریعت اور منسوخ ہونے سے پاک اور جس میں تفسیر تبدیل ناممکن ہو وہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الخیمہ ہے۔ اور جو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ایسی شریعت کا دروازہ قطعاً مطلقاً بند ہے۔ اب نہ کوئی شریعت نئی آسکتی ہے۔ نہ آئے گی۔ ناسخ شریعت کا دروازہ آنحضرت صلعم کے بعد قطعاً بند ہے۔ ہاں آپ کی اطاعت میں اور اتباع میں بیاعت کمال تعلق مودت و وفائی الرسول کی وجہ سے سیرت صدیقیہ کا دروازہ جس کے ذریعہ کالمہ مخاطبہ الیہ و اظہار علی الغیب امت محمدیہ کے کاملی فرد پر ہمیشہ ہمیش کھلا رہے گا۔ تا ثابت ہو کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے قرآن کریم زندہ کتاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فائدہ رسول ہے۔ اور خاتم النبیین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام
 کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں
 اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ کہ جو ان کی امت سے باہر ہو بلکہ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی
 چشمہ معرفت ص ۹۔

گواہ نے جو حوالہ اربعین نمبر ۲ کا حوالہ دیا ہے وہ غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور کسی احمدی
 کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی تشریحی نبی آسکتا ہے۔ بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ بعد آنحضرت
 صلعم کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو شریعت لانے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو شریعت محمدیہ میں ایذا کرے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے
 جو اس میں کمی کرے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلیغ اور امتی دہو۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو
 آنحضرت صلعم کے وسیلے اور فیض کے سوا وحی کا درجہ پایا ہو۔ پس یاسیٰ معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 ایسی نبوت کا دروازہ جو ہمارے عقیدہ کے برخلاف ہو۔ بند ہے اور انہیں معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
 ہیں اور سید الانبیاء ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ڈاکٹر عبد الرزاق احمدی مدعا علیہ سکندر پورہ ان شیعہ ملتان

۲۹ مارچ ۱۹۲۸ء

فیصلہ جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور

مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء

جس کی رُو سے باتبا فیصلہ چیف کورٹ بہاول پور مورخہ
۷ مارچ ۱۹۲۳ء بعنوان مقدمہ جندوڈی بنام کریم بخش
مقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت الہی بخش خارج کیا گیا۔

تجويزاً عرضاً جلاس جناب منشی محمد کبير خان صاحب بی۔ اسے ایل ایل بی

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

بمقدمہ سمات غلام عائشہ

بنام

عبدالرزاق

دعویٰ۔۔۔ تینسٹ نکاح

فیصلہ۔

یہ مقدمہ منجانب سمات غلام عائشہ اپنے خاوند عبدالرزاق کے خلاف برائے تینسٹ نکاح بدین بیان دائر کیا ہے کہ مدعیہ کے ایام صفر سن ۱۳۰۱ء میں اُس کے والد نے اس کا نکاح مدعا علیہ کے ساتھ جو جب احکام شرع شریف کرایا جس کو عرصہ چودہ۔ پندرہ سال کا ہو گیا ہوگا۔

مدعیہ اب تک نابالغ رہی۔ عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔ لیکن اس کے خاوند نے مذہب اہل سنت والجماعت ترک کر کے قادیانی مذہب اختیار کر لیا ہے اس مذہب اختیار کرنے سے وہ مرتد ہو گیا ہے اور بوجہ ارتداد مدعا علیہ مدعیہ کا نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ اس لیے متحی الفراق زوجهیت ہے۔ اس لیے یہ قرار دیا جائے کہ مدعیہ بوجہ مدعا علیہ کہ مرزائی ہو جانے کے وہ اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی۔ اور مدعا علیہ کے ساتھ اس کا نکاح بوجہ ارتداد مدعا علیہ نہیں رہا۔

مدعا علیہ نے اول تو اپنے مرزائی ہونے سے انکار کیا۔ دوسرا یہ کہا اگر مدعیہ یہ ثابت کر بھی دے کہ وہ یعنی مدعا علیہ فرقہ قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔ تو بھی اس حالت میں نکاح قابل تینسٹ نہیں ہے۔

یہ مقدمہ پہلے عدالت منصفی احمدپور شرقیہ میں دائر تھا۔ بحکم ۷/۱۲۴ء عدالت عالیہ چیف کورٹ عدالت ہذا میں منتقل ہو کر آیا۔ منصف صاحب احمدپور شرقیہ نے حسب ذیل امور متیقح طلب قرار دیئے۔

۱۔ کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کر چکا ہے۔ اور اس لیے ارتداد لازم آتا ہے۔

۲۔ اگر متیقح بالا مدعیہ ثابت ہو تو کیا نکاح فی مابین فریقین قابل انفساخ ہے۔

متیقح اول کے ثبوت میں مدعیہ کی طرف سے مدعا علیہ کی شہادت بطور گواہ قلم بند کی گئی۔ اس میں مدعا علیہ نے تسلیم کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے اور ساتھ ہی نبی بھی مانتا ہے۔ اور بیان کیا کہ وہ سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہے۔ اور مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اسی معنی میں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہ السلام ہیں کہ اُن پر وحی ادا ہوا ہے۔ اور وہ ہوتے تھے۔ گویا اس بیان سے اُس نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ مذہب قادیانی یا

مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ مدعا علیہ کی اس تسلیم کے بعد باقی دو سوال قابل بحث رہ جاتے ہیں۔

ایک یہ کہ کیا مذہب مرزائیت اختیار کرنے سے ازداد واقع ہو جاتا ہے زور اگر یہ پایا جائے کہ اس مذہب کے قبول کرنے سے اس کا پیرو مرتد ہو جاتا ہے تو کیا اس صورت میں اس کا نکاح اہل سنت والجماعت عورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے۔

یہ ہر دو سوالات پہلے ریاست ہذا میں بمقدمہ سماق جندوڑی بنام کریم بخش زور بحث آکر عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے آفری طور پر طے ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فیصلہ ۲۷ مارچ ۱۹۲۳ء عدالت عالیہ چیف کورٹ بمقدمہ اہیل سماق جندوڑی بنام کریم بخش بنی راضی حکم ۲۲/اگست ۱۹۱۶ء عدالت ہذا۔

اس فیصلہ میں ہر دو سوالات پر مکمل بحث کی جا کر یہ قرار دیا گیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے نہ کہ اسلام سے باہر۔ اور کہ مرزائی مذہب اختیار کرنے سے سنی عورت کا نکاح فسخ نہیں ہو جاتا۔ اس قرار داد کی تائید میں عدالت عالیہ نے مدراس۔ پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات کے حوالے دیئے ہیں۔

مدعیہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کی کوئی تردید پیش نہیں کی گئی۔ اس کا زیادہ تر اخبار علماء ہند کے فتوے پر ہے۔ جن میں مرزائی مذہب کے پیرو مرتد اور کافر قرار دئے گئے ہیں۔ اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس مذہب کے اختیار کرنے سے سنی عورت کا نکاح خاوند کے ساتھ نہیں رہتا۔ فسخ ہو جاتا ہے۔

ان فیصلہ جات کے موجودگی میں تو یہ مقدمہ روز اول دسویں کیے جانے کے قابل تھا لیکن میں نے اس خیال سے کہ شاید ان فیصلہ جات کی تردید میں کوئی نیا فیصلہ صادر ہوا ہو۔ مدعیہ کو کافی عرصہ ہمت دی کہ وہ ان فیصلہ جات کے غلات کوئی سند پیش کرے۔ لیکن اُس نے پھر فتویٰ پر اسرار کرنے کے کوئی تردید فیصلہ پیش نہیں کیا۔ عدالت ہذا سے بھی ہندوستان کے مستند دارالعلوم سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ اس مذہب مرزائیت کے متعلق علماء بیرون ہند کی کیا رائے ہے اور کہ اُن کے نزدیک اس مذہب کے اختیار کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔ اور اس ازداد کی دیر سے اس کا نکاح سنی عورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا فتویٰ کہیں سے دستیاب نہیں ہوا ذاتی طور پر تو میری رائے یہ ہے کہ یہ ریاست چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے اور سوال زیر بحث ایک صل اور مرتد کا سوال ہے اس لیے اس کا تصفیہ بہر یا بندی باحکام شرعی ہونا چاہیے نہ کہ اتنا انگریزوں میں محمدن لاء کے جس پر کہ فیصلہ جات معمولاً بالامینی ہیں۔

لیکن میری یہ رائے بمقابلہ فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ کوئی وقعت نہیں رکھتی اور میں مجبور ہوں کہ اس بار سے میں میں عدالت عالیہ چیف کورٹ پنجاب و عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور کی تقلید کروں اس لیے باتباع فیصلہ جات معمولاً بالامدعیہ کی حجت پر کوئی انتہا نہیں کر سکتا۔ اور اس سوال کو عدالت ہائے اعلیٰ کے لیے کھلا چھوڑتے ہوئے مدعیہ دسویں ڈسمن کرتا ہوں۔ نوعیت مقدمہ کے لحاظ سے میں

مناسب سمجھتا ہوں کہ فریقین اپنا اپنا خرچہ برداشت کریں۔ مختار طبعیہ حاضر ہے۔ اُسے حکم سنایا گیا۔

مسئلہ داخل دفتر نمبر ۲۱/۱۱ نومبر ۱۹۲۸ء ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ

دستخط محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور۔

فیصلہ مسماة جنرل وڈی بنام کریم بخش

مصدرہ ۷ مارچ ۱۹۲۳ء

چیف کورٹ بہاول پور

تجویزاً آئینہ باجلاس عالیجناب ہمتہ اُود ہواں صاحب بہادر نچ چیف کورٹ بہادر پور
 مشنبری - ۲۰ تاریخ مرجوعہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۴ء تاریخ فیصلہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۲ء
 سماۃ جندوڈی زوجہ کریم بخش و دوست محمد ولد محمد بخش اقوام یونگر سکنائے اوج متبرکہ و ذرا علیہم۔
 اپیلانٹ

بنامہ
 کریم بخش ولد حیات ذات یونگر سکنائے اوج متبرکہ مدعی۔ رسپانڈنٹ

(۱) اپیل بنا راضی حکم ۲۲ اگست ۱۹۱۴ء صاحب ڈسٹرکٹ نچ بہادر پور
 (جس کی رو سے بخظوری اپیل دعویٰ بعد فریہ ڈگری کیا گیا بمسرد منوخی اوسکے)

فیصلہ۔

منشی محمد اکبر خان صاحب منصف درجہ اول بہادر پور نے بحکم ۱۰ مارچ ۱۹۱۴ء دعویٰ خارج کیا صاحب
 ڈسٹرکٹ نچ بہادر پور نے بحکم ۲۲ اگست ۱۹۱۴ء دعویٰ ڈگری کیا عدالت ہذا میں اپیل ہوئی۔ جو ستمبر
 ۱۹۱۶ء سے دائر ہے۔ مفصل واقعات عدالت ابتدائی کے فیصلہ میں درج ہیں اہم سوال یہ تھا کہ مدعی
 احمدی ہوجانے سے مسلمان نہیں رہا۔ اور اس لیے اس کا نکاح سماۃ جندوڈی مدعا علیہ سے جو بموجب
 شرع شریف ہوا۔ فسخ ہو گیا ہے۔ عدالت ابتدائی نے قرار دیا کہ تقریباً تمام ہندوستان کے اکثر علماء
 متفق المراد ہیں کہ مرزا یون۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروں کو کہیں احمدی کہیں مرزائی کہا جاتا ہے)
 کہ بعض اعتقادات ایسے ہیں جو کفر اور الہاد کی حد تک پونچتے ہیں۔ ان علماء میں سے اکثر مدرستہ عربیہ
 دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور آج کل ہندوستان میں دیوبند علم فقہ کا مستند دارالعلوم خیال کیا جاتا ہے
 اس لیے احمدی کو مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ صاحب ڈسٹرکٹ نچ نے قرار دیا کہ پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ
 کے فیصلہ جات کی رو سے احمدیوں کو مسلمان سمجھا گیا ہے۔ اپیل میں اصرار کیا گیا ہے کہ علمائے دین
 ملک ہند عرب۔ عجم۔ کی رو سے احمدی مسلمان سمجھے گئے ہیں۔

عدالت ہذا میں اپیل کی مثل باقاعدہ پیش نہیں ہوتی رہی۔ ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء کو پیش ہونی تھی۔ اوس کے
 بجائے ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو پیش ہوتی تاریخ مذکور پر جناب میر صاحب بہادر کے اجلاس سے ایک
 حکم لکھا گیا۔ کہ ہر دو فریق کے مستند علماء کو طلب کیا جاوے۔ ایک فریق سے پوچھا جاوے کہ مرزا
 صاحب کے کون سے ایسے اعتقادات ہیں جو ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں دوسرے فریق سے
 پوچھا جاوے کہ وہ ان اعتقادات کو مرزا صاحب سے منسوب کرتے ہیں یا نہ۔ نیز ایک تنقیح اس
 بارہ میں قائم ہو کہ گو مدعی مرزا صاحب کے اولیٰ منقذات کا جو اصلی حنفی مذہب کے متعارض ہیں۔ قابل ہیں

⊕ جناب میر سراج الدین صاحب بہادر رحمت اللہ علیہ چیف جج سابق ریاست بہادر پور۔

تاہم چونکہ وہ اپنے آپکو مرزا صاحب کا لفظاً مرید کہتا ہے آیا وہ دادرسی قندوبیہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ یہ اور جناب کے فیصلہ جات ہائی کورٹ کا چوڑا حصہ و ٹکڑا ہے۔ حج نہ دیا ہے وہ کافی نہیں فریقین کو اس تاریخ پیشی کا علم نہ تھا وہ بلائے گئے۔

کریم بخش مدعی رسپانڈنٹ نے ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء کو عدالت ہذا میں یہ بیان دیا کہ میں مرزائی نہیں مجھے تو برکرائی جاوے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۲۰ء کو یہ بیان دیا کہ میں مرزا صاحب کی بیعت ہوں جو نہیں چھوڑوں گا جس کو اس کے عقیدہ کی خبر نہیں انہوں نے کوئی بات خلاف شریعت مجھ کو نہیں سکھائی۔ اس کے عقیدہ کی ایک کتاب پیش کرتا ہوں۔ وہ دیکھی جائے (کتاب قسم الوکیل مولفہ مولوی فضل الدین پلیدی احمدی دسمبر ۱۹۱۹ء) تب مثل بلا تاریخ ملتوی ہوئی۔ اور ۹ جنوری ۱۹۲۱ء کو پیش ہوئی۔ اس تاریخ فریقین کو طلب کیا گیا اور مثل وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہی آخر ۹ مئی ۱۹۲۱ء کو اجلاس جناب میر صاحب سادہ سے حکم ہوا کہ مولوی عبد القیوم صاحب اور مولوی سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا جاوے اس کے بعد مثل ایک دفعہ ۱۸ جون ۱۹۲۱ء کو پیش ہوئی۔ جس پر لکھا گیا کہ مولوی سلطان احمد صاحب واپس نہیں آئے۔ ۱۶ جولائی ۱۹۲۱ء کو پیش ہو۔

اس کے بعد مثل عرصہ دراز تک پیش نہ ہوئی۔ نہ کوئی قوتی مولوی صاحبان کا شامل ہوا ۱۱ فروری ۱۹۲۳ء کو ائمہ نے اس مثل کو میرے پاس پیش کیا۔ اور کہا کہ مثل جناب میر صاحب سادہ کی خاص عذر میں رہی ہے۔ جو اب رخصت پر تشریف لے گئے ہیں۔ اس لیے پیش کی جاتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ مثل عرصہ دراز سے دائر ہے۔ اور بلا وجہ معرض تعریق میں آرہی ہے۔ فریقین نے اس مقدمہ میں بہت مستند علماء کے فتاویٰ پیش کیے ہیں جو مطبوعہ کتب یا رسالہ کی صورت میں ہے اگر

اس کے ساتھ اول مولوی صاحبان کا فتوے جنکا ذکر حکم ۹ جولائی ۱۹۲۱ء میں زائد ہو جاوے۔ اس سے بھی کسی بڑی دشمنی پڑنے کا احتمال نہیں بالخصوص حکم ۹ مئی ۱۹۲۱ء کی اس وقت تک کوئی تامل نہیں ہوئی۔ برعکس اس کے مدار اس ہائی کورٹ کا ایک تازہ فیصلہ نکلا ہے جو معاملہ ہذا کے بالکل مطابق ہے۔

اور اگر مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں بہت مدد دیتا ہے اس میں ایک مسلمان شوہر احمدی ہوا تھا۔ اس کی بیوی نے نکاح ثانی کر لیا۔ جس پر جرم دفعہ ۴۹۴ تعذیرات ہند چلا کر اس کو سزا دی گئی سوال یہ اوہٹایا گیا تھا کہ شوہر کے احمدی ہو جانے سے وہ کافر ہو گیا۔ اور اس لیے اس کا نکاح اپنی بیوی سے ٹوٹ گیا۔

مقدمہ مذکور میں پہلا سوال یہ تھا کہ آیا کسی مذہب کے عقائد معلوم کرنے کے لیے اس مذہب کے کسی خاص پیرو کی رائے پر حصر نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ مجموعی طور پر اس مذہب کے لوگ بالعموم کیا مانتے ہیں۔ اس پر عدالت ہائی کورٹ کی رائے یہ تھی کہ مسئلہ اجماع (جس کے رو سے کثرت رائی سے کسی مسئلہ کو ثابت قرار دیا جاتا ہے) مسلمانوں میں پورے طور نہیں مانا جاتا۔ لیکن اگر ہم مسئلہ اجماع کو

تسلیم بھی کر لیں تاہم ابھی تک مسلمانوں میں احمدیوں کی نسبت کوئی متحدہ رائے قائم نہیں ہوئی۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمانوں میں عام طور پر ہندوستان میں کوئی ایسا فیصلہ احمدیوں کے مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کی نسبت ہوا ہے۔ جن کو قطعی کہا جاسکے۔ یہ اون حالات میں جہاں کوئی ایسا سوال پیدا ہو۔ تو عدالتوں کو خود اپنی رائے سے اس کو طے کرنا چاہیے۔

اس اصول کو سامنے رکھ کر صاحبان حج ہانی کو رٹ نے اپنے طور اس امر کو دیکھا کہ احمدیوں کے اعتقاد کیا ہیں۔ اور کہ ان سے احمدیوں کو مسلمان کہنا چاہیے یا نہ احمدیوں کے اعتقاد اس کی اپنی تصانیف سے معلوم کرنے چاہیے۔ نہ کہ ان لوگوں کی تالیف اور تحریروں سے جو اس کو مسلمان نہیں مانتے۔ یہ امر تسلیم کیا جائے۔ کہ احمدیوں کے عقائد صحیح طور ایک رسالہ مولف مسٹر شیخ علی بی۔ اے میں درج ہیں جس کو صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں درج ہے۔ ہم (احمدی) خدا کے فضل سے مسلمان ہیں حضرت مصطفیٰ صلعم (پیغمبر اسلام ہمارا پیشوا اور رہنما ہے۔ ہمارے روحانی علم کا شراب خدا کی کتاب سے ہے جس کو قرآن شریف کہتے ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمدی کلمہ کے قائل ہیں جس کے دوسرے صرت ایک خدا واحد لا شریک ہے۔ اور حضرت محمد صاحب صلعم اس کے پیغمبر ہیں اور وہ ان کی پیغمبری اور قرآن شریف کی سند کو بالکل تسلیم کرتے ہیں۔ وہ متقدمین مسلمانوں سے صرت چند امور میں۔ اختلاف کرتے ہیں جس کا ذکر اس رسالہ میں ہے۔ وہ چند امور ذیل ہیں۔

نہرا مسلمان کہتے ہیں۔ کہ حضرت محمد صاحب صلعم آخری پیغمبر تھے۔ جن سے خدا نے گفتگو کی۔ اور کہ اس کے بعد وہ کسی سے گفتگو نہ کرے گا۔ احمدی کہتے ہیں۔ کہ خدا جو جب گذشتہ کے اب بھی اپنے پاک خادموں سے گفتگو کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

نہرا دونوں فریق مانتے ہیں۔ کہ حضرت محمد صاحب صلعم خاتم النبیین تھے۔ اور کہ اس کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ احمدی کہتے ہیں کہ نیا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ مگر وہ حضرت محمد صاحب صلعم کا پیرو ہو گا۔ اور اس کے پاس حضرت محمد ص کی مہر ہوگی

نہرا احمدی کہتے ہیں۔ کہ مرزا غلام احمدی بھی پیغمبر تھے مگر اس کو پیغمبری حضرت محمد صاحب صلعم سے ملی۔ جن کو خدا نے پیغمبر بنانے والے مقرر کیا تھا۔ احمدی مانتے ہیں۔ کہ زرتشت بدھ کرشن رام چند پیغمبران تھے اور یہ بات قرآن شریف کے مطابق ہے۔

نہرا مسلمان کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسموم جسم کے صلیب پر چڑھنے سے پہلے خدا نے جنت میں بھیج دیا۔ احمدی کہتے ہیں۔ کہ حضرت محمد ص صلیب پر چڑھاٹے گئے۔ لیکن وہ صلیب پر نہ چڑھے۔ وہ زندہ رہے کئی

میں آکر مرے اور وہاں دفنائے گئے۔ احمدی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کی جو پیشگوئی ہے وہ اس طرح پوری ہوگئی۔ کہ حضرت محمد صبح بذا منتہ نہ آئیں گے بلکہ اونکی روح دوسرے میں داخل ہوگی۔ اوکہ اونکی روح مرزا صاحب میں داخل ہوگئی ہے اور اس طرح پیشگوئی پوری ہوچکی ہے

بڑے مسلمان کہتے ہیں۔ کہ ہمدی معبود جہاد کر کے اسلام کو تلوار نے پھیلانے کا احمدی اس مسئلہ کو نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمدی اور مسیح ایک ہی ہیں اور کہ وہ اسلام کو بحث مباحثہ اور آسمانی علامات سے نہ کہ سمجھتی سے پھیلانے گا۔

نیر احمدی سلطان ترکی کو خلیفہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان اس کو تخت کا و نادر رہے جس کے تخت وہ رہتا ہے اور جو اس کی حفاظت کرتی ہے۔ ہائی کورٹ مدراس نے ان چند کا ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ اختلاف ایسے نہیں جس کی بنا پر احمدی یوں کو مسلمان نہ کہا جاوے۔ بلکہ مرتد خیال کیا جاوے۔ وہ کلمہ کو مانتے ہیں۔ حضرت محمد صاحب معلم کی پیغمبری اور قرآن کے حکم کو مانتے ہیں۔ بلکہ مشہ مسلمان سونے کے لیے یہی ضرورت شرائط ہیں۔ جیسا کہ جس امیر علی اور عبدالریم نے اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے جو چند امور اختلافات کے ہیں وہ بنیادی امور نہیں اختلافات امور ۶۵۵ ایسی باتوں پر ہیں۔ جس کو کسی صورت میں بنیادی نہیں کہا جا سکتا۔ حالات زمانہ کے مطابق اسلام کی اشاعت کے مختلف طریق یا مختلف حکومتوں کے ماتحت رہنے کی ضرورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اختلافات سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے اسلام کی کسی بنیادی بات سے انکار ہو جاتا ہے اختلافات کے متعلق جہاں یہ کہا گیا ہے کہ کرش اور راپنڈ ریغیر ہے۔ وہاں دوسری جگہ اس کو اس طرح زہم کیا گیا ہے۔ کہ خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ کرشن اور رام بھی خدا کے نیک خادم تھے اس طرح جہاں یہ کہتا ہے۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ وہاں دوسری جگہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ خدا کے نام کو ماننے والہ پورا پیغمبر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ کہنا حضرت محمد صاحب معلم کی بے ادبی ہے۔ اور کہ حضرت محمد صاحب معلم کے بعد کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ جو کہ شرع کے دینے والا ہو۔ اس کے واسطے دروازہ مکمل طور بند ہو چکا ہے۔ صرف اس امر کا ماننا کہ مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔ قرآن شریف کے کسی بنیادی مسئلہ سے انکار یا متعقدین کے اعتقاد کے برخلاف نہیں خیال کیا جا سکتا۔ تاہم یہ کہ قرآن شریف کی کسی متذکرہ پیشگوئی کی بابت کسی قسم کا حاکم کہ کرنا بھی ناجائز نہ خیال کیا جاوے اختلافات ۲۰۱ میں مرزا صاحب اسلام کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور خدا کو وحدانیت۔ اور حضرت محمد صاحب معلم کی برتری کو قائم رکھتے ہیں۔ اس طرح ہائی کورٹ مدراس نے قرار دیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے نہ کہ اسلام سے باہر ہے پنجاب اور پٹنہ ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات پہلے اس کے مطابق ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں اس مقدمہ کو اب معرض تعویق میں رکھنا غیر ضروری خیال کر کے میں صاحب ڈسٹرکٹ جج سہادل پور سے اتفاق کرتا ہوں۔ اور جو ڈگری صاحب موصوف نے عطا کی ہے

اوس کو بحال رکھتا ہوں۔ اپیل ۱۰ منظور کی جاتی ہے نظر بحالات مقدمہ خرچہ فریقین بد مذمہ فریقین ہو گا۔
 فریقین مدت سے غیر حاضر ہو رہے ہیں۔ حکم سراجاً صادر کیا گیا۔ فریقین کو فیصلہ کی اطلاع بذریعہ
 ڈاک دی جاوے۔ اختیار باجلاس کامل۔ ۷ مارچ ۱۹۲۱ء

(دستخط) اودھو داس بھرت اردو

فیصلہ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۷ء عدالت ابتدائی
بعنوان مسماة جندوڑی بنام کریم بخش

تجویز آخری باجلاس منشی محمد اکبر صاحب منصف درجہ اول بہاول پور

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
مقدم نمبر	نام مدعی	نام مدعا علیہ	دعوے	نتیجہ مقدمہ	تاریخ فیصلہ	نام ہاکم فیصلہ کنندہ
۵۶۹	کریم بخش ولد حیات ذات پونگر (سکنہ) اوپے منیر کہ	۱- مسات چندوڑی ۲- زوجہ کریم بخش و مسات ۳- شرم خاتون بیوہ بی بخش ۴- و دوست محمد ولد محمد بخش سکنہ احمد پور شرقیہ	دعوے حقوق زناشوئی مدعا علیہا	دعوے مدعی خارج ہوا	۱۰/۱۰/۱۰	منشی محمد اکبر صاحب منصف درجہ اول بہاول پور

فیصلہ

دعوے یہ ہے کہ عرصہ ۲۵ سال سے مدعا علیہا مسماۃ چندوڑی مدعی کی منکوحہ ہے بعد نکاح مدعی باقرار خانہ دامادی اپنے خسر کے مقیم ہوا۔ مدعا علیہ (۳) جو مدعی کا ہمتر لفت ہے ۸۰/۱۰/۱۰ سالہ کو مدعی کے گھر آیا۔ اور مدعا علیہ (۱) زوجہ مدعی و مدعا علیہا (۳) ساس مدعی کو درغلا کر مدعی کو اس گھر سے نکال دیا۔ مدعا علیہا (۱) اب مدعی کے پاس ہے۔ بغرض اعادہ حقوق زناشوئی رہنے سے انکار ہی ہے اور مدعا علیہ (۲) و مدعا علیہ (۳) اس کو مدعی کے ساتھ آباد ہونے سے روکتے ہیں برآن مدعی مستعدی ہے۔ کہ ڈگری باز و مسات چندوڑی بحق مدعی دی جاوے۔

مدعا علیہم کو جواب دعوے میں نکاح سے اقبال ہے مگر وہ اپنے ذمہ منفس میں دو باتیں پیش کرتے ہیں ایک یہ کہ مدعی مدعا علیہ (۱) کو زبانی طلاق دے چکا ہے دوسرا یہ کہ مدعی مرزائی مذہب رکھتا ہے اور مرزائیوں پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اس لحاظ سے بھی مدعا علیہا (۱) کا نکاح اس کے ساتھ جائز نہ رہا۔ کیونکہ بروئے شرع شریف مسلمان عورت کا فر مرد کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

امرا دل چونکہ زیادہ تر تصفیقہ طلب تھا۔ اس لیے ابتدا میں یہ تصفیقہ وضع کی گئی کہ کیا مدعی نے سماعت چند و طی کو زبانی طلاق دی اس تصفیقہ کا ثبوت گذر رہا تھا کہ دوران شہادت ایک دوسری تصفیقہ کہ آیا مرزائی مذہب کے اختیار کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے وضع کی گئی ان ہر دو امور پر مختلف اوقات اور مختلف حکام کے درپردہ بحث ہوتی رہی آخر کار ۱۶ مارچ ۱۹۶۷ء کو مولوی فیض محمد صاحب کے نام کمیشن جاری کیا گیا۔ اور انہوں نے موقع پر جا کر تحقیقات کی اپنی رپورٹ افتتاحی میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر دو تصفیقات مدعا علیہم کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں مذہب اسلام میں نکاح اور طلاق کے مسکون کو نہایت ہی نازک اور اہم مسائل خیال کرتا ہوں اور میری یہ رائے ہے کہ ان امور کے تصفیقہ کے واسطے پورے ثبوت کا بہم پہنچنا نہایت مشکل ہے طلاق کی صورت میں چونکہ اس کا لگاؤ زیادہ تر دو شخصوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے جب تک وہ خود نہ کہیں کہ ہم میں کوئی ایسی بات واقع ہوئی جس سے طلاق عاید ہو سکتی ہو۔ تو بیرونی شہادت کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے میں دشواری لاحق ہوتی ہے۔ طلاق میں رجوع ہائز رکھا گیا ہے اور رجوع کا علم سوائے فریقین کے اور کسی کو پوری طرح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا اس امر کا ثبوت بھی پورے طور نہیں مل سکتا کہ آیا طلاق بظہر کے دنوں میں دی گئی یا ایام حیض میں موجودہ صورت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی نے اپنی عورت کے ساتھ عرصہ دو سال سے جھگڑا شروع کیا ہوا تھا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت اختیار کر ورنہ میں تجھے طلاق دے دوں گا وہ متواتر انکار کرتی رہی۔ آخر مدعی نے ایک دن اس سے کہا کہ تو میرے نفس پر حرام ہے۔ کیونکہ تو نے میری نافرمانی کی ہے یہ کہہ کر مدعی وہاں سے پلا گیا اور عرصہ سال ڈیڑھ سال کا ہوا ہے کہ پھر اپنی بیوی کے نزدیک نہیں گیا اس بیان کی تائید میں غلام حسین جہاں جمعہ جہاں۔ محمود ملان۔ اللہ یار بلوچ۔ شیر محمد اور غلام نبی دونوں بھائی ہیں الہی بخش دادا مدعی اور عظیم ناتون دختر مدعی شہادت دیتے ہیں شیر محمد اور غلام نبی۔ دونوں بھائی ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدعی کے مکان کے ساتھ دیوار بہ دیوار رہتے ہیں اور ہم نے ایک دن سنا تھا کہ مدعی اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور اس کو کہہ رہا تھا کہ تو میرے نفس پر حرام کیونکہ تو میرا مذہب نہیں اختیار کرتی علاوہ ان دو۔۔۔ ہمسایوں کے اور کوئی۔ حملہ دریا ہمسایہ بیان نہیں کرتا کہ اس نے سنا کہ مدعی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے علاوہ ان دو شخصوں کے اور بھی آدمی مدعی کے ساتھ دیوار بہ دیوار رہنے والے ہیں مگر علاوہ ان دو کے اور کوئی ہمسایہ ان کے بیان کی تائید نہیں کرتا رپورٹ کمیشن سے یہ بات واضح ہے۔ نمبر دار حملہ بھی جس کو حملے کی نسبت تمام حالات کی واقفیت ہوتی چاہئے

بیان نہیں کرتا کہ اس نے سنا ہو۔ کہ مدعی نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے اس لیے ان دونوں کی شہادت قابل اعتبار نہیں و ختم مدعی اور الہیار کے بیان میں اختلاف ہے الہیار کہتا ہے کہ جس وقت مدعی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اس وقت میں۔ ختم مدعی زویہ مدعی اور مسماۃ شرم خاتون۔ موجود تھے و ختم مدعی کہتی ہے کہ اس وقت سوائے میرے اور کوئی مرد یا عورت وہاں موجود نہیں تھا اس لیے ان دونوں کا بیان قابل پذیرائی نہیں۔ الہی بخش و اما مدعی کی شہادت دو دفعہ قلم بند کی گئی ہے ایک دفعہ عدالت میں اور ایک دفعہ صاحب کمیشن کے روبرو عدالت میں جو شہادت قلم بند کی گئی تھی۔ اس میں اس نے طلاق کے متعلق کچھ نہیں کہا اور صاحب کمیشن نے جب اسے طلب کیا تو اس نے طلاق کے متعلق شہادت دی اور کہا کہ پہلے طلاق کے متعلق کچھ نہیں پوچھا گیا۔ اس لیے میں نے کچھ نہ بتلایا مگر جب پہلی دفعہ اس کی شہادت قلم بند کی گئی ہے۔ اس سے پہلے ہر دو تنقیحات دو بارہ دفع کی گئیں تھیں اور فریقین کو ثبوت اور تردید پیش کرنے کا ایک اور موقع دیا گیا تھا۔ اس وقت اس گواہ نے طلاق کے متعلق کچھ نہیں کہا اس سے پایا جاتا ہے کہ دوسری دفعہ ہو۔ اس نے شہادت دی ہے وہ بناوٹی ہے۔ علاوہ اس کے مدعی کے ساتھ اس کا تنازعہ بھی بیان کیا جاتا ہے غلام حسین اور جمعہ معمولی عنایت کے آدمی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی ایک دن بازار میں سے ہماری دکان کے آگے سے گذرا ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے گھر میں کیسا بھگڑا لہرا کیا ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری بیوی میرے مرشد کو نہیں مانتی اس لیے میں نے اس کو اپنے نفس پر حرام کر دیا ہے علاوہ کم عنایت ہونے کے یہ دونوں شخص بپ بیٹا ہیں اس لیے ان کی شہادت میں میں تصحیح خیال کرتا ہوں۔ باقی تنقیح اول میں صرف محمود ملان کی شہادت ہے مگر وہ بیان کرتا ہے کہ میں دوست محمد مدعا علیہ کی طرف سے مدعی کے پاس پیغام لایا تھا اور اس پیغام کے جواب میں مدعی نے کہا تھا کہ میں اپنی عورت کو ترک کر چکا ہوں اس سے پایا جاتا ہے کہ دوست محمد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے اور اس لیے میں اس کی شہادت کو بالواسطہ قرار دیتا ہوں۔ لہذا تنقیح اول کے ثبوت میں جو شہادت گذری ہے وہ بالواسطہ اور غیر مختبر معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے میں اس کا فیصلہ مدعا علیہم کے برخلاف کرتا ہوں۔

تنقیح دوم

کی نسبت مدعی کا خود اقبال ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا مرید ہے اور اس امر کی شہادت ہی کافی طور پر ہم پہنچائی گئی ہے کہ مدعی مرزائی مذہب کا پابند ہے۔ مدعی کا اعتراض یہ ہے کہ وہ ان عقائد کا جو مرزائی مذہب والے رکھتے ہیں۔ اور جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان پر ایمان لانے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پابند نہیں۔ چنانچہ ان اعتقادات کی نسبت تنقیحات وضع کی گئی۔ اور فریقین سے اپنا اپنا ثبوت طلب کیا گیا میری رائے میں ان تنقیحات کے وضع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جب ایک شخص جس نے مذہب انتہا

کر لیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ اس مذہب کے تمام اصولوں کا پابند ہے۔ چاہے وہ ان کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں سمجھ سکتا۔ اعتقاد کا کسی بیرونی شہادت سے ثبوت ہونا میری رائے میں سخت مشکل ہے۔ علاوہ اس کے شرح ظاہر کو دیکھتی ہے نہ باطن کو اگر ایک شخص ظاہر ہندو ہو اور اس کے اعتقادات مسلمانوں جیسے ہوں تو نہیں کہا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان عیسائی مذہب اختیار کر لے اور یہ کہے کہ میرے اعتقادات میں فرق نہیں ہیں باطن میں مسلمان ہوں تو کوئی شخص اس پر یقین لانے کے لیے تیار نہیں ہوگا جب تک وہ ظاہر ایسا ہیئت کو ترک نہ کرے۔

موجودہ صورت میں مشکل یہ ہے کہ مدعی نے ظاہر مسلمان سے کوئی مختلف مذہب تو اختیار نہیں کیا۔ مگر اس نے اسی مذہب کے ایک ایسے فرقہ میں شمولیت حاصل کی ہے کہ وہ چند ایک ایسے خیالات کا پابند ہے جو کفر و الحاد کی حد تک پہنچتے ہیں مدعا علیہم نے علماء کے فتوے ہم پہنچائے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ تقریباً تمام ہندوستان کے اکثر علماء متفق رائے ہیں کہ مرزاویوں کے بعض اعتقادات ایسے ہیں جو کفر و الحاد کی حد تک پہنچتے ہیں اور انہوں نے اس بات کا فتوے دیدیا ہے کہ مرزائی مذہب والے کے ساتھ سنیہ عورت کا نکاح جائز نہیں ان علماء میں سے اکثر مدرسہ عربیہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور چونکہ آج کل ہندوستان میں دیوبند علم فقہ کا مستند دارالعلوم خیال کیا جاتا ہے اس لیے میں ان کی رائے کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی فتوے دیدیا ہے کہ اگر ایک سنی عورت کا خاوند مرزائی ہو جائے تو اس عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ موجودہ صورت میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی عرصہ چار سال سے مرزائی ہو گیا اور اس کی بیوی مذہب اہل سنت و الجماعت کی پابند ہے، ہذا میں بروئے فتوے علماء شمولہ مدعی کی بیوی کا نکاح فسخ قرار دیتا ہوں۔

اور اگر مدعی کی طرف سے یہ کہا جائے کہ وہ ان اعتقادات کا پابند نہیں جن کی وجہ سے مرزاویوں پر کفر کا فتوے لگایا گیا ہے اور اس کا نکاح اس وقت فسخ سمجھنا چاہئے جب وہ ان اعتقادات پر ایمان لاوے۔ تو میں اس کے ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کیونکہ چاہے وہ درحقیقت ان پر ایمان لایا ہوا ہے یا نہ جب وہ دوسرے مذہب میں داخل ہو گیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ ان تمام اصولوں کا پابند ہے جو وہ مذہب سکھاتا ہے اور اس امر کا ثبوت طلب کرنا کہ وہ ان اصولوں کا کب اور کس طرح پابند ہوا۔ میں مناسب خیال نہیں کرتا۔ جو جہالت بالاین دعویٰ مدعی خارج کرتا ہوں۔ فریقین حاضرین ان کو حکم سنایا گیا۔ خرچہ بذمہ مدعی ۱۱ مارچ ۱۹۱۶ء۔

دستخط

محمد اکبر منصف درجہ اول

اقتباسات تصانیف مرزا قادیال

تفصیل کتب

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
۱	انجام اہم	۱۲	حماۃ البشریٰ
۲	ازالۃ الادھام	۱۳	توضیح المرام
۳	حقیقت الوہی	۱۴	کشتی نوح
۴	ضمیمہ حقیقت النبوة	۱۵	ست پہن
۵	اربعین - ۴	۱۶	چشمہ معرفت
۶	برایں احمدیہ	۱۷	تحفہ گوٹوویہ
۷	دافع البلاء	۱۸	خطبہ الہامیہ
۸	اعجاز احمدی	۱۹	آئینہ کمالات
۹	تربیاق القلوب	۲۰	البریہ
۱۰	انوار الخلافت	۲۱	البشریٰ
۱۱	لوحِ حدیٰ	۲۲	فتاویٰ احمدیہ

نوٹس :- مندرجہ بالا کتب کے صفحات نمبر اصل کتاب کے مطابق ہر صفحہ کے نیچے درج کر دیئے گئے ہیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا
بِقُدْرَتِهِ

یہ رسائل اربعین کے نام بہ تفصیل ذیل ہیں

انجامِ احکم

خدا کا فیصلہ دعوتِ قوم

مکتوبِ عمر بنی بنی نام علماء

مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہو کر عام فائدہ

بلقہ کیلئے شائع کئے گئے یہ بیان

ہونے سے پوری ہو گئی کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ عیسائیوں اور اہل اسلام میں آخری زمانہ میں ایک بھگلا ہوں گا۔ عیسائی کہیں کہ ہم حق پر ہیں اور مسلمان کہیں گے کہ حق ہم میں ظاہر ہوا۔ اس وقت عیسائیوں کے لیے شیطان آواز دینا کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کے لیے آسمان سے آواز آئی گی کہ حق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنتم کے قصہ کے متعلق ہے۔ کیونکہ زمین کے شیطانوں نے آنتم کے مقدمہ میں عیسائیوں کا ساتھ کیا اور یہ کہا کہ عیسائی فتح پا گئے۔ چنانچہ پلیدول مولوی اور بعض اخبار والے انھیں شیطانوں میں سے تھے جنہوں نے حق اور سچائی اور دین کا پاس نہ کیا۔ اور آسمان کی آواز جو خدا تعالیٰ کا پاک الہام تھا جو اس عاجز پر نازل ہوا اس الہام نے بار بار گواہی دی کہ اسلام فتح ہے۔ آخر زمین کے شیطان نے شکست کھائی اور آسمان کی آواز کی سچائی ثابت ہوئی۔ یہ ایسی کھلی سچائی ہے جو کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا یہ کیسی نایدانی تھی کہ پلیدول لوگوں نے شرطی پیشگوئی کو ایسا سمجھ لیا کہ گویا اس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں

ہونے کے بارے میں بہت کچھ ثبوت رسالہ انوار اسلام اور رسالہ ضیاء الحق اور رسالہ انجام آہستہ میں دے چکے ادب بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کی بنیاد نہ آج سے بلکہ پندرہ برس پہلے سے ڈالی گئی تھی۔ جس کا مفصل ذکر براہیں احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں موجود ہے۔ سو ایسے انتظام کے ساتھ پیشگوئی کو پورا کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔

یسوع کی تمام پیشگوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیشگوئی بھی اس پیشگوئی کے ہم پلہ اور ہموزن ثابت ہو جائے تو ہم ہر ایک نادان دینے کو طیار ہیں۔ اس دماغہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑے گی لڑائیاں ہوں گی۔ پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنا لیا۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے۔ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔ محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے۔ اور جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ حرام کار اور بدکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں انکو کوئی معجزہ دکھایا نہیں

یہ کیسی خباثت تھی کہ آتم کی موت کو جو عین الہام کے موافق مہیا کی کے بعد بلا توقف ظہور میں آئی کسی نے اس کو نشان الہی قرار نہ دیا۔ وہ گندے اخبار نویس جو آتم کے موید تھے پیشگوئی کی حقیقت کہنے کے بعد ایسے تجاہل سے چپ ہوئے کہ گویا مر گئے۔ اب آنکھیں کھولو اور اٹھو اور جاگو اور تلاش کرو کہ آتم کہاں ہے کیا خدا کے حکم نے اس کو قبر میں نہ پہنچا دیا۔ ہر ایک منصف اس پیشگوئی کو تسلیم کریگا

جائے گا۔ دیکھو یسوع کو کیسی سوچی اور کیسی پیش بندی کی۔ اب کوئی حرام کار اور بدکار بنے تو اس سے معجزہ مانگے۔ یہ تو وہی بات ہوتی کہ جیسا کہ ایک شریعہ کار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھیں لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ میں ایک ایسا درد بتلا سکتا ہوں جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آجائے گا۔ بشرطیکہ پڑھنے والا حرام کی اولاد نہ ہو۔ اب بھلا کون حرام کی اولاد بنے اور کہے کہ مجھے وظیفہ پڑھنے سے خدا نظر نہیں آیا آخر ہر ایک وظیفی کو یہی کہنا پڑتا تھا کہ ہاں صاحب نظر آگیا۔ سو یسوع کی بند شعل اور تندیوں پر قربان ہی جا میں اپنا چھچھوڑا ان کے لیے کیسا داؤ کھیلا۔ یہی آپ کا طریق تھا۔ ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کی قوت شجاعت آزمانے کے لیے سوال کیا کہ اے استاد قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں۔ آپ کو یہ سوال سننے ہی اپنی جان کی نکر پڑ گئی کہ کہیں باطنی کہلا کر پکڑا نہ جاؤں۔ سو جیسا کہ معجزہ مانگنے والوں کو ایک لطیفہ سنا کر معجزہ مانگنے سے روک دیا تھا اس جگہ بھی وہی کارروائی کی اور کہا کہ قیصر کا قیصر کو اور خدا کا خدا کو۔ مالا لکہ حضرت کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ یہودیوں کے لیے یہودی بادشاہ چاہیے نہ کہ مجوسی۔ اسی بنا پر ہتھیار بھی خریدے۔ شہزادہ بھی کہلایا مگر تقدیر نے یاد کی نہ کی۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ باہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن کا آسیب خیال کرتے تھے۔

ہاں آپ کو گالیاں دینی اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جاتا آپ نے فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا

مگر شاید بعض بد ذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں مگر دل اقرار کر گئے ہیں۔
 پھر ایک اور پیشگوئی نشان الہی ہے جس کا ذکر براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
 ر. ا. احمدی، فاضلت المرحمۃ علی شفقہ علیک۔ اے احمد فضاحت بلاغت کے چشمے تیری لبونہر جاری کی
 گئے۔ سو اسکی تصدیق کئی سال سے ہو رہی ہے کئی کتاب عربی بلینغ فیصح میں تالیف کر کے

حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہو گئیں۔ اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پساڑی
 تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چور کر لکھا ہے۔ اور پھر ایسا ظاہرہ
 کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ پوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ
 حرکت شاید اس لیے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر سوخ حاصل کریں۔ لیکن آپ کی اس بیجا حرکت
 سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی۔ اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں۔ عقل اور کائنات
 دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں۔ آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے تورات کو سبقاً
 سبقاً پڑھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اتوندرت نے آپ کو کی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شہادت
 ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہر حال آپ علمی اور عملی قومی میں بہت کچھ تھے۔ اسی وجہ سے آپ ایک
 مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

وہ
 کہتا
 ہے

ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنی تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا
 چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی الہام سے خدا سے منکر ہونیکے لیے بھی تیار ہو گئے تھے۔
 آپ کی انہیں حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین
 تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفا خانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو
 شاید خدا تعالیٰ شفا بخشے۔

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں
 ہوا۔ اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ ملنگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرا
 اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام

ہزار ہا روپیہ کے انعام کے ساتھ علماء اسلام اور عیسائیوں کے سامنے پیش کی گئیں۔ مگر کسی نے سر نہ اٹھایا اور کوئی مقابل پر نہ آیا کیونکہ خدا کا نشان ہے یا انسان کا ہڈیاں ہے پھر ایک اور پیشگوئی نشان الہی ہے جو براہین کے صفحہ ۲۳۸ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔

الموحمن علم القوان۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم قرآن کا وعدہ دیا ہے۔ سو اس وعدہ کو ایسے طور سے

کی اولاد بنیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیروں پر کھائیں گے اور انکو کچھ اثر نہیں ہوگا۔ یہ بالکل جھوٹ نکلا کیونکہ آج کل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خود کشی ہو رہی ہے ہزار ہا مرتے ہیں۔ ایک پادری گو کیسا ہی موٹا ہونین رتی اسٹرکٹیا کھانے سے دو گھنٹے تک آسان مر سکتا ہے پھر یہ معجزہ کہاں گیا ایسا ہی آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیروں پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ اور وہ اٹھ جائیگا۔ یہ کس قدر جھوٹ ہے جیسا ایک پادری صرت بات سے ایک اٹھی جوتی کو سیدھا کر کے تو دکھلائے۔

ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیزہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہونگے اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا کر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ نبین وادیاں اور نانیان آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجر لوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کر جدی مناسبت درمیان ورنہ کوئی پڑھنہ کار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے۔ اور زنا کاری کی کھانی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کو پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

پورا کیا کہ اب کسی کو معاف قرآن میں مقابلہ کی طاقت نہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی اس ملک کے تمام مولویوں میں سے معاف قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے اور کسی سورۃ کی ایک تفسیر

آپ وہی حضرت ہیں جنہوں نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہونگے کہ میں پھر واپس آجاؤں گا حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انہیں نسلیں ان کے بعد بھی آئیں صدیوں میں مرجسیں۔ مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے۔ خود تو وفات پا چکے مگر اس جھوٹی پیشگوئی کا کلنک اب تک پادریوں کی پیشانی پر باقی ہے۔

سوعیسیا یوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی پیشگوئیوں پر تو ایمان لادیں مگر آتم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہو سوچنا چاہیے کہ یہ وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی پندرہ سال پہلے خبر دی گئی ہے۔ اور جو اپنی شرط کے موافق اور اپنے آخری الہام مونکے موافق پوری ہو گئی اس سے انکار کرنا کیا صریح خیانت ہے یا نہیں۔ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ ایک عھفی امر کی پندرہ سال پہلے خبر دے۔ اور پھر شرط کے موافق نہ خلاف شرط پیشگوئی کو انجام تک پہنچا دے۔

یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور خبیث طبیعت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آتم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے۔ اب یہ کالک کا ٹیرکا عیسیائیوں کی پیشانی سے کسی طرح اتر نہیں سکتا۔ اگر وہ قسم کھا لیتا اور پھر ایک برس تک نہ مرنا تو عیسیائیوں کو اس کی زندگی مفید ہوتی۔ مگر اسے نہ قسم کھائی نہ ناش کی نہ اپنے جھوٹے تین الاموں کا ثبوت دیا۔ پس اس نے اپنی علی کا رد ایوں سے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور ڈرتا رہا۔ پھر جب پیدیا کی کیٹرفن رخ کیا تو حسب منشاء الہام الہی آخری اشتہار سے سات مہینے تک داخل جہنم ہو گیا۔ اور جیسا کہ خدا کے پاک الہام نے خبر دی تھی ویسا ہی ہوا پس کیا ایسی پیشگوئی جو ایسی مراحت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی جس کا تمام نقشہ خدائے عالم الغیب نے پندرہ برس پہلے اپنے پاک الہام کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا تھا وہ جھوٹ ٹھہر سکتی ہے۔ بلکہ وہی لعنتی فرقہ جھوٹا ہے جو ایسے کھلے کھلے نشان کی تکذیب کرتا ہے۔

بالآخر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے سیوح اور اس کے چال چلن سے کچھ عرض نہ تھی۔ انہوں نے تلخ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے سیوح کا کچھ تھوڑا سا حال انہیں ظاہر کریں چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

اگر پادری اب بھی اپنی پالسی بدل دیں اور عہد کریں کہ آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں لگا لینگے تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی ورنہ جو کچھ کہیں گے اس کا جواب سنیں گے۔

میں لکھوں اور ایک کوئی اور مخالفت لکھے تو وہ نہایت ذلیل ہوگا اور مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اصرار کے مولویوں نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ پس یہ ایک عظیم الشان تشاں ہے مگر ان کے لیے جو انصاف اور ایمان رکھتے ہیں۔

اور ایک نشان خدا کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ میرے دعویٰ سے تین برس پہلے ایک بندہ صلح نے میری نسبت پیشگوئی کی۔ اور اس پیشگوئی میں میرا نام اور میرے گاؤں کا نام لیکر کہا کہ وہ شخص مسیح موعود ہوگا۔ دعویٰ کریگا اور وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوگا۔ اور مولوی لوگ جہالت اور حماقت سے اس کا انکار کریں گے۔ چنانچہ اس نے اس تمام پیشگوئی سے کریم بخش نامی ایک نیکبخت مسلمان کو جو لوویانہ کے قریب ایک گاؤں میں رہنے والا تھا اطلاع دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود لدھیانہ میں آئیگا۔ اور نصیحت کی کہ مولویوں کے شور کی پکھ پر داند کرنا کہ مولوی اس مخالفت میں جھوٹے ہوں گے۔ چنانچہ جب میں اس دعویٰ کے بعد لدھیانہ میں گیا تو کریم بخش میرے پاس آیا اور صدہا لوگوں کے روبرو بار بار یہ گواہی دی چنانچہ اس کی طرف سے ایک رسالہ بھی شائع ہو چکا۔ سو یہ بھی ایک نشان الہی ہے۔

اور منجملہ نشانوں کے ایک نشان حضور و سکون رمضان میں ہے۔ کیونکہ دار فطنی میں صاف لکھا ہے کہ مہدی موعود کی تصدیق کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نشان ہوگا کہ رمضان میں چلنا۔

کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں پس اسی طرح اس مردار اور غیرت فرقت نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی ان کے لیسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔ اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے لیسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور بادی اس بات کے قائل ہیں کہ لیسوع وہ شخص تھا جسے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور استبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ نادان پادریوں کو چاہیے کہ یزدانی اور گالیوں کا طریق چھوڑ دیں۔ ورنہ نہ معلوم خدا کی غیرت کیا کیا ان کو دکھلائیگی۔ اور ہم اس حکم فتح مسیح کی سفارش کرتے ہیں کہ بزرگ پادری

یفرح المؤمنون - ثلثہ من الاولین وثلثہ من الاخرین - وھذا تذکرۃ فمن شاء اتخذ
 مگر وہ پہلوں میں سے اور ایک پھلوں میں سے - اور یہ تذکرہ ہے پس جو چاہے خدا کی راہ
 الی وہ سبیلا - ان التصاری حول الامور - مسرودھا علی التصاری - لینبذن
 کو اختیار کرے - لغاری نے حقیقت کو بلا دیا ہے - سو ہم ذلت اور شکست کو لغاری پر واپس پھینک
 فی الحطمہ - انانیشک بغلام حلیم - مظهر الحق والعلاء کان اللہ نزل من
 دیں گے - اور آقتم نابود کرنیوالی آگ میں ڈال دیا جاوے گا - ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں - جو حق اور بندگی کا
 السماع - اسمہ عما نزل - یولد لك الولد - ویؤید فی امنك الفضل - ان نوری
 مظہر سو گا گویا خدا آسمان سے اترا نام اس کا عما نزل ہے - جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ہے - تجھے لڑکا دیا جائے گا - اور خدا
 قویب - قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق - عجل حسد له خوار - فله
 کا فضل تجھ سے نزدیک ہو گا میرا نزدیک ہے - کہ میں تیری مخلوق سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں - یہ بیان گو سالہ اور پیر وہ کو یعنی لیکھ (پناہ کی
 نصیب و عذاب -

(فارسی وارد البہام)

سوا سکودھ کی مار اور عذاب ہو گا یعنی اسی دنیا میں

بجرام کہ وقت تو نزدیک پھیندے پائے محمدیاں برمنار بلندتر حکم افتاد - خدا تیرے سب کام درست کر دے گا - اور تیری ساری
 مرادیں تجھے دیگا - میں اپنی چیرکار دکھلاؤں گا - اپنی قدرت نانی سے تجھے اٹھاؤں گا - اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا - یہاں
 تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے - دنیا میں ایک نذیر آیا - پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا - لیکن خدا نے
 قبول کرے گا - اور جسے زور دار حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے -

آئین

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے - جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف ہوئے ہیں - اور ان کے سوا اور بھی بہت سے
 الہامات ہیں - مگر میں خیال کرتا ہوں - کہ جن قدر میں نے لکھا ہے - وہ کافی ہے -

اب ظاہر ہے - کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے - کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین
 اور خدا کی طرف سے آیا ہے - جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ - اور اس کا دشمن چھنی ہے - اور نیز ان تمام الہامات میں اس
 عاجز کی اس قدر تعریف اور توثیق ہے کہ اگر یہ تعریفیں درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں - تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ
 تمام اور سخوت اور شیخی سے الگ ہو کہ ایسے

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور منقری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر منقری اور کذاب اور وہاں نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا یکذب ہیں اور درحقیقت ہر ایک شخص جو با خدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذبین میں داخل ہے کیونکہ اگر مکذب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کر و اور اس کو میرا سلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ۔ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن

فقر کے لئے یہ موقع ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہر ایک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور اہتال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس راز سر بستہ کا ایسے کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ اس کی اتقا کی شان کے لائق ہے۔ محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے مجاہدوں میں ہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی سادی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں۔ اگرچہ بہت بھٹوڑے ہیں جو ایسی ہیں مگر یہ اہمت مرحومہ ان سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کیلئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں

شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ

مولوی رشید احمد گنگوہی

مولوی نذیر حسین دہلوی

مولوی عبد الحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری

مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی

مولوی محمد لدھیانوی

سعد اللہ نو مسلم مدرس لدھیانہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی عبدالجبار غزنوی

مولوی عبدالحق غزنوی

مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور

مولوی اصغر علی لاہور

مولوی محمد بشیر بھوبالی

مولوی محمد ابراہیم آرہ

مولوی احتشام الدین مراد آباد

مولوی عین القضاة صاحب لکھنؤ فرنگی محل

مولوی عبدالوہاب کانپور

مولوی حافظ محمد رمضان پشوری

مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبر آباد

مولوی ابوالموتیہ مدنی مالک سالہ مظہر الاسلام اجیر

مولوی عبدالعزیز لدھیانوی

مولوی محمد حسین رئیس لودیانہ

مولوی احمد اللہ امرتسری

مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری

مولوی عبدالواحد غزنوی

محمد علی بہو پیری داعظ

مولوی عبداللہ ٹونکی

حافظ عبدالمنان وزیر آباد

شیخ حسین عرف یمانی

مولوی محمد حسن مولف تفسیر

مولوی محمد اسحاق اجہادری

مولوی محمد فاروق کانپور

مولوی سعید الدین کانپور رام پوری

مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ

مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم بلخان چشتی

مولوی محمد حسین کونلہ والہ دہلی

مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبساط ضلع سہارنپور

مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شہنہ ہند میرٹھ

مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور

مولوی احمد علی صاحب سہارنپور

مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلہ محل

قاسمی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی

مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نضرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور

مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور

مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور

مولوی محمد امین صاحب بنگلور

مولوی محمد ابراہیم صاحب دیوری حال تقیم بنگلور

مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور

مولوی محمد عباس صاحب ساکن انہاری علاقہ بنگلور

مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پٹی رکن پیارم پیت علاقہ بنگلور

مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر

مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ

مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراشناہ

مولوی احمد حسن صاحب گنپوی حال دہلی خاص جامع مسجد

مولوی حفیظ الدین صاحب دو جانہ ضلع رننگ

مولوی مستان شاہ صاحب ساہنہ علاقہ جی پور

مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند

مولوی فضل کریم صاحب نیاز غازی پور زینا

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

میاں اللہ بخش صاحب سجادہ نشین میان صاحب تونسوی سنگھری

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی

میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑان علاقہ بہاولپور

سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب بہار انوالہ

مستان شاہ صاحب کابلی

الفتاح احمد شاہ صاحب سجادہ نشین راولے

محمد حسین صاحب گدائی نشین شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی

محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش جیرا بادکن

گدی نشین او پر شاہ جلال الدین صاحب بخاری

ظہور حسین صاحب گدی نشین ثمالہ ضلع گورداسپور

صادق علی شاہ صاحب گدی نشین تڑپہر ضلع گورداسپور

سید صوفی جان صاحب مراد آبادی صابری حشتی

مہر شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی

مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آئی سووان والہ پنجاب

حیدر شاہ صاحب جلال پور کنگیان والہ

توکل شاہ صاحب انبالہ

مولوی بوبلہ صاحب تلونڈی والہ

محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب

مولوی عبدالغنی صاحب جانشین قاضی اسماعیل صاحب موم بنگلہ

مولوی ولی ابنی شاہ صاحب نقشبند رامپور والہ ریاست

عاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع لکھنؤ

میرزا علی شاہ صاحب سجادہ نشین شاہ ابوالعلا نقشبند

سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی

عبد اللطیف شاہ صاحب متا حلفت حاجی نجم الدین صاحب چشتی جوڈپور

قطب علی شاہ صاحب دیوگڑھ

علاقہ اودھ پور میواڑ

میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی

مولوی عبدالوہاب صاحب جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنؤ فرنگی علی

علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیر آباد

شیخ غلام علی الدین فی ریل انجمن حمایت اسلام لاہور

حافظ صاحب علی صاحب امپور ضلع سہارنپور

امیر حسن صاحب حلفت پیر عبداللہ صاحب درہلی

مؤثر شاہ صاحب فاضل پڑھ ضلع گولڑہ گانہ قریب دہلی

محمد معصوم شاہ صاحب سلمیزہ شاہ ابوسعد صاحب

بدر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین بہاولپور ضلع پٹنہ

شاہ اشرف صاحب سجادہ نشین بہاولپور ضلع پٹنہ

مظہ علی صاحب سجادہ نشین لوادا ضلع پٹنہ

لطافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا

نثار علی شاہ صاحب الورد دار الریاست

مولوی سلام الدین شاہ صاحب ہم صلح رہنما

سید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبر آباد

سید احمد شاہ صاحب ہردوی صلح لکھنؤ

مولوی نظام الدین حبشی صابری جہجہر

وزیر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحب الورد

غلام حسین شاہ صاحب شامی صلح حصار

واجب علی شاہ صاحب فیروز آباد صلح اکبر آباد

مقصود علی شاہ صاحب شاہجہان پور

مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڑھ صلح خاص

محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار صلح خاص

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پکیٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہنچا ہو تو وہ اطلاع دیں تاکہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے

راقم میر غلام احمد از قادیان

نقل مطابق اصل طبع اول ۱۳۰۵ھ
حصہ اول

دنیا میں ایک تذبذب آیا پرینا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور
بڑے زور اور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا

إِزَالَةُ الْوَهَامِ

فیہ یاسُّ شَدِیدٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ

الحمد للہ والمنشہ کہ بمباہ مبارک فی الحجۃ ۱۳۰۸ھ کتاب جامع معارف قرآنی و
شارح اسرار کلام ربانی از تالیفات مرسل یزدانی و مامور رحمانی

جناب حضرت میرزا غلام احمد صاحب

قادیا خانے

باہتمام لالہ کاشی رام کاشی رام پریس لاہور مطبوع گردید

ازالہ اوہام

تم اس دنیا کے ظاہرین قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو۔ مگر اس روحانی قانون فطرت سے جو اسی کا ہم شکل ہے۔ بجلی بے خبر ہو۔

اسے نفسانی مولویو! اور نشک نابرد! تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ چاہتے ہو ہمیشہ بند ہی رہیں۔ اور تم پیر مغاں بنے رہو۔ اور اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو مٹو لو۔ کیا تمہاری زندگی دنیا پرستی سے متزہ ہے۔ کیا تمہارے دلوں پر وزنکار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو۔ کیا تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے۔ پھر کیا یہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لئے مسیحی مشابہت کا ایک گونہ سامان اپنے ہاتھ ہی سے پیش کر رہے ہو۔ تا خدا کے تعالیٰ کی محبت ہر ایک طور سے تم پر وارد ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔ بہت سے لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے۔ اور اس خوارِ نعمت سے حصہ لیں گے لیکن تم اس زنگ کی حالت میں مرو گے۔ کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔

اور مشابہت کے لئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیاء روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے۔ اور اس کا نظہر سوہگاہ۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حاشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجب بہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش گوئیوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا فقہہ مسیحی معجزات کی رونق دُور نہیں کہ تا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر اتر ہے۔ کیا یہ بھی کچھ

پیش گوئیاں ہیں۔ کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی۔ رطائیاں ہونگی غلط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے۔ کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں۔ بعضوں نے یہود اسکولویطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا۔ جس سے آخر وہ محروم رہ گیا۔ اور لپٹرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے دی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھی تھے مگر لپٹرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو اس پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی۔

جانبیکه از مسیح و نزولش سخن رود
 کاندرا^{۱۵۷} دلم دمید خداوند کردگار
 موعودم و بحلیه ماثور آدم
 زغم چونگندم است و بوفرق بین است
 این مقدم نه جائے شکوکت والتباس^{۱۵۸}
 از کلمه مناره شرقی عجب مدار
 اینک منم که حسب بشارات آدم
 آنرا که حق بچنت خلدش مقام داد^{۱۵۹}
 چوں کافراز ستم پیرستد مسیح را
 رفیک نظر بجانب فرقاں ز غور کن
 و دیکو انجیل متی

گویم سخن اگر چه ندارند باورم

کابل برگزیده راز ره صدق مظهرم^{۱۵۷}
 حیف است گر بیدیه نه بینند منظم
 زالنساں که آمد است در اخبار سرورم
 سید جد کند ز میحائو احرم^{۱۵۸}
 چوں خودز مشرق است تجلی نیرم
 عیسی کجاست تا به نهد پای بمنبرم
 چوں برخلاف وعده برول آرزو از آدم^{۱۵۹}
 عیواری خدا برش کرد همسرم
 تا بر تو منکشف شود این راز مضمونم

ثم اعنت قلت للناس الخ

تبع تابعین کا اجماع ہو۔ اکثر صحابہؓ مسیح کا فیت ہو جانا مانتے رہے۔ دجال معبود کا فیت ہو جانا مانتے رہے۔ پھر مخالفانہ صحابہؓ اجماع کہاں سے ثابت ہوگا۔ قرآن شریف میں تینوں کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت دیتیں کر رہی ہیں۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ ^۲ آسمان پر چڑھ گیا۔ اور اسی جسم کے ساتھ اترے ^۳ کا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین یا چار لوگوں کا صحابہ

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ ان دونوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے۔ کہ جو شعبہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بیسود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے۔ جو سانپ بنا دکھلا دیتے تھے۔ اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے اس کو زندہ جانور کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ اور یہودیوں نے ان سے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے۔ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ اور جیسے انسان میں قولے موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے۔ جسے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی قولے جو دقائق اور معارف تک پہنچنے نہایت تیز و قوی تھے۔ سو انہیں کے موافق قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا۔ جو جامع جمیع دقائق و معارف الہیہ ہے۔ پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ اکثر صنایع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں۔ کہ وہ بولتے بھی ہیں۔ اور بولتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے۔ کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور ملکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔ اور یورپ اور امریکہ میں بجزرت میں اور ہر سال نئے نکلتے آتے ہیں۔ اور چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے جہرا بٹھا ہے۔ اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی کر سکتے

کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں۔ ورنہ ایک یاد آدمی کے بیان کا نام اجراع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔ ^{۲۰۴} ماسوا اس کے یہ بھی ان حضرات کی سراسر قلعی ہے۔ کہ قرآن کریم کے معانی کو زمانہ گذشتہ محدود و مقید سمجھتے ہیں۔ اگر اس خیال کو تسلیم کر لیا جاوے تو پھر قرآن شریف معجزہ نہیں رہ سکتا اور اگر ہو بھی تو شاید ان عربیوں کے لیے جو بلاغت شناسی کا مذاق رکھتے ہیں۔

ماننا چاہیے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے۔ ^{۲۰۵}

ہیں کہ مٹی کی جڑیوں سے مراد وہ اُمّی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا گو یا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح ان میں بھونک دی۔ جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔ ^{۲۰۵} ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے۔ کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترتیب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور ^{۲۰۵} ہو وعبادہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیونکہ عمل الترتیب میں جس کو زمانہ حال مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جادو پر جو بالکل بے جان ہے۔ ڈال سکتی ہے تب جادو سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں۔ راقم رسالہ ہڑاتے اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا ہے۔ جو انہوں نے ایک لکڑی کی تپانی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنا حیوانی روح سے اسے گرم کیا کہ اس نے چار پالیوں کی طرح ^{۲۰۵} حرکت کرنا شروع کر دیا اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اس پر سوار ہوئے اور اس کی تیزی اور اس کی حرکت میں کچھ کمی نہ ہوتی۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے والا مٹی کا ایک پرند بنا کر اس کو پرواز کرتا ہوا بھی دکھا دے تو کچھ لعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کے کمال کی کہاں تک انتہا ہے۔ اور جیکہ ہم پیشیم خود دیکھتے ہیں کہ فن کے ذریعہ سے ایک جادو میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے۔ تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو لعید کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی سے بنایا جاوے اور عمل الترتیب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جاوے ^{۲۰۵} وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بدستور بے جان اور جادو ہوتا ہے۔ صرف عامل کے روح کی گرمی ^{۲۰۵} بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا بلنا اور جنبش کرنا بھی

جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا رسی یورپیئن یا امریکن یا کسی اور ملک کا جو ملزم وساکت
 لاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ عزیز معدوم معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے چلتے
 جاتے ہیں۔ اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف اپنے
 حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک معدوم چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ قائم نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ فقط بلاغت و فصاحت و
 ایسا امر نہیں ہے۔ جس کی اعجازی کیفیت ہر ایک

پایہ ثبوت نہیں پہنچتا اور نہ درحقیقت ان کا زندہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیے
 کہ سلبِ امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جہاد میں ڈال دینا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں
 ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب
 امراض کرتے رہے ہیں۔ اور مغلوب مبروص مدقوق وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں۔ جن
 لوگوں کے معلومات وسیع ہیں۔ وہ میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقراء نقشبندی
 وسہروردی نے بھی ان مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی اور بعض ان میں یہاں تک مشاق گذرے ہیں
 کہ صد ہا بیماروں کو اپنے عین ولسیا میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے۔ اور محی الدین ابن عربی
 صاحب کو بھی اس میں خاص درجہ کی مشق تھی۔ اولیاء اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے
 سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کالمیں ایسے علما سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔ مگر بعض لوگ اپنی ولایت کا
 ایک ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور نیت سے ان مشغلوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور اب یہ بات قطعی
 اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب
 میں محال رکھتے تھے۔ گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی وہ معجزہ
 دکھلایا۔ کہ اس کی ہڈیوں کے لنگے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ
 لگنے سے ہرگز زندہ نہ ہو سکیں۔ یعنی وہ دو چور جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے ہر حال مسیح کی تربی
 کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ عمل ایسا قدر کے
 لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اسے خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت
 نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمایوں میں حضرت مسیح ابن مریم
 سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔ جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا
 ہے۔ حضرت مسیح نے بھی اس عمل جہاد کو بہودیوں کے جہاد کی اور لہیت خیالات کی وجہ سے جو ان کی
 فطرت میں مرکوز

صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اور درپردہ اس انکار کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی غلط ہے۔ :-

لیکن واضح ہو کہ یہ تمام اوہام باطلہ ہیں قرآن کریم اور احادیث میں بجز حق آزمائش خلق اللہ ایسے ایسے استعارات کا مستعمل ہونا کوئی الذکھی اور بے اصل بات نہیں اور پہلی کتابوں میں ایسے استعارات کی نظیر موجود ہے۔ فاستعلموا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ط ایلیا کے قصہ کو دیکھو جس کو یوحنا کہا گیا ہے۔ جبکہ قرآن شریف نے قطعی اور یقینی طور پر ظاہر کر دیا۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ تو اب اس سے بڑھ کر ضرورت تاویل کے لیے اور کیا قرینہ ہو گا۔ مثلاً فرض کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ ایک مستند خط کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کلکتہ میں رہنے والا عبدالرحمن نام جس کی شہادت کسی مقدمہ کے لیے مؤثر تھی فوت ہو گیا ہے۔ پھر بعد اس کے ہم نے ایک ایسا کاغذ تمسک دیکھا جس پر ایک شخص عبدالرحمن نام کلکتہ کے رہنے والے کی گواہی تاریخ وفات کے بعد میں درج تھی تو کیا ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ وہی عبدالرحمن جو فوت ہو چکا تھا۔ زندہ ہو کر اپنی گواہی لکھ گیا ہے۔ پس چونکہ اس عبدالرحمن کے زندہ ہوجانے کا ہمارے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں تو کیا صرف خدائے تعالیٰ کی قدرت کے حوالے سے ہم کسی ایسی صورت کے مقدمہ میں جو عدالت میں پیش ہے۔ بغیر اس بات کے ثبوت دینے کے کہ درحقیقت وہی عبدالرحمن زندہ ہو کر اپنی گواہی لکھ گیا ہے۔ ڈگری کے پانے کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں ہرگز نہیں :-

اور یہ وغذہ کہ کیوں مسیح ابن مریم کے لفظ کو اختیار کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اسی طرز کا محاورہ ہے۔ جیسے یحییٰ ابن زکریا کیلئے ایلیا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ آخری زمانہ میں کوئی شخص مسیح کی قوت اور طبع میں پیدا ہو اور وہ اس گروہ کذاب کا مقابلہ کرے جن کی طبیعت اس کی طبیعت کے مغائر و مخالف واقع ہے۔ سو گروہ کذاب کا نام اس نے مسیح دجال رکھا اور حامی کا نام مسیح ابن مریم قرار دیا اور اس کو بھی ایک گروہ بنایا جو مسیح ابن مریم کے نام سے سچائی کی فتح کے لیے صراط دنیا کے اخیر تک کوشش کرتا رہے گا سو یہ ضرور تھا۔ کہ یہ آنے والا مسیح ابن مریم کے نام سے ہی آتا کیونکہ جن تاثیرات احبار کو مسیح دجال نے پھیلانا چاہیے۔ اس تاثیر کے مخالف مسیح ابن مریم کو تاثیر دی گئی ہے۔ جو روح القدس کے ذریعہ سے اس کو ملی ہے۔ سو جو شخص مسیح کے قدم پر وہ تاثیر لے کر آیا۔ اور زہراک کے مقابل پر جو ہلاک کرتی ہے یا ہلاکت تک پہنچاتی ہے ایک تہ یا قی نفس اس کو عطا ہوا۔ اس وجہ سے وہ مسیح ابن مریم کہلایا۔ کیونکہ وہ روحانی طور پر مسیح کے رنگ میں ہو کر آیا۔ مسیح کیونکہ آسکتا وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیواروں میں اس کو آنے سے روکتی ہے۔ سو اس کا ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے اور مثل ہے۔

کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا۔ اور حل منقلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا۔ اور نماز دوسرے کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ دونوں شانیں اقییت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ حدیث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جب اسرائیلی نبی مسیح ابن مریم فوت ہو چکا اور پھر اس کے زندہ ہو جانے کا کہیں قرآن شریف میں ذکر نہیں تو بجز اس کے اور کیا سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ یہ آنے والا ابن مریم اور ہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قادر نہیں کہ مسیح ابن مریم کو زندہ کر کے بھیج دے میں کہتا ہوں کہ اگر صرف قدرت کو دیکھنا ہے۔ اور لصوص قرآنہ سے کچھ غرض نہیں تو ظاہر ہے۔ کہ قدرت خدا تعالیٰ کی دونوں طور سے متعلق ہے۔ چاہے تو زندہ کر کے بھیج دے اور چاہے تو ہرگز زندہ نہ کرے اور نہ دنیا میں بھیجے اور دیکھنا تو یہ چاہیے کہ ان دونوں طور کی قدرتوں میں سے اس کے منشاء کے موافق کون سی قدرت ہے۔ سواد اولیٰ سوچ سے ظاہر ہوگا کہ یہ قدرت کہ جس کو ایک دفعہ مار دیا۔ پھر خواہ مخواہ دو موتوں کا عذاب اس پر نازل کرے۔ ہرگز اس کے منشاء کے موافق نہیں۔ جیسا کہ وہ خود اس بارہ میں فرماتا ہے۔ فیمسک التی قضی علیہا الموت۔ یعنی جس کو ایک دفعہ مار دیا۔ پھر اس کو دنیا میں نہیں بھیجے گا۔ اور جیسا کہ صرف ایک موت کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ لا یدوقون فیہا الموت الا موتۃ الاولیٰ۔ سو یہ بات اس کے سچے وعدے کے برخلاف ہے۔ کہ مردوں کو پھر دنیا میں بھیجنا شروع کر دیوے اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی معنوں تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا کہ یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور زمزم جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیے کیونکہ حسب تفسیر قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و نصایہ دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جاوے گی۔ اور اگر ہو کہ مسیح ابن مریم نبوت تامہ سے معزول کر کے بھیجا جائے گا۔ تو اس

اگر مسیح ابن مریم کے محل دفنات میں دوسرے معنی مراد لیں تو ان کا ما حاصل یہ ہو گا کہ مسیح کچھ مدت تک سویا رہا اور پھر جاگ اٹھا۔ پس اس سے تو ثابت نہ ہو سکا کہ جسم آسمان پر چلا گیا۔ کیا جو لوگ رات کو یا دن کو سوتے ہیں تو ان کا جسم آسمان پر چلا گیا کرتا ہے۔ سونے کی حالت میں جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں صرف تھوڑی مدت تک روح قبض کر لی جاتی ہے۔ جسم کے اٹھانے جانے سے اس کو علاوہ ہی کیا جاتا ہے۔ ابھی میں بیان کر چکا ہوں ^{۵۴۳} کہ نصوص ظاہرہ متواترہ صریحہ قرآن کریم نے توفی کے لفظ کو صرف روح تک محدود رکھا ہے۔ یعنی روح کو اپنے قبضہ میں کر لینا اور جسم کو بے کار چھوڑ دینا۔ اور جب کہ یہ حال ہے۔ تو پھر توفی کے لفظ سے نکالنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے نہ صرف مسیح ابن مریم کی روح کو اپنی طرف اٹھایا۔ بلکہ اس کے جسم عنقریب کو بھی ساتھ ہی اٹھالیا۔ یہ کیسا سخت جملات سے بھرا ہوا خیال ہے۔ جو صریح اور پدیدہ طور پر نصوص بیتہ قرآن کریم کے مخالف ہے۔ قرآن کریم نے نہ ایک بار نہ دو بار بلکہ پچیس بار فرمایا کہ توفی کے لفظ سے صرف قبض روح مراد ہے۔ جسم سے کچھ غرض نہیں پھر اگر اب بھی کوئی نہ مانے تو اس کو قرآن کریم سے کیا غرض۔ اس کو تو صاف یہ کہنا چاہیے کہ میں اپنے چند بزرگوں کی موسومی لیکر کہ کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔

پھر قرآن کریم کے بعد حدیثوں کا مرتبہ ہے۔ سو تقریباً تمام حدیثیں تشریح کے ساتھ قرآن کریم کے بیان کے موافق ہیں۔ اور ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ وہی مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی محمد بن محمد کو قرآن شریف ^{۵۴۴} مار چکا ہے۔ جس پر انجیل نازل ہوئی تھی پھر دنیا میں آئے گا ہاں بار بار لکھا ہے۔ کہ ان اسرائیلی نبیوں کے ہم نام آئیں گے سب سے کہ حدیثوں میں درج ہے۔ کہ ابن مریم آئے گا لیکن انہیں حدیثوں نے حلیہ میں اختلاف ڈال کر اور آنے والے ابن مریم کو امتی ٹھہرا کر صاف بتلادیا ہے۔ کہ یہ ابن مریم اور ہے۔ اور پھر اگر اس قسم کی حدیثوں کی تشریح کے لیے جو ممتاز عرفیہ ہیں۔ دوسری حدیثوں سے مدد لینا چاہیں۔ تو پھر کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ گذشتہ نبیوں میں سے کبھی کوئی نبی بھی دنیا میں آئے گا۔ ہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے مشیل آئیں گے اور انہیں کے اسم سے موسوم ہوں گے۔

اور یہ بات کسی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدائے تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس جگہ یہ بیان کرنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ جس حالت میں تقریباً کل حدیثیں ^{۵۴۵} قرآن شریف کے مطابق اور ہمارے ^{۵۴۶} بیان کی موید ہیں۔ پھر اگر بطور شاذ و نادر کوئی ایسی حدیث بھی ہو جو اس مجموعہ یقینیہ کے مخالف ہو تو ہم ایسی

جیسا کہ نصرت الہی ایک خاص رنگ میں حضرت موسیٰ کے شامل حال ہو گئی۔ ایسا ہی نصرت الہی ایک دوسرے رنگ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل ہو گئی اور درحقیقت وہی نصرت ہے جو اپنے محل پر رنگارنگ کے معجزات کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ سو میں خوب جانتا ہوں کہ جیسا کہ نصرت الہی حضرت مسیح کے شامل حال ہوئی تھی۔

میں بھی اس نصرت سے بے نصیب نہیں رہوں گا۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ نصرت جمائی بیماریوں کے اچھا کرنے کے ذریعہ سے ظاہر ہو بلکہ خدا کے تعالیٰ نے الہام میں میرے پر نظر فرمایا کہ خلق اللہ کی روحانی بیماریوں اور شکوک و شبہات کو وہ نصرت دور کرے گی۔ جیسا کہ میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ متعدد دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور پرانی بیماریاں دور ہوتی جاتی ہیں۔ اور نصرت الہی اندر ہی اندر کام کر رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے خاص کلام سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ نبی ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ روحانی بیماریوں کو بہت صاف کر رہا ہے۔ اس سے زیادہ کہ کبھی جمائی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو:

حال کے پچھری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ وقال الرسول کی باقی نہیں رہی۔ یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں۔ کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں۔ یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں۔ شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے۔ کہ تا اس عاجز کے اس دعوے کی تکخیر کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ تو اترا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کے روسے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوں رام چند اور کرشن وغیرہ کا وجود تو اترا کے ذریعہ سے ہی ہم نے قبول کیا ہے۔ گو تحقیق تفتیش تاریخی واقعات میں ہندو لوگ بہت کچھ ہیں مگر باوجود اس قدر تو اترا کے جو ان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے۔ ہرگز یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ راجہ رام چند اور راجہ کرشن یہ سب فرضی نام ہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ گوا جمالی طور پر قرآن شریف اکل و اتم کتاب ہے۔ مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہی ہم نے لیا ہے۔ اور اگر احادیث کو ہم بجلی ساقط الاعتبار سمجھ لیں تو پھر اس قدر بھی ثبوت دینا ہمیں مشکل ہو گا کہ درحقیقت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما و عثمان ذوالنورین اور جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اجمعین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور امیر المؤمنین تھے اور جو درکھتے تھے صرف فرضی نام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ان میں کسی کا نام نہیں۔ ہاں اگر کوئی حدیث قرآن شریف کی کسی آیت سے صریح مخالف و مغائر پڑے مثلاً قرآن شریف

نے دعا کی تھی کہ خداوند اچھے نبی آخر الزمان کی امت میں داخل کر اس لیے خدا تعالیٰ نے انہیں باوجود نبوت کے امتی بھی بنا دیا۔ اور پھر صفحہ ۲۲۷ میں لکھتے ہیں کہ وہ دنت کے مجدد ہونگے اور اس امت کے مجددوں میں سے شمار کے جائیں گے لیکن وہ امیر المؤمنین نہیں ہونگے کیونکہ خلیفہ تو قریش میں ^ص سے ہونا چاہیے۔ مسیح ابن مریم کیونکر ان کا حق لے سکتا ہے اس لیے وہ خلافت کا کوئی بھی کام نہیں کریگا۔ نہ جدال نہ قتال نہ سیاست بلکہ خلیفہ وقت کا تابع اور محکوموں کی طرح آئے گا۔

اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا۔ تو پھر باوجود امتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم نمایاں ہے اور نیز خانم النبین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے کنے سے مانع ہے ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے ذرا حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تجدید سے باہر ہے کیونکہ وہ باعوث اتباع اور فانی الرسول ہونے کے جتنا ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسی جز کل میں داخل ہوتی ہے لیکن مسیح ابن مریم جبرائیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرئیل کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح امتی نہیں بن سکتا کیونکہ اسپر اس وحی کا اتباع فرض ہوگا۔ جو وقتاً فوقتاً اسپر نازل ہوگی جیسا کہ رسول کی شان کے لائق سے اور جب وہ اپنی ہی وحی کا تابع ہو اور ہونہی کتاب اسپر نازل ہوگی اسی کی اس نے پیروی کی تو پھر وہ امتی کیونکہ کہلائیگا اور اگر یہ کہو کہ جو احکام اسپر نازل ہونگے وہ احکام قرآنیہ کے مخالف نہیں ہونگے تو میں کہتا ہوں کہ محض اس توارد کی وجہ سے وہ امتی نہیں ٹھہر سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ بہت سا حصہ تو ریت کا قرآن کریم سے بکلی مطابق ہے۔ تو کیا نفوذ باللہ اس توارد کی وجہ سے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کی امت میں سے شمار کیے جائیں گے۔ تو اور اور چیز سے اور محکوم بن کر تال بعد از ہو جانا اور چیز ہے ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرت اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے جو اسپر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعے سے انہیں تمام اسلامی عقاید اور رسوم و صلوة اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقر کے سکھلا گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائیگا اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعے سے صرت اتنا کہا جائیگا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العزت تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل ان پر نازل نہیں ہونگے بلکہ وہ بکلی مسلوب النبوت ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق

اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ چالیس سال تک جو مدت توقف حضرت مسیح کی دنیا میں دوبارہ آنے کے لیے قرار دی گئی ہے حضرت جبرائیل دمی الہی لے کر نازل ہوتے رہیں گے اب ہر ایک دانشمند اور ادیب کو کہہ سکتا ہے کہ جس حالت میں تیس برس میں تیس جزو قرآن شریف کی نازل ہو گئی تھیں تو بہت ضروری ہے کہ اس چالیس برس میں کم سے کم پچاس جزو کی کتاب اللہ حضرت مسیح پر نازل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم حال ہے کہ تمام انبیاء کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی دمی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے تو اور درگھنی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم حال ہو وہ حال ہوتا ہے۔ فقہ برہ:

اور اس انقلاب عظیم پر خوب غور سے نظر دوڑانی چاہیے کہ چونکہ حضرت مسیح داگر انکا نزول فرض کیا جائے ایسی حالت میں آئیں گے کہ ان کو شریعت محمدیہ سے جو غیر زبان میں ہے کچھ بھی خبر نہیں ہوگی اور وہ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ قرآنی تعلیم پر ان کو اطلاع ہو اور ان تفصیلات احکام دین پر بھی مطلع ہو جائیں جو احادیث کی رو سے معلوم ہوتے ہیں عرض شریعت محمدیہ کے تمام اجزا پر خواہ وہ از قبیل عقائد ہیں یا از قسم عبادات یا از نوع معاملات یا از قبیل قوانین تضاد و فضل مقدمات اطلاع پانا ان کے لیے ضروری ہوگا۔ اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ معمر ہو سکی حالت میں ایک عمر فرج کر کے دوسرے کی شاگردی کریں۔ لہذا ان کے لیے لادبی اور ضروری ہے کہ جمیع اجزا شریعت کے نئے سرے اپنا نازل ہوں کیونکہ جبرائیل اس طریق کے استعلاء جمہولات کے لیے اور کوئی ان کے لیے راہ نہیں اور رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لیے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے جو وہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات رہانی اور کلام رحمانی کے سکھائی جاتی ہیں اور جبکہ تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ نئے سرے معرفت جبرائیل علیہ السلام کے حضرت مسیح کی زبان میں ہی اپنا نازل ہو جائیگی اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیرہ وغیرہ کے متعلق بعض احکام قرآن شریف کے منسوخ بھی ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب کے اترنے سے قرآن شریف تو بہت واضح و انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا اور مسیح کا نیا قرآن جو قرآن کریم سے کسی قدر مختلف بھی ہوگا اجرا اور نفاذ پائے گا اور حضرت مسیح نماز میں اپنا قرآن ہی پڑھیں گے اور وہی قرآن جبرائیل پر آدوسر دو کو بھی سکھایا جائیگا اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کلمہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے لائق ٹھہرے گا کیونکہ جبکہ کل شریعت محمدیہ کی نفوذ باللہ (نقل کفر بنام شد) بیگانی ہوگی۔ اور ایک ہی قرآن گو وہ ہمارے قرآن کریم سے کسی قدر مطابق ہی سہی ۲۰ آسمان سے نازل ہو گیا تو پھر کلمہ بھی ضرور واجب التبدیل ہوگا۔ بعض بہت منفصل ہو کر جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ درحقیقت یہ مرید خرابیاں ہیں جسے انکار نہیں ہو سکتا مگر کیا کر درحقیقت

وَقَالَ بَشِّرْ عِبَادَنَا الْمُرْسَلِينَ أَنَّهُمْ لَهُمُ الصُّورُونَ وَإِنْ جِئْتُمْ بِآيَاتٍ فَذَرُونَهَا
 (سورة صافات)

وَكفافي مما أوحى إلي هذا الوحي المبشِّر

قال ربك انه نازل من السماء ما يرضيك ومانتنزل الالبا ميرا بك ما أرسل نبي
 الا اخزي به الله قوما لا يؤمنون ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون
 وبشر الذين امنوا بان لهم اجرهم والله متقن نور ولولكة الكافرون كتب الله
 لاخلائب انا اورسلى لا تحفظ انى لا يخاف لدى المرسلون ط

حقيقة الوحي

از تصنیف شریف حضرت میرزا غلام احمد المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جسکو

بک پوتالیف و اشاعت قادیان نے شائع کیا

دسمبر ۱۹۳۲ء

اور اس کی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو یا ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا؛ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لیے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پاسکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانادہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسان کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آیا ہے جو امتی نہیں یعنی آپ کی پیروی سے فیضیاب نہیں اور اسی جگہ

اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست جن لیا تھا حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہزار باویا ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہو جو امتی بھی ہے اور نبی بھی اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو انگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر امت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کچھ نہیں پایا۔

بسم اللہ

۲ بلکہ وہ براہ راست نبی کے گئے۔ مگر امت محمدیہ میں ہزار ہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے ولی کے گئے:

الاستفتاء

رجعتُ الى الدنيا الى يوم البعث والنشور: فلذاتك لا اعلم ما صنعوا بعد من الشرك
والفجور ولست من العلمومين: فلو كان رجوعه الى الدنيا امراً حتماً قبل يوم القيامة
فيلزم منه انه يكذب كذباً شنيعاً عند سؤال حضرة العزة - وهذا باطلٌ بالبداهة
فالنزول باطلٌ من غير الشك والشبهة - فاستيقظوا يا فتيان - اين انتم من تعليم
القران - بل مات عيسى كما ماتت اخوانه من النبيين - ولحق بهم كما
تقرؤن في اخبار خير المرسلين: اقرءتم في حديث سيد الكائنات - انه في
السمام في حجة عليحدة من الاموات - كلابل هوميت ولا يعود الى الدنيا
الي يوم يبعثون: ومن قال متعمداً خلاف ذلك فهو من الذين هم بالقران
يكفرون الا الذين خلوا من قبله فهم عند ربهم معذورون:

کہ جو شخص بالقصد اس کا خلاف کرے اور یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہے پس ان لوگوں
میں سے ہے کہ جو قرآن کے کافر ہیں۔ ہاں جو لوگ مجھ سے پہلے گزر گئے وہ اپنے اللہ کے نزدیک
معذور ہیں۔

مقصود ۱/

وما ادراك ما اصحاب الصفه - تیری اَعینہم

اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ کے رہنے والے تو دیکھے گا کہ کتنی آنکھوں سے

تفیض من اللّٰمِع - یصلون علیک ۛ ربنا اننا سمعنا

آنسو جاری ہوں گے وہ تیرے پردہ و دھیمیوں کے ادھر کہیں گے کہ اے ہمارے خدا

منادیا پنا دی للایمان ۛ وداعیاً الی اللّٰہ وسراجاً منیراً

ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی ہے جو ایمان کی طرف بلاتا ہے اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور ایک چمکتا ہوا چراغ ہے

یا احمَدُ فاضت الرّحمة علی شفتیک ۛ انک یا عیننا

اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی تو میری آنکھوں کے سامنے ہو

سمیتک المنوکل - یرفع اللّٰہ ذکرك ۛ ویتمّ نعمتہ

میں نے تیرا نام منوکل رکھا خدا تیرا ذکر بلند کرے گا اور اپنی نعمت دنیا

علیک فی الدنیا والآخرۃ ۛ بوسرکت یا احمَد

اور آخرت میں تیرے پر پوری کرے گا اے احمد تو برکت دیا گیا

وکان ما بارک اللّٰہ فیک حقاً فیک ۛ شانک عجیب ۛ

اور جو کچھ تجھے برکت دی گئی وہ تیرا ہی حق تھا تیری شان عجیب ہے

واجرک قریب ۛ الارض والسّماء معک کما ہومع ۛ

اور تیرا اجر قریب ہے آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ ہر ساتھ ہیں

انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی

تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔

سبحان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نراد ہمدک

خدا کے پاک بڑا برکتوں والا اور بڑا بزرگ ہے وہ تیری بزرگی کو زیادہ کرے گا

اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ ربُّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں

یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ ط و جاعل الذین اتبعوک
 اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا دوں گا اور میں تیرے تابعین کو تیرے
 فوق الذین کفرو الیٰ یوم القیامۃ !
 منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

پاک ہوں اور جسمانی امراض کی نسبت میں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ کہ اکثر خطرناک امراض والے میری دعا
 دعا اور توجہ سے شفا یاب ہوئے ہیں۔ میرا لڑکا مبارک احمد قریباً دو برس کی عمر میں ایسا بیمار ہوا
 کہ حالت یاس ظاہر ہو گئی۔ اور اب میں دعا کر رہا تھا۔ کہ کسی نے کہا کہ لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ یعنی اب
 لیں کرو دعا کا وقت نہیں۔ مگر میں نے دعا کرنا بس نہ کیا۔ اور جب میں نے اسی حالت توجہ الی اللہ میں
 لڑکے کے جسم پر ہاتھ رکھا تو معاً مجھے اس کا دم آنا محسوس ہوا۔ اور ابھی میں نے ہاتھ اس سے علیحدہ
 نہیں کیا تھا۔ کہ سرخ طور پر لڑکے میں جان محسوس ہوئی اور چند منٹ کے بعد بیہوش میں آکر بیٹھ گیا۔
 اور پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا۔ میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا اور
 ایک سخت تپ محرقہ مکے رنگ میں چڑھا جس سے لڑکا بالکل بیہوش ہو گیا۔ اور بے ہوشی میں دونوں
 ہاتھ مارتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگرچہ ان کو موت سے گریز نہیں۔ مگر اگر لڑکا ان دنوں میں
 جو طاعون کا زور ہی فوت ہو گیا تو تمام دشمن اس تپ کو طاعون ٹھہرائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس
 پاک وحی کی تکذیب کریں گے۔ کہ جو اس نے فرمایا ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار یعنی
 میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا۔ اس خیال سے میرے دل پر
 وہ صدمہ وار دہوا۔ کہ میرے بیان نہیں کر سکتا۔ قریباً رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ کہ جب لڑکے کی
 حالت ابتر ہو گئی اور دل میں خوف پیدا ہوا۔ کہ یہ معمولی تپ نہیں یہ اور ہی بلا ہے۔ تب میں کیا بیان
 کروں کہ میرے دل

سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ انت منی بمنزلۃ توحیدے و تفریدی۔

تو تجھ سے ایسے جیسا کہ میری توحید اور تفرید

فحان ان تُعان وتعرف بین الناس ط انت منی بمنزلۃ عرشى۔

پس وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا اور دنیا میں مشہور کیا جائیگا۔ تو تجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔

انت منی بمنزلۃ ولدی ۞ انت منی بمنزلۃ لا یعلمها الخلق ط نحن

تو تجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ تو تجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی ہم تمہارے

اولیاءکم

متولی اور

تو میں شفاعت کرتا ہوں کہ میرے لئے اس کو اچھا کر دے یہ لفظ میرے منہ سے نکل گئے۔ مگر بعد میں میں بہت نام

ہوا کہ ایسا میں نے کیوں کہا۔ اور ساتھ ہی مجھے خدا تعالیٰ کی طرف وحی ہوئی۔ من ذا الذی لشفعم عندا الا

باذنتہ یعنی کس کو مجال ہے کہ بغیر اذن الہی شفاعت کرے۔ میں اس وحی کو سن کر چُپ ہو گیا۔ اور ابھی ایک منٹ

نہیں گذرا ہوگا کہ پھر وحی الہی نازل ہوئی کہ انک انت المعجاز یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت کر دیجیے۔

بعد میں پھر میں نے دعا پر زور دیا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ اب یہ دعا خالی نہیں رہے گی۔ چنانچہ اسی دن بلکہ اسی وقت

لڑکے کی حالت رو بصحت ہو گئی گویا وہ قبر میں سے نکلا۔ میں یقیناً جاننا ہوں کہ معجزات احوالے موتی حضرت علیؑ

اس سے زیادہ نہ تھے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس قسم کے احوالے موتی بہت سے میرے ہاتھ سے ظہور میں

آچکے ہیں۔ اور ایک دفعہ بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے بیمار ہو گیا اور مدت تک علاج ہوتا

رہا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تب اس کی اضطراری حالت دیکھ کر میں نے جناب الہی یہ دعا کی تو یہ الہام ہوا بَرَق

طفلی بشیر یعنی میرے بیٹے بشیر نے آنکھیں کھول دیں تب اسی دن خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اس کی آنکھیں

اچھی ہو گئیں۔ اور ایک مرتبہ میں خود بیمار ہو گیا یہاں تک کہ قرب اجل سمجھ کر تین مرتبہ مجھے سودۃ لیس

۞ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور کلمہ بطور استعارہ کے ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت

عیسیٰ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے۔ اس لئے معلوم الہی نے چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال کرے تا عیسائیوں

کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے وہ مسیح کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں اس امت میں بھی ایک ہے جس کی نسبت اس

سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ منہ

ابن مریم ط لایسئل عما یفعل وہم یسئلون ط اثارک اللہ
ابن مریم بنایا ہے۔ وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں خدا نے تجھے
علیٰ کل شئی ط آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر
ہر ایک چیزیں سے جن لیا۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر
پکھایا گیا۔ یریدون ان یطفوا نور اللہ الا ازحزب اللہ ہم
پکھایا گیا۔ ارادہ کریں گے کہ خدا کے نور کو بجھاویں۔ خبردار ہو۔ کہ انجام کار خدا کی جماعت
الغالبون۔ لاتخف ط انک انت الاعلیٰ ط لاتخف ط الی
ہی غالب ہوگی کچھ خوف مت کر تو ہی غالب ہوگا۔ کچھ خوف مت کر
لا یخاف لدی المرسلون ط یریدون ان یطفوا نور اللہ
میرے رسول میرے قرب میں کسی سے نہیں ڈرتے دشمن ارادہ کریں گے۔ کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے خدا
بافواہم ط واللہ متم نوره ولو کره الکافرون ط نُنزلُ علیک
کے نور کو بجھاویں۔ اور خدا اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ کافر کراہت ہی کریں۔ ہم آسمان سے تیرے
اسرار امن السماء ط ولمزق الاعداء کل ممزق ط وندی
پرکٹی پوشیدہ باتیں نازل کریں گے اور دشمنوں کے منصوبوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ اور
فرعون وھامان و جنودھما کانو یحذرون ط فلا تحزن
فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہ اٹھ دکھائیں گے جن سے وہ ڈرتے ہیں۔ پس ان کی
علی الذی قالوا ان ربک لبالمصاد ط
باتوں سے کچھ غم مت کر کہ تیرا خدا ان کی تاک میں ہے۔

دخلة نیست - رب علمنی ما هو خیر عندک - یعصمک اللہ من

دخلة نہیں اس میرے خدا مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے تجھے خدا دشمنوں سے
العدا ویسوطوا بکل من سطا - برزما عندہم من الراح -

بچائے گا اور حملہ کرنے والوں پر حملہ کر دے گا۔ انہوں نے جو کچھ ان کے پاس ہتھیار تھے سب ظاہر
انی سا خبرہ فی آخر الوقت ط انک لست علی الحق ط ان اللہ

کر دیتے مولوی محمد حسین بٹالوی کو آخر وقت میں خبر دے دوں گا کہ تو حق پر نہیں ہے۔ خدا
رؤف رحیم ط انا الناک الحدید - انی مع الافواج اتیک بعثتہ -

حقیتوں کو رحیم ہے۔ ہم نے تیرے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ میں فوجوں کے ساتھ ناگہانی طور پر پہنچوں گا
انی مع الرسول اجیب ط اخط و اصب ط وقالوا انی لک هذا ط قل

میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ بھی دوں گا اور کبھی ارادہ پورا کروں گا اور کہیں گے
هو اللہ عجیب - جاءنی ایل ط واختار ط و ادا راصبعہ و اشار ط

کہ تجھے یہ رتبہ کہاں سے حاصل ہوا کہ خدا ذوالعجاب ہی میرے آیل آیا اور اس نے مجھ سے چن لیا۔ اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا
ان وعد اللہ اتی - فطوبی لمن وجد و رأی - الامراض نشاء

کہ خدا کا وعدہ آگیا پس مبارک وہ جو اس کو پایا و سے اور دیکھے
طرح کی بیماریاں

والنفوس تضاع - انی مع الرسول اقوم ط
جائیں گی اور کئی آفتوں سے جانوں کا نقصان ہو گا۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا

اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں۔ کہ میں خطا میں کروں گا۔ اور صواب میں یعنی جو میں چاہوں گا
کبھی کروں گا اور کبھی نہیں میرا ارادہ پورا ہو گا اور کبھی نہیں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی کلام میں آجاتے ہیں۔

جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے۔ کہ میں مومن کی قبض روح کے وقت تردد میں پڑتا ہوں۔ حالانکہ خدا تردد سے
پاک ہے۔ اسی طرح یہ وحی الہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا میں جاتا ہے۔ اور کبھی پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ

ہیں کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہتا ہوں ہے۔ منہ

﴿﴾ اس جگہ آیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔

انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لکن فیکون۔ تو در منزل با چوبار بار آئی
 تیرے بات کا ارادہ کرتا ہر وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے لے میرے بندے چونکہ تو میری فرد گاہ میں
 خدا پر رحمت سے باریدیا نے۔ انا امتنا اربعة عشر دو اباط
 بار بار اتنے ہی اسلوب تو خود دیکھ لے کہ تیرے پر رحمت کی بارش ہوئی یا نہ سمجھو جو وہ چار پاؤں کو ہلاک کر دیا۔

ذک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ سر انجام جاہل جہنم بود
 کیونکہ نافرمانی میں حد سے گذر گئے تھے۔ جاہل کا انجام جہنم ہے

کہ جاہل نکو عاقبت کم بود۔ میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہوا
 جاہل کا خاتمہ بالآخر کم ہوتا ہے میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہوا

ان امرت من الرحمن فاتونی۔ انی حمی الرحمن۔ انی لاجد
 میں خلق طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری طرف آ جاؤ میں خدا کا چراگاہ ہوں اور مجھ کو گنہگار

رحم یوسف لولا ان تفندون۔ الم ترکیف فعل
 کی خوش بولائی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ شخص بہک رہا ہو کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے
 ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدهم فی تضلیل

اصحاب نیل کے ساتھ کیا کیا کیا اُس نے اُن کے مکر کو اٹا کر انہیں پر نہیں مارا
 وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا
 وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا

اناعفونا عنک۔ لقد نصرکم الله بیدرو انتم اذ لنتا

ہم نے تجھ کو معاف کیا خدا نے بدر میں یعنی اس چودھویں صدی میں تمہیں ذلت میں پا کر تمہاری مدد کی

وقالوا ان هذا الاختلاق۔ قل لو کان من عند غیر الله
 کہیں گے کہ یہ تو ایک بناوٹ ہے۔ انکو کہہ کہ اگر یہ کار و بد بجز خدا کے کسی اور کا ہوتا

غلطی سے جو ان کی کسی پیشگوئی میں ہومشابہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سچائی کے اولیٰ اور برکات اور معجزات اور آہی تائیدات اس قدر ہوتی ہیں جو ان کی سچائی کی تیز دھار مخالف کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور ان کے ہزار ہا نشان ایک پُر زور دریا کی طرح موجزن ہوتے ہیں۔

ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باسٹنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعاً اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اب کوئی چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔

یہ تو وہ اعتراض مخالف لوگوں کے ہیں جن کو بالوالہی بخش صاحب نے بار بار اپنی کتاب عصلتے موسیٰ میں لکھ کر اپنی دالست میں بڑا ثواب حاصل کر لیا ہے جس کی تحقیقت مرنے کے بعد ان پر کھل گئی ہوگی۔ لیکن عام فائدہ کے لئے میں اس جگہ بیان کرتا ہوں کہ ان مخالفوں کے اعتراض میرے نشانوں کے بارے میں تین قسم سے باہر نہیں ہیں۔

(۱) اول محض افتراء اور ہمتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے قہر سے بے خوف ہو کر میرے پر کی ہیں، اور نہایت درجہ کی شرارت اور بیباکی سے شہرت دے دی ہے کہ فلاں پیشگوئی، جو فلاں شخص کی نسبت تھی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ جس پیشگوئی کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ہرگز اس کی نسبت وہ پیشگوئی نہیں کی گئی تھی جیسا کہ پیشگوئی کلب یموت علیٰ کلب جو مولوی محمد حسین صاحب کی طرف خود بخود منسوب کر دیتے ہیں۔ پس اس کا جواب بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة الله على الكاذبين۔

میں نے لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اعتقاد چرچا ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہونگے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ پایا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اظہار اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد میں اس کے بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو یہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صد ہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے ٹھکڑے ہو گئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے چہرے پر بچر کر کے مجھے اس طرف لے آئے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت میں سے آئے گا اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے۔ تو تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح صد ہا نشان اولیٰ اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لیے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لیے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پرغوش ہو مجھے اس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے تجربہ میں تھا اور کوئی مجھ نہیں جانتا تھا۔ اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا میں نے جابا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دوں گا پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا

مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے میں خدا تعالیٰ کی تئیں برس کی متواتر وحی کو کیونکہ رو کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ

موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے اس لیے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے میں خوب جانتا ہوں کہ یہ الفاظ میرے ان لوگوں کو گوارا نہ ہوں گے جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہنچ گئی ہے مگر میں ان کی پروا نہیں کرتا میں کیا کروں کس طرح خدا کے حکیم کو چھوڑ سکتا ہوں اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھے دی گئی تاریکی میں آسکتا ہوں خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقص نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کتنا رہا جو اوایل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ میں نہیں جانتا کہ خدا نے ایسا کیوں کیا ہاں میں اس قدر جانتا ہوں کہ آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر بڑا جوش مار رہی ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مخالف وہ توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ تشریب ہے کہ ان سے آسمان پھٹ جائیں پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھکر ہیں جس شخص کو اس فقرہ سے غیظ و غضب ہو اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے غیظ سے مر جائے مگر خدا نے جو چاہا ہے کیا اور خدا تو چاہتا ہے کہ جتنا ہے کیا انسان کا مقدور ہے کہ وہ اعتراض کرے کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔

حاشیہ: یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ہی ہے لیکن وہ اس میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ و حانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت ہے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لیے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نخل ہے نہ کہ اہل نبوت اسی دہر سے حدیث اور میرے الامام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تاہم معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے

جلال اور نومی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے اور اسلام سے بھی آخری مسیح کا نام حکم رکھا ہے اور تمام دنیا کے مذاہب کا فیصلہ کرنیوالا اور محض اپنے دم سے کفار کو ماریوالا قرار دیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اس کے ساتھ ہو گا اور اس کی توجہ اور دعا بجلی کا کام کرے گی اور وہ ایسی تمام حجت کریگا کہ گویا ہلاک کر دیگا عرض نہ اہل کتاب نہ اہل اسلام اس بات کے قابل ہیں کہ پہلا مسیح آئیوالا مسیح سے افضل ہے یہود تو دو مسیح قرار دیکر آخری مسیح کو نہایت افضل سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنی غلط فہمی سے صرف ایک ہی مسیح مانتے ہیں وہ بھی دوسری آمد کو نہایت جلالی آمد قرار دیتے ہیں اور پہلی آمد کو اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے۔ پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطان دوسو سے ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو عزیزو! جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آئیوالا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں ہوشی پہلے مسیح کو افضل سمجھنا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیے کہ آئیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے۔ خدا نے اپنے وعدہ کے موافق مجھے بھیج دیا اب خدا سے لڑو۔ ہاں میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو۔

سوال (۲)

حضور عالی نے سیکڑوں، بلکہ ہزاروں جگہ لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے لیے تلوار نہیں اٹھائی مگر عبدالحکیم کو جو خط تحریر فرماتا ہے اس میں یہ فقرہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی دعوت کے لیے زمین میں خون کی نہریں چلا دیں اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کو جبراً نہیں پھیلا یا اور جو تلوار اٹھائی گئی وہ اس لیے نہیں تھی کہ دھکی دیکر اسلام قبول کرایا جائے بلکہ اس میں دو امر

اں طوڑے اس ملک میں نہیں آئے تھے۔ خبر دے رہے ہیں کہ خدا کا غضب زمین پر ہے اور آئے دن ایسی نئی نئی آفات نازل ہوتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے طور بدل گئے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی بڑی آفت دکھلائی چاہتا ہے اور ہر ایک آفت ظاہر ہوتی ہے۔ پہلے سے اس کی مجھے خبر دی جاتی ہے اور میں بذریعہ اخبار یا رسائل یا اشتہاد کے اس کو شائع کر دیتا ہوں چنانچہ میں بار بار کہتا ہوں کہ توبہ کرو کہ زمین پر اس قدر آفات آنے والی ہیں کہ جیسا کہ ناگہانی طور پر ایک سیاہ آندھی آتی ہے اور جیسا کہ فرعون کے زمانہ میں ہوا کہ پہلے عموڑے نشان دکھلائے گئے اور آخر وہ نشان دکھلایا گیا جس کو دیکھ کر فرعون کو بھی کنا پڑا کہ اَمْنْتُ اَنْتَ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِي اَمْنْتَ بِهِ بَنُو اِسْرَائِيْلَ خدا عناصر اربعہ میں سے ہر ایک عنصر میں نشان کے طور پر ایک طوفان پیدا کرے گا اور دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے یہاں تک کہ وہ زلزلہ آجائے گا جو قیامت کا نمونہ ہے تب ہر قوم میں ماتم پڑے گا کیونکہ انہوں نے اپنے وقت کو شناخت نہ کیا یہی معنی خدا کے اس الہام کے ہیں کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور اور حملوں سے اس کی سہائی ظاہر کر دے گا۔ یہ پچیس برس کا الہام ہے جو براہین محمدیہ میں لکھا گیا اور ان دنوں میں پورا ہو گا جس کے کان سننے کے ہیں وہ سنے۔

یہ تو ہم نے وہ دو تین پیشگوئیاں لکھی ہیں جن پر ہمارے مخالف مولوی اور انہیں کا نیا چیلہ عبدالحکیم خان بار بار اعتراض کرتے ہیں اب ہم ان کے مقابل یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ خدا نعالیٰ کے آسمانی نشان ہماری شہادت کے لئے کس قدر ہیں۔ لیکن انوس کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جائیں تو ہزار جزو کی کتاب میں بھی ان کی گنجائش نہیں ہو سکتی اس لئے ہم محض بطور نمونہ کے ایک سو چالیس نشان ان میں سے لکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں جو میرے حق میں پوری ہوئیں اور بعض اس امت کے اکابر کی پیشگوئیاں ہیں اور بعض وہ

خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں پس میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ سنفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے تباہ ہو چکے ہیں یہی گھر کسی دن یورپ کے لئے درپیش ہے اور پھر یہ بولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کے لئے مقدر ہے جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا۔

اشعار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنچہ داد است ہر نبی را جام	نزد ایچ ص: ۱۰۹۹	داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گر چہ بودہ اند بسے		من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
کم نیم ز اں ہمہ بزوئے لیتن		ہر کہ گوید دروغ بہت لعین

الحمد لله ثم الحمد لله کہ کتاب

حقیقۃ النبوت

۱۹۱۵ء

مارچ

حصہ اول

از افادات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فضل عمر خلیفۃ المسیح والمہدی خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جس میں اصولی طور پر حضرت جبرئیل اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت پر ایہی قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے اور ہر پہلو سے اس پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ بیس روز کے اندر تصنیف اور طبع ہو کر انجمن ترقی اسلام کی طرف سے شائع ہوئی۔ وسطیہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۱۵ء مارچ

رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نوحی کے معنی اظہار غیب سے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں ایسے لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابی سے مشتق ہے جس کے یہ معنی ہیں خدا سے خبر یا پیش گوئی کرنا اور نبی کے لیے شارع ہونا شرط نہیں ہے یہ صرت موصوبت کے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں پس میں جبکہ ایک مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر پختہ خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پورا ہوا ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر رو کر دوں یا کیوں کر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر اقرارنا لعیقوں کا نام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔ اور میں بیعت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لیے زمین نے بھی گواہی دی۔ اور آسمان نے بھی اس طرح پر میرے لیے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جائے اس لیے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے ہیں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کریگا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں اور جس جس جگہ میں نے نوحی یا رسالت سے انکار کیا ہے صرت ان معنوں سے کیا ہے کہ میں منقول طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں منقول طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول ادنیٰ ہوں مگر بغیر کسی بعید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سب اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے

انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قبول کہ درمیں نسبت رسول و پیادہ وہ اسم کتاب، اس کے معنی سرت اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا رد عافی افاضہ میرے شامل حال ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں لاکھ اور اس کے نام محمد اور احمد سے مشغلی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں جانے والا بھی اور اس طرف سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاس اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے۔ ایسا ہی میرے مخالف حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لیے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائیں گی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت داخلین صنہم لما یلقوا یحییٰ برودی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے مجھ کو احمد بن احمد بن محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود تکرار دیا ہے پس

یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیشگوئی کی مر ٹوٹی۔ اور نہ امرت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لا ینظہر علی غیبہ کے مطابق ہے محروم رہے مگر حضرت عیسیٰ کو دوبارہ آمانے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پائی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرت مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔
 وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون مند:

اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں

میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلمت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا انگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا جھلا کر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ ہمدی موعود خلق اور خلق میں ہم رنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمدؐ اور احمدؐ ہوگا اور اس کے اہلیت میں سے ہوگا۔ اور بعض حدیثوں میں ہے کہ محمدؐ میں سے ہوگا۔ یہ عین اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا۔ اور اسی کی روح کا روپ ہوگا۔ اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان کیا۔ یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا بیٹا بروز تھا اور بروز کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا لڑا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز۔

یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک داوی ہماری شریف خاندان سادات سے اور سنی فاطمہ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منا اهل البیت علی مشرب الحسین۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سلم اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں یعنی مفرد ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوگی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شتکا کو دور کرے گی۔ دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عداوت کے وجہ کو پامال کرے اور اسلام کی عظمت دکھا کر غیر مذہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس لئے بھی میں مراد ہوں۔ درنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیشگوئی صادق نہیں آتی اور میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فادس میں سے ہوں اور بوجہ اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فادس بھی بنی اسرائیل اور اہلیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ

ضمیمہ نمبر ۳

”امرِ حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفائے نہ رکھنا چاہیے“

۵ مارچ ۱۹۰۸ء کے پرچہ اخبار بدر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری کے ذیل میں مذکور ہے کہ ایک احمدی سے ایک نواب ریاست نے سوال کیا کہ کیا حضرت مرزا صاحب ریاست کے مدعی ہیں جس کے جواب میں اس احمدی دوست نے کہا کہ ان کا ایک شعر ہے ۔

من نیستم رسول دنیا ووردہ ام کتاب لالہ ہم استم وز خداوند مندرم

اس سوال و جواب کا ذکر اس احمدی دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی خدمت میں کیا جس پر حضور نے فرمایا کہ

”اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرامؓ کے طرز عمل پر نظر کر دوہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا۔ وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ڈرا نہیں جھکے جھبی تو لایچا فون دومتہ لائٹ کے مصداق ہوئے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدائے جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں ہاں یہ نبوت تشریحی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے جہلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا انبیاء کی لفظ ہے جو دوسرے مہموں سے ممتاز کرے۔ دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آجاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے۔ یہ اس لئے تا ان پر حجت

پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ جو اس نہیں دیئے گئے، پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔

آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیے، مٹھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں موتا اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں کہ یہ تو جو پڑے چماروں کو بھی آجاتے ہیں، مگر کلمہ مخاطبہ الہیہ ہونا چاہیے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت و کیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایک مصرع سے تو شاعر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم سنی ہیں امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیے۔

(بدرد ۵، پارچ ۱۹، جلد ۷، نمبر ۹، صفحہ ۷)

اربعین^۴

تصنیف لطیف
حضرت ابن منذر اعلم الامام احمد رضا مسیح علیہ السلام

شائع کردہ

بک ڈپوٹالیف و تصنیف پورہ

اگر اور عربی تو گویا عمدہ زمانہ زندگی کا یہی ہے اسی وجہ سے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادق کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیسویں برس تک مہلت پاسکے ضرور ہلاک ہوگا اس بارے میں میرے ایک دوست نے اپنی نیک نیتی سے یہ عذر پیش کیا تھا کہ آیت لو تقول علینا میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اس سے کیونکہ سمجھا جائے کہ اگر کوئی دوسرا شخص افترا کرے تو وہ بھی ہلاک کیا جائے گا میں نے اس کا یہی جواب دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول مل استدلال پر ہے اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہلاک ہو جائے ورنہ یہ قول منکر پر کچھ حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے لیے بطور دلیل ٹھہر سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسویں برس تک ہلاک نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ وہ صادق ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ خدا پر افترا کرنا ایسا گناہ نہیں ہے جس سے خدا اسی دنیا میں کسی کو ہلاک کرے کیونکہ اگر یہ کوئی گناہ ہوتا اور سنت اللہ اس پر جاری ہوتی کہ مغفرتی کو اسی دنیا میں سزا دینا چاہیے تو اس کے لیے نظیریں ہونی چاہیے تھیں، اور تم قبول کرتے ہو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں بلکہ بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ لوگوں نے تیسویں برس تک بلکہ اس سے زیادہ خدا پر افترا کئے اور ہلاک نہ ہوئے تو اب بتلاؤ کہ اس اعتراض کا کیا جواب ہوگا اور اگر کوہ صاحب الشریعہ افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفسر ہی، تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا، پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی، مثلاً یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان هذا الصیغ الاولی صحیف ابراہیم و موسیٰ یعنی قرآن و یحفظوا خود و جہہ ذلک اذکی لہم، یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیسویں برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کوہ صاحب الشریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان هذا الصیغ الاولی صحیف ابراہیم و موسیٰ یعنی قرآن تعلیم توریث میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریث یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی، غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

حاشیہ ص: ۷ :

چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا جیسا کہ ایک السام الہی کی یہ عبارت ہے **واصلح القلب باعیننا ووحیتنا ان الذین بیایعوننا انما بیایعون اللہ یداخلہ** فوق ایذا یبھد یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھ کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے :-

جاء الحق و البطل ان البطل كان زهو قاط
 انا لکه بردعا ماحملہ کنند و ذراہ جبل عریبہ ہا بر ملا کنند
 گر یک نظر میکنند درین نسخہ کتاب ہست این تعین ترک خدا کنند
 ہا و نبی کہ تم کہ نیامیند عذرخواہ دیں امر دیگر است کہ ترک جاکند

برائین احمدیہ

چینچہ (۵) ملقب

بالبراہین الاحمدیہ علی حقیقہ کتاب اللہ القرآن والنبی محمد

از تازہ تفضلات حضرت معبود باقیات الصالحات حضرت میرا غلام احمد صاحب موعود

انوار احمدیہ پریں قادیان میں شیخ یعقوب علی پڑ پور ایسٹ
 کے اہتمام سے چھپکر ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔

ایک زمانہ دراز پہلے یہ لطیف معارف پیش بندی کے طور پر اپنی کتاب میں داخل کر دینا تم خود گواہ ہو کہ اس وقت اور اس زمانے میں مجھے اس آیت پر اطلاع بھی نہ تھی کہ میں اس طرح پر عیسیٰ مسیح بنیادھاؤنگا بلکہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیشگوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آئیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرمادیا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں لینے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے باہار کھو کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے یہ میری غلط رائے جو براہین احمدیہ حصص سابقہ میں وضع ہو گئی یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ تھا۔ مگر اب میں اس سخت دل قوم کا کیا علاج کروں کہ نہ قسم کو مانتے ہیں نہ نشانوں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی ہدایتوں پر غور کرتے ہیں آسمان نے بھی نشان دکھائے اور زمین نے بھی مگر ان کی آنکھیں بند ہیں اب نہ معلوم خدا انھیں کیا دکھلائے گا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہا تک جس قدر اسماء علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے ہیں چنانچہ براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام آدم رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اددت ان اسن خلقت فخلقت ادم دیکھو براہین احمدیہ حصص سابقہ صفحہ ۴۹۲۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ سبحان الذی اسمری بعدئہ لیلًا خلق ادم فا کوہہ۔ دیکھو براہین احمدیہ حصص سابقہ صفحہ ۵۰۵ دو ذوق فقر دل کے معنی یہ ہیں کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ پھر فرمایا ایک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک ہی رات میں تمام سیر کرادیا۔ پیدا کیا اس آدم کو پھر اس کو بزرگی دی ایک ہی رات میں سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرت چار پہر میں اس کے سوا کو کمال تک پہنچایا۔ اور خدا نے جو میرا نام آدم رکھا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور ہی آدم کی رومانیت پر

پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔

مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں۔ اور ان کا کوئی ایسا داؤ پل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامر اور ہیں گے اور نامرادی سے مرینگے اور بہترے ان میں سے ہمارے دیکھنے دیکھتے مر گئے اور فیروں میں حصر تہیں لے گئے۔ مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا۔ اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اس کو بھی اس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ اسی امت میں سے ہو گا لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام بنی اللہ رکھا ہے پھر کیونکہ ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہو گا

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکے سے پیدا ہوئی ہے کہ بنی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی بنی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور مشرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا بنی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی تبار سے فیض پائیوا لا ہو بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تباہت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین نہیں ہے اور وہ نبی۔ نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا ہے کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدا نے وحی و قیوم

بیتناں ہجرت
میں لکھی گئی

مکتبہ دارالافتاء
دہلی

سیدنا

دافع البلاء

مصنفہ

حضرت میرزا غلام احمد مسیح عمود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ملنے
پتھر تک پوتالیف و اشاعت کی قادیان
ضلع گورداسپور

۱۹۲۶ء

مطبوعہ در مطبع ضیاء الاسلام قادیان

تعداد ۵۰۰

بار سوم

دافع البلاء

الہی بخش اکونٹٹ جو الہام کا دلوئے کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیش گوئی کر کے انجن حامت اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرتسر کی نسبت پیش گوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ دھابہ کی اصل جڑ دتی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دلی کی نسبت پیش گوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سکبدشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے مہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں۔ چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں۔ اور ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں آیت امن بجیب المظفر لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید کی ہے۔ یہ امید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الہی میں لفظ مظفر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں نہ سزا کے طور پر لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تمتہ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دُعا میں اس اضطراب کے وقت میں قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب ہے کہ وَمَا دَعَا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ۔

گیا ہے ہماری اس تہلک بیماری کے لئے شفاعت کر۔

تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باسنتناہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی شفاعت و حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے۔ اے عیسائی مشرکوں! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں مسیح مسیح کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو ایسا نہ ہو کہ تم اس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلہ لے لیا کیونکہ عیسائی مشرکوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سید و مولیٰ حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابلہ پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان سے بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں یک بعد از کمال رسوائی

اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب اردو بھوی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں تا کہ محی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ آنا کر خاتم الانبیاء بنا دیں۔ بڑی جان کاہی سے کوشش کر رہے ہیں اور ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نور کی منشاء کے موافق اور صحیح بخاری کی حدیث امام مکہ منکم کے مطابق اور مسلم کی حدیث امکم منکم کے رو سے اسی اُمتِ مرحومہ میں سے مسیح موعود پیدا ہوتا موسوی سلسلہ کے مسیح کے مقابل پر محمدی سلسلہ کا مسیح ظاہر ہو کر نبوتِ محمدیہ کی شان کو دنیا میں چمکا دے بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جن کو خدا بنا کر فرمایا پچاس کروڑ انسان گراہی کے دل میں ڈبا ہوا ہے دوبار فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھنے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہی مقولہ تھا کہ پیراں نہ سے پرند مریدال سے پرانند مگر اب تو ساری دنیا فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھے گی اور پادری لوگ آکر مولویوں کا گلا پکڑ لیں گے کہ کیا ہم کتے تھے یا نہیں کہ یہی خدا ہے اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہو گا کیا اسلام دنیا میں ہو گا لعنت اللہ علی الکاذبین جو شخص کشمیر سری نگر غلہ خالیار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ خدا تو بیابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے ننتے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ مولوی اسلام کے نادان دوست کیا جانتے ہیں کہ ایسے عقیدوں سے کس قدر عیسائیوں کو مدد پہنچ چکی ہے۔ اب خدا تعالیٰ کوئی نئی عظمت ابن مریم کو دنیا میں چاہتا بلکہ یہاں تک کہ جس قدر پہلے اس سے حضرت مسیح کی نسبت اظہار کیا گیا ہے وہ بھی خدا کو

سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیونکر اس کو ناکامل سمجھ لیں۔ خدا نے ہمیں تو یہ بتلایا ہے کہ عیسائی مذہب بالکل مرگیا ہے اور انجیل ایک مردہ اور ناتمام کلام ہے پھر زندہ کو مردہ سے کیا جوڑ عیسائی مذہب سے ہماری کوئی صلح نہیں وہ سب کا سب ردی اور باطل ہے اور آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔ آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت یہ الہام ورج ہے جو اس کے صفحہ ۲۴۱ میں پاؤ گے اور وہ یہ ہے۔

ولن توفی عنک الیہم وود ولا النصادی وخرقوالہ بنین وبنات بیغیو علم قتل ھو
 اذلہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ ویسکون
 ویسکوا حلہ واللہ خیر الماکہین الفتنة ہہنا فاصبر کما صبر اولوالعزم وقل دب
 ادخلنی صدخل صدق۔ یعنی تیرا اور یہود اور نصارے کا کبھی مصالحتہ نہیں ہوگا اور وہ کبھی تجھ سے
 راضی نہیں ہونگے نصاریٰ سے مراد پادری اور انجیلوں کے حامی ہیں اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے تاحق اپنے
 دل سے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور نہیں جانتے کہ ابن مریم ایک عاجز انسان تھا۔ اگر
 خدا چاہے تو عیسیٰ ابن مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا کر دے یا اس سے بھی بہتر جیسا کہ اس نے کیا۔ مگر وہ
 خدا تو واحد لاشریک ہے جو موت اور تولد سے پاک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ
 ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کے رو سے واحد لاشریک ہے
 اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کرونگا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا
 کا غلام

زندگی بخش جام احمد ہے	کیا پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ بول انبیا مگر بخدا	سب سے بڑھ کر مقدم احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا	میرا بستان کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کے رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے

بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ خدا نے ایسا کیا نہ میرے لیے بلکہ اپنے بنی مظلوم کے لیے باقی ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ عیسائی لوگ ایذا رسانی کے لیے مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کریگا اور وہ دن آزمائش کے دن ہوں گے اور کہہ کہ خدا یا پاک زمین میں مجھے جگہ دے یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے اور جیسا کہ اب تک میں سمجھتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار زمین میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور زمین راستی اور سچائی سے چمک اٹھے گی۔ اب سوچ لو کہ ہم میں اور عیسائیوں میں کس قدر بعد المتشرعین ہے جس پاک وجود کو ہم تمام مخلوقات سے بہتر سمجھتے ہیں اس کو یہ مفتری قرار دیتے ہیں صلح تو اس حالت میں ہوتی ہے کہ جب فریقین کچھ کچھ چھوڑنا چاہیں لیکن جس حالت میں ہمارا دین اور ہمارا کتاب عیسائی مذہب کو سہرا یا ناپاک اور بخش سمجھتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ہم کس بات پر صلح کریں۔ اس قدر مذہبی مخالفت کا انجام صلح ہر گز نہیں ہے بلکہ انجام یہ ہے کہ جھوٹا مذہب بالکل فنا ہو جائے گا اور زمین کے کل نیک طینت انسان سچائی کو قبول کریں گے تب اس دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ ہمارا عیسائیوں سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں بلکہ ہمارا جواب ان لوگوں کو یہی ہے۔ قل یا ایہا الکافرون اذاعبدوا ما تعبدون۔ پس یہ کیسی ناپاک رسالت ہے جس کا چراغ دین نے دعویٰ کیا ہے۔ جائے غیرت ہے کہ ایک شخص میرا مرید کہلا کر یہ ناپاک کلمات منہ پر لاوے کہ میں مسیح ابن مریم کی طرف سے رسول ہوں تا ان دونوں مذہبوں کا مصالحہ کر دوں لعنة الله على الكافرین۔ عیسائیت وہ مذہب ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت سے زمین پھٹ جائے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کیا اس سے صلح ؟

پھر باوجود ناتمام نقل اور ناتمام فہم اور ناتمام پاکیزگی کے یہ بھی کہنا کہ میں رسول اللہ ہوں یہ کس قدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہنک عزت ہے گو یا رسالت اور نبوت باذیچہ اطفال ہے نادانی سے یہ نہیں سمجھتا کہ گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے۔

الْبَيْتُ لِلَّهِ يُكَافِ عِبْدَهُ

الحمد لله والمنتهى كضمیمہ نزول المسیح جس کے ساتھ

دس ہزار روپیہ کا اشتہا ہے

حسب استدعا مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سہری کے محض
پانچ دن میں ابتداء ۸ نومبر ۱۹۰۲ء سے طیار ہو کر اس کا نام

اعجاز احمدی

رکھا گیا

اور اس رسالہ میں پیر مہر علی شاہ صاحب مولوی اصغر علی صاحب مولوی
علی حائری صاحب شیعہ وغیرہ بھی مخاطب ہیں جن کا نام رسالہ میں مفصل درج ہے

تاریخ طبع ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء

بمقام قادیان ہاتھ تمام حکیم فضل الدین صاحب مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہوا

رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلق قرار دیا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسریٰ علیہ السلام کی جگہ لے گا اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر تیرا آن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هو الذین ادسل دسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کلمے کلمے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعودؑ کو سراہا گیا تاہم مگر یہی بیٹے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو بڑا ہی لکھ دیا میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکہ اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔

پہر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دلالت ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جبارا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جا تب تعارض سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے

پس جب اس بارہ میں انتہائی خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ فا صلح بما تو مد یعنی جو بھی حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے اور بہت سے نشان مجھے دے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھا دیا گیا تب میں نے یہ پیغام لوگوں کو سنا دیا یہ خدا کی حکمت عملی میری سچائی کی ایک دلیل تھی اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا مگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور انسانی منصوبہ اس کی جڑ ہوتی تو میں براہین احمدیہ کے وقت میں ہی یہ دعویٰ کرتا کہ میں مسیح موعود ہوں مگر خدا نے میری نظر کو پہر دیا میں براہین کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی ورنہ میرے مخالف بھی بتلا دین کہ میں باوجودیکہ براہین احمدیہ میں مسیح موعود بنا گیا تھا بارہ برس تک یہ دعویٰ کیوں نہ کیا اور کیوں براہین میں خدا کی وحی کے مخالف لکھ دیا گیا

ہیں جو ہم کو کسی طرح اُن کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کیا ہے اور مجتہز اُس کے اُن کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں عیسائی تو خود اُن کی خدائی پر روتے ہیں مگر یہاں نبوت ہی اُن کی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین بیٹھکوں کا صاف طور پر چھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے ان لوگوں پر واویلا ہے جو میرے معاملہ میں شیخ کو چھوٹ بنا رہے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کا نہایت فضل ہے کبھی وہ شخص لوگوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوگا جو اس نبی مقبول کا سچا تابع ہے میں ان نادانوں کو کیا کہوں اور کیونکر ان کے دل میں سچائی کی محبت ڈال دوں جو تعلقوں کی طرح پھرتے ہیں اور ٹھٹھا اور ہنسی انکا کام ہے اور مستحق انکا شکیوہ ہے صد ہا نشان آفتاب کی طرح چمک رہے ہیں مگر ان کے نزدیک اب تک کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لیے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے چھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے اور نیز یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ اعجاز المیسح کی مانند کتاب تیار کرے جو ایسی ہی فصیح بیغ ہو اور انہیں مقاصد پر مشتمل ہو سو اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ خواہشیں دل سے ظاہر کی ہیں نفاق کے طور پر نہیں تو اس سے ہنتر کیا ہے اور وہ اس امت پر اس تفرقہ کے زمانہ میں بہت ہی احسان کرینگے کہ مرد میدان بن کر ان دونوں سے حق و باطل کا فیصلہ کر لیں گے یہ تو انہوں نے ابھی تجویز نکالی اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے۔

اگر ایک کذاب دنیا سے کوچ کر جائے اور باقی لوگوں کو ہدایت ہو جائے تو ایسے مقابلہ والا نبی کا اجر پائیگا لیکن ہم موت کے مقابلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے نہیں مانع ہے ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لیے مجبور کریں خواہ وہ مولوی ثناء اللہ ہوں یا اور کوئی ایسا مولوی ہو جو مشاہیر میں سے اور اپنی جماعت میں عزت رکھتا ہو جس کی بارے میں کم سے کم پچاس معزز آدمی اس کے اٹھنا پر تصدیقی شہادت ثبت کر دیں اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے طیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں بلکہ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے۔ کیونکہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لیے کافی ہے مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کے رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون سے یا ہیپہ سے یا اور کسی بیماری سے نا ایسی کاروائی حکام کے لیے۔

غساً القبران المشرتان اتسكن،

میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکا رگڑیگا۔

كذلك لي قول علي الكل يهرس

اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے۔

عجبت فاني ظل بدار ينور

میں نے تعجب کیا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ظل ہوں

فما فيه في وحي يلوح ويزهو،

لیں وہ روشنی جو اس میں سے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔

ومن طينه المعضوم طين معطر،

اور اس کی پاک مٹی کا مجھ میں خمیر ہے۔

وليس لنسب ذو صلاح معتبر،

ایک صالح کو اس لیے سزائش نہیں کر سکتے کہ اس کی نسب اعلیٰ

لهم نسكينا ليهيغ الانتفا

ذو نسب ہوں تاکہ لوگوں کو ان کی کمی نسب کا تصور کر کے نفرت پیدا

له حسب فهو الداني المحقر،

اس میں ذاتی صفات کچھ نہیں وہ کمینہ اور حقیر ہے

جمعنا هماً حقاً فلله نشكو،

اپنے اندر حسب و نسب دونوں کو جمع کیا ہے تو ہم خدا کا شکر کرتے ہیں

جوت من قديم الدهو فآخشاوا بصردا

جو قدیم زمانہ سے ہماری ہے پس ڈور اور دیکھو

فليس الدال شىء نسب فابشروا

اس کی بے نسب کی ضرورت نہیں پس خوشی کو

له خسفت القدر المنير وان له

اس کے لیے چاند کے توت کا نشان ظاہر ہو اور

وكان كلام معجز آية له

اور اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام ہی تھا

اذا القوم قالوا يدي الوحي عامداً

جب تو نے کہا کہ یہ عمدہ وحی کا دعویٰ کرتا ہے

وانى لظلي ان يخالف اصله

اور سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے

وانى لدا ونسب كامل اطعده

اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ذو نسب ہوں

كفى العبد تقوى القلب عند حبيتنا

اور بندہ کو دل کا تقویٰ کافی ہے

ولكن قضى رب السما لائمة

مگر خدا نے اماموں کے لیے چاہا کہ وہ

ومن كان ذانبا كراميم ولم يكن

اور جو شخص اچھی نسب رکھتا ہے مگر

ودله حمدا ثم حمدا فاننا

اور خدا کو حمد ہے اور پھر حمد ہے کہ ہم نے

كذلك سئل الله في انبيائه

اس طرح خدا کی سنت اس کے نبیوں میں ہے

واما الذي ماجار مثل ائمة

مگر جو شخص اماموں میں سے نہیں ہے

انّ هذا الكتاب يدفع وساوس الخناس، وفيه شفاء
للناس وهو يذهب السكينته ويجلو الكروب. وسميته.

ترياق القلوب

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء

*

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالان میں
باہتمام حکیم فضل الدین صنایا ملک مطبع چھپی

تقدیر اشاعت ۱۵

محمول ڈاک ۲

دسی پی ار

قیمت ۱۲

نہ صرف علم صرف و نحو سے ناواقف ہے بلکہ جو کچھ احادیث کے الفاظ ہیں ان سے بھی بے خبر ہے تو کیا یہ شہرت اس کی عزت کا موجب ہوئی یا اس کی ذلت کا؟ -

پھر تیسرا پہلو ۲۱ - نومبر ۱۹۶۹ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مٹھے ایم ڈوٹی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۹۶۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے و جال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا اور تادیباں کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آئندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہے گا اور نہ میرا نام و جال رکھے گا اور لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کرے گا۔ اب دیکھو کہ اس اقرار کے بعد وہ انتہا اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا اگر وہ اس فتوے دینے میں اپنی پرہیزگاری کو حاکم کے رد بردی یہ جواب دینا چاہتے تاکہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لیے میں اس کو کافر کہتا ہوں اور و جال یہی ہے اس لیے میں اس کا نام و جال رکھتا ہوں اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے اس لیے میں اس کو جھوٹا کہتا ہوں یا مخصوص جس حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور اخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے فتوے سے اپنے تمام فتوؤں کو بر باد کر لیا اور حکام کے سامنے اقرار کر دیا کہ میں آئندہ ان کو نہیں کہوں گا اور و جال کا نام و جال اور کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہے گی کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آجاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پاس کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا و جال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جاہ و صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جاہ و صواب سے دور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پرکھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیں۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا میرے لئے فتویٰ طیار کیا میں نے سبقت کر کے ان کے لیے کو فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں۔

یہ ہی نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوئے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر علم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ سے کوئی کافر نہیں بنجاتا ہاں بدقسمت منکر جو ان مقرران الہی کا انکار کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامنت سے وہ بدن سخت دل

کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی کہ جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صلی اللہ سے مشابہت دی تو یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانون قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دورتہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے۔ مجھے آدم کی نحو اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ واقعات

تثابہ قلوب کے لحاظ سے بار بار آتا ہے جیسا کہ آیت تشابہت قلوبہم اس کی مصدق ہے اور تمام صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ مراتب وجود دوری ہیں مگر مہدی مہمود پر درجات کے لحاظ سے پھر دُنیا میں نہیں آئے گا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے اور اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باسثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں کیونکہ بعد میں بہائم سیرت لوگوں کا غلبہ ہوتا جاتے گا، جہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت بالکل دلوں سے جاتی رہے گی اور نفس پرست اور شکم پرست بن جائیں گے یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث نبویہ کو بنظر غور دیکھا جاتے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے، لیکن یہ قول اسی حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے جب کہ مہدی مہمود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے، یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی دو حدیں مقرر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ وہ امت ضلالت سے محفوظ ہے۔ جس کے اول میں میرا وجود اور آخر میں مسیح موعود ہے۔ یعنی ایک طرف وجود باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوار رویتیں ہے اور دوسری طرف وجود بابرکت مسیح موعود کی دیوار رویتیں ہے۔ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اپنی امت میں داخل نہیں سمجھا، جو مسیح موعود کے زمانہ کے بعد ہوں گے اور مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے، جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دُنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی

دوری زمانہ کے انتہائی پر ختم ہوتی۔ سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے اور اس کا نام بھی آدم رکھا جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات سے ظاہر ہے اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت میں اپنے دونوں ہاتھوں جلالی اور جہالی سے پیرا

(بقیہ سابقہ) شیعہ قرابت نہ تھا۔ مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا۔ پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پاکہ اس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پاکہ بے شمار عنایت کی اور وہ صحابہ آپ کی وفات میں دیے جو نجوم السماء کی طرح نہ صرف کثیر تھے بلکہ ان کے دل توحید کی روشنی سے چمک اٹھے تھے۔ غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خواہر اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پیر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم اور مراتب وجود کا دوریہ ہونا قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی سنت اللہ میں داخل ہے۔ نوع انسان میں خواہ نیک ہوں یا بد ہوں یہی عادت اللہ سے کہ ان کا وجود خواہر طبیعت اور نشا بہ قلوب کے لحاظ سے بار بار آتا ہے جیسا کہ آیت یتھم قلوبہم اس کی مصدق ہے اور تمام صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ مراتب وجود دوریہ ہیں۔ مگر جہدی معبود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد سے اور اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باشتناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں کیونکہ بعد میں بہائم سیرت لوگوں کا غلبہ ہوتا جلنے لگایاں تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت بالکل دلوں سے جاتی رہے گی اور نفس پرست اور شکم پرست بن جائیں گے۔ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث

کر سکتی ہو۔ دوسرے یہ ثبوت دیں کہ ان کے مذہب میں روحانیت اور طاقت بلاوسی ہی موجود ہے جیسا کہ ابتدا میں دعویٰ کیا گیا تھا اور وہ اعلان جو جلسہ سے پہلے شایع کیا جائے اس میں بتصریح یہ ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگردہ ان دو ثبوتوں کے لئے طیار ہو کر جلسہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں غرض ایسے نشان ہوں جس نے مذہب کی روحانیت ثابت ہو اور پھر ایک سال تک انتظار کر کے غالباً لوہے کے حالات شایع کر دیئے جائیں۔ میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اس طریق پر کار بند ہو اور سناؤ کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے تو یہ گورنمنٹ دنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی اور اس طرح سے ایک سچے مذہب کو اس کے تمام روحانی زندگی کے ساتھ دنیا پر پیش کر کے تمام دنیا کو راہ راست پر لے آئیگی۔ کیونکہ وہ تمام شور و غوغا جو کسی ایسے مذہب کے لیے کیا جاتا ہے جس کے ساتھ فوق العادہ زندہ نشان نہیں اور محض روایات پر مدار ہے وہ سب بچ ہے کیونکہ کوئی مذہب بغیر نشان کے انسان کو خدا سے نزدیک نہیں کر سکتا اور نہ گناہ سے نفرت دلا سکتا ہے۔ مذہب پکارنے میں ہر ایک کی بلند آواز ہے لیکن کبھی ممکن نہیں کہ فی الحقیقت پاک زندگی اور پاک ولی اور خدا ترسی میسر آسکے جب تک کہ انسان مذہب کے آئینہ میں کوئی فوق العادہ نظارہ مشاہدہ نہ کرے۔ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیالیقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیالیقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہونشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں دل غافل ہیں اور زبانوں پر خدا کا نام ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین کے شور و غوغا تمام قصے اور کہانیاں ہیں اور ہر ایک شخص جو اس وقت کئی سو برس کے بعد اپنے کسی پیغمبر یا اوتار کے ہزار ہا معجزات سنا رہا ہے وہ خود اپنے دل میں جانتا ہے کہ وہ ایک قصہ بیان کر رہا ہے جس کو نہ اس نے اور نہ اس کے باپ نے دیکھا ہے اور نہ اس کے دادے کو اس کی خبر ہے وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ کہاں تک اس کا یہ بیان صحیح اور درست ہے کیونکہ یہ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ ایک نئے کاپیٹر بنا دیا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ تمام قصے جو معجزات کے رنگ میں پیش کیے جاتے ہیں ان کا پیش کرنے والا خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا جانتا ہے یا ہندو ہو جو اپنے اوتاروں کے کرشمے کتابیں اور پتنگ کھول کر سنانا ہے یہ سب کچھ سچ اور لاشعہ ہیں اور ایک کوڑی ان کی قیمت نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی زندہ نمونہ ان کے ساتھ نہ ہو اور سچا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہے کیا کوئی دل اور کوئی کائنات اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ ایک مذہب تو سچا ہے مگر اس کی سچائی کی چمکیں اور سچائی کے نشان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں اور ان ہدایتوں کے بھیجنے والے کے مونہ پر ہمیشہ کے لیے مہر لگ

گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایک انسان جو سچی بھوک اور پیاس خدا تعالیٰ کی طلب میں رکھتا ہے وہ الیسا خیال
 ہرگز نہیں کرے گا اس لئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو کہ زندہ خدا کے زندہ نمونے اور
 اس کے چمکتے ہوئے نور اس

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوا وَلَا تُكْرِمُوا الْفِتْنَةَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

الوارِخلافِ

یعنی

ان تقریریں کا مجموعہ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہدِ خلافت کے دوسرے سالانہ
جلسہ پر ۲۲ - ۲۴ - ۲۸ - اور ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو فرمائیں

مترجم

غلام نبی (بلانوی)

اکتوبر ۱۹۱۴ء

مطبوعہ روز بازار سٹیٹیم پریس امرتسر ۶

قیمت ۱۰

تعداد جلد ۱۰۰

اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۰ میں روز بازار سٹیٹیم پریس امرتسر اور نقیضہ اسلام پریس قادیان میں چھپے

شرعیّت کا فتوے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کو اگر تمہارے خیال میں ہم ایک جھوٹے مسیح کو مانتے ہیں۔ تو پھر ہمارے جنازہ پڑھنے سے تمہارے مردہ کو فائدہ کیا ہوگا۔ کیا جس صورت میں کہ ہم مسلمان ہی نہیں۔ ہماری دعا سے آپ کا مردہ بخشا جاسکتا ہے۔ پس اگر ان باتوں پر کوئی غور کرے تو کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہو سکتا:

اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے۔ تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھنا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کر نیوالے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے۔ تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو مال باپ کا مذہب ہوتا ہے شرعیّت وہی مذہب ان کے بچہ کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ بچہ تو گنہگار نہیں ہوتا اس کو جنازہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بچہ کا جنازہ تو دعا ہوتی اس کے پسماندگان کے لیے۔ اور اس کے پسماندگان ہمارے ہمیں بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں اس لیے بچہ کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے باقی رہا کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب کو تو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے اس کو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شرعیّت کا فتوے ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے اس لیے ہمیں اس کے متعلق بھی سچی کرنا چاہیے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

غیر احمدیوں کو لڑکی دینا

(ایک اور بھی سوال ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا۔ اور جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اپنی خلافت کے پھر سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا (اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے کہا تھا کہ اگر آپ نے اپنے بعد عمر کو جانشین مقرر کیا۔ تو بڑا غضب ہوگا۔ کیونکہ یہ بہت غیبی ہے انھوں نے فرمایا کہ ان کا غضب اسی وقت تک گرمی دکھاتا ہے جب تک کہ میں نرم

ہوں۔ اور جب میں نہ رہوں گا تو یہ خود نرم ہو جائینگے۔ اسی طرح میرا نفس تھا جو یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی ذرا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے خلاف کرے تو مجھ سے بہت سخت سزا دی جائے لیکن اب تو نیا گیا ہے اور بہت نرمی کرنی پڑتی ہے۔ تاہم میں اس بات سے خوشی ہوں کہ دس ہی پکے احمدی ہوں لیکن اس بات سے سخت ناخوش ہوں کہ دس کروڑ ایسے احمدی ہوں جو حضرت مسیح موعود کا حکم نہ ماننے والے ہوں۔ پس وہ لوگ جو ایسے ہیں وہ سن لیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔ اس لیے اس پر ضرور عمل درآد ہونا چاہیے۔ میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا۔ ابھی چند ماہ ہوئے ایک شخص نے غیر احمدیوں میں اپنی لڑکی دے دی تھی۔ میں نے اسے جماعت سے الگ کر دیا۔ بعد میں اس نے توبہ کی۔ اور معافی مانگی۔ لیکن میں نے کہا کہ تمہارا یہ اخلاص بعد از جنگ یاد آیا ہے اس لیے برکات خود بامد زود کے مطابق اپنے سر پر مار دو۔ ہمیں دنیا دار لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں اگر کسی کی بیعت لے بھی لوں تو کیا اس دن تک وہ احمدی ہو سکتا ہے جب تک کہ خدا کی نظر میں احمدی نہ ہو۔ احمدی اصل میں وہی ہے جو خدا کی نظر میں احمدی ہے میرے احمدی کر لینے سے کوئی احمدی نہیں بن جاتا۔

حضرت مسیح موعود کا ایک نہایت ضروری فرمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اشتہار میں چندہ کی تحریک کرتے ہوئے آفرین فرماتے ہیں:-
 ”یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مُرید کہلاتے ہیں۔ یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خزانے
 بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے بیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مُرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں
 مگر بہتیرے ایسے ہیں۔ کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اس نئے انتظام
 کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے۔ کہ وہ ایک فرضِ حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری
 بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیے۔ کہ فضول کوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مُرید ہے۔ اس کو چاہیے۔
 جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا۔
 اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے۔ وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ
 نہیں رہ سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے لئے جواب کا انتظار
 کیا جائے گا۔ کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب
 نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اور شہرہ کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا
 ہند کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی۔ اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی
 مفرد اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں۔ اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔ والسلام من اتبع الہدیٰ ۵ ماہ ۱۹۰۲ء

المشقص:- مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان - گورداسپور

تمت

..... یہ بات بھی پھر دوبارہ یاد دلادیتا ہوں۔ کہ ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت کو دیکھ کر چندہ
 مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے فوق الطاقت بوجھ سمجھ کر ملول ہو جائے۔ کہ اس طرح
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گناہ گار ٹھہرے گا..... یہ بھی واضح رہے کہ صدقات اور زکوٰۃ اور اس طرح
 کے ہر ماہ کا روپیہ بھی یہاں آنا چاہیے۔“

حَامَتَنَا ظَيْرُ بَرِيْشِ شَوْقٍ وَفِي مَنَقَارِهَا تَحْفَتُ السَّلَامِ
إِلَى وَطَنِ النَّبِيِّ حَبِيبِيَّ وَسَيِّدِ رَسَلِهِ خَيْرِ الْإِنَامِ

الرَّسَالَةُ

اللطيفة المشتملة على معارف القرآن ودقائقه المسماة

حَمَامَةُ الْبِشْرِ

إِلَى
أَهْلِ مَكَّةَ وَصُلَحَاءِ أُمَّ الْقُرَى

لِحَضْرَةِ أَحْمَدَ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ وَالْمَهْدِيِّ الْمَعْهُودِ

عَلَيْهِ وَعَلَى مُطَاعِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ



الطبعة الأولى في رجب سنة الهجرة

فی حدیث ذکر رفع المسیح حیا بجسده المنصری بل نجد ذکر وفاته مسیح فی البخاری والطبرانی وغیرهما من کتب الحدیث، فلیرجع الی تلك الكتب من کان من المرتابین۔

داما ذکر نزول عیسیٰ ابن مریم فما کان المؤمن ان یحمل هذا الاسم المذكور فی الاحادیث علی ظاہر معناہ لانه یخالف قول اللہ عزوجل ما کان محمدا ابا احد من رجاکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین الا تعلم ان الوب الرحیم المتفضل سُمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیلہ بغیر استثناء، وفسوہ نبینا فی قوله لا نبی بعدی بیان واضح للطالبین؟ ولوجوزنا ظہود نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا الفتح باب وحی النبوة بعد تعلیقہا وهذا خلف کمالا یخفی علی المسابین۔ وکیف یجئ نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم اللہ به النبیین؟ انعتقد کثیر من الجاہلین۔

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جز احادیث میں آئے ظاہری معنی میں منکر کرے۔ اس واسطے کہ یہ آیت ما کان محمدا ابا احد.... الخ خاتم النبیین کے مخالف ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کی استثنا نہیں کی اور پھر اس خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفصیل بیان فرمائی لانی نبی بعدی سے جو سمجھنے والوں کے لیے بیان واضح ہے اور اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی منقطع ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔

واما الاختلافات التي توجد في هذه الاحاديث فلا يخفى على مهرة الفن تفصيلها وقد ذكرنا شعرا منها في رسالتنا، الازالة، فليرجع الطالب اليها۔ وقد جاز في حديث ان المسيح والمهدى ليحييان في زمن واحد وجزا في حديث ان المسيح والمهدى يتلذان ويشاور المهدى المسيح في مهمات الخلافة ويكون زمانتهما زمانا واحداً وفي حديث آخر ان المهدى بيعت في وسط ثورن هذه الامة والمسيح يزل في آخرها۔ وفي حديث من البخاری ان المسيح یجئ حکما عدلاً نیکسراً الصلیب یعنی یجئ فی وقت غلبة عبادة الصلیب فیکسر شوكة الصلیب ویقتل خنازیر النصارى وفي حديث آخر انه یجئ فی وقت غلبة الدجال علی وجه الارض نیقته بحوبته فاعلم ان هذا المقام مقام خبره وتجب لنا ظلمین وتفصیله ان مجئی المسیح لکسر صلیب النصارى وقتل خنازیرهم یشهد بصوت عال علی ان المسیح الموعود لا یجئ الا فی وقت غلبة النصارى

حصہ دوم رسالہ فتح اسلام از تالیفات مجدد دوران
 مسیح الزمان مرزا غلام احمد صاحب رٹیس قادیان
 جس کا نام نامی ہے

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے جس کی مماثلت کو خدا نے بنا دیا
 حاذق طبیب بنائے ہیں تم سے یہی خطابِ خوں کو بھی تو تم نے میسجا بنا دیا
 (الہامی)

توضیح مرام

در مطبع ریاض ہند آئرسر باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع کے طبع ہوا

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند روز میں طبع ہو کر طیار ہو جائیگا جس کا نام ازاد اہام ہے اور سالہ فتح اسلام کا تیسرا حصہ ہے

المعان :۔ مرزا غلام احمد رضی عنہ

قیمت فی جلد ۸

پھنس جائیں آپ ہی ان کو ایسے صاف اور مدلل طور پر سمجھا دیا جائے کہ جو ایک دانا اور منصف اور طالب حق کی تسلی کے لیے کافی ہو۔ اگر بعد میں پھر لکھنے کی ضرورت پڑیگی تو شاید ایسے لوگوں کے لیے وہ ضرورت پیش آدے کہ جو نایت و درجہ کے سادہ لوح اور غنی ہیں جن کو آسمانی کتابوں کے استعارات مصطلحات و قائل نامویات کی کچھ بھی خبر یا دست تک نہیں۔ اور لایمسلسہ کی نقی کے نیچے داخل ہیں۔

اب پہلے ہم مقلدین بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رد سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو ہی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور سیوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عمدتاً اور جبرئیل کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں۔ کہ وہ دونوں آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے اور اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے پیدا ہونے سے ان کا آسمان سے اترنا وقوع نہیں آگیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ یوحنا جو آئیوا لا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو، سو ایک نبی کے حکم سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنا کا مقدمہ تو انقصال پا گیا اور دوبارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی۔ چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کی رد سے ہونا چاہیے یہی ہے کہ یوحنا جس کے آسمان سے اترنے کا انتظام تھا وہ حضرت مسیح کے وقت میں آسمان سے اس طرح اتر آیا کہ ذکر یا کے گھر میں اسی طبع اور خاصیت کا بیٹا ہوا جس کا نام بھی تھا۔ لہذا لہذا ہودی اس کے اترنے کے اب تک منتظر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ بیچ آسمان سے اترے گا۔ اول بیت المقدس کے مناروں پر اس کا نزل ہوگا۔ پھر وہاں سے یہودی لوگ اکٹھے ہو کر اس کو کسی زور یا وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لیں گے۔ اور جب یہودی کے سامنے وہ تاویل پیش کی جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اترنے کے بارے میں کی ہے تو وہ فوراً غصہ سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت یحییٰ کے حق میں ناگفتی باتیں سناتے ہیں۔ اور اسی نبی کے فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہیں بہر حال آسمان سے اترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اس کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور ان ہی کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اترنے کا جھگڑا طے ہوا اور یہ بات کھل گئی کہ آخر اترے تو کس طرح اترے مگر مسیح کے اترنے کے بارے میں اب تک بڑے جوش سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ

جلے کہ جو ایک دانا اور مضمت مزاج اور طالب حقی کی تسلی کے لئے کافی ہو۔ اگر بعد میں پھر لکھنے کی ضرورت پڑے گی۔ تو شاید ایسے لوگوں کے لئے وہ ضرورت پیش آوے کہ جو غایت درجہ کے سادہ لوح اور عیبی ہیں جن کو آسمانی کتابوں کے استعارات مصطلحات و دقائق تا ویلات کی کچھ بھی خبر بلکہ مس تک نہیں اور کلاہیمتہ کی نفی کے نیچے داخل ہیں۔

اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور سہامی احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اسی وجہ غنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن یوزہا بن یوسف اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت حمد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اترینگے اور تم انکو آسمان آتے دھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے پیدا ہونے سے انکا آسمان سے اترنا و تواریخ میں آگیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ "یوحنا جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو یہ سو ایک نبی کے محکمہ سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنا کا مقدمہ تو انفصال پا گیا اور دوبارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کے رو سے ہونا چاہئے یہی ہے کہ یوحنا جس کے آسمان سے اترنے کا انتظار تھا وہ حضرت مسیح کے وقت میں آسمان سے اس طرح پرتا آیا کہ ذکرہ یا کے گھر میں اسی طبع اور خاصیت کا بیٹا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ البتہ یہودی اس کے اترنے کے اب تک منتظر ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ سچ سچ آسمان سے اترے گا۔ اول بیت المقدس کے مناروں پر اس کا نزل ہو گا پھر وہاں سے یہودی لوگ اکٹھے ہو کر اس کو کسی نردبان وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لیں گے اور جب ڈھولوں کے سامنے وہ تاویل پیش کی جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اترنے کے بارے میں کی ہے تو وہ فی الفور عصمت سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت یحییٰ کے حق میں ناگفتنی باتیں سناتے ہیں اور اسی نبی کے فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہیں۔ بہر حال آسمان سے اترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اس کی حقیقت ظاہر ہوئی اور ان ہی کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اترنے کا ٹھکڑا طے ہوا اور یہ بات

حکیم مطلق نے میرے پر یہ ناز سر بلند کھول دیا ہے کہ یہ تمام عالم معہ اپنے بیچ اجزاء کے اس علت
 العلل کے کاموں اور ارادوں کی انجام دہی کے لیے بیچ بیچ اس کے اعضاء کی طرح واقع ہے جو خود بخود قائم۔
 نہیں بلکہ ہر وقت اس روح اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام قوتیں جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہیں۔ اور
 یہ عالم جو اس وجود اعظم کے لیے قائم مقام اعضاء کا ہے بعض چیزیں اس میں ایسی ہیں کہ گویا اس کے چہرہ کا
 فرد ہیں جو ظاہری یا باطنی طور پر اس کے ارادوں کے موافق روشنی کا کام دیتی ہیں۔ اور بعض ایسی چیزیں ہیں کہ گویا
 اس کے ہاتھ ہیں یا اور بعض اس کے سانس کی طرح ہیں۔ غرض یہ مجموعہ عالم خدا تبار کے لیے بطور ایک انعام
 کے واقع ہے اور تمام آب و تاب اس انعام کی اور ساری زندگی اس کی اسی روح اعظم سے ہے جو اس کی قیوم
 ہے اور جو کچھ اس قیوم کی ذات میں ارادی حرکت پیدا ہوتی ہے وہی حرکت اس اندام کے کل اعضاء یا بعض میں
 جیسا کہ اس قیوم کی ذات کا تقاضا ہو پیدا ہو جاتی ہے۔

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لیے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک
 ایسا وجود اعظم ہے جس کے پیشمار ہاتھ پیشمار اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اند
 الا متنا عرض اور طول رکھتا ہے اور تندرے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریخ بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں
 تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے جب
 قیوم عالم کوئی حرکت مجزوی یا کلی کرے گا تو اس کی حرکت کے ساتھ اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہو جائے گی
 لازمی امر ہو گا اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعے سے ظہور میں لائے گا۔ نہ کسی اور طرح سے پس
 یہی ایک عام نم مثال اس روحانی امر کی ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر ایک جزو نہایت تعالیٰ کے ارادوں کے
 تابع اور اس کے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ میں ظاہر کر رہی ہے اور کمال و درجہ کی اطاعت سے اس
 کے ارادوں کی راہ میں محو ہو رہی ہے۔ اور یہ اطاعت اس قسم کی ہرگز نہیں ہے جس کی صرف حکومت اور زبردستی
 پر بنا ہو بلکہ ہر ایک چیز کو خدا تبار کے طرف ایک منقظ ایسی کشش پائی جاتی ہے اور ہر ایک فرد ایسا بالطبع اسرونی
 طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک وجود کے متصرف اعضاء اس وجود کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں پس
 درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ کہ یہ تمام عالم اس وجود اعظم کے لیے بطور اعضاء کے واقع ہے اور اسی وجہ
 سے وہ قیوم العالمین کہلاتا ہے کیونکہ جیسا کہ اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات ۸۱۰۰
 قیوم ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نظام عالم کا بالکل بگڑ جاتا۔

ہر ایک ارادہ اس قیوم کا خواہ وہ ظاہری ہے یا باطنی دینی ہے یا دنیوی اسی مخلوقات کے توسط سے

سب از شمار میں یہ الہام
شائع ہو چکا ہے

یہ خدا کی وحی ہے جو قرآنی
آیات میں مجھ پر نازل
ہوئی

ان شاء اللہ تعالیٰ
رسالہ آسمانی ٹیکہ جو طاعون کے
بارے میں اپنی جماعت کے لئے تیار کیا گیا

کشتی نوح

ایمان اول ازیں طاعون دہنیرست : نہ ایں طاعون کہ طوفان عظیمست
بیابتاب سوئے کشتی ما : کہ ایں کشتی انان رب علیمست

اور دوسرا نام

دعوت الایمان تقویۃ الایمان

اور تیسرا نام

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا الْجَزُورُ وَالنَّاسُ

ترجمہ: اگر تم ایمان بھی لاؤ اور شکر گزارہ بھی ہو کہ تمہاری سجات کیسے مندانے آپ ہی ذریعہ
مقرر کر دیا تو پھر خدا کو کیا ضرورت جو تمہیں عذاب دے۔

الْكَافِرِينَ اللَّهُ جَعَلَهَا مِنْكُمْ لَعْنَةُ الْيَوْمِ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَجِمَ

اس کشتی نوح پر اور جو خدا کے نام پر اسکا چلنا اور نہ نجات خدا سو کی تقدیر کر لی ہیں کتب میں وہی حکم کر کے

۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

حکیم فضل دین صاحب بھیروی کی اہتمام سے مطبع الاضیاء اسلام میں چھپکر اپنی جماعت اور حق
کے طالبوں کی ہدایت اور تعلیم کے لئے شائع ہوا

یہ کیا دین ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ
 روحوں میں عیسیٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا پس سوائے
 مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا سہا سہا سے نبی
 کی سنت ہے اگر عیسیٰ زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی بیعتی تھی جو تم نہ اہلسنت ہو نہ
 اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں
 گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی۔ مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم
 کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح
 ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔
 اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفسد
 اور مفسر ہی ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح
 میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ
 صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ
 یہ سب بزرگ مریم بتوں کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک
 اپنے تین نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ
 اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم تو ریت میں حمل ہے کیونکہ نکاح کیا گیا اور بتوں ہونے کے
 عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور نغداد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار
 کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں
 کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔

۱۰ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں
 یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یودا۔ یعقوب۔ شمعون۔ یوزف
 اور دو بہنوں کے نام یہ تھے آسیا الیدیا۔ دیکھو کتاب اسٹوکلر ریکارڈس مصنفہ پادری جان
 ایلن گابز مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء ص ۵۹ - ۱۸۶

نوٹ: قرآن شریف میں ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا کہ مسیح اور اس کی والدہ
 صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیسا کہ فرماتا ہے وَأَرِنَهُمَا آلِي رِبُوعِ ذَاتِ

پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر ہیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم سچوگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے فضا و قدر تمہارے لئے لائے گا پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولے کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے غیرد برکت کا دن چڑھے !

اے امیر اور بادشاہو! اور دولت مند! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگائے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں۔ اور موت کو یاد نہیں رکھتے ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہی اس کے تمام لوگوں چاکر وں کا گناہ اس کی گردن پر ہے ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس کے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمند ویر دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ تم ہر ایک نے اعتدالی کو چھوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں بلکہ فیون۔ گاسنجا چرس، بھنگ، ناڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کیلئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے سو تم اس سے بچو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جس کی شامت سے ہر ایک سال سزاؤں کا تہانے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب الگ ہے ہر ہینر گار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمر میں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے حد سے زیادہ بد خلقی اور بے ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدایا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ پس کیا بد قسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھر دوسہ کر کے بکلی خدا سے موہنہ بھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو۔

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عینی علیہ السلام حاشیہ: شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے مگر اسے مسلمانوں تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں

بقیہ نوٹ

قرارد و معین یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا سو اس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور اڑی کا لفظ لعنت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسیٰ اور اس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس سے پناہ دی جاتی پس متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اس کی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔

وَلَمَّا أَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأَوْلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ
جو شخص مظلوم ہو کے بدلہ لے اس پر کوئی الزام نہیں

ستہین

مطبع

انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں بار
دوم چھپ کر ۲۰ جون ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا

نوٹ :- چونکہ قادیان میں اپنی جماعت کا کوئی آدمی گورکھی اور سنکرت
نویس نہیں ہے اس لئے صرف ان کے ترجمہ کی ہی تفسیح کی گئی ہے۔

۲- دوسری صورت اس قابل رحم بیٹے کے مصلوب ہونے کی یہ ہے کہ اس کے سولے ملنے کی یہ علت غائی قرار دی جائے کہ اس کی سولی پر ایمان لایا والے ہر ایک قسم کے گناہ اور بدکاریوں سے بچ جائیں گے اور ان کے نفسانی جہالتی ظہور میں نہ آئے پائیں گے مگر افسوس کہ جیسا کہ پہلی صورت خلالت تہذیب اور بدیہی البطلان ثابت ہوئی تھی ایسا ہی یہ صورت بھی کھلے کھلے طور پر باطل ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ یسوع کا کفارہ ماننے میں ایک ایسی خاصیت ہے کہ اس پر سچا ایمان لایا والا فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اور پھر بعد ازاں اس کے دل میں گناہ کا خیال ہی نہیں آتا تو تمام گذشتہ نبیوں کی نسبت کہنا پڑے گا کہ وہ یسوع کی سولی اور کفارہ پر سچا ایمان نہیں لائے تھے کیونکہ انہوں نے تو بقول عیسائیاں بدکاریوں میں حد ہی کر دی۔ کسی نے ان میں سے بت پرستی کی اور کسی نے ناحق کاہنوں کی اور کسی نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے برے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب سے قتل کر لیا۔ اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اس کی جو رو کو منگوایا اور اس کو شراب پلائی۔ اور اس سے زنا کیا اور بہت سال حرام کاری میں ضائع کیا اور تمام عمر سو تک بیوی رکھی اور بہ حرکت بھی بقول عیسائیاں زنا میں داخل تھی اور عجیب تریہ کہ روح القدس بھی ہر روز اس پر نازل ہوتا تھا اور زبور برٹی سرگرمی سے آ رہی تھی مگر افسوس کہ نہ تو روح القدس نے اور نہ یسوع کے کفارہ پر ایمان لانے نے بدکاریوں سے اس کو سکا آخر انہیں بد علیوں میں جان دی اور اس سے عجیب تریہ کہ یہ کفارہ یسوع کی دادیوں اور زانیوں کو بھی بدکاری سے بچا سکا حالانکہ ان کی بدکاریوں سے یسوع کے گوہر فطرت پر داغ لگتا تھا اور یہ دادیاں تا بیاں صرف ایک دو نہیں بلکہ تین ہیں چنانچہ یسوع کی ایک بزرگ نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی یعنی صاحب کسی یعنی کنجری تھی دیکھو بشوٹ ۷۲ اور دوسری نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی اس کا نام تر ہے یہ خانگی بدکاری عورتوں کی طرح حرام کاری تھی دیکھو پیرائش ۱۶-۳۸ سے ۱۰۳۰ اور ایک نانی یسوع صاحب کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی بنت سع کے نام سے موسوم ہے یہ وہی پاک دامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا تھا۔ لہ

نوٹ متعلق صفحہ ۱۰۳۱۔ عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے یسوع کو خدا بنا کر اس کی ذات کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ راست بازوں کے سامنے اس کو خرمندہ کیا بہتر تھا کہ اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے حد قہ دیتے اس کے لیے دعائیں کرتے تا اس کی عاقبت کے لیے جلائی ہوئی مشمت خاک کو خدا بنانے میں کیا حاصل تھا۔

نوٹ لہ ہمارے سید مولیٰ آئینت علی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری والدہ سے لے کر جو تک میری ماؤں کے

جرات کر سکتا ہے کہ اپنے تئیں نیک کہے یہ بات یقینی ہے کہ یسوع نے اپنے خیال سے اور بعض اور باتوں کی وجہ سے بھی اپنے تئیں نیک کہلانے سے کنارہ کشی ظاہر کی مگر افسوس کہ اب عیسائیوں نے نہ مرنے نیک قرار دیا بلکہ خدا بنا رکھا ہے عرض کفارہ مسیح کی ذات کو بھی کچھ نائدہ نہ پہنچا سکا اور تکبر اور خود بینی ہوتا ہے کی جڑ ہے وہ تو یسوع صاحب کے ہی حصہ میں ہی آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس نے آپ خدا بن کر سب نبیوں کو رہن اور شمار اور تاپاک حالت کے آدمی قرار دیا ہے حالانکہ یہ اقرار بھی اس کلام سے نکلتا ہے کہ وہ خود بھی نیک نہیں ہے مگر افسوس کہ تکبر کا سیلاب اس کی یہ تمام حالت کو برباد کر گیا ہے۔ کوئی بھلا آدمی گذشتہ ہزاروں کی مذمت نہیں کرتا لیکن اس نے پاک نبیوں کو رہن اور شماروں کے نام سے موسوم کیا ہے اس کی زبان پر ہر وقت دوسروں کے لیے ہر وقت بے ایمان حرامکار کا لفظ چڑھا ہوا ہے کسی نسبت ادب کا لفظ استعمال

بقیہ حاشیہ :- ہمارے پاس کئی وجود ہیں جن کے مفصل لکھنے کی ابھی ضرورت نہیں اور یقین ہے کہ محقق عیسائی

جو پہلے ہی ہماری اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں انکار نہیں کریں گے اور جو نادان یاوری انکار کریں تو ان کو اس بات کا ثبوت دینا چاہئے کہ یسوع کا شیطان نے ہمراہ جانا اور حقیقت بیداری کا ایک واقعہ ہے۔
 لہ اور صرع وغیرہ کے طوق کا نتیجہ نہیں مگر ثبوت میں معتبر گواہ پیش کرنے چاہئیں جو روایت کی گواہی دینے ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ کمبوتر کا اثر نا اور یہ کہنا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے اور حقیقت یہ بھی ایک مرگی کا دورہ تھا جس کے ساتھ ایسے تخیلات پیدا ہوئے بات یہ ہے کہ کمبوتر کا رنگ سفید ہوتا ہے اور باقم کارنگ بھی سفید ہوتا ہے اور مرگی کا مادہ بھی بلغم ہوتا ہے سودہ بلغم ہوتی شکل نظر آگئی اور یہ جو کما کما تو میرا بیٹا ہے اس میں یہ بھید ہے کہ حقیقت مصرع مرگی کا بیٹا ہی ہوتا ہے اسی لیے مرگی کو فن طبابت میں ام الصبیل کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں اور ایک مرتبہ یسوع کے چاروں حقیقی بھائیوں نے اس وقت کی گورنمنٹ میں درخواست بھی دی تھی کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے اس کا کوئی بند دست کیا جاوے یعنی عدالت کے جیل خانہ میں داخل کیا جاوے تاکہ وہاں کے دستور کے موافق اس کا علاج ہونو یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع اور حقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔ منہ

نوٹ - سوال یہ ہے کہ شیطان کو کس کس نے یسوع کے ساتھ دیکھا۔ منہ

قَدْ فَرَعْنَا مِنَ الرَّدِّ عَلَى قَوْمٍ يُسَمُّونَ آرِيَهُ فَاسْمُهُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 إِنَّا إِذْ أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ قَسَاءً صَبِيحٍ الْمُنذَرِينَ ط

ترجمہ

ہم آریوں کا رد لکھنے سے فراغت کر چکے سو اس خدا کو سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے
 ہم جب ایک قوم پر چڑھائی کرتے ہیں اور انکے صحن میں اترتے ہیں تو وہ صبح انکی ایک بڑی صبح ہوتی ہے جتنی ہی کی خبر ہوتی ہے



یہ کتاب آریہ صاحبوں کے اس مضمون کے جواب میں ہے جسکو انہوں نے اپنے مذہبی جلسہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء
 میں بمواہر چار سو مقرر ہماری جماعت کے مسلمانوں کے خود انکو اپنے گمراہیوں سے بلا کر سنایا تھا جو ہمارے بید ہوئے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دشنام دہی سے پڑھا جس میں دین اسلام پر جا بجا توہین اور سنہی اور ٹھٹھا
 کیا گیا تھا اور نہایت شوخی سے گندی گالیاں دیکر اور بیجا تہمتیں ہمدی مقدس ذات رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر لگا کر صدمہ مسلمانوں کو خود مدیکر کے نہایت دکھ دیا تھا اور اس کتاب کا نام ہے

چشمہ معرفت

از مؤلفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود جو ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں طبع ہوئی ،

باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مینجر

چنے قصور داروں کو گنہ بخشا کریں کیونکہ جس حالت میں خود پر میسر ایک گنہ پر کر ڈرنا جو لون میں ڈالتا رہتا ہے تو پہ کس منہ سے وہ لوگوں کو یہ نصیحت دے سکتا ہے کہ تم اپنے قصور داروں کے گنہ بخشید یا کرو۔ اور دید کے روستے دوسرے بیونکی تو ہیں بھی کرنا شاید ثواب میں داخل ہے۔ شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے کہ مسلمان بھی مباحثہ کے وقت نامناسب الفاظ دوسری قوموں کی بزرگوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں پس یاد رہے کہ وہ قرآنی تعلیم سے باہر چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کی اس بد تہذیبی کا موجب وہی لوگ ہو جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے ہیں مثلاً ظاہر ہے کہ مسلمان لوگ کس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو خدا کا پیارا رسول اور برگزیدہ یقین رکھتے ہیں لیکن جب ایک متعصب پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے باز نہیں آتا اور زبان درازی میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو انزاسی طور پر ایک مسلمان جسکو اس پادری کے کلمات سے کچھ درد پہنچا ہے ایسا جواب دیتا ہے کہ اس پادری کو برا معلوم ہو مگر پہر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آئی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں۔ بہر حال جاہلوں کے مقابل پر صبر کرنا بہتر ہے کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی -

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسلام میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے تو پھر کیونکر اسلام صلح کاری کا مذہب ٹھہر سکتا ہے پس واضح ہو کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت ہے اور یہ بات سراسر جھوٹ ہے

الحمد لله والمنة

کہ یہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ان کے مریدوں اور
ہمخیاں لوگوں پر اتمام حجت کے لیے محض نصیحتاً لید شائع کیا گیا ہے
اور بغرض اس کے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جائے اس رسالہ کے ساتھ
پچاس روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا گیا ہے جو اسی ٹائٹیل ہیج کے دوسرے
صفحہ پر مندرج ہے اور یہ رسالہ موسوم بہ

تحفہ گولڑویہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام
حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر یکم ستمبر ۱۹۰۲ء
کو شائع ہوا

کل ۱۳

دی پی ۱

جلد ۷۰۰

محصول ۱۲

قیمت: ۱۰

ہم بتاتے ہیں کہ اس جھگڑے کی اصلیت کیا ہے بزرگو! خداتم پر رحم کرے - یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کو غور سے دیکھنے اور ان کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالنے سے جو تو اتر کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ادائل حال میں تو بیشک یہودی ایک مسیح کے منتظر تھے تا وہ ان کو غیر قوموں کی حکومت سے نجات بخشے اور جیسا کہ ان کی کتابوں کی پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا داؤد کے تخت کو اپنی بادشاہی سے پھر قائم کرے چنانچہ اس انتظار کے زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح ہیں ہوں اور میں ہی داؤد کے تخت کو دوبارہ قائم کر دنگا سو یہودی اس کلمہ سے ادائل حال میں بہت خوش ہوئے اور صدی عوام اناس بادشاہت کی امید سے آپ کے معتقد ہو گئے اور بڑے بڑے تاجر اور رئیس بیت میں داخل ہوئے لیکن کچھ عقورے دنوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے اور میری بادشاہت آسمان کی ہے - تب ان کی وہ سب امیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص دوبارہ تخت داؤد کو قائم نہیں کرے گا بلکہ وہ کوئی اور پس اسی دن سے بغض اور کینہ ترقی ہونا شروع ہوا اور ایک جماعت کثیر مرتد ہو گئی پس ایک تو یہی وجہ یہودیوں

ضروری ہے تو گویا اس جہان کے اغراض سے بھی جسکے لئے بھیجے گئے تھے ناکام رہے اور وہ اصلاح جو اصل مقصود تھی نہ کر سکے اور قوم ضلالت سے بھرنے لگی اور آسمان پر جا کر بھی کچھ لذت اور راحت نہ اٹھائی آپ آسمان پر بے فائدہ بیٹھے ہیں نہ اس مقام پر ڈیرہ لگا نیسے اپنے نفس کو کچھ فائدہ اور نہ امت کو کچھ نفع - کیا انبیاء علیہم السلام کی طرف جو دنیا کی اصلاح کر کے پھر خدا کو جانتے ہیں ایسے امور منسوب ہو سکتے ہیں اول یہ تو سوچنا چاہیے کہ رفیع الی اللہ جو جامع لذات اخروی ہے بغیر موت کے کب ممکن ہے یہ تخلف وعدہ کیسا ہوا کہ رفیع الی اللہ کا وعدہ کیا گیا اور پھر بھٹایا گیا دوسرے آسمان پر - کیا خدا دوسرے آسمان پر ہے اور حضرت ابراہیم اور موسیٰ خدا سے اوپر رہتے ہیں

فصل انتہی مسلمانوں - اس میں ایک شہادت سے مراد کسوف شمس ہے اور دوسری شہادت سے مراد خسوف قمر ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا نے قدیم سے لکھ رکھا ہے یعنی مقرر کر رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہونگے یعنی گو کسی قسم کا مقابلہ آپڑے جو لوگ خدا کی طرف سے ہیں وہ مغلوب نہیں ہونگے اور خدا اپنے ارادوں پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو بدل دے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کسی ظلم سے الودہ نہیں کیا ان کو ہر ایک بلا سے امن ہے اور وہی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کر۔ وہ تو ایک غرق شدہ قوم ہے اور تجھے ان لوگوں نے ایک ہنسی کی جگہ بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہی ہے جو خدا نے مبعوث فرمایا اور تیری طرف دیکھتے ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص

اس کلام الہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اسلئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور کذاب یا مرتد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اما حکم منکم - یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بلکل ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل جبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھنا اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں

بیتنا
تہا
ملا

نشان آسمان پر ظاہر ہوگا پھر اسی نشان پر خدا نے بس نہیں کی بڑی بڑی فوق العاوت پیش گوئیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ بیکھرام والی پیشگوئی جس کی ساری برٹش انڈیا گواہ ہے کیسے شان اور شوکت سے ظہور میں اور باوجود ہزاروں طرح کی حفاظتوں اور ہشیاریوں کے کس طرح خدا کے ارادہ نے روز روشن میں اپنا کام کر دیا۔ ایسا ہی رسالہ انجام آتھم کی یہ پیشگوئی کہ عبدالحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک کہ اس عاجز کا پسر چہارم نہ پیدا ہوئے کس صفائی اور روشنی میں عبدالحق کی زندگی میں پوری ہوگئی اور ایسا ہی یہ پیشگوئی کہ انخوم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا بعد ان لوگوں کے جو سب مر گئے اور اس لڑکے کا تمام بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا ہوگا چنانچہ ان پیشگوئیوں میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جس طور سے اور جس تاریخ میں بیکھرام کا قتل ہونا بیان کیا گیا تھا اسی طرح سے لیکھ رام قتل ہوا۔ اور کئی سو لوگوں نے گواہی دی کہ وہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوگئی چنانچہ اب تک وہ محض نامہ میر سے پاس موجود ہے جس پر سندھوں کی گواہیاں ثبت ہیں ایسا ہی پیشگوئی کے مطابق میرے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوئے اور پسر چہارم کی پیدائش تک پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی زندہ رہا اس میں کیسی قدرت الہی پائی جاتی ہے۔ ایسا ہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مکرہی انخوم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ پھوڑے ایک سال سے بھی کچھ زیادہ دراز تک اس لڑکے کے بدن پر رہے جو بڑے بڑے خطرناک اور بد نما اور سوتے اور ناقابل علاج معلوم ہوتے تھے جن کے اب تک داغ موجود ہیں کیا یہ طاقتیں بجز خدا کے کسی اور میں بھی پائی جاتی ہیں؟ پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تزیان القلوب میں درج ہیں پھر ان سب کا ذکر کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

هذا هو الكتاب الذي ألهمته حصلة منه من رب العباد - في يوم عيد من الأعياد - فقرأته على الحاضرين بالطاق
 بالروح الأمين - من غير مدد الترتيم والتدوين - فلا شك أنه آية من الآيات - وما كان لبشر أن ينطق
 كلمتي مرتجلاً مستحضراً في مثل هذه العبارات - وكان الناس يرقبون طبعه دقية يوم العيد لينظروا
 بعين المشتاق المرید - فالحمد لله الذي أوهم مقصودهم بعد الانتظار - ووجدوا مطلبهم
 كستان مذلة اغصانه من الثمار - وانه صنيعه احسان الحضرة - ومطية تبليغ الناس
 الى السعادة وانه غيث من الله بعدما أمحلت البلاد وهم الفساد - ولن تجد
 هؤلاء المعارف في الاثار المنتقاة المأثرة من الثقات - بل هي حقائق اوحيت
 الى من رب الكائنات - وانه اظهر تام - وهل يعد المسيح كتم
 وهل بعد خاتم الخلفاء على السرختم - وليس من العجب
 ان تسمع من خاتم الائمة - نكاتها سمعت من قبل من
 علماء السلة - بل العجب كل العجب ان يأتي المسيح
 الموسود والامام المنتظر رحمة الناس وخاتم الخلفاء
 ثم لا يأتي بمعرفة جديدة من مفارقة الكبرياء
 ويتكلم كتكلم العامة من العلماء ولا يفرق
 فرقاً بيننا بين الظلمة والضياء -
 داني سميته هذه الرسالة

خُطْبَةُ الْهَامِيَّةِ

وَإِنِّي عُلِّمْتُهَا الْهَامًا مِنْ رَبِّي وَكَانَتْ آيَةً

وانها طبع في مطبع ضياء الاسلام قاديان باهتمام الحكيم فضل الدين

الجهيروي في سنة ١٣١٩ من الهجرة المقدسه

تتم في نسخة واحدة
عص

تعداد النسخ
٢١٠٠

الحاشیہ : ان اللہ خلق آدم وجعلہ وسیداً وحاکماً وامیراً علی کل ذی روح من الانس
والجان كما یفہم من آیتہ اسجدوا لادم ثم اذله الشیطان واخرجه من الجنة
ورد الحكومة الى هذه الثعبان ومس آدم وخزي في هذه الحرب والاموان . وان
الحرب سجال ولا تقياً وما ل عند الرسل فخلق الله للمسيح الموعود وليجعل الهزيمة
على الشيطان في اخر الزمان . وكان رسداً مكتوباً في القرآن . منه .

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور اس کو سید اور حاکم اور امیر بنایا ہر ذی روح پر
انسانوں اور جنوں میں سے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے اس آیت سے (سجدہ کرو آدم کو) پھر شیطان
نے آپ کو ذلیل کر دیا اور آپ کو جنت سے نکال دیا اور حکومت واپس لوٹا دی گئی . ان اٹھوا کی
طرف اور آدم کو چھوڑا رسوائی نے اس لڑائی میں اور ذلت نے . اور بے شک لڑائی ڈول ہے اور
پرہیزگاروں کے لیے وبال ہے اللہ کے نزدیک . پس پیدا کیا اللہ نے مسیح موعود کو اور تاکہ ڈائے شکست
شیطان پر آخر زمانے میں . یہ وعدہ لکھا ہوا تھا قرآن میں .

الحمد لله والمنته کہ بتایید و بتوفیق آں نعم المولى
و نعم النصير و عنایات آں ذات جلیل و عظیم و کبیر حصہ اول کے کتاب کے جواب موعوم بہ

ایضاً کمال السلام

جس کے

دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے



بماہ جولائی ۱۹۲۳ء

بار دوم — تعداد ۱۰۰۰

وزیر ہند پریس امترس میں شیخ یعقوب علی، ترازب احمدی عربی و
ناظم بکٹ پوٹا لیف اشاعت جماعت احمدیہ قادیان نے چھپو کر شائع کیا

بہادر سنگھ پرنٹرز زینجر

ایڈیشن اول کتاب ہذا کا ریاض ہند امترس پریس قادیان میں ماہ فروری ۱۸۹۳ء میں طبع ہوا

درایتنی فی المنام عین اللہ ویتقنت انسی ہو ولم یبق فی ارادة ولا خطر ة و

لا عمل من جهة نفسی وصمت کاتار مشام بل کشتی تا بطه نشی آخر اخفاة فی نفسحتی ما بقى منه
 اثر ولا راحت و صار کالمفقورین و اعنی بعین اللہ ساجوع الظل الی صله و غلبوة فیه کما جبرہی
 مثل هذه الحالاة فی بعض الاوقات علی المحییین و تفصیل ذلک ان اللہ اذا اباد شیئاً من نظام الخیو
 جعلنی من تجلیانہ الذاتیتہ بمنزلہ مثلیتہ و علمہ و جوارحہ و توحید و تقویہ لہ لاتمام مرادہ
 تکمیل صواعیدہ کما جوت عادتہ بالابدال والانتطاب والصدقتین۔ نوایت ان درجہ احاط
 علی و استوی علی جسمی و لفتنی فی ضمن وجودہ حتی ما بقى منی ذرة و کنت من الغائبین و نظرت
 الی حسدی تاذا جوارحی جوارحہ و عینی اعلیة و اذ فی اذنه و لسانی لسانہ۔ اخذ فی ربی
 و بی واستونانی و اکدا الاستیفاء حتی کنت من القاین۔ و درجہ تدارنہ و توتہ نفور فی نفسی سلطاً
 الجبوت۔ تا بقیت و ما یقی اداد فی و لامنای۔ و انهدمت عمارة نفسی کلہا و توارت عمارات رب
 العلمین۔ و انحت اطلال وجودی و عفت بقایا انانیتنی و ما بقیت ذرہ من هوتنی۔ و اللوہیة
 غلبت علی غلبہ شدا بجا تامةً و جذبت ایہا من شعر راسی الی ظفار ارجلی۔ تکنت کشتی لایبری
 او لقطر توجرت الی البحر نسترہ البحر بوداء و کان تحت امواج الیم کالمستورین۔ تکنت فی هذا الحالہ
 لا ادری ما کنت من قبل و ما کان وجودی۔ و کانت اللوہیة فضذت فی عروقی و اتنادی و اجزاء
 اعصابی و سابت وجودی کالمتهویین۔ و کان اللہ استخدام جمیع جوارحی و ملکها یفوی لایمکن زیادہ
 علیہا تکنت من اخذہ و تناولہ کان لہا کس من الکاشین۔ و کنت ایتقی ان جوارحی لیست جوارحی
 بل جوارح اللہ تعالی و کنت تمخیل الی انعدمت بكل وجودی و انمخلت من کل هویتی۔ و الان
 لا هنا ذع ولا شایب ولا تا بضع یذاحم۔ و دخل ربی علی وجودی و کان کل غضبی و حلمی و حلوی و
 مری و حوکتی و سکونی لہ و منه و صرت من نفسی کالخالین۔ و بینما انا فی هذا الحالہ کنت
 اتول انا نوید نظاماً جدیداً اسماء جدیداً و ادرناً جدیداً تخلقت السموت و الارض اولاً
 بصورتہ اجالیہ لا تفریق فیہا ولا توتیل ثم نزلت و سببتہا بوضع هو مواد الحق و کنت اجن نفسی
 علی خلقہا کالقادسین۔ ثم خلقت السماء الدنیا و قلت انا وینا السماء الدنیا بمصایح ثم قلت الکی
 تخلق الانسان من سیللة من طین ثم اتخذت من الکشف الی الالہام فجرى علی لسانی ادرت ان
 استخلفت فخلقت آدم انا خلقتنا الانسان فی احسن تقویہ۔ و کنا کذلک خالقین۔ و القی فی قلبی۔

اردو ترجمہ کے لیے کتاب البریہ مصنف مرزا قادیان کے صفحات ۷۸ و ۷۹

ملاحظہ ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

کتاب البریہ

از تصنیف منیف

حضرت میرزا غلام احمد صاحب ^عمیرح ^عموجود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جسے

مینجربیک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور نے شائع کیا

دسمبر ۱۹۳۲ء

بار دوم تعداد ۱۰۰۰ قیمت عمر

کشف کو بھی میں براہین میں چھاپ چکا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تمام صفات روحانی میرے اندر ہیں اور جن کمالات سے وہ موصوف ہو سکتے ہیں وہ مجھ میں بھی ہیں۔ اور پھر ایک اور کشف ہے جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۲ و ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے اس کو بعینہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے، ترجمہ: میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخدار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبایا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل محفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بال اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پس ڈالا۔ سونہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پانک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی تیل نہ تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی پس میں اس شے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا لے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضاء میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اسے سارے وجود سے معدوم اور اپنی الوہیت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور منازع روک کرنے والا نہیں رہا خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں

میں یوں کہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چلتے ہیں۔ سو میں نے اپنے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا ذینا السماء لذنیا بمصا بیح۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر باری ہوا اذت وان استخلف

یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت میرے پر ظاہر ہوئے اور اس قسم کے اور بھی بہت سے الہامات ہیں جن کو میں قریباً پچیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور بہت سے ان میں سے میری کتاب براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن کے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھ کر ہیں کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو ان میں نے الہامات سے لغو باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی اور سب سے بڑھ کر ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور آپ کے ہر ایک فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے اور یہ کہہ کر کہ وما یطلق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی آپ کی تمام کلام کو اپنی کلام ٹھہرایا

مراقبہ بخداوند خویش و عظمت او
کہ ہست این ہمہ از وحی پاک گفتارم (سید محمد عود)

البشری

جلد اول

یعنی

الہامات، مکاشفات و روایا ہر دو برکات رحمانی مصدر انوار قرآنی حضرت مسیح موعود
و امام ہدی موعود **مُجْتَمَعُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ** جنوری اللہ جل جلالہ الانبیاء حضرت سیدنا و مرشدنا
حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہم

جزء کو

حضور مغفور کے ایک ناچیز خادم ابوالفضل محمد منظور انبی احمدی جنومہ سوسہ روی ثم القادیانی لایا محض صاحب مغفور

نے

بعہد خلیفۃ المؤمنین صدیق ثانی علامہ دوران حامی دین مبین سیدنا مولانا حاجی الحرمین الشریفین

حضرت حکیم مولانا مولوی نور الدین صاحب بھیروی ثم الفتادیانی

ربیع الاول ۱۳۳۱ھ المقدس مطابق ماہ فروری ۱۹۱۳ء و ۲۵ جمادی اول ۱۳۳۱ھ
جمع و مرتب کر کے

باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب منیجر
اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا

تعداد جلد: ۱۰۰۰ قیمت فی جلد: ۲

قبول کی گئی ہیں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا۔ اور نماز پڑھوگا اور روزہ رکھوگا۔ اور وہ چیز تجھے دوںگا جو تیرے ساتھ
ہمیشہ رہے گی (الحکم جلد ۱، نمبر ۵ صفحہ ۱۶)

۳۳ (۲۳۵) فروری ۱۹۰۳ء۔ اَمَلٌ وَاَصْوَمٌ اَسْفَرُوا نَامًا وَاَجْعَلْ لَكَ الْاَوَادُ الْقُدْرَةَ وَاُعْطِيكَ مَا
يَدْرُؤُكَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰلِحِيْنَ (ترجمہ) میں نماز پڑھوگا اور روزہ رکھوگا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے
اپنے آنے کے نور عطا کروںگا۔ اور وہ چیز تجھے دوںگا۔ جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ
اختیار کرتے ہیں (الحکم جلد ۱، نمبر ۵ صفحہ ۱۶ کالم)

۳ (۲۳۰) فروری ۱۹۰۳ء۔ بَدَا مَا عِنْدَ هٰذَا مِنَ الْوَمَاحِ (ترجمہ) انہوں نے جو کچھ ان کے پاس ہتھیار تھے سب
ظاہر کر دیئے (البدر جلد ۲، نمبر ۲ صفحہ ۱ کالم)

۴ (۲۳۱) فروری ۱۹۰۳ء۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاَكْفَرُوْا يَغْتَدُوْنَ (ترجمہ) کیونکہ وہ نافرمانی میں حد سے گزر
گئے تھے (الحکم جلد ۱، نمبر ۵ صفحہ ۱۶ کالم)

۸ (۲۳۲) فروری ۱۹۰۳ء صبح حَوْبٌ يَّهْبِلُهُ (ترجمہ) جوش سے بھری ہوئی لڑائی (ٹوٹ) اس امام
کے مطابق اسی دن شام دیا بندی آریوں کی طرف سے ایک گندی گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار بجواب اشتہار مسلمان
شائع ہوا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اس امام کو اس واقعہ پر چسپان فرمایا (البدر جلد ۲، نمبر ۲ صفحہ ۱ کالم)

۹ (۲۳۳) فروری ۱۹۰۳ء۔ اِنِّيْ مَعَ الْاَسْبَابِ اَتَيْتْكَ بِنِعْمَةٍ اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اِحْبَبْتُ اِحْطٰى وَاُحِبُّ
اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ يُحِبُّ (ترجمہ) میں اسباب کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤںگا۔ خطا کروںگا اور بھلائی کروںگا میں
اپنے رسول کے ساتھ عیٹ ہوں (البدر جلد ۲، نمبر ۲ صفحہ ۱ کالم)

۱۰ (۲۳۴) فروری ۱۹۰۳ء۔ اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاِنْ اَبُوْحَ الْاَمْرَءِ اِلَى الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (ترجمہ)
میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوںگا۔ اور ایک وقت مقرر تک میں اس زمین سے علیحدہ نہیں ہوںگا۔ (البدر
جلد ۲، نمبر ۲ صفحہ ۱ کالم)

۱۳ (۲۳۵) فروری ۱۹۰۳ء۔ اے ازلی ابدی خدا بیٹیوں کو پکڑ کے آ (مفہوم از حضرت
اقدس) اے ازلی ابدی خدامیری مدد کے لیے آ (البدر جلد ۲، نمبر ۲ صفحہ ۲۹ کالم)

۱۷ (۲۳۶) فروری ۱۹۰۳ء۔ يَوْمَ الْاَشْنَيْنِ وَفَتَحَ الْحُنَيْنِ (البدر جلد ۲، نمبر ۲ صفحہ ۳۹ کالم)

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
 کشف وحی: میں نے دیکھا کہ ایک کتاب ہے گویا وہ میری کتاب ہے اس کا نام :-
 اس کتاب کا یہ نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا

دیکھو اخبار بدوہم اکتوبر ۱۹۰۶ء

مصحح المصلیٰ

کتاب الصلوٰۃ

جلد اول

کتاب الطہارۃ

مجموعہ فتاویٰ احمدیہ

انفاس قدسیہ امام صاحب جی علی دخی مسیح موعود مہدی مسعود بنی ربانی و مرسل یزدانی حضرت
 سید میرزا غلام احمد قادیانی و بہر دو جلیل القدر خلفائے اور حضرت السید نور الدین اعظم خلیفہ اول و
 حضرت السید محمود احمد اول الغریم فضل عمر خلیفہ ثانی علیہم الصلوٰۃ والسلام

بدیہ ایس لائی منظرہ بحضور جملہ خاندان نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام امانت باہل امانت: ناظم فنکار محمد فضل چکوی

اسرار شریعت عربی جلد اول

کتاب الطہارۃ و کتاب الصلوٰۃ

مؤلف تراہ اقدم علمائے ربانی محمد فضل احمدی قادیانی وار و چیگا بنگیال

۱۹۴۳ء

کھتیل گوہر خان ضلع راولپنڈی

۱۳۴۵ھ

اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کر لی۔ حضرت نے اس کو تحصیل علوم کے لیے نادریان میں کٹھرنے کا امر فرمایا اور اس کے سب اخراجات کا ذمہ اٹھایا اور فرمایا کہ تمام علوم دینی یہاں سے حاصل کر کے اپنے وطن میں جا کر تبلیغ کرو۔ ایک دو ماہ وہ نادریان میں پڑھنا رہا اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھ کر اندر بھیجا جسکا جواب حضرت اقدس نے الفاظ ذیل میں لکھ کر اس کو بھیجا۔ وہی خط جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسی محمد کو لکھا تھا۔ خاکسار راتم الحروف نے نقل کر لیا تھا جو کہ یہاں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ان دونوں خاکسار راتم حروف نادریان میں موجود تھا۔ (محمد فضل بقلم خود)

السلام علیکم۔ بلع ای مکتوب فالا سفت کل الاسف۔ انک ما تفہم ما قصدنا لک انک تطلب قشر الاسلام وکنا اردنا ان توزق من لب السلو ورحد ولو کنت تحنات اللہ لفکرت قیما بعثنی اللہ بہ واعلم ان عملا من الاعمال لا یفید لاحد من دون ان یعن نبی ویرعن دعوی ودلائلی فالحیو کل الحیو لک ان تتوب من خیال ذہابک بعد العید وتلبت عندنا بوہن من الزمان وتتعلم علماً اتانا اللہ ولا اعلم ای۔

اسرار شریعت عربی جلد اول کتاب الصلوٰۃ
 بِذِكْرِ اللَّهِ تَرْوَادُ الذُّنُوبِ وَتَطْمَسُ الْبَصَابُ وَالْقُلُوبُ
 وَذِكْرُ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَشَمْسُ الذَّاتِ كَيْسَ لَهَا مَعْنَى

ان حضرت الحق تعالیٰ لہمت وخرس وشداء ما یطرق اہلہا من الہیۃ والتجلی قال اللہ تعالیٰ وحشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا همسا۔ انما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوک السملۃ فی بعض الاوقات ویداکوہا فی بعض الاوقات تشریحاً بضعتا رامتہ وراقویا للعود الا فرہو صلی اللہ علیہ وسلم حاضراً وبعہ علی الدائم لانہ ابن الحضرۃ واخو الحضرۃ وامام الحضرۃ۔

حکمت تشریح بعض الاذکار مثلاً

انما جاء بعض الاذکار مثلاً فی الصلوٰۃ وخارجہا ای بان یقول ذلك ثلاث مرات لم یصل بذک اللہ الثواب المحسوس والثواب التخیل والثواب المعنوی یتبعم حساً وخبیاً لا وعقلاً کما من یذکون خیالاً وعقلاً۔

فَأُتِيَ فِي الْبَيْتِ فِي الْحَجِّ تَبْلِغُ تَصْحِيحِ الْإِيمَانِ وَأَنَّ أَدْوَالَ أَرْبَعَةَ زَوْبِيَّةَ فَانْفَقَ فَيَأْخُذُ بِاللَّهِ مِنَ الضَّرْوَةِ
فَإِنْ شُئْتَ فَالْبَيْتِ وَامْكُتْ وَأَنْ شُئْتَ نَأْذِمْ بِهِذِ الزَّادِ مَنَاوَلِيسَ لَكَ فِي ذَهَابِ خَيْرِ بِلِ حَسْبَانِ
مَبِينِ وَلَكِنْ كَيْفَ ائْمَهُكَ دَلَاغِي الْإِبْصَارِ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصَّدْرِ وَالسَّلَامِ عَلَى مَنْ أَسْلَمَ

الواقم المتوكل على الله الاحدا احمد عنى الله عنه

ترجمہ: السلام علیکم۔ تمہارا خط ہم کو ملا۔ بڑا انوس ہے کہ تم نہیں سمجھے ہو اس ارادہ کو جو ہم نے
تمہارے لیے کیا تھا۔ تم اسلام کا چھکا کا طلب کرتے ہو اور ہم نے ارادہ کیا تھا کہ تم کو اسلام کا مغز اور اس کا
روح دیا جائے۔ اگر تم خدا تعالیٰ سے ڈستے تو جس بارے میں خدا نے مجھے بھیجا ہے اس میں نگر کرتے جان
لو کہ کی کوئی عمل بغیر میری شناخت اور میرے اور میری دلائل کی واقفیت کے فائدہ نہیں دیتا۔ تمہارے لیے
بہتر ہے کہ عید کے بعد جانیکے خیال سے توبہ کرو اور کچھ مدت ہمارے پاس رہو اور وہ علم حاصل کر دو جو خدا
تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمکو صحت ایمان کے بغیر چ کرنے میں کیا فائدہ ہوگا۔ میں تم کو
ردیہ بھیجتا ہوں جو ضرورت ہو۔

اسرار شریعت عربی۔ جلد اول۔ کتاب الصلوٰۃ

۱۔ ان الامامة وضعت لربط كلمته الاتحاد والاتفاق المسلمين على طاعة الله تعالى فمن اذنب
فعلا قبيحا وكان مصرا على خلاف الشريعة خرج عن طاعة الله تعالى لمن يربط كلمة اتحاد
المسلمين على يديه لانه ناسق فلا يجوز ان يولى في الاملة بالناس من يفعل فعلا من المنكرات
الحرمية مع امكان قولية من هو خير منه كيف وفي الحديث من تدا وجلا عملا على عصا
وهو يجد في تلك العصا من هو ارضى الله منه فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنين
وفي حديث اخر اجعلوا ائمتكم خيرا دكرنا فوضدكم فيما بينكم وبين الله وفي حديث اخر
اذ اام الوجال القوم وفيهم من هو خير منه له بينا العا في سفان.

۲۔ وفي سال ابى داود وغيره ان رجلا من الانصار كان يعلى يقوم اماما فيصق في القلب
قامرهم النبي صلى الله عليه وسلم ان يعزوه عن الامامة ولا يصلوا اخلاقه فجاء الى النبي صلى الله

جس نے مسیح موعود و مہدی مسوٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں

خط بنام عبدالحکیم مرتد و تشعید الاذعان جلد ۴ نمبر ۴ صفحہ ۱۳۵

از حضرت مسیح موعود و مہدی مسوٰ علیہ السلام۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ ہزار ہا آدمی جو میرے جماعت میں شامل نہیں کیا راستبازوں سے خالی ہیں۔ تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہیے کہ وہ ہزار ہا یہود و نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے۔ کیا وہ راستبازوں سے خالی تھے۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۷۸ میں فرمایا۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ہی ماننے والے کو۔

السرار شریعت عربی۔ جلد اول۔ کتاب الصلوٰۃ

پہول گہ در رشتہ او سفتہ شو
مردمان تو گہ بیک دیگر شوند
مفضل انجم ز جذب باہم است
مستی کو کب ز کو کب محکم است
در نہ مانند غبار آشفته شو
شفقتہ در بیک رشتہ جو ہر شوند

۴ - ان اللہ ربط جميع اشیاء العالم برابطة الاتحاد والوحدة وانه اذ انا تلك لصورة
لجاءم التشريعی فی الجماعة والامامة وینا هنا علی ذلك انه لا تنتظم امر قوم و
لا تتكون صورة الوحدة الا باطاعة شخصية للا يقض نظام الاتفاق -

۷ - انظروا الى نظام وحدة لاول كيف توطئ جميع اركانها بجبل الوحدة السلطانية
من ادنى ملائم الی اعلى قائد العبا کو والضابط وملاذ الهام والوزير والسلطان
فانهم ان لا يعملوا بعضهم تحت بعض ولو ينسلكوا بسلك اطاعة بعضهم لبعض لا تقضت
نظام السلطنة بلجم البصر

۸ - انظروا الى نظام الشمس ان الله تعالى جعلها اماماً لجميع سلسلة الكائنات و

درخواست جلال الدین صاحب شمس مختار مدعا علیہ

مورخہ ۲ - دسمبر ۱۹۳۲ء

جس میں تحریر کیا گیا کہ عبدالرزاق فوت ہو گیا ہے۔ لہذا
اب مقدمہ ہذا میں کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہ ہے

بعداً دسٹرکٹ جج بہادر بہار لپور

بمقدمہ غلام عائشہ بنام عبدالرزاق
زیر آرڈر ۳۲ رول - اضابطہ دیوانی

جناب عالی

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۳ء کو رحلت فرما گئے ہیں اور ان حالات میں مقدمہ مندرجہ عنوان میں کسی تجویز کی ضرورت نہیں رہتی۔ مدعیہ آزاد ہے کہ جہاں چاہے شادی کرے اور چونکہ مدعا علیہ کو کبھی خلوت صحیحہ حاصل نہیں ہوئی۔ اس لیے عدت وغیرہ کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی مقدمہ ہذا کی اغراض کے لیے مدعا علیہ کا کوئی قائم مقام قانون کی نگاہ میں مقرر ہو سکتا ہے اور ان حالات میں یہ بے معنی ہوگا کہ کوئی فیصلہ بحق مدعا علیہ یا برخلاف مدعا علیہ صادر کیا جائے اور یہ قرین انصاف ہوگا کہ مثل مقدمہ داخل دفتر فرمائی جائے۔

خاکسار
جلال الدین شمس

۴ دسمبر ۱۹۳۳ء

درخواست ہائے مسماۃ غلام عائشہ

مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۲ء و ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء

جس میں قانونی حوالہ جات پیش کئے جا کر ثابت کیا گیا کہ
برائے قانون عدالت فیصلہ سنانے کی مجاز ہی نہیں بلکہ
پابند ہے۔

بعدالت عالیہ ڈسٹرکٹ جج بھاولنگر
 سماۃ عائشہ مدعیہ بنام عبدالرزاق مدعا علیہ
 دعویٰ تیسخ نکاح از یوم ارتداد

جناب عالی۔

۱۔ منجانب مختار مدعا علیہ ایک درخواست پیش ہوئی ہے کہ مدعا علیہ فوت ہو چکا ہے۔ جس پر عدالت نے مدعیہ کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ قانون پیش کرے کہ اس مرحلہ پر عدالت فیصلہ نہیں سنا سکتی یا سنا سکتی ہے۔
 ۲۔ مختار مدعیہ نہایت ادب سے التماس کرتا ہے کہ عدالت زیر قاعدہ ۶ آرڈر ۲۲ ضابطہ دیوانی فیصلہ سنا سکتی ہے۔ خواہ بنائے دعویٰ رہے یا نہ رہے۔ اور استحقاق نالاش قائم رہے یا نہ۔ گویہاں اس مقدمہ میں استحقاق نالاش قائم ہے۔ ردقمہ ماسبق آرڈر (۲) میں قائم مقام کی ضرورت ہے لیکن اس قاعدہ ۶ میں قائم مقام کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو فیصلہ جات ۱۰۶ ۱۹۱۵ء پنجاب ریکارڈ ۲۶ جلد مدراس صفحہ ۱۲۱۔ اہ آباد سال ۲۳ء صفحہ ۱۱۱۔ لاہور سال ۲۳ء صفحہ ۱۰۔ آرڈر ۶ رول ۲۲ ضابطہ دیوانی۔

۳۔ اس مقدمہ میں فیصلہ سنانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ مقدمہ ایک دفعہ سہرے عدالت ہائے ریاست ہند سے مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ ہو چکا تھا لیکن انتہائی عدالت نے وہ تمام فیصلہ جات اس لیے منسوخ کر دیئے کہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے۔ ریاست ہند میں اسلامی ضابطہ کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے تھا لہذا اب جو جیب ضابطہ اسلامی مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے۔
 ۴۔ اگر عدالت عالیہ مدعا علیہ کو فوت تسلیم کرنے کی بنا پر فیصلہ ملتی تو اس کے سنی یہ ہوں گے کہ عدالت مدعیہ کے حقوق دادری عطائے خرچہ سے بھی انکار کرتی ہے۔
 لہذا التماس ہے کہ لوجوہات بالا اس مقدمہ کا لازماً فیصلہ سنایا یا کر مدعیہ کی دادری فرمائے جاوے۔
 مورثہ ۲۰/ دسمبر ۱۹۲۲ء۔

رضی

سماۃ عائشہ بذریعہ حاجی محمود مختار خاص

نقل درخواست مختار مدعیہ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء

بمحلکہ ڈسٹرکٹ ججی بساؤلنگ

مسماٹ عائشہ

بنام

عبدالرزاق مدعا علیہ

دعویٰ دلاپانے ڈگری استقراریہ نسخ نکاح فریقین

بوجہ

ارتداد شوہرم مدعا علیہ از یوم ارتداد

جناب عالی!

بمقدمہ صدر قانون بحث طلب یہ ہے۔ بجز من تسلیم موت مدعا علیہ فیصلہ عدالت سنا سکتی ہے یا نہ۔
مختار مدعیہ حسب ذیل عرض کرتا ہے:

۱۔ یہ مسئلہ امر ہے کہ موت احد الفریقین بعد سماعت مقدمہ قبل از اجراء فیصلہ وقوع میں آئی ہے۔
اس کے متعلق قاعدہ نمبر ۲۶ آرڈر نمبر ۲۲ ضابطہ دیوانی اس مرحلہ مقدمہ کیلئے خاص وضع کی گئی
چنانچہ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی کی جو مجموعہ ضابطہ دیوانی کی تمیمات پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوئی تھی
وہ تشریح کرتی ہے کہ واقعہ موت کو مقدمہ کے تصفیہ سے کچھ سروکار نہیں ہے اس لئے اس آرڈر نمبر ۲۲
کے متعلق جو رپورٹ کمیٹی نے کی ہے وہ درخواست میں بعینہ حرف بحرف نقل کی جاتی ہے۔

”جو دفعات کہ قانون موجود میں مقدمہ کی سماعت کی نسبت ہیں ان میں ہمارے نزدیک اہم تغیر کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم نے اس صورت خاص کا بصراحت لکھ دینا ضروری سمجھا جبکہ کوئی فریق بعد سماعت مقدمہ مگر قبل اجراء فیصلہ کے فوت ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کو مقدمہ کے نصفیہ سے کچھ سرکار نہ رکھنا چاہیے۔ پس اسی غرض سے ہم نے اس مضمون کی دفعہ داخل کر دی کہ فیصلہ باوصف وفات فریق کے بھی سنا یا جاسکے“

(ملاحظہ ہو رپورٹ)

۲۔ آرڈر ۲۲ کے متعلق ضابطہ دیوانی میں صاف درج ہے کہ آرڈر ہذا تغیرات بدوران دعوے سے متعلق ہے۔

استحقاق نالاش یا عدم استحقاق نالاش کی شرط دوران مقدمہ میں ہے اس لیے اگر استحقاق نالاش قائم ہے تو بذریعہ قائم مقام کے مقدمہ کی سماعت جاری رہے۔ اگر استحقاق نالاش قائم ہی نہیں بقدم ختم ہو جاتا ہے اور قائم مقام کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ آرڈر ۲۲ میں جس قدر رول بجز رول ۷ کے ہیں۔ متعلق دوران مقدمہ کے ہیں اور قاعدہ ۷ میں صاف تحریر کیا گیا ہے یہ قاعدہ جدید ہے جیسا کہ رپورٹ کمیٹی سلیکٹ نے ظاہر کیا ہے (پس اس غرض سے ہم نے اس مضمون کی دفعہ داخل کر دی) کہ وہ دفعہ ۷ اور ۲۲ کی ہیں۔ اس رول نمبر ۶ میں استحقاق نالاش کی شرط کا نہیں ہے۔

۳۔ جو مقدمہ ہذا میں جبکہ موت مدعا علیہ بعد سماعت مقدمہ قبل اصدار فیصلہ وقوع میں آئی ہے استحقاق نالاش کے قائم یانا قائم رہنے کا تعلق نہیں ہے۔ بوجوہات ذیل :-

(الف) دعوئے مدعیہ یہ ہے کہ مدعا علیہ سال ۲۲ء میں مرتد ہو چکا ہے۔ یوم ارتداد سے مدعیہ اس کی

منکوہ نہیں رہی۔ ڈگری استقراریہ عدالت سے بھی طلب کرتی ہے کہ باعث ارتداد مدعیہ اس کی منکوہ نہیں رہی۔ ملاحظہ فقرہ نمبر ۳، نمبر ۴، نمبر ۵ عرضی دعوئے۔

(ب) شرعاً ارتداد طلاق فسخ نکاح و حرمت مظاہرہ و رضنا وغیرہ کے متعلق مختلف نہیں۔ ارتداد کا یہ حکم ہے۔ ارتداد کے وقت نکاح بلا حکم قاضی خود بخود فسخ ہو جاتا ہے۔ اور دعوئے فسخ نکاح خیال البوراع وغیرہ میں فسخ نکاح حکم قاضی کے وقت سے ہوگی ارتداد میں عدت نہیں ہوا کرتی۔ صرف ایک حیض استبرار ہوا کرتا ہے اور موت میں عدت ہے۔ مقدمہ ہذا میں اگر مدعا علیہ دوران مقدمہ میں مرتد جاتا ہے مدعیہ کا استحقاق نالاش قائم رہتا۔ کیونکہ مدعیہ کی وادرسی یہ ہے کہ وہ یوم ارتداد سے

فیصلہ صادر فرمایا جاوے اور اگر ان نظائر سے تشقی نہ ہو تو مزید بحث کے لیے مطرقالہ لیلیف گاہ صاحب بیڑاٹ
پیش کیے جا سکتے ہیں جو آج چند مجوریوں کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے۔

تحریر ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء

۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء

مہود مختار خاص مدعیہ

مہود بقلم خود

عدالت۔

میں نے تقاضا پیش کر دیا کہ وہ کوہ لکھا ہے نہیں سے نظیر آل انڈیا رپورٹ ۱۹۲۴ء اودہ صفحہ ۵۶۱ کو مد نظر رکھتے
وئے۔ یہ قرار پایا جا سکتا ہے کہ صورت موجودہ میں واقعات پر فیصلہ صادر کیا جا سکتا ہے۔ لہذا مختار مدعیہ کو
مزید بحث کے لیے کسی قانون پیشہ ور شخص کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اصل ہذا شامل صل ہو۔ مختار مدعیہ کو تاریخ
صل سے بعد میں مطلع کیا جائے گا۔

۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء

دستخط جج صاحب

عدالت

مختار مدعیہ کو مطلع کیا جاوے کہ وہ بقرارے فروری ۱۹۳۵ء فیصلہ مقدمہ سننے کے لئے عدالت ہذا
میں ہتھام بہا دلپور حاضر ہو۔

یکم فروری ۱۹۳۵ء

محمد اکبر — ڈسٹرکٹ جج

حکم جوڈیشل کونسل ریاست بہاول پور

مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء

جس کی رُو سے مقدمہ مسماة عن سلام عائشہ بنت
الہی بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت میں
دائیں بھیج کر از سر نو تحقیقات کا حکم ہوا۔

نقل حکم اخیر باجلاس حکام عالی مقام منسٹر صاحبان بہادرا اجلاس خاص گورنمنٹ بہاولپور
مسماة غلام عایشہ بنت مولوی الہی بخش ذات ملانہ سکنا احمد پور شرقیہ مدعیہ۔ اپیلانٹ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد سکنا موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ مدعا علیہ رسپانڈنٹ
اپیل ثانی بنا راضی حکم فاضل ججان چیف کورٹ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۳۷ء جس کی
روسے اپیل مدعیہ خارج کی گئی اور فیصلہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بحال رکھا گیا

از اجلاس خاص

مقدمہ کے واقعات حسب ذیل ہیں:

مسماة غلام عایشہ مدعیہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ مولوی الہی بخش نے عبدالرزاق
رسپانڈنٹ سے کیا تھا۔ مسماة مذکورہ نے بائع ہو کر نالش بایں بیان کی ہے کہ بوقت نکاح
فریقین کا مذہب اہل سنت الجماعت تھا لیکن بعد ازاں عبدالرزاق مدعا علیہ نے مذہب
قادیانی اختیار کیا اس لئے وہ مرتد ہو چکا ہے۔ نکاح منسوخ فرمایا جائے۔ مدعا علیہ کا بیان
تھا کہ مرثائی دائرۃ اسلام سے خارج نہیں ہیں اس لئے نکاح منسوخ نہیں ہو سکتا۔ مدعیہ کی طرف سے
اپنے بیان کی تائید میں فتویٰ دارالعلوم دیوبند و مولوی غلیل احمد صاحب و عقائد مرثایاں و
رسالہ منسوخ نکاح پیش ہوئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے رسالہ عقائد احمدیہ و فیصلہ جات
کہ یکم بخش بنام جنرل ڈی و فیصلہ جات ہائیکورٹ مدراس، پٹنہ و پنجاب پیش ہوئے۔
صاحب ڈسٹرکٹ جج نے فریقین کی اسناد پر بحث کے بغیر دعویٰ مدعیہ خارج کیا۔ اس حکم کے
خلاف مدعیہ نے چیف کورٹ میں اپیل کی۔ فاضل ججان چیف کورٹ اپنے فیصلہ میں تسلیم
کرتے ہیں کہ پٹنہ و پنجاب لائی کورٹ کے فیصلہ جات مقدمہ مذکور میں حاوی نہیں ہو سکتے
کیونکہ ان میں غیر متعلق سوالات زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ چونکہ لائی کورٹ مدراس کے فیصلہ

۱۷۷۲ میں سوال زیر بحث، بمنسبہ پہرے تھا (آیا احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہیں) اس نئے زیادہ تر اسی فیصلہ پر انحصار کرتے ہوئے اپیل کو خارج فرمایا ہے مدعیہ نے اب اپیل ثانی بنا راضی حکم چیف کورٹ عدالت ہذا میں دائر کی ہے موجبات اپیل تقریباً وہی ہیں جو کہ اپیل اول میں تھے۔ ہم نے فیصلہ مدراس ہائی کورٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل ججان چیف کورٹ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ بالاکمیل چھان بین سے طے پایا تھا۔ کیونکہ فاضل ججان مدراس ہائی کورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ان سے اس حد یا اس درجہ تک اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا کن اسلامی عقائد کی پیروی یا کن عقائد کے نہ ماننے سے ارتداد واقع ہوتا ہے اسی فیصلہ میں پھر فاضل ججان تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہیں علمائے اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں اس لئے ہماری رائے میں فاضل ججان مدراس ہائی کورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کو بطور گواہ عدالت طلب کیا گیا تھا تا کہ وہ سوال زیر بحث کی تشریح اور وضاحت کریں۔ ان کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے اور اس پر وحی نازل ہوئی ہے تو ایسا شخص چونکہ ختم النبوة حضرت رسول کریم کا منکر ہے اور ختم النبوة اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے بطور دلائل کئی ایک آیات قرآن شریف پیش کیں۔ جن میں اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر ہم اس مقدمہ کو فیصلہ کرنے کے لئے صرف شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے جب تک کہ دیگر مہتر وستان کے بڑے بڑے علمائے دین بھی اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے ہمارے خیال میں یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور مدعا علیہ کو بھی موقع دینا چاہیے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔ اس لئے ہم مزید تحقیقات کے لئے یہ مقدمہ پھر عدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں بھیجتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ یہ مقدمہ بروئے

شرنا شریف فیصلہ کیا جائے۔

تجویز بالا بمراد منظوری بحضور والا نشان سرکار عالی دام اقبالہ و علقہ پیش ہو۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء

دستخط منظر صاحبان بہادر اجلاس خاص

از پیش گاہ سرکار عالی

تجویز منظور ہے - ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء

دستخط مبارک حضور سرکار عالی دام اقبالہ و ملکہ

بمرد عملدرآمد حوالہ اہلہ ہو۔ اور فریقین کو ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء طلب کیا جائے

۱۸ فروری ۱۹۳۲ء

۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

محمد اکبر

بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹویؒ
شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور گواہ مدعیہ

علامۃ العصر حضرت غلام محمد صاحب گھوڑیؒ کا ذکر خیر اس سے قبل صفحہ نمبر ۱۳۲ پر آچکا ہے۔

ناظرین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لیے عرض ہے کہ جب مساعۃ غلام عائشہ کی اپیل ثانی عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور میں زیر سماعت تھی تو فاضل جج صاحب نے مقدمہ کے شرعی پہلو پر راہنمائی حاصل کرنے کے لیے حضرت گھوڑیؒ کو ہی طلب فرمایا تھا۔ آپ نے قرآن پاک اور احادیث نبوی سے ثابت کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت کے بعد جو مدعی نبوت ہو وہ اور اس کے متبعین کا فراد مرتد ہیں اور ان کے نکاح بلاقتضا قاضی فریح ہیں اور یہ کنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ کے اس بصیرت افروز تاریخی بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی عدالتِ عظمیٰ نے جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاولپور کا فیصلہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء کا عدم قرار دے کر مقدمہ ہذا عدالتِ ڈسٹرکٹ ججی بہاولپور میں بدیں ہدایت واپس فرمایا کہ مقدمہ مزید شرعی تحقیق و تدقیق کا محتاج ہے۔ لہذا ہندوستان کے دیگر مستند علماء، اکابرین کی شہادت سے کہہ برتے احکام شرعی فیصلہ صادر کیا جائے۔

عدالتِ عظمیٰ سے مثل کی واپسی پر ۲۱ جون ۱۹۳۲ء کو سب سے پہلے آپ کا بیان ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار پھر قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے مرزائیت کے کفر و ارتداد اور ایک سنیہ عورت کا عبدالرزاق مرزائی سے انفساخِ نکاح کو ثابت فرمایا۔ مدعا علیہ اگر اصالتاً عدالت میں موجود تھا لیکن اس نے آپ کے اس بصیرت افروز بیان پر جرح کرنے سے اجتناب و احتراز کیا۔

ادارہ _____

مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی

اسلام کے بنیادی اصول بہت سے ہیں۔ لیکن ان میں اہم توحید باری عزراستہ اور ایمان بالملائکہ ایمان بالانبیاء ایمان بالکتب المنزله اور ایمان باتبیحت اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی یقین کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص پہلے اہل سنت والجماعت ہو اور پھر وہ مرزائی بن جائے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی مانے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو قرآن نے آخری نبی قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اس قرآنی حکم کو نہ مانے اور اس کا انکار کرے وہ قرآن کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

- (۱) قرآن شریف میں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحی کا انزال دو قسموں پر ہے (۱) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا (۲) جو آپ سے پہلے ہوا۔ والذین یوصون بہما انزل الیک وصا انزل من قبلک۔ (سورہ بقرہ پہلا رکوع) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔
- (۲) دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں جب تم لوگوں کو کتاب دوں اور حکمت اور تم نبوت کے منصب پر فائز ہو جاؤ تو اس کے بعد ایک نبی آئے گا جو تمام پہلی چیزوں کی تصدیق کرے اور لاہوگا۔ تم لوگ اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا۔

وَاِذَا اخذَ اللهُ مِیثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا اَنْزَلْتُمْ مِنْ کِتَابٍ وَحِکْمَةٍ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِمَّا مَعَكُمْ لَسُوْمُنْ بِہِ وَلِتُنصِرُوْہُ۔ (پارہ تیسرا سورۃ آل عمران)

اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک مِیثَاقِ النَّبِیِّیْنَ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یہ خطاب ہے۔ اور دوسرا لَسُوْمُنْ بِہِ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرے اور لاہوگا۔ اور وہ بالاتفاق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام سب نبیوں کے بعد آئے ہیں۔ پس اگر مرزا صاحب بھی نبی ہوں تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے بعد آئے اور قرآن کی تکذیب لازم آئیگی۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے جلد اول مسئلہ ۱۲۵ میں اور مولوی محمد علی مرزائی لاہوری نے ترجمہ قرآن جلد اول صفحہ ۲۵۲ میں بھی سننے بیان کئے ہیں۔

- (۳) تیسری آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب اکرم فرما دیجئے کہ اے لوگو میں تم تمام کا رسول ہوں آج سے قیامت تک جس قدر لوگ ہوں گے۔ سب کا میں پیغمبر ہوں۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَیْکُمْ جَمِیْعًا (پارہ ۹ سورہ اعراف)

اس آیت میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قیامت تک تمام لوگوں کا رسول من اللہ وہ ہے جس کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

پس جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قیامت کے درمیان کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے لہذا مرتد ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے بھی معنی امام ابن کثیر نے جلد رابع صفحہ ۵۳ میں ذکر فرمائے ہیں اور اس طرح دوسرے مفسرین نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

(۴) حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے دین کو کالی کر دیا۔ اور تم میں اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا اور تمہارے اسلام کو میں نے پسند کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم وانتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (پارہ ۶ سورہ صافہ رکوع اول)

اس آیت میں حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کالی ہو گیا۔ پس نہ کسی دوسرے دین کی حاجت ہے نہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے۔ اب اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دین کامل نہیں ہوا۔ اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ پس قرآن کریم کی تکذیب لازم آئیگی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی ماننا ہے۔ وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔

(۵) حضرت حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہر نعمت میں چیزوں کی اطاعت کرو اللہ کی اس کے رسول کی اور اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر تمہارا ان سے جھگڑا ہو جائے کبھی تم میں اور اولی الامر میں اختلاف ہو جائے تو اس وقت فقط اللہ اور رسول ہی قابل اطاعت ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منہ فان تنازعتم فی شئی فیہ فردوا الی اللہ والرسول ان کنتمہ تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا (پارہ پنجم سورہ نساء)

اس آیت نے ظاہر کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بھی ایک جماعت قابل اطاعت ہوگی۔ اور ان کی حیثیت یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ امتی اختلاف نہیں کر سکتا۔ اس واسطے ارشاد ہے کہ نبی محض مخدوم اور مطاع ہے۔ اُس کے ساتھ جھگڑا نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس آیت کی رُو سے جو لوگ اولی الامر ہوں گے نبی نہیں ہوں گے۔ اور ان سے اختلاف ہو سکے گا چاہے وہ صدیق ہوں۔ شہید ہوں۔ صالح ہوں۔ امام ہوں۔ غوث ہوں۔ قطب ہوں۔ کچھ ہوں۔ اس موقع پر میں مولوی محمد علی لاہوری کی تفسیر کے چند جملے بیان کرتا ہوں۔ مولوی محمد علی اپنی تفسیر جلد اول صفحہ

۵۲۶ پر فرماتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ کے لیے حقیقی مطاع ایک مطاع محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں گے اس لیے آپ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی رسول ہو گا تو وہ مطاع ہو گا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطاع نہیں رہیں گے۔ اور یہ خلاف قرآن ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ جب اس کو فان تنازعتم کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں ہو سکتا۔

(۶) حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس کتاب (قرآن) کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاء تو ناً۔ مثله ولو کان بعضہم لبعض ظہیراً۔ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل)

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ قرآن شریف تمام ہدایات سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کے بعد کسی ہدایت کی کسی نبی کی کسی کتاب کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۷) حضرت حق پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً فرمایا ہے۔ یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً و ادعیاء الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب)

اور قرآن پاک نے سورج کو سراج کہا ہے اس سے ظاہر کرنا یہ مقصود ہے کہ جیسے سورج کی روشنی کے بعد کسی ستارہ یا کسی اور منیر کی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور رسالت ان پر ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے سورج پر روشنی ختم ہو جاتی ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب قوموں کے منذر اور ہادی ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کے لیے ہادی ہیں اور دوسرا اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔

انما انت منذر و لیکن قوم ہاد (پارہ ۱۳ سورہ رعد)

(۹) حق پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کر دی۔ اس میں ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل فرمائی گئی یہ کافی اور بس ہے اولہدیکفہما انا انزلنا علیک الكتاب یتلی علیہما ان فی ذلک لرحمة و ذکر لى لقوم یؤمنون

(پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت)

(۱۰) انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحاقون۔ (پارہ ۱۲ سورہ حجر)

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم ایک محفوظ اور غیر متغیر کتاب ہے۔ جو کبھی منسوخ نہیں ہوگی پس اگر کوئی دوسرا نبی اور دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ ہو جائے چنانچہ مرزا صاحب کے اُمّتی قرآن کے بہت سے ٹھکڑوں کو منسوخ مانتے ہیں۔ مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جہاد باسیرت منسوخ ہو گئی ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ احمدیہ جلد اول ص ۳۸ کتاب الصلوٰۃ وفتاویٰ احمدیہ جلد اول ص ۲۶۹ اس آفری حوالہ میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی عمل کوئی ناکامہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ میرے دعوے کو نہ مانے۔ تو یہ حکم مرزا صاحب کا ماننا نہیں۔ قرآن میں ہے اور نہ کہیں حدیث میں۔ بلکہ قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو نبی نہ مانا جاوے۔ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے قرآن کا یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ میں منسوخ نہیں ہوں۔

(۱۱) قرآن مجید میں ہے۔ **وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ** اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی لاہوری نے جلد سوم ص ۱۵۴ میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی لغت سے اُزیر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنی نبیوں کی ہر نہیں۔ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ بلکہ آخری نبی ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہے خاتم کے معنی آخری نبی کے تمام مفسرین اور اہل لغت نے کئے ہیں۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۲۷۲ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۸ ص ۸۸ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے لیے ہیں۔ تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۵۸۱ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے گئے ہیں۔

تفسیر بیضاوی جلد ۴ ص ۱۶۴ اور تفسیر ابوسعود حاشیہ کبیر جلد ۴ ص ۴۴۹ میں بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کئے گئے ہیں تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۲۲ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی لکھے ہیں۔ لغت کی کتاب قاموس میں لکھا ہے، **وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ** آخرھم لسان العرب میں ہے **خَاتَمُهُمْ**۔ آخرھم قطر المحيط میں لکھا ہے کہ خاتم کے معنی آخری جمع البعار جلد اول ص ۲۲۹ میں ہے کہ خاتم کے معنی ہیں کہ لا نبی بعدہ، تاج العروس شرح قاموس میں ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خاتم اس واسطے ہے کہ آپ کے آئیے نبوت ختم ہو گئی۔ کلیات البر البقاع میں ہے کہ ہمارے پیغمبر کا نام

ہو خاتم الانبیا ہے۔ اس واسطے ہے کہ خاتم کے معنی ہیں آخری۔ ملاحظہ ہو ص ۳۱۹ کتاب مذکور صحاح میں لکھا ہے کہ "خاتم النبی آخرہ" اور منتہی الارباب میں ہے کہ خاتم چیز پایاں آں و آخر قوم مراجع میں ہے کہ خاتم شے کا آخر شے کا ہوتا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ یعنی آخری نبی۔
اب میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی حدیث جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے علی تو مجھے مثل ہارون کے ہے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴ و صفحہ ۱۱۲۔

(۲) دوسری حدیث ہے کہ میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النبیین ہوں۔

کنز العمال جلد ۶- صفحہ ۱۱۲

(۳) تیسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر ہوں۔

(ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۳)

(۴) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب پیغمبروں کا سردار ہوں۔ اور یہ فخر انہیں کہہ رہا۔ اور سب نبیوں کا آخری ہوں۔ اور یہ فخر یہ نہیں۔

کنز العمال ص ۱۹- جلد ۶- کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۴

(۵) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رسالت اور نبوت ختم ہو گئی ہے میرے بعد نہ کوئی رسول اور نہ نبی ہوگا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف جلد ۲ ص ۵۱

(۶) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے نبیوں پر ۵ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ پر نبیوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۶)

(۷) اور حدیث ہے کہ میں آیا اور میں نے نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۴۵ اور مسلم شریف کی جلد ۲ ص ۱۹۹ میں اس مضمون کی دوسری حدیث ہے۔

(۸) حضرت فرماتے ہیں کہ میری مثال نبیوں میں ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک کو ٹھاننا یا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ بس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ ترمذی جلد دوم ص ۲۱۱

(۹) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شے نہ آوے۔ شمالی ترمذی ص ۲۱۱

اسی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں بحرف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔
اس میں مذہب اسلام کے عقائد اور سلف صالحین کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ کہ نبی علیہ السلام آفری نبی تھے۔
آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا۔

شرح عقائد میں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ پس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ آخر الانبیاء ہیں مواہب لدنیہ میں
ہے کہ اختلاف ہے کہ نبی اور پیغمبر کتنے ہوئے ہیں۔ مگر اول سب نبیوں کا آدم ہے۔ اور آفرسیب کے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (جلد اول)

صحیح الامتی جلد ۱۳ صفحہ ۳۵ پر ہے کہ یہ دو کلام ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے فلاسفہ کو کافر کہا گیا ہے۔ ایک یہ کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا ممکن سمجھتے ہیں اور جائز سمجھتے ہیں۔ عقیدہ امام طحاوی ص ۱۸
اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آفری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ گمراہی
اور ضلالت ہے۔ اور ہوائے نفسانی ہے۔

حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین ص ۱۳۲ پر فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام
کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن ہاشم آفری نبی ہیں۔ مولانا مولوی عبد الحکیم صاحب
سہا گوئی غنیۃ الطالبین کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اعتقاد کنند اہل اسلام ہمہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خداست
سالہ ہمہ پیغمبران است و تمام کردہ شدہ است باو پیغمبران را

پہلی صدی کے مجدد حضرت فلیقۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ اسے
لوگو کو قرآن کے بعد کوئی کتاب نہ آئیگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
(ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷)

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا
اتفاق اہل اسلام سے کہ کفر ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۰۲ کتاب مذکور۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ جب کسی شخص کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آفری نبی ہیں تو وہ مسلمان
نہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۶۷

اس کتاب کی شرح میں ہے کہ ضروریات دین میں جہل کوئی عذر نہیں ہے۔
کتاب الفصل ۳۶۰ ص ۲۶۹ میں ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغیر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام
کسی اور شخص کو نبی کہیگا تو اُس کے کافر ہونے میں دو مسلمان بھی مختلف نہیں ہوں گے۔
اسی کتاب کی جلد ۴ ص ۱۸۱ میں ہے کہ کس طرح کوئی مسلم جائز سمجھتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد دنیا میں کوئی نبی آوے۔ بجز اس کے جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مستثنیٰ فرمایا۔ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ پر ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی کہے وہ کافر ہے۔

نیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو نبی مانے چاہے حضرت کے زمانہ میں یا ان کے بعد کسی کو نبی مانے تو اس نے اللہ ورسول کی تکذیب کی۔

العارم المسلول صفحہ ۱۵ میں ہے جس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کہا کہ وہ اللہ کا رسول ہے وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ حضرت کے بعد چھوٹے نبی آئیں گے۔ لمحاوی نے مشکل الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ حضرت مدنیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کے قریب "فوجاں اور کذاب" پیدا ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ جن میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کے تعلق اور بھی وجوہ کفر ہیں۔ اور چونکہ عبدالرزاق ان کو نبی مانتا ہے اس لیے وہ بھی ان کے عقائد کا پابند سمجھا جائے گا۔ مثلاً مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کالات صفحہ ۵۶۲ و ۵۶۵ میں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدائی اور الوہیت میرے رگ وریشہ اور پٹھوں میں گھس گئی اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجائی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کچھ تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا پھر میں نے کہا کہ انا ذینا السماء الدنیا بمصا بیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو کھڑے سے پیدا کریں گے۔ اس سے مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا۔ اور کوئی شخص جب خدائی کا دعویٰ کرے یا اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی ص ۱۵ پر فرمایا کہ اسے مرزا آقا مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے خدا کے لیے بیٹا ثابت کیا ہے۔

مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی ص ۱۵ پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا کبھی خطا کروں گا۔ کبھی صواب کو پہنچوں گا اس سے مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کو غلطی کرنے والا قرار دیا ہے۔

حقیقتہ الوحی مشہور فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان جیسے ہمارے ساتھ ہے ویسے ہی مرزا صاحب کے ساتھ اس سے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ظاہر کیا ہے۔
حقیقتہ الوحی مشہور مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنا چاہا ہے۔ بس کن کہو سے وہ ہو جائے گی۔

البشر اے جلد دوم مشہور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور جس طرح میں قدیم اور ازلی ہوں تیرے ویسے میں نے ازلیت کے انوار کو دئے۔ اور تو پس ازلی ہے۔

توضیح المرام مشہور مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں۔ اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض و طول رکھتا ہے اور تیندو سے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریخ بھی ہیں۔ جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ اور کشش کا کام لے رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خدا کو تیندو سے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

کتاب منیمہ تریاق ص ۱۷۱ مشہور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو۔ اور نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا کہ جب تک موسیٰ اور مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے۔ جن کا خدا نیا ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے خدا کو حادث بنا دیا ہے۔ یہ عقائد ہیں جو مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھے ہیں اور اس سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے:-
مرزا صاحب حقیقتہ الوحی مشہور فرماتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ خطبہ الہامیہ صفحہ اول ٹائٹل بیچ پر فرماتے ہیں کہ بے شک یہ خدا کی آیت ہے اور کوئی انسان اس کی مثل نہیں لول سکتا۔ یعنی اس خطبہ کی مثل کوئی نہیں لاسکتا۔
ازالہ ہلدا اول مشہور قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں کہ پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ مبادا قرآن شریف گالیوں سے پڑے ہے۔

پہلے علیہ السلام کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے:-
ضمیمہ انجام آتم صفحہ ۱ پر فرماتے ہیں کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین وادیوں اور تین نانیوں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں۔ جس کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے

یے ایک شرط ہوگی آپ کانگریسوں سے میلان اور صحبت بھی اس وجہ سے ہو کہ ہمدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی بہرہ سزاوار انسان ایک جوان کانگری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور اپنی کمانی کا بلیڈ عطر اس کے سر پر لے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا انسان ہے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور مشکور اور استبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ اس سے حضرت مہدی علیہ السلام کی نبوت کا صاف انکار ہے جو تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا صاحب حسب ذیل عقیدہ رکھتے ہیں۔

تمہ حقیت الوحی مثلاً حضرت موسیٰ کی توحیت میں یہ پیشینگوئی نہیں کہ وہ نبی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہروں بہتی ہیں پہنچائیں گے، مگر یہ پیشینگوئی پوری نہیں ہوئی۔
بی بی مریم کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

کشتی نوح مثلاً مریم کی وہ شان ہے۔ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ عمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توحیت میں حل میں کیوں نکاح کیا گیا۔ اور بتوی ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور تعداد از دو اج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریوں تھیں جو پیش آئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے ناقابل اعتراض حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا کے متعلق مرزا صاحب کا یہ قول کہ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ نے میرا سراپتی ران پر رکھا۔

حضرت حسین شریفین کے متعلق جو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے وہ حسب ذیل ہے :-
امجاد احمدی ص ۶۹ پر لکھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ حسین پر تم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہو۔ ہاں میں کہتا ہوں کہ میں افضل ہوں ان سے اور عنقریب ظاہر ہو جائے گا اور آخر میں کہتے ہیں کہ میں تو عثمانی الہی کا مقتول ہوں۔ اور تمہارے حسین کو تمہارے دشمن نے قتل کیا۔ پس کس قدر ظاہر اور کھلا ہوا فرق ہے ان عقائد کے ہوتے ہوئے ایک شخص مراحتہ مرتد ہو جاتا ہے۔

محمد اکبر
ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
۲۱ جون ۱۹۳۲ء

جرح نہ کی گئی۔
دستخط جج صاحب

بیان حضرت علامہ محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ

حضرت مولانا محمد حسین صاحب کو لوٹناڑو جامع پنجاب کے مولوی فاضل تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی خدمت اور ترمذیہ فقہ مرزائیت میں گزاری۔ پنجاب کے ہر علاقے میں آپ نے مرزائی مبلغین کے ساتھ بے شمار مناظرے کئے۔ آپ کو مرزا قادیان اور اس کے متبعین کی تصانیف پر ایسا کامل عبور حاصل تھا کہ ہر مناظرہ میں انہیں کی کتب کے سوال جوابات پیش کر کے مرزائی کذب و فریب کو بے نقاب فرما دیتے تھے۔

۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء کو آپ بھی بطور خاص گوجرانوالہ سے بہاولپور تشریف لائے اور بطور گواہ مدعیہ اپنا بیان قلمبند کرایا۔ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی بصیرت افروز شہادت دی کہ مرزائیت کے کفر و ارتداد کے ہر پردے کو چاک کر دیا۔ مدعا علیہ اگرچہ اصالتاً عدالت میں موجود تھا لیکن اس نے آپ پر جس طرح کرنے کی جرأت نہ کی۔

ادارہ _____

مولوی محمد حسین صاحب کو لوٹا رڑوی

مرزا غلام احمد کے عقائد اور اقوال شریعت اسلامیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دعوے نبوت ہے۔ جو انہوں نے کیا یہ دعوے قرآن شریف و احادیث نبویہ اور اجماع امت کے سراسر مخالفت ہے۔ کیونکہ ان تمام دلائل شریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی آخر نبیین ثابت ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف و احادیث نبویہ اور اجماع امت کی رُو سے کافر خارج از اسلام ہے قرآن شریف نے ختم النبوة کو قطعاً اور یقیناً مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھنے والا ہو۔ دل میں اس بات کا شک و شبہ بھی نہیں لاسکتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص کا نبوت حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔

منجملہ ان دلائل قرآنیہ کے جو ختم نبوت پر قطعی ثبوت ہیں پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (پارہ ۲۲ سورہ احزاب) اس آیت کے متعلق ضروری گذارشات یہ ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی تمام محمدین علمائے نعت نے آخر النبیین لکھے ہیں۔ اور کتب لغات میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں کہ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہو کہ اس کے معنی اور بھی ہو سکتے ہیں۔ پس لغت اور قواعد عربیہ کے لحاظ سے اُس کے معنی آخر النبیین کے ہی ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں اسی آیت کی تفسیر کہ اس مضمون کے ساتھ بیان کیا گیا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَسُولَ اللَّهِ الْيَوْمَ جَمِيعًا =

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ -

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا -

ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ نبی آدم کی طرف سے بعوث ہوئے ہیں اور یہ بات ختم النبوة کے لیے ایک صاف اور مزبوع دلالت کرنے والی ہے۔ دوسری دلیل جو ختم النبوت پر صاف دلالت کرتی ہے یہ آیت ہے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي

قالوا اقدرنا قال فاشهدوا وانامعكم من الشاهدين -

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے ایک ایسے رسول کے متعلق عہد لیا ہے جو سب کا مصدق ہے اور سب کے بعد ہی آیا ہوا ہے۔ کیونکہ لفظ ثم عربی نحو کے لحاظ سے بعدیت اور قبلت پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول مصدق جس کی نسبت تمام انبیاء سے عہد لیا گیا ہے۔ وہ سب کے بعد آیا ہوا ہے۔

تیسری دلیل

ہر ایک نبی جو دنیا میں بھیجا گیا ہے، خدا کی طرف سے اُس کو وحی ہوتی رہی۔ گو یا وحی نبوت کے لیے ایک لازمی چیز ہے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ نبی بغیر وحی الہی کے نہیں ہو سکتا۔ اب قرآن کریم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی۔ سب آنحضرت علیہ السلام سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر حکم وحی کے ساتھ لفظ قبل کو لایا ہے۔ تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ آپ کے بعد نہ کسی کو وحی نبوت ہوگی اور نہ نبی ہوگا۔ نمونہ کے طور پر چند آیات پیش کرتا ہوں۔

قل امنا بالله وما انزل علينا وما انزل على ابراهيم واسماعيل واسحق ويعقوب والاسباط
وما اوتي موسى وعيسى والذبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم ونحن له
مسلمون (۳ پارہ سورہ آل عمران رکوع ۹)

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی ہے وہ زمانہ ماضی میں ہو چکی ہے۔ اور اللہ سبحانہ نے ہمیں اپنے انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور کسی نبی کے لیے ایمان کی تاکید نہیں کی جو آپ کے بعد ہو مالاںکہ یہ ضروری تھا کہ اگر کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیا ہوتا اور سلسلہ نبوت جاری رہتے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ لیکن اس کے برخلاف قرآن مجید کے تمام مقامات پر وحی انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل مخصوص کیا گیا ہے۔ اور یہ قلمی اور بقیعی دلیل اس امر کی ہے کہ قرآن حکیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز نہیں رکھتا۔ دوسری آیت اس مضمون کی جو ابتدا قرآن کریم سورۃ بقرہ کے شروع میں ہے

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرة هم یوقنون -

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اہلی کو ہدایت پر قائم رہنے والے اور منطوق فرمایا ہے۔ جو آنحضرت کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لکن التراسخون فی العلم منهم والمؤمنون یؤمنون بہما انزل الیک وما انزل من قبلک

نے انہی لوگوں کو راسخ فی العلم قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنَ قَبْلِ

(پارہ پنجم سورہ نساء)

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کی کیفیت کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ تلمیذین کی ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ اس کتاب پر جو نازل ہوئی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کتب پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں۔ اگر کوئی نبی آپ کے بعد میں آئے والا ہوتا تو اس کے متعلق خداوند تعالیٰ ضرور تعلیم دیتا کہ اس پر بھی ایمان لاؤ۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنَ قَبْلِكَ
(پارہ پنجم سورہ نساء)

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنهذ لِيَاكُلُوا الطَّعَامَ وَيَشْرَبُوا فِي الْأَسْوَاقِ
(پارہ ۱۸ سورہ فرقان)

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ (پارہ ۲۴ سورہ زمر)
كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ - پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ

ان تمام آیات میں اللہ سبحانہ نے وحی نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپ سے ماقبل انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے قطعاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اور بایں نبوت بند ہو چکا ہے۔

قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ چنانچہ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے اس دُنیا پر لائے گئے۔ تو خداوند تعالیٰ نے اطلاع دی۔ سلسلہ نبوت و ہدایت جاری کیا جاوے گا۔ پس جو شخص ہماری ہدایت کی تابعداری کرے گا اس پر کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔ قَامَا يَا قَيْتُكُمْ مَعِيَ هَدَىٰ فَمَنْ تَبِعَ هَدَايَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ط یہ ابتدا اور آغاز وحی ہے اس کے بعد نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے پُر پختے ہیں کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں جو اب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ط

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ انبیاء عظام میں سے حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اُن کے زمانہ میں اگر قرآن سے پوچھا جائے کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں تو جواب ملتا ہے کہ وجعلنا فی ذریتهم النبوة والکتاب یعنی ہم نے اُس کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو یعنی وحی نبوت کو مقرر فرما دیا ہے۔ یہاں سے یہ پتہ چلا کہ ذریت ابراہیم میں ابھی سلسلہ نبوت جاری رہا ہے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ نبوت کا حرف اور محل آل ابراہیم ہیں جس کا عملی ثبوت یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد کے دو شعبے قرار دئے۔ ایک نبی اسحاق جن میں پہلے سلسلہ نبوت جاری ہوا۔ اور دوسرے نبی اسمعیل جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی نہیں آیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد اتینا موسیٰ الکتاب وقلینا من بعدہ بالرسول۔ (سورۃ بقرہ پارہ اول)

تو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور کئی رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے جیسا کہ لفظ رسل سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے، تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ آیا بکثرت انبیاء بھی آئیں گے یا کیا ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من النور اوقو مبشرا برسول یاعربی من بعدی اسمہ احمد رپارہ ۲۸ سورۃ صفا)

خداوند سبحان نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تو راہ جو خدا کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے اُس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور تو شجرہ دیتا ہوں۔ ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا نام اُس کا احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوگا۔

قرآن کریم نے پہلے اس کے فقط عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی۔ اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اُس کو نام سے شخص اور متعین فرما دیا۔

یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کر رہا ہے۔ اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا اس کو بدل کر ایک خاص معین شخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ آتا ہے تو قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام

کے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے یا بند ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ما کان محمد اباً احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بكل شیء علیماً۔ کہ نہیں وہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ رے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ میرے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں (یعنی آخر النبیین) آپ کے بعد جملہ بنی آدم جو آپ پر ایمان لائیں گے، وہ آپ کی روحانی ذریت اور اولاد کہلا سکیں گے۔ اور دنیا میں وہ آخری روحانی باپ ہو گا۔ جس کی اولاد کثرت ہوگی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء ہونے کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اصرار نبوت بمثل سابق ایسی اطلاع دینی لازمی تھی۔ جیسا کہ پہلے دی گئی۔ اس کے بعد ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے اور فرداً فرداً آیات بھی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اب میں چند احادیث بیان کرتا ہوں۔ جو ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک گھر بنایا۔ جس کو بہت خوبصورت بنایا۔ مگر اس کے کنارہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کو پھر پھر کر دیکھتے ہیں۔ اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑی گئی پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

ترندی کے الفاظ میں ہے کہ میرے ساتھ ہی یہ عمارت ختم کر دی گئی ہے۔ اور میرے ساتھ رسول ختم کر دئے گئے ہیں۔ اس تمثیل سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت اور انبیاء کی نسبت ارشاد فرمائی۔ قطعی دلالت اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے متمم اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ ایک نبی فوت ہو جاتا تو «سرا نبی آجاتا» لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور غلیقہ ہوں گے پس بہت ہوں گے۔ (الحديث بخاری کتاب جلد اول صفحہ ۴۹) مسلم کتاب الامارت

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے مقابل پر یہاں سلسلہ خلافت قائم ہو گا۔ جس کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادی ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ جب کہ آپ نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بیت میں نگران چھوڑا۔ حضرت علی نے یہ عرض کی کہ کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ تو آپ نے یہ فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جس طرح کہ ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ (لیکن چونکہ ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک اور بھی مشترک وصف پایا جاتا تھا۔

(یعنی نبوت کا) اس لیے آنحضرت علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس مماثلت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور فرمادیا۔ اگر نبوت آنحضرت علیہ السلام کے بعد تشریحی یا غیر تشریحی جاری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی بعدی بلکہ اس وصف سے محروم نہ کرتے (بخاری مسلم ذکر غزوة تبوک)

(۴) حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ۳۰ کذاب و دجال ہوں گے ہر ایک ان میں سے کہیگا کہ میں نبی ہوں پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھولے نبیوں کے ذکر کے بعد جو اس امت میں ہوئے تو الے تھے۔ از روئے شفقت یہ فرمادینا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ شخص دعوے نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امت محمدیہ میں قابل سماعت نہیں ہے۔

(۵) آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی) اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر ابن الخطاب ہوتے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی نبی تشریحی یا غیر تشریحی آنحضرت کے بعد ہونے والا ہوتا تو حضرت عمر ہوتے۔

(۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے انا آخر الانبیاء و انتھم آخر الامم (ابن ماجہ مش ۲ باب فتنہ الدجال) میں آخری نبی ہوں تم آخری امت ہو۔

ان امدیث سے قطعاً اور یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں اور سلسلہ نبوت آپ کے بعد بند ہے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ندعی نبوت کتاب ہے مرزا صاحب کے عقائد کے مخالف اسلام ہونے کے اور بھی اشیاء و نظائر ہیں۔ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ

ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں اور ان کے لیے جان کا علم رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو توضیح المرام ص ۵) جبرئیل کا تعلق سورج سے ہے۔ وہ بذات خود حقیقۃً زمین پر نہیں اترتا۔ (ملاحظہ ہو توضیح المرام ص ۲۲) مصنفہ غلام احمد صاحب اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا نزول جو شرع میں وارد ہے۔ اُس سے اُس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرئیل کی انبیاء دیکھتے تھے۔ وہ جبرئیل کی عکسی تصویر ہوتی تھی جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مش ۱ کتاب توضیح المرام) دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے۔ روح القدس

اور روح الامین۔ شدید القوی جو جبرئیل کے نام ہیں۔ اُن کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ سب انسان کی

صفتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کی محبت اور انسان کی محبت کے ملنے سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہی پاک
 شکیبہ ہے۔

مرزا صاحب کا خارج از اسلام ہونا ایک اور طریقہ سے بھی ثابت ہے۔ مرزا صاحب نے جن الہاموں کو خدا تعالیٰ
 کا کلام ظاہر کیا ہے۔ اور ان میں سے اکثر وعدہ کے رنگ میں ہیں، اور واقعات نے ان کو غلط ثابت کیا ہے۔ جس سے
 یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا وعدہ اور اس کا کلام نہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا وعدہ
 ہوتا تو واقعات اس کی تکذیب نہ کر سکتے۔

بن جلد ان کے محمدی بیگم کی پیش گوئی ہے۔ جس کو مرزا صاحب نے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا چنانچہ
 انجام آتھم کے مسئلہ پر جو مرزا صاحب کی معصومیت ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ محمدی بیگم کی پیش گوئی
 کا معاملہ ہو گیا۔ اور آفری نتیجہ ظاہر ہو گیا بلکہ بات ویسی کی ویسی قائم ہے۔ اور کوئی بھی اپنے جیلوں سے اس کو ٹال
 نہیں سکتا۔ اور تقدیر مہرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کا وقت آوے گا۔ پس قسم ہے اُس ذات کی جس نے
 ہمارے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا یہ بات سچی ہے اور جلد ہی دیکھے گا تو۔ اور میں اس
 پیش گوئی کو اپنے پرچ اور جھوٹے معیار قرار دیتا ہوں اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا مگر جو کچھ میرے رب نے
 کہا ہے۔

اسی کتاب کے مسئلہ پر کہتے ہیں کہ میں تم سے بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی احمد بیگ کے دماغ کی تقدیر
 مہرم ہے اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی۔ اور میری موت آجائے گی۔
 اب یہ ظاہر ہے کہ احمد بیگ کا داماد مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں مرا۔ اور مرزا صاحب کی موت آگئی
 جس سے صاف ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق دعویٰ الہام میں جھوٹے تھے۔

مرزا صاحب کے سن جلد وجوہ کفر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کی سخت توہین
 کی ہے۔ اور ان کے معجزات کو مہرم بزم قرار دیا ہے۔ اور مہرم بزم کو خود مرزا صاحب نے قابل نفرت قرار دیا ہے
 چنانچہ ازالہ اوہام ص ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ ماسوائے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طرہتی عمل
 الترب یعنی مہرم بزم طرہتی سے بطور ہجو و لعینہ بطور حقیقت ظہور میں آسکتیں کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ
 حال میں مہرم بزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ پھر ص ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ عاجز
 اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمایوں
 میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اب اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مکروہ اور قابل نفرت عمل کے ذریعہ

سے ہووے تب کے طریقہ پر انجیہ نمایاں کیا کرتے تھے۔ اعجاز ان کو حاصل نہیں تھا۔

اب دیکھئے کہ کس قدر معجزات میسویہ کی توہین ہے جس کو قرآن عظیم نے بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بڑی اہمیت سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کہ ان کی والدہ مقدسہ کو بطور بشارت ان معجزات کی خبر دی گئی اذ قالت الملائكة یمریم ان الله اصطفك وطهرك واصطفاك علی نساء العالمین لیریراقتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین ط ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ط وما کنت لدیہم اذ یلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم، وما کنت لدیہم اذ یختصمون۔ اذ قالت الملائكة یمریم ان الله یشرک بکلمة منه اسمہ المسیم عیسیٰ ابن مریم دجیہا فی الدنیا والاخرة ومن المقربین لویکلم الناس فی المهد وکھلا و من الصالحین قالت رب انی ینوون لی ولد ولم یمسنی بشر قال کذلک الله ینخلق ما یشاء اذ اقضی امرنا یقول لہ کن فیکون ط ویعلمہ الکتب والحکمۃ والتوراة والانجیل ورسولاً الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھئیة الطیر فانفخ فیہا نیکون طیراً باذن الله وابرئ الاکمہ والا برص وامجی الموتی باذن الله وانبئکم بما تاكلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایة لکم ان کنتم مومنین ط۔

پھر آفریت میں جہاں اولین اور آفرین جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تحدیثِ نعمت کے طور پر معجزات کی بابت ذکر فرماتا ہے۔ جس کا مفصل ذکر سورہ مائدہ میں ہے۔ اور اس جگہ سورہ مائدہ میں آپ کے معجزات کے منکرین پر جو فتوے ہے وہ یہ ہے۔

اذ قال الله یا عیسیٰ ابن مریم اذ کر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد وکھلا واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراة والانجیل واذ تخلق من الطین کھئیة الطیر باذنی قدنفخ فیہا فتکون طیر باذنی وابرئ الاکمہ والا برص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتہم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا الاصحور مبین۔ (سورہ مائدہ پارہ ۷)

یعنی جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ

حضرت میاں علیہ السلام کے معجزات کا انکار و استخفاف کرنا کافروں کا کام ہے جو کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے۔

اس کے علاوہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کے حق میں سب و شتم کا استعمال بھی کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب عقائد اسلام کے برخلاف کفر کا ارتکاب کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکھتے تھے۔

یہ نمونہ ان عقائد کا ہے جو مرزا صاحب کی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہوا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے مگر ضروریات دین کا انکار کرنے کو اس کو مرتد قرار دیا جائے گا۔ میں مرزا صاحب کو مرتد سمجھتا ہوں جو مرتد ہے وہ کافر ہوگا اس لیے مرزا صاحب کے اصولوں کو ماننے والے بھی مرتد اور کافر ہیں۔

مؤرخہ ۴ جولائی ۱۹۳۲ء

سن کر درست تسلیم کیا

دستخط محمد اکبر

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

بحث مذہب کی گئی

دستخط جج صاحب

۱۴۔ جولائی ۱۹۳۲ء

بیان حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ

علامۃ العصر فاضل اجل حضرت محمد شفیع صاحب سابق مفتی دیوبند و مفتی اعظم پاکستان کی ذات گرامی کسی تعارف و توصیف کی محتاج نہیں۔ ربع صدی سے زائد عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں علم و فضل کے دریا بہائے تقسیم ملک کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی دعوت پر ۱۹۲۸ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ آپ کے علمی شغف کا یہ حال تھا کہ آپ کی تمام عمر کا ذخیرہ ہزار ہا کتب منتخبہ کی صورت میں موجود ہے جن میں شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن اور فقہ مرزاہیت پر ختم النبوة فی القرآن۔ ختم النبوة فی الحدیث۔ ختم النبوة فی الآثار جیسی نادر تصانیف شامل ہیں۔

دیگر اکابرین کے ہمراہ آپ بھی مقدمہ ہذا میں شہادت دینے کے لیے بطور حاضری بحیثیت مفتی اعظم ہندوستان دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء کو آپ کا بصیرت افروز بیان قلمبند ہوا جو دوسرے دن صبح دس بجے تک جاری رہا۔ ازاں بعد فریقین مخالف کی جرح کے ایسے محققانہ جوابات دیئے کہ فرقہ مرزائیت کا کفر و ارتداد حقیقت بن کر عدالت پر واضح ہو گیا۔

۲۰ اگست ۱۹۳۲ء

فرائین حاضر ہیں

بیان گواہ مدعیہ

باقرار صالح

محمد شفیع ولد مولانا محمد حسین ذات شیخ پیشہ مفتی دارالعلوم دیوبند سکند دیوبند عمر ۳۲ سال میرے نزدیک اور تمام علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ متفقہ بات ہے۔ کہ جو شخص نبی کریم صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے۔ یا ختم النبوة کا انکار کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اس کا نکاح کبھی مسلمان عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ اور اگر نکاح کے بعد وہ یہ عقیدہ اختیار کرے۔ تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ بغیر حکم قاضی اور بغیر عدالت کے اس کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ ایک مسلمان کو کس وقت کافر کہا جاسکتا ہے۔ یعنی کن اقوال یا افعال کی وجہ سے ایک مسلمان کو کافر کہا جاسکتا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے۔ کہ خداوند عالم کا انکار یا اس کے رسول کا انکار کفر ہے۔ لیکن یہ بات تو ضیح طلب ہے۔ کہ رسول کے انکار کے پیش نظر اس کے متعلق قرآن کی ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ فَلَاؤذِقُكَ لَا يُؤْمِنُونَ (پ ۵) اس آیت میں صراحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو رسول اللہ صلعم کو اپنے تمام معاملات میں حکم نہ مانے اور آپ کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے قبول نہ کرے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت صادق فرماتے ہیں۔

لَوْ أَنَّ قَوْمًا عُبِدُوا لِلَّهِ تَعَالَى إِلَّا رَجَّحُوا رُوحَ الْمُعَانِي مَثَلِ جِلْدِ ۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قوم خداوند عالم کی عبادت کرے اور نماز پوری طرح ادا کرے۔ زکوٰۃ دے۔ روزے رکھے۔ حج کرے۔ سارے کام اسلامی ادا کرے۔ لیکن رسول صلعم کے کسی فعل پر حرف گیری کرے وہ مشرک ہے اس بنا پر تمام علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کا انکار کفر ہے۔ اس طرح اس کے کسی ایک حکم کا نہ ماننا بھی کفر ہے۔ دنیا کے عالم میں سب سے پہلا کافر شیطان اور ابلیس مانا جاتا ہے اس کا کفر بھی اسی نوع کا ہے۔ وہ خدا کا منکر نہیں اس کی صفات کا منکر نہیں صرف ایک حکم کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر مانا گیا۔ اس سے میں چند علماء کی عبارتیں اس کی تصریح میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شرح مقاصد بحث ہفتم فی حکم مخالف الحق فی اهل القبلة لیس بہ کافر۔ ما لوی مخالف ما هو من ضرورة السنن۔ اس کے بعد اس کتاب میں ہے۔ فلا ننزلع فی کفر اهل القبلة المواظبة طول الاطاعة۔۔۔۔۔ الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص ساری عمر اطاعت پر نوازا و امت کرنے والا ہو۔ جب وہ قدم عالم کا قائل ہو جائے یا حشر کا

انکار کرے یا اس کے امثال کا تو وہ کافر ہے۔ یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ موجبات کفر سے اس سے صادر ہو۔ اور حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں: اعلم ان اوساد من اهل القبلة الذين اتفقوا من ما هو من ضروریات الدین کمدون العالم وحشر الاجساد وعلو الله تعالیٰ بالکلیات والجنیبات وما اشبه من ذلك وغیره جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اہل قبلہ جن کی تکفیر نہیں کی جاتی وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں۔ تو جو شخص ساری عمر اطاعت اور عبادت پر مداومت کرے۔ مگر قدم عالم یا نفی قیامت کا قائل ہو۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب تک کوئی چیز علامات کفر میں سے اس پر نہ پائی جائے۔ اس وقت تک تکفیر نہ کی جاوے علامہ شامی رد المحتار معرہ نمبر ۷۷۷ جلد نمبر ۱ میں فرماتے ہیں: لاخلاف فی کفر الخ لاف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواقف علی ما علی اللہ جس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ امت میں سے کسی کو اس میں خلاف نہیں۔ کہ جو شخص ضروریات اسلام کا مخالف ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادت پر مداومت کرتا ہو۔ یہی مضمون بحر الرائق اور شرح کنز الدقائق میں باب المرتدین اور غایۃ تحقیق شرح حسامی میں اور کشف الاصول میں ہے۔ شرح عقائد نسفی کی شرح نہ اس صفحہ نمبر ۵۷۲ میں علمائے محققین کی تحقیق اس طرح نقل فرمائی ہے: اهل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین وغیره جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ محققین اسلام کی تحقیق یہ واقع ہوئی ہے۔ کہ متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ لوگ ہیں۔ جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کریں۔ یعنی ان امور کی تصدیق کریں جس کا ثبوت شریعت میں مشہور اور معلوم ہے۔ پس جو شخص ضروریات میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔ اگرچہ اطاعت میں انتہائی کوشش کرنے والا ہو۔ ایسے ہی وہ شخص جو کسی ایسے کام کا مرتکب ہو جو تکذیب رسول کی علامت ہے۔ جیسے زمین کھاد شریعی کی یا کسی اور شریعی کا استہزاء کرنا۔ یہاں تک کہ یہ چند شہادات علمائے محققین کی اس بات پر پیش کی ہیں کہ جس طرح رسول صلعم کا سرے سے انکار کرنا کفر ہے اسی طرح آپ کے احکام میں سے جو حکم قطعی الثبوت ہو اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ قطعی الثبوت سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ احکام جو اسلام میں اس طرح مشہور اور معروف ہیں۔ کہ امت قرین اولیٰ سے لے کر آج تک ان کو ایسا ہی سمجھتی رہی ہے۔ قطعی الثبوت اور ضروریات دین میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا ثبوت درجہ تو اترو کہ پہنچ کر ایسا واضح ہو گیا ہو کہ تمام امت اس کو ہمیشہ جانتی رہی ہو اور قطعی الثبوت وہ چیز ہے کہ جس کا ثبوت نبی کریم صلعم سے علمی قواعد کی بنا پر قطعی ہو۔ خواہ امت کا کوئی فرد اس کو نہ جانتا ہو اس لئے قطعی الثبوت کے انکار کو اس وقت کفر کہا جائے گا جبکہ اس کی تبلیغ اس شخص کو کر دی جائے۔ اور ضروریات دین کا منکر مطلقاً کافر ہے۔ اس میں تبلیغ کرنے کی بھی ضرورت نہیں

اور یہ بات جو میں نے علمائے اُمت کی تحقیق سے پیش کی ہے۔ خود مرزا صاحب اور ان کے متبعین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقتہ الوحی صفحہ نمبر ۷۹ میں کہتے ہیں۔ کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرا یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے اور اگر خور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ اور اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۶۳ پر کہتے ہیں۔ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ نیز مسٹر محمد علی صاحب تفسیر بیان القرآن صفحہ ۷۴ میں آیت کریم ان الذین یکفرون باللہ ورسلم ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلم کے تحت میں کہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق سے مراد صرف یہی نہیں کہ اللہ کو مان لیا۔ اور رسولوں کا انکار کر دیا۔ جیسے برہمن ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو مان لیا۔ اور بعض کا انکار کر دیا۔ جیسے تامل اہل کتاب کی حالت ہے۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ کے کسی رسول کا انکار گویا اللہ ہی کا انکار ہے۔ نیز انجام آتھم صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں۔

کہ اشہد وانا نتمسک بکتاب اللہ وغیرہ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ گواہ رہو کہ ہم اللہ کی کتاب قرآن کے ساتھ تمسک کرتے ہیں۔ اور رسول اللہ کے اقوال کا اتباع کرتے ہیں۔ جو چشمہ حق اور عرفان کا ہے۔ اور ہم قبول کرتے ہیں۔ اس چیز کو جس پر اجماع اس زمانہ میں منعقد ہوا ہے نہ ہم اس پر زیادتی کرتے ہیں۔ اور نہ اس سے کمی کرتے ہیں۔ اس پر زندہ رہیں گے۔ اور اس پر مریں گے اور جو شخص اس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کی زیادتی کرے یا اس میں سے کمی کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت۔ اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ یہ میرا اعتقاد ہے تمسک کے معنی استدلال کے ہوں یا نہیں ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے۔ کہ علمائے اسلام کے نزدیک اتفاقی طور پر اور خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی جس طرح رسول کا انکار کفر ہے۔ اس طرح اسلام کے کسی اجماعی عقیدہ کا یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے ضروریات دین میں سے بہت سی چیزوں کا انکار کیا۔ اور اس بنا پر وہ باجماع اُمت کا فرد مرتد ہیں اس وقت ان ضروریات میں سے پہلی چیز ختم النبوت کا انکار ہے اور نبوت کا دعوے اور وحی اور شریعت مستقلہ کا دعوے ہے۔ نبوت کے دعوے کا خود مدعا علیہ کو اپنے بیان میں اقرار ہے۔ اس لیے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ وحی اور شریعت مستقلہ کا دعوے۔ اس کے ثبوت میں مرزا صاحب کے اقوال ذیل پیش کرتا ہوں۔

دفع البلاغہ صفحہ نمبر ۱۱ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اسی طرح اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ نمبر ۹۸ میں لکھتے ہیں۔ کہ حق یہ ہے۔ کہ خدا کی وہ پاک وحی جو مجھ

پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ بڑا دفعہ بھی مضمون اور دعویٰ اربعین جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۶ میں بھی ہے۔ مضمون یہ ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کہ اور خدا پر انفراد کر کے آنحضرت صلعم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی ۲۳ برس تک مہلت پاسکے۔ ضرور ہلاک ہوگا۔ کتاب صمیمہ حقیقت النبوت میں مرزا محمود صاحب مرزا غلام احمد صاحب کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ سخی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل دینی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ اس کے اوپر کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ چند روز ہوئے کہ ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ سخی یہ ہے۔ الخ۔ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰ میں ہے۔ اس طرح اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی حیثیت ظاہر ہوتا۔ تو اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا انجام آخرا صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہیں۔ الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ ہے۔ خدا کا مامور۔ خدا کا دین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ اور مرزا صاحب اربعین نمبر ۴ صفحہ نمبر ۱۹ میں فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریث اور انجیل اور قرآن کریم پر تو کیا اب مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں گا۔ اس طرح حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ میں ہے۔ میں اس کی پاک وحی پر ایسا ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وجوہ پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال اس بارہ میں اگر جمع کئے جاویں تو اور بھی بہت سے ہیں۔ لیکن ان سے بقدر ضرورت یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہ مرزا صاحب وحی اور رسالت کے دعوے دار ہیں اور اپنی وحی کو بالکل قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ اس کے منکر کو جہنمی کہتے ہیں۔ میں اُمت محمدیہ کا ساڑھے تیرہ سو برس کا عقیدہ اس بارہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جو شخص وحی اور نبوت کا دعویٰ کرے۔ یا آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا آنا کسی کو نبوت دیا جانا تجویز کرے۔ اس کے متعلق علمائے اُمت کی مسلمہ رائے ہے۔ اور ائمہ اسلام نے کیا کچھ فرمایا ہے علامہ خفاجی شفاء قاضی عیاض کی شرح میں فرماتے ہیں۔ وکذلك قال ابن القاسم في من تنبأ و زعم انه يدعي اليه - وقاله سحنون و قال ابن القاسم في من تنبأ انه كالمرتد سواء كان دعي ذلك الى متابعت التبتة سوا كان اوجهه كالمسيلة وقال الصنع بن عواى هداى من

زعمرانہ نبی، یوحی ایہہ کالمرثہ فی احکامہ لانہ لتدکفر بکتاب اللہ لانا کذبیہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ انہ خاتم النبیین ولانہی بعدہ مع النسیۃ عنہ اللہ۔

ان اقوال کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے ہی ابن قاسم نے اس شخص کے متعلق کہا ہے۔ جو دعویٰ نبوت
کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ یہ یحییٰ کا بیان ہے۔ اور ابن قاسم مدعی نبوت کے بارہ میں فرماتے
ہیں۔ کہ وہ مثل مرتد کے ہے۔ برابر ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی نبوت کے اتباع کی دعوت دے یا نہ دے۔ اور
پھر یہ دعوت خفیہ ہو یا علانیہ جیسے مسلمانوں نے کذاب لعنتہ اللہ علیہ اصبع ابن فرج فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ میں
نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ وہ احکام میں مثل مرتد کے ہے۔ اس لئے کہ وہ قرآن کا منکر ہو گیا۔ اور اس لئے
آنحضرت صلعم کو اس قول میں بھٹلایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ
پر افتراء بھی باندھا کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اسی طرح شرح شفا میں ہے۔

و کذا لک نکفر من ادعی نبوة احد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و ای فی زمنہ کسلیمتہ الکذا
والاسود العنسی او ادعی نبوة احد بعد انہ خاتم النبیین بنص التران والحديث، و هذا
تکذیب اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے ہی ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کسی کی بھی نبوت کا دعویٰ کرے یعنی آپ کے زمانہ مبارک میں دعویٰ کرے۔ جیسے مسلمانوں اور اسود عنسی نے
کیا۔ یا آپ کے بعد کرے۔ اس لیے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ نصیر قرآن و حدیث۔ پس دعویٰ نبوت اللہ
اور اس کے رسول کی تکذیب ہے۔ مثل عیسویہ کے الاشباہ والنظائر صفحہ نمبر ۲۹۶ کتاب السیر والردۃ میں ہے۔ کہ
جب کوئی شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلعم تمام انبیاء سے آخری نبی ہیں۔ تو وہ مسلمان نہیں اس لئے کہ آپ کا آخری
نبی ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ نیز فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب بحر الرائق صفحہ ۱۳۰ جلد ۵ میں ہے۔ کہ
اگر کوئی کلمہ شک کے ساتھ کہے کہ اگر انبیاء کا فرمان صحیح اور پرچ ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر یہ کہے کہ میں
اللہ کا رسول ہوں۔ یا تو اسے عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ میں ہے۔ کہ جب کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمد صلعم آخری نبی
ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اگر کہے کہ میں رسول اللہ ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ ہو کہ میں
پیغام پہنچا تا ہوں۔ تب بھی کافر ہو جاتا ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ ایسے الفاظ ہوں جو دعویٰ نبوت کے لیے موہم
ہوں وہ بھی کفر ہے۔ علامہ ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص محمد صلعم کے بعد کسی وحی کا اعتقاد
رکھے۔ باجماع مسلمانوں کا کافر ہو گیا۔ حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲ میں فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کا دعویٰ
ہمارے نبی صلعم کے بعد باجماع کفر ہے۔ علامہ سید محمود مفتی بغداد اپنی تفسیر کے صفحہ ۶۵ جلد ۲ میں لکھتے ہیں۔ جس
کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول صلعم کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے۔ جن پر تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں۔

اور جن کو احادیث نبوی نے نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور جن پر اُمت نے اجماع کیا ہے اس لئے اس کے خلاف کا مدعی کا فرسبھا جائے گا۔ اور اگر اصرار کرے گا۔ تو قتل کر دیا جائے گا۔ حافظ ابن حزم اندلسی اپنی کتاب الملل والنحل جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ میں فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور ایسے ہی جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی محمد صلعم کے بعد سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اور کوئی نبی ہے۔ تو کوئی شخص اس کے کا فر ہونے میں اختلاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان سب امور پر صحیح اور قطعی حجت قائم ہو چکی ہے۔ حضرت عوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غیبتہ اطالبین میں فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہیں۔ لعنت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق ان پر قیامت تک اور برباد کرے ان کے کھیتوں کو اور نہ چھوڑے ان میں کوئی گھر میں بسنے والا اس لئے کہ انہوں نے اپنے غلو میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اور کفر میں جمع ہو گئے۔ اور اسلام و ایمان کو چھوڑ دیا۔ اور انبیاء اور قرآن کا انکار کیا۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس شخص سے جس نے یہ قول اختیار کیا۔ ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ اُمت محمدیہ قرن اول سے لے کر آج تک اس پر متفق ہے کہ جو شخص آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا یادگی کا دعویٰ کرے یا ختم نبوت کا انکار کرے وہ کا فر و مرتد ہے۔ اس کی تائید میں میں مرزا صاحب کے بعض اقوال پیش کرتا ہوں۔ حاتمہ البشری صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں۔ اور قوم کافرین کے ساتھ مل جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ خود مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے۔ کہ جو تمام اُمت کا عقیدہ تھا۔ اس کے بعد چند فیصلہ جات بیان کرتا ہوں۔ جو اس بارہ میں اسلامی درباروں ہوتے رہے۔ یعنی مدعیان نبوت کے بارہ میں اسلامی درباروں نے صادر کئے ہیں سب سے پہلے مدعی نبوت اسلام میں آنحضرت کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب اور اسود عقیسی ہیں۔ اسود کی کو آنحضرت کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اور کسی نے نہ پوچھا کہ تیری نبوت کے کیا دلائل ہیں۔ اور تیرے صدق کا کیا معیار ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۴۵۵ جلد ۱ اس کے بعد سلیمہ کذاب کو نبی کریم صلعم کے بعد باجماع صحابہ قتل کیا گیا۔ اور اس پر جہاد کیا گیا۔ سب سے پہلے اجماع جو اسلام میں منعقد ہوا وہ مسیلمہ کے جہاد پر تھا۔ جس میں کسی نے یہ بحث نہ ڈالی کہ سلیمہ اپنی نبوت کے کیا دلائل رکھتا ہے۔ کیا معجزات دکھاتا ہے۔ بلکہ اس بنا پر کہ آنحضرت صلعم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے سے کذب و افتراء مان لیا گیا ہے۔ اس لیے باجماع صحابہ اس پر جہاد کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر کے عہد خلافت میں طلحہ نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور حضرت صدیق نے خالد بن ولید کو اس کے قتل کے لیے بھیجا یہ واقعہ فتوح البلدان صفحہ ۱۰۲ پر ہے۔ اس کے بعد حارث نامی ایک شخص نے خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں دعویٰ نبوت کیا۔ خلیفہ نے علمائے وقت سے جو کہ صحابہ اترابین تھے فتویٰ لیا۔ متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کیا گیا۔ اور سولی پر چڑھایا گیا۔ کسی نے اس بحث کو روانہ رکھا کہ

اس کی صداقت کا معیار دیکھیں۔ اس سے معجزات اور دلائل طلب کریں۔ قاضی بزم نے اپنی کتاب شفاء میں اس واقعہ کو نقل کر کے فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور ایسا ہی کیا ہے۔ بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے ان کے مشابہ لوگوں کے ساتھ اور اس زمانہ کے علمائے اجماع کیا ہے کہ ان کی یہ کارروائی صحیح اور درست تھی اور جو شخص ان کے کفر کا منکر ہو۔ وہ خود کافر ہے۔ ہارون رشید کے عہد میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ خلیفہ وقت نے علماء کے متفقہ فیصلہ سے اس کو قتل کیا۔ یہ واقعہ کتاب الحماہن۔ والما دی امام بہیقی کے صفحہ ۶ جلد ۱ پر ہے۔ تمام اہم محمدیہ اس پر متفق ہے کہ جو شخص نبی کریم صلعم کے بعد نبوت یا وحی کا دعویٰ کرے یا ختم النبوة کا انکار کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اور اسی فیصلہ کو قرون اولیٰ سے لے کر ہمیشہ تمام اسلامی عدالتوں اور اسلامی درباروں نے نافذ کیا ہے۔ مدعی نبوت اور اس کو ماننے والوں کو قتل کر دیا۔ ان تمام اقوال ائمہ کے اندر یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جو کچھ ختم النبوت کا عقیدہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید کی صریح آیت کا حکم ہے وکن رسول اللہ خاتم النبیین اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس آیت کا مطلب سوائے اس کے نہیں ہو سکتا جو صحابہ اور تابعین نے باجماع بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ جائز نہیں تفسیر ابن کثیر صفحہ ۷۹ جلد ۸ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت اس بات کی نص صریح ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اور رسول بدرجہ اولیٰ نہ ہو گا۔ کیونکہ مرتبہ رسالت کا بہ نسبت مرتبہ نبوت کے خاص ہے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے۔ اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلعم سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ جن کو صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے نقل کیا ہے ابن کثیر کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ختم النبوة کی نسبت احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ ابن کثیر کی اس کتاب محمولہ بالا کے صفحہ ۹۱ جلد ۸ میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بندوں پر بس خدا کی رحمت یہی ہے۔ کہ محمد صلعم کا ان کی طرف بھیجا پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلعم کی تعظیم و تکریم میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ختم کر دیا۔ اور دین خلیف کو آپ پر کامل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی احادیث متواترہ میں خبر دی ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں۔ تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوة کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا۔ افتراء پر واز۔ و جال۔ گمراہ۔ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ شعبدہ بازی کرے۔ اور قسم قسم کے جادو طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے۔ اس لیے کہ یہ سب سب عقائد کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے اور ایسے ہی قیامت تک خداوند تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعی نبوت پر یہاں تک کہ وہ مسیح الدجال پر ختم کر دیئے جائیں گے۔ اس بارہ میں بھی احادیث متواترہ کا دعویٰ علامہ ابن کثیر نے کیا ہے۔ وہ سب رسالہ ختم النبوة میں طبع شدہ ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے لوگ نہ اٹھائے جاویں۔ جن میں سے

سراپک یہ کہتا ہوگا وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں تو خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں (الوداؤد اور ترمذی) دوسری حدیث میں ہے۔ کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے۔ کہ جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو۔ اور اس کو آراستہ پر آستہ کیا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ اور لوگ اس کے پاس چکر لگاتے اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں۔ کہ یہ ایک اینٹ بھی ایسی کیوں نہ رکھ دی گئی تاکہ تعمیر مکمل ہو جاتی۔ فرمایا آخرت صلعم نے کہ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری اور مسلم) بخاری اور مسلم میں اور حدیث ہے۔ کہ مجھے تمام انبیاء پر چھوہ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ چھٹی یہ کہ میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا ہے مسلم کتاب الفضائل اور حدیث ہے۔ کہ میں سب انبیاء میں آخری ہوں اور تم سب امتوں کی بلا استثناء امتوں میں آخری۔ ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال۔ میرے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ضروریات دین کا انکار باجماع اُمت کفر ہے خرم اللہ عنہم وضریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح مدعی نبوت کا مرتد ہونا بھی ضروریات دین میں ہے۔ مرزا صاحب نے ان تمام ضروریات دین کا کھلے طور پر انکار کیا۔ اس لئے وہ باجماع اُمت کا فراع مرتد ہیں۔ اس کے بعد دوسری چیز تو ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا اور ان کو بلا استثناء تعظیم و توقیر کرنا۔ قرآن اور حدیث کا کھلا ہوا فیصلہ اور اجتماعی فیصلہ ہے۔ قرآن کا ارشاد اس بارہ میں ہے۔ کہ اِنَّ اَسَدِیْہِ یُکْفِرُوْنَ بِاللّٰہِ وِیَسُوْلَہِ وِیَسِیْدُوْنَ اَنْ یُّفْرِقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وِیَسُوْلَہِ وِیَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُوْنَ بِبَعْضٍ وَنُکْفِرُ بِبَعْضٍ۔ وِیَسِیْدُوْنَ اَنْ یُّفْرِقُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اَوْ لِبٰکَ هُوَ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا (سورہ نساء) اس آیت سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بلا استثناء ایمان لانا ضروری ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتابوں میں متعدد موافقات پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی مخاص کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر ہانت اس کی کتابوں میں صراحتاً موجود ہے۔ کہ کوئی بھلا آدمی کسی ادنیٰ آدمی کو بھی نہیں کہہ سکتا۔ مرزا صاحب کی کتاب دافع البلاء کے آخری صفحہ میں ہے۔ کہ لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ بخوبی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی یہ نہیں سنا گیا۔ کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اسے کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں بخوبی علیہ السلام کا نام ٹھوڑا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ اس عبارت نے یہ بات بھی صاف کر دی۔ کہ اس میں جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے وہ مرزا صاحب کا اپنا عقیدہ ہے۔ جس کو بحوالہ قرآن بیان کرتے ہیں۔ وہ کسی عیسائی کا قول نقل نہیں کیا جاتا اسی طرح مرزا صاحب اپنی کتاب ضمیمہ انجیام آتھم صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں کہ اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی نام کیوں رکھا۔ اس کتاب کے حاشیہ صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں۔ کہ ہاں آپ کو گالباں دینے اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی۔ اسی کتاب اور اسی صفحہ میں فرماتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک

آپ کی یہ حرکات جائے انوس نہیں کہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ اسی کتاب اور اسی صفحہ میں ہے کہ یہ بھی یاد رہے۔ کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ ضمیمہ انجام رقم صفحہ ۷ کے حاشیہ میں ہے۔ کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور صبر ہے۔ تین داویاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ اسی کتاب اور اسی صفحہ میں ہے کہ آپ کا کھجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کھجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اس کتاب اور اس صفحہ میں ہے۔ کہ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے مرزا صاحب نے یہ تمام گالیاں یسوع کا نام لے کر ضمیمہ انجام رقم میں دی ہیں۔ اور خود مرزا صاحب اپنی کتاب تو ضیح المرام صفحہ ۳۳ پر فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں۔ کہ مفری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح۔ میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ پھر اس کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ مرزا صاحب کی ان عبارتوں سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ جس کو یسوع کہتے ہیں وہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ اس لیے اب یہ بات ناقابل التفات ہے۔ کہ مرزا صاحب نے گالیاں یسوع کو دی ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو نہیں نیز کشتی نوح صفحہ ۱۵ کے ۱۷ حاشیہ پر خود مرزا صاحب بجائے یسوع کے لفظ عیسیٰ علیہ السلام لکھ کر کہتے ہیں کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے ان عبارتوں سے مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا توہین کرنا اور مغفلات گالیاں دینا صاف ثابت ہو گیا۔ اب میں علمائے اُمت کا متفقہ فتویٰ اس بارہ میں پیش کرتا ہوں۔ کہ جو شخص خدا کے کسی نبی کی ادلتے توہین کرے وہ شخص باجماع اُمت کا فیہ ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ درالمتحار۔ باب المرتدین حاشیہ شامی صفحہ ۲۹ جلد ۳ مطبوعہ مصر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا وہ قتل کیا جائے گا۔ اور اس کی توبہ قطعاً قبول نہ ہوگی۔ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہی مضمون در فضل جزیرہ اور فتاویٰ ہزاریہ میں بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کسی نبی کو کوئی دل سے مبغوض رکھے۔ اس کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح شامی صفحہ ۲۹ جلد ۲ میں ہے۔ کہ ابن سحنون مالکی فرماتے ہیں۔ کہ تمام مسلمانوں نے اجماع کیا ہے۔ کہ رسول کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے۔ اور جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہی عبارت بعینہ شفاء فاضلی عیاض میں بھی موجود ہے کتاب الخراج میں ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلعم کو گالی دے یا آپ کی تکذیب کرے یا آپ پر کوئی عیب لگائے وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت اس سے بائٹہ ہو گئی۔ تحفہ شرح منہاج باب المرتدین میں ہے۔ جو شخص کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے یا اس میں کوئی نقصان عائد کرے

یا کسی شخص کی نبوت کو بعد نبی صلعم کے جائز رکھے وہ بھی کافر ہے۔ یہ دوسری وجہ مرزا صاحب کے کفر و ارتداد کی اُمت کے اجماعی فیصلوں سے معلوم ہوئی۔ ان تمام وجوہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اور ان کے مقلبین باجماع اُمت کافر و مرتد ہیں۔ اور اس کے بعد یہ معلوم ہوتا چاہیے کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر کے ساتھ ہرگز کبھی کسی قرن میں جائز نہیں لکھا گیا۔ اور اگر بعد نکاح کرنے کے خاندان نے کفر اختیار کر لیا۔ تو اس کے نکاح کو ہمیشہ فسخ مانا گیا۔ قرآن کا ارشاد ہے لا ھن حل لھم ولا ھو یحلون لھن جن کا ترجمہ یہ ہے کہ مسلمان عورت کفار کے لیے حلال نہیں اور نہ کفار مسلمان عورتوں کے لئے حلال (سورۃ ممتحنہ) یہ عقیدہ اور حکم قرآن کا کھلا ہوا فیصلہ ہے خود مرزا صاحب اور ان کے مقلبین بھی اس کے قائل ہیں۔ فتویٰ احمدیہ صفحہ ۷ جلد ۲ تاکید کی جاتی ہے کہ کوئی احمدی اپنی لڑکی عیبرا احمدی کے نکاح میں نہ دے اس طرح انوار خلافت صفحہ ۹۳ - ۹۴ میں ہے۔ ایک اور بھی سوال کہ عیبرا احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ جو اپنی لڑکی عیبرا احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا تھا اور کئی قسم کی مجبور یوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن عیبرا احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے عیبرا احمدیوں کو لڑکی دیدی۔ تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا۔ اور جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجود کہ وہ بار بار کرتا رہا۔ اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔ کتاب انوار خلافت مصنفہ مرزا محمود صاحب (صفحہ ۹۳ - ۹۴) میں اپنے بیان کو اس پر ختم کرتا ہوں کہ باجماع اُمت اور بتصریح قرآن و حدیث کوئی مسلمان عورت کسی قادیانی مذہب کے نکاح میں ہرگز شرعاً نہیں رہ سکتی اور اگر بعد نکاح کے وہ یہ مذہب اختیار کرے گا۔ تو شرعاً نکاح فسخ ہو جائے گا۔ قصائے قاضی اور عدت کی بھی حاجت نہ ہوگی۔

دستخط محمد اکبر
ڈسٹرکٹ جج

۲۰ - اگست ۱۹۳۲ء

جرح بر بیان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب گواہ مدنیہ

مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء

بیان حج مولوی محمد شفیع صاحب گوہ مدعیہ

خاتم النبیین کے معنی یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کرنے والا یا آخری نبی اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس معنی میں خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر اور مرتد ہوگا۔ ملا علی قاری عالم مسلمان ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کتا ہوں اور اس کے باوجود اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اس طرح پر اگر حضرت عمر رضی نبی ہو جاتے تو وہ آپ کے پیروؤں میں رہتے۔ یہ بات ابراہیم علیہ السلام اور عمر رضی اللہ عنہم اگر زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو یہ قول خدا تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے منافی نہیں ہے۔ چونکہ معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت سے نہ ہو اور اس بات کو مضبوط کرتی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ امام محمد طاہر کے متعلق بھی میرا عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان ہے وہ اپنی کتاب تکرار مجمع البحار میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگو یہ تو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ اس لیے کہ وہ نظر کرتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور یہ قول اس بات کے منافی نہیں ہے۔ لانسبی بعدی اس لیے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ کوئی نبی نہیں ہو.....

منسوخ کرے آپ کی شریعت کو مگر ایک مصنف کے قول کے ماقبل و مابعد تک معلوم نہ ہو۔ اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کیا جاوے۔ اس وقت تک کوئی ایک جگہ کسی کتاب کا پیش کردینا عقیدہ ثابت کر دینے کے لیے کافی نہیں۔ ملا علی قاری کے متعلق جو سوال دریافت کیا گیا اس کے متعلق ملا علی قاری نے ایک حدیث کے متعلق بحث کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر ابراہیم صاحب زادہ نبی کریم صلعم زندہ رہتے تو البتہ نبی ہوتے۔ امام نووی اپنی کتاب تمذیب میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ حدیث باطل ہے اور جرات ہے۔ غائب کی باتوں پر کلام کرنے میں اور انکل پوجے اور ایک بڑے جرم کا ارتکاب ہے۔ ملا علی قاری کا جو قول اوپر بیان کیا گیا ہے اس کی ماقبل اور مابعد کی عبارت کو پڑھنے سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف حضرت ابراہیم صاحب زادہ رسول صلعم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ چیز بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم صاحب زادہ زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو کس شان کے نبی ہوتے۔ ملا علی قاری نے اس قول کے ماقبل ایسے اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کہ اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔ اس حدیث کو گرایا ہے۔ اور امام نووی اور امام عبداللہ کے اقوال نقل کئے۔ کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کے بعد یہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض اس حدیث کو تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو اس شان کے نبی ہوتے کہ نسخ شریعت نہ کرتے۔ اس بیان سے صاف معلوم ہوا کہ ملا علی قاری صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم نبی اگر ہوتے تو اس شان کے ساتھ ہوتے کہ نسخ شریعت نہ کرتے۔ لیکن یہ چیز صرف ابراہیم علیہ السلام کے حال کو بیان کر رہی ہے۔ عام قاعدہ نہیں۔ ملا علی قاری نے چند اقوال حدیث مذکورہ بالا کو ضعیف ثابت کرنے کے بعد خود اس حدیث کو اس لئے صحیح تسلیم کیا ہے۔ کہ بانی دو طریق سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ تین طریقے ہیں۔ جن سے قوی ہو جاتے ہیں۔ بعض طریقے بعض سے باوجود اس کے میں کہتا ہوں۔ کہ اگر زندہ رہتے ابراہیم اور ہو جاتے نبی اور ایسے ہی اگر ہو جاتے۔ عمر نبی البتہ ہوتے وہ دونوں نبی کریم صلعم کے اتباع میں سے مثل عیسیٰ اور خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کے پس نہیں منافی ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کے خاتم النبیین کے لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ نہیں آئے گا کوئی انبی آپ کے بعد جو منسوخ کرے آپ کی ملت کو۔ اور یہ آپ کی امت میں سے اور تقویت کرتی ہے۔ اس کی یہ حدیث کہ اگر ہوتے موسیٰ علیہ السلام زندہ رہتے نہ گنجائش ہوتی ان کو مگر میرے اتباع کی۔ یہ ترجمہ صحیح ہے۔ بسوال عدالت کہا کہ امام ابو طاهر کا جو قول اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ماقبل کی عبارت میں وہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور حلال میں زیادتی کریں گے۔ یعنی اپنے نفس کے لیے حلال میں اس طرح زیادتی کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کہ نہیں نکاح کیا

تھا آپ نے قبل آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے پس بعد نازل ہونے کے حلال میں زیادتی کی۔ اور اس وقت میں ایمان لے آئے گا ہر ایک اہل کتاب میں سے بوجہ اس یقین کے کہ وہ بشر ہے اور حضرت عائشہ سے ہے۔ کہ کوثر نقہ الانبیاء اور نہ کوکہ لانسجی بعد ہی اور یہ اس لئے بنا پر نظر کرنے کے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اور یہ پس منافی نہیں ہے۔ حدیث لانسجی بعد ہی کے اس لئے کہ ارادہ کیا ہے کہ نہیں کوئی نبی۔ جو منسوخ کرے آپ کی شریعت کو اور یہ حدیث اس لئے نقل کی گئی کہ خاتم النبیین کی آیت اور لانسجی بعد ہی کی حدیث کی وجہ سے کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ کر سکے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آئندہ کو کسی نبوت کا دروازے کھول رہے ہیں۔ امام محمد ظاہر نے لانسجی بعد ہی کے معنی یہ لیے ہیں۔ کہ لانسجی شیخ شریعتہ یعنی ایسے کوئی نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے۔

شیخ محی الدین ابن عربی مسلمان ہیں۔ ان کی کتاب فتوحات مکیہ میں جلد دوم صفحہ ۳ پر جو عبارت مختار مدعا علیہ نے پڑھی ہے۔ اس کا ترجمہ میری رائے میں حسب ذیل ہے۔ وہ نبوت جو ختم ہوئی ہے وہ نبوت تشریحی ہے۔ نہ مقام نبوت۔ پس کوئی شریعت نہیں ہے۔ جو ناسخ ہو آپ کی شریعت کی اور نہیں زیادہ کر سکتی ہے۔ آپ کی شریعت میں کوئی دوسرا حکم اور یہی معنی ہیں آنحضرت صلعم کے قول کے کہ رسالت اور نبوت ختم ہو گئی پس نہ کوئی رسول میرے بعد نہ کوئی نبی یعنی ایسا نبی جو اس شریعت پر ہو۔ جو میری شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب ہوگا۔ میری شریعت کے تحت ہوگا۔ بہ سوال عدالت کہا کہ اس مصنف فتوحات مکیہ نے باب ۳۵۳ میں بجا لے کتاب الباقیت والحواہر صفحہ ۲۳۲ میں لکھا ہے۔ کہ نہیں آئی ہمارے لئے کوئی خبر ایسی کہ بعد رسول اللہ صلعم کے وحی تشریحی ہے کبھی بلکہ اس کے سوا نہیں کہ ہمارے لئے وحی الہام ہے۔ جس سے انکار مقصود یہ ہے۔ کہ وحی تشریحی نبی پر ہوتی ہے۔ اور الہام اولیاء پر ہوتا ہے مولانا محمد قاسم صاحب نائوتوئی بانی مدرسہ دیوبند مسلمان ہیں۔ ان کی کتاب محمدیر الناس صفحہ ۳ پر یہ عبارت ہے۔ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں۔ تاکہ فہم جواب میں کوئی دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم یا تاخر زانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ فرمانا۔ اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاوے۔

سوال عدالت، اس مصنف نے اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تحریر فرمایا ہے۔ کہ سوا اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو نبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم نزوم خاتمیت زمانی بدالات الترامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی

مثلاً انت مبی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ الا انہ لاجی بعدی اوکما قال جو بظاہر بطرز مذکور اس لفظ نما انہیں سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہجے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو لفاظ مذکور بسند تواتر منتقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد و کلمات فرائض و وتر وغیرہ خاتم النبیین کے لغت میں سوائے ان معنوں کے جو میں نے کئے ہیں۔ نہیں آتے۔ عربی زبان میں کوئی حقیقی معنی بھی اس کے سوا نہیں ہوتا۔

نوٹ: مختار مدعا علیہ ایک شعر میں خاتم کے لفظ کے معنی پوچھنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ بحث لٹوی ہے۔ جس کا مقدمہ ہذا سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ سوال نہیں پوچھا جاتا۔ یہ ایک عربی شاعر کے قول میں خاتم الشعر کے لفظ کا معنی پوچھے گئے لیکن اس کا کوئی تعلق مقدمہ ہذا سے نہیں سمجھا گیا۔

قرآن مجید میں سورۃ اعراف میں جو یہ آیت ہے: یا بنی آدم! اما یا تینکھ رسول منکم یفصون علیکم ایاتی الایۃ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اے اولاد آدم کی کبھی پیچیں تم پاس رسول تم میں سے سناؤں تم کو آئینیں میری سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور سنوار کچڑی نہ ڈرے ان پر اور نہ غم کھاویں۔ بنی آدم سے وہ بنی آدم مراد ہیں۔ جب تک کہ سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بنی آدم سے مخاطب کل بنی آدم ہیں۔ لیکن اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں۔ جو سلسلہ نبوت کے منقطع ہونے سے قبل کے ہیں۔ اس سے قبل کی آیت میں جو بنی آدم کا لفظ ہے۔ اس سے مراد جملہ بنی آدم ہیں۔ چونکہ آگے دوسرا کوئی تعارض موجود نہیں ہے۔ دوسری آیات اللہ بیطفی من الملائکتہ رسول اللہ سورۃ حج کے معنی یہ ہیں کہ اللہ چھانٹ لیتا ہے۔ فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں۔ اللہ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے! لفظ بیطفی میں آئندہ زمانہ مراد نہیں ہے۔ اس لفظ کے معنی استقبال کے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس آیت میں سبگز استقبال کے معنی نہیں ہو سکتے۔ رسول صلعم کے بعد وحی نشری کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔ وحی نشری کسی قسم کی نہیں ہوگی کوئی الہام کا نام وحی رکھ دے وہ دوسری چیز ہے۔ الہام سے مراد یہ ہے۔ کہ کسی کے دل میں خدا کی طرف سے کوئی بات واقع ہو جائے۔ اور امر و نہی کے متعلق نہ ہو۔ وحی بواسطہ فرشتہ وحی نہیں ہو سکتی۔ یعنی جو فرشتہ وحی لانے والا ہے۔ اس کے ذریعہ وحی نہیں ہو سکتی قرآن مجید میں آیت ذیل ما کان لبشر ان ینطق الا بالکلمۃ اللہ الانیہ میں جو خداوند تعالیٰ سے کلام کرنے کے طریق بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اُمت محمدیہ پر بند ہیں۔ یہ طریق وحی جو بواسطہ ملک آئے۔ یا پس پردہ کوئی آواز آئے یا کوئی رسول پہنچے یا اور وحی کرے اللہ کے اذن سے۔ آیت میں صاف ذکر ہے۔ کہ کون وحی کرے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی پیغام لانے والا وحی کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ ان کے احکام باقی اُمت کے احکام کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ اس وقت اُمت محمدیہ کے زمرہ میں ہو کر آئیں گے جبرئیل علیہ السلام ان پر نازل ہوں یا نہ ہوں۔ اس بحث سے تعلق نہیں ہے۔ ان پر اگر کوئی جبرئیل علیہ السلام

کے نازل ہونے کا قائل ہو۔ تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ وہ پہلے انبیاءوں سے ہیں۔ جن کی خبر سے قرآن بھرا ہوا ہے۔ مجھے کوئی حدیث یاد نہیں جس میں یہ ہو کہ رسول صلعم کے بعد کوئی وحی نہ آئے گی۔ میں نواب صدیق حسن صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں ان کی کتاب حج الکرامہ ظاہر آن است کہ آئندہ وحی بسوئے اوجبرئیل علیہ السلام باشد بلکہ ہمیں تفسیر داریم و دران تردد نے کینم چہ جبرئیل سفیر خدا است در بیان انبیاء علیہ السلام و فرشتہ دیگر برائے زمین کار مصروف ہست و آنکہ بالعموم عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبرئیل بسوئے ارض بعد موت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشو و بے اصل محض است۔ شیخ محی الدین بن عربی کی کتاب الفتوحات مگر جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۴ پر جو عبارت میں نے اب پڑھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وحی رسول اللہ صلعم پر نازل ہوتی تھیں اور وحی کبھی نازل ہوتی ہے آپ علیہ السلام کے قلب پر تو آپ پر ایک شدت حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جس کو حال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ طبیعت اس کے مناسب نہیں اس لئے اس پر سخت ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے مزاج شخص غرق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس چیز کو ادا کر دیتے ہیں۔ جو آپ کی طرف وحی کی گئی۔ پھر آپ سے یہ حالت کھل جاتی ہے پھر آپ خبر دیتے ہیں اس چیز کی جو آپ سے کسی گئی۔ اور یہ موجود ہے اللہ کے بندوں میں اولیاء میں سے اور جو وہ مختص ہے۔ نبی کے ساتھ اس میں سے نہ ولی کے ساتھ وہ وحی بالشرع ہے۔ بس نہیں تشریح کر سکتا ہے۔ مگر رسول خاص کر۔ پس حلال کرے۔ حرام کرے۔ اور مباح کرے۔ جس وحی کا ذکر امام ابن عربی نے مذکورہ بالا عبارت میں کیا ہے۔ وہ وحی ہے۔ اس کتاب کے باب ۳۱۰ میں ابن عربی صاحب کہتے ہیں جو وحی شرع لانے والا ہے وہ کسی غیر نبی پر ہرگز نہ آئے گا اس کے سوا نہیں کہ اولیاء کے واسطے بشرات کی وحی ہے۔ یعنی نیک خواہیں یہ حوالہ کتاب الیواقیت و الجواہر صفحہ ۲۳۲ پر ہے منقول از فتوحات باب ۳۱ شیخ محی الدین بن عربی نے ملک وحی کے کسی غیر نبی پر آنے کو نہیں مانا بلکہ کتاب الیواقیت و الجواہر صفحہ ۹۵ پر عبارت جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے۔ والعق ان اللام فی الفرق بینہما ان ما ہونی کیفیتا متزل اللہ الملک فی نزول الملک اس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام یہ فرق بتلانا چاہتے ہیں کہ نبی اور ولی کے نام میں فرق نزول الملک کے اعتبار سے نہیں۔ بلکہ کیفیت کے اعتبار سے ہے اس لئے جو ملک رسول اور نبی پر نازل ہوتا ہے۔ خلاف اس کے ہے جو ولی تابع پر نازل ہوتا ہے۔ اس لئے ولی تابع پر ملک نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نبی کے اتباع کے لیے نماز ضروریات دین سے ہے۔ نماز کے عمل کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین سے نہیں ہے۔ لیکن نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ عمل کرنا عقیدہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ ضروریات دین کا تعلق عقائد سے ہے۔ اعمال سے نہیں ہے۔ اس قسم کی حدیث ہے۔ کہ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔ اس حدیث کے معنی میں جمہور ائمت یہ سمجھتی ہے۔ کہ اس شخص نے کفر کا سافل کیا۔ جس نے نماز کو عمداً چھوڑ دیا۔ بعض ائمہ نے ایسے

شخص کو کافر بھی کہا ہے۔ جن لوگوں نے ایسے اشخاص کو کافر کہا ہے۔ وہ امام حق ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہا ہو۔ ان لوگوں کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ اور جن لوگوں کو یہ ائمہ اس حدیث کی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی رائے ان کے متعلق بھی یہی ہوگی کہ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ کسی نبی کے دل میں زنا کا خیال آیا۔ وہ کافر نہیں۔ قصد سے اگر یہ مراد لے کہ پختہ عزم کیا تو وہ شخص جو کسی نبی کے متعلق یہ کہے کہ اس نے زنا کا قصد کیا وہ بھی کافر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی مسلمان ہے مولانا جلال الدین نے اپنی تفسیر جلالین میں سورہ یوسف کی آیت ولقد همت به وهه بها۔ کے تحت میں یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے جماع کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام نے اس سے اس کا قصد کیا۔ اس سے قصد سے مراد عزم نہیں ہے۔ بلکہ تیار ہے۔ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اور فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اور جو شخص فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اگرچہ ساری عمر ادا کرے وہ کافر ہے۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ تم زکوٰۃ دو اور وہ نہ دے تو وہ میرے نزدیک کافر نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ امام ابوحنیفہ۔ امام شافعی۔ امام حنبلی۔ شیخ محی الدین ابن عربی امام مالک پر علماء نے کفر کے فتوے لگائے ہیں یا نہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ امام ابن جوزی نے سید عبدالقادر جیلانی اور شیخ محی الدین ابن عربی پر کفر کا فتوے لگا یا ہے یا نہ۔ یہ سب ائمہ ضروریات دین کے قائل تھے۔ اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے متعلق یہ خبر معلوم ہو یا اس کی کسی عبارت سے یہ سمجھے کہ وہ بعض ضروریات دین کا انکار کر رہا ہے۔ تو اس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا۔ اور اگر وہ شخص فی الواقع ضروریات دین کا منکر نہیں تو وہ اپنی جگہ پر مسلمان رہے گا۔ جن لوگوں نے اس خبر کی بنا پر کہ وہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ کسی کو کافر ٹھہرایا یہ لوگ مسلمان رہیں گے۔ گویہ خبر فی نفسہ غلط ہو بغیر تحقیقات کے کسی کی ذات پر فتوے کفر لگانا جائز نہیں۔ لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن ہے۔ بلکہ کثرت سے واقع ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی نے فرقہ حنفیہ کو جو امام ابوحنیفہ کا پیغمبر ہے۔ اسے گمراہ فرقہ میں شمار نہیں کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی نے دیوبندیوں پر فتوے کفر کا دیا ہے۔ اس پر بعض علماء دین کی مہر میں بھی ثبوت ہیں۔ ہم احمد رضا خاں بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے۔ احمد رضا خاں کو بھی ہم کافر نہیں کہتے۔ اس کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ احمد رضا خاں نے دیوبندیوں کو کافر کہتے وقت کوئی تحقیقات کی ہو۔ ان کا فتوے اس خبر کی بنا پر یا اس تحقیق کی بنا پر واقع ہوا کہ دیوبندیوں نے کسی ضرورت دین کا انکار کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ ایسے شخص کو کافر کہے۔ جو کسی ضرورت دین کا منکر ہو۔ اس لئے ان کا فتوے اپنی تحقیق کی بنا پر تھا۔ گو وہ تحقیق درحقیقت غلط ہے۔ اور دیوبندیوں کے سر ضروریات دین کا انکار لگانا۔ محض جھوٹ اور افترا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ دیوبندیوں نے بھی کسی کو احمدیوں کے سوا کافر کہا ہے۔ یا نہیں۔ شیعوں کے بعض فرقے جو ضروریات دین کے منکر ہوں۔ وہ کافر سمجھے جائیں گے۔

فوت: جرح میں بہت طوالت کی جا رہی ہے ۸ بجے سے شروع ہوئی ہے۔ اور اب ۱۰ بج چکے ہیں۔ اس لئے مزید جرح کے لیے اب بکے تک وقت دیا جاتا ہے۔ دستخط جج صاحب بحروف انگریزی

(محمد اکبر)

مسئلہ کذاب کی نبوت کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مدعی تھا کہ میں نبی کریم صلعم کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں تھا۔ اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی۔ قرآن شریف کے مقابلہ میں کوئی آیات قائم کی تھیں یا نہ مجھے علم نہیں۔ وہ شریعت قرآن شریف کا قبح تھا یا نہ مجھے معلوم نہیں۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف قتال کیا تھا۔ ادعا نبوت کی بناء پر وہ قتال تھا۔ وہ رسول صلعم کی نبوت کا قائل تھا۔ لیکن اپنے کو بھی اس میں شریک سمجھتا تھا۔ اسودھی مدعی نبوت تھا۔ آیا مسیلمہ کی قسم کا یا دوسری قسم کا۔ اس کے متعلق کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے۔ مرزا صاحب نبوت اور رسالت دونوں کے مدعی ہیں۔ میں نے نبوت اور رسالت میں جو فرق بیان کیا ہے۔ وہ ایک امام کے قول سے نقل کیا ہے۔ اور یہ فرق درست ہے اس قول کو میں صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ بخاری کی حدیث سے جو مجھے دکھلائی گئی ہے۔ یہ مطلب نکلتا ہے کہ مسیلمہ کذاب کہتا ہے کہ اگر رسول صلعم آپ کے بعد نبی قرار دیں۔ تو آپ کا اتباع کلی اختیار کرے۔ مرزا صاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں جہاں نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس دعویٰ کی تردید نہیں ہے۔ صفحہ ۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ جس جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غائب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ حقیقت الوحی میں ہے۔ میں نے جو حوالہ دیا ہے اس کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ کہ میں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔ تفسیر جلالین صفحہ ۳۵۲ پارہ ۲۲ آیات ما کان لہومن کی تفسیر میں یہ عبارت ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کی ان پر (زینب) پر نظر پڑی اور آپ کے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی۔ اور زید کے نفس میں ان کی کہا بہت پیدا ہو گئی۔ ان الفاظ میں کوئی توہین نہیں ہے۔ اور نہ آگے کے الفاظوں میں کوئی توہین ہے۔ صنیعہ انجام اہم حاشیہ صفحہ ۸ پر آگے عیسائیوں کی بدگوئی کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے میں نے کتاب ایام الصلح صفحہ ۲ کی عبارت بعض دوسری کتابوں میں دیکھی ہے۔ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر کی اور مولوی آل حسن صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی میں اس طرز کوئی گفتگو نہیں کی۔ جس طرز پر کہ مرزا صاحب نے کی ہے۔ اگر گوی ہو تو وہ کافر ہوگا۔ میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کے بعد مرزائی ہو جائے۔ تو اس کا نکاح بغیر حکم قاضی و عدت کے فسخ ہو جائے گا۔ یہ شرعی مسئلہ ہے۔ اگر یہ معاملہ قاضی کے سپرد کیا جاوے۔ تو شریعت کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر قاضی کے سپرد کرے۔

تو اور اچھا ہے۔

سوال مکرر، جو عبارت ملا علی قاری کی کل پیش کی گئی تھی۔ اس سے ان کا پورا عقیدہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ صاحب مجمع البحار کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس عبارت میں جو ملا علی قاری کی کل بیان کی گئی ہے۔ کسی نئے آنے والے نبی کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی پیش گوئی نہیں ہے۔ اگر ملا علی قاری کا یہ قول قرآن۔ حدیث اور اجماع اُمت کے خلاف ہو۔ تو کوئی وقعت نہیں رکھ سکتا۔ میں نے جو کل یہ بات کہی تھی۔ کہ ایک مصنف کے دوہرے اقوال بھی دیکھنے چاہئیں۔ اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اگر ایک مصنف کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال مذکور ہوں۔ ان میں سے ایک قول مبہم ہو تو اس مبہم قول کو مختلف اقوال کی طرف راجح کیا جائے گا۔ فتوحاً مکملہ کی جو عبارت فریق ثانی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ وہ قرآن۔ حدیث اور اجماع اُمت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر بالفرض وہ ان کے خلاف ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ قرآن شریف کی آیت اما یا ینکمہ اس میں زمان مستقبل بعد نزول قرآن داخل نہیں سورہ یوسف کی تفسیر میں جلالین میں جو لفظ جماع کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو محاورات میں جائز طور پر جائز فعل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر میں زنا کا یا زمانہ کے قصد کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ تحقیقات کفر میں جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ وہ انفرادی طور پر ہوتی ہیں اور اس قسم کی بھی غلطیاں کثرت سے ہیں۔ لیکن جو تمام اُمت مسلمہ کے فرقہ اور جماعتیں کسی شخص کے متعلق مکمل تحقیق کر کے کا فر کہہ چکی ہو اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ دیوبندیوں کی تکفیر کا مسئلہ اس بنیاد پر ہے کہ تکفیر کرنے والوں کو ان کے متعلق بعض غلط خیالات ایسے پیدا ہو گئے۔ جن سے یہ سمجھا گیا کہ دیوبندی بعض ضروریات اسلام کے منکمر ہیں۔ حالانکہ دیوبندی ان چیزوں سے اپنی برائت تحریروں میں تقریروں میں پوری طرح واضح کر چکے ہیں۔ اور وہ چیزیں ایسی ہیں۔ کہ خود ہم دیوبندیوں سے پوچھا جاوے۔ کہ ان کا کہنے والا کافر ہے یا نہیں تو ہم خود اقرار کریں گے۔ بلاشبہ جو شخص ایسا خیال رکھے وہ قطعاً کافر ہے۔ میں مرزا صاحب کو اس بنا پر کافر کہتا ہوں کہ انہوں نے اِدعا نبوت کیا اور مدعا علیہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ کسی مسلمان نے مسلمان کو مسلمان نہیں کہا۔ باجماع صحابہ اسے دعوئے نبوت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے۔ بخاری کی جو حدیث مسیلمہ کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ اس میں مسیلمہ کے قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر مجھے اپنے بعد نبی کریم نبی قرار دیں۔ تو میں آپکا اتباع کروں گا۔ میں نے جو یہ بیان کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے اتباع کرنے سے نکاح فسخ بغیر قضائے قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے۔ اور حکم قاضی کی ضرورت نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ عند اللہ نکاح فسخ ہو گیا۔ قاضی کی طرف مرفوعہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کسی گورنمنٹ کے قانون میں ہمیں مرفوعہ پر مجبور کیا جائے۔ تو وہ اس کے منافی بھی نہیں ملا علی قاری اور شیخ محمد طاہر کے اقوال جو کل پیش کئے گئے ان میں سے اجماع اُمت کے خلاف کوئی بات پیدا نہیں ہوتی

بیان حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب گواہ مدعیہ

حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب چاند پوری جو اپنے دور کے مشہور و مقبول مقرر ہی نہ تھے بلکہ ایک بلند پایہ عالم دین بھی تھے۔ آپ نے متعدد دینی مدارس بشمول دارالعلوم دیوبند میں عرصہ دراز تک دینی خدمات انجام دیں۔ ہندوستان کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جو آپ کے مواعظِ حسنہ سے مستفیض نہ ہوا ہو۔ آپ کو فن مناظرہ میں ملکہ تامہ حاصل تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار آریہ سماج کے مشہور مقرر پنڈت رام چندر جی دہلوی نے آپ کو مناظرہ کی دعوت دی جسے آپ نے بغیر توقف کے منظور فرمایا۔ امر وہہ (ہندوستان) میں ہزار ہا افراد جن میں ہندو، مسلمان، عیسائی شامل تھے، کی موجودگی میں یہ معرکتہ الارار مناظرہ ہوا۔ حضرت مولانا کے محققانہ اور دانشمندانہ دلائل اور حاضر جوابی سے پنڈت جی ایسے لاجواب اور مہموت ہوئے کہ میدان چھوڑ کر سیدھے دہلی فرار ہوئے۔

حضرت ممدوح ضلع بجنور ہندوستان سے بطور خاص برائے شہادت بہاول پور تشریف لائے۔ آپ کا یہ ایمان افروز بیان ۲۱، ۲۳، اگست ۱۹۳۳ء کو قلمبند کیا گیا جبکہ ۲۴ و ۲۵، اگست ۱۹۳۳ء کو فریقِ ثانی نے آپ پر جرح کی۔ آپ کا بیان اور فریقِ ثانی کی جرح پر آپ کے جوابات تردید مرزائیت پر ایسی لاثانی دستاویز ہے جس نے فرقہ برمزائیت ضالہ کے ہر پہلو کو ایسا اُجاگر کیا کہ پورے عالم میں مرزا قادیان کے ارتداد کی جسٹریس ہلا کر رکھ دیں

گواد مدعیہ

باقرار صالح

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ولد حکیم سید شجاعت علی صاحب قوم سید سکند کرتپور - مصلح بجنور

عمر ۶۴ سال

مرزا صاحب کافر - مرتد اور قطعی کافر ہیں۔ اور ایسے کافر ہیں کہ مرزا صاحب کے عقائد معلوم ہونے کے بعد جو ان کے لفظوں اور ازتہاد میں شک و شبہ کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

مرزا صاحب اور ان کے متبعین اور دوسرے جتنے مرتد ہیں۔ ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کا ان کے کسی مرد یا عورت سے نکاح ناجائز اور اگر نکاح ہو گیا ہے اور نکاح ہونے کے بعد کوئی شخص مرزائی ہو جائے تو اس کا نکاح بالفعل فوراً فسخ ہو جاتا ہے اس عورت کو اس کی بھی ضرورت نہیں کہ قاضی سے فسخ کرائے۔ بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ خود کسی شخص سے نکاح کرے یہ مسئلہ اس قسم کا ہے کہ دنیا میں جتنے لوگ کوئی مقصد مذہب رکھنے والے ہیں۔ ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب والے کا نکاح دوسرے مذہب والے سے جائز نہیں۔ حتیٰ کہ بعض قوموں کے اندر یہ بات بھی ہے کہ باوجود یہ کہ وہ ایک مذہب کے ہیں مگر پھر بھی دوسری قوم میں نکاح جائز نہیں سمجھتے شریعت مطہرہ کفو کا اعتبار کیا ہے اگر کوئی لڑکی بالغ ہو اور وہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو ولی کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ قاضی کے ہاں اس نکاح کو فسخ کرا سکے اگر کسی نیک بخت مستحق، پرہیزگار کی لڑکی جوان ہو اور کسی بدعاش فاسق سے نکاح کر لے اگرچہ وہ اس کا ہم عقیدہ ہو اور اس کا ہم قوم اور اس کی برادری کا ہو۔ اپنی لڑکی بیاہنے سے مگر پھر بھی ولی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح کو فسخ کرا سکے۔ یہ ہیز ایسی ہے کہ انسانوں سے بڑھ کر جانوروں کو بھی اس کا احساس ہے، وہ جانور کہ جن کے چوڑے ہیں سوائے سورا اور پچھ کے، دوسرا نہ جفتی نہیں کر سکتے!

مرزا محمود اپنی کتاب انوار خلافت صفحہ ۹۳ - ۹۴ پر لکھتے ہیں کہ اور بھی سوال کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں، حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو

کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے فارغ کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔ اس عبارت سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مرزا صاحب کی شریعت کے مطابق چونکہ تمام غیر احمدی مسلمان نہیں ہیں اور کافر ہیں اور مرتد ہیں۔ لہذا ان کے مذہب کی عورت کا کسی غیر مذہب

والے سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور جب یہ بھی ملایا جاوے کہ جس کو یہ لوگ اپنی جماعت سے نکال دیں۔ تو وہ مسلمان بھی نہیں رہتا اور اس کی نجات بھی نہیں کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق نجات کا انحصار اس پر ہے کہ ان کی جماعت میں داخل رہے۔

جب خلیفہ اول صاحب نے اس شخص کو جس نے اپنی لڑکی غیر احمدی کو دی تھی۔ اپنی جماعت سے بھی خارج کر دیا تو معلوم ہوا کہ مرزائی مذہب میں اگر کوئی احمدی شخص کسی مسلمان سے اپنی لڑکی بیاہ دے تو یہی نہیں کہ اس کا نکاح نہیں ہوا۔ بلکہ وہ کافر بھی ہو گیا۔ جس جماعت کا یہ خیال ہو کہ ان کی عورت اگر غیر احمدیوں سے نکاح کئے تو وہ کافر ہو جائے وہی نہیں، بلکہ اس کا باپ بھی کافر ہو جائے پھر وہ ہم سے یہ امید کریں۔ کہ غیر احمدیوں کی عورتیں ان کے نکاح میں رہیں اور اس پر وہ مقدمہ دائر کریں۔

مرزا صاحب اور قادیانی جماعت اور ہم مسلمانوں میں اس وقت تک اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ جو شخص دعویٰ نبوت تشریحی کرے وہ کافر ہے چنانچہ شیخ محمد عمرو کیل سیف کورٹ پنجاب نے اپنی کتاب قول فیصل صفحہ ۴۱ پر یہ لکھا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حماۃ البشری صفحہ ۹۴ طبع ثانی میں لکھتے ہیں کہ دماکان لی ان ادعی النبوتہ واخبرہ من الاسلام والحق بقوم الکافرین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں جائز ہے میرے لیے یہ امر کہ میں دعویٰ نبوتہ کا کروں اور اسلام سے خارج ہو کر کفار میں مل جاؤں۔

اپنی کتاب کے ص ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ الاتعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا علیہ السلام خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطلابین ولو جازنا ظهور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجزونا انفتاح باب النبوتہ بعد تغلیقہا وھذا خلفت کمالا یخفی علی المسلمین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تو نہیں جانتا اس بات کو تیرے رب رحیم نے جو اسان کرنے والا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بغیر استثناء کے کیا اور تفسیر کی اس کی ہمارے نبی نے اپنے قول لا نبی بعدی میں ساتھ بیان واضح کے واسطے طالبین کے اور اگر جائز رکھیں ہم ظہور کسی نبی کا بعد نبی ہمارے صلی اللہ علیہ وسلم کے تو البتہ جائز رکھیں گے ہم کھلنا دروازہ وحی نبوت کا۔ بعد بند ہونے اس کے اور یہ خلاف ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور کیسے آسکتا ہے کوئی نبی بعد ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالانکہ وحی آپ کے بعد منقطع ہو گئی کتاب حقیقت النبوتہ صفحہ ۲۴۳ میں مرزا اشیر احمد خلیفہ دوم مرزا صاحب کا کلام بحوالہ کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۹ سے نقل کرتے ہیں کہ ”مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کالات نبوتہ ان پر ختم ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول

نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی،
 ضمیمہ حقیقت نبوۃ ص ۲۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہاں یہ نبوۃ تشریحی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ
 کرے اور نئی کتاب لائے، ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں کتاب حق الیقین ص ۲۰ مصنفہ حکیم عبداللہ صاحب
 بسمل احمدی پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علماء کو نبوۃ کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جو
 خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف لام پڑے ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی
 نبوت بند ہو چکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہو گیا۔ وہ کافر ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ دکھلانا مقصود ہے کہ جناب مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب اور ان کے تمام متبعین
 ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ تشریحی کا دروازہ بند ہے۔ آپ کے بعد جو نبوت
 تشریحی کا دعویٰ کرے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اس کے بعد یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جناب مرزا صاحب اپنی
 تحریر اور اپنے ہی اقرار سے کافر بھی ہیں۔ مرتد بھی ہیں اور اسلام سے خارج بھی ہیں۔ ان کی جماعت کے ساتھ
 کسی مسلمان مرد عورت کا نکاح ناجائز ہے اور مرزا صاحب کے ہی فتویٰ کے مطابق اور خلیفہ صاحب ثانی کے مطابق
 اور خلیفہ اول کے مطابق اگر ایسا نکاح ہو گیا ہو گا تو فسخ اور باطل ہو جائے گا۔

مرزا صاحب اپنی تشریحی نبوت کا دعویٰ اربعین ص ۱۰ صفحہ ۱۰ میں ان کلمے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔
 لاکر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہو جاتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل
 ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو۔ کہ شریعت کیا چیز ہے
 جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب
 شریعت ہو گا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی
 مثالیہ الہام قل للمؤمنین یغضوا ابصارہم ویحفظوا فروجہم ذلک ازکی
 لہم، یہ براہین ائمہ میں درج ہے اور اس امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر ۲۳ برس کی مدت بھی گزر گئی ہے
 اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور کہو کہ شریعت سے مراد وہ شریعت مراد
 ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں۔ تو یہ باطل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان ہذا لقی الصحف الاولی صحف
 ابراہیم وموسیٰ یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے۔ جس میں امر بھی
 کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر تورات یا قرآن شریف میں باستیفاء (پورا پورا) احکام شریعت کا ذکر ہوتا۔
 تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی فرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔

اس کتاب کے حاشیہ ص ۱۰ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی،

اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا چیدا کہ ایک الہام الہی کی یہ عبارت ہے **واصنع الفلک باعیننا** وصحبتنا۔ ان الذین بیالیعونک انما بیالیعون اللہ ید اللہ فوق ابیدیہم یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا، جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو انوں کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے سکان ہوں بنے۔

محمد اکبر

۲۱۔ اگست ۱۹۳۲ء

۱۷۔ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ



۲۲ اگست ۱۹۳۲ء

فریقین حاضر ہیں ،

باقرا صالح

تتمہ بیان مولانا مرتضیٰ حسن صاحب

میں نے گل مرزا صاحب کے جو احوال اربعین سے نقل کئے تھے۔ اس میں مرزا صاحب نے چند باتوں کی تصریح خود فرمائی ہے۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔ جس نے اپنی امت کے لیے کوئی قانون مقرر کیا ہو۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا صاحب اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کافر اور مرتد ہو گئے۔ کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا باری معنی خاتم النبیین ہونا کہ آپ کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آئے گا۔ اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ کافر ہے یہ ثابت ہو گیا۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف فرمادیا کہ وحی میں جو حکم یا نہی ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم نیا ہو۔ بلکہ اگر پہلی شریعت کا ہی حکم اس کے پاس بذریعہ وحی کے آئے۔ تو بھی یہ صاحب شریعت ہونے کے لیے کافی ہے۔ اب مرزا صاحب نے جو اپنی بہمت تکوینی ہے وہ بیان کی ہیں کہ جو آیات قرآنی ہیں۔ وہ بھی مرزا صاحب ہی کی شریعت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ صاحب شریعت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شریعت میں نئے احکام ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی نسبت یہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں بھی ہے یہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے، اب اگر شریعت جدید کے لیے یہ ضروری

ہو کہ اس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب احکام نئے ہوں۔ تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں۔ ویسے ہی مرزا صاحب بھی صاحب شریعت نبی ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف کہہ دیا کہ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ شریعت کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام ادا امر اور نواہی اس شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام تورات اور قرآن مجید میں بھی مذکور نہیں۔ اگر تمام احکام قرآن مجید میں مذکور ہوتے۔ تو پھر اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مدعی نبوت ایک امر اور نبی کا بھی دعویٰ کرے۔ اگرچہ وہ امر اور نبی اپرائی ہو۔ تو وہ نبی صاحب شریعت کہلایا جائے گا اور اس میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یاں معنی کچھ فرق نہیں کہ یہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔

اب میں اس مسئلہ کی تشریح کرنا چاہتا ہوں جو یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تشریحی یعنی صاحب شریعت نہیں آئے گا۔ اور امتی۔ بروزی۔ ظلی آسکتے ہیں۔ بلکہ آنا چاہیئے اور ضرور آنا چاہیئے اور جس دین و مذہب میں ایسے نبی نہ آئیں۔ مرزا صاحب فرماتے کہ وہ مذہب یعنی مذہب ہے اور اس مذہب کو شیطانی مذہب کہا جائے و مناسب ہے چنانچہ جس کا حوالہ آئندہ پیش کر دوں گا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۰)

تو اب یہ بات ثابت ہو گئی اگر کسی نبی کو خدا کا یہی حکم آئے کہ تجھ کو ہم نے نبی کر کے بھیجا اور تو لوگوں پر اس حکم کی تبلیغ کر اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانے گا وہ کافر ہے تو یہ بھی نبی صاحب شریعت اور نبی تشریحی ہو گیا۔ تو اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ جو نبی یقینی بت اور جو نبی شرعی ہے۔ اس کے لیے نبی تشریحی ہونا ضروری ہے۔ مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق یہ ناممکن ہو گا کہ کوئی نبی سچا اور حقیقی نبی ہو اور صاحب شریعت اور تشریحی نبی نہ ہو۔ چنانچہ خود مرزا صاحب بھی بیان فرماتے ہیں کہ جو نبی ہے، وہ امتی نہیں ہو سکتا۔ حوالہ اس کا یہ ہے۔ (ازالۃ الادہام حصہ دوم صفحہ ۵۹۹)۔

(خاتم النبیین کے بارے میں دوسری طرف سے یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ ملا علی قاری یا کسی دوسرے بزرگ نے یہ کہا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ یعنی نبی تشریحی نہیں آئے گا۔ ان کا مطلب اور بن لوگوں نے یہ مانا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں درافرق نہیں۔ کیونکہ جو نبی حقیقی ہو گا، وہ صاحب شریعت ضرور ہو گا۔ اس عبارت میں جناب مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری کشتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے، جو اس میں ہو گا، وہ نجات پائے گا۔ اور جو اس میں نہ ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ بات یاد

رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب کی شریعت کا نیا حکم ہے جس نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا۔ علاوہ اس کے مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا بھی دعویٰ کیا۔ لکن ان کی شریعت قرآن مجید اور احکام اسلامی کی ناسخ بھی ہے۔ اگر کوئی شخص سائے قرآن کے ایک ایک حرف پر عمل کرے۔ لیکن مرزا صاحب کو نبی نہ مانے تو ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ یہود، نصاریٰ اور دیگر کفار۔

مرزا صاحب صاحب شریعت بھی ہوئے اور ان کی شریعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو منسوخ بھی کیا۔ اب یہ نہیں سمجھیں آنا کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں مرزا صاحب نے نیا حکم یہ بھی دیا۔ جس کی کل عبارت بیان کی گئی ہے۔ لکن ان کی عورتوں کا نکاح، غیر احمدیوں سے جائز نہیں۔ یہ بھی حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے مرزا صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ قیامت کے معنی جو مسلمان اب تک سمجھتے تھے اس معنی پر قیامت نہیں ہونے کی۔

قرآن پاک میں جو نفع صورت آیا ہے نہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی کوئی نفع صورت ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ بلکہ اس سے خود مرزا صاحب کا تشریف لانا منظور ہے۔ قیامت کے متعلق جتنی آیات قرآن مجید میں ہیں اور جتنی احادیث آئی ہیں۔ ان تمام امور کا انکار ہے۔ ہاں لفظوں کا انکار نہیں، مگر جن معنی سے قرآن اور حدیث قیامت کو بیان کرتے ہیں، ان چیزوں کا انکار ہے مردوں کا قبروں سے اٹھنا جو بہت سی آیات میں صاف مذکور ہے، اس کا بھی انکار ہے۔ مرزا صاحب کی شریعت جدیدہ میں ایک اور نیا حکم بھی ہے، جو تمام اسلام کے خلاف ہے، وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرما کر یہ حکم فرماتے ہیں کہ جو کوئی چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے گا۔ وہ میری بیعت سے خارج ہے اور بیعت سے خارج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے خارج ہے اور کافر ہے اور مرتد ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے، زکوٰۃ کے لیے بھی خدا نے یہ حکم نہیں دیا ہے۔ کہ اگر تین ماہ تک کوئی زکوٰۃ نہ دے۔ تو وہ اسلام ہی سے خارج ہو جائے گا۔ یہ فرمان لوح الہدیٰ جو ناظر بہت المال قادیان نے دسمبر ۱۸۸۲ء میں شائع کیا ہے، میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت ضروری فرمان،

یہ اہتمام۔ کوئی معمولی تحریر نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میری انہی سے پیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں، جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دہوکا دینا چاہتے ہیں۔ تو ہر شخص کو چاہیے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ فرض حقی کے طور پر اس قدر چندہ ماہوار ہی بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیے کہ فضول گوئی اور دروغ کا بڑا ڈونڈ کرے، ہر ایک شخص جو مرید ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کرے۔ خواہ ایک پیسہ ہو۔ خواہ ایک دھیلہ، اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جمانی طور پر اس سلسلے کے لیے کچھ مدد دے سکتا ہے۔ وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ سلسلے میں نہیں رہ سکے گا۔ اس اہتمام

کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے لیے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لیے قبول کرتا ہے، اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں، اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔

المشہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

تتمہ یہ بات بھی پھر دوبارہ یاد دلانا ہوں۔ کہ ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت کو دیکھ کر چندہ مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے فوق الطاعتہ بوجھ سمجھ کر ملول ہو جائے۔ کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گنہگار ٹھہرے گا۔

ضمیمہ برائین احمدیہ صفحہ ۱۳۸ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بد قسمتی بدحوکا سے پیدا ہوئی ہو کہ نبی کے توفیق معنوں پر غور نہیں کیا گیا نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا تابع نہ ہو (یہ کہنا پھیلے قول کے خلاف ہے) بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین دین ہی نہیں ہے اور وہ نبی نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔

اس کے چند سطور کے بعد کہتے ہیں کہ اگر کوئی آواز ہی غیب سے کسی کے کان تک پہنچی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رجالی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔

قیامت کے متعلق مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ بہشتی پہلے ہمہشت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے، قبروں سے نکل کر نہیں آئیں گے میں نے ان کے عقیدہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ پوسے الفاظ ان کی تحریر کے ازالۃ الادہام صفحہ ۱۴۳ پر درج ہیں۔

کتاب شہادت القرآن صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ نفع صورت کی خوش خبری دی گئی ہے اور نفع صورت سے مراد قیامت

نہیں ہے، کیونکہ عیسائیوں کے امواج فتن کے پیدا ہونے پر تو سو برس سے زیادہ گزر گیا ہے۔ مگر کوئی قیامت برپا نہیں ہوئی۔

آگے چل کر کہتے ہیں کہ روحانی احیاء اور امارت بھی ہمیشہ نفعِ صورت کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور جیسا قرآن میں نفعِ صورت سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے تا عیسائی مذہب کے غلبہ کو توڑے۔ ایسے ہی امواجِ فتن سے وہ جہالتِ ملت پر ہے صفحہ ۶۱ شہادت القرآن پر مرزا صاحب نے پہلے یہ اقرار کیا کہ دعویٰ نبوت تشریحی کفر ہے اور پھر خود دعویٰ نبوت تشریحی کیا۔ اور بہت سے احکام میں تغیر و تبدل بھی کیا۔ لہذا مرزا صاحب کا کفر ہے۔ مرتد ہیں اور جوان کے قبیح ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ ان کا نکاح کسی مسلمان سے جائز نہیں اگر نکاح ہو جائے اور پھر خاوند مرزائی ہو جائے۔ تو نکاح فورا فسخ ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ سورہ احزاب پارہ ۲۲۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر جلد ۸ صفحہ ۷۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وهذا الاية نص ----- رضی اللہ عنہم

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ آیت تصریح ہے کہ کوئی نبی آپ کے بعد نہیں، اور جب کوئی نبی آپ کے بعد نہیں تو کوئی رسول آپ کے بعد بطریقِ اولیٰ نہیں۔ اس واسطے کہ مقام رسالت خاص ہے مقام نبوت سے کیونکہ ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

حدیث متواترہ وہ ہوتی ہے کہ اتنے لوگوں نے اسے روایت کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو اور ایسی حدیث کا انکار کرنے والا دیسا ہی کافر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کا انکار کرنے والا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کا منکر ہو کر بھی کافر ہوا اور احادیث متواترہ کا منکر ہو کر بھی کافر ہوا۔

اب اس نبوت میں کوئی بردزی۔ ظلی نبوت کی قید نہیں۔ بلکہ مطلق نبوت کا انکار ہے یہی ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں ضمن رحمة اللہ تعالیٰ یکذب من جاء بها اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ہے اپنے بندوں پر بھیجنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف ان کے۔ پھر خدا کی بزرگی واسطے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا اور دین حنیف کو آپ کے لیے کامل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی اہلیت متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوت کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا۔ افتراء پر داز۔ دجال اور گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

اگرچہ شیعہ کی بازی کرے اور قسم قسم کا جادو اور طلسم اور نیزنگیاں دکھائے اس لیے یہ سب کا سب عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے۔

کتاب ختم النبوت فی القرآن مولفہ مولانا محمد شفیع صاحب صفحہ ۳۴ پر مفصل ترجمہ درج ہے۔

روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۹ وكونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين مما لظن به الكتاب وصدعت به السنة واجتمعت الامة فيكفر مدعى خلافة و يقتل ان اصرو يعني رسول الله كما خاتم النبيين هو اى قبيل سے ہے۔ کہ قرآن میں مذکور اور سنت میں مذکور یعنی احادیث میں مذکور ہے اور امت نے اس پر اجماع کر لیا۔ جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور قتل کیا جائے گا اگر اصرار کرے گا۔

شرح شفاء قاضی عیاض - ملا علی قاری (رحمہما اللہ تعالیٰ) صفحہ ۵۱۸ جلد دوم پر لکھتے ہیں۔ وکذائد من ادعی بنبوۃ احد مع نبینا علیہ السلام۔ بتواتر الرسل۔ جس کا ترجمہ یہ ہے جیسے پچھلے لوگوں کا ہم نے بیان کیا کہ کافر ہیں اس طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو دعویٰ کرے نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جیسا کہ مسلمان اور اسود غنی نے یا آپ کے بعد جیسا کہ عیسویہ یہود سے اور جو اس کے قائل ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عرب کے ساتھ مخصوص تھی۔ اور جیسا کہ کرامیہ ہے وہ قائل ہیں کہ رسول برابر آتے رہیں گے۔ جب تک کہ دنیا قائم رہے گی۔ یہ سب لوگ کافر ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ پر ہے۔ - وکذالك - تا - بلامریۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں خود نبی ہوں یا بوجہ ریاضت کے یا بوجہ صفائی قلب کے، اس مرتبہ کو آدمی حاصل کر سکتا ہے۔ علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے یعنی وحی جلی نہ الہام یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ حوروں سے ملتا ہے۔ جنت کے چل کھاتا ہے، یہ تمام جماعتیں سب کی سب کافر ہیں۔ اس واسطے کہ یہ تکذیب کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس واسطے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا۔ اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی بنے ہیں، آپ سے پہلے اور خبر دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ بڑی قوی دلیل ہے۔ اور آپ نے خبر دی ہے اللہ کی جانب سے اس طرح کہ تمام آدمیوں کی طرف آپ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس واسطے کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ وما ارسلناک الا کافۃً للناس اور تمام امت نے اس پر اجماع کیا کہ یہ کلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (ذات کے بارے میں) اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا لفظی ترجمہ ہے وہی مراد

ہے یعنی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اس کی ظاہر میں کوئی تاویل نہیں۔ اس کے عموم میں کوئی تخصیص نہیں۔ پس جتنے طائفے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، سب کے سب کافر ہیں۔ اس واسطے کہ ہٹھلاتے ہیں یہ لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان کا کافر ہونا قطعی اور یقینی ہے، اس میں شبہ نہیں سے اور ان کا کافر ہونا اجماعی ہے۔ کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے اور ان کا کافر سماعی ہے، یعنی قرآن اور حدیث سے ثابت ہے (یہ ملا علی قاری کا قول ہے جو کتاب شرح شفاء قاضی عیاض میں انہوں نے لکھا ہے)۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یقینی ہے۔ اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ کتاب اور سنت سے ثابت ہے اور قرآن پاک میں بچا یا ہے۔ وکن رسول اللہ خاتم النبیین اس میں مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی قسم کی نبوت میں نبی نہ بنے گا، علی علیہ السلام کا آنا اس میں منافی نہیں کہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں۔ لہذا مرزا صاحب چونکہ مدعی نبوت ہیں اور نبوت بھی تشریحی اور نبوت بھی حقیقی اور صاحب کتاب ہونے کے بھی مدعی ہیں اور اپنی وحی کو تسلیحی قرار دیتے ہیں لہذا وہ کافر ہیں۔ ہر وہی ان کی جماعت کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح جائز نہیں اگر کوئی نکاح کرے گا۔ تو زنا محض ہو گا اور اولاد ولد الزنا اور حرامی ہو گی۔

وحی کو متعلقہ قرار دینا مرزا صاحب کے اپنے اقوال سے سمجھا جا سکتا ہے کتاب مرفاة شرح مشکوٰۃ شریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۵۶۴ پر ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا۔ فی المعنی انه لا یحدث
.... لکان نبیاً۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے علی تیرا مرتبہ میرے پاس ایسا ہے جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا موسیٰ کے ساتھ تھا لیکن ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ تم نبی نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہونے کا۔ اس پر ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی بننے کا نہیں کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا اس واسطے کہ

آپ خاتم النبیین ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہونے کا اس واسطے کہ نبی مجھ سے پہلے گذرے ہیں میں ان سب کا ختم کرتے والا ہوں ان سب کے بعد میں آیا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہو گا۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو علی ہوتے لیکن چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اس لیے علی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے۔ اور یہ حدیث نہیں منافی ہے، اس کے جو وارد ہوا ہے، حق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صریحاً۔ اس واسطے کہ یہ حکم فرضی اور تقدیری ہے۔ بس گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فرض کئے جاتے بعد میرے نبی تو میرے صحابہ کی ایک جماعت ہوتی۔ لیکن میرے بعد نبی ہی نہیں ہیں اور یہی معنی ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے تو نبی ہوتے حدیث میں یہ آیا ہے کہ لوکان بعدی نبیاً لکان عمر جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتے، لیکن عمر نبی نہ ہوئے۔ اس واسطے کہ میرے بعد نبی ہی نہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث انہ لا نبی بعدی میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتے تو علی ہوتے تو بظاہر ملا علی قاری کا کام حدیث کے معارض ہو گیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حدیث اس اشارہ کے منافی نہیں کیونکہ وہاں بھی اور

یہاں بھی حکم تو تقدیری اور فرضی ہے کہ بطریق فرض محال اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے اور اگر بطریق فرض محال اگر نبی ہوتے میرے بعد تو ملی ہوتے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے، تو میرے بعد وہ نبی ہوتے، یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطریق فرض کے ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ دنیا میں اگر میرے بعد نبوت واقعی ہوتی تو میرے صحابہ کی جماعت کو نبوت ملتی لیکن چونکہ میرے بعد نبوت نہیں۔ اس واسطے میرے صحابہ کو نبوت نہ ملی۔

تفسیر ابن کثیر اس آیت ما ارسلناک الا کافۃً للناس کے تحت میں صفحہ ۷۹، ۳ جلد ۳ پر لکھتے ہیں وہذا کبر نعم اللہ تعالیٰ..... الانس والجن جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے دین کو کامل فرمایا۔ لہذا نہ وہ کسی دوسرے دین کے محتاج ہیں اور نہ کسی اور نبی کے جو سوا ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی واسطے جایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء۔ اور بھیجا آپ کو طرف انسان اور جنات کے، اس آیت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خاتم الانبیاء کے معنی یہی ہیں کہ اپنے عوم سے کسی نبی کو نبوت آپ کے بعد نہیں مل سکتی اور جو اس کا منکر ہو۔ وہ کافر مطلق ہے۔ اس کے بعد دوسری آیت پیش کی جاتی ہے۔ الیسوم اکملت لکم دینکم وانتم علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ سورہ مائدہ رکوع ۲۔ اس آیت میں خدا نے قدوس نے دین کے کامل کرنے کا اور نعمت کے تمام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور سب نعمتوں میں بڑی نعمت نبوت اور دین ہیں۔ جب دین بھی کامل ہو چکا اور نعمت بھی کامل ہو چکی تو اب نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی شریعت آ سکتی ہے۔ اس واسطے کہ کمال کے بعد اس چیز کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

کتاب الانسان الکامل۔ جلد اول صفحہ ۷۹، باب ۴۶ میں لکھا ہے۔

فانه ما ترک شئیاً..... لہ یجی احدًا بذلک جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز سرور عالم نے ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کو ہماری طرف پہنچایا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کتاب میں کوئی کی نہیں کی اور فرمایا کہ ہر چیز کی ہم نے تفصیل کامل بیان کی ہے اور اسی واسطے آپ کا دین تمام ادیان میں بہتر ہے اور آپ کے دین سے تمام ادیان منسوخ ہو گئے اس واسطے کہ جو اور لوگوں نے بیان کیا تھا وہ سب آپ نے بیان کیا اور اس پر اور زیادتی بھی بیان فرمائی۔ جس کو کوئی نہیں لاسکا اسی واسطے اوروں کے دین آپ کے دین کے سامنے منسوخ ہو گئے۔ کیونکہ وہ ناقص تھے اور یہ کامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔ اور نہیں نازل ہوئی یہ آیت کسی نبی پر اور اگر کسی نبی پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نازل ہوتی۔ تو وہی خاتم النبیین ہوتا اور یہ چیز کسی کے لائق نہ تھی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے۔ بس آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی واسطے آپ خاتم النبیین ہوئے۔ اس واسطے کہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت کی

بات اور کوئی بھید ایسا نہیں چھوڑا، جس کو آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ اور اس کی طرف اشارہ نہ فرمایا ہو۔ جس قدر کہ اس چیز کا بیان کرنا مناسب تھا۔ یا تصریحاً یا اشارۃً، یا کنایتاً، یا استعارۃً، یا مختصراً یا مفصلاً یا مودلاً یا متشابہاً۔ اس کے سوا کمال بیان کی جنئی قسمیں تھیں وہ سب پوری کر دیں۔ آپ کے غیر کے لیے کوئی راستہ ہی باقی نہ رہا۔ پس آپ امر نبوت کے ساتھ منتقل ہو گئے۔ اور نبوت ختم ہو گئی۔ اسی واسطے کہ کوئی چیز آپ نے نہیں چھوڑی کہ جس کی حاجت ہو اور آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ اب آپ کے بعد اگر کوئی کامل آدمی کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر لوگوں کو خبر دار کرے۔ مگر اس چیز کو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہے پس طابع ہو گا وہ کامل چسا کہ تنبیہ کی ہے اس کے اوپر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہو جائے گا وہ تابع۔ بس منقطع ہو گیا حکم نبوت تشریحی کا بعد آپ کے اور جوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اس واسطے کہ لائے ہیں آپ کمال کو اور نہیں لایا ہے کوئی اس عبارت میں بھی تفسیر ہی کا لفظ آیا ہے اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ کوئی ہی حقیقی طور پر کہ جو صاحب شریعت ہو، نہیں آسکتا اور صاحب شریعت وہی ہے کہ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔ تو کوئی ہی حقیقی یا نبی تشریحی ایسا نہیں ہے کہ جس کی وحی میں کم از کم اتنا حکم نہ ہو کہ وہ اپنی نبوت کی دوسروں کو تبلیغ کرے اور دوسروں کو اس کا ماننا فرض نہ ہو۔ لہذا تشریحی کے لفظ سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ نبی حقیقی تو ہو سکتا ہے۔ لیکن نبی تشریحی نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی حقیقی چاہے اس کا نام شرعی رکھا جائے یا اس کو تشریحی کہا جائے یا بروزی اور ظلی کہا جائے جتنی معنی سے اس کی گنجائش باقی نہیں ہے کہ کسی کو نبوت مل سکے۔

اس آیت کا بھی وہی نتیجہ نکلا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی شخص دعویٰ نبوت کر کے لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا اور اپنی اطاعت فرض کہے گا۔ وہ کافر ہے۔ مرتد ہے۔ اس کا حکم وہی مرتد کا حکم ہے۔ جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اب تیسری آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سورۃ سبا) میں خداوند کریم جل شانہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو تمام آدمیوں کی طرف بھیجا ہے۔ اب کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو آپ کی بعثت سے خالی ہو اور دوسرا نبی آسکے۔

شفا قاضی عیاض شرح ملا علی قاری کی، جو ابھی عبارت صفحہ ۵۱۹ کی پیش کی جا چکی ہے۔ اس میں اس کا مطلب یہی لکھا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اس کے معنی پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے بیان کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس آیت میں کوئی متادیل۔ کوئی تخصیص نہیں ہے اور جو لوگ قتم نبوت کا کسی طرح بھی انکار کرتے ہیں۔ ان کا کفر اجماعی قطعی،

سامعی ہے۔

اس کی تائید میں ایک حوالہ ابن کثیر کا اور پیش کرتا ہوں۔

ختم النبوة فی القرآن صفحہ ۱۱۹ سے شرح ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۵۳ کا پیش ہے۔

وهذا من شرفه صلى الله عليه وسلم الى الناس كلهم

مطلب یہ ہے کہ یہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شرافت میں سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔ اس بارہ میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ احادیث اس بارے میں احاطہ سے باہر ہیں اور یہ بات اسلام بدلتا اور نوزائے معلوم ہے کہ آپ تمام انسانوں کی طرف مرسل ہیں۔ اس میں سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ اس آیت کا حاصل بھی وہی ہوا کہ آپ خاتم النبیین ہیں جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے یہ ثابت ہے کہ قرآن شریف نے بہ ثابت کر دیا کہ انکار ختم النبوت کفر ہے اور ادعاء نبوت بھی کفر ہے۔ ادعاء وحی بھی کفر ہے۔ یہ تینوں مضمون جدا گانہ ہیں اور مرزا صاحب میں یہ تینوں باتیں جمع ہیں لہذا مرزا صاحب کے کفر کی یہ تین نوعیں ہیں کہ جس کے نیچے بہت سی جزئیات داخل ہیں اور مرزا صاحب بہت سی وجوہ سے کافر اور مرتد ہیں۔ آیات بہت ہیں۔ لیکن ان تین پر اکتفا کر کے میں مختصر طور پر دو ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۹۱ جزو ۱۳ - میں حدیث ہے کہ قال سمعت ابا حازم قال قاعدت

خمسة سنين استوعاها

جن کا مطلب یہ ہے کہ پہلے بنی اسرائیل کے اندر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آتا تھا ان کو ہدایت اور تلقین کرتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں البتہ خلفاء ہوں گے۔ بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس کسی خلیفہ کی بیعت پہلے کر چکے ہو۔ اس کو پورا کرو۔ تم پر جو ان کا حق ہے، اس کو ادا کرو۔ ان پر جو تمہارا حق ہے اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو اللہ سے پوچھ لے گا۔

یہ حدیث متواتر نہیں ہے۔ بعض ایسی احادیث کہ جو باعتبار لفظ کے اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں۔ اگر ان معنوں کو اتنی سندوں سے اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو۔ جو تو ان کی حد کو پہنچ جائے۔ جیسا تعداد رکعت نماز اور یہ حدیث ختم النبوت کی اسی قبیل سے ہے۔ اس بنا پر محدثین اور مفسرین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں۔ جن کا منکر کافر ہے۔ بعض اوقات اگر کسی حدیث کا راوی صرف ایک ہو۔ مگر وہ مضمون بالکل قرآن کا ہو۔ مثلاً کسی حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ کی نماز فرض ہے یا بیچ بولنا فرض ہے یا شراب پینا حرام ہے یا زنا کرنا حرام ہے تو حدیث کے مضمون کا انکار کرنا بوجہ اس کے کہ قرآن کا انکار ہے۔ کفر ہو جائے گا۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ خبر واحد کا انکار ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے انکار سے قرآن کا انکار لازم آتا ہے حدیث

مذکورہ بالا میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صاف بیان فرمایا دیا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔

مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۲۴۸ باب الذکر کو نہ علیہ السلام خاتم النبیین (جس کے حاشیہ میں نووی کی شرح ہے) میں یہ حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال قال علیہ السلام مثل الانبیاء وانا خاتم النبیین، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری مثال اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے اس شخص کی ہی ہے کہ جس نے ایک مکان تعمیر کیا اور بہت اچھا اور بہت خوبصورت اس کو بنایا۔ مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہی۔ لوگ اس مکان کو دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ اینٹ کی جگہ جو خالی رہ گئی ہے، اس کو کیوں پر نہ کر دیا گیا، میں ہوں وہ اینٹ اور میں ہوں خاتم النبیین۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تعمیر بیت النبوة جو ابتداء آفرینش سے ہوئی تھی وہ بدوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقص تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود سے وہ مکمل ہو گئی اور بیت نبوت میں کوئی جگہ باقی نہ رہی اب اگر کوئی اینٹ ہوگی تو وہ بیت نبوت سے نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے سب نبیوں کو ختم کر دیا۔ ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہو۔ تو خدا نے جو نبوت کا گھر تعمیر کیا تھا وہ اس کا جز نہیں ہو سکتا۔

ابوداؤد شریف جلد ثانی صفحہ ۲۴۷، باب خبر ابن صیاد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ رسول اللہ تعالیٰ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت نہیں ہونے کی جب تک تیس دجال نہ آئیں اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے اس حدیث میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپ کے بعد مدعی نبوت ہو۔ اس کو دجال فرمایا اور امت کے لیے یہ ہدایت کی جس کسی شخص کی زبان سے سنو کہ ان رسول اللہ۔ آنکھ بند کر کے کہو۔ کہ تو دجال ہے اور تو جھوٹا ہے اگر کسی قسم کی نبوت آپ کے بعد باقی رہتی۔ تو ہدایت مجسم اور رہنمائے عالم ایسا ارشاد نہ فرماتے کہ جس کی وجہ سے امت دھڑک دھڑک ہر مدعی نبوت کو دجال کہے۔ بلکہ فرض تھا کہ آپ فرماتے کہ میرے بعد دجال بھی آئیں گے اور نبی بھی آئیں گے۔ دیکھو نبیوں کی اطاعت کرنا، ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ آپ کا یہ ارشاد فرمانا صریح دلیل ہے کہ اب کوئی قسم نبوت شریعہ کی باقی نہیں رہی اور اگر بغرض مجال در مجال واقعی کوئی نبی ہو اور اس پر وحی کی بات بھی ہوئی ہو۔ مگر اسے یہ کہا جائے گا۔ کہ وہ دجال ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے۔

ختم النبوة فی الاحادیث صفحہ ۱۱ پر کثیر العمال کی ایک حدیث بالفاظ ذیل ہے۔ عن عائشۃ عن النبی

علیہ السلام انہ قال لایبقی بعدہ ————— لہ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت سے کچھ باقی نہیں مگر بشارات ، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بشارات سے کیا مراد ہے آپ نے ارشاد فرمایا ۔ کہ اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اس کے لیے کوئی دوسرا مسلمان دیکھے اس حدیث میں آپ نے حصر کے ساتھ فرمایا کہ اب نبوت کے حصص میں سے کوئی حصہ دنیا میں باقی نہیں ۔ فقط اچھے خواب ، معلوم ہو گیا کہ اگر اس کے بعد کوئی دعوت دے دی جائے تو اس حدیث کے مخالف ہے ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانا نبی بعدی حضرت عائشہ صدیقہ کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خاتم النبیین کی منکر تھیں یا آپ کے بعد کسی قسم کے نبوت کو جائز رکھتی تھیں ۔ بلکہ لانا نبی بعدی کا مفہوم چونکہ عام تھا اور ممکن تھا کہ کوئی اس سے یہ استدلال کرے کہ اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ آپ کے بعد نہ کسی کو نبوت ملے گی نہ کوئی پہلانا آسکے گا ۔ حالانکہ علی علیہ السلام کا تشریف لانا ، احادیث سے ثابت ہے اس واسطے یہ فرمایا کہ ایسا لفظ ہی نہ ہو کہ جس سے کوئی اہل باطل استدلال کر سکے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضہ خود نہ روایت کرتیں جو اوپر بیان ہوئی ۔ تو ممکن تھا کہ یہ کہا جاتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو بھی حدیث کی خبر نہ ہوگی ۔ مگر جب وہ خود روایت کرتی ہیں کہ نبوت میں سے کوئی وجہ باقی نہ رہی سوائے بشارات کے ، تو یہ مضمون ان کی طرف کہ وہ آپ کے بعد نبوت شرعیہ کو جائز کرتی ہو ، منسوب کرنا ، باطل اور ناجائز ہے ۔ نمونہ کے طور پر میں نے اوپر چند آیتیں اور احادیث پیش کی ہیں اور پہلے مفسرین اور محدثین ظاہر فرما چکے ہیں کہ احادیث اس باب سے میں حد تو اترا کر کچھ بچ گئی ہیں ۔

اور مرزا صاحب بھی اس مضمون کو اسی طرح سمجھتے رہے ہیں ۔

اس کے بعد چند اقوال اکابر دین کے بیان کئے جاتے ہیں ۔

کتاب الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۶۷ میں مآتن کہتا ہے ۔

اذا لم یعرف ان محمد اصلی اللہ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات ۔ اس کی شرح یہ کی گئی ہے ۔ قوله اذا لم یعرف لا یکون عند سواہ شارح جمہوی ہے ، جو کہتا ہے کہ جب کوئی شخص اس بات کو نہ جانے اور نہ پہچانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں اس واسطے کہ آپ کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں جہل عذر نہیں ۔ تکفیر کے باب میں عذر نہیں ہو سکتا ۔

فقہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخر الانبیاء ، جو شخص نہ جانے وہ ایسا ہی کافر ہے جو رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کو نبی نہ جانے۔

کتاب شرح عقائد نسفی مطبع یوسفی صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ واذا ثبت نبوتہ انہ
آخر الانبیاء۔ یعنی جب نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوگئی اور آپ کے کلام میں اور قرآن مجید
نے اس پر دلالت کی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ آدمیوں کی طرف مبعوث ہیں بلکہ جنات اور انسانوں کی طرف،
تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ آخر الانبیاء ہیں اس کتاب کے صفحہ ۹۹ پر ہے واول الانبیاء اور آخر محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کتاب شرح عقائد مسلمانوں کے عقیدہ کی کتاب ہے، اس میں یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ اول الانبیاء
آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو مصنف ہیں
موضوعات کبیر کے اور کتاب فقہ اکبر امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، اس کے صفحہ ۱۹۱ پر درج ہے
دعو علی النبوت بعد شہنا علیہ السلام کفر بالاجماع یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا،
کفر بالاجماع ہے۔

ناممکن اور محال ہے کہ عقائد اور علم کلام میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جس بات کو کفر بالاجماع کہیں، پھر
موضوعات کبیر میں اس کے خلاف کریں۔

کتاب بحر الرائق جلد ۵، صفحہ ۱۳۰ پر ہے ویکفر بقولہ ادعی رجل برسالتہ
جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ نبیوں نے جو کہا اگر یہ سچ ہو یا حق ہو۔ تو یہ شخص کافر ہو گیا یا کسی
نے یوں کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یا کسی شخص نے رسالت کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس سے کہا کہ اگر تو رسول
ہے۔ تو معجزہ دکھلا تو فرماتے ہیں کہ سب صورتوں میں یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔

کتاب عالم گیری جلد ۲ - صفحہ ۱۱۴ جو فقہ حنفیہ کے فتویٰ کی کتاب ہے جو معتبر کتابوں میں سے
ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس میں کوئی روایت ضعیف نہیں ہے۔ اس میں درج ہے کہ اذا عرف الرجل
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلینسلم یعنی جب کوئی شخص اس کا اعتقاد رکھے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آخر انبیاء ہیں۔ تو وہ شخص مسلمان نہیں ہے۔ اس سے بھی یہ بات معلوم ہوگئی کہ ختم النبوت کے
معاملہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ کتاب الملل والنحل جلد ۴ - صفحہ ۱۸۰ پر ہے۔ هذا مع سما عہم قول اللہ۔۔۔

..... آخر الزمان جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات کہ جب انہوں نے سن لیا اللہ کا کلام و لکن رسول اللہ
اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لانی بعدی۔ کیونکہ جائز ہے کسی مسلمان کے لیے یہ کہ ثابت کرے آپ کے بعد کسی
نبی کو زمین میں سوا اس کے کہ استناد کیا ہے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آثار مستندہ ثابتہ میں علی علیہ السلام کے
نزول کے بارہ میں، اخیر زمانہ میں۔

اسی کتاب الملل والنحل کی جلد اول صفحہ ۷ پر ہے۔ وقد صح ذلک الحدیث جس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح ہو چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ان جماعتوں کی نقل سے کہ جس جماعت نے آپ کی نبوت کو نقل کیا، آپ کے علم دین کو نقل کیا۔ آپ کے قرآن کو نقل کیا۔ ان کی نقلوں سے یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ خبر دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر وہ ہو کہ آیا ہے اخبار صحاح میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔ جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے اور وہ جن کے متعلق دعویٰ کیا یہود نے، ان کے صلب کا اور قتل کا، بس واجب ہے اقرار ان تمام باتوں کا اور صحیح ہو گئی۔ یہ بات کہ وجود نبوت بعد آپ (علیہ السلام) کے، باطل ہے، نہیں ہو سکتا یقیناً شک کی بات نہیں ہے اور اس سے یہ قول بھی باطل ہو گیا جو کہنا ہے کہ پے درپے آنے رسولوں کے اور واجب ہونے اس کے ہمیشہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن، حدیث کو نقل کیا ہے انہوں نے بھی اس بات کو نقل کیا ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر ایک جو عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

شامی جلد اول صفحہ ۲۲۷ - وصرح منکرہ۔

مطلب یہ ہے کہ جو چیز ضروریات دین سے ہو۔ اور وہ وہ ہے کہ جس کو خواص اور عام جانتے ہوں کہ یہ دین سے ہے جیسا کہ وجوب اعتقاد توحید کا اور رسالت کا اور پانچوں نمازوں کا اور بھی اس کے مثل احکام ہیں۔ ان کا منکر کافر ہے۔

اس وقت تک میں نے یہ بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر کی تین نوعیں ہیں۔

اول۔ انکار ختم نبوت (۲) ادعائے نبوت (۳) ادعائے وحی۔ اس کے علاوہ ایک اور چوتھی وجہ ہے جس کی بنا پر مرزا صاحب اور ان کے مرید کافر اور مرتد ہیں۔ وہ یہ کہ ضروریات دین میں سے یہ بات بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توقیر اور تعظیم کی جائے۔ کسی نبی کی شان میں ادنیٰ گستاخی اور ان کی توہین کفر، میں اس کے متعلق مرزا صاحب کا قول پیش کرتا ہوں۔

ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۔ پر درج ہے کہ شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے کہ مسلمان بھی مباحثہ کے وقت نامناسب الفاظ دوسری قوموں کے بزرگوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ پس یاد رہے کہ وہ قرآنی تعلیم سے باہر چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کی اس بد تہذیبی کا موجب وہ لوگ ہو جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ مسلمان لوگ کس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو خدا کا پیارا رسول اور برگزیدہ یقین رکھتے ہیں۔ لیکن جب ایک متعصب پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے باز نہیں آتا اور زبان درازی میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تو الزامی طور پر

ایک مسلمان جس کو اس پادری کے کلمات سے کچھ درد پہنچا ہے، ایسا جواب دیتا ہے کہ اس پادری کو برا معلوم ہو۔ مگر پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اور سب پر ایمان لانا فرض ہے پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیاسے ہوتے ہیں بہر حال جاہلوں کے مقابلہ میں صبر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی۔

اب میں ان کلمات کا ذکر کرتا ہوں جو مرزا صاحب نے بعض انبیاء علیہم السلام کی توہین میں کہے ہیں۔ کتاب انجام آختم صفحہ ۴ پر عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔ پھر صفحہ پر فرماتے ہیں کہ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ، ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ اسی صفحہ پر ہے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور بیہوشی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

اس صفحہ پر ہے کہ یہی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آگے ہے کہ جن جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جاتا آپ نے بیان فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ نہایت شرم کی بات یہ ہے آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کھاتا ہے۔ یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے۔

آگے ہے کہ آپ کی انہی حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اسی مضمون کی دماغ مرزا صاحب نے کتاب نست پنجم صفحہ ۱۷۱ کے حاشیہ پر فرمائی ہے۔ جس میں درج ہے کہ یہ درخواست بھی مرچ اس بات پر دلیل ہے کہ لبوع در حقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔

کتاب کشتی نوح صفحہ ۶۵ پر درج ہے کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا۔ کہ عیسے علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

ہائے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ چساکہ فی الحقیقت

معصوم۔

کتاب نزول مسیح صفحہ ۳۵ کے حاشیہ پر درج ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر باعث ان

کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلا رہا۔ کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے تھے۔ ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے۔ بلکہ کسی چور کی طرح کسی اور راستے سے آئے

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶ پر درج ہے۔ کہ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۷ کے حاشیہ پر درج ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیڑہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مگر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا پھر فسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین نانیاں اور داویاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنبہوں سے میلان صحت بھی۔ شاید اسی وجہ سے ہو۔ کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنبہ کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ اور زنا کاری کی کمانی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ درج کیا ہے کہ ”اور مسلمانوں کو واضح ہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میجرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں“

اب میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک ہی شخص ہو د نہیں ہیں توضیح مرام صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ”اب ہم پہلے صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے۔ جن نبیوں کا اسی وجود عصری کے ساتھ آسمانوں پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیاس اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔“

مرزا صاحب سست بچن صفحہ ۷۷ پر فرماتے ہیں کہ بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بڑے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب دے کر قتل کر دیا۔ اور دلالہ عورتوں کو بیچ کراہی کی خورد کو

منگوایا اور اس کو شراب پلوائی اُس سے زنایا۔ اور بہت سال زنا کاری میں متعلق کیا۔ اسی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں
 عیسائیوں کی سمجھ پر انہوں نے اپنے یسوع کو خدا بنا کر اسی کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا میں نے ان
 فقرہ جات سے دکھلانا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں درست نہیں ہے۔ جب کہ مرزا
 صاحب نے توضیح الہام میں تسلیم کیا ہے۔ کہ یسوع اور مسیح اور عیسیٰ بن مریم ایک ہے اس لیے یسوع کے نام پر گالیاں
 دینا بعینہ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینی ہیں۔ دوسرا جواب مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاسکتا ہے کہ ہم نے جو کچھ عیسیٰ
 علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں وہ صرف الزامی طور پر کہا ہے۔ نہ کہ اپنی طرف سے میں کہتا ہوں یہ جواب بھی غلط ہے۔ اس
 واسطے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں ”اُس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا، یہ بات الزام نہیں
 بلکہ وہ خود فرماتے ہیں۔ نیز انجام آٹھ صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں کہ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی،
 پھر فرماتے ہیں میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جلئے انہوں نے نہیں کیونکہ آپ گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے
 کسر نکال لیا کرتے تھے یہ بھی الزامی نہیں پھر اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ جن جن پیشگوئیوں کا تو ریت میں پایا جانا آپ نے
 فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں“ پھر کہتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر
 نہیں ہوا“ یہ بھی الزامی جواب نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے بعض محال مرزا صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے لائق الزام
 فرمایا ہے مگر میں تو بہن عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دو باتیں پیش کرتا ہوں جو کتاب داغ البلاء صفحہ ۴ پر درج ہے جو بالفاظِ اہل
 ہے ”یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان
 بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راستباز
 اپنی راستبازی اور لعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت
 فرمایا ہے۔ وجیہا فی الدنيا والاخرة ومن المقدر بین جس کے معنی ہیں کہ اس زمانہ کے مقربوں میں سے
 یہ بھی ایک تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب مقربوں سے بڑھ کر تھے۔ بلکہ اس بات کا امکان نکلتا ہے۔
 کہ بعض مقرب ان کے زمانہ کے ان سے بہتر تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ نبی اسرائیل کی بھیموں کے لیے آئے تھے۔ اور دوسرے
 ملکوں اور قوموں سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا پس ممکن ہے بلکہ قریب تیس ہے کہ بعض انبیاء مہتممین داخل ہیں وہ ان سے بہتر اور
 افضل ہوں گے اور جیسا کہ حضرت موسیٰ کے مقابل پر آفریک انسان کل آیا جس کی نسبت خدا نے علمنا من لدنا علما فرمایا تو پھر حضرت عیسیٰ
 کی نسبت جو سکتے اور اس کی شریعت کے پیرو تھے اور خود کوئی کمال شریعت نہ لائے تھے اور فقہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور عہد شریعت
 وغیرہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے۔ کیونکہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بالاطلاق اپنے وقت کے تمام راستبازوں
 سے بڑھ کر تھے۔ جن لوگوں نے اُن کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ خواہ خدائی صفات انہیں دی
 ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اُپر اٹھانے اٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں۔

یا عرض پر ہٹھادیں۔ یا خدا کی طرح پر پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اختیار ہے۔ انسان جب حیاء اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے۔ اور جو چاہے کرے۔ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اُس پر ایک فیصلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اُس کو اپنے کائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام تصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اُس نام کے رکھنے سے مانع تھے، اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام کو تصور نہ کہنے کے مذکورہ بالا قصے مانع تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بات متحقق نہیں۔ جو عالم الغیب اللہ ہے اس لیے ان کو تصور فرمایا اور معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تمام عجوب موجود تھے۔ اس واسطے ان کو تصور نہ کہا ایسے عجوب متحقق نہیں تھے جو گایاں مرزا صاحب نے پہلے انجام اٹھم میں عیسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں۔ وہی گایاں یہاں مذکور ہیں۔ مرزا صاحب ازالہ ادہام جلد اول کے صفحہ ۳ پر پادریوں کو مخاطف کرتے ہیں نہ یہودیوں کو مخاطف کرتے ہیں بلکہ مولویوں کو مخاطف کر رہتے ہیں۔ اسے نفسانی مولوی اور شک زاہد تم پرافسوس کہ آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ چاہتے ہو کہ بند رہیں اور تم پیر مٹھا بنے رہو ۶۱۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں، اس کے بعد کشتی نوح صفحہ ۵ کے نوٹ کو ملا کر دیکھا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی نہیں ہیں ۱۱

ازالہ ادہام جلد اول صفحہ ۵ پر ہے۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کھنوں کو ان کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے۔ جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں۔ تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا، اسی صفحہ کے آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔

عجاز احمدی صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے۔ کہ ہائے کس کے آگے یہ ماتم بجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر چھوٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے،

ازالہ ادہام صفحہ ۱۲۵ سطر ۹ پر درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال بچائی کا کام کرتے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۷ کا اندراج بھی قابل ملاحظہ ہے اس تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی کلام سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ کسی نبی کی توہین کرنا کفر ہے۔ اور قرآن شریف میں بھی اسی ادب اور احترام کا حکم فرمایا گیا ہے۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سے زور زور سے باتیں نہ کرو جیسے تم باہم ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارے اعمال جط اور باطل ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔

قرآن و حدیث اور فقہ اور مرزا صاحب کے ان تمام اقوال سے ثابت ہو گیا کہ توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔ اور مرزا نے توہین انبیاء کی جس کا ایک بہت تمھوڑا حصہ میں نے بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء بالخصوص سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو مرزا نے گستاخیاں کی ہیں اور توہین آمیز الفاظ لکھے ہیں۔ ان کو اس وقت بیان نہیں کر سکتا تاہم نتیجہ نکالنے کے لیے اس قدر بیان کافی ہے کہ مرزا صاحب نے توہین انبیاء کی۔ اور جو توہین انبیاء علیہم السلام کی کرے وہ کافر ہے۔ مرتد ہے۔ لہذا مرزا صاحب بھی کافر اور مرتد ہونے ان کے پیروں میں سے کسی سے کسی مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

۲۳ اگست ۱۹۳۲ء

فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں،

باقرار صالح

تتمہ بیان مولانا مرتضیٰ حسن صاحب

کل میں نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ لیکن انہوں نے نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی ہے۔ مرزا صاحب کتاب حقیقت النبوة صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶ پر جو الہ کتاب ایک غلطی کا ازالہ من جانب مرزا درج ہے مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو حقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکڑے جانے پر کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے ہر شتمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں موجب آیت واخرون منہم لسا یدلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تفریق نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اس عبارت میں جناب مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بار بار کہا ہے کہ میں یحییٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس کلمہ میں جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور جس قدر اس میں کفریات ہیں وہ غور کرنے سے ظاہر ہیں۔ کیا مرزا صاحب کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ کیا ان کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ مرزا صاحب کا عین محمد ہونا اور مرزا صاحب کو نبوت ملنے سے خاتمیت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتحمیہ میں فرق نہ آنے

کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہوں جو عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق تواجیح معاذ اللہ مرزا صاحب ہوئے تو تواجیح کفر ہے اگر یہ معنی ہیں کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے۔ تو یہ ایسی ہی باطل بات ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہو سکتا۔ تو اب مرزا

صاحب کا نبی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا نہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک تھے (نعوذ باللہ) تو کیا کوئی مسلمان اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا کر سکتا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء تک معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قادیان کی گلیوں میں پھرتے رہے اور مدت تک کچھری میں کام کیا اور مختاری کا بھی کام کیا اور پہلے سرور عالم جو نبوت کاملہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے پچاس سال کی عمر تک اسی نبوت سے معطل رہے اس کلمہ کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر لغرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ سایہ اور ذی سایہ ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل اللہ ہیں اور اسی طرح سے وہ عین خدا ہیں اور مرزا صاحب عین محمد ہیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب عین خدا ہیں اور تو اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر ظل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو پھر ایسی ظلیت تمام دنیا کو حاصل ہے۔ بہر حال مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت و دعویٰ اتحاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔ لہذا بہمت سے وجوہ سے یہ کفر ہے اور مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت خاتم النبیین کے بالکل متضاد ہے۔ آگے مرزا صاحب نے خود ایسے الفاظ لکھے ہیں جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ عین محمد ہیں۔ لکھتے ہیں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نہ صرف ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں اور یہ بروز خدا کی طرف سے قرار یافتہ عہد تھا۔ جب مرزا صاحب کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہزار دفعہ آویں اور اپنی نبوت کا اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ سے قرار یافتہ عہد بھی تھا جس کے خلاف نہیں ہو سکتا تو تیرہ سو سال کے اندر کوئی شخص پیدائے نہ ہو جو نبی کے نام پانے کا مستحق ہوتا۔ اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوتی کہ ۲۲ برس میں آپ ایک مرزا صاحب جیسا شخص بھی نہ بنا سکے۔ خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ اور اہل بدوہ صحابہ جو بیعت رضوان میں شامل تھے اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی تو وہ سب کے سب مرزا صاحب کے برابر نہ ہوئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دنیا میں آخر کیا کام کیا تینیس برس کی تعلیم کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ توہین ہے اور پھر لکھتے ہیں چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔ اور اس نبوت کے مقابل اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ یہ مرزا صاحب کے پہلے قول کے مخالف ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزار بار دنیا میں آنا ممکن ہے۔ اور کہ اپنی نبوت کا اظہار کریں پھر معلوم نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیوں دنیا بے دست و پا ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مہر نبوت فرماتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے۔ مہر اس قسم کا نام ہے جس پر کوئی عہدت کندہ ہو اور وہ کسی کا غدر پر ابتداء میں یا آخر میں بطریق سند لگا دی جائے یا کسی

چیز میں کوئی چیز رکھ کر اس پر مہر لگا دی جائے تاکہ وہ چیز اس میں سے نکل نہ سکے تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ہونا بالکل لغو و باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ اگر مجازی معنی لیے جائیں تو مہر کے یہ معنی ہیں جیسے امتحانوں میں سند دی جاتی ہے۔ کہ فلاں شخص کامیاب ہو گیا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سند لکھ کر دیتے تھے یا نبوت کو بند کر دیا گیا تھا۔ رسول اللہ کے اند اب نبوت آپ کے اندر سے نکل نہیں سکتی۔ تو مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مہر نبوت تو باقی ہے۔ مگر نبوت نکل کر مرزا صاحب میں آگئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مہر بھی خدا کی لگائی ہوئی تھی۔ اس سے خدا تعالیٰ کی بھی توہین ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کتاب قول فیصل مرتبہ شیخ محمد عمر صاحب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریمؐ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اب وہ سارے کمالات حضرت رسول اللہ سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے۔ پہلے عام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خاص صفات ہیں اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریمؐ کے ظل ہیں۔ اس عبارت نے بہت ساری باتوں کا تصفیہ کر دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بروز کی اور ظلی نبوت کوئی کم اور گھٹیا درجہ کی نبوت نہیں۔ ظل و بروز کے لفظ سے دھوکا ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب کی مراد یہ ہوگی۔ جیسے کہ آئینہ میں کسی شخص کی صورت کا عکس پڑتا ہے۔ اس طرح مرزا صاحب میں بھی کمالات غمگینہ اور نبوت کا عکس پڑا۔ مگر مرزا صاحب نبی نہیں ہیں اس واسطے کہ کسی شخص کا عکس جو آئینہ میں ہے۔ اس میں ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں آسکتی۔ مگر مرزا صاحب کی اس عبارت میں اس شبہ کو ایسا صاف اور ایسا حل کر دیا ہے کہ اب اس شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی مرزا صاحب کا لفظ ظل عکس اور بروز ہے مگر مراد ہے حقیقی کا ملہ نبوت کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء گزرے ہیں وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت میں ظل تھے۔ اور پھر باوجودیکہ ایک صفت میں ظل تھے پھر باوجود ایک ایک صفت میں ظل ہونے کے حقیقی نبی صاحب شریعت نبی۔ مستقل نبی ایک نبی دوسرے نبیوں کی شریعت کو منسوخ کرنے والا مگر پھر بھی وہ مرزا صاحب کے نزدیک ظلی نبی تھے جو ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ وغیرہ علیہم السلام اولوالعزم پیغمبر ایک ایک صفت کے ظل تھے۔ اور مرزا صاحب تمام صفات میں ظل ہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ سب نبیوں کی نبوت کو اگر ایک طرف کیا جائے۔ اور مرزا صاحب کی نبوت کو ایک طرف کیا جائے تب بھی مرزا صاحب بڑے رہے۔ یا کم از کم مساوی رہیں گے مرزا صاحب۔ صاحب شریعت بھی ہوئے صاحب کتاب بھی ہوئے ان کو شریعت کے نسخ کرنے کا اختیار بھی ہوا اور یہ ایسا کفر ہے جس کی نظیر دنیا میں شاید ہو سکے۔ مرزا صاحب بار بار یہ تحریر کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی نبوت براہ راست تھی اور میری نبوت۔ نینص محمدی کا اثر ہے ان کا یہ قول بھی غلط ہو جاتا ہے اس واسطے کہ جیسا ان کی نبوت آپ کا فیض تھا۔ مرزا صاحب کی نبوت بھی

آپ کا فیض ہو الہذا فرق کرنا بھی باطل ہو اور ایک قوی وجہ کفر کی اس میں ایک اور سے مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ خاتم النبیین ہوئے تو خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ اب کوئی نبی نیا یا پرانا آپ کے بعد آ ہی نہیں سکتا۔ نبی اسرار میں سے اگر کوئی نبی آوے مقابلہ و جال کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی ایسا نہ ہو جال کا مقابلہ کر سکے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور مہر نبوت کا ٹوٹنا ہے جب مرزا صاحب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ ہیں۔ اور تمام صفات میں ظل ہیں۔ مرزا صاحب کا آنا مہر نبوت کو توڑتا ہے۔ نہ آپ کی اس میں توہین اور جنگ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا بطریق اولیٰ مہر نبوت کو نہ توڑے گا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و دیوارہ ثابت ہوگی۔ کہ وہ نبی جو بظاہر امتی نہ تھے حقیقت میں وہ سب امتی ہیں بایں معنی کہ آپ کے فیض یافتہ اور آپ کی کسی صفت میں ظل ہیں۔ میں اس مسئلہ کو یہاں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جسے مرزا صاحب کی اس عبارت سے یہ ثابت ہو کہ بروزی اور ظلی الفاظ صرف کہنے کے ہیں۔ ان کے تحت میں کوئی معنی نہیں۔ یہ فقط سیرا استدلال نہیں بلکہ مرزا صاحب کے صاحبزادے خلیفہ ثانی بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔

ہینڈ بل میاں محمود احمد صاحب کا مذہب خلاف مذہب حضرت مسیح موعود، صفحہ ۲ بحوالہ اقبال الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء پر خلیفہ بشیر الدین محمود صاحب کا قول بالفاظ ذیل نکل گیا ہے۔ ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری دیویوں میں حضرت اسماعیل حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں ایسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا بروزی یا جودوی کا لفظ نہیں پڑھتے۔ کہ اپنے آپ کو ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی فضیلت کا ثبوت ہم دیتے ہیں اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

(دوسری عبارت) بحوالہ اخبار الحکم ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء ہینڈ بل صفحہ ۳ سطر ۸ پر کتاب سے خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں ظلی اور بروزی نبی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔ اور آپ کی تخریب میں انکساری اور فتنی کا غلبہ ہے۔ جو نبیوں کی شان ہے، ان کو ان الہامات کے ماتحت کریں گے۔ یہ بھی مرزا محمود کا قول ہے اب یہ معلوم ہو گیا کہ خلیفہ ثانی اور ان کے صاحبزادہ صاحب کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ لفظ انکساری اور تواضع کے طور پر لکھ دیئے ہیں ورنہ ان کا کوئی معنی مراد نہیں۔ مرزا صاحب جہاں اپنے آپ کو ظلی بروزی یا مجازی نبی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف حقیقی نبی سمجھنا چاہیئے اب دوسرے شخص کو کہنا کہ نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بروزی ظلی نہیں ہے۔ اور چونکہ خود مرزا صاحب بروزی ظلی ہیں۔ تو ان کا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہیں۔ یہ بالکل لغو اور باطل ہے۔ اس بنا پر خاتیمت محمدیہ کا صریح انکار ہے مرزا صاحب

جہاں بروزی - ظلی کا لفظ بڑھاتے ہیں وہاں نبی امتی کا لفظ بھی بڑھاتے ہیں کہ میں محض نبی نہیں بلکہ امتی بھی ہوں اس کو بھی خلیفہ دوم نے صاف کر دیا۔ اخبار الفضل قادیان ۲۹ جون ۱۹۱۵ء بحوالہ بیئینڈیل صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں مسیح موعود کو نبی اللہ نہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرتؐ کو جو سید المرسلین خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے۔ جو کفر عظیم ہے ”اور کفر بعد کفر“ ہے اس عبارت نے یہ صاف کر دیا کہ مرزا صاحب کو محض امتی کہنا یا نبی کے ساتھ امتی کہنا کفر ہے۔ صرف کفر ہی نہیں بلکہ کفر عظیم ہے۔ اور کفر بعد کفر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تو رسول اللہ کو امتی کہنا لازم آتا ہے جو کفر ہے اور دوسرا مرزا صاحب کو امتی کہنا لازم آتا ہے جو دوسرا کفر ہے۔ معلوم ہو گیا کہ نبی کے ساتھ جتنے الفاظ بروزی - ظلی - لغوی مجازی جزدی امتی بڑھائے جاتے ہیں یہ سب الفاظ ایسے ہیں جن میں ابھی تک معنی نہیں ڈالے گئے۔ اگر کہا جائے کہ یہ الفاظ مرزا صاحب کے اپنے نہیں ہیں تو گو وہ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ نہیں مگر ان کے صاحبزادے اور خلیفہ ثانی صاحب کے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے خلاف ہے تو پھر وہ کافر ہونے چاہئیں۔ اگر موافق ہے تو مدعا ثابت ہے اگر لغرض محال کوئی یہ ثابت کر دے کہ مرزا صاحب کے خلاف مراد ہے اور خلیفہ ثانی کافر بھی نہیں تو اتنا تو ضرور ثابت ہو جائے گا کہ خلیفہ صاحب اور موجودہ مرزائیوں کا بے شک عقیدہ ہے۔ فلہذا موجودہ مرزائیوں کے کفر کا ایک اور نمبر بھی زائد ہو گیا۔ الفضل جلد ۳ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۷ پر زیر عنوان احمد نبی اللہ عقائد محمودیہ نمبر ۱ نمبر ۵ سطر ۱۶ پر درج ہے۔ لیکن ان معنوں میں مسیح موعود جو آنحضرتؐ کی بعثت ثانی کا ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گو آنحضرتؐ کی بعثت ثانی اور آپ کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرے جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔ ردیو آف یلیچین موسوم بہ کلمتہ الفضل صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۷ عقائد محمودیہ صفحہ ۱۱۳

۴ پر مرزا صاحب کے صاحبزادہ بشیر احمد صاحب کا قول ہے۔

(نوٹ) یہ قول نقل کرنے سے انکار کیا گیا ہے کہ مرزا بشیر احمد صاحب خلیفہ کا نہیں ہے۔ مرزا صاحب تحفہ گورڈویہ صفحہ ۴۵ پر تحریر کرتے ہیں کہ مثلاً کوئی شر بر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے۔

پھر براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶ پر تحریر کرتے ہیں۔ ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشا نوں پر مشتمل ہیں۔ جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارق عادت ہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات کو دس لاکھ۔ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ پر ہزار نے اپنی کتنی فضیلت بیان کی جو آنحضرتؐ کی کھلی تو ہیں ہے۔

اعجاز احمدی^۱ صفحہ ۷ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خسفت القمر المنیر وان لی خسفا

القمران المنیران انتکر یعنی اس کیلئے صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا کیا اب تو انکار کرے گا۔

اس شعر میں مرزا صاحب نے قرآن کریم کی صریح آیت کا انکار کیا ہے۔ جو الفاظ ذیل قرآن میں ہے۔ اقربت الساعۃ والنشق القمر شق القمر کے معجزہ کو مرزا صاحب چاند گرہن سے تعبیر کرتے ہیں کہ رسولؐ کے لیے چاند گرہن ہوا اس میں صریح رسولؐ کی توہین اور معجزہ شق القمر کا کھلا انکار ہے۔ یہاں مرزا صاحب دو وجہ سے کافر ہوئے کتاب خطبہ الہامیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں ان الله خلق آدم وجعله سیداً حاکماً وامیراً علی کل ذی روح من الانس والجن مکتوب فی القرآن۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ہر ذی روح کا سردار اور حاکم اور امیر بنایا۔ جن ہوں۔ یا انسان جیسا کہ یہ مضمون آیت سبحان الادم سے سمجھ میں آتا ہے۔ پھر پھسلا دیا۔ آدم علیہ السلام کو شیطان نے اور نکلوا دیاجنت سے اور رد کیا حکومت کو طرف سانپ کی اور پہنچی آدم علیہ السلام کو ذلت اور رسوائی اس طرزیں متیقن کے لیے انجام کار ہے اللہ کے نزدیک پس اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ شیطان کو آخر زمانہ میں شکست دے۔ اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا تھا۔

یہ عبارت حاشیہ در حاشیہ درج ہے اس عبارت میں مرزا نے حضرت آدم علیہ السلام کی توہین اور ذلت اور رسوائی کو کھلے لفظوں میں صاف بیان کیا ہے مگر آدم علیہ السلام سے لے کر سرور عالم تک تمام انبیاءؑ میں پہنچا بھی شامل ہیں سب کی توہین بے طلب یہ ہوا کہ آدم علیہ السلام سے شیطان کو جو ٹرائی ہوئی اس میں آدم علیہ السلام کو شکست اور ذلت اور رسوائی ہوئی اور شیطان کی یہ فتح اور اس کے مقابلوں کی شکست برابر باقی رہی یہاں تک کہ مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور شیطان کو شکست ہوئی۔ اس

میں تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور پھر بھی معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے شیطان کو وہ کیا شکست دی جو نہ سرور عالم سے شکست ہوئی اور نہ کسی اور نبی سے۔ دوسرے۔ یہ جو کہ فرمایا ہے کہ یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح موعود شیطان کو شکست دیگا بالکل خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے قرآن شریف میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں پڑھی گئی جس میں یہ لکھا ہو کہ مسیح موعود یا مرزا غلام احمد آخر زمانہ میں شیطان کو شکست دیں گے ان تمام توہینوں سے جو مرزا صاحب کی عہد توہین میں مذکور ہیں قرآن کے مطابق اور عقائد اسلام کے مطابق اور مرزا صاحب کی تحریروں کے مطابق جو کل پیش کی جا چکی ہیں کہ کسی نبی کی توہین کفر ہے۔ مرزا صاحب اپنے اقرار سے کافر بھی ہوئے اور مرتد بھی ہوئے اور اس کے سارے متبعین کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ اور اب ان کی جماعت کا کسی مسلمان سے نکاح

جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو گیا تو وہ فوراً فسخ ہو گیا۔ بحوالہ درمختار بر حاشیہ شامی ص ۱۹۹ فی شرح الوہبائیت۔

ما یكون کفر النفاق ای بطل العمل والنکاح واولادہ اولادنی ۔

کتاب الاذکار جلد دوم تختی کلاں صفحہ ۱۶ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے وہ مسیح ابن مریم کہلا یا کیونکہ وہ روحانی طور پر مسیح کے رنگ میں ہو کر آیا۔ مسیح کیونکر آسکتا ہے وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں ان کے آنے سے روکتی تھی اس کتاب کے صفحہ ۲۲۱ پر ہے اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اس مفہوم تام اور کلاں کے ساتھ جو نبوت تامہ کے شرائط میں سے ہے آسکتا کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئیں کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہزاس وقت ٹوٹ جائے گی۔ اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کریم سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام عقائد دین جبرئیل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں۔ کیا مرزا صاحب نے احکام عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ حاصل کئے تھے اگر نہیں تو دعویٰ نبوت جھوٹ ہوا۔ اور جھوٹا مدعی نبوت بالاتفاق کافر ہے۔ لہذا مرزا کے کفر کی یہ ایک اور نئی وجہ پیدا ہو گئی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ پہلے احکام و عقائد جو مرزا صاحب نے حاصل کئے تھے انہی پر اعتقاد ہوا تو اسی بنا پر وہ شخص جس کے صحیح عقائد ہوں اور جبرئیل علیہ السلام ایک دفعہ بھی نہ آئے ہوں۔ تو مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق بھی وہ نبی ہو سکتا ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو جنہوں نے احکام و عقائد بذریعہ جبرئیل حاصل کئے تھے وہ اگر دنیا میں تشریف لادیں تو آپ کا وہ پہلا علم کافی نہیں جبرئیل کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ پھر اسی کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں اب ہم اس وصیت میں دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف اپنے زبردست نبوتوں کے ساتھ جماعے دعویٰ کا مصدق اور جماعے مخالفین کے ادہام باطلہ کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اور وہ گذشتہ بیسوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اور نبی اسرائیل کے مشیہوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ آگے اسی کتاب کے صفحہ ۳۱۵ پر لکھتے ہیں کہ یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اسی لیے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لازم نبوت سے الگ کر کے ادھمض ایک امتی بنا کر بھیجے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں متعین ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۲۸ پر لکھتے ہیں کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو کہ اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعے انہیں تمام اسلامی عقائد اور رسوم و صلوات اور نکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھائے گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا۔ اور اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی دست الامر تک متقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل ان پر نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ کلی طور پر مسلوب النبوة ہو کر امتیوں کی

طرح بن جائیں گے۔ تو یہ طفلانہ خیال منہی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے اگرچہ ایک دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ کیونکہ جب حقیقت کی ہمرٹوٹ لگئی اور وحی رسالت پھر نازل ہو شروع ہو گئی تو پھر تمھوڑا یا بہمت نازل ہونا برابر ہے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بہ تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے کے لیے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا لیکن اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہو کر پھر دنیا میں آئے گا۔ تو ہمیں کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول ہے اور بحیثیت رسالت کے آئے گا۔ اور جبرئیل کے نزول اور کلام الہی کے اترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائے گا جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور روشنی نہ ہو اس طرح ممکن نہیں کہ ایک رسول خلق اللہ کی اصلاح کے لیے آئے اور اس کے ساتھ وحی الہی بدریغہ جبرئیل نہ ہو۔

اس عبارت میں مرزا صاحب نے اس کی تصریح کر دی کہ کوئی نبی مطیع اور اُمتی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا مطیع ہوتا ہے۔ جو اس پر بدریغہ جبرئیل نازل ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ جب مرزا صاحب نبی ہوئے تو انہوں نے اپنی وحی کی اتباع کی جو ان پر نازل ہوئی یا قرآن کی۔ اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی کافر کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع ضروری تھی۔ اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی تب بھی کافر۔ کیونکہ قرآن کو پھوڑا۔

مرزا صاحب اسی عبارت میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو وحی احکام کے متعلق ہوگی۔ اسی کا نام کتاب اللہ کہلایا جائے گا۔ مرزا صاحب پر جو وحی ہوئی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اس کو جمع کیا تو بیس جلد سے کم نہ ہو تو وہ بھی کتاب اللہ ہوئی اور قرآن کے بعد ہوئی۔ کیا اب بھی قرآن کو کہا جائے گا کہ وہ آخر الکتب ہے اور قرآن کامل کتاب ہے۔ جب کہ مجتہدین جزو کی کتاب ایک نبی پر نازل ہو اور ملاحظہ ہو کتاب حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۹۱ جس میں درج ہے اور یاد رہے کہ ہم نے محض نمونہ کے طور پر چند بیٹے اس کتاب میں لکھی ہیں۔ مگر وہ دراصل کئی لاکھ بیٹے کوٹی ہے۔ جن کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جلد سے کم نہ ہوگا بس اب ہم اس عقیدہ پر کتاب کو ختم کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اپنی عباراتوں سے معلوم ہوا کہ اگر صرف اتنا لفظ آجائے کہ قرآن پر عمل کرو اور پھر وحی مدت العرت تک منقطع ہو جائے تو یہ خیال طفلانہ اور منہی کے لائق ہے۔ بوجہ مخالفت خاتم النبیین کے اس کا نتیجہ کفر مگر مرزا صاحب پر بیس جزو کی کتاب نازل ہو جائے تو مرزا صاحب ویسے کے ویسے ہی مسلمان رہیں عجیب بات ہے۔ کہ ایک پہلانا نبی جس پر جبرئیل صرف ایک سطر لادیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک صفت میں مثل ہو۔ اس کا آنا تو ختم النبوت کے منافی ہو۔ اور اس سے ختمیت کی ہمرٹوٹ جائے مگر جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام صفوں میں ظل

ہوں سارے انبیاء سابقین سے اعلیٰ اور اکمل ہوں اس کے آنے سے عقیدت کی مہر نہ ٹوٹے تعجب ہے کتاب زائزۃ الاولیاء میں مرزا صاحب کے دعویٰ بہت عرصہ کے بعد تحریر ہوئے اور اس وقت تک وہ خاتم النبیین کے وہی معنی سمجھتے تھے جو ساری دنیا نے سمجھے اور ایک نبی کا آنا اور ایک دفعہ جبرئیل کا آنا اور صرف ایک فقرہ کہنا کہ تم قرآن کی اتباع کرو یہ سب مرزا صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے مخالف تھا۔ اور اگلے مہر نبوت ٹوٹتی تھی مرزا صاحب سے پہلے مجدد جو ہر صدی پر آتے رہے ہیں کم از کم ایک ضرور، زیادہ سے زیادہ معلوم نہیں کہ کس قدر آئے ہیں ان کا یہ فرض تھا کہ دین میں جو غلطی لوگوں سے ہو گئی ہے اس پر لوگوں کو متنبہ کریں بالخصوص ایسے امور و عقائد کہ جن کی وجہ سے انسان کافر ہو جائے گا پھر امت میں بے شمار اولیاء - ابدال - اقطاب - اور تمام صحابہ کرام بھی گزرے ہیں ان میں سے کسی نے خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں بتلائے جو اب مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں اس لیے اگر مرزا صاحب نے جو معنی اب ختم النبوت کے تجویز فرمائے ہیں جس کی بنا پر نبوت کا جاری رہنا بلکہ وحی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو اور جو انقطاع وحی کا قائل ہو۔ وہ مذہب مرزا صاحب کے نزدیک لعنتی اور شیطانی مذہب کہلانے کا مستحق ہے اس کی بنا پر اگر یہ معنی صحیح ہیں تو جب تک مرزا کا یہ عقیدہ تھا تو مرزا صاحب بھی کافر ہوئے اور جتنے ان سے پہلے مسلمان اس عقیدہ پر گذرے ہیں وہ سب کے سب کافر ہوئے اور اگر مسلمانوں کا عقیدہ اور مرزا صاحب کا عقیدہ سابقہ صحیح تھا۔ تو پہلے لوگ مسلمان مگر مرزا صاحب اس عقیدہ کے بدلنے سے کافر ہو گئے اس کتاب ازالہ ادوام صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں اب ہر ایک دانشمند اندازہ کر سکتا ہے کہ جس حالت میں ۲۳ برس میں ۲۰ جزو قرآن کے نازل ہو گئی تھیں تو بہت ضروری ہے کہ اس چالیس برس میں کم از کم پچاس جزو کی کتاب اللہ حضرت مسیح پر نازل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون میں قرآن سے توازن رکھتی ہو۔ پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو۔ وہ محال ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے اس قول میں کہ جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ اگر محال سے مراد محال عقلی ہے تو اس کا انفاء ناجائز ہے۔ بالخصوص تیرہ سو برس تک صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین اور ائمہ فقہاء اور متکلمین کے ہنوں نے عقلی امور میں بال کی کمال نکال دی ہے اور بالخصوص جو ہر صدی کے سر پر مجدد آتے تھے۔ تو مرزا صاحب کا یہ فرمان کہ یہ محال عقلی ہے۔ غلط ہے۔ بلکہ یہ خود محال عقلی ہے۔ اور اگر محال سے مراد محال شرعی ہے۔ تو وہ بھی معنی نہیں رہ سکتا۔ بالخصوص اتنے زمانے تک اور اتنے معجزانہ علماء پر اور مجددین پر تو ثبات ہو گیا کہ مرزا صاحب کا اسی کلام کے کہنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ کوئی نبی قدیم یا جدید آہی نہیں سکتا علمائے امت نے جو مسئلہ ختم نبوت پر اجماع بیان کیا ہے اور اس آیت کے جو معنی لکھے ہیں۔ وہ معنی مرزا کے بھی مسلمات میں سے تھے۔ وہ حق ہیں اب جو اس معنی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور بے شک کافر ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۲

پر فرماتے ہیں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس قدر تو بالکل سچ ہے کہ اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا تھا۔ وہ شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرایہ اور نئی زبان میں اُن پر نازل ہو جائیں گے۔ اور اس نازک کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لیے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول اور خاتم الانبیاء کے لیے ہرگز روا نہیں سکھے گا۔ کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اٹا دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد حضرت رسول اللہ کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے یقیناً یہ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے کہ صرف علیؑ یا ابن مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا ہے کہ بیچ بیچ وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جائے گا جو رسول اللہ تھا اور اس طرف خیال نہیں کیا کہ اُس کا آنا گویا دین اسلام کا رخصت ہونا ہے۔ یہ تو اجماعی عقیدہ ہو چکا،

اول تو مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لادیں گے۔ تو جبرئیل علیہ السلام آیا کریں گے اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے سے اور نئے لباس نئے پیرایہ اور نئی زبان میں نازل ہوں گے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ قرآن منسوخ ہو جائے گا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب فرما چکے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ جبرئیل آویں اور فقط یہ فقرہ کہہ جاویں کہ قرآن پر عمل کرو اور پھر ساری مدت العمر تک تشریف نہ لادیں تو قوانین شرعیہ و احکام شرعیہ عقائد اسلام نئے لباس میں کیونکر آئیں گے اور قرآن شریف کیسے منسوخ ہوگا مرزا صاحب حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

وَقَالُوا آتَىٰ لَكَ هَذَا، قُلْ هُوَ اللَّهُ الْعَجِيبُ أَلَمْ يَأْتِ آيَاتٍ وَاحْتَارَ-

اس کا ترجمہ انہوں نے خود بالفاظ ذیل کیا ہے۔ اور کہیں گے کہ مجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا۔ کہہ دو خداوند ذوالعجاب ہے میرے پاس آئی آیا اور اس نے مجھے چن لیا اس پر مرزا صاحب حاشیہ لکھتے ہیں کہ اس جگہ آئی آیا خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا اس لیے وہ بار بار رجوع کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام مرزا صاحب پر نازل ہوتے ہیں اور بیٹن جن کا کلام بھی نازل ہوا اور انہیں کے کلام سے اس میں اُمت کی ذلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور کسر شان کرنا اور اسلام کا تحقیر اللہ تعالیٰ سب ثابت ہو گیا۔ اس صورت میں مرزا صاحب کا کافر اور مرتد ہونا اور خارج اسلام ہونا ان کے اپنے ہی اقرار سے ثابت ہو گیا ہے۔ ازالۃ الاوهام صفحہ ۲۴۲ پر مرزا صاحب کہتے ہیں،

”لیکن اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نازل ہونا خیال کیا جائے تو اس قدر خرابیاں پیش آتی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور اس بات کے سمجھنے کے لیے صریح اور صاف قرآن موجود ہیں کہ اس جگہ حقیقی طور پر نزول ہرگز نہ ہو سکتا“

جس کا مطلب یہ ہے عیسیٰؑ کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے ظاہری معنی پر عمل کرے اس واسطے کہ یہ آیت ماکان محمد اباحدا لالح کے معنی کے خلاف ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے۔ اور اس میں کسی کا استثناء نہیں کیا اور پھر اسی خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفسیر فرمائی لاجہی بعدی جو سمجھنے والوں کے لیے بیان واضح ہے اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آئے کہ دروازہ وحی نبوت کا بعد بند ہونے نبوت کے کھل جاوے اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے حالانکہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور خاتم الانبیاء وہ نہیں نہ جہا سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس جہارت میں مرزا صاحب نے اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ خاتم الانبیاء کی تفسیر خود بغیر کسی استثناء کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام میں فرمائی ہے کہ لاجہی بعدی، معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ایسی میں کسی نبی بروزی یا ظلی کی قید نہیں ہے تو اب لاجہی بعدی کے یہ معنی لینے کہ اس سے خاص وہ نبی مراد ہیں جو مستقل نبی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر نبوت حاصل کی جو تو یہ معنی مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلط ہیں اب یہ معنی بیان کرنا ہرگز قابل پذیرائی نہیں ان عبارتوں میں بعض وہ بھی ہیں کہ مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا نزول بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنا یہ خاتم النبیین کے ساتھ کفر ہے۔ کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۱ پر مرزا صاحب کہتے ہیں انا ۱۱ سلنا الیکم رسولاً شہدا علیکم کما ۱۱ سلنا الی فدعون رسولاً چشمہ میح صفحہ ۱۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں میں یہ بیچ بیچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے اندھے کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم ایمان سے بے نصیب ہو۔ پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے کفر خود تمہارے اندر ہے انہی عبارتوں سے یہ امر بدائتہ ثابت ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین اور لاجہی بعدی کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم کا آنا جائز رکھے وہ کافر ہے لاجہی بعدی کے معنی وہی ہیں پھر اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنی رسالت کا دعویٰ کیا جیسے کہ حقیقت الوحی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور مرزا صاحب کا مدعی نبوت ہونا محتاج بیان نہیں بکثرت عبارات موجود ہیں اور مدعا علیہ کو بھی اقرار ہے مگر عجب بات یہ ہے کہ مرزا صاحب پہلے یہ فرماتے تھے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا کسی نبوت کا حصول جائز رکھے وہ کافر ہے اور دعوئی نبوت کے بعد وہ یہ فرماتے ہیں کہ بولیوں کہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا یہ کفر ہے اس لیے مرزا صاحب اپنی کلام کی رو سے خود کافر ہوئے شرح شفا لعل علی قاری صفحہ ۵۴۱ جلد دوم میں ہے۔

و کذا لک نقطه بتکفیر کل قائل الی قولہ ہذا الاجماع جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسا کلام کہے کہ جس کی وجہ سے امت کی تفصیل و تکفیر ہو تمام صحابہ کی ہم ایسے شخص کو یقینی کافر سمجھتے ہیں حاصل یہ نکلا کہ جو کوئی شخص ایسا بات کہے جس سے یہ بات لازم آتی ہو کہ ساری امت گمراہ ہو گئی یا کافر ہو گئی ایسے شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں ازالۃ الادہام صفحہ ۳۳۰ میں ہے حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں۔ کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر صحاح میں موجود ہیں یہ تمام چیزیں ہی غلط ہیں شاید ان کا ایسی باتوں سے یہ مطلب ہے کہ اس عاجز کے اس دعوے کی تحقیر کر کے کس طرح اس کو باطل ٹھہرایا جائے لیکن وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ تو اترا ایک ایسی چیز ہے اگر غیر قوموں کی تاریخ کے رد سے بھی پایا جاوے تو تب بھی ہیں قول کرنا ہی پڑے گا۔ جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوں راجنند اور کرشن وغیرہ کا وجود تو اتر کے ذریعے سے ہی ہم نے قبول کیا ہے گو تحقیق تفتیش تاریخ واقعات میں ہندو لوگ بہت کہے ہیں، مگر باوجود اس قدر تو اتر کے جو ان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے، ہر گرجا گان نہیں ہو سکتا کہ راجنند اور راجہ کرشن یہ سب فرضی نام ہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تو اتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ اور تو اتر اگر غیر قوم کا بھی ہو تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔ اب اس کے ساتھ اگر عبارت ازالۃ الادہام صفحہ ۳۳۱ کی ملائی جائے جو بالفاظ ذیل ہے ”یہ یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے، کہ ایک لخت تمام حدیثوں کو ساقط الاغبار سمجھ لیں۔ اور ایسی متواتر پیشگوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھیں۔ اور مسلمات میں سے سمجھی گئی تھیں، ہمہ موضوعات داخل کر دیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے۔ جسکو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے۔ بعد جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے، اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوعات ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور سخن شناسی سے کچھ بھی بجز اور حصہ نہیں دیا۔ اور بیاعتنا اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ و قال الرسول کی عظمت باقی نہیں۔ اس لیے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر اس کو محالات و ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں،“ ملائی جائے تو معلوم ہو گا کہ نزول عیسیٰ کی پیش گوئی ایسی متواتر پیش گوئیوں میں سے ہے۔ جو خیر القرون میں تمام ممالک اسلام میں پائی گئی تھی۔ مسلمات میں سے سمجھی گئی تھی۔ اور یہ اول درجہ کی پیشگوئی ہے۔ جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا تھا۔ اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی اس کے ہم پہلو بھی نہیں اور تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اس پیشگوئی کا جب مرزا صاحب کو انکار

مطلوب ہوا تو انہوں نے کتاب منیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے۔

فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ ما مات ان هو الا شرک عظیم
یا کل الحسنات تا..... غیر متعمدین جن کا مطلب یہ ہے کہ بہت بڑی بے ادبی کی بات
ہے کہ عیسیٰ ابھی تک نہیں مرے۔ یہ نہیں ہے مگر شرک عظیم ہے۔ جو کھا لینا ہے۔ نیکیوں کو بلکہ وہ فوت کئے گئے
مثل اپنے بھائی کے اور مر گئے مثل اہل زمانہ کے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں میں نصاریٰ کی طرف سے آیا ہے۔ انہوں
نے حضرت عیسیٰ کو خدا ہی وجہ سے بنایا ہے اور پھر اسی عقیدہ کو نصاریٰ نے بہت مال خرچ کر کے مسلمانوں میں
شہروں اور گاؤں میں شائع کیا۔ اس وجہ سے کہ ان میں کوئی شخص عقلمند نہیں تھا۔ پہلے مسلمانوں سے یہ قول صادر
نہیں ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ معذور ہیں اللہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ گنہگار تھے۔ مگر قصداً نہیں
تھے۔ اور اس خطا کی وجہ یہ تھی کہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطا کرے۔ تو اللہ
اس کی غلطی کو معاف ہی کر دیتا ہے۔ ہاں جن کے پاس امام آیا حکم اور بینات کے ساتھ اور جن نے رشد کو گمراہی سے
ظاہر کر دیا۔ اور پھر بھی انہوں نے اعراض کیا وہ لوگ مانوڈ ہوں گے۔ پہلے مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو متواتر
فرمایا تو آخر کا بھی اعلیٰ درجہ فرمایا اور صحاح کی پیش گوئیوں میں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو بھی نہ تھی۔ تمام مسلمانوں نے
اسے قبول کر لیا تھا۔ اور خیر القرون میں یہ پیش گوئی پھیل گئی تھی۔ اور مرزا صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے۔
اسی واسطے کہ کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں مرزا صاحب نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا اقرار کیا ہے۔
باوجودیکہ مجدد، محدث نبی مہلم اور خدا کی وحی کے نازل ہونے کے مرزا صاحب اس عقیدہ کے مضقہ رہے۔ اور
مرزا صاحب سے پہلے جو مجدد آئے وہ اسی عقیدہ کے باندہ رہے۔ کسی نے اس عقیدہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اس
جگہ پر مسئلہ حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس عقیدہ کو مرزا صاحب بعد میں بھی شرک عظیم میں مبتلا
رہے،

یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک ایک مجدد، ایک محدث ایک مہلم ایک نبی جس پر بارش
کی طرح وحی ہو۔ وہ شرک عظیم میں مبتلا رہ سکتا ہے۔ اور خدا کے نزدیک اتنا مقرب ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر تمام
نبیوں سے اور تمام مخلوقات سے وہ بڑھا دیا جاوے۔ چونکہ خدا تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہِ الْخ

اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں بخشتے گا اور شرک کے سوا بظن گناہ کو چاہے بخش دے۔ مرزا صاحب حیات
عیسیٰ علیہ السلام کو شرک ہی نہیں بلکہ شرک عظیم فرماتے ہیں۔ وعدہ الہی کے موافق اس کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔
اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول کی بناء پر ساری امت گمراہ تھی۔ اور ساری امت کا فر اور شرک تھی۔

شرح شفاء کے حوالہ سے میں بیان کر چکا ہوں کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس کے فیصلے سے تمام اُمت کو گمراہ اور کافر کہا جاوے۔ وہ شخص خود کافر ہے۔ اس وجہ سے مجی مرزا صاحب کافر اور مرتد ٹھہرے اور جو مرزا صاحب کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مرزا صاحب کے اس فرمان سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا۔ کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر وقعت باقی نہیں رہ سکتی۔ جب مرزا صاحب کے فرمان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں ایسے عقائد شریکہ اور کفریہ بھی موجود ہیں۔ کہ جو بطریق تواتر ثابت اور تمام ممالک اسلام میں پھیل گئے۔ اور سب نے قبول بھی کر لیا۔ اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی بڑائی کی اطلاع نہ ہوئی۔ تیسرہ سو برس کے بعد اگر چالینس یا پچاس برس کی عمر تک خود اس عقیدہ شریکہ میں مبتلا رہ کر اب یہ کہتا ہے کہ یہ عقیدہ شرک عظیم ہے، قرآن کی ایک دو آیات سے نہیں بلکہ تیس آیت سے ثابت ہے اور اسی عقیدہ کو عقائد نفاقاً ممنوعہ اور محال کہا ہے۔ اور پھر یہ عقیدہ بھی ایسا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوا، اور اس سے پہلے بہت نجد بھی آئے۔ جن کا کام دین کی تجدید کریں ان کو بھی اس عقیدہ شریکہ کی اطلاع نہ ہوئی۔ اگر مرزا صاحب تشریف نہ لائے تو جیسے پہلے ساری اُمت معاذ اللہ شرک عظیم میں مبتلا تھی آگے تک اسی طرح شرک عظیم میں مبتلا رہتی۔ اور کیا معلوم کہ اُنہرہ کوئی اور مجدد پیدا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اور بروز نکلے اور وہ بیس پچیس اور شرک ثابت کر دے۔ جب قرآن اور حدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے کہ شرک عظیم کا تیسرہ سو برس تک اس میں پتہ نہ لگا۔ پھر اس مذہب کا کیا اعتبار رہے گا۔

الاستفتاء صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں من كان متعمداً اخلاف ذلك فهو من الذين هم بالقرآن يكفرون الا الدين خلو امانا قبلي نعم عند ذہم معدوسون یعنی جو شخص بالقصد اس کا خلاف کرے۔ اور یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو وہ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو قرآن سے کافر ہیں۔ ہاں جو مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں۔ وہ اپنے اللہ کے نزدیک معذور ہیں۔ دافع البلاء صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے۔ تاکہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اُتار کر خاتم الانبیاء بنا دیں۔ بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔ ان تینوں جلدوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے ایسی بات کہی جس سے تمام اُمت کا کافر اور مشرک ہونا بلکہ خود ان کا ہم سال کی عمر تک مشرک اور کافر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور جو شخص ایسی بات کہے۔ وہ کافر لہذا مرزا صاحب اپنے ہی اقرار سے کافر ہو گئے۔

مرزا صاحب انجام اتھم کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ من باين را برائے صدق خود یا کذب خود معیار مے گردانم و من تکلفم الالبعد ازال کر ازال خود خیر دادہ شد۔
(نوٹ) اس موضوع کو فریق ثانی کے اعتراض پر ترک کر دیا گیا۔ میں نے اپنے مضمون میں مرزا صاحب کا کافر ہونا۔

مرتد ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس کا التزام کیا ہے کہ ہر بات کو مرزا کے اقرار سے ثابت کروں۔ بحمد اللہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے حق کو ادا کر دیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ مرزا صاحب اپنے اقرار سے اور حسب تصریحات علماء کرام کافرو مرتد ہیں۔

۱۔ ایک وجہ ان کے کفر کی یہ ہے کہ دعویٰ نبوت تشریحیہ و شرعیہ کیا جو بائفاق امت اور بائفاق مرزا صاحب کفر ہے مرزا نے اپنے صریح کلام میں دعویٰ نبوت تشریحی کیا۔ اور اس کلام میں شریعت کی تفسیر بھی فرمادی۔ اگرچہ اسے پاس صرف یہی ایک وجہ ہوتی۔ تو مدعیہ کے لیے بات کافی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ اور بھی بہت وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

۲۔ مرزا نے اقرار کیا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے۔ اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ اور پھر مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا لہذا باقرار خود کافر ہوئے۔

۳۔ مرزا نے یہ بھی کہا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی جدید یا قدیم نبی نہیں آسکتا۔ اور اس کو قرآن کا انکار بتلایا حالانکہ خود دعویٰ نبوت کیا۔

۴۔ مرزا صاحب نے علی علیہ السلام کے تشریف لانے کو ختم نبوت کا انکار اقرار دے کر اسے کفر ٹھہرایا۔ اور پھر اپنا نبی ہونا دیکر اپنے آپ کو علی علیہ السلام سے معاذ اللہ ہر نشان میں اعلیٰ اور افضل سمجھتے ہیں۔ جائز رکھا۔ بلکہ کفر کا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۵۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ کا خاتم النبیین ہونا ثابت خاتم النبیین اور لابی بودی سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد یہ کہا۔ کہ جو ایسا کہے کہ آپ کے بعد نبوت نہیں آسکتی وہ خود کافر ہے۔ اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۶۔ مرزا صاحب نے جو از نبوت کو رسول اللہ کے بعد کفر قرار دیا تھا۔ اب مرزا صاحب اسی نبوت کو فرض قرار دیتے ہیں اور ایمان قرار دیتے ہیں۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر کفر ہوا۔

۷۔ مرزا صاحب دروازہ نبوت کو کھول کر اپنے تک محدود نہیں رکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۸۔ مرزا صاحب بھی نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہزار بار محمد رسول اللہ ہی خود بروز فرمادیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں لوگ یا ہزاروں نبی اب واقع ہو سکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر مرزا نے یہ کہا۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بعثت پہلے تھی۔ اور ایک بعثت ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل تناسخ ہے جو تناسخ کا قائل ہے وہ

کافر ہے۔

۹۔ مرزا کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ محمد ہوں اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے۔ اگر واقعی نہیں ہیں تو کھلا ہوا کفر ہے۔ اور یہ ایک توہین صدا توہین اور استہزاء اور مسخر پر مشتمل ہے۔ اور اگر عین محمد نہیں تو پھر آپ کے بعد دو سرانی ہوا۔ اور تم نبوت کی مہر ٹوٹ گئی۔ اور یہ اور وجہ کفر ہے۔

۱۰۔ مرزا نے دعویٰ دئی کا کیا۔ حالانکہ عبارات علماء سے ظاہر ہے کہ محض دعویٰ نبوت آپ کے بعد کفر ہے۔
۱۱۔ مرزا نے دعویٰ دئی نبوت کیا یہ اور ایک کفر کی وجہ ہے۔

۱۲۔ مرزا نے اپنی دئی کو قرآن۔ توریت۔ انجیل کے برابر کہا ہے۔ اس بنا پر قرآن آخر الکتب باقی نہیں رہتا۔ یہ اور وجہ مرزا صاحب کے کفر کی ہے۔

۱۳۔ مرزا صاحب اپنی دئی کو متلو بھی بتلاتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر کھلیا جائے۔ تو کم از کم بیس جڑوں کی ہوگی یہ اور وجہ مرزا صاحب کے کفر کی ہوئی۔

۱۴۔ مرزا صاحب اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کی۔ جو کوئی شخص کسی نبی کو گالی دے یا توہین کرے۔ وہ کافر ہے۔ مرزا نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی وجوہ سے توہین کی کہ غالباً سو سے کم نہ ہوگی۔ یا زیادہ ہوں۔ ہر توہین موجب کفر ہے۔

۱۵۔ اور کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جن کو تعداد کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ بعض روایات میں ایسا آیا ہے۔ دنیا میں تقریباً سوا لاکھ نبی بھیجے۔ اور ہر نبی کی مرزا صاحب نے توہین کی تو اس لحاظ سے ان کی تعداد کے دو گنے برابر مرزا صاحب کی وجوہ تکفیر میں ہوں گی۔ اگر ہر ایک نبی کی دو دو توہین سمجھ لی جاویں۔ لہذا جتنی توہین اتنی وجوہ سے مرزا صاحب کافر ہوئے۔ مرزا صاحب نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی ہے۔ یہ بھی بڑی وجہ کفر کی ہے۔

۱۶۔ مرزا نے اپنے احکام شریعت کو بدلا۔ علمائے اسلام اور مرزا صاحب کے اقرار سے نسخ شریعت باطل ہے۔ لہذا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب پر کفر لازم آیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ کسی مرزائی عورت کا خیر احمدی سے نکاح جائز نہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ ننچہ ننچہ گوڑویہ صفحہ ۱۸ پر ہے۔

پس یاد رکھو۔ کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تم پر حرام ہے۔ اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذوب اور مسترد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا دہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں مرزا صاحب نے کہا کہ تو مجھے نہ ملنے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے نفع صور کا بالکل انکار کیا

ہے۔ مرزا صاحب نے مردوں کا قبروں سے اٹھنے کا انکار کیا ہے۔ جس طریق سے کہ قیامت کی خبر قرآن میں اور احادیث میں آئی ہے۔ اس سے بالکل انکار کیا۔ ہاں ظاہری لفظ وہ ہی رکھے۔ مگر معنی دوسرے بیان کیے۔ یہ وجوہ بھی مرزا صاحب کے تکفیر کے ہیں۔

لہذا مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کافر بھی ہیں اور مرتد بھی اور ان عقائد کے معلوم ہونے کے بعد جو شخص مرزا کے کفر اور ارتداد میں شک کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ کسی مسلمان مرد اور عورت کا نکاح کسی مرزائی مرد اور عورت سے جائز نہیں۔ اور اگر نکاح ہو گیا اور نکاح کے بعد کسی نے اپنا مذہب مرزائی اختیار کر لیا۔ تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا اور اولاد ولد الزنا کہلائی جائیگی۔ نسبت ثابت نہ ہوگی۔
سن کر درست تسلیم کیا۔

دستخط بیچ صاحب

۲۳۔ اگست ۱۹۳۲

جرح بر بیان حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب گواہ مدعیہ

۲۲ و ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء

۲۴ اگست ۱۹۳۲ء

جرح بر مرتضیٰ حسن گواہ مدعیہ

با قرار صالح

سوال :- جو شخص مرزا صاحب کو اہل سنت والجماعت کہے اور سمجھے اور یہ کہے کہ وہ ضروریات دین کے منکر نہیں وہ کافر ہے یا مسلمان ۔

جواب :- اگر وہ شخص مرزا صاحب کے حالات سے واقف ہے ۔ اور مرزا صاحب کے عقائد پر اس کی اطلاع ہے اور ضروریات دین سے انکاد کی اس کو خبر ہے ۔ اور پھر بھی وہ مرزا صاحب کو مسلمان ۔ کہے تو وہ کافر ہے ۔ اور اگر مرزا صاحب کے حالات سے ناواقف ہے اور ان کے عقائد اور عبادات پر پوری طرح سے مطلع نہیں تو وہ معذور ہے ۔ جو شخص مرزا صاحب کو دعویٰ مہدیت میں جھوٹا نہ سمجھے مرزا صاحب کے عقائد سے مطلع ہونے کے بعد کوئی شخص ان کو مہدی بھی وہ کافر ہے ۔ اور اگر ان کے عقائد سے واقف نہیں تو وہ معذور ہے ۔ ایک شخص جو مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھتا ہے ۔ اور اگر ان کے عقائد سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے ۔ کہ علمائے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے ۔ اور ان علماء کو غلطی پر جانتا ہے ۔ اور مرزا صاحب کو دعویٰ مہدیت میں سچا سمجھتا ہے ۔ تو وہ کافر ہے ۔ جو شخص مرزا صاحب کی کتابوں کو ان عقائد کو جو حق پر ہیں ۔ پڑھ کر کہتا ہے ۔ کہ وہ درست ہیں ۔ تو وہ کافر نہیں اور عقائد کفریہ کو کہتا ہے کہ صحیح ہیں تو وہ کافر ہے ۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کی کتابوں کو بلا تخصیص پڑھ کر یہ کہے کہ وہ تمام حقائق و معارف سے پر ہیں ۔ تو چونکہ وہ عقائد کفریہ کی بھی تصدیق کرتا ہے ۔ اس لیے کافر ہے ۔ اگر اس کے ارادہ میں کوئی تخصیص ہے ۔ تو وہ معذور ہے ایسے شخص کے متعلق جب تک کہ اس کا کلام سامنے نہ ہو کوئی رائے اس کے خلاف قائم نہیں کی جاسکتی ۔ فتوے کے لیے جب تک متکلم کے حالات معلوم نہ ہوں ۔ فتویٰ صادر نہیں کیا جاسکتا ۔ فتوے کلام کے معنی معلوم ہونے پر ہو سکتا ہے ۔ جب تک متکلم کا حال معلوم نہ ہو جائے کلام کے معنی امتعین نہیں ہو سکتے ۔ بالخصوص مسئلہ تکفیر چونکہ بہت ہی احتیاط ہے ۔ اگر متکلم کا حال معلوم نہ ہو ۔ تو جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر مراد یہ ہے تو کافر نہ نہیں ۔ متکلم کے کلام میں اگر کوئی وجہ گنجائش ہو کہ جس میں متکلم کے بیان کی حاجت ہو تب اس کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا ۔ اور اگر اس کا کلام صریح ہو اور اہل عرف اس کا مطلب سمجھنے میں قاصر نہ ہوں ۔ تو پھر اگر متکلم اپنی کوئی مراد خلاف اپنے کلام صریح کے بیان کرے گا ۔ تو وہ قابل قبول نہ ہوگا ۔ جو شخص مرزا صاحب کے عقائد کے واقف ہونے کے بعد اور یہ معلوم کرے کہ علمائے انہیں کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے ۔ تو وہ خود بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کا کلام فوری فسخ ہو جاتا ہے ۔ اس کی اولاد و ولد الزنا ہوگی ۔ جو کتاب ۔ موسومہ ارشادات فریدی اب پیش کی گئی ہے ۔ میں اس کے مصنف کو نہیں جانتا ۔ نہ میں نے

اس کتاب کو بیٹے دیکھا ہے۔ پھر کہا کہ اس کتاب کے صفحہ پر جو عبارت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ اشارات فریدی کا تیسرا حصہ ہے۔ مجھے بتہ نہیں کہ محمد بخش صاحب خواجہ غلام فرید صاحب کے صاحبزادہ ہیں یا نہ۔ جو عبارت اس کتاب مذکورہ بالا کے صفات ۶۹ و ۷۰ پر بالفاظ ذیل بعد از ان فرمودند کہ جہاں اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا عزوجل ایں چینی نیک مرد کہ اہل سنت والجماعت است بعراط مستقیم است و راہ ہدایت ہے نماید انا دہ اند و بروے حکم تکفیر سے سازند کلام عربی را بہ بینید کہ از طاقت و بشریت خارج است تمام کلام او از معارف و حقائق و ہدایت بشریت است ہرگز منکر نیست یہ عبارت میں نے سن لی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۷۰ پر جو عبارت بالفاظ ذیل۔ فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدیت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر از ان بیان دو علامات در کتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است۔ بر تو و بدربہ غایت بردعوی مہدیت او گواہ اند۔ میں نے یہ عبارت بھی سن لی۔ اس کتاب میں ہے۔ صفحہ ۱۲۲ پر جو عبارت ہے۔ عرض کرد کہ قبلہ چوں حالات صفات حضرت یعلیٰ ابن مریم علیہ السلام و اوصاف مہدی موعود در مرزا صاحب یافتہ نئے شوند حضور خواجہ فرمودند کہ اوصاف۔ مہدی پوشیدہ و بیابا ہستند شیعہ کہ در دل ہائے مردم نشستہ اند چہ عجب کہ ہمیں مرزا صاحب غلام احمد۔

مہدی باشند ہم چینی است حال مہدی۔

پس اگر مرزا صاحب مہدی باشند امر مانع است۔

یہ عبارت میں نے سن لی ہے۔ اسی کتاب میں ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۷۷ کے اوپر عبارت ذیل کے بعد از ان ہم جو ابش کفر نمودند کہ کون لیا ہے۔ اس کتاب میں ہے۔ میں اندازہ نہیں بتلا سکتا۔ کہ میں نے مرزا صاحب کی کتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کی کتنی کتابیں ہیں۔ مرزا صاحب کی ایک کتاب میں ہے۔ کہ میں صاحب شرع جدیدہ نہیں ہوں۔ میں نے ان سب عبارتوں کو سن لیا ہے۔ جو میں نے اپنے بیان میں پیش کی ہیں۔ مرزا صاحب نے جو لایا ہیں میں شریعت کی تعریف کی ہے۔ اور اپنے آپ کو صاحب شریعت ہونا فرمایا ہے۔ اور اس میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی ہے۔ وحی سے جو احکامات ثابت ہوئے ہیں وہی شریعت ہے۔ جتنی کتابوں میں مرزا صاحب کی وحی درج ہے۔ وہ سب وحی شریعت ہے۔ مرزا صاحب نے کسی کتاب میں تمام وحی کو جمع نہیں کیا۔ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار نہیں دیا۔ لیکن ان کی جو جو وحی جس جس کتاب میں درج ہے۔ وہ شریعت جدیدہ ہے۔ مرزا صاحب نے شریعت کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ جس کی وحی میں امر بھی ہوا اور نہی بھی ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میرے دین میں امر بھی تھا اور نہی بھی ہے۔ اور اس کے بعد یہ کہتے ہیں۔ کہ شریعت میں یہ ضروری نہیں کہ نہی

چیز تک ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا۔ اس میں بہت سے احکام ایسے ہیں۔ جو تورات اور انجیل میں نازل ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب صاحب شریعت جدیدہ سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کی شریعت میں اور قرآن مجید میں بکثرت وہ احکام ہیں۔ جو تورات اور انجیل میں آپکے ہیں تو مرزا صاحب کے نزدیک وحی جدیدہ آنا۔ اور شریعت جدیدہ آنا ایک ہی چیز ہے۔ اگرچہ یہ وحی جدیدہ الفاظ اور معنی میں بھی پہلی وحی کے بالکل مطابق ہو۔ لہذا جتنی وحی مرزا صاحب کی ہے۔ وہ مرزا صاحب کے فرمان کے مطابق سب شریعت جدیدہ ہیں۔ گو مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ میری وحی وحی شریعت ہے۔ لیکن اس تحریر میں کہ جو بالکل صراحت ہے۔ انہیں کی عبارت ہے۔ جس میں مرزا صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ کہ اگرچہ کہو کہ صاحب شریعت دعویٰ کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ تو یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیلئے جس کی وحی میں امر و نہی ہو۔ وہی صاحب شریعت ہے اور فرماتے ہیں۔ کہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی اور اس کی بہت شرح کر کے آخری نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ میرے مخالفت اب بھی ملزم ہیں۔ یعنی میرا صاحب شریعت جدیدہ ہونا ثابت ہو گیا۔ جب مرزا صاحب نے اپنی وحی کو وحی شریعت جدیدہ قرار دیا۔ اور یہ فرمایا کہ مجھ پر ایمان لانا۔ بھی باعث نجات ہے اور جو مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ سب کافر ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا گیا۔ ان کی وحی پر کہ تم تمام آدمیوں کی طرف مبعوث کر کے۔ بیٹھے گئے ہو۔ اور تمام دنیا کو اپنی نبوت کا اقرار کرنے کی دعوت دی۔ تو ان کی سب کتابیں اشتهار ہی ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب نے اس مضمون کا کوئی اشتهار بھی دیا ہو۔ کہ ان کے مریدان کی وحی کو وحی شریعت جانیں تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ دیا ہے یا نہیں دیا۔ یا مرزا صاحب نے جہاں لکھا ہے۔ کہ قرآن اور حدیث باعث نجات ہے۔ یہ الفاظ ان کے نزدیک بالکل بے معنی ہیں مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ ضرور درج ہے۔ کہ قرآن اور حدیث کو ذریعہ نجات جانو۔ لیکن جب مرزا صاحب نے آپسے آپ کو صاحب شریعت نبی قرار دیا۔ تو اب قرآن اور حدیث کے معنی وہی ہوں گے جو مرزا صاحب بیان کریں گے۔ تو معمول یہ مرزا صاحب کی وحی رہی نہ کہ قرآن اور حدیث مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ ہے۔ کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ سال ۱۹۰۱ء کے ایک سال بعد تقریباً کوئی ایک کتاب ایسی نہ ہوگی۔ جس میں نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ نہ ہو۔ سال ۱۹۰۱ء سے قبل بہت ہی ایسی کتابیں ہیں۔ جس میں دعویٰ نبوت و رسول ہونے کا ہے۔ غالباً۔ رائین احمدیہ میں بھی کوئی ایسی وحی مرزا صاحب نے نقل فرمائی ہے مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ الفاظ صاف طور پر نہیں ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں ملتے لیکن اس عبارت کا جو مفہوم ہے۔ اس سے مرزا صاحب کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آسکتا۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ نبی کا آنا ضروری ہے جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو۔ وہ لعنتی و شیطانی مذہب ہے۔ یہ کہنے

کے بعد کہ جس مذہب میں وحی نبوۃ نہ آئے وہ مذہب لعنتی اور شیطانی ہے۔ یہی مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں میں نے احمدی جماعت کے بیعت فارم کو کبھی نہیں دیکھا۔ جو فارم پیش کیا گیا ہے۔ یہ بیعت فلام ہے۔ جو مرزا بشیر الدین احمد صاحب کی بیعت کے متعلق ہے۔ دا شہتہار پیش عدالت کیا گیا، میں نے ازالہ ابام کو اول سے آخر تک پڑھا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۷ تقطیع خورد کو دیکھا ہے۔ اس پر عنوان ہمارے مذہب کے تحت مرزا صاحب نے الفاظ تحریر کئے ہیں وہیں نے پڑھے ہیں۔ جو صفحہ ۱۳۸ کی تیسری سطر تک بالفاظ لحد اور کافر ہے۔ تک ختم ہوتے ہیں۔ یہ عبارت اس کتاب میں موجود ہے۔ یہ سوال عدالت کہتا ہوں کہ جب تک مرزا صاحب نے یہ عبارت لکھی تھی۔ اس وقت تک مرزا صاحب مسلمان تھے۔ اور جو عقائد اسی عبارت میں لکھے ہیں وہ عقائد صحیح ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے نہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانا۔ جس کو میں اپنے بیان میں واضح کر چکا ہوں۔ اور قرآن کو آخر کتاب مانا۔ بلکہ مرزا صاحب کی وحی آخر کتاب سمجھی جائے گی۔ کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک وہی آخر الوحی ہوگی مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور قرآن کو آخر کتاب نہ سمجھے یا قرآن شریف کے احکام میں ایک شوشہ کا تغیر و تبدل کرے وہ جماعت مومنین سے خارج ہو کر لحدوں کی جماعت میں سے ہے۔ اس واسطے مرزا صاحب اس تحریر کے مطابق مومنین کی جماعت سے نکل کر لحدوں میں داخل ہو گئے۔ مرزا صاحب نے جہاں شرعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کا حوالہ میں نے کتاب در ثمنین صفحہ ۶ سے دیا تھا۔ اس صفحہ پر یہ الفاظ ہیں کہ رہا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے، لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اسی کتابوں میں یہ کہہ لیا ہے۔ کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔ صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور ان کے بعد مرزا نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند دنیا میں آسکتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی کتابوں کو اگر ایک جگہ جمع کیا جاوے۔ تو اس کے کئی جزو ہیں۔ اور بعض احکام میں بھی تغیر و تبدل کیا ہے۔ جس کو میں اپنے بیان میں عرض کر چکا ہوں۔ لہذا مرزا صاحب صرف الفاظ کا اقرار کرتے ہیں۔ معنی کا اقرار نہیں کرتے۔ اس لیے کافر ہوئے۔ مرزا صاحب نے جس جگہ اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ اور اپنے منکر دل کو کافر قرار دیا ہے اور جس جگہ نبی کی تعریف بیان کی ہے۔ وہی نبوت حقیقہ کا دعویٰ ہے۔ جس کو مرزا محمود صاحب نے حقیقت نبوت میں اس طرح سے مفصل بیان کیا ہے۔ کہ انکار کی گنجائش نہیں اس پر کتاب حقیقت النبوة لکھی گئی جس میں مرزا محمود صاحب نے مرزا صاحب کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی حقیقی سمجھتے ہیں۔ مرزا محمود صاحب نے لکھا ہے۔ اگر حقیقی نبی کے یہ معنی ہیں۔ کہ سچا نبی ہو۔ جھوٹا اور بناوٹی نہ ہو۔ تب تو ہم کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب حقیقی نبی نہیں ہیں مرزا صاحب نے کہا کہ جو شخص صاحب شریعت ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر براہ راست نبوتِ پادے باریں معنی نبوتِ ختم ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ نبی اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے تمہا الحقیقت الوحی کے صفحہ ۶۸ پر مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ یہ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام موجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵ پر مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ کہ جو کثرت مکالمت و مخاطبت کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں۔ صفحہ ۱۲ میں کہتے ہیں۔ کہ تب کہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت اور کثرت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امر و قیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ یہ تعریف نبوت حقیقی کی بھی سمجھی جائے گی اور مرزا صاحب کا منکر ویسا ہی کا فر ہے۔ جیسا کہ اور انبیاء کا اور مرزا صاحب کی بعثت عام ہے اور ختم نبوت کا عقیدہ لعنتی اور شیطانی ہے۔ اس وقت سے مرزا صاحب نے نبوت کے یہ معنی کئے تھے۔ جس پر نبوت کا الہام ہو وہ نبی ہے۔ مرزا صاحب نے جب یہ فرمایا۔ کہ وہ نبی تشریحی نبی نہیں اور شریعت کی تعریف بھی کر دی تو اب کوئی مرتبہ نبوت حقیقی کا باقی نہیں رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے آنے کا حدیثوں میں وعدہ ہے۔ جس کے متعلق میں کل اپنے بیان میں ذکر کر چکا ہوں۔ حضرت ہمدی کے آنے کا بھی وعدہ ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوگا۔ ۱۱ صدی کے شروع میں ایک مجدد کے آنے کے متعلق حدیث آئی ہے۔ مجدد کو نہ ماننے والے پر کوئی الزام عالم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ مجدد پر دعوے ضروری ہے نہ اس کے دعوے کو ماننا ضروری ہے اور نہ اس کے نہ ماننے سے کوئی کفر عالم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے مشرک احمد کا انکار کیا ہے۔ اور یہ موجب کفر ہے۔ کتاب ازالہ ادہام میں یہ فقرہ اس کو ہم نے مانا کہ کمال درجہ دخول بہشت کا جو جسمانی۔ روحانی دونوں طور پر ہوگا۔ کہ وہ حشر اجساد کے بعد ہوگا ایک مستحق کو عطا کیا جائے گا تقطیع مغیر صفحہ ۳۴۶ پر موجود ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ ادہام کے صفحات ۱۴۹ اور ۱۵۰ پر جو کچھ لکھا ہے۔ وہاں درج ہے۔ کہ یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔ اس سے قبل درج ہے۔ کہ تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے مشرک احمد نہیں ہے۔

مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۷ پر یہ الفاظ والحقیقة حقيقة ان الجنحۃ حق والناد حق و حشر الاجساد حق۔ لیکن یہ صرف الفاظ الفاظ ہی ہیں۔ صحیح معنی مراد نہیں ہیں جو کتاب مجھے ازالہ ادہام اب دکھلائی گئی ہے۔ اس پر سال ۱۸۹۱ء لکھا ہوا ہے۔ کتاب آئینہ کمالات پر سال ۱۸۹۲ء

لکھا ہوا ہے۔ یہ حدیث ہے کہ قرآن شریف کے کئی کئی مطلب ہیں۔ مگر کوئی مطلب ایک دوسرے سے معارض نہیں ہو سکتا۔ اور جو مطالب ظاہر کے علاوہ ہیں۔ وہ لطافت اور اشارات کے درجہ میں ہیں۔ احکام شریعہ کے ثنابت کرنے کا وہی طریقہ ہے۔ جو اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اس واسطے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ مخصوص کے ظاہری معنی میں کیا فرق ہے۔ اگر کوئی شخص ظاہری معنوں کو چھوڑ کر یا طنی معنی بنائے گا جیسا کہ فرقہ باطنیہ نے ایسا کیا ہے۔ اس کی علامت تکفیر کی ہے۔ اس واسطے کہ اس بنا پر شریعت کا کوئی حکم باقی نہ رہے گا کہ اس بنا پر قرآن کی باریکیاں اگر مومنین اس قابل ہوں گے تو ان پر معارف کھلیں گے اور قابل نہ ہوں گے تو نہ کھلیں گے۔ لیکن کوئی معنی کسی پر اگر منکشف ہوں اور وہ اصول شریعت کے مخالف ہوں۔ وہ مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔ قرآن شریف کے متعلق جو حدیث کتاب مشکوٰۃ باب فضائل قرآن میں سے بیان کی گئی ہے۔ اس کی سند جھوٹ ہے خود اس کتاب میں درج ہے۔ اختلاف معانی پر کی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ دونوں اختلاف کرنے والے ایک ہی مرتبہ کے ہیں۔ اور کسی ایک کے معنی قطعی اور یقینی طور پر ثنابت نہیں ہیں تو اس میں تکفیر نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ایک کی جانب دلائل قطعیہ ہیں یا اجماع ہے۔ اور پھر کوئی شخص اس کا خلاف کرے گا تو اس کا خلاف بالکل معتبر نہیں ہوگا۔ بلکہ ساقط ہے۔ کتاب شہادت القرآن کے صفحہ ۲۵ پر نفع صور ہونے کے متعلق یہ عبارت ہے۔ اور نفع صور دو قسم پر ہے۔ ایک نفع اضلالی اور نفع ہدایت جیسا کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ نفع فی الصور یہ آئینیں ذوالوجہ ہیں قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس عالم سے بھی لیکن اس عبارت سے قبل یہ الفاظ ہیں۔ بارہویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا ہے۔ جس کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نفع حقیقت میں دو قسم پر ہے۔ ایک نفع اضلالی اور ایک نفع ہدایت جیسا کہ مسیح موعود کا پیدا ہونا نفع صور سے بطریق استعارہ بیان کیا گیا ہے اور نفع حقیقت میں دو قسم پر ہے۔ ایک قسم اضلالی اور ایک نفع ہدایت۔ مطلب یہ ہوا کہ نفع کی کل دو قسمیں مرزا صاحب کے نزدیک ہیں۔ یا نفع گمراہی یا نفع ہدایت وہ نفع صور جس کے متعلق عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے اس سے مرزا صاحب کا اکلہ معلوم ہوتا ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے فرمانے کے مطابق سب شریعی تھے کیونکہ شریعت کے معنی مرزا صاحب نے یہ لئے ہیں۔ کہ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو اور نہی کے لیے کم سے کم اس قدر وحی ضروری ہے۔ کہ لوگوں کو تبلیغ کرے کہ وہ اسے نبی مانے اور جو اسے نہ مانے وہ کافر ہے۔ جو شخص یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی تشریحی نہیں آئے گا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ نبی شرعی اور نبی حقیقی نہیں آئے گا۔ کسی مسلمان کا یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کی نبوت شریعہ آپ کے بعد باقی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ نبی ہو۔ اور صاحب کتاب

نہ ہو۔ لیکن مرزا صاحب کے قول کے مطابق یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی ہو اور تشریحی نہ ہو۔ مرزا صاحب کا یہ قول درمیان کی عبارت سے جو میں نے بیان کیا ہے سنا گا ہوتا ہے کہ نبوت جو خدا کی طرف سے ہو وہ صرف شرعی نبوت ہے۔ اس کے سوا جو دعویٰ نبوت ہے وہ جھوٹا ہے انسان کامل کے وصف سے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریحی بند ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا کی طرف سے کوئی حقیقی نبی نہیں آسکتا۔ جس کو شریعت اور خدا نے نہیں کہا ہے۔ وہ نہیں آسکتا اس کے بعد جو دعویٰ ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ قرآن مجید کے جو احکام قطعی اور درست ہیں ان کے اگر کوئی حدیث مخالف ہو اور کوئی معنی صحیح اس کے نہ بن سکتے ہوں۔ اور یہ حدیث تو آرا اور درجہ شہرت کو نہ پہنچی ہو۔ تو اس حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ اگر کوئی حدیث ایسی ہو کہ امت نے اس کو لے لیا ہے۔ اور قبول کر لیا ہے۔ اور وہ کسی قطعی چیز کے مخالف نہیں ہے۔ اس حدیث کو لیا جائے گا اس تفصیل سے جو علم حدیث میں مفصل مذکور ہے۔

لابی بعدی کے معنی مرزا صاحب نے خود یہ کہا کہ نہ کوئی اگلا نبی آسکتا ہے۔ اور نہ کوئی پچھلا نبی۔ مرزا صاحب نے بعدی کے معنی کوئی اور لیے ہوں۔ تو اگر وہ صحیح نہیں ہیں تو میں ان سے اتفاق نہیں کروں گا۔ بعد کے معنی لغوی پیچھے کے ہیں اس معنی کے سوا یہ لفظ قرآن اور حدیث میں اگر نہیں استعمال ہوئے تو میں نہیں کہہ سکتا میں نے لابی بعدی کے وہ معنی لیے جو مرزا صاحب نے لیے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے اس کو خاتم النبیین کی تفسیر قرار دے کر کبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفسیر کی ہے۔ میں نے بعدی کے وہی معنی لیے ہیں۔ جو علماء نے کئے۔ اور ختم النبیین کے منکر کو کافر قرار دیا۔ قرآن شریف میں بعدی کے معنی پیچھے ہی کے ہیں۔ چاہیے مرنے کے بعد جو اس وقت میں ہو۔ یا کسی وقت کے بعد مراد ہے احادیث کی بعض روایات ممکن ہے کہ بالمعنی ہی ہوں اور بعض بالالفاظ ہی ہوں۔ اس کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو حدیث عمل نبوت کی اینٹ کے متعلق میں نے کل بیان کی تھی اس میں من قبلی کے الفاظ ہیں۔ تیس دجالوں والی حدیث جو میں نے کل پیش کی تھی۔ اس کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں دجالوں کی تعداد ۷۰ تک بیان کی گئی ہے جو شخص یہ کہے کہ ۲۰ دجال پورے ہو چکے۔ تو یہ اس کا خیال ہے۔ ہم اس کے پابند نہیں۔ میں امام ابو عبد اللہ محمد بن حلیفہ مالکی، شارح۔ صحیح مسلم کو نہیں جانتا۔ کہ وہ کون ہے۔ محمد اس کے دوسرے شارح ابو عبد اللہ۔ محمد بن محمد بن یوسف شوری کو بھی نہیں جانتا ان دونوں کی ماٹھے ہے۔ کہ تیس دجال پورے ہو چکے اس کے ساتھ وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ فلاں فلاں شخص ہیں کہتے ہیں۔ کہ تاریخ دان اگر دیکھیں گے تو ان کو ظاہر ہو جائے گا اس قسم کا جمہول قول اول توجہ نہیں۔ جو شخص آٹھ جلدوں میں مسلم شریف کی شرح لکھے تین سطر میں لکھتا جن میں ۳۰ نام آجادیں مجہول کا موقف ہے۔ علاوہ ان میں سے عدوسے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے تمام دجالوں کا عدد بیان فرمایا ہے۔ یا بڑے بڑے دجالوں کا اس کے سوا تیس دجال ہیں۔ نہیں کیا کہ ۲۰ میں ہوں گے۔ بننا پتھر اس کی نظیریں دوسری حدیثوں میں ملتی ہیں۔ ۷۰ دجالوں والی حدیث مابعد کی ہر دو کتابوں میں ضعیف ہے۔

یعنی وہ طبرانی میں ہے۔ البتہ ابن ماجہ میں ملتی ہے۔ لیکن اگر ایک حدیث ضعیف ہو۔ اور پھر اس کے اور طریقے بھی آئے ہوں۔ تو اس میں فی الجملہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سترہ والی حدیث میں صرف یہ لفظ ہے۔ کہ وہ دجال ہوں گے۔ نبی نہیں ہوں گے۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۵۶۴ پر خاتم النبیین کے لفظ کے ساتھ سالیقین کا لفظ بھی ہے۔ لیکن وہاں یہ لفظ ہائے مفیدہ مطلب ہے اور ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر نہ ہوتا تو مراد ہی تھی۔ اس واسطے کہ خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلا نبی پچھلا یا باعتبار سالیق کے ہوگا۔ یعنی پچھلا وہ ہے۔ جو سالیق کے بعد آوے اور میں ہی نہیں کہتا مرزا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا جائز رکھا جائے۔ تو بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء اور خاتم النبیین ٹھہریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں۔ جو بیسوں میں سب سے پچھلا ہو۔ اور پچھلا یا اعتبار سالیق کے ہوگا۔ لہذا سالیقین کا لفظ ضروری تھا۔ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ سب سے پچھلے نبی ہوئے تب کسی شخص کو نبوت نہ ملے گی۔ حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی ثابت ہوئی ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا پچھلے بیسوں کا بند کرنا کوئی معنی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے یہ حدیث سنی ہے۔ کہ نبوة میں سے کبھی باقی نہیں رہا۔ سوائے علیوں کے اس حدیث کو سننے کے بعد صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیسے اس کی قائل ہو سکتی ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی ہو سکتا ہے ضروران کے کلام کا یہی مطلب لیا جائے گا۔ کہ کوئی بدین لاینبی بعدی کے عموم سے نفع اٹھاوے اور یہ کہے کہ آپ کے بعد قدیم اور جدید کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس واسطے فرمادیا کہ ایسا لفظ ہی مت کہو۔ سیدھا لفظ کہو خاتم النبیین یعنی سارے بیسوں کے پچھلے آنے والے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا۔ خاتم النبیین کے موافق رہا۔ مخالف نہ رہا۔ یہ اعتراض کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو وہ نبی ہوں گے یا نہیں اگر نبی نہ ہوں گے۔ تو منصب نبوة سے معزول ہونا لازم آتا ہے تو کیا گناہ ہوا۔ کہ وہ معزول ہو گئے۔ اور وہ نہیں ہوں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوئے وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور نبی ہوں گے نبوت سے معزول شدہ نہیں ہوں گے جیسے اور انبیاء سالیقین اس وقت نبی ہیں اس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت نبی

ہیں۔ مگر چونکہ عدلے علیہ السلام کو رسول اللہ دینی اسرائیل فرمایا گیا تھا۔ اب بھی وہ رسول اللہ دینی اسرائیل ہی ہیں۔ نہ وہ پہلے ہماری طرف مبعوث تھے اور نہ اب نہ پہلے ہم ان کی امت تھے نہ اب۔ ہاں لا تفرق بین احد من رسلہ کے حکم سے ان کی نبوت کا ماننا ہم پر فرض ہے۔ اس سے۔ اور وہ ہے گاہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر وہ منصب نبوت پر نہیں ہوں گے۔ تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین میں فرق آدے۔ مرزا صاحب کا نبی ہونا بیشک آپ کے ختم النبوت کے مخالف ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ وہی آپ کے بعد منقطع ہے۔ مجھے وحی کے منقطع ہونے کی دیگر آیات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ختم النبوت کی جس قدر آیات ہیں۔ وہ سب وحی کے سلسلہ کو منقطع ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ لہذا بعدی کی حدیث جو تو اس کے درجہ کو پہنچتی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہی آپ کے بعد منقطع ہے۔ دوسرا آپ نے فرمایا کہ میرے بعد درجہ خال آئیں گے۔ اس بھی وحی منقطع ہونا ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرا یہ فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں کچھ باقی نہیں ہے۔ اور یہی بکثرت احادیث ہیں۔ وہ وحی جو شخص بالنبوت ہے۔ جب نبوت بند ہو گئی۔ تو وہ بھی بند ہو گئی۔ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے مگر وحی وہی ہو جو وحی نبوت ہے۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا گیا۔ قرآن سے ثابت ہے۔ کہ شہد کی مکینوں کو بھی وحی ہوتی ہے۔ جنس جگہ پر جہاناً الہام کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے انقطاع کا بھی دعویٰ نہیں۔ دعویٰ صرف اس قدر کہ وحی نبوت منقطع ہے اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اگر دعویٰ وحی کی تصریح نہ ہو۔ جب بھی کافر اور اگر وحی نبوت کا دعویٰ کرے اگرچہ نبوت کا دعویٰ واقعاً نہ ہو۔ مگر چونکہ وحی نبوت نبی کو ہوگی۔ لہذا وہ بھی کافر ہوگا۔ صمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ صفحہ ۶ کے شروع میں یہ فقرہ ہے۔ ایک مرد پرست شیخ مسیح نام نے فتح گڑھ تحصیل بشالہ ضلع گورداس پور سے پھر اپنی پہلی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے۔ اس سے جا کر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔ کہ اس نادان اسرائیلی نے الفاظ ہاں ہاں آپ کو بدزبانی عادت تھی۔ اس سے قبل یہ الفاظ ہیں۔ کہ متی انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔ اس کے آگے کے الفاظ مرزا صاحب کے اپنے معلوم ہوتے ہیں۔ صفحہ ۶ پر ایک فقرہ ہے۔ کہ ایک فاضل یاودی صاحب فرماتے ہیں۔ لیکن اس فقرہ کو گالی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ گالی مسز صاحب کی اپنی طرف سے ہے۔ کتاب خزائن الاسرار کو میں نے اب دیکھا ہے۔ اس کے صفحہ ۷ پر یہ عبارت ہے۔ کہ ان چار میں میں گنہگار ہیں میں نے داود سے زنا کیا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں یہی الفاظ نہیں لکھے۔

مرزا صاحب نے کتاب انجام آتم صفحہ ۹ پر کہا کہ یسوع کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں اور کہ انہوں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں۔ مسیح کو نہیں دیں۔ میں نے تو مسیح المرام کی عبادت سے یہ ثابت کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک ہیں۔ اور اسی مضمون کو میں نے مسیح مجھن سے بھی ثابت کیا ہے۔ کہ یہاں یسوع مسیح ابن مریم مرزا صاحب کے نزدیک ایک ہے۔ یہ نوٹوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ اس کے تحت کی عبادت پڑھی ہے۔

کشتی نوح میں جہاں یہ عبادت ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس حاشیہ میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کتاب میں قرآن شریعت کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کیا گیا ہے اس کتاب کے جس حاشیہ سے میں نے حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس حاشیہ کو پورا دیکھا ہے۔ اور اس سے جو کچھ میں نے نتیجہ نکالا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ اور اس سے جو کچھ میں نے نتیجہ نکالا وہ میں نے بیان کر دیا ہے میرے لیے ضروری نہ تھا کہ میں تمام کتاب پڑھتا۔ میں نے خزانہ الاموال کو دیکھی ہے۔ اس سے پہلے نہیں دیکھی کہ کتاب ازالہ ادہام صفحہ ۳ کا حوالہ میں نے دیا تھا اس کے آگے کے الفاظ ہیں۔ کہ اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے۔۔۔۔۔ دیکھو کتاب۔ نوا باب ۲۲۔ تقطیع خورد و سفر ۸ و تقطیع کلدان صفحہ ۱۷ اس عبادت کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح میں اقتیاری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کو خیال ہے۔۔۔۔۔ کوئی معجزہ دکھاتے۔ اس کے آگے جتنی باب باہ آیت ۱ - ۱۳ کا حوالہ بھی ہے۔ میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے۔ اس سے ان عبارتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے یہ پیش کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی طرف سے جو اس توہین اور گالیوں کا یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ یہ عیسائیوں کو الزامی جواب دیا ہے۔ یہ غلط ہے اس واسطے کہ ازالہ ادہام صفحہ ۳ پر مرزا صاحب نے مولویوں اور خشک زاہدوں کو یعنی مسلمانوں کو مخاطب کر کے پھر عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کئے ہیں۔ جہاں خشک مولویوں اور زاہدوں کو مخاطب کر کے۔ اور جو فقہے میں نے اپنے بیان میں لکھوائے ہیں کہ وہ میری رائے میں ایک ہی سلسلہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ نبی ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام شریعت کا علم دیکھنے کسی سے نہیں گئے تھے۔ دین دیکھنے کے لیے نہیں گئے۔ مرشد سے مراد میں سچی باتیں لیتا ہوں۔ اور سچی باتیں وہ دیکھنے گئے تھے۔ کتاب دافع البلب کے آخری صفحہ کی عبادت جو میں نے لکھوائی ہے۔ اس سے ناقبل یہ الفاظ ہیں۔ جن لوگوں نے ان کو خدا بنایا۔ جیسے عیسائی۔ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کوئی راست باز آدمی موجود تھا یا نہ قرآن شریف میں جو یہ آیا ہے کہ بیٹے

سب فیض محمدی ہیں اس کا حاصل یہ نکلا کہ نوح - ابراہیم - عیسیٰ - موسیٰ - علیم السلام وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں پہلے بھی آئے پھر بھی ایسے ہی متبعی نبیوں کا آنا قیامت تک باقی ہے۔ جو مرزا صاحب کے اقرار سے اور تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے۔ کتاب توضح المرام تفتیح خورد صفحہ ۲۲ پر یہ عبارت ہے کہ لیکن اگر اس جگہ یہ استفسار ہو..... چہ جائے کہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔ یہ قول مرزا صاحب نے کسی زمانہ میں کیا ہوگا۔ مگر مرزا صاحب کا جو آفری عقیدہ ہے۔ وہ اس کے بالکل مخالف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کتاب توضح المرام کب لکھی گئی۔ مرزا صاحب یہ دعویٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں ہی محمد اور عین ہی اکھد ہوں۔ میں ہی محمد ہوں۔ جو روزی رنگ میں دوبارہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد کو ہی ملی کسی اور کو نہیں ملی۔ اور پھر مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا جیسے ان کے صاحبزادوں نے نقل کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بعثت کو ہلال سے تعبیر کیا۔ اور بعثت ثانیہ کو بدر سے اور ظاہر ہے کہ بدر اعلیٰ اور اکل ہے۔ ہلال سے تو مرزا صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کا بھی دعویٰ کیا۔ اور افضلیت کا بھی دعویٰ کیا۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ بیان پہلے کے متناقض اور مخالف ہے۔ کتاب توضح المرام کے صفحہ ۲۳ پر جو اشعار چڑھے گئے جو موجود ہیں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے اشعار ہیں یا کسی اور کے کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۸۷ پر یہ الفاظ ہیں کہ ما تقدار رسولنا خیر الرسول و افضل المرسلین۔ و خاتم النبیین و افضل من قل من باقی و ہلہ۔

لیکن یہ لفظ لفظ ہیں۔ ان کا معنی مقصود نہیں کتاب ایک نغلی کا ازالہ تفتیح خورد صفحہ ۱۰ ر ۱۱ پر یہ عبارت ہے کہ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے..... بعض حدیثوں میں کہ مجھ میں سے ہوگا۔ مرزا صاحب کے ہاں دونوں فقروں میں کہ میں غلی طور پر محمد ہوں۔ اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کوئی فرق نہیں میرے نزدیک یا علی کوئی اصطلاح نہیں۔ میں میں ہی محمد ہوں۔ یا میں محمد ہوں۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں محمد یا عین ہی محمد ہوں۔ اور اگر اس کے قائل کا مسلمان ہونا معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم

ہے۔ کہ اس کی اس سے عرض واقعی نیت یا نبوت ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ کوئی معنی مجاز ہیں تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر اسے متکلم کا حال معلوم ہی نہیں یا حال معلوم ہے۔ اور اس کے کلمات بھی کفریہ ہیں۔ اور وہ قطعاً و یقیناً مرتد ہو چکا ہے۔ یا اس کی عرض اس کلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعویٰ مسادات یا اپنی نبوت کا ثابت کرنا ہے تو وہ شخص بے شک قطعاً کافر ہے۔ ایک ہی کلام دو شخصوں کا ہو۔ اور ان دونوں شخصوں کا حال یکساں ہو تو بے شک حکم ایک ہی ہوگا۔ لیکن جب دونوں کے حالات مختلف ہیں۔ تو جو متکلم کی مراد معلوم ہوگی۔ اس کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ ان فقرہ جات کا کہ میں محمد ہوں۔ یا کہ میں عین ہی محمد ہوں۔ یقینی مطلب جب تک متعین نہ ہو اور متکلم کا حال معلوم نہ ہو تب تک

اس پر کوئی خاص متکلم کے لیے حکم نہ دیا جائے گا۔ کلمہ کفر ہونا اور چیز ہے۔ اور متکلم پر حکم کفر لگانا اور چیز ہے۔ یہ کلمہ بدعت کفر کا ہے۔ مگر خاص متکلم پر حکم لگانے کی وہ تفسیر ہے۔ جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ بہت سے صوفیوں سے اتالیق اور سبحانی و ما اعظم شانی اور اس قسم کے کلمات مذکورہ میں جو اپنے معنی کے لحاظ سے کفر ہیں۔ مگر چونکہ متکلم کا حال معلوم نہیں۔ کہ اس نے حالت سکڑ یا مغلوب الحال ہو کر کہا ہے۔ اس واسطے ایسی صورتوں میں تکفیر سے بڑی احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم بعض وقت تحفظ شریعت کے لیے قتلے کفر بھی دیے گئے۔ اور بعضوں کو قتل بھی کیا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا جو کلمات کتاب مذکورہ اولیاد سے بائزید بسطامی کے نام کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ کسی دلی کامل اور متقی پر میزگار کی نسبت کسی کلمہ کفر کا نسبت کرنا جب تک با روایت صحیح ثابت نہ ہو جائے۔ جائز نہیں اگر فرات ہو جائے۔ تب اس میں وہ تفسیل ہے۔ جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ بادشاہ کو ظلم اللہ کہا جاتا ہے اگر اس کے نزدیک معنی مجازی یا اتفاق مراد میں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے اور یہ دعویٰ کرے کہ ظلم اور ذی ظلم ایک ہوتا ہے۔ اور چونکہ حدیث میں یا قول میں سلطان کو ظلم اللہ کہا گیا ہے۔ لہذا میں عین ہی خدا ہوں۔ یا تم میرے لیے نماز پڑھو اور عبادت کرو۔ ورنہ تم کافر ہو جاؤ گے جیسا کہ خدا کے انکار کرنے سے کافر ہوتے ہو تو ایسا شخص ظلم اللہ کہنے والا قطعاً کافر ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے ظلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو کہہ کر یہی چیزیں ہم سے منوانے کا دعویٰ کیا۔ کہ جو رسول اللہ کے لیے تھیں۔ اگر کوئی مدعی نبوت دعویٰ نبوت کر کے کسی نبی کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔ حدیث بخاری باب بنی اسرائیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جھوٹ بولے ہیں۔ لیکن ان کو جھوٹ کہنا با اعتبار ظاہر کے ہے۔ ورنہ حقیقت میں ایک بھی جھوٹ نہ تھا۔ قول فیصل کے صفحہ ۴۴ پر یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں دکھے مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے ہیں۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لیے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر ابہام پر تو ڈالتے رہیں گے۔ یہ قول مرزا صاحب کا یہ بتا ہے۔ کہ اب فقط مجدد آئیں گے۔ جیسا کہ مرزا صاحب سے پہلے بہت سے مجدد گذر چکے اب جو مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں۔ اور دروازہ نبوت کا کھولتے ہیں۔ اور ہزاروں نبیوں کے آنے کو جائز فرماتے ہیں۔ اس قول سے مرزا صاحب کافر ہوئے۔ اور دونوں قول متعارض ہوئے تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ صدیق تھے۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ یہ صفت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس واسطے ان کو یہ لقب دے دیا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور صدیق نہ تھے۔ اگر ایک خاص صفت۔ کوئی دوسروں سے بڑھ جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں میں یہ صفت نہیں آ سکتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی صدیقہ کا لقب دیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی بعض روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق

کہا ہے۔

(نوٹ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صدیق لقب دیے جانے کے متعلق حوالہ طلب کیا گیا۔ چونکہ غیر متعلق ہے اس لیے گوہ سے نہیں پوچھا گیا۔ علامہ امینی کا بیاد بنی اسرائیل کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی سندیں گفتگو ہے۔

(محمد اکبر)

حضرت شیخ احمدی سرہندی مجدد ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد ہوں گے۔

سوال مکرر = میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی نسبت جی کی کتاب کے تحت کل مجھ سے دریافت کیا گیا تھا۔ تحقیق کی ہے۔ مرزا صاحب انجام آتم صفحہ ۴۹ پر فرماتے ہیں۔ کلاب ہم ان مولیوں۔ حاجیوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کئے سے سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کلاب۔ اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور کذبین مباہلہ کے لیے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں۔ جو مکفر یا کذاب ہیں۔ ان کے ساتھ مرزا صاحب نے دو گروہوں کی فہرستیں دی ہیں۔ ان فہرستوں کا عنوان یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو مباہلہ کے لیے مخاطب کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں۔ اس فہرست میں ہندوستان کا کوئی بڑا مولوی ایسا نہیں۔ جس کا اس میں نام نہ ہو۔ ہندوستان کے علاوہ ہنگوڑ۔ دیوبند۔ پالم۔ سک کے علاوہ بھی اس میں شامل ہیں۔ علاوہ کے نام ختم کرنے کے بعد سجادہ نشینان کے نام لکھے ہیں۔ اس فہرست میں غلام فرید صاحب چستی چاچہ پٹان علاقہ بہاولپور کا نام ۵ نمبر پر ہے۔ ان کا نام صفحہ ۱۷ پر ہے۔ اور ۴۲ صفحہ تک یہی سلسلہ چلا گیا ہے۔ آخر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پکیٹ کر کے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن اگر اتفاقاً

کسی صاحب کو نہ پہنچا تو وہ اطلاع دیں تاکہ یہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جاوے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مکفر اور کذاب سمجھتے تھے۔ جو کلمت حالت سکوت میں بعض اولیاء سے نکلتے ہیں۔ ایسی حالت سکر انبیاء پر طاری نہیں ہوتی۔ کوئی کلمہ خلاف شریعت اور خلاف احکام خداوندی انبیاء علیہم السلام نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ مجسمہ ہدایت ہوتے ہیں اور ہدایت ہی کے لیے آتے ہیں اگر ان کے کلام میں وہ چیزیں جس ہوں جو خلاف شرح ہیں تو انہیں علیہم السلام علی الاطلاق قطع نہیں دہنے کے۔ کہ ہر چیز میں جو ان سے مخصوص نہیں ہے۔ ان کی اتباع کی جائے عینی علیہ السلام کے ساتھ مرزا صاحب نے جو نپلاک قصے منسوب کئے ہیں۔ وہ قرآن میں نہیں ہیں۔ جرح مکرر۔ صفحہ ۴۹ باقی باقی عبارت سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خواجہ غلام فرید صاحب کو مباہلہ کے لیے بلا یا گیا۔ منیہ انجام آتم ص ۳۸ و ۳۹ پر خواجہ غلام فرید صاحب کے ذکر کے ساتھ

جو خط خواجہ صاحب کا نقل کیا گیا ہے۔ یہ بد دل شہادت کے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ
خط خواجہ صاحب کا اپنا تحریر شدہ ہے۔ سن کر دست تسلیم کیا۔

(دستخط صاحب مجلس محمد اکبر)

بیان امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر یوں فرمایا ہے :-
 ”اِنَّ اِبْرٰهٖمَ كَانَ اُمَّةً“ بے شک ابراہیم امت تھے یعنی اپنی ذات کے لحاظ سے تو ایک فرد تھے لیکن کام کے لحاظ سے ایک امت کے برابر انہوں نے کام کیا بعینہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس امت محمدیہ علیہ السجۃ والصلوٰۃ والسلام کے ان جامع افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے بیک وقت مختلف محاذوں پر کام کیا اور جن کے نور معرفت نے ہر شعبہ زندگی میں برقی لہر دوڑادی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہم اجمالی طور پر مختصراً ختم نبوت کے سلسلے میں حضرت شاہ صاحب کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں

ختم نبوت کے سلسلے میں کام کرنے کے کئی تھے ایک تو یہ تھا کہ خالص علمی انداز میں رد مرزائیت کے لئے علماء کی جماعت ہو جو نہایت سنجیدگی اور منانیت سے اس کام کو سرانجام دے ایک صورت یہ تھی کہ شعلہ نوا خطیاء اور مقررین کی ایک کھیپ تیار کی جائے جو اپنی شعلہ نوائی اور آتش بیانی سے عوام کو اس تحریک کے خفیہ مقاصد سے آگاہ کرے اور حسب ضرورت قربانی سے بھی گریز نہ کرے۔ ایک پہلو کا کام کرنے کا یہ تھا کہ کسی ایک بڑی شخصیت کو رد مرزائیت کا مبلغ بنا دیا جائے جس کا ایک ایک لفظ خرمن قادیانیت کے لئے صاعقہ برقی ثابت ہو ایک انداز کام کرنے کا یہ تھا کہ اگر مرزائی مستکبرین تحریک کے ذریعے تبلیغ کریں تو ان کی مقابلہ کرنے والے تحریک میں ان کا جواب دیں ایک شعبہ کام کرنے کا یہ تھا کہ مناظروں میں ان کو شکست دی جائے

یہ نظر غائر دیکھا جائے تو حضرت شاہ صاحب نے ان تمام محاذوں پر بطور خود سالار اعلیٰ کے فرائض انجام دیئے اور ہر موقعہ و جگہ کے لئے کام کرنے والے افراد کی تربیت کی اور ان کو آگے لائے

علمی میدان میں شاہ صاحب نے علماء کے لئے عربی اور فارسی میں مختلف رسائل کچھ جو رد مرزائیت میں اصولی انداز پر صرف آخریں اور اسی طرح علماء کی تربیت کی کہ وہ اس محاذ پر علمی رنگ میں کام کریں چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رح حضرت مرتضیٰ حسن صاحب رح جیسے یگانہ روز اہل قلم کو اس طرف متوجہ کیا عوامی سطح پر کام کرنے کے لئے مجلس احرار اسلام کو متوجہ کیا انجن خدام الدین لاہور کے جلسہ میں اردو زبان کے سب سے بڑے عوامی خطیب اور شعلہ نوا جادو بیان مقرر مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو اس بارے میں امیر شریعت کا خطاب دیا اور سب سے پہلے خود ان کی بیعت کی اور اسی مجلس میں پانچ سو جید علماء نے حضرت

کی اقتداء میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دنیا اس پر شاہد ہے کہ حضرت امیر شریعت کی قیادت میں مجلس احرار نے رومزائیت پر جو کا گیا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے آخر کام بہ تھا کہ اگر کہیں مرزائی مبلغ مناظرہ کا کھیل کھیلیں تو اس میدان میں بھی ان کی سرکوبی کی جائے۔

فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور علماء مسلمانوں نے جو فن مناظرہ سے ناواقف تھے مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان مناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہو سکتی تھیں دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا جلیل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب کے مشورہ سے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا محمد بدیع عالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام تجویز ہوئے یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو مرزائیوں کی شرائط کا علم ہوا کہ انہوں نے کس وجہ سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جبکہ لیا ہے اب دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو ان شرائط پر مناظرہ کیا جائے یا پھر انکار کر دیا جائے پہلی صورت مضرتھی دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے سبکی کا باعث ہو سکتی تھی انجام کار انہی شرائط پر مناظرہ کرنا منظور کر لیا گیا اور حضرت شاہ صاحب کو تار دے دیا گیا اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہو گیا اور عین اس وقت دیکھا گیا کہ حضرت شاہ صاحب بہ نفس نفیس حضرت علاء شہیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لارہے ہیں انہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا کہ جیسے ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوائی ہیں اتنی شرائط اور سن مائی گواہوں ہمارے طرف سے کوئی شرط نہیں مناظرہ کرو اور مذکورہ قدرت کا تا شاہد کھو چنا پچھ اس بات کا اعلان کر دیا گیا اور مفتی صاحب نے مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا سید محمد بدیع عالم صاحب نے مناظرہ دیا اس میں مرزائیوں کی جو درگت تھی اس کی گواہی آج بھی فیروز پور کے درو دیوار دے سکتے مناظرہ کے بعد شہر میں جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شہیر احمد عثمانی نے تقریریں کیں یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار کی نوعیت رکھتی ہیں بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ اور جلسہ کے بعد اسلام پر واپس لوٹ آئے۔

۱۳۴۳ء میں حضرت شاہ صاحب نے پنجاب کا ایک وسیع دورہ کیا تاکہ مختلف مقامات پر قادیانیوں نے قادیانی منطلق کا جو حال بچھا رکھا ہے اس کا تار پور بکھرا جائے چنانچہ حضرت علامہ

علامہ شہیر احمد عثمانی کا دورہ پنجاب

شہیر احمد عثمانی، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا سید محمد بدیع عالم صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجماع کی معیت میں حضرت شاہ صاحب پنجاب کے در سے پر نکلے یہ علم و عمل کے پیارے اور فضل و ولایت کے سمندر لدھیانہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات اور راولپنڈی، ایٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ اور کوٹہ وغیرہ میں جلسوں میں مرزائیوں کو لٹکارتے پھرے مرزائی دجل جو آئے دن اہل اسلام کو مناظروں کے جلیج کرتے پھرتے تھے ایسے چھپے کہ کسی ایک جگہ بھی چہرہ نہ دکھایا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔

بہاولپور کا معرکہ الآراتاریخی مقدمہ | ۱۹۳۲ء کی تیسری سہ ماہی میں حضرت شاہ صاحبؒ بوجہ عکالت چند

سہفتوں کے لیے ڈیڑھیل سے دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے جب طبع مبارک تیز سے رو بصحت ہوئی تو ڈیڑھیل مراجعت فرمانے کا عزم فرمایا۔ اور رخت سفر تیار کیا کہ اچانک حضرت شیخ الجامعہ صاحب کا صحیفہ گرامی موصول ہوا جس میں اہالیان بہاولپور کی اس آرزو کا اظہار تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور تشریف لائے مگر باطل کے اس مقدمہ میں شہادت قلمبند کریں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈیڑھیل کا سفر معرض التوا میں ڈال کر بہاولپور کا قصد فرمایا اور باوجود پیرانہ سالی و شدید ضعف و عکالت کے دیوبند سے بہاولپور تک کا صعوبت انگیز سفر اختیار فرمایا۔ اور ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء بروز جمعۃ المبارک سرزمین بہاولپور کو قدم مینت لزوم سے سرفراز فرمایا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہاولپور آمد کے ساتھ ہی تمام ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہو گئیں اور اس نے لافانی شہرت اختیار کر لی۔ پنجاب اور سندھ کے اکثر علماء دین بہاولپور پہنچ گئے۔ آپ کی قیام گاہ پر ہمہ وقت زائرین کا انڈھام رہتا تھا۔ ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء کو جب یہ راس الحدیث اپنی شہادت قلمبند کرنے عدالت میں پہنچا تو کمرہ عدالت ذی علم علماء دین و مشاہیر و وزراء و اکابرین قوم سے مکمل طور پر معمور تھا۔ عدالت کے باہر میدان میں عوام کا ایک جم غفیر موجود تھا جس میں اہل ایمان کے علاوہ اہل ہنود بھی شامل تھے اور ہر شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات گرامی سنتے کے لیے مضطرب تھا۔ آپ کا یہ بیان ۲۸ اگست ۱۹۳۲ء تک جاری رہا جبکہ ۲۹ اگست کو جلال الدین شمس مختار فریق ثانی نے آپ پر جرح کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل پانچ وجوہ پیش کر کے مرزا قادیان اور اس کے متبعین کی تکفیر کا ثبوت پیش فرمایا:

۱) دعویٰ نبوت (دعویٰ شریعت ۳) تو میں انبیاءِ عظیم السلام (۴) انکار و تورات و ضروریات دین (۵) سب انبیاءِ عظیم السلام

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دلائل قاطعہ و دلائل من ساطعہ سے مرزا قادیان کی باطل نبوت اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر و ارتداد اولیٰ سے عالم میں ایضاً من اظہر کر دیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان علم و عرفان کا ایسا بحر ذخار ہے جس کی گہرائیوں میں گراں قدر اور بے بہا موتی بھرے ہوئے ہیں۔

مقدمہ بہاولپور کے ساتھ لیے تو بہت سے تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ تاریخین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لیے یہاں پر صرف دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- مورخہ ۲۹ اگست کو جب جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ حضرت شاہ صاحبؒ پر لایعنی جرح کر رہا تھا تو حضرت شاہ صاحبؒ

موصوفہ کی زبان مبارک سے "غلام احمد جہنمی" کا لفظ نکلا جس پر مختار مدعا علیہ نے شدید احتجاج کرتے ہوئے جرح بند کر دی اور عدالت سے درخواست کی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو حکم فرمایا جائے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ عدالت کا کمرہ علماء فضل و شامیر سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا ان حضرات نے شاہد کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ایک خاص کیفیت وجد طاری ہو گئی۔ چہرہ مبارک نور سے ستور ہو گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک جلال الدین شمس کے کانٹے پر رکھ کر فرمایا: "ہاں ہاں غلام احمد جہنمی ہے دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ جہنم میں کیسے جل رہا ہے۔"

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الہامی کلمات سے مرزا یوں پیرا لسی دہشت طاری ہوئی کہ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جلال الدین شمس نے فوراً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دست مبارک اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور کہنے لگے کہ اگر آپ مرزا صاحب کو جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو میں اسے شجودہ بازی کہوں گا۔

بقضل تعالیٰ آج بھی بہاولپور میں بالخصوص ادریس پور میں بالعموم ہزاروں افراد موجود ہیں جو اس تاریخی واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

۲ — ۲۶ اگست ۱۹۳۲ء کو یوم جمعۃ المبارک تھا۔ جامع مسجد لہصادق بہاولپور میں آپ کے جمعہ کی نماز ادا فرمانا تھی۔ مسجد کے اندر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قرب و جوار کے گلی کوچے نمازیوں سے بھرے ہوئے تھے نماز کے بعد اپنے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: ”میں برا میر غونی کے مرض کے غلبہ سے نیم جاں تھا اور ساتھ ہی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں دوپہیل کے لیے پایہ رکاب کراچا ہا کہ شیخ الہی رحمہ صاحب کا مکتوب مجھے لاجس میں بہاولپور آ کر قدر میں شہادت دینے کے لیے لکھی گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس کوئی زاد راہ تو ہے نہیں شاید یہی چیز ذیونجات بن جائے کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا جاندار بن کر یہاں آیا ہوں۔“

یہ سن کر مجمع بے قرار ہو گیا۔ ایک شاکر دہلوانا صد بخشان ہزار دی آہ و بکا کہہ تے ہوئے کھڑے ہو گئے اور مجمع سے بولے کہ اگر حضرت کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں تو پھر اس دنیا میں کس کی مغفرت متوقع ہوگی؟ اس کے علاوہ کچھ اور بلند کلمات حضرت کی تعریف و توصیف میں عرض کیے جب در بیٹھ گئے تو پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ:-

”ان صاحب نے ہمارے تعریف میں جمانہ کی جمانہ کیا۔ حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا تانا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم تحفظ ختم نبوت نہ کر سکیں اور کلمات انور“

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ختم الانبیاء کے خصوصی مقام اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد عبدالصمد آزاد
چیمبرمین
مجلس علماء پاکستان
خطیب بادشاہی مسجد لاہور

۲۵ اگست ۱۹۳۲ء

باترر صالح

بیان گواہ مدعیہ

سید محمد انور شاہ ولد منظم شاہ ذات سید سکنتہ کشمیر ۵۵ سال

ایمان کہتے ہیں کسی کے قول کو اس کے اعتماد پر باور کریں۔ اور غیب کی خبروں کو انبیاء کے اعتماد پر باور کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔

اور کفر کہتے ہیں۔ حق ناشناسی اور منکر ہو جانے کو یا مکر جانے کو۔

ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے۔ یا تو اتر سے یا خبر و حد سے۔

تو اتر سے کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی ثابت ہوتی ہو جو نبی کریم سے اور ہم تک پہنچی ہو علی الاقصال کہ اس میں

احتمال خطا کا نہ ہو۔

تو اتر ہمارے دین میں چار قسم کا ہے۔

حدیث من کذب علیّٰ من بعدنا فلینبوا مفعدا من النار

(پہلی قسم) یہ حدیث متواتر ہے اور تیس صحابہ سے پسند صحیح مذکور ہے۔ اس کو تو اتر اسنادی کہا جائے گا۔

نزول مسیح میں چالیس حدیثیں صحیح ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہ متواتر ہیں۔ (اگر) اس کا کوئی انکار کرے (تو)

وہ کافر ہے۔ دوسری قسم تو اتر طیفہ۔ (کہ جب) یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے کیا۔ بلکہ یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے

اگلی سے سیکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا تو اتر۔ اس تو اتر کا منکر اور مخرف بھی کافر ہے۔ مسواک کا ثبوت بھی دونوں طرح

سے متواتر ہے۔ اگر کوئی (مسواک) ترک کر دے تو چنداں وبال نہیں اور اگر اس کا کوئی انکار کر دے علم دین سمجھ کر تو وہ

کافر صریح ہے۔

اگر کوئی شخص کہہ دے کہ جو حرام ہیں تو وہ کافر ہے۔ بحسب شریعت محمدیہ (جو کھانا) کوئی بڑی چیز نہ تھی لیکن

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھائے اور امت اب تک جو کھاتی آئی ہے۔ اس تو اتر قطعی کا انکار کفر ہے۔

تیسری قسم تو اتر کی۔ تو اتر قدر مشترک سے (حدیثیں) کی ایک خبر واحد آئی ہوں اس میں قدر مشترک متفق

علیہ وہ حصہ حاصل ہوا جو تو اتر کو پہنچ گیا۔ مثال اس کی کہ معجزات نبی کریم۔ کچھ متواتر ہیں۔ اور کوئی (کچھ) اخبار

احاد ہیں۔ لیکن ان اخبار احاد میں ایک مضمون مشترک ملتا ہے۔ کہ وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کا انکار بھی ویسا ہی

لے جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹکنا تہ جنم میں بناے۔

کفر ہے۔ جیسے پہلی دو قسم کا پوتھی قسم تو اترا تو ارث ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ نسل نے نسل سے لیا ہو۔ جیسا کہ ساری امت اس علم میں شریک رہی کہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ تو اترا اس طرح سے ہے۔ کہ بیٹے نے باپ سے لیا اور باپ نے (اپنے) باپ سے لیا۔ اس کا انکار بھی صریح کفر ہے۔ اگر متواترات کے انکار کو کہہ نہ کہا جائے۔ تو اسلام کی کوئی حقیقت قائم نہیں رہ سکتی اور نہ کسی اور یقینی چیز کی، ان متواترات میں تاویل کرنا مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے۔ رد ہے اور مسوع نہیں ہے۔

متواترات کو تاویل سے پلٹنا کفر ہے۔

میں نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام کے صفحہ اول پر متواترات کے پلٹنے کی مثال دی ہے۔ اس کا نام باطنیت ہے۔ اسی کا نام زندیقیت اور الحاد ہے۔

کفر کبھی قولی ہوتا ہے۔ اور کبھی فعلی ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے اور تیس سال چالیس سال کے بعد ایک دفعہ بت کے آگے سجدہ کرے تو وہ کافر ہے۔ اور نازک نماز سے بدتر ہے۔ یہ کفر فعلی ہے۔

کفر قولی یہ ہے۔ کہ مثلاً یہ کہہ دے کہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے۔ صفوں میں یا فعل میں یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبیا پیغمبر آئے گا یہ کفر قولی ہے۔ کوئی شخص اگر اپنے مساوی تیسے کہہ دے۔ کہ کلمہ بکا۔ تو وہ کوئی چیز نہیں۔ اسناد اور باپ سے (یہی کلمہ) کہہ دے۔ تو اسے عاقی کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے۔ تو یہ کفر صریح ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ پیغمبر سے اگر مغفرت کی دعا کرو تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اس کو بھی پیغمبر کے مقابلے میں قرآن نے کفر قرار دیا ہے۔

کوئی شخص اگر بغیر نیت کے بطور شہسی کھیل کے کلمہ کفر کہتا ہے۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ اگر سبقت لسانی ہوئی تو یہ معاف ہے۔

اس کی تائید میں آیت: **لَهُۥ وَ لَقَدْ تَاوَلُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْاۤ اَبْعَدَۤ اِسْلَامِهِمْ وَ هُمْۤ اِيْنَا كٰمِدٌۭ يِّنًا كُوْۤا (سورہ توبہ رکوع۔ ۱) پارہ ۸ (سوال)**
اَدْرَاۤا تَعْتٰزُوْۤا قَدْ كَفَرْتُمْۤ اَبْعَدَۤ اِيْۤنَا نِكْمٌۭ۔ (سورہ توبہ رکوع ۸) (پارہ ۸ سوال)

ان دفعات (اسلامیہ) سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں (جو) انکار کرے تو وہ خدا کا باغی ہے۔ اور اس لئے بے شک کہا انہوں نے لفظ کفر اور شکر ہو گئے۔ مسلمان ہو کر اور کہا تھا اس چیز کا جو ان کو تہی لے بہانے مت بناؤ تم کافر ہو گئے اہل ایمان کے پیچھے۔

کی سزا موت ہے۔

اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے۔

علمائے دیوبند اور علمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے۔ قانون کا نہیں۔

مرزائی مذہب والے (مرزا) نے ہمت دین کے بہت سے اصولوں کی تبدیلی کر دی ہے۔ اور بہت

سے اسمائے کامسبی بدل دیا ہے۔

نبوت کے ختم ہونے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں۔ اور قرآن مجید ہے۔ اور اجماع

بالفعل ہے اور سرنسل اگلی تے پچھلی سے اس کو لیا ہے۔ اور کوئی مسلمان جس کو تعلق ہو اسلام کے ساتھ، وہ اس

عقیدہ سے غافل نہ رہا۔

اس عقیدہ کی تحریف کرنا اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اگر کوئی آیت قرآنی ہو اور اس کی مراد پر

اجماع ہو امت کا اور صحابہ کرام کا۔ اس سے انحراف کرنا اور تحریف کرنا کفر صریح ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے کہ مِّنْ اَدْعَى الْاِجْمَاعِ فَهَسُوْا كَاذِبًا

تو اس کی مراد یہ ہے کہ لوگ کہیں کہیں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ اجماعی ہوتے نہیں، نہ یہ کہ کوئی چیز دین محمدی

میں اجماعی ہے ہی نہیں؟

خود زبان امام احمد سے نقل اجماع کو ہم بہت دغوب ثابت کر دیں گے۔ پہلا اجماع جو اس امت محمدیہ میں

ہوا ہے وہ اس پر ہوا ہے کہ مدعی نبوت کو قتل کیا جاوے۔

مہی کریم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا صدیق اکبر نے خلافت کے زمانہ میں مسیلمہ کے قتل کے

واسطے صحابہ کو بھیجا۔ کسی نے اس میں تردد نہ کیا۔ یعنی جو خاتم النبیین کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو وہ مرتد اور زندقہ

ہے۔ اور واجب القتل ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے۔ کہ نبی کریم کے پاس مسیلمہ کے قاصد گئے کہ تم کہتے ہو کہ وہ نبی ہے۔ اس پر انہوں

نے کہا کہ ہاں۔

فرمایا کہ طریقہ یہ ہے دنیا کا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا اگر یہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔

(کتاب الجہاد فی باب الرسل سنن ابی داؤد)

(صفحہ ۸۰ مطبوعہ مکتبہ)

اس کے بعد معجم طبرانی میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود کو، (کوہ میں) ان قاصدوں میں سے ایک سفیر بھی ملا حضرت

فاروق یا عثمان کے زمانہ میں۔ وہ مسیلمہ کا نام لیتا تھا۔ فرمانے لگے کہ اب تو یہ قاصد نہیں ہے۔ حکم دیا کہ اس

کی گردن ماری جاوے۔ یہ روایت بخاری کی کتاب کفالت میں بھی مختصراً موجود ہے۔ معجم طبرانی کتب خانہ مولوی شمس الدین بہاولپوری۔ درق ۲۹ جو روایت معجم طبرانی سے نقل کی گئی ہے۔ وہ بھی سنن ابی داؤد صفحہ ۲۷۲ جلد ۱ میں موجود ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں متواتر ہے۔ قرآن، حدیث سے اجماع بالقتل سے اور یہ پہلا اجماع ہے۔

ہدفت (زنانہ) میں حکومت اسلامی نے اس شخص کو جس نے دعویٰ نبوت کیا۔ سزائے موت دی ہے۔ صبح الاعشٰی صفحہ ۳۵ ج ۱۲ میں ہے۔ ایک شاعر کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے بہ فتویٰ علماء دین ایک شعر کے کہنے پر قتل کرادیا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

آغازِ اس دین کی ایک شخص سے تھی۔ کہ اس نے
کوشش کی اور وہ سردار ہو گیا امتوں کا

اس شعر سے قرار دیا گیا کہ یہ شخص نبوت کو کبھی کہتا ہے۔ جو کہ ریاضتوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسے قتل کر دیا گیا۔

ختم نبوت کی آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن سُرُّوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّۦنَ - (۳۳ - ۴۰)

جس کا معنی یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم بالوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن رسول اللہ کے اور ختم کرنے والے ہیں پیغمبروں کے۔

اس آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کریم کی ابوت (باپ ہونے) کا علاقہ دائماً منقطع ہے۔ اور اس کے عوض رسالت اور نبوت کا علاقہ دائماً ثابت ہے۔ گویا ساری جگہ نبوت اور رسالت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گھیر لی۔ کوئی جگہ خالی نہ رہی احادیث نواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ کہ یہ عہدہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔

نبی کریم اشخاص نبوت کے بھی خاتم ہیں۔ اور آپ کے تشریف لانے سے نبوت کا عہدہ منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا علامت ہے اس بات کی کہ انبیاء کے عدد میں کوئی باقی نہیں اس لیے پہلے ہی کو لانا پڑا۔

مرزا صاحب کتاب حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۶۶ حصہ دوم میں کہتے ہیں ”اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال۔“

ہ کان مبداء هذا الدين من رحيل
سعی فاصبح سیدعی سید الامو

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا۔ نہ اور کوئی منقول از ضمیمہ حقیقت النبوت“

مطلب یہ کہ میں آئینہ بن گیا ہوں محمد رسول اللہ کا اور مجھ میں تصویر اتر آئی ہے رسول کریم کی۔ اس سے مہر نبوت نہ ٹوٹی“ میں کہتا ہوں کہ یہ تمسخر ہے۔ خدا اور خدا کے رسول کے ساتھ (یعنی مہر لگی رہی اور مال میں سے مال چرایا گیا)۔

مرزا صاحب خاتم کے یہ معنی کرتے ہیں۔ رسول کریم مہر ہیں اور آپ کے منظور کرنے سے بنی بنتے ہیں۔

کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ

ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۱۸ حصہ دوم

علمائے اسلام حنفیہ نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلمہ کفر میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک (احتمال) اسلام کا ہو تو ۹۹ ننانوے احتمالات کو نظر انداز کر دیا جاوے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ صرف ایک ہی کلمہ کفر کسی کا پایا گیا ہو۔ حالات اس کے معلوم نہیں۔ تو اس وقت یہ صورت ہوگی۔ در نہ ۳۰ سال اگر عبادت گزار ہے۔ اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہے۔ یہ جو مسئلہ ہے۔ کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ ہو اس کی مراد میں علماء نے تصریح کی ہے۔ کہ اہل قبلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کل متواترات اور ضروریات دینی پر ایمان لایا ہو۔ ”فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر صفحہ ۷۷ جلد ثانی صفحہ ۱۸۹“

”ردالمحتار باب ۴۷ شرح فقہ اکبر تخریر شیخ ابن ہمام“

میں نے شروع بیان میں جو یہ کہا تھا کہ اجماع کا منکر کافر ہے اور اجماع صحابہ حجت قطعی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کی کتاب اتقان الدلیل صفحہ ۳۰ جلد ۳ پر ہے۔ واجب ہے اس اجماع کا اتباع بلکہ وہ قوی تر حجت ہے اور مقدم ہے اور حجتوں پر

اسلام شناخت ہے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت ہیں اسلام کی اگر اجماع کو درمیان میں سے اٹھا دیا جاوے تو دین ڈھے گیا۔

صحیح بخاری صفحہ ۱۰۲۲ جلد دوسری۔ میں ایک حدیث ہے کہ ایک نسل آئے گی کہ ان کے روزے اور نماز کے سامنے تمہارے نماز اور روزے بیچ ہونگے۔ یعنی صحابہ کی نماز اور روزے سے اس جھٹ (تیزی) سے نکل جائیں گے دین سے جس طرح تیز نکل جاتا ہے شکار سے۔

ایک اور حدیث ہے کہ اگر میں نے پایا ان کو تو جیسے عاواور ثمود قتل کئے گئے میں بھی ان کو قتل کر دوں گا۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ حدیث ہے۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ گناہوں سے تکفیر نہ چاہیے۔ ان گناہوں سے مراد وہ

ہیں جو کفر کی مذمت نہیں پہنچے۔ اور جو کفر کے کلمے یا فعل میں۔ ان سے ہر طرح سے تکفیر کی جائے گی۔ ایسے گناہ مثلاً زنا، شراب خوری، ڈاکہ زنی سے تکفیر نہیں کی جائے گی۔

نماز کوئی شخص ترک کرے۔ دانستہ وہ کافر نہیں فاسق ہے۔ اور شذیہ عامی ہے۔

اور اگر تاویل کر جائے نماز میں کہ نماز سے کچھ اور مراد ہے۔ تو وہ کافر ہے قطعاً،

نماز کا اگر کوئی شخص اقرار کرتا ہے۔ اور دانستہ نہ پڑھے تو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے۔

اور اگر ایک دفعہ قبلہ سے روگردانی کر کے دوسری طرف دانستہ نماز پڑھے تو وہ کافر ہے۔

نماز کا تارک کافر نہیں ہے۔ فاسق ہے اور اگر بے وضو نماز پڑھے تو کافر ہے۔

اصل کافروں سے بدتر وہ کافر ہے جن کا رلاؤ (طے جلمے) ہو اسلام کے ساتھ جنم کے کافروں سے کیونکہ

اصل کافروں سے نفع جاتا ہے۔ اور دوسروں سے پونجی جاتی ہے۔

کبھی کفر ایسا ہوتا ہے۔ کہ نہ خدا کی تکذیب کی نہ پیغمبر کی تکذیب کی۔ پھر بھی کافر جیسے ابلیس نے نہ خدا کی

تکذیب کی نہ آدم کی۔

جو اقرار نہ کرے دین محمدی کا اس کو کافر کہتے ہیں، جیسے اندر سے اعتقاد نہ ہو اسے منافق کہتے ہیں حکم اس کا

بھی وہی ہے۔ بلکہ کافر سے اشد

جو زبان سے اقرار کرتا ہو لیکن دین کی حقیقت بدلتا ہو۔ اسے زندقہ کہتے ہیں وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ

شدید کافر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے بالاسناد احکام القرآن صفحہ ۵۳ (منقول ہے) امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے انکار کیا

کسی چیز کا اسلامی امور میں سے اس نے باطل کو دیا قول لا الہ الا اللہ کا

لے ”فی السیر الکبیر“ من لفظ محمد رحمہ اللہ ؛ دمن انکر

شیئاً من شرائع الاسلام فقد اطل قول ؛ لا الہ الا اللہ

صفحہ ۲۶۵ جلد ۱۴

۲۷۔ اگست ۱۹۳۲ء

تتمہ بیان سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

اس وقت تک جو اجمالی طور پر کفر و ایمان کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ارتداد کے معنی یہ ہیں کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے (اسلام سے) خارج ہو جائے گا۔ اور ایمان یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں۔ اور اس کا ثبوت بدیہیات اسلام سے ہے۔ اور ہر مسلمان عام و خاص اس کو جانتے ہیں اس کی تصدیق کرنا عبارات ذیل سے یہ دونوں مسئلہ ثابت ہیں۔

در مختار بر تحشیہ ثانی جلد رابع صفحہ ۲۲۱ باب المرتد۔

هو الراجح عن دين الاسلام و ركنها اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان و هو تصديق محمد صلى الله عليه وسلم في جميع ما جاء به عن الله تعالى مما علمه بعينه ضرورية۔
مزدوہ ہے جو پھر جائے دین اسلام سے اور حقیقت اس کی جاری کرنا کلمہ کفر کا زبان پر ایمان کے بعد اور ایمان کیا چیز ہے۔ تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلمب ان چیزوں میں جو خدا کی طرف سے لائے۔ ثبوت ان کا بدیہی ہو گیا۔

دوسری عبارت کتاب الاشباہ والنظائر کی بالفاظ ذیل الایمان تصدیق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع

ما جاء به من الدين ضرورية

الکفر تکذیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مما جاء به من الدين ضرورية ولا يكفر احد من اهل القبلة

صفحہ ۲۶۳ شرح الاشباہ والنظائر نول کشور

بوجود ہے۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایمان تصدیق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ان امور میں کہ جو لائے اور ثابت ہوئے تو اتر سے کفر تکذیب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک چیز میں بھی جو دین میں بد اہتہا ثابت ہو۔

کافر نہیں ہوگا کوئی اہل ایمان (اہل قبلہ) میں سے مگر جب وہ انکار کرے کسی اس چیز کے (سے) جو چیز کہ ضروریات دین سے ہو۔ ضروریات دین وہ ہیں کہ پہچانیں ان کو خواص و عوام کہ یہ دین سے ہیں۔ جیسے اعتقاد توحید کا رسالت کا اور پانچ

له معنى التصديق بقبول القلب، واذ عانته لما علمه بالضرورة انه من دين محمد صلى الله عليه وسلم بحديث

تعلموا انما من غير افتقار الى نظر استدلال كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلوة۔

نمازوں کا اور مثل ان کے اور چیزیں۔

(رد المحتار صفحہ ۲۴۷ جلد اول باب الامامت)

جو لوگ ضروریات دین کا انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں وہ عموماً اپنے کفر کو چھپانے کے لیے مختلف تاویلیں اور تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہم تمام ارکان اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تبلیغ اسلام میں سرگرم کوششیں کرتے ہیں۔ ہمیں کیسے اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بتصریح فقہائے (اسلام) اگر ایک شخص کے کلام میں ۹۹ وجوہ کفر کی اور صرف ایک اسلام کی موجود ہو تو متفق کا فرض ہے۔ کہ اس ایک وجہ کو اختیار کر کے اس کو مسلمان کہنے کفر کا حکم نہ لگائے۔ پھر ہمیں کیسے خارج از اسلام کہا جاسکتا ہے۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ بتصریح فقہا جو لوگ کوئی کلمہ کفر کسی نادیل کی بنا پر کہیں۔ اس کو کافر کہنا جائز نہیں۔

ان چاروں شبہات کے جواب ترتیب وار یہ ہیں۔

پہلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یہ بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔

چونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے۔ چاہے

سارے عقائد اسلام کا انکار کرے۔

قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ بدتر کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ط
(نیکی کچھ بھی نہیں ہے کہ منہ کو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ
پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر) اس مضمون کی تصریح کتب ذیل میں ہے۔

مطبع احمدی

شرح فقہ اکبر بیان موجبات الکفر صفحہ ۱۲۳

ثُمَّ اعْلَمُوا أَنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ اتَّفَقُوا عَلَى مَا هُوَ مِنْ ضَرُورَاتِ الدِّينِ

حدوث العالم وحشر الاجساد و علم الله تعالى بالکلیات و الجزئیات و ما اشبهه من المسائل المهمات فمن دغب طول عمرة على الطاعات و العبادات مع اعتقاد قدم العالم و نفي الحشر لفي علمه سبحانه بالجزئیات
لا يكون من اهل القبلة۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جان تو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ضروریات دین پر جیسے

حدوث عالم حشر اجساد، علم اللہ تعالیٰ کا کل خبروں کے ساتھ اور جو اس کی مثالیں ہوں مسائل ہمہ میں سے پس جس شخص نے مدد و امت کی ساری عمر اطاعت اور عبادت پر باوجود اعتقاد قدم عالم کے اور نفی حشر کے اور جزئیات مادیات کے ساتھ علم الہی کی نفی کی۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔

اور یہ جو مسئلہ ہے۔ کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ اس کی مراد یہ ہے۔ کہ کافر نہیں ہوگا جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔

تقریر مبیحہ تجریر الاصول صفحہ ۳۱۸۔ جلد ۳ پر ہے۔ والمراد۔۔۔۔۔ قطعاً

مراد مبتدع سے جو اپنی بدعت رسوم سے کافر نہیں اور ایسے ہی گنہگار اہل قبلہ میں سے کہتے ہیں وہ شخص ہے جو موافق ہو ضروریات دین کے جیسے حدوث عالم۔ حشر اجساد سوائے اس کے کہ صادر ہو۔ اس سے کوئی چیز موجبات کفر کی اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔

تَقَاتُ

جس کا ترجمہ ہے۔ کافر نہ کہنا کسی اہل قبلہ کو کسی گناہ سے تصریح کی ہے اس کی امام ابی حنیفہ نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ ہم کافر نہیں کہتے کسی کو کسی گناہ سے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہو۔ جب تک اس گناہ کو حلال نہ سمجھے جیسے غنشی حاکم شہید کی کتاب میں ہے۔

دوسرا شبہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز۔ روزہ حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنے والے ہیں پھر ان کو کیسے کافر کہا جائے۔

اس کا جواب صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کتاب استتابة المعاندین و المرتدین باب قتال الخوارج صفحہ ۱۰۲۴ جلد دوم جس کو میں پہلے اپنے بیان میں کہہ چکا ہوں۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی۔ اور ان کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز، روزے کے پابند ہونگے۔ بلکہ ظاہری خشوع و خضوع کی کیفیات بھی ایسی ہونگی کہ ان کے نماز، روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے نماز، روزے کو بھی ایسے سمجھیں گے۔

لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا تو ان کی نماز روزہ ان کو حکم کفر سے رہا (بچا) نہ کر سکی۔

تیسرا شبہ بھی یہ کہا جاتا ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کو مسلمان ہی کہا ہے جس کی کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہوں بلکہ صرف ایک وجہ اسلام کی جو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقہاء کے بعض الفاظ دیکھ لئے گئے۔ اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی اور تہان کے وہ اغوال دیکھے۔ جس میں صراحتاً بیان کیا گیا کہ یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس

وقت ہے۔ جب کہ قائل کا صرف ایک کلام مفتی کے سامنے آوے اور قائل کو کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو۔ اور نہ اس کے کلام میں ایسی تصریح ہو۔ جس کا معنی کفری متعین ہو جائے۔ تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال نکل سکے جس کی بنا پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے۔ تو اس احتمال کو اختیار کرے۔

اور اس شخص کو کافر نہ کہے۔ لیکن ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سیکڑوں تحریرات میں بعنوانات والفاظ مختلفہ موجود ہوں۔ جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہ شخص بھی یہی معنی کفری مراد لیتا ہے۔ یا خود اپنی کلام میں اس معنی کفری کی تصریح کر دے تو باجماع فقہاء ہرگز ہرگز اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص کے لیے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع باحکام المرتدین قبیل باب البغاة صفحہ ۲۲۰ جلد ۲:

إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يبذل الى ذلك الوجه الا اذا صرح بارادة توجب الكفر ، فلا ينفعه التذويل حينئذ -
(کذا فی البحر الرائق)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں کئی وجہیں ہوں کہ واجب کریں کفر کو، اور ایک وجہ ہو کہ منع کرتی ہو کفر کو۔ لازم ہے مفتی کو کہ دیکھے اس ایک وجہ کی طرف ایسا ہی ہے۔ خلاصہ ہذا بنیاد میں مگر جب تصریح کی ایسی مراد جو کفر واجب کرے تو کوئی مانع نہ ہو دیگر تاویل اس وقت۔ ایسا ہی البحر الرائق میں۔
یہ بحثا شبہ یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جاوے۔ تو کفر کا حکم نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں بھی وہی تصریحات فقہاء سے ناواقفیت کارکن ہے، حضرات فقہاء اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے۔ جو ضروریات دین میں سے نہ ہو لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجتماعی عقیدہ کے خلاف کوئی با معنی تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید الحاد کہتا ہے۔ اور حدیث نے اس کا نام زندقہ رکھا ہے۔ زندقہ اسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے۔ الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ محمد بن ابی بکر حاکم مصر نے حضرت علی کی خدمت میں خط لکھا کہ دو مسلمان زندقہ ہو گئے ہیں۔ وہم سے جواب گیا کہ جو دو مسلمان زندقہ ہو گئے ہیں۔

اگر توبہ کریں تو قتل سے بچ گئے۔ نہیں تو گردن مار دو۔

روایت کیا اس کو امام شافعی اور بیہقی نے زندقہ کا لفظ کفر العمال صفحہ ۹۳۔ جلد تیسری سے لیا ہے۔ زندقہ فارسی لفظ ہے۔ جس کو عربی میں لیا گیا ہے۔ علماء کی کتابوں میں اس کا نام باطنیت آتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ایک ہی معنی رکھتی ہیں۔ کفر صریح ہیں۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جیسے کفر زندیقیوں اور لمحدوں کا، تمسخر کیا انہوں نے قرآن مجید کی سب آیتوں کے ساتھ اور تاویل کی ان باطنی چیزوں کے ساتھ جس پر نہ لفظوں کی دلالت ہے، نہ نشان ہے۔ نہ سلف کے زمانہ میں کوئی اشارہ ہے۔ اور اس طرح ان زندیقیوں اور لمحدوں جیسے وہ لوگ بھی ہیں جو ان ہی کی صفت کے ہوں اور شریعت کے نشان مٹانے میں اور بدیہی علوم کو رد کرتے ہیں جس کو پچھلی نسوں نے اگلی نسوں سے لیا ہے۔ یہاں تک میرے بیان سے اصولی طور پر کفر، ایمان کی شرعی حقیقت اور یہ بات واضح ہو چکی کہ ایک مسلمان کس قسم کے افعال یا اقوال کی وجہ سے کبھی کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ قادیانی صاحب مدعی نبوت نے کن ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ باجماعت کافر مندر قرار دیئے گئے۔ اور ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجود سخت اختلاف خیال اور اختلاف مشرب کے ان کے کفر اور ارتداد پر نیران کے متبعین کے کفر اور ارتداد پر متفق ہو گئے۔

رسالہ القول الصیح فی مکائد المسیح مرتبہ مولوی سہول صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، الحمال۔ پرنسپل کالج شمس الہندی پٹنہ اعظم آباد نے ایک فتویٰ مرتب کیا ہے۔ جس پر بہت سے علماء کے دستخط ہیں اور مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ شیخ الہند صاحب نے ایک دو سطریں ہی لکھی ہیں۔ جو بالفاظ ذیل ہیں

” مرزا علیہ المستحق کے عقائد و اقوال کا امور کفریہ ہونا، ایسا بدیہی مضمون ہے۔ جس کا انکار کوئی منصف صاحب فہم نہیں کر سکتا۔ جس کی تفصیل جواب میں موجود ہے۔“

مصر کا فتویٰ بھی اس کے متعلق چھپا ہوا موجود ہے۔ شام کا بھی موجود ہے۔ شام کا مشہور رسالہ خلاصۃ الردی انتقاد مسیح الہند از قلم محمد ہاشم الرشید الخطیب الحسینی القادری علیہ السلام ہے۔ اس میں سے چند سطور کا مطلب یہ ہے۔ تیسری کلام وہ جو کہ میں اس سال کے صفحہ ۲۳۲ پر نقل کی ہے۔ وہ شہادت دیتی ہے اور حکم کرتی ہے۔ تجھ پر کہ تو کافر ہے۔ نہیں داخل ہو تو دین اسلام میں اور ایسا ہی تیرا مسیح ہندی اور جو اس کا پیرو ہے۔

اسکندرائی اور دیگر سب جہاد تے تمہارے روکا اعلان کیا ہے۔ مضامین لکھے ہیں سارے مسلمان اہل قلوب پر ہیں کہ تم ملحد اور کافر ہو۔

دوسرا فتویٰ علمائے ہندوستان کا ہے جو شائع شدہ ہے اور جس کا نام استکاف المسلمین ہے۔ جو سال ۱۳۳۵ھ میں شائع ہوا۔

مصر کے فتویٰ کا ترجمہ جو انجن تا میڈا اسلام گوجرانوالہ نے اپنے رسالہ کفر مرزا میں شائع کیا ہے۔

یہ ہے کہ غلام احمد ہندی کی کتاب سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہوئے مگر غلام احمد نے کہا کہ میرا مقصد ختم نبوت سے ختم کمالات نبوت ہے۔ جو سب سے افضل رسول اور انبیاء ہمارے نبی پر ختم ہوئے اور میرا عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں۔ بجز اس کے جو آپ کی امت میں ہو۔

اور پوری طرح سے آپ کا پیرو ہو۔ جس نے سارا فیض آپ کی روحانیت سے پایا ہو۔ اور آپ کی روشنی سے روشنی پائی ہو تو وہاں پر مغائرت اور بغیرت کا مقام نہیں اور نہ کوئی دوسری نبوت ہے۔ اور یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ وہ تو خود احمد ہی ہیں۔ جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنی صورت کو جس کو اللہ تعالیٰ آئینہ میں دکھاتا اور ظاہر کرتا ہے۔ غیریت نہیں کرتا۔ پس جو شخص نبی سے ہو اور نبی کے اندر ہو تو وہ ہو ہو ہودی ہے۔ یہ کلام اس باب میں بالکل صاف ہے کہ مرزا غلام احمد عجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے جواز کا عقیدہ رکھتا ہے۔ یعنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بھی نبی آپ کے اتباع سے ہے۔ اور وہ صورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور ہو ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ صریح کفر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنَّا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا تَدْرُونَ۔ کے صریح مخالفت ہے۔

یہ ان بہت سے دعوؤں میں سے ایک قبیل ہے۔ جو کذب غلام احمد ہندی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جن کو اس نے اپنی کتاب مواہب الرحمن میں تحریر کیا ہے۔

منفور مصطفیٰ کامل پائشائیں حزب الوطن اور مالک اخبار اللو اعوانے بھی اس کا رد لکھا ہے۔ اور غلام احمد کو ضال اور مضل لکھا ہے۔ اور اس کے اقوال کو دیوار پر پیٹھنے اور نجاست کی طرح الاؤ پر ڈال دینے کے لیے کہا ہے۔ کاتب فتویٰ مفتی ملک مصر محمد نجیب اور علامہ طنطاوی جوہری ہیں۔ اصل فتویٰ میں نے دیکھا ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ درست ہے۔

یہ فتویٰ مصر میں علاحدہ شائع ہوا تھا۔ اور میں محمد نجیب اور علامہ طنطاوی دونوں کو جانتا ہوں۔ رسالہ استنکاف الاسلام میں مفتی بھوپال کے بھی دستخط اور مہر ہے۔ انہوں نے اسی سوال نکاح کے متعلق بھی ایک فتویٰ دیا ہوا ہے۔

فادیانی صاحب کی کتابوں کا اگر استنبیاب کیا جاوے۔ تو بہت سے متواترات سترجیہ کا انکار اور خلاف صریح سے صریح طور پر اس کی کلام میں موجود ہے۔ جن میں سے اس وقت چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ جو ہمارے نزدیک

اور ساری امت کے نزدیک موجبات کفر سے ہیں۔

(۱) ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف۔

(۲) نبوت کا دعویٰ اور اس کی تصریح کہ ایسی ہی نبوت مراد ہے۔ جیسے پہلے انبیاء کی ہوتی رہی ہے۔

(۳) وحی کا دعویٰ اور اپنی وحی کو قرآن کی طرح واجب الایمان قرار دینا۔

(۴) عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

(۵) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

(۶) عام امت محمدیہ کی تکلیف کرنا۔ بجز اپنے چند مبرہوں کے سب کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا پچاس

کر و مسلمانوں کو اولاد زنا قرار دینا ان سب چیزوں کا دعویٰ کرنا۔ میں اپنے آخری بیان میں خود مرزا صاحب کی کتابوں سے پیش کر دوں گا۔

اس سے پہلے ہر ایک نمبر کے متعلق یہ بتلادینا چاہتا ہوں کہ یہ سب چیزیں متواترات اور ضروریات دین کے

خلاف ہیں اور اجماعی کفر ہیں۔

ختم نبوت کا انکار ہے۔

ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ اَلَّذِي خَدَا نَدَىٰ مَشِيَّتٍ مِّنْ يَّرْمَقَدَرِ

نہا۔ کہ انبیاء کی عمارت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا جاوے۔ اور جتنے کمال ہیں۔ وہ آپ پر ختم ہو جائیں۔ اس کے بعد سلسلہ پیغمبری کا باقی رکھنا مشیت نہیں ہے۔ اسی مشیت کے ماتحت آپ کی اولاد زریزہ باقی نہ رہی۔

اس مقصود سے فرما ہے قرآن مجید کا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت کا علاقہ تا آخر کسی کے ساتھ نہیں ابوت کا علاقہ کسی بالغ مرد کے ساتھ تا آخر نہیں ہے۔ اس کی جا میں خاتم الانبیاء کی رسالت ہے۔ آپ کی رسالت کا علاقہ مستقبل کے لیے اور خاتم النبیین کا علاقہ ماضی کے لیے ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ پر سلسلہ پیغمبر ختم کیا گیا اور تورات میں بالفاظ عربی یہ آیت ہے۔

فابی مقرنج کا موخ - یا قیوم یخ - الا و تسامیون بنی من قوبک نعما
ایمک کملک ملک مقیم لک الہک الیہ سمعون -

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پیغمبر ایک، نبی ایک، تیرے قربت داروں میں سے، تیرے بہائیوں میں سے۔ تجھ میں قائم کرے گا تیرے لیے خدا تیرا اس کی اعانت کرنی ہوگی۔

انجیل میں بلفظ عبرانی یوں ہے۔

یحوہ مینائی وزادم مساعیر ہو منع تو دباران -

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا سینا سے آیا۔ طلوع اس کا سایعیمیر ہو اور استنوا اس کا فاران پر ہوا۔ نبوت موسوی اور عیسوی اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ اور ان کو کمال پر پہنچا کر چھوڑ دیا ہے۔

یہ عبارتیں کتاب الملل والنحل میں موجود ہیں۔ اور دونوں عبارتیں تورات میں کی ہیں

ختم النبوة کے متعلق یہ آیت ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ باہن معنی کہ اس حضرت کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل و تخصیص کے ان اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھا گیا ہے۔ اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے کہ آج تک نسلاً بعد نسل ہر مسلمان جس کو اسلام سے کچھ بھی تعلق رہا ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے اور احادیث منواتر المعنی سے جس کا عدد دو سو سے بھی زیادہ ہے۔ اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے۔ اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔ منجملہ آیات کے اس وقت صرف ایک آیت پر اکتفا کرتا ہوں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ -

اس آیت سے ختم کا نبوت باہن معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی شخص کو عہدہ نبوت ہرگز نہ دیا جائے گا باجماع صحابہ اربعین اور با اتفاق مفسرین ثابت ہے۔ اور اس پر اجماع ہے جو شخص اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نکالے وہ ضروریات دین میں تاویل کرنے کی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔ اس کے ثبوت کے لیے میں ائمہ تفسیر و حدیث کے اقوال بطریق اختصار پیش کرتا ہوں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں (جلد ہشتم صفحہ ۷۹ طبع قدیم)

فهذه الآية نص في انه لا نبى بعده واذا كان لا نبى بعده فلا رسول بالطريق

الاولى والاخرى لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة فان كل رسول

نبى، ولا يعكس وبذلك وردت احاديث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة

یہ آیت نص (صریح ہے) اس میں کہ کوئی نبی نہیں ہے۔ بعد خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جب

کوئی نبی نہیں ہے۔ تو کوئی رسول بھی نہیں ہے۔ بطریق اولیٰ۔ کیونکہ مقام رسالت کا، خاص سے مقام نبوت

سے، ہر رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی رسول نہیں اور اس کے موافق وارد ہوئیں منواتر حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے ایک جماعت صحابہ کی روایت سے امام موصوف کی اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ختم نبوت کو ثابت

کرنے کی حدیثیں متواتر ہیں۔ جن کا ایک بہت بڑا حصہ امام موصوف نے اس کے بعد نقل فرما کر فرمایا ہے۔

فمن رحمة الله تعالى بالعباد ارسال محمد صلى الله عليه وسلم اليهم ثم من تشریفه لهم ختم الانبياء والمرسلين به واکمال الدين الحنيف له قلاً أخبر الله في كتابه ورسوله صلى الله عليه وسلم في السنة المتواترة عنه أنه لا نبى بعده لا يعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعدة فهو كذاب اناك چال۔
ضال مضل ولو تحرق وشعبدا و اق بانواع السحر والسلاسم والنيرنجيات فكلما محال و ضرر ان عند
اولى الالباب۔
تفسير ابن كثير صفحہ ۹۱ جلد ہشتم

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خدا کی رحمت ہے اپنے بندوں پر کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کو ختم نبوت اور رسالت سے مشرف فرمایا۔ اور آپ کا پر ادین حنیف کامل کیا۔ خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے اور اس کے رسول نے اس کو اپنی سنت متواترہ میں کہ کوئی نبی نہیں ہے۔ بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تاکر جانے کہ جس نے دعویٰ کیا ہے۔ اس عہدہ کا بعد خاتم الانبیاء کے وہ جھوٹا ہے۔ بتنالی ہے۔ و جاں ہے۔ گمراہ ہے۔ گمراہ کن ہے۔ اگرچہ کتنے جیلے اور شعبدے ایجاد کرے اور کتنے ساحرانہ طلسمات اور نیرنگیاں پیدا کرنا ہر کرے یہ سب محال اور گمراہیاں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ محمود آلوسی مفتی لہذا تحریر فرماتے ہیں روح المعانی میں جو ان کی تفسیر ہے۔
اس کے صفحہ ۶۰ جلد ہفتم طبع قدیم پر ہے۔

والمراد بكون عليه الصلوة والسلام فانهما النقطتان حدوت وصف النبوة في احد من الثقلين
بعد تحلیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہا فی هذا النشأة ولا یقدح فی ذلك — الی قول النبوة
مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کی یہ ہے کہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور اس عہدہ
سے سرفراز نہ ہوگا۔ یہ نہیں ہے۔ قدح کرنے والا (معارض) اس اجماع میں، جس میں امت نے اجماع کیا ہے۔
اور حدیثیں تو اترا کو پہنچ چکی ہیں۔ اور قرآن مجید میں بھی یہ ہے بعض تفسیروں کی رو سے، اور ایمان اس پر واجب
ہے۔ اور منکر اس کا فرمانا گیا ہے۔

فانما بیاض اپنی کتاب تشفاؤ میں کہتے ہیں۔ اسی کتاب مطبوعہ بریلی صفحہ ۶۲ پر ہے کہ

باب ما هو من الکفر اجمعت الامم علی حمل هذا الکلام علی ظاہرہ وان مفہومہ المراد بہ دون تاویل
ولا تخصیص فلا شک فی کفر ہؤلاء الطوائف کلاھا قطعاً اجماعیاً وسماعاً۔

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اجماع کیا امت نے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے۔ اور یہی مفہوم اس کی مراد
ہے۔ اس کے سوا کسی تاویل اور تخصیص کے۔ تو کوئی شک نہیں ان سب طائفوں کے کفر اور اتحاد میں رجوع پر

(بیان ہوئے)

ازدئے اجماع کے اور ازدئے نصوص کے، حدیث کے ذخیرہ میں سے میں صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتا ہوں
بخاری تخریفات کتاب احادیث الانبیاء صفحہ ۲۹۱ پر ہے کہ
كانت بنو اسرائيل قسوسهم الانبياء كلما هلك بنى خلفه بنى وانه لا نبى بعدى و
سيكون خلفاء۔ نيكثرون قالوا فماتنا مرننا فوا بيعة الاول فالاول اعطوهم حقهم۔

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کی نگرانی (نگہبانی) انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک پیغمبر فوت
ہو جائے تو دوسرا آجاتا تھا میرے بعد میں کوئی نبی نہیں ہے۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ اور بہت ہونگے۔ مرض کی گئی۔
کہ پھر کیا ہدایت (رہم) ہے اس وقت، فرمایا کہ وفاداری کو در بیعت اول فی الاول کی (ہر ایک کے بعد کے دوسرے
کی بیعت پوری کر) عطا کر ان کو حتی ان کا، کیونکہ حق داروں سے پوچھ لے گا۔ جو بیعت ان کی حوالگی (پسردگی) میں دی
گئی تھی۔

یہی حدیث امام مسلم نے کتاب الامارۃ میں دی ہے۔ اس کے بعد اجماع امت اور چند بزرگان ملت کے اقوال
پیش کر کے اس بحث کو ختم کرنا ہوں۔

سب سے پہلا اجماع جو اسلام میں منعقد ہوا وہ اس پر تھا۔ کہ مدعی نبوت کو بغیر اس تحقیق اور تفتیش کے کہ اس
کی تاویل کیا ہے۔ اور کیسی، نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کفر اور ارتداد ہے۔ اور سزا اس کی نفل ہے۔ صحابہ کرام کے
اجماع سے صدیق اکبر کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت پر جہاد کیا گیا۔ اور اس کو قتل کیا گیا۔ عبارت اس حدیث
کی بالفاظ ذیل ہے جو ایک صفحہ تک چلی جاتی ہے۔

ملا علی قاری تشرح شفاء جلد ۴ میں فرماتے ہیں صفحہ ۵۰۶ سے لے کر ۵۰۹ تک

كذلك نكفر من ادعى نبوة احد مع نبينا صلى الله عليه وسلم اى فى زمنه
كسيلمته الكذاب والاسود الغمى وادعى نبوة احد بعد افايته خاتم النبیین
بنص القرآن والحديث فهذا اتكذب الله ورسوله صلى الله عليه وسلم كالعيسوية
که جس نے دعویٰ کیا نبی کریم ہمارے کے بعد نبوت کا۔ جسے مسیلمہ کذاب کے اور اسود غمسی کے یا بعد کے عیسوی فرقہ
کے یا تاجریز جانتے کیا نبوت کا کسب ریاضت سے ان سب کا حکم کفر ہے۔ (بلاشبہ وہ کافر ہیں) خفاجی نے شرح شفاء
میں اسی قسم کا مضمون لکھا ہے۔ جو کتاب مذکورہ بالا کے حاشیہ پر ہے۔

ابن حزم (کتاب الملل والنحل صفحہ ۸۰ جلد چہارم باب ذکر العزائم الموجبة الی الکفر پر لکھتے ہیں)

فكيف يستجيز مسلم ان يثبت بعدة عليه السلام نبيا فى الارض؟ حاشا ما استثناه رسول

رئیم الربا ش شرح ملا علی قاری صفحہ ۵۰۸ جلد چہارم۔

کشف اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ (واقعہ) آنکھوں سے دکھلایا۔ جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ دل میں کچھ مضمون ڈال دیا اور سمجھایا جاوے۔ تو یہ الہام ہے۔

خدا نے پیغام بھیجا۔ اپنے ضابطہ کا، وہ وحی ہے، وحی قطعی ہے۔ اور کشف والہام ظنی ہیں۔

نبی نوع آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کے لیے کشف یا الہام

یہ تصوری (مضوی) وحی ہو سکتی ہے۔ شرعی نہیں۔

موجبات کفر فادبانی میں امر چہارم یہ ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی توہین۔

اور امر پنجم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ توہین دو قسم پر ہے۔ صریح۔ یا تعریض۔ تعریض

اسے کہتے ہیں کہ دوسرے کے حوالے سے نقل کی اور مقصود اس سے یہ ہو کہ اس شخص کے عبوب اور نقائص لگن

میں قبول ہو جائیں۔ گو باکہ کام اپنا کرتا ہے، گندھے پر دوسرے کے رکھ کر یہ کفر صریح ہے۔ مگر میں توہین کی صریح

مثالیں پیش کر دوں گا۔

بعض توہینوں کو مستند کرتا ہے۔ قرآن سے یعنی قرآن اس کی سند میں پیش کیا جائے گا۔ اور تفسیر قرآن کی اس

سے کی جاتی ہے اور کسی چیز کو کہتا ہے کہ حقی بات یہ ہے۔ یعنی اس پر اپنا فیصلہ دیتا ہے۔ اب میں سندات پیش کرتا

ہوں۔ کہ توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔

یہ بات اول تو محتاج دلیل نہیں۔ بلکہ ہر مذہب پرست انسان کے نزدیک مسلمات میں ہے۔ تاہم چند مختصر

دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ نفس قرآن نبی کا کلام سن کر بطور اعراض سرچھردینا بھی کفر قرار دیا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

وَإِذْ أٰقْبَلُ لِهٰمْ تَعٰلٰو اٰیَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ كُوۡرٍ وَّوَسَّهْمُوۡرًا اٰیۡتۡہُمۡ یٰۤاٰیۡتۡہُمۡ یٰۤاٰیۡتۡہُمۡ یٰۤاٰیۡتۡہُمۡ یٰۤاٰیۡتۡہُمۡ یٰۤاٰیۡتۡہُمۡ

ترجمہ۔ جب کہا جاتا ہے۔ انہیں۔ کہ اڈ، استغفار تمہارے لیے رسول اللہ پھرنے میں اپنے سروں کو اوردیکھئے گا۔

تو انہیں اعراض کرتے ہیں اور کبر کرتے ہیں اور حکم آیت کریمہ لَا تُفْرِقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ سُلٰلٰتِہٖ

یہ حکم تمام انبیاء پر مثال ہے۔ اس لیے قادی کی مشہور کتاب در مختار اور شامی (طبع جدید) باب المرتدین صفحہ

۲۳۱ جلد ۴ پر ہے۔

الکافر بسب نبی من الا نبیاء فانہ یقتل حدا و لا تقبل توبتہ مطلقاً۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص سب کرے یعنی برا بھلا کہے یا ناسزا کہے کسی نبی کو وہ قتل کیا جائے گا حد کے طور پر

اس کی نو بہ قبول نہیں ہے۔ دنیا میں اور جو کوئی شک کرے اس کے کفر میں اور عذاب (سزا) میں، وہ بھی کافر ہے۔

حافظ ابن تیمیہ حافظ حدیث الصارم المسلول صفحہ ۲۴۳ پر لکھتے ہیں۔

فَعَلَمَ اَنْ سَبَ الرَّسُلِ وَالطَّعْنَ فِيهِمْ يَبْنُوْنَ جَمِيعَ الْوَاوِعِ الْكُفْرِ وَجَمَاعِ جَمِيعِ الضَّلَالَاتِ وَكُلَّ كُفْرٍ فَرَمْنَا
ترجمہ جانا گیا سب (گالی) اور ناسزا کہنا پیغمبروں کو اور طعن کرنا سرچشمہ ہے جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ گمراہیوں
کا، اور ہر کفر اس کی شاخ ہے۔

قاضی عیاض کی شفاء صفحہ ۳۲۰ میں اس بحث پر چند تفصیلات لکھی گئی ہیں۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ کسی نبی کی
ادنی توہین کرنا بھی کفر ہے۔ عبارت باب اول سے شروع ہو کر اخیر باب ثانی تک جاتی ہے۔ اسی کتاب (الصارم۔
المسلول) کے صفحہ ۲۸۲ پر توہین انبیاء کرنے والے کے قتل کے متعلق لکھا ہے۔

الدلیل السادس۔ اقاویل الصحابة فانها نصوص فی تعیین قتله مثل قول عمر من سب
الله تعالى اوسب احداً من الانبياء فاقتلوا۔

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ چھٹی دلیل اقوال ہیں صحابہ کے، وہ نص میں تعیین میں قتل کرتے ایسے شخص کے جیسے
قول عمر فاروق کا جس نے ناسزا کہا خدا یا کسی پیغمبر کو اس کو قتل کر دو۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۲۷ پر کہ

قال اصحابنا التعريض بسب الله وسب رسول الله صلى الله عليه وسلم ردة وهو موجب للقتل
کالتصريح ترجمہ یہ ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں جس نے ناسزا کہا نبی کریم کو یا تنقیص کی مسلمان ہو یہ شخص یا کافر ہو سزا اس
کی قتل ہے۔

کہا ہمارے علماء نے اشارہ کرنا یعنی تعریض کرنا خدا کی سب کا اور رسول کی سب (گالی) کا، ارتداد ہے۔ اور
موجب قتل ہے۔ جیسے صریح۔

ساری امت حاضرہ کی تکفیر کرنے والا بھی خود کافر ہے۔

قادیانی صاحب۔ مدعی نبوت نے اپنے چند مریدوں کے سوا چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے اور
سب کو اولاد زنا کہا یہ بھی منجملہ موجبات کفر کے ہے۔ مرتد کا حکم شرعی یہ ہے، قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے منطلق
یہ فیصلہ صاف مذکور ہے۔ (اھن حل لھم دلاھم یحلون لھم درختار اور شامی) (طبع ثانی)
جلد چہارم باب المرتد صفحہ ۲۴۹ میں ہے۔

ویبطل منه اتفاقاً ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح۔ الذبیحة۔ والصيد والشهادة، والارث
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باطل ہے۔ بسبب ارتداد کے ہر وہ شئی جس کی بناء ہو ملت پر وہ پانچ چیزیں ہیں۔
جو بنا ہو ملت پر، نکاح۔ ذبیحہ۔ شکار اور شہادت۔ ارث۔ یعنی ارتداد سے یہ چیزیں منقطع ہو جائیں گی۔ اسی
کتاب کے جلد ثانی "باب نکاح الکافر" میں ہے۔ وارتداد احدھما ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص
علا (عاجل) بلا قضاء

• ترجمہ یہ ہے کہ ازناداد، احد الزوجین کا یعنی مرد عورت میں سے ایک نسخ (نکاح) ہے۔ فوری، محتاج نہیں ہے۔ حکم حاکم کا۔

اب تو بین انبیاء کے قول مرزا صاحب کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔ کتاب نزول المیخ صفحہ ۹۹ پر شعر ہے۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا تمام
انبیاء گر چہ بودہ اند بے
من بہ عرفان نہ کمترم ز کسے
کم نیم زان ہمہ بودے یقین!
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین!

باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرق مراتب کا ہے۔ اور جو پیغمبر افضل ہے وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ دوسرے سے افضل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر یہ پہنچایا ہے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے فوق صفہ در نہیں ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو کفر صریح ہے۔ کتاب ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۶۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

ایک منم کہ حسب بشارات آدم
عیسیٰ کجا است تا نہد یا بہ منبرم!

قرآن مجید نے یہود اور نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی ہے۔ اور ایک طرف بھی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی ہتک کا اشارہ "یا کنیتہ" ذکر نہیں فرمایا۔

کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲۰۔ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں۔ بلکہ واقعی ہیں اور کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

پہلی عبارت کے ساتھ آگے یہ الفاظ ہیں کہ اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید سے مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں بھوٹا ہوں۔
دعائیتہ ضمیمہ انجام آتم صفحہ ۵ پر ہے کہ

مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے۔ اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ اس سے تعریفیں اور تخریج دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔

حاشیہ ضمیمہ انجام آتم صفحہ ۶ پر ہے۔ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اس سے صریح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ٹپکتی ہے۔ حق بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں۔

لفظ یسوع دراصل عبرانی میں ہے۔ ایثوع، جس کا ترجمہ ہے نجات دہندہ، اس سے یسوع بنا اور اس کی تعریب ہو کر یعنی زبان عربی میں اگر لفظ عیسیٰ بنا۔

اور یہ تعریب قرآن پاک سے شروع نہیں ہوئی۔ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

مرزا صاحب کے ہاں بھی یسوع اور عیسیٰ ایک ہی ذات میں جیسے کتاب توضیح المرام صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ دوسرے مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی ہی توہین کی۔

توہین کی ایک تیسری قسم لڑنی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ عبارت اس لیے نہیں لائی کہ تنقیص کرے۔ لیکن وہ عبارت صادق نہیں آتی، جب تک تنقیص موجود نہ ہو۔

اس قسم کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص پائی جاتی ہے۔ جو مرزا صاحب کی کتاب تحفہ گوڈویر کے صفحہ ۴۰ پر بالفاظ ذیل سے ہے۔ جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار لکھی ہے۔ اور اپنے معجزات کی براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۵۶ پر دس لاکھ لکھی ہے۔ اس ضمن میں کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ پر ایک شعر بالفاظ ذیل ہے

لہ تحسنت القمرا المنیر وان لی

عسقا القمرا المشرقان اثنکر

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم کے لیے کہیں لگا چاند کو اور میرے لیے کہیں لگا سورج اور چاند کو۔ کیا تجھے اے فحاشی اس سے کچھ انکار ہے۔ یہ بھی توہین لڑنی ہے۔

ادعا و بنوۃ تقریجی و دیگر ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) کہ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ صفحہ ۱۱، دافع البلاء

(۲) اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں ہے، اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هو الذی

ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ اعجاز احمدی صفحہ ۷

(۳) اور اگر کہو صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک منقری۔ تو اول تو دعویٰ ہے دیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے

اپنی وحی کے ذریعہ چند امر ذہنی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی۔ (الربعین ص ۶ صفحہ ۶)

۴۔ ہاں اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے۔ کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے استفادہ معجزات دکھلائے ہیں۔ (تمتہ حقیقت الہی صفحہ ۱۳۶)

۵۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اس پر لاؤ اور اس کا دشمن جتنی ہے دشمن سے مراد یہ ہے کہ جو اسے نہ مانے۔ (انجام آتم صفحہ ۶۲)

۶۔ میں صرف پنجاب کے لیے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے۔ ان سب کی اصلاح کے واسطے مامور ہوں۔ (حاشیہ حقیقت الہی صفحہ ۱۹۲)

۷۔ تم سمجھو کہ قادیان صرف اس لئے محفوظ رکھا گیا کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ (دافع البلاء صفحہ ۵)

۸۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام نشان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔ دافع البلاء صفحہ ۱۳۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کی توہین کے متعلق ایک اور صریح عبارت ہے کہ۔

" اور جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔

تو پھر یہ دوسرے شبلیہانی ہے کہ کہا جاوے کہ کیوں تم اپنے نفس مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہو

(حقیقت الہی صفحہ ۱۵۵)

تکفیرات مشافروہ کے بارے میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال ہیں۔

ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لیے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔ اور کفر دو قسم پر ہے اول یہ کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

دوسرا یہ کہ مثلاً مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود ان تمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں لکھی تاکیدی پائی جاتی ہے

اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے اور اگر عذر سے دیکھا جائے، تو یہ دونوں کفر ایک ہی قسم میں شامل ہیں۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۷۹۔

ایک اور کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۵۲۸ پر مرزا صاحب نے کہا ہے۔ تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين الودعة والمحبة وينتفع من معارفها ويقبلتني ويصدق دعوتي الا ذرية البغايا الذين ختم الله على قلوبهم وهم لا يقبلون۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میری کتاب میں پھیل چکی ہیں۔ دیکھتا ہے۔ ان کی طرف ہمہ (تمام) مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نفع پاتا ہے۔ ان کے معارف سے، اور مجھے قبول کرتا ہے۔ اور تصدیق کرتا ہے میرے دعویٰ کی مگر نس ذانیہ عورتوں کی، جن کے دل پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ قبول نہیں کرتے۔
وحی کا دعویٰ اور اس کو قرآن کے برابر ٹھہرانا۔

- ۱۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کی ۲۳ برس کی متواتر کوئی بکھر کر سکتا ہوں۔ میں اس پاک وحی پر ایسے ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔
- ۲۔ مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۱۱
- ۳۔ پھر اس کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی، اللہ کی موجود ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشکاء علی الکفار رحماء بذینہم۔ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔

۴۔ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیت پر ایمان رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر ایک ذرہ کے فوق کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں کہ جو مجھے ہوئی ہے۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ کو کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ جو وحی پاک میرے پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اس خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لیے زمین نے بھی گواہی دی۔ آسمان نے بھی کہ میں خلیفۃ المہدی ہوں۔ مگر پیش گوئیوں کے مطابق ضرور تھا۔ کہ انکار ہی کیا جاتا۔ ایک غلطی کا ازالہ منقول از ضمیمہ حقیقت النبوة صفحہ ۶۲-۶۳۔

۲۸۔ اگست ۱۹۳۲ء

تمہ بیان سید الزر شاہ صاحب گواہ مدنیہ

باقرار صالح

میں آج حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا قول سب نبی کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

الصارم المسلول حافظ ابن تیمیہ صفحہ ۱۹۵ میں عرب کی ایک روایت امام حدیث سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص فاروق اعظم کے سامنے لایا گیا۔ جس نے سب کی تھی نبی کریم کی۔

فاروق اعظم نے اسے سزائے موت دی۔

صفحہ ۱۹۵ و صفحہ ۲۱۸ پر یہ واقعہ کتاب مذکور میں درج ہے۔

فاروق اعظم کا ارشاد ہے :-

ثم قال عمر من سب الله تعالى وسب احدا من الانبياء فاقتلوهم۔

ترجمہ جس نے ناسزا براجھلا کہا خدا کو یا کسی پیغمبر کو اسے سزائے موت دی جائے۔

صدیق اکبر کا حکم۔ کسی عورت نے سب کی ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجران میں وہاں کے حاکم ماجرا بن

امیہ نے اسے کوئی سزا دی ہوئی تھی۔ صدیق اکبر کا حکم پہنچا کہ پہلے مجھے اطلاع ہوتی تو سب نبی کی یہ سزا تھیں بلکہ اس کی سزا قتل ہے۔ لفظ صدیق اکبر کے یہ ہیں۔

فلولا ما قد سبقتنی فیہما لامرتک بقتلہا ، لان حد الانبياء لا يشبه

الحدود فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد ومعاهد فهو محارب غا دس۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر تو پہلے کچھ نہ کر چکا ہوتا۔ میں امر کرتا اس عورت کے قتل کا کیونکہ انبیاء کے سب کے

حد اور حدوں کے مشابہ نہیں جو کوئی مسلمان ایسا کرے وہ مرتد ہے۔ اور جو کوئی ذمی ایسا کرے وہ جنگ کرنے والا ہے

ہم سے اور عدل کرنے والا ہے۔ یہ یمن غلیفوں کے احکام ہیں اس مسئلہ پر کل امت محمدیہ کا اجماع بلا فصل ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ سب نبی پر ایک علاحدہ کتاب لکھی ہے۔ جو الصارم المسلول کے نام سے موسوم

ہے۔ دوسری کتاب السب المسلول جو شیخ تقی الدین السبکی کی تصنیف شدہ ہے۔ دونوں آٹھویں صدی کے حافظ

حدیث ہیں۔

مرزا صاحب کتاب دافع البلاء کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں کہ لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے

راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ کئی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی

یہ نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اگر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدانے قرآن میں بھیجی علیہ السلام کا نام "حضور ارکھا" مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے فقہے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ کتاب نزول مسیح صفحہ ۱۰۰ پر ایک شعر مرزا صاحب کا بالفاظ ذیل ہے۔

ہر نبی زندہ شد بہ آمدنم

ہر رسول نہاں بہ پیرا ہنم!

علماء نے جب توہرات اور انجیل محفوت سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں۔ اور مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نالائق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کفر و اسلام کا فرق ہے۔ کل جو عبارت تحقیقت الوحی صفحہ ۹۷ سے بڑھی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا تھا کہ قادیانی صاحب اپنے منکرین کو کافر کہتے ہیں۔ یہی مضمون حاشیہ اربعین ص ۶ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

اب دیکھو! خدانے میری وحی اور میری تعلیم، میری بیعت کو نوع کی کشتی قرار دیا ہے۔ اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نہات ٹھہرایا ہے جس کی آنکھیں ہوں، دیکھے جس کے کان ہوں، سنے۔ اور حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۳۲۵ پر ہے۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا، یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تالے کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے سوا جس قدر مہلم اور محدث ہیں۔ گودہ کیسے ہی جناب الہی میں شان اعلیٰ رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہی سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا ہے۔ تریاق القلوب کی عبارت مذکورہ کو پہلی عبارتوں کے ساتھ جمع کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی صاحب فقط نبوة ہی کے مدعی نہیں ہیں۔ بلکہ شریعت جدیدہ کے بھی مدعی ہیں۔ جیسا کہ اربعین ص ۶ کی عبارت سے بھی یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

احول یہ باندہ کہ جو صاحب شریعت ہو۔ اس کا انکار کفر ہے۔ پھر ساری امت حاضرہ کو جو حکم ہو اس کو کافر کہا۔ تو گویا دعویٰ شریعت جدیدہ کا کیا۔ پھر اس پر بس نہیں کی تصریح کردی کہ شریعت امر دینی کا نام ہے۔ امر جیسا میری وحی میں موجود ہے۔ لیکن محض مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے چند الفاظ ظنی، بروزی وغیرہ گھڑے ہوئے ہیں۔ جس کی آڑ میں ذیلی کی تحریف کرتے ہیں۔ اس لیے میں ان الفاظ کی تحقیقت خود مرزا صاحب کے کلام سے واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

بروزی۔ ظلی۔ مجازی نبوت کی اصلیت تریاق القلوب حاشیہ ۳۷۷ میں خود مرزا صاحب کا کلام ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے۔ کہ مراتب وجودیہ دور بہ دور ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو، طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔

یہ ہے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک بروزی، ظلی، اور مجازی کی جمعیت کا عقیدہ اسلام میں کفر ہے اور یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ کتاب قول فیصل صفحہ ۶ میں بحوالہ اخبار الحکم ۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء مرزا صاحب کا قول اس طرح مندرج ہے۔

کلمات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کلمات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر کوعطکے گئے، پہلے تمام انبیاء نکل گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے نکلے ہیں۔ ان عبارات سے نتائج ذیل برآمد ہوتے ہیں۔

(الف) مرزا صاحب نے کہا ہے کہ ظلی اور بروزی نبی کہہ کر دنیا کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ اس کی نبوت، نبوت محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام سے ملاصقہ کوئی چیز نہیں اور اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی۔ یہ بالکل لغو اور بے ہودہ خیال ہے اگر یہ صحیح ہو تو مرزا صاحب کے اس قول مندرجہ سے یہ لازم آتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ کوئی چیز نہیں تھے۔ بلکہ آپ کا تشریف لانا بعینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہ دور ہیں۔

گویا اصل ابراہیم علیہ السلام ہوئے اور آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ اور چونکہ نکل اور صاحب نکل میں مرزا صاحب کے نزدیک عینیت ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ تو جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بروز ابراہیم علیہ السلام ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ اس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں اور نہ آپ کی نبوت کوئی مستقل شئی ہے۔

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے اور خاتم النبیین آپ ہوئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ خاتم بروز اور نکل ہوتا ہے۔ صاحب نکل اور اصل نہیں ہوتا۔ اس طرح مرزا صاحب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہوئے۔ تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ج) الحکم کی عبارت مندرجہ سے یہ ثابت ہوا کہ جملہ انبیاء سابقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک

صفت میں نقل ہیں اور تمام کمالات رسالت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے۔ تو جملہ کمالات نبوتہ اگر مجتمع ہونگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ باطل اور بے معنی ہیں۔ یہ صریح تو ہیں ہے سرور عالم صلی اللہ وسلم کی اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ کے بروز ہیں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضول ہے۔ (تو کھلا ہوا دور ہے) اس کے بعد میں نقل اور بروز کی اصطلاح (تحقیق) فلسفہ سے ذکر ناہوں، فلسفہ یونانی میں بروز اسے کہا ہے۔ کہ ایک روح، دوسرے ذی روح میں حلول کرے یعنی ایک بدن میں دوسریں ہو جائیں تا سچ اسے کہتے ہیں کہ روح ڈھانچے بدلتی رہے۔

نسخ - اسے کہتے ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع میں تبدیل ہو۔

ریخ - اسے کہتے ہیں کہ ایک حیوان بنائات میں تبدیل ہو۔

مسخ - اسے کہتے ہیں کہ حیوان جماد، بن جائے۔

یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینوں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں

قادیانی صاحب کا اقرار ختم نبوت بالمعنی المعروف حاتمۃ البشریٰ میں بالفاظ ذیل ہے۔

وما کان لی، ان ادعی النبوتہ و اخرج عن الاسلام و الحق من الکافرین کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کافرین سے مل جاؤں۔

منقول از ضمیمہ النبوتہ فی الاسلام صفحہ ۵۹

ازالۃ الادہام حصہ دوم صفحہ ۲۱۶ پر لکھا ہے۔ کہ مسیح کیونکر آسکتا ہے۔ وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روٹیں اس کو آنے سے روکتی ہے۔

ازالۃ الادہام حصہ دوم صفحہ ۲۱۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو۔ پیدا ہو جائے۔ اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ قدر۔

ازالۃ الادہام صفحہ ۳۱۰ حصہ دوم پر لکھتے ہیں۔ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پانا کیونکہ رسول کو علم وحی توسط جبریل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبریل بہ پیر ایہ وحی رسالت مسلول ہے۔ اور یہ بات خود متنع ہے۔ کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

یہ مضمون اختلاف بیان مرزا صاحب میں پیش کیا گیا ہے۔ جو انہوں نے ابتداء ہی سے مذکورہ الحاد کا ارادہ کیا۔

ہوا تھا۔

مسلمانوں کا عقیدہ ختم النبوة کے متعلق۔

آیت کریمہ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
یہ آیت اس واسطے آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل زبیرہ چھوڑنا ہماری مشیت میں مقدر نہیں ہے۔
کیونکہ آپ کے بعد میں نا آخر دنیا نبوت کی اسامی آپ کے وجود ذی جو د سے پڑے۔ آپ مستقبل کے لیے نا آخر دنیا
رسول ہیں۔ اور جملہ انبیاء سابقین کے خانم ہیں۔ نسبی سلسلہ کے بدلہ میں اس نبوی سلسلہ کو عوض میں رکھ لو۔
اس عقیدہ کے موافق کوئی دو سو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی۔ اور رسالہ مفتی حالی دلیونید (مولانا)
محمد شفیع کی طرف سے نسلخ ہو چکا ہے۔ اور اس عقیدہ پر اجماع رہا ہے۔ امت محمدیہ کا ابتداء سے لے کر آج تک
بلا مضل۔

اور جیسے قرآن امت کو پہنچانے۔ اسی طرح سے یہ عقیدہ بھی پہنچانے۔ اور جب سے لے کر اب تک اس کا
بھی اجماع ہوا ہے۔ کہ اس آیت میں کوئی تاویل نہیں ہے۔ اور اس عقیدہ میں کوئی فرق نہیں، خلفاء اور سلاطین اسلام
نے جب سے لے کر اب تک مدعیان نبوة کو سزائے موت دی۔ اور انہیں کافر و مرتد سمجھا اصلی کا فرق کے وجود کو برداشت
کیا اور ایسے مرتد کے وجود کو برداشت نہیں کیا اور خود مرزا صاحب کا جب تک مسلم تھے یہی عقیدہ رہا ہے۔
نبوت ایک صفت اصلی قائم ہے نبی کی ذات کے ساتھ نہ وہ کسب سے حاصل ہو اور نہ وہ بھی سلب ہو
یہ عقیدہ یہود کا ہے۔ کہ نبوت سلب بھی ہو سکتی ہے۔ ضمیر النبوة فی الاسلام صفحہ ۲۸۴ منقول از صفحہ ۷۲
اگر نبوت کسی ہو۔ تو سلب بھی ہو سکتی ہوگی۔ یہ عقیدہ اسلام کا نہیں۔ دلالت ایسی چیز ہے۔ کہ کسب سے
حاصل ہو۔ اور زائل بھی ہو جائے۔ یہ صفت نبوة جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم و دائم باقی ہے۔ احکام شرعیہ کی تبلیغ
اس کے وقتی ثمرات میں سے ہے اور توابع میں سے ہے۔

کسی محدود وقت میں اگر نبی نے ضروری احکام نہ پہنچائے۔ تو وہ نبی بحال خود نبی برحق ہے۔ صفت نبوة جو اس
کی ذات کے ساتھ قائم تھی کسی طرح زائل نہیں ہوتی۔ تبلیغ ایک کارگزاری تھی پیغمبر کی کہ حاجت پر دائر ہوگی۔ علی علیہ
السلام کا تشریف لانا، بعینہ ایسا ہے۔ کہ جیسا گذشتہ زمانہ میں یعقوب علیہ السلام مقرر چلے گئے تھے۔ اور وہاں بطور رعایت
کچھ دن گزارے۔

صوفیائے کرام نے نبوة کو بمعنی لغوی لے کر مقہم بنایا اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا، دوسرے کو اطلاع دینا کی اور اس
کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوة کو دو قسم کر دیا۔ نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی۔
نبوت شرعی کے نیچے انبیاء اور رسل دونوں درج کر دیئے اور اب ان کے لیے نبوة غیر شرعی اولیاء کے کشف

اور الہام کے لیے نکھر گئی اور مخصوص ہو گئی۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعے سے مستخب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار معارف، مکاشفہ اس کا دائرہ ہیں۔ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ پر مستخب کا حکم آیا ہے۔ پس یہ اگر پہلے سے شریعت محمدیہ میں موجود ہے تو ثابت اور اگر موجود نہیں ہے۔ اور پھر وہ دعویٰ کرتا ہے۔ اضافہ کا تو گردن زنی ہے۔ اور یہ تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لیے ہے۔

کتاب الیواقیت والجاہر کے صفحہ ۷۹ پر حسب ذیل الفاظ ہیں۔ فقد بان لك الخ
پس روشن ہو گیا تیر سے لیے کہ دروازے ادا المردین کے اور لواہی کے مندر کیے گئے۔ جس نے دعویٰ کیا اور وہی کا بعد محمد علی اللہ علیہ وسلم کے پس وہ مدعی شریعت کا ہے، جو اس کی طرف بھی گئی برابر ہے۔ کہ وہ موافق ہو۔ یا امر شریعت کے یا مخالف ہو۔ پس اگر ہے عاقل بالغ یہ مدعی، ماریں گے ہم اس کی گردن اور اگر عاقل بالغ نہیں ہے اس سے اعراض کریں گے۔

صوفیہ کے ہاں ایک باب ہے۔ جس کو شطیحات کہتے ہیں۔ اور وہ فتوحات میں اس کا باب ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ ان پر حالات گذرتے ہیں اور ان حالات میں کوئی کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ جو ہمارے ظاہر قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیہ کی تصریح ہے کہ ان پر عمل پیرا نہ ہوا در تصریح کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گذرے ہوں۔ وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کرے۔ مجملہ ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا ناک ہوتا ہے۔ دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی کی کے صوفیہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں، اور ایسے مدعی کو کاذبالاتفاق کہتے ہیں۔ ہم نے اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کو ان کی عبادت تقویٰ اور تقدس کی تہریب سے کراوران کے شواہد افعال، اعمال اور اخلاق سے ناہنہ یا کردنی مقبول تسلیم کر لیا ہے۔ ان فرائض اور نشانیوں سے جو خارج مہوت عنہ سے ہوں۔ یعنی انہی شطیحات سے ان کی ولایت ثابت نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ولایت ان کی خارج سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ جو طریقہ ثبوت کا ہے۔ اس کے بعد ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی اور ہم اس تسلیم میں صواب پر تھے۔ تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مختار یا مومہم ہمارے سامنے پڑتا ہے۔ تو ہم اس کی خوش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں اور محمل نکالیں کہ ٹھکانہ اس کا کیا ہے۔ شطیحات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جملہ شا جانا۔ ناہنہ اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جدا گانہ تجارت سے اور جو طریقہ راست بازی ثابت کرنے کا ہے۔ ثابت ہوتی ہو۔ تو پھر اگر کہیں کوئی کلمہ مومہم اور مغالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آگیا تو مضعف طبیعتوں کے ذہن اس کی توضیح کریں گے اور محمل نکالیں گے۔

یہ عاقل کا کام نہیں ہے۔ کہ راست بازی کسی کی ثابت ہونے سے پیشتر وہی کلمات مغالطہ پیش کر کے مسلم الثبوت مقبولوں پر قیاس کرے اور کہے کہ فلاں نے ایسا کیا فلاں نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہو گا کہ فلاں کی

راست بازی جدا گانہ اگر ہمیں کسی طرفیہ اور دلیل سے معلوم ہے۔ تو ہم محتاج توجیہ ہوں گے اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے، یہاں نہیں۔ تو ہم یہ کھوٹی پونجی اس کے منہ پر ماریں گے۔
خلاصہ بیان!

میرے گل بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قادیانی مدعی نبوت حسب تصریحات قرآن و حدیث اور باجماع امت کافر مرتد ہے۔ اور جو شخص ان کے عقائد باطلہ اور دعویٰ نبوت دوحی پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھے ان کی نبوت کو تسلیم کرے یا بیس موعود کہے۔ وہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔

اور حکم یہ ہے۔ کہ ان کا نکاح کسی مسلمان مرد، عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ اور اگر بعد نکاح کے کوئی شخص ایسا عقیدہ اختیار کرے۔ تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ قضاء قاضی اور عدت کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اس کے بعد اگر زن دشوہر کے تعلقات باقی رکھے گئے۔ تو جو اولاد ہوگی وہ اولاد ذنابت النسب نہ ہوگی یعنی وہ حرام کی ہوگی جیسا کہ نشانی کے حوالہ سے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اور موجبات کفر مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے لیے میرے بیان میں چھ دفعہ آئے ہیں۔

ادلہ ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوت منقطع ہوا اس کو لعنی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

دوم : دعویٰ نبوت مطلقہ اور تشہیر بعبیہ

سوم : دعویٰ وحی اور ایسی وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

چہام : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

پنجم : آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔

ششم : ساری امت محمدیہ کو بجز اپنے متبعین کے کافر کہنا یہ اصول ہیں۔ جن کے سخت میں اور بھی ایسے فروع موجود ہیں۔ جو منشا موجبات کفر ہو سکتے ہیں۔

قادیانی صاحب کی کتابوں کو دیکھنے والے پر یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا ٹکرا اور دردر ہے۔ ایک مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے۔ اور پھر سب اقوال میں اس قدر تنہافت اور تعارض پایا جاتا ہے۔

اور خود مرزا صاحب کو ایسی پریشان خیالی ہے۔ اور بالفصد ایسی روش اختیار کی ہے۔ جس سے نتیجہ گویا برہم اور ان کو بوقت ضرورت کے مخلص اور مفر باقی رہے۔ یہی میں ذکر کر آیا ہوں کہ زنادتوں نے ہمیشہ یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ کہیں ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں

پر ایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لفظی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسے علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو مشرکانه عقیدہ بتلاتے ہیں۔ اس کا سبب پورے عجز کرنے سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول یہ ہے کہ مرزا نے قادیانی چونکہ مادر زاد کافر نہ تھے۔ ابتدائاً ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوئی اس لیے انہی کے پابند تھے اور وہی لکھے۔ پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ انہوں نے باطل اور جھوٹے دعوؤں کے رواج دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی۔ کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے، جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ عام و خاص مسالوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا۔ جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہو گیا جس کے متعلق پہلے بیان میں آچکے ہیں کہ ایسا کرنا کفر صریح ہے۔ اور اس قسم کے کفر کا نام قرآن مجید نے الحاد رکھا ہے۔ اور حدیث نے زندقا اور عام محققین نے یا طہنیت کے نام سے اس کو پکارا ہے۔ اس لیے اب قادیانی صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں عام اہل سنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال و افعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے، جب تک اس کی تصریح نہ ہو کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے۔ جو جوہر امت نے سمجھی اور پھر اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کئے تھے۔ ان سے توبہ کر چکے ہیں اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندیق اس کو کہا جاتا ہے۔ جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے۔ لیکن ان کی ایسی تاویل و تحریف کرے جس سے ان کے حقائق بدل جائیں اس لیے جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جائے کہ قادیانی صاحب ختم نبوت اور انقطاع وحی کا اس معنی کے اعتبار سے قائل ہے۔ جس معنی سے صحابہ و تابعین اور تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی جرات کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا ہو۔ اسی طرح حشر اجساد و نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا اقرار کر لینا یا لکھ دینا۔ بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہوگا۔ خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔ اسی طرح مسئلہ توبہ ہے۔ کہ جب ایک جگہ توبہ کے کلمات ثابت ہو گئے۔ تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور شائد خوانی بھی کی ہو۔ تو وہ اس کو اس کے کفر سے اس کو نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلم اس پر شاہد ہیں۔ کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گذاری اور مدح و ثناء کرنا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توبہ بھی کی تو کوئی انسان اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔ الغرض اول تو یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرزا اپنی آخر عمر تک دعویٰ نبوت و وحی پر قائم رہا ہے۔ اور اپنی کفریات سے کوئی

توبہ نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے آخری خط سے واضح ہوتا ہے۔ جو موت سے تین دن پہلے اخبار عام لاہور کے ایڈیٹر کے نام لکھا ہے۔ اور اگر یہ بھی ثابت نہ ہوتا۔ تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ لکھنے اور کہنے کے بعد اس وقت تک اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ جب تک وہ ان عقائد سے توبہ کا اعلان نہ کرے اور توبہ کا اعلان جہاں تک ہم نے کوشش کی ان کی کسی کتاب یا تحریر میں نہیں پایا گیا۔ اس لیے تکفیر کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ مزرا صاحب نے دعویٰ نبوت و غیرہ سے توبہ کی تھی۔ جب بھی ہمارا مدعا علیہ چونکہ ان کو عام انبیاء کی طرح نبی اور رسول ماننے کی تصریح اپنی کلام میں کرتا ہے۔ اس لئے اس کے کفر و ارتداد میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا از روئے عقائد اسلام و مسائل فقہیہ اجماعیہ کا اس کا نکاح جو مسلمان عورت کے ساتھ ہوا تھا قطعاً منسوخ ہو چکا۔ وصلى اللہ تعالیٰ على خير خلقه محمد و على اله اجمعين -

دستخط محمد اکبر

بج

۲۸۔ اگست ۱۹۳۲

جرح بر بیان امام العصر حضرت سید محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۹۳۲ء

بیان بجرح مولوی محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

صحیح مسلم میں ہے۔ کہ جس کو پہنچنے میرا کلمہ اور تصدیق نہ کرے مَا جُنْتُ بِهِ، وہ مسلم نہیں ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کی دریافت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی یہ تشریح کی۔ کہ ایمان لانا خدا پر، ملائکہ پر، کتب سماویہ پر رسل پر یا یوم آخرت پر، تقدیر خیر و شر من اللہ ہونے پر یہ اجزاء ایمان کے فرمائے اور اسلام میں عبادت حق تعالیٰ کی (وعدہ لا شریک لہ، اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان پر جبرئیل علیہ السلام نے اس کی تصدیق کی۔ یہ بات حدیث کے متن میں موجود ہے۔ جس جس چیز کو قرآن (پاک) ایمان کہے گا وہ ایمان ہے۔ اس کا منکر خارج از اسلام ہے۔ احادیث میں پانچ چیزوں پر بنائے اسلام رکھی گئی ہے۔ دو شہادتیں۔ یعنی توحید اور رسالت کی شہادت نماز کا قائم کرنا۔ زکوٰۃ کا دینا۔ رمضان کا روزہ رکھنا اور حج کرنا جو عطاقت رکھے یہ حدیثیں قدرے مشترک کے تو اترا تک پہنچی ہیں۔

تو اتر کی قسمیں علماء کی اپنی طرف سے ایجاد شدہ نہیں ہیں۔ بلکہ انہوں نے قرآن اور حدیث کا ثبوت جس حال سے پایا۔ اس کو ادا کر دیا علماء نے حال واقعی جیسا پایا اس کو یونہی ادا کیا۔

یہ تو اتر کے اقسام علماء کی اصطلاحات ہیں۔ اور مرزا صاحب خود اپنی کتابوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ تو اتر معنوی میں جو حصہ قدر مشترک ہے۔ اس کا ثبوت اگر واضح ہے۔ تو اس کا منکر کافر ہے اور اگر غلطی ہے۔ تو فصل ایمان فرض ہے۔ اور تفصیل کو خدا کے سپرد کریں۔

ایک خبر واحد کو اگر کوئی شخص حجت نہ مانے تو کافر نہیں۔ بدعتی ہے کتاب مسلم الثبوت کے صفحہ ۷۱ پر امام رازی کا قول بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا درجہ تو اتر معنوی پر پہنچا اور مسئلہ پر دلیل ہونا۔ اس میں تردد ہے۔ یہ نہیں فرماتے کہ وہ تو اتر معنوی کو پہنچا ہوا اور پھر اس کا منکر کافر نہیں۔ حنفیہ کا اصول ہے۔ کہ اجماع صحابہ کا قطعی ہے۔ اور منکر اس کا کافر ہے اور ما بعد کے اجماع کا منکر مبتدع اور فاسق ہے۔

اجماع صحابہ کے قطعی ہونے میں امام ابن تیمیہ کی کتاب سے حوالہ دیا جاسکتا ہے۔

نزول مسیح، علامات قیامت میں سے ہے۔ جو خیریاں اخبار مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان پر اجماع ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ نزول مسیح کے سوال پر فقط اجماع ہی نہیں، بلکہ نصوص احادیث کا تواتر ہے۔

کتاب مسلم الثبوت کے صفحہ ۱۹۵ جلد دوم

الفاظ (حسب ذیل ہیں)

اما فی المستقبلات - - - - - ہذا

اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ واقعہ پیش آگیا ہو اور اس کا حکم دینا ہو مجتہدین کو، تو اتفاق اور اجماع کریں اور آئندہ چیزیں جو یقینی ہیں ان میں داخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عقیدہ کافی ہے۔ یعنی تواتر اگر ہو جائے تو اس عقیدہ کو ایمانی عقیدہ قرار دو۔ اور ان کی تفصیل اور مصداق ڈھونڈنے میں نہ پڑو۔ جب وہ واقعات پیش آجائیں گے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو خلیفہ کا خلیفہ ماننا اجزاء ایمان میں داخل نہیں ہے۔ واجبات میں سے ہے۔ مسئلہ کی جیسی حقیقت ہوگی۔ ویسے ہی اس پر اجماع رہے گا۔ ثبوت اس کا قطعی ہو جائے گا۔ حکم اس کا ویسا ہی رہے گا۔ جیسی اس کی حقیقت ہے۔

صحابہ کا اجماع کسی مسئلہ پر ہو۔ اس کا منکر کا فر ہے۔ لیکن مسئلہ تعدد خلیفہ کا اور وحدت کا مصدر اول میں مختلف ذیہ ہے۔ اجماع کسی مسئلہ پر ہوتا ہے۔ یا کسی کارروائی پر کسی مسئلہ پر جو اجماع ہو، اس کا وہی حکم رہا جو اجماع صحابہ کا ہے۔ اور کسی علمی استصواب پر یا کارروائی پر، ہوا تو وہ اجماع اس قسم کا نہیں۔ جس پر بحث ہو رہی ہے۔ کتاب شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۱۴۷ پر الفاظ ذیل

ولو انکر..... کیفر

اس کی مراد یہ ہے کہ ردِ وافض جو منکر ہیں، خلافت خلفائے ثلاثہ سے اس بنا پر کہ وہ خلافت کے مستحق نہ تھے تو وہ کا فر ہیں۔ اور اگر صحابہ صدیق اکبرؓ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو کوئی خلاف جزو ایمانی نہ تھا۔ حیات مسیح اجماعی مسئلہ ہے۔ صحابہ میں اور تواتر ہے حدیث کا اور سوائے محدوں کے کسی نے انکار نہیں کیا روح المعانی کا حوالہ پیش کیا جا چکا ہے۔ جو تفسیر سورہ احزاب میں ہے۔ صفحہ ۶۰ جلد ۷

تلخیص الجلیہ صفحہ ۳۱۹ پر ہے کہ امارت عیسیٰ..... فارغیت

لیکن اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا پس اتفاق کیا اصحاب اخبار اور تفسیر نے کہ عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے بدن کے ساتھ زندہ ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ موت آئی تھی رفت سے پہلے یا سو گئے۔ اور اٹھا لیا گیا۔

حیات کے متعلق چند سلف کا اختلاف ہے۔ لیکن عام طور پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں ہمارے نزدیک حیات اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ ایک ہی شئی ہے۔ میری بحث اجماع اور تو اتر پر ہے۔

سوال یہ تھا کہ حیات مسیح پر صحابہ کے اجماع کی استدہی جائے اس کا جواب گواہ ابھورینا چاہتا ہے پھر اور بیان کیا گیا حضرت امام مالک نے نہیں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے وہ حیات و نزول عیسیٰ کے قائل ہیں۔

امام مالک کی کتاب الکمال الاکمال جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ مصری میں عبارت ذیل ہے۔

قال مالکٌ - - - - - ثلاثین سنة

امام مالک کا یہ قول بھی ان کی اکمال سے لکھا۔ جو عطیہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ موت آئی حضرت عیسیٰ کو وہ ۳۳ سال کے تھے۔ اس کتاب میں دوسری جگہ ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ دریں اثناء کہ لوگ کھڑے ہوں گے، سنے ہونگے، کان لگائے ہوں گے، اقامت صلوة کی، ڈہانک لے گا، انکو ایک بادل اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتر آئیں گے۔ ابن حزم کا جو قول تفسیر حلالین سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ یہ الفاظ غلط نقل ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ابن حزم کی کتاب میں اس کی تفسیر ہے۔ اور بیان میں لکھوائی گئی ہے جو حدیث الفرق بین العید و بین الکفر ترک الصلوة ہے۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

تین اماموں کا اتفاق ہے کہ تارک الصلوة کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ فاسق کہا جائے گا۔ اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ سنن ابی داؤد کی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف پڑ گیا۔ دوسری حدیث جو بیان کی گئی ہے۔ وہ بھی اسی قسم کی ہے۔ الفاظ میں کچھ فرق ہے۔

عقیدہ نماز کی فرضیت کا بھوڑ دے تو باجماع امت کافر ہے۔ شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے کہ
دکة لك ترك صلوة موجب للقتل عند الشافعي رحمة الله عليه
یہ تشریح کہ جو شخص نماز کو فرض جان کر ترک کرے وہ کافر ہے۔

سنن ابی داؤد کی احادیث سے پیرا ہوتی ہے۔ جس حدیث میں بناء اسلام پانچ بیان کی گئی ہے اس کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پانچ نمازیں فرض کیں خدا تے جس نے اچھا کیا و فواء ان کا اور پڑھیں اپنے وقت درپورا کیا رکوع ان کا اور شروع، تو خدا کی ضمانت میں ہے کہ مغفرت کرے اسے اور جس نے نہ کیا۔ خدا کی ضمانت میں نہیں ہے۔ چاہے مغفرت کرے چاہے عذاب کرے۔ سنن ابی داؤد

اس پر مجتہدین کی رائے مختلف ہو گئی جو مسائل شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۲، ۱۶۰، ۱۵۶

کذا الوقال عند شرب الخمر او الزانی بسم الله عمدا او باعتقاد انهما حلالان
وکذا الوافعی لا صرارة لتین من زوجها۔

استخفاف علماء کفر ہے۔ جو اشارہ سے مشابہت کر کے کفر ہے۔

جو عالم کو مولوی مولوی کہہ دے کافر ہو جائے گا۔ جو شراب پیتے دفتر بسم اللہ کہہ دے وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں یہ مسائل ہیں۔ میرے بیان میں آپ کا ہے۔ کہ کوئی چیز کسی حال میں کفر ہوتی ہے۔ کسی حال میں کفر نہیں ہوتی، میں اس کی مثال دے چکا ہوں۔ کلمات مذکورہ بالا بعض حالات میں موجب کفر ہو جائیں گے۔ بعض حالات میں نہیں ہوں گے۔ لیکن ہم نے عقائد باطلہ پر حکم لگایا ہے۔ کسی ایک اختلافی چیز سے مدد نہیں لی اور نہ اپنے حکم کی بنا کسی محنت حصہ پر لکھی ہے۔ اختلافی حصہ کو پہلے سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہمارے حکم کی بناء اس دین سے پر ہے۔ جو نبی کریم کے زمانہ سے بلا فصل اب تک چلا آ رہا ہے۔ جو مسائل اور پر بیان کے گئے ہیں۔ یہ مسائل اختلافیہ ہیں۔

علماء بریلی نے جن واقعات پر علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ وہ عقائد علمائے دیوبند نے ظاہر نہیں کئے۔ غلط فہمی ہوئی۔ جن عقائد کی بنا پر علمائے بریلی نے علماء دیوبند کے خلاف کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ علمائے دیوبند ان عقائد کے قائل تھے۔

۲۹ اگست ۱۹۳۳ء

تمتہ بیان جرح سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

باقرار صالح

ضروریات دین کا انکار کرنا یعنی عقیدہ چھوڑنا کفر ہے۔ لیکن عمل نہ کرنا کفر نہیں و فسق اور معصیت ہے۔ کفر نہیں جو عقیدہ ترک کرے وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ اور جو عمل ترک کرے وہ عاصی ہے۔ جو شخص دستور ملکی کی بنا پر یا جو دطاقت رکھنے کے شرعی حکم کو چھوڑے۔ اس کی بابت بھی یہی حکم ہے۔ اگر عقیدہ حق ہونے کا ترک کیا اور کتنا ہے کہ یہ شریعت غلط ہے اور اگر کتنا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح اور مسئلہ درست ہے۔ عمل ہم اپنی بد قسمتی سے نہیں کرتے، وہ داخل ایمان اور عاصی ہے۔ مدعی نبوت اور اس کی طرف بلانے والے کی سزا قتل ہے۔ صاحب شریعت دستور ملکی کی رو سے اگر کوئی چیز بیان کرے وہ بھی شریعت ہے۔ وہ جو کچھ فرمائے، کرے، کل شریعت ہے۔ اور جو کچھ صاحب شریعت کے رد ہوا وہ اس پر سکوت کرے۔ تو وہ بھی شریعت ہے۔

ابن صیاد جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعویٰ نبوت کیا۔ اسے اس لیے قتل نہ کیا گیا کہ وہ نابالغ تھا۔ نابالغ کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس امر کی تصریح ہے کہ وہ نابالغ تھا۔ صحیح بخاری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ نابالغ تھا۔

صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اور کچھ نفری (جماعت) اس کے ساتھ فریب تو گئی تھی۔ صدیق اکبر نے ہم تیار کی، اس کے جہاد کے واسطے بعض صحابہ نے عرض کی کہ مدینہ میں اس وقت لوگ کم ہیں اور خطرہ ہے مدینہ کی حفاظت کے لیے لوگوں کو موجود رہنے دیا جاوے۔ صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں بہادر تھے اور اسلام میں آکر بزدل ہو گئے۔ یہ مجھے بروائنت نہیں صحابہ نے اس پر کوئی تحلف نہ کیا اصول میں یہ اجماع کہلاتا ہے۔

اجماع کے معنی یہ ہیں کہ مسئلہ پیش کیا جاوے اور اس پر سب اتفاق کر گئے۔ کسی نے مخالفت نہ کی اسے اجماع کہا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کے سامنے وہ مسئلہ پیش ہو۔ اور وہ کہے کہ مجھے اتفاق ہے۔

مسیلمہ نے نبی کریم کے بعض احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ لیکن جو دو شخص نبی کریم کے سامنے پیش ہوئے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو مسیلمہ کہتا ہے۔ یعنی کہ وہ نبی ہے۔

کتاب حج اگر ائمہ صفحہ ۲۲، صفحہ ۲۳ میں ہے۔ جو واقعات مسیلمہ کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ یہ وقوع میں ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن وقت اس کتاب میں ترتیب سے نہیں لکھا گیا۔ مسیلمہ کو قتل کرنے کی بڑی وجہ دعویٰ نبوت تھی اور جو چیزیں اس کے متعلق اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ اس کے دلگ بھگ تھیں اور یہ چیزیں نبوت کے تخت میں تھیں۔

اگر اخبار آحاد کی تاویل کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے تو اس کے قائل کو مبتدع یعنی بدعتی نہیں کہیں گے اور اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں ہے۔ تو وہ خاطی ہے۔ آیات قرآن نواز یہی

قرآن اور حدیث جو نبی کریم سے ہم تک پہنچا۔ اس کی دو جانبیں ہیں۔ ایک ثبوت اور ایک دلالت ثبوت قرآن کا تو اتر ہے۔ اور اس تو اتر کا اگر کوئی انکار کرے تو پھر قرآن کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسا ہی جو شخص نواز کے حجت ہونے کا انکار کرے اس نے دین ڈھلایا اور باکدو کیا۔ دوسری جانب دلالت ہے دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوتی ہے۔ اور کبھی ظنی ثبوت قطعی ہے۔

دلالت کا معنی ہے کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ اگر اجماع ہو جائے صحابہ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جائے کہ مدلول یہی ہے۔ تو پھر وہ دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا بسم اللہ سے دالاس تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کہیں ظنیت ہے۔ اور کہیں قطعیت لیکن قرآن کے ملنے سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔

حدیث ہے کہ **بِكُلِّ آيَةٍ ظَاهِرٍ وَ بَاطِنٍ** لیکن قوی نہیں، باوجود قوی نہ ہونے کے مراد اس کی میرے نزدیک صحیح ہے۔

محدثین نے لکھا ہے۔ کہ اس کی اسناد میں کچھ کلام ہے۔ اس حدیث میں لفظ **باطن** سے تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا۔ وہ سب منکشف نہیں ہے۔ جملاً ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی ایک مراد وہ ہے کہ قواعد لغت اور عربیت سے اور اولہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں **باطن** سے یہ مراد ہے کہ حتیٰ تنالے اپنے ممتاز بندوں کو ان خفائی سے سرفراز کر دے اور بہتوں سے وہ خفی رہ جائیں لیکن ایسا کوئی **باطن** جو مخالف ظاہر کے ہو اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں وہ مقبول نہ ہوگا اور رد کیا جائے گا۔ اور بعض اوقات میں باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا۔ حاصل یہ کہ ہم مکلف فرما بیٹا اپنے مفرد کے موافق ظاہر کی خدمت کریں۔ اور **باطن** کو سپرد کر دیں خدا کے۔

اگر اخبار احاد و متقدمہ درجہ باہم مل کر نواتر کے درجہ کو پہنچ جائیں۔ تو وہ قطعیت میں قرآن مجید کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور کوئی متواتر چیز قرآن کے منافی دین میں ممکن نہیں کہ پائی جاوے۔ اور اگر اخبار احاد و نواتر کے درجہ کو نہ پہنچیں اور بظاہر ان کی معایرت معلوم ہوتی ہو قرآن سے تو علما کا فرض ہے کہ اس کی تطبیق اور توفیق ڈھونڈیں یعنی (آپس میں) ملائیں۔

خبر واحد کے بھی دو پہلو ہیں۔

ایک ثبوت کا، دوسرا دلالت کا، ثبوت میں وہ ملتی ہوتی ہے۔ جب تک کئی مل کر نواتر کو نہ پہنچ جائیں۔ اور اور دعات میں کبھی قطعاً اور کبھی ظنی۔

دین میں کوئی متواتر چیز ایسی نہیں پائی جاتی۔ جو قرآن کی ناسخ ہو۔ کوئی حدیث متواتر یا خبر واحد ایسی نہیں ہے۔ کہ جس کو علماء نے قرآن کے ساتھ جوڑا نہ ہو۔

نسخ کا باب اگر کوئی چھڑے تو دفعی ہے۔ وقوع اس کا نہیں خوارج کے قتل کی وجہ میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کفر کی وجہ سے قتل ہوئے اور کوئی کہتا ہے۔ کہ بغاوت کی وجہ سے فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۲ میں ہے۔ کہ خوارج کو بعض کہتے ہیں کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ بغاوت کی وجہ سے۔

حضرت علیؑ کا قول خوارج کے بارے میں جو کتاب منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۶۱ سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسی کتاب میں ہے۔ ان خوارج میں سے جو منکر ہوں گے ضروریات دین کے ان کی تکفیر ہوگی۔ اور جو ضروریات دین کے منکر نہ ہوں گے وہ باغی رہیں گے۔ اور ان کے ساتھ قتال یعنی جنگ ہوگی۔

کتاب مکتوبات امام ربانی جلد ۲۔ صفحہ ۱۷ اور کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ کی عبارت

نزدیک است کہ علماء طواہر۔

یوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ پر..... تفصیل سے کتاب میں یہ عبارتیں ہیں۔

شیخ جمد درجہ اللہ میرے نزدیک مسلم صاحب کشف ہیں کشف ظنی چیز ہے مجھے احادیث سے اور روایات سے جو امام مہدی کے متعلق آئی ہیں۔ کوئی شبہ معلوم نہیں ہوا۔ جس سے یہ پتہ چلے کہ ایسی نبوت آئے گی۔ یعنی ان کے ظہور کے وقت میں خلافت کی طرف سے یہ نبوت آئے گی۔ باقی رہا کشف جمد صاحب کا، وہ اللہ کو معلوم۔ مجھے روایات پر عمل کرنا چاہیے۔

یہ حدیث ہے کہ میری امت کے ۲۷ فرقتے ہو جائیں گے اور اگے ہے کہ سارے نار میں جاؤں گے۔ مگر ایک فرقہ اس پر عرض کی گئی کہ وہ کون ہوگا۔ فرمایا کہ وہ ہوگا۔ جو میرے راستہ پر اور میرے صحابہ کے راستہ پر ہوگا۔ الملل والنحل میں اس حدیث کے ساتھ یہ الفاظ ہیں۔ کہ وہ جماعت ہوگی۔

اس کی اس جماعت سے مراد اس کے مصنف شہرستانی، مرزا ہلسنت والجماعت سے ہے۔ یہ الفاظ بعض روایات

میں اور بعض میں نہیں ہیں اس سے یہ اصلاً مراد نہیں کہ وہ چھوٹی جماعت ہوگی۔

محمد ہاشم خطیب سے جس نے شام میں مرزا صاحب کے متعلق فتویٰ دیا ہے اس سے تعارف نہیں ہے۔ نبی کی اولاد کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں صحابہ کے متابعت میں آیت کی مراد میں یہ ذکر کیا ہے۔ ورنہ کوئی حاجت نہیں اور نہ میرا اس پر مطلب موقوف ہے۔ قول صحابی کا حجت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح تاء ہو کر مہر کے معنی میں ہی ہے۔ اور آخر کے معنی میں بھی ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ عیسیٰ ابی مریم کے سوا جو نبی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے۔

قرآن شریف میں تین طریقے انسان کے ساتھ خدا کے کلام کے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن ان کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے اپنے بیان میں وحی کی تعریف نہیں کی۔ اقسام بیان کئے ہیں پیغمبر کے ساتھ وحی کے منفرد طریقے ہیں۔ جو پیغمبر کا معاملہ اور خدا کا معاملہ ہے۔ اس کی انتہا میرے مقدور سے باہر ہے۔ وہ مخصوص معاملہ ہے۔ خدا کا اور پیغمبر خدا کا اور جب وہ صفت مجھے حاصل نہیں تو میں اس کی پوری تحقیقت اور کنہ کو نہیں پاسکتا۔ لیکن حرف شناسی اور طالب علمی کی مدد میں آیت کی تفسیر کرتا ہوں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآيَاتِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكْمٍ مُّبِينٍ۔

مناسب نہیں ہے۔ بشر اور نہیں ہے کسی بشر کو کہ کلام کرے اس کے ساتھ خدا۔ بلکہ بطور وحی یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے اس کی طرف قاصد۔ اور قاصد کے ذریعہ سے پیغام دے۔ اپنی مشیت اور ارادے سے جو پیغمبر کو پیغمبر ثابت ہو چکا ہے۔ جداگانہ طریق پر۔ اس پر وحی ہوتی ہے۔ وہ وحی اقلنی ہے۔ دوسرے شخص پر وحی ہو وہ ظنی ہے۔

جو شخص خاتم الانبیاء کے بعد وحی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی مانتے ہیں۔ اس کے سوا جو وحی ہے۔ وہ وحی نبوت نہیں ہے۔ لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ وحی قرآن کا لفظ ہے۔ اور لغت میں جتنے معنی وحی کے لیے گئے ہیں۔ ان پر وحی کا لفظ اطلاق ہو سکتا ہے۔ حضرت مریم اور ام موسیٰ (والدہ موسیٰ) کی طرف جس وحی کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ وہ چونکہ پیغمبر نہیں ہیں۔ اس لیے اس وحی سے وہ دوسری وحی مراد ہوگی۔ جو جلتی ہے۔

قرآن شریف میں جو تین طریقے وحی کے مذکور ہیں۔ ام موسیٰ اور حضرت مریم کی طرف جو وحی آئی ہوگی۔ وہ ان تینوں طرق میں سے ہوگی۔ مگر عام مفسرین نے اس آیت وما کان لبشر ان یشکر الله الا دحیا او من ودا آہ حجاب الخ کو وحی نبوت پر ہی اتار لیا ہے۔

مکتوبات امام ربانی جلد ثانی صفحہ ۹۹۔ مکتوب ۵ کو میں نے سنا ہے۔ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ کشفی ہے۔ یا الہامی ہے جو حجت قطعی نہیں ہے۔ شیخ مجددی کی کلام کشف والہام میں ہے۔

توین انبیاء کے بارے میں میں نے تصریح کر دی اپنے بیان میں کہ سب کی قسم تعریف سے بھی ہوتی ہے۔ اور لزوم سے بھی ہوتی ہے۔

لیکن میں نے وجہ ارتداد مرزا صاحب میں تعریف کو نہیں لیا بلکہ جس جو کچھ انہوں نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا اور جس جو کچھ اپنی جانب سے حق کہا میں اسے وجہ ارتداد سمجھتا ہوں۔ اور اسی کو ارتداد کی وجہ قرار دیا۔

مترجمہ شیخ رشید احمد صاحب لنگوہی صفحہ ۸۶، ۷ کے اشعار { شیخ الحد صاحب کے جو
صفحہ ۳۳ کے اشعار متعلق مسیح کا جواب۔ } شعر نقل کئے گئے۔

اس کے متعلق یہ جواب ہے کہ جو مدحیہ اشعار ہوں۔ وہ تحقیقی نہیں ہوتے بلکہ بشری کلام الکل کے ہوتے ہیں اور شاعرانہ محاورہ، نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی وہ عقیدہ ہوگا اور وہ تحقیق ہوگی اور وہ کسی طرح سے ممکن نہ ہوگی۔ حقیقت حال ہوگی۔ نہ کم نہ بیش بشرانہ کو حقیقت کی نہیں پہنچتا تخمینی لفظ کہتا ہے۔ اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا۔ کہ شاعرانہ نوع تعبیر عام اطلاق الفاظ نہیں ہے۔ اور وہ تخمینہ پر عبارت کہہ دیتے ہیں۔ جو آس پاس (قریب قریب) ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی نیت میں اور ضمیر میں منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔

بھوٹ میں اور شاعر میں یہ فرق ہے۔ کہ جو ما کو شش کرتا ہے۔ کہ میری کلام کو لوگ سچ مان لیں اور شاعر کی اصلایہ کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ خود سمجھتا ہے کہ حاضرین بھی میری اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے۔ دوسرے وقت ایسے دفاع دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں۔ مبالغہ شاعرانہ

کے ہاں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک قسم ہے۔ کلام کی بوفنون علیہ میں درج سے۔ اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ چھوٹی چیز کو بڑا اور بڑی چیز کو چھوٹا اور کرنا بشرطیکہ نہ اعتقاد ہو۔ خصوصاً کو نمونا ہو۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے۔ کہ جس سے منالط پڑتا ہے۔ نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے۔ وہ اور جہاں کا ہے۔ اور یہ حضرت شاعر اور جہاں میں ہیں۔

کتاب ازالۃ الادہام مصنفہ مولانا رحمت اللہ صاحب مہارکی اور اشعار مولوی ال حسن صاحب سے جو مشکوٰۃ شریف میں جو قصہ حضرت عمر کے تورات کا ورق پڑھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینے کے متعلق مذکور ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے حضرت موسیٰ کی کوئی توبہ ظاہر نہیں

جواب۔ میں موجب ارتداد مرزا صاحب میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے۔ بلکہ میں اس چیز کو لیا ہے۔ جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے۔ اور اسے حق کہا ہے اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیے ہیں۔ اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا میں اپنے بیان میں تصریح کر چکا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کر دوں گا۔ زبان پر کر دوں گا۔ میں نے مرزا صاحب کی تمام کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ جس قدر مجھے حکم دینے کی ضرورت ہوئی۔ اسی قدر میں نے مطالعہ کیا ہے۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور بغیر توبہ کے مرے۔ اس لیے میرے نزدیک وہ کافر ہیں۔

بروز۔ نسخ۔ رسخ۔ فسخ۔ مسخ۔ کے جو الفاظ میں نے بیان کئے تھے۔ اس سے میں نے یہ دکھلایا تھا کہ ان کی کوئی حقیقت دین سادی میں نہیں ہے۔ اور کہ یہ لفظ نہ آئے ہوں۔ یہ غلط ہے۔ نہ میرے بیان میں ہے۔ علاوہ ان لفظوں کو لیا ہے۔ اور رد کیا ہے۔

میرا عقیدہ نہیں ہے کہ مسیح کی شکل دوسرے کسی مرد میں ڈالی گئی ہو۔ لیکن بعض مفسرین نے اہل کتاب سے نقل لی ہے۔

مُؤَدُّوْا اِقْرَدَۃً حَسَبِ سَبِيْنٍ - کے متعلق میرا عقیدہ کہ وہ لوگ مسخ ہو گئے تھے مولانا محمد حسین طالوی نے جو کچھ مرزا صاحب کے متعلق کہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں تک درست کہتا ہے۔ مجد اکبر سوال مکرر۔ میں نے کل اس سوال سے کہ اسلام کی بنا جو پانچ چیزوں پر بیان کی گئی ہے۔ اس سے مراد میں نے یہی تھی کہ صاحب شریعت نے جو بنا جو اسلام کی پانچ چیز پر رکھی ہے۔

منظہر نے بہت سے دفعات کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا جواب میں نے اس وقت یہ دیا تھا کہ جو چیز قرآن شریف میں سے لی جلتے گی۔ وہ ایمان میں داخل ہو جائے گی۔ اور جو متواتر حدیث ہوگی۔ وہ ایمان میں داخل ہو جائے گی۔ اور یہ جو ہے کہ بناء اسلام کے پانچ چیز پر ہے۔ ایک شہادت توحید کی۔ اور شہادت رسالت کی اس شہادت رسالت کے تحت سارا دین پیغمبر کا داخل ہو گیا۔

رسول کا ماننا، ان کی شریعت کی اطاعت کو حاوی ہے۔ انہی پانچ کے اندر بلکہ ایک ہی لفظ کے اندر رسول کی رسالت کو ماننا۔ سارا دین آگیا۔

میں نے کوئی دفعہ جو اضافہ کی ہے۔ مطلق اضاذ نہیں نیز مقنن اگر کئی ایک قانون کہے تو یہ اعتراض بے معنی ہے۔ کہ ایک ہی دفعہ کے تحت ذیلی منشاء کو کیوں ادا نہ کر دیا بلکہ سارے قوانین اس کے واجب الانقیاد یعنی واجب الطاعت ہوں گے۔ اور اس میں میں نے صحیح مسلم کی حدیث کا حوالہ کل دیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جو کوئی ان سب پر جو میں لایا ہوں خدا کی طرف سے ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ فرما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں امر کیا گیا ہوں کہ میں مقابلہ کروں لوگوں کے ساتھ یہاں تک کہ شہادت دیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی اور ایمان لائیں مجھ پر اور اس چیز جو میں لے کر آیا ہوں۔

بناءً اسلام کے جو پانچ ارکان بیان کئے گئے ہیں۔ بہ مہم ارکان ہیں۔ بڑے سنون تو یہ ہیں اور حدیث میں اور چیزیں بھی ہیں۔ یعنی ایمان کے دیگر بھی کئی شعبے ہیں۔ خلافت شیخین کے اجماع کے متعلق میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ جو شخص ان کے مستحق خلافت ہونے کا انکار کرے کہ وہ خلافت کے لائق نہ تھے وہ شخص کافر ہے۔ شامی باب الامت۔ نقل عن البحر الرائق صفحہ ۵۶۱ جلد اول

لعل المراد انكار استحقاقها الخ لانه فهو مخالف لاجتماع الصحابة لا انكار وجودها
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ شاید مراد انکار ہے۔ استحقاق شیخین کا ایسا شخص مخالف ہے۔ اجماع صحابہ کے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ وقوع خلافت سے کوئی انکار کرے۔

جیات مسیح کے سوال پر امت کا اجماع ہے اور امت کہتے ہیں۔ یہاں سے لے کر پیغمبر کے زمانے تک کے مسلمان اور صحابہ بھی اس میں داخل سمجھے جائیں گے۔

دیوبندیوں کے خلاف جو فتویٰ علماء بریلی کا پیش کیا گیا تھا۔ اس میں جو فقہ کتاب تحذیر الناس سے نقل کئے گئے ہیں وہ مختلف مقامات سے جو ذکر ان کی مولانا محمد فاسم صاحب کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ مولانا کی تصریح یہ ہے کہ جو ختم زمانی کا انکار کرے وہ بسبب نواتر کافر ہے۔ کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر سو اگر سے کافر ہو گا تک مولانا نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جو ختم زمانی کا انکار کرے وہ قرآن سے، نواتر سے اور اجماع سے کافر ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور حدیث جس طریقہ پر ہمارے پاس پہنچا۔ اس طریقہ کو علماء نے ادا کیا اور جو شخص نواتر کا انکار کرے وہ قرآن کو ثابت نہیں کر سکتا اور دین ابتداء سے آخر تک منہدم ہو جائے گا۔ اس میں پس و پیش کرنا کہ نواتر خبر، حدیث قطعی ہے، مستلزم ہو گا کہ قرآن میں بھی پس و پیش کرے کہ اس واسطے کہ ثبوت قرآن کا اور حدیث منواتر کا نواتر ہی ہے۔ نواتر میں اگر جھگڑا اڈالو اس شخص کے پاس دین محمدی کی کوئی جڑ نہیں۔

کل یہ سوال کیا گیا تھا کہ امور مستقبلہ پر اجماع ہوتا ہے یا نہیں امور مستقبلہ میں اجماع نہ ہونا کی مراد یہ ہے کہ حکم علی، جو، ہاتھ پیر سے کرنا بسو۔ اسے مستقبل پر چھوڑا جاوے۔ پہلے سے اجماع کا کوئی اثر نہیں۔ وقت پر دیکھا جائے گا۔ اور جو عقیدہ قرآن و حدیث میں آچکا ہے۔ مستقبل کے متعلق اس پر اجماع منعقد ہونا مقبول ہوگا اور حجت ہوگا کہیں فرض ہوگا۔ و دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع

شرح مسلم الثبوت صفحہ ۵۱۹، کتاب اکمال الاکمال کے حوالہ سے جو کل یہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ علیؑ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ اس کتاب کے دوسرے صفحہ پر ہے کہ علیؑ علیہ السلام اتریں گے امام مالک کی مراد یہی ہوگی کہ برائے چند ساعت موت دی گئی ہے اور بعد میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک ہی صاحب کے مقولہ کے دو قطعہ ہیں۔

سن کر تسلیم کیا گیا

دستخط حج صاحب

۲۹۔ اگست ۱۹۳۲

بیان و جرح حضرت نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ

۳۰-۳۱- اگست ۱۹۳۲ء

علی دنیا کی جانی پہچانی عظیم شخصیت حضرت مولانا نجم الدین صاحب جو عرصہ دراز تک اور نیل کالج لاہور میں عربی کے استاد رہے، نے اپنی تمام عمر فقہ مرزائیہ کے کفر و ارتداد کو آشکارا کرنے میں گزاری۔ ملک کا شاید ہی کوئی کونہ ایسا ہو جہاں آپ اس فقہ کی سرکوبی کے لیے نہ پہنچے ہوں۔ اسی جذبے کے تحت آپ بہاولپور تشریف لائے۔ ۳۰ و ۳۱ اگست ۱۹۳۲ء کو اپنا بیان عدالت میں قلمبند کرتے ہوئے آپ نے مرزا قادیان کے لیے بے شمار کفر کے وجوہ سے صرف تین وجوہ :

۱- ادعاء نبوت تشریحی وغیر تشریحی۔

۲- توہینِ انبیاءِ علیہم السلام۔

۳- تمام مسلمانانِ عالم کو کافر بنانا۔

بیان فرما کر قرآنِ پاک و احادیث متواترہ کی روشنی میں فرقہ مرزائیہ کے کفر و ارتداد کو ثابت کر کے فریقینِ ثانی کی جرح کے ایسے مسکت جواب دیئے کہ فاضل عدالت پر مرزا اور اُن کے متبعین کا کذب و ارتداد کُلّی طور پر واضح کر دیا۔

بیان گواہ باقرار صراح

مولوی نجم الدین ولد مولوی احمد دین پیشہ ملازمت پر وفیسر اور ٹیٹل کالج لاہور عمر ۵۳ سال میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ان کی کتابوں کی رو سے اور ان کی تحریرات کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے جو دعویٰ نبوت یا رسالت تشریحی یا غیر تشریحی کیا ہے۔ اس بناء پر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ وہ مرتد ہیں اور ان کے متبعین بھی انہیں کا حکم رکھتے ہیں۔ اور مرتد کے ساتھ کسی سابقہ منکوحہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ آئندہ اس کو کسی مسلمہ یا ذمیہ (حرمہ) یا لونڈی سے نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ یہ سابقہ نکاح بدون قضاء قاضی فسخ ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف کی آیت سورہ ممتحنہ نمبر ۲۸ یا ایہا الذین امنوا اذ الایہ اس بات کی دلیل ہے۔ جو ہمارے فقہاء نے اس مسئلہ کو بلکہ تمام علمائے اسلام نے واضح طور پر اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ شامی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۲۵ تا دبی عالمگیر کے صفحہ نمبر ۴۰۶ میں بھی یہ مسئلہ مفصل طور پر موجود ہے۔ ان کے کفر کے وجوہ اگرچہ بہت سے ہیں۔ مگر میں صرف اس وقت صرف تین امور پر اکتفا کر دوں گا۔

اول: ادعائے نبوت۔ تشریحی اور غیر تشریحی

دوم: توہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

سوم: تمام مسلمانان عالم کو کافر گردانا۔ خواہ مرزا صاحب کی دعوت ان کو پہنچی ہو یا نہ ان کے مکتذب مکفر ہوں یا نہ۔ ان وجوہ کی بناء پر وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

مرزا صاحب نے دافع البلا صفر نمبر ۵ میں لکھا ہے۔ کہ اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعت کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی۔ کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا پھر دافع البلا صفر نمبر ۱ میں لکھتے ہیں۔ کہ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔ مرزا صاحب نبوت تشریحی کے مدعی تھے اور اس کے ثبوت کے لیے انہوں نے دو وجوہ بیان کیں۔ ایک اربعین نمبر ۴ کے صفحات ۶-۷-۸ پر لکھتے ہیں۔ اگر کو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفسر تاول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے یہی ہمارے مخالف

مذہب میں۔ کیونکہ میری دجی میں امر بھی ہیں اور بھی مثلاً یہ الہام قل للمؤمنین یغضوا ابصارہم
 ویحفظوا فروجہم اذ جاہدوا کہ دو سطر میں چھوڑ کر کہتے ہیں۔ کہ اگر کہو کہ صاحب شریعت سے وہ شریعت
 مراد ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان هذا الفی الصحف الاولی
 صحف ابلا ہیدو و منو سلی۔ یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے۔
 جس میں باستثناء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر تورات یا قرآن شریف میں باستثناء احکام
 شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی اور مرزا صاحب نے امر و نہی کے ثبوت کے لئے ضمیمہ تحفہ
 گولڈویہ میں چند مثالیں بھی بیان کیں۔ جن میں ذیل ہیں۔
 ضمیمہ تحفہ گولڈویہ صفحہ ۲۲ پر کہتے ہیں۔ کہ قل ان کنتمو تحبون اللہ فاتبعونی۔

یا احمد اسکن امت و زوجک الجنة۔ یا ادم اسکن و زوجک الجنة۔
 دوسرا معیار نبوت تشریحی کا انہوں نے کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ بیان کیا ہے۔ کہ یہ نکتہ
 یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو
 خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوائے جس قدر
 مہلم اور محدث ہیں کہ وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں
 ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۳ پر مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ یہ عجیب بات ہے۔ کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ
 ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں
 مانتا۔ وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مقتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر اقرار کرنے
 والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ اس کے بعد تین سطر میں چھوڑ کر کہتے ہیں۔ کہ علاوہ اس کے جو مجھے
 نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔
 مرزا صاحب اربعین نمبر ۱۳ پر کہتے ہیں۔ کہ اس بات کو قریباً ۹ برس کا عرصہ گزر گیا کہ جب
 میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین عزیز مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی تب ان کی ہر ایک پہلو سے گریز
 دیکھ کر.... الخ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے مخالف کو انہوں نے کافر قرار دیا۔

مرزا صاحب فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۶۹ پر کہتے ہیں۔ کہ واعلم ان عملا من الاعمال
 لا یفید احد من دون ان یعرفنی و یعترف دعوائی و ادائل میں کسی کا کوئی عمل میرے دعویٰ
 اور دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہو سکتا۔ اپنا ماننا ضروری سمجھنے میں اور نہ ماننے والے کو مسلمان
 نہیں سمجھتے۔ اس طرح فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۳۰۸ پر کہتے ہیں۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر

ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۵ پر لکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ فرمایا لا یدلخ المؤمن من محرک واحد یعنی مومن ایک سوراخ سے دوبار کاٹا نہیں جاتا۔ ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ ان کا حال ہے۔ واذ القواللذین مستهزون الایہ یعنی ہمارے سامنے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں ہے۔ لیکن جب اپنے لوگوں سے مخفی بالبطع ہوتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہم ان سے استنراء کر رہے تھے۔ پس یہ لوگ ایک اشتہار دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے کافر کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ تو میں آج ہی اپنی جماعت کو حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں ہم سچائی کے پابند ہیں۔ فتاویٰ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہوشیہ مرزا کو نہیں مانتا خواہ ان کو کافر کہیں یا نہ کہیں اور اس کا کوئی عمل یا راہ الہی میں مقبول نہیں۔ خواجہ بو۔ زکوة وغیرہ۔

مرزا صاحب نے اپنے پر نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کا حوالہ نزول المسیح صفحہ ۹۹ میں موجود ہے۔ کہتے ہیں۔

آچھ من بشنوم زوحی خدا سجدا پاک داغش زخط
بچوں قرآن منزہ اش دم از خطا بٹے ہمیں سنت یانم

نیز مرزا صاحب اپنے پر جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے مدعی ہیں۔ چنانچہ اس کا حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔ جاہ فی آئیل واختار اشار

اس کے ذیل میں ایک نوٹ ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ اس جگہ جبرئیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ اس دعوئے کے ثبوت کے لئے جو انہوں نے کیا تھا۔ میں صرف ان چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے صرف دعوئے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی شان نبوت رسالت کا سکھ جانے کے لیے تمام خصوصیات نبوت اور لوازمات رسالت کو نہایت جزم و وثوق کے ساتھ اپنی ذات کے لئے ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت دوسرے مقربان بارگاہ الہی سے ممتاز ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی نزول جبرئیل ہوا کرتا ہے۔ ان کی وحی اور الہام کا قطعی اور یقینی ہونا اور اپنی وحی کو خدا کا کلام کہنا اور اپنے خوارق عادت کا نام معجزہ رکھنا اور منکر۔ مترود۔ ساکت کو کافر منافق ٹھہرانا اور اپنی جماعت سے خارج ہونے والے کو مرتد کا خطاب دینا اس قسم کے دعوئے کے حوالہ جات۔ مرزا صاحب کے مصنفات سے بکثرت ملتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہامات کو وحی الہی اور خدا کا حکم اور قرآن شریف کی طرح قطعی کہتے ہیں۔ چنانچہ

حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۹ پر کہتے ہیں۔ کہ ان الہامات کی ترتیب بوجہ تکرار کے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ فقرہ وحی الہی کے کبھی کسی ترتیب سے مجھ پر نازل ہوئے اور بعض فقرے ایسے ہیں کہ شاید سو سو دفعہ یا اس سے بھی زیادہ دفعہ نازل ہوتے ہیں۔ پس اسی وجہ سے ان کی قرأت ایک ترتیب سے نہیں۔ اور شاید آئندہ بھی یہ ترتیب محفوظ نہ رہے۔ کیونکہ عادت اللہ اس طرح سے واقع ہوتی کہ اس کی پاک وحی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زبان پر جاتی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کی جماعت سے جو شخص علیحدہ ہو جائے۔ اس کو مرتد کا خطاب دیا جاتا ہے۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۲ پر کہتے ہیں۔ پھر ایک اور خوشی کا موقع ہمارے مخالفین کو پیش آیا۔ کہ جب چراغ دین جہول والا جو میرا مرید تھا۔ مرتد ہو گیا۔ اور بعد ازاں میں نے رسالہ دافع البلاء میں اور معیار اہل الاصفیاء میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے یہ الہام شائع کیا کہ وہ غضب الہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائے گا۔ جس شخص کو مرزا صاحب کی معرفت حاصل نہ ہو اور ان کے دعوے اور دلائل سے واقفیت پیدا نہ کرے۔ اس کا کوئی عمل صالح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ مقبول نہ ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۶۹ کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں جو ماسوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اصحاب شریعت کے کسی دوسرے مقرب بارگاہ الہی میں جمع نہیں ہو سکتیں ان سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی تھے۔ اور اپنے آپ کو اس معنی میں نبی اور رسول ظاہر کرتے تھے۔ جس معنی میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی اور رسول کہا گیا ہے۔ باوجود ان تصریحات کے مرزا صاحب نے خواہ مخواہ پردہ پوشی اور مخالفین کو خاموش کرانے کے لئے اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی ظاہر کیا۔ اور ختم النبوت کی نصوص قطعیہ کی بظاہر مخالفت سے بچنے کے لیے ایک جدید راہ نکالی مگر جہاں تک حقائق شرعیہ کا تعلق ہے۔ یہ توجیہ اور تدبیر ان کے لیے مفید معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجازی اور ظلی بروزی نبوت کی اصطلاح خود مرزا صاحب کی پندیر کردہ ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبوی کریم صلعم میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اگر نبی الحقیقت ظلی اور بروزی نبوت کا وجود ہوتا۔ تو لامحالہ اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین کی تحقیقات میں اس کا کوئی تذکرہ ہوتا بلکہ سب سے پہلے تو یہ دروازہ ان بزرگ مقدس سینوں پر کھلتا جن کے ہاگ کا نہ ہوں پر اسلام کی بنیاد کھڑی کی گئی۔ اگر نبوت تشریحی اور عین تشریحی کا دروازہ ارشاد خداوندی خاتم النبیین سے بند نہ ہو گیا ہوتا تو جناب رسول اللہ صلعم نے باوجود استعداد اور قابلیت نبوت کے جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود مسعود سے پوری پوری جھلک دکھا رہی تھی۔ یہ ارشاد نہ فرمایا ہوتا۔ لو کان بعدی نبیاً لکان عمر۔ اور اسی طرح صراحتاً مشابہت ہارون کے بعد جناب علی کرم اللہ وجہہ سے یہ ارشاد نہ فرماتے الا انہ لانبی بعدی کیونکہ بوقت ارادہ نبوت مجازی بخیاں مرزا صاحب نہ تو آیت خاتم النبیین کی مخالفت سے اور نہ ہی فرمان مصطفوی لانی بعدی سے کوئی تصادم ہوتا ہے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو

نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ساری امت سے اس منصب کے لئے منتخب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ) میں اس امت میں سے ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔

مرزا صاحب نے حقیقی نبوت کے دعوے کو اس امت میں سے صرف اپنے ہی لئے مخصوص کیا اور جو شخص نبوت کا دعویٰ ہو خواہ صاحب شریعت کملائے یا نہ وہ از روئے قانون اسلامی دائرہ اسلام سے خارج اور زندقہ پر مزید کملانے کا مستوجب ہے۔ اس کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔ میں اولاً قرآن حکیم کی چند آیات پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں ہے۔ ما کان محمد اباً احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ سورۃ احزاب آیت نمبر ۴۰ تفسیر ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۸۹ میں ہے۔ و هذا الایۃ نص فی انہ لانسبی بعدہ الاجزاء ولا یقتضی۔ اس تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں صفحہ ۹۲ و ۹۱ پر درج ہے ومن رحمۃ اللہ علیہ الی قولہ ما و امت السموات والارض پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بطریق اولیٰ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ رسول اور نبی میں عام خاص کی نسبت ہے۔ رسول کا نبی ہونا ضروری ہے۔ اور نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

دوسری عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے محمد صلعم کو ان کی طرف بھیجا۔ پھر ان کی کان عایت ہے کہ آپ کے ساتھ تمام انبیاء اور رسولوں کو ختم کر دیا۔ اور دین حنیف کو آپ کے سبب سے مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ صلعم نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تاکہ انہیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ آپ کے بعد جو شخص دعوے نبوت کرے وہ کذاب۔ زندقہ۔ دجال۔ ضال اور مضل ہے۔ خواہ قسما قسم کے جادو اور شعبدے اور طلسم اور عجائبات دکھلائے سب کے سب بیہودہ اور عقلمندوں کے نزدیک گمراہی کا موجب ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود غنی اور مسلمہ کذاب کے ہاتھوں پر اس قسم کے شعبدے اور عجائبات دکھلائے جن کو دیکھ کر ہر عقلمند ذی فہم معلوم کر گیا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ ہیں ان پر خدا کی لعنت ہے اسی طرح جو شخص قیامت تک دعویٰ نبوت کرے گا اس کا بھی یہی حال ہے۔ یہاں تک کہ ان کا سلسلہ میسج دجال پر ختم ہوگا۔ اس کے ساتھ قسما قسم کے عجائبات اور خوارق ہوں گے۔ علماء اور مومنین۔ ان تمام چیزوں کے جھوٹے ہونے کی گواہی دیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ بڑی عنایت اور مہربانی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ (جو مدعی نبوتہ ہیں) بحسب ضرورت واقعہ پہلے کاموں کا حکم نہ دیں گے اور نہ ہی بڑے کاموں سے روکیں گے۔ ہاں بطور اتفاق کبھی کبھی امر و نہی کا سلسلہ بھی جاری کریں گے یا ایسی چیزوں میں امر و نہی کا سلسلہ جاری کریں گے جو ان کے مقاصد کے لیے مفید ہوگا ان کے اقوال اور ان کا طرز عمل جھوٹ اور فخر سے طوٹ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرما دیا ہے۔ کیا میں تمہیں خبر دوں کہ کس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر شیطانوں کا نازل ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات بالکل ان کے برخلاف ہیں۔ ان میں نہایت نیکی اور سچائی اور ہدایت اور استقامت پائی جاتی ہے۔ اور قول و فعل میں وہ راست باز اور درست ثابت ہوتے ہیں بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور بڑے کاموں سے روکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سے خوارق عادات اور واضح دلیل اور روشن برہان بھی مویہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ان پر ہمیشہ رہیں جب تک آسمان اور زمین قائم رہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس آیت کی فزادہ دو طور پر ثابت خاتم اور خاتمہ تمام قراء سوائے حسن اور عاصم کے خاتم پڑھتے ہیں۔ اور ان دونوں نے خاتم پڑھا ہے۔ اس کی تفسیر خود آنحضرت صلعم نے فرمادی جس کے بعد کسی اور شخص کو تفسیر کرنے کی یا کوئی توجیہ پیدا کرنے کی حاجت نہیں رہی۔ غزوة تبوک میں جب رسول اللہ صلعم تشریف لے جا رہے تھے۔ تو مدینہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جگہ انتظام کے لئے چھوٹے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ عرض پیش کی کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جو میری مردانگی اور شجاعت کے مناسب نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ارشاد فرمایا۔ اما ترضی ان تکون الا للہ لا نبی بعدی۔ جب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی جانشینی کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ کر حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشبیہی تو سننے والے کو ان سے شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلعم کے بعد منصب نبوت کے ساتھ اس طرح متصف ہو سکیں گے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام متصف تھے اس شبہ کے دفع کرنے کے لیے آپ نے یہ فرما دیا کہ اگرچہ تم ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح میرے اس وقت جانشین ہو جس طرح مولیٰ علیہ السلام طور پر جانے کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر فرما گئے تھے۔ مگر یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ تم منصب نبوت سے بھی موصوف ہو سکتے ہو کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳ پر۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰) قال رسول اللہ صلعم۔۔۔ نبیوں

آپ نے فرمایا کہ میری حالت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حالت اس آدمی کی حالت سے
مشابہ ہے۔ جس نے ایک مکان بنا دیا اور اسے مکمل کر دیا۔ اور نہایت اچھا بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ
گئی۔ جو آدمی اس مکان کے دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوتا تھا۔ اور اسے دیکھتا تھا۔ تو ہنستا یہ کہہ دیتا تھا
کہ یہ مکان کیسا ہی اچھا ہے۔ مگر اس اینٹ کی جگہ کبھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اللہ تعالیٰ
نے میرے سبب سے تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا۔ دوسری روایت ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹۱ پر ہے۔ کہ فرمایا
و انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ پس میں پیچھے آنے والا ہوں۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں
اس کتاب کے اسی صفحہ پر دوسری روایت بالفاظ ذیل ہے۔ خرج علينا رسول الله صلعم يومنا...
كالسودع ولا نبی بعدی یعنی ایک دفعہ رسول اللہ صلعم ہم پر ایسے طریقہ پر ظاہر ہوئے جس طرح کوئی
رخصت کرنے والا کسی کے پاس آتا ہے۔ اور آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ میں ہی نبی امی ہوں۔ میرے بعد
کوئی نبی نہیں شمائل ترمذی میں بھی روایت موجود ہے۔ انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔
ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۱ پر ہے۔ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔
آپ نے فرمایا کہ نبوۃ اور رسالت دونوں ختم ہو چکے ہیں نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ نبی صحابہ کو یہ بات
دشوار گذری آپ نے فرمایا کہ مبشرات باقی ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ مبشرات کیا چیز ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ مسلمان کا خواب اور یہ نبوۃ کے اجزاء میں سے ہے۔ کتاب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲ پر ہے کہ آپ نے فرمایا
انی عند الله فی ام الكتاب خاتم النبیین۔ میں یوح محفوظ میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا گیا ہوں اس
آیت سے مسئلہ ختم النبوة اور رسالت ثابت ہوا۔ جس کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی دوسری
آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی... دیننا سورہ ماہدہ آیت ۳ اس آیت
کا مفہوم یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ جب کسی چیز کی تکمیل ہو جاتی ہے۔
تو اس کے بعد کسی اور چیز کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر اپنی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۲۷۹ پر
لکھتے ہیں کہ ہذا اکبر انعم الله اشرف کتبہ۔
ترجمہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دین کو مکمل کر دیا۔
اس کے بعد نہ وہ کسی دین کے محتاج ہیں۔ اور نہ کسی دوسرے نبی کی طرف اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ
کو خاتم الانبیاء بنا دیا۔ اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا۔
ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳ تیسری آیت قل یا ایہا الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً
سورہ اعراف پارہ نم آیت ۵۸ اس آیت سے رسول صلعم کو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ کہ میں نے آپ کے
سب دنیا کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کی تفسیر میں

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر جلد ۴ صفحہ ۲۵۳ پر لکھتے ہیں یا محمد یا ایہا الناس . . . کافۃً جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ سب لوگوں کے لیے خطاب ہے۔ چاہے سرخ رنگ کے ہوں یا سیاہ کے بنی ہوں یا بچی ہوں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور یہ آپ کی عظمت اور شرافت کی نشانی ہے۔ کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔

چوتھی آیت وما ارسلناک الا کافۃً للناس بشیراً و نذیراً! . . . سورۃ سبأ نمبر ۲۹ پارہ نمبر ۲۲ اس سے معلوم ہوا کہ ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام دنیا کے لیے کفایت کرنے والا اور نذیری دینے والا اور ڈرانے والا آپ کے لیے۔ اگر کوئی دوسرا رسول یا نبی آئے گا تو آپ کافۃً للناس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ تمام احکام کو جو ساری دنیا کے لئے ضروری تھے۔ ان کو مکمل کر چکے ہیں۔ اور بقدر ضرورت ان کی تشریح فرما چکے ہیں۔ کوئی دوسرا شخص رسول یا نبی نہیں ہو سکتا۔

پانچویں آیت والذین یؤمنون . . . وبالآخرۃ ہم یوقنون پارہ اول سورہ بقرہ آیت ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی بننے کے لیے صرف ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ جو اس آیت اور اس سے پہلی آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی جو آنحضرت صلعم کی طرف نازل کی گئی اور دوسری وہ وحی جو آپ سے پہلے لوگوں پر نازل کی گئی تھی۔ آنحضرت صلعم کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور اتقاء کی مدار ہوتی تو اللہ تم اسے بھی یہاں ذکر فرما دیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی اور نئے نبی کی یا نئی وحی کی متقی بننے کے لئے حاجت نہیں۔ اور نہ ہی اس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر انسانوں کی نجات کا دار و مدار ہے۔ ان آیات اور احادیث کے بعد چند اقوال علماء کے بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم پر دروازہ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ کسی دوسرے نبی پر جبرئیل وحی لے کر نہیں آئے گا۔ اس مسئلہ کو تمام علماء امت نے قبول کیا ہے اور ہر ایک طبقہ کے لوگوں نے اپنی تصانیف میں اس کو درج فرمایا ہے۔ عقائد نسفی صفحہ ۹۹ اول الانبیاء ام و آخر ہم محمد صلعم اور شرح عقائد کے صفحہ ۱۰۱ میں ہے۔ و اذا ثبت نبوتہ . . . وقد دل کلامہ و کلام اللہ کما زعم بعض النصارى۔

پس جب آپ کی نبوت ثابت ہو چکی اور اللہ کے کلام اور رسول صلعم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ کی بعثت ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ آپ آخر الانبیاء ہیں اور آپ کی نبوت کا عرب کے ساتھ اختصاص نہیں۔ جیسا کہ بعض عیسائیوں کا خیال ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضرت پر صاحب صفحہ نمبر ۱۸۳ پر لکھتے ہیں کہ و اعتقد اهل السنة انی قوله صلی اللہ علیہ وسلم کافۃً یعنی سب اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد ابن عبد اللہ ابن عبدالمطلب اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام دنیا کی طرف جن اور انسانوں کی طرف

آپ مبعوث ہیں۔ جیسا کہ آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین سے معلوم ہوتا ہے۔ اور رسول صلعم نے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ میں تمام انبیاء پر چار چیزوں سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ ایک ان میں سے یہ کہ مجھے تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

عقیدہ طحاوی صفحہ ۱۲ پر امام طحاوی لکھتے ہیں۔ کہ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔ اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ جو ان کے طریقے پر چلنے والے ہیں عبارت یہ ہے وکل دعوة بعد النبوة..... یعنی آپ کے بعد دعوی نبوت ہونا ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۱ پر امام سیوطی نے عمر بن عبدالعزیز کے خطبہ میں نقل کیا ہے۔ ایہا الناس اتاہ کتاب بعد القرآن..... یعنی قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ اور نہ محمد صلعم کے بعد کوئی نبی ہو سکے گا۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۹۱ جلد دوم میں لکھتے ہیں ودعوی نبوتہ... کفر بالاجماع ہمارے نبی صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا تمام امت کے اتفاق سے کفر ہے۔ کتاب الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۶۷ پر ہے۔ اذالم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم..... فلیس بمسلم لانه من الضروریات۔ یعنی جو شخص محمد صلعم کو تمام نبیوں کا آخر تسلیم نہیں کرتا۔ وہ مسلمان نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۱۱ پر ہے اذالم یعرف الرجل..... فلیس بمسلم یعنی جو محمد صلعم کو آخر الانبیاء نہیں سمجھتا وہ مسلمان نہیں۔ کتاب الفضل ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ پر ہے۔ کہ لو ان بعد محمداً صلعم..... قیام الحجۃ جو شخص رسول اللہ صلعم کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے نبی کا اعتقاد کرے اس کی تکفیر میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں۔ اس کتاب کی جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ پر ابن حزم لکھتے ہیں۔ ہذا مع سماعہم..... فآخر الزمان یعنی اللہ کے اس قول کے سننے کے بعد کہ وکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور نبی کریم کے ارشاد لانی بعدی کے پہنچنے کے بعد کوئی مسلمان کیسے جائز رکھ سکتا ہے۔ کہ زمین میں آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا سوا اس نبی کے جس کا رسول اللہ صلعم نے صحیح احادیث میں استثناء فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آخر زمانہ میں اتریں گے۔ اس کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ پر ہے۔ کہ ومن قال ینبی بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام... فہو کافر مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلعم کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے۔ یا کسی چیز کا انکار کرے جو اس کے نزدیک صحیح ثابت ہوگئی ہو کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ارشاد فرمایا ہے۔ تو وہ کافر ہے نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۶۰۶ پر لکھا ہے كذلك فکفر من ادعی نبوتہ نبینا علی الہ علیہ وصلعم..... کالعیسویہ۔ اس طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلعم کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے۔ خواہ آپ کے زمانہ میں ہو جیسا کہ مسلمانوں کا مذاب اور اسود غسانی یا آپ کے بعد کسی دوسرے شخص

کی نبوت کا مدعی ہو تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن اور احادیث کی رو سے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوگی بالصارحہ المسلول صفحہ ۱۶۸ میں ہے۔ معلوم.... فہو کافر و حلال الدم جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا اس کا نبی یا کوئی ایسی جھوٹی خبر دے جس کو خدا کی طرف نسبت کرتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ حلال الدم۔ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ ختم النبوت کا ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس کو خود مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا۔ حماۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر وہ لکھتے ہیں: وما کان لی الادعی النبوت وخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین۔ اس کتاب مترجم کے صفحات ۶۶-۶۷-۶۸-۶۹ پر آیت ما کان محتدا یا احدی کی تشریح میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے محمد صلعم نے بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور ہمارے نبی صلعم کے بعد اگر ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز نہیں گے۔ تو نبوت کے دروازہ کو بند ہونے کے بعد اس کے کھولنے کے قائل ہو جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ حالانکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اور نبی آپ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ اسی کتاب حماۃ البشریٰ کے صفحہ ۷۲ پر آیت الیرم اکملت لکم دینکم۔ کی تشریح میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہزار ہا سال کے گزرنے کے بعد کسی ایسی حالت کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ جس میں دین کی تکمیل ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو دین کی تکمیل اور اس کے کمال سے فراغت کا سلسلہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ الیرم اکملت لکم دینکم جھوٹی خبر ہوگی اور خلاف واقعہ ہوگی۔ مرزا صاحب ازالۃ الاہام صفحہ ۵۲۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ نبی کیونکر آسکتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی دیوار رو۔ میں اس کو آنے سے روکتی ہے اس طور میں مرزا صاحب نے ازالۃ الاہام صفحہ ۵۳۳ پر لکھا ہے لیکن وحی نبوت پر تو ۱۳ سو برس سے مہر نبوت لگ چکی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ مرزا صاحب نے اس مسئلہ ختم نبوت کو سمجھ کر براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۹۴ میں اپنی پہلی براہین احمدیہ کی جلدوں کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے ہی اعتقاد رکھتا تھا۔ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں۔ وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں۔ اور یہ فرمادیا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور سنت میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا۔ اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور میری آنکھیں اس وقت بالکل بند رہیں۔ جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی توفوت ہو چکا ہے۔ اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس حوالہ

سے یہ معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے قرآن حکیم کی آیات یا احادیث نبوی سے اپنی نبوت کے لئے جو استدلال پیش کیا ہے۔ وہ محض لا طائل اور بے معنی سعی ہے۔ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے نکتے وقت احوال سے پہلے مدتوں سے اپنی قرآن دانی اور حکمِ مہی کے مدعی تھے۔ اگر ان کو اس سے پہلے قرآن کی رو سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا۔ تو بعد میں قرآن کی کوئی آیت اتری یا نبی صلعم کی کوئی حدیث پیدا ہو گئی جس کی بناء پر مرزا صاحب نے نبوت کا ادا کیا۔ یہی قرآن اور حدیث پہلے موجود تھے۔ خاتم النبیین کی آیت اور الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت اس وقت بھی قرآن میں موجود تھی یہ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہے۔ اور اوامر و نواہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادعا ہے نسخ سے پناہ لے کر کوئی تاویل کی جاوے۔ تو اوامر و نواہی میں جاری ہو سکتی ہے اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ اور متفق علیہ ہے۔ پھر کیونکر از روئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادا نبوت میں صادق کہہ سکتے ہیں۔ ختم النبوت کے معنی میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے۔ مرزا صاحب بھی اس معنی کو دوسری جگہ میں تسلیم کرتے ہیں۔ اور اپنی کلام میں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمام علماء اُمت نے اس کو سمجھا ہے لیکن اپنی خوش خیالی کو باقی رکھنے کے لئے بے محل اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی کوشش کی۔ خاتم کے معنی آخر کے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کتاب تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ منجملہ ان کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی۔ اور اس طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم اولاد تھا اور خاتم اولاد اور خاتم النبیین کے ایک ہی معنی ہوئے کہ جس کے بعد کوئی دوسرا نہیں۔ دوسری جگہ مرزا صاحب اس کتاب کے صفحہ ۳۷۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح مذکر مونث کی صورت پر پیدا ہوگا۔ اور خاتم الاولاد ہوگا۔ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے بعد بروزی طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر خود انہیں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صفحہ ۳۷۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ مگر مہدی معہدہ روزات کے لحاظ سے بھی دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔ اور صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں۔ اور اگر احادیث نبویہ کو بغور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اس حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے۔ جب مہدی معہدہ اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جاوے۔ اس حوالہ سے بروزی اور ظلی نبی ہونے کا بھی دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔ ان گذشتہ بیاناتوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین اور آخر النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد جو شخص اپنے لئے ادا نبوت کرے یا کسی

دوسرے کو نبی مانے وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کافر۔ مرتد اور خارج از اسلام ہے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ تو ہین انبیاء علیہم السلام ہے۔ کسی کی تو ہین کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ یا تو اس میں کوئی عیب جسمانی ثابت کیا جاوے۔ جو اس میں موجود نہ ہو۔ یا کسی بد اخلاقی کے ساتھ اس کو متہم کیا جاوے یا کسی کے منصب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لئے دعوے کیا جاوے یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کسی جاوے۔ جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ اس کے علاوہ تو ہین کے ضمنی تفہیمیں اور بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر میں اس وقت ان چند وجوہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چند آیات قرآنی جن میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک محمد صلعم کو چند مراتب اور مقامات عالیہ سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص زید یو یا عمر اپنے پرچسپاں کرے تو لاجمالہ رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سمجھی جائے گی۔ (۱) آیات قرآنی سبحان الذی اسرای بعید ۴۔۔۔۔۔ الایۃ پارہ نمبر ۱۵ آیت پہلی جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کو مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرے پرنازل ہوئی (حقیقت الوحی صفحہ ۷۸ پر یہ حوالہ ہے) تیسری آیت شہدنا فتالیٰ۔۔۔۔۔ الخ سورہ نجم پارہ ۲۷ کی آیت ۸ ہے۔ جس میں اختلاف اقوال مفسرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جو قرب الہی جناب رب العزت سے حاصل ہوا تھا یا بقول دیگر جبرئیل علیہ السلام سے حاصل ہوا ذکر ہوا ہے۔ یہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے پرنازل ہوئی (حقیقت الوحی صفحہ ۷۶ پر یہ حوالہ ہے)۔ تیسری آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلح حدیبیہ کے موقع پر اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ ذَاتَ مَبِیْنًا کی آیت نازل ہوئی تھی۔ اسے بھی مرزا صاحب نے حقیقت الوحی کے صفحہ ۷۴ میں اپنے پرچسپاں کیا ہے۔ آیت ۴ قل ان کنتم تحبون اللہ۔۔۔۔۔ الایۃ پارہ سوئم سورہ آل عمرا کو بھی اپنے لئے منزل ثابت کیا ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۷۹) سورہ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْکُوْثَرَ۔۔۔۔۔ بھی اپنی شان میں تجویز فرمائی (حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۲) مقام محمود جس کا عسیٰ ان یبعثک ذبک مقاماً محموداً میں ذکر ہے اس کو بھی اپنے حق میں تجویز فرمایا۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۲) ان کے علاوہ اور بھی اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن کو میں ترک کرتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب نزول المسح صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں۔

انبیاء اگرچہ بودہ اند بے
من زعفران نہ کمتر ز کئے
آنچه داوہ ست ہرنی راجام
داوآں جام را مرا بتمام

اس شعر اور حوالہ جات بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو کسی نبی سے کم درجہ نہیں دیتے اب دوسری صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو آپ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کے مساوی ہوں گے یا افضل۔ جس میں کسی نبی کا استثناء نہیں۔ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلعم بھی ان انبیاء کی جماعت میں داخل

ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ بلکہ دوسرے شعر کے مصرع ثانی سے اپنی فضیلت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اس فضیلت کے لئے چند قرائن بھی موجود ہیں۔ جن سے مرزا صاحب اپنے آپ کو دوسرے تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی ڈائری سال ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۵۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ شیطان نے آدم کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ پھر شیطان نے خدا سے مہلت چاہی اور اس کو مہلت دی گئی الی وقت المعلوم بسبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا وقت ایک ہی مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ پر مرزا صاحب بطور تقابل کے اپنی فضیلت کو ظاہر فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنا مقابلہ ظاہر کیا۔ کہتے ہیں لہ خسف القمر وان لی... تنکر۔ حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔ اپنے معجزات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے زیادہ بیان کرتے ہیں۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۲ برابین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۵ اس کے علاوہ خصوصاً انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔ جس کا ذکر مختلف کتابوں میں آیا ہے۔ مست یمن حاشیہ صفحہ ۱۷۱

حاشیہ صمیمہ انجام اٹھم صفحات ۴-۵-۱۶ اسی کتاب کے حاشیہ صفحہ ۷ پر مرزا صاحب نے جو علی علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور توہین آمیز لہجہ کو استعمال کیا۔ اس پر لوگ برا فروختہ ہوئے۔ ان کی طرف سے یہ معذرت کی گئی کہ عیسائی ہمارے نبی کریم صلعم پر قسا قسم کے اتہام لگایا کرتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر یہ وجہ درست نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ مرزا صاحب کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۹۰ میں لکھتے ہیں کہ تب میں نے مقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں نکھیں۔ جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میری کانش نے قطعی طور پر مجھے فتوے دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غضب و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہو گا چونکہ عوصن معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو میری یہ پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزار ہا مسلمان جو پادری حماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے ایک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہو گئے اس کتاب کے صفحہ ۳۹۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے۔ کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ اور میں دعوئے سے کستا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا جو عیسائیوں کی بدزبانی پر ان کے دلوں میں پیدا ہوا تھا عیسائی جس شخص کو اپنا بزرگ اور مقدس مانتے ہیں۔ اس کو مرزا صاحب نے برا بھلا کہا۔ اور یہ قول عیسائیوں کی کلام کا نقل نہیں چونکہ حاشیہ صمیمہ اٹھم صفحہ ۴ پر مرزا صاحب کے یہ الفاظ ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے۔

یہ عیسائیوں کا قول نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس قسم کا کوئی کلمہ کہیں۔ دافع البلاء کے آخری صفحہ میں مرزا صاحب نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہوئے ۱۰۰ اور قرآن حکیم کے لفظ صورت کی تشریح فرماتے ہوئے یہ جو کچھ کہا ہے۔ وہ انہوں نے اپنے ضمیر سے لکھا ہے اور اپنی قرآن دانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ عیسائیوں کا قول نہیں ہے۔ ان کی طرف سے یعنی مرزا صاحب کی طرف سے ایک یہ بھی عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے یسوع کو کما عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہم نے کوئی گستاخی نہیں کی۔ اور یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ مگر مرزا صاحب خود تو صیح المرام صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ یسوع۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم ایک ہے۔ دافع البلاء صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ اے عیسائی مشرک! ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ دافع البلاء صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ ازالتہ الا وہام صفحہ ۳۰۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکر وہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان عجوبہ نائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا لیکن مجھے وہ روحانی طریق مفید ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب حضرت ابن مریم کے معجزات کو قابل نفرت اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اپنے سے گھٹیا خیال کرتے ہیں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیح علیہ السلام سے ہی اپنی فضیلت کا اظہار نہیں کیا بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بھی اپنی فوقیت کے ثابت کرنے میں سعی کی ہے۔ کتاب براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۸۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیل یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تمام دنیا پر اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے جو کچھ بھی کسی کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ بحکم آیات قرآنی مستوجب لعنت ٹھہرے۔ آیت اول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہما اللہ فی الدنیا و الاخرۃ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۵ اس سورہ کی دوسری آیت نمبر ۶۹ یا ایہا الذین امنوا لا تکلونوا کالذین اذوا موسیٰ۔۔۔۔۔ وجیہاً اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تین قول نقل فرمائے ہیں۔ اول قارون نے کسی فاحشہ عورت کو لالچ دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متم کرایا۔ دوسرا موسیٰ علیہ السلام کے جسم میں کسی بیماری کا اتہام ہوگا۔ سو تم ہارون علیہ السلام کے قتل کی اہمیت لگائی۔ یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے ہر تین قسموں کے اتہام کو منع اور حرام قرار دیتی ہے۔ رسول کی شان میں توہینوں وارد ہوا ہے۔ کہ اس کی توقیر اور تعظیم کرو۔ یہی لفظ جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شان میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ وکان عند اللہ وجیہاً۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس سے بہتر طریقہ پر استعمال کیا گیا ہے تاکہ کوئی بد باطن یہودی و عینوان پر گستاخی کرنے کی جرأت نہ کرے۔ الفاظ یہ ہیں۔ وجیہاً

فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاک بازی اور راست گوئی کا ثبوت حدیث شفاعت سے بھی ملتا ہے۔ شفاعت کبریٰ کے لئے میدان حشر میں جب ساری دنیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوگی۔ تو آدم علیہ السلام اپنی ایک ذلت کا بیان فرما کر معذرت پیش کریں گے اور علی ہذا القیاس ہر ایک نبی اپنی معذرت پیش کرنا جائے گا۔ یہاں تک جب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ سوائے اس کے کوئی عذر بیان نہ فرمائیں گے کہ مجھے لوگوں نے خدا کا بیٹا کہا اور مجھے شرم آتی ہے۔ کہ میں خدا کے روبرو شفاعت کے لیے کھڑا ہو سکوں۔ اگر بقول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کسی قسم کا کوئی قصور ہوتا۔ تو وہ ضرور اس موقع پر اعتراف فرماتے۔ پس ان کا یہ اتہام سراسر قرآن اور حدیث کے خلاف ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وحجلی مبارکاً ابن ما کنت اس کے شان میں بھلا کسی جھلے آدمی کے لئے کوئی بے ادبی اور گستاخی کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ رسولوں کو دنیا میں صرف اس لئے بھیجا جاتا ہے۔ کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں جیسا کہ آیت وما ارسلنا من رسول..... یاذن اللہ نساہارہ پنجم سے معلوم ہوتا ہے۔ اور آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ پارہ ۲۶ سورۃ حجرات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کے ساتھ نہایت ادب اور احترام سے پیش آنا چاہیے جس طرح مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس طرح ان کے معجزات کو مسمریزم کہا اور ان کی پیش گوئیوں کو بھی جھوٹا کہا۔ مسمریزم چونکہ اقسام سحر اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے جس کو کسی پاک بازیانیک آدمی کے ساتھ اختصاص نہیں۔ ہر بد اخلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے پھر ان معجزات کو جن کو قرآن حکیم نے نہایت شان و عظمت سے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ذکر فرمایا ہے۔ ان کو مسمریزم یا عمل ترب کہنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ سورہ مائدہ پارہ ساتواں آیت نمبر ۱۱ میں واذا قال اللہ..... الخ یہ معجزات جو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کیے گئے ہیں۔ اس کو آج تک تمام علماء امت اور عامتین قبول کرتے رہے۔ مرزا صاحب نے ان کو مسمریزم وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک رخنہ اندازی فرمائی۔ تیسری وجہ کفر مرزا صاحب کی یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانان عالم کو جو ان کی جماعت میں داخل نہیں خواہ وہ ان کو کافر کہیں یا نہ اور بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کہتا ہے۔ وہ کس طرح خود کفر کی زد سے بچ سکے گا۔ ان کی تکفیر کے فتوے پہلے فتاویٰ احمدیہ سے نقل کئے جا چکے ہیں۔ جو صفحہ ۲۶۹، ۳۰۵، ۳۰۸ پر درج ہیں۔ بس اس تکفیر کی وجہ سے ہم کسی طرح بھی انہیں زمرہ اہل اسلام میں شامل نہیں کر سکتے۔

چند شکوک کا ازالہ؛ بحکمہ العزیز یثبت بکل حشیش۔ چند لوگوں کے اقوال سے اپنے ادعا کے ثبوت کیل سہارا لیا ہے۔ ازالہ جملہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمت اللہ علیہ کی کتاب تذویر الناس کے

صفحہ ۲۸ سے استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال کسی حال میں ان کے لئے مفید اور موید ثابت نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولانا نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ میں تصریح فرمادی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اجماع اُمت سے کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا اور بتواتر معنوی ثابت ہے کہ آپ کے بعد جو ادعاٹے نبوت کرے وہ مسلمان نہیں۔ مولانا نے جو مفہوم خاتمیت کا بیان فرمایا ہے۔ اس کا کسی نئے نبی کے آنے کے ساتھ کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں ہے۔ آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علی الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاء ہیں۔ ختم زمانی اس سے مراد نہیں۔ ہاں بطور التعمام ختم زمانی ثابت ہے۔ ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی کا ہونا ضروری ہے۔ پس اس قول سے مرزا صاحب کی کچھ تائید نہیں ہوئی۔ جس طرح مرزا صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کے کلام سے ایک استدلال پیدا کیا اس طرح محی الدین ابن عربی کے کلام سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ جابجا ان کی کتابوں میں اس کی صاف طور پر تردید موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ کوئی نیابہ نہیں آ سکتا ان کی کتابوں فتوحات اور قصص میں اس کے حوالے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ پس ان بیانات کے بعد میں اس بات پر وثوق رکھتا ہوں کہ کسی احمدی کے ساتھ کسی مسلم عورت کا نکاح نہیں کیا جا سکتا اور اگر کسی شخص سے کسی مسلم عورت کا نکاح تھا اور بعد میں وہ طریقہ احمدیہ میں داخل ہو گیا تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ امور قضائے قاضی کی یا محارب ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق پہلے بیان میں شامی اور عالمگیری کے حوالے مذکور ہو چکے ہیں۔

باقرارصالح

بیان بجرح مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ

میں نے مرزا صاحب کی سب کتابیں دیکھیں۔ جہاں تک میں نے دیکھی تھیں۔ ان میں سے جو کتابیں مجھے معلوم ہیں وہ میں نے پیش کر دیئے ہیں۔ جن کتابوں سے میں نے حوالہ جات پیش کئے ہیں وہ میں نے اکثر دیکھی ہیں۔ جن وجوہات پر میں نے مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی تکفیر بیان کی ہے۔ میں نے ان وجوہات پر جماعت احمدیہ کے علماء سے تبادلہ خیالات کیا ہوا ہے اور خود مرزا صاحب سے بھی۔ عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے نزول کے وقت جو شخص ان کو نہ مانے گا۔ وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے نزول کے وقت علماء یہود ان کے مخالف ہوں گے۔ احادیث کی کتابوں میں یہودیوں کا ذکر ہے۔ کہ وہ مخالف ہوں گے حدیث میں یہ نہیں کہ آپ کی یعنی رسول اللہ صلعم کی اُمت یہودی بن جائے گی۔ یہ احادیث ہیں کہ اُمت محمدی میں اس قسم کے بد اخلاق پیدا اور لوگ پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ یہودیوں میں ہے۔

مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں جو عیسیٰ علیہ السلام اور علماء ظواہر کے دوہیہ کے متعلق جو مکاشفہ

لکھا گیا ہے وہ کسی دوسرے شخص پر حجت نہیں ہو سکتا۔ حجت قرآن اور حدیث ہیں۔ اور مکاتبات صوفیہ
 صرف صاحب کشف کے لئے موجب طماننت و تسلی ہو سکتے ہیں۔ دوسرا شخص ان کے ماننے کے لئے نہ مکلف
 ہے۔ اور نہ وہ اس کے پیمانے کے مکلف ہیں۔ جو کچھ اس حوالہ میں درج ہے۔ وہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ
 کی اپنی رائے ہے۔ میں اسے قرآن اور حدیث نہیں سمجھتا۔ جو رسول آتے رہے۔ اس وقت لوگوں میں سے نہیں
 بعض مانتے رہے اور بعض انکار کرتے رہے علماء میں سے بھی بعض مانتے رہے اور بعض انکار کرتے رہے۔ آیت
 فلما جاء ثمود صراطهم بالبینات الخ سورہ المؤمنین آیت ۳ پارہ ۲۴ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جب ان کے پاس
 رسول کھلی دلیل لے آئے تو وہ اس علم کے ساتھ خوش رہے جو ان کے پاس تھا اور جس چیز کے ساتھ وہ استہزاء
 کیا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ یہ آیت رسولوں کے لئے ہے۔ کسی جھوٹے مدعی نبوت پر اس کو چسپاں
 نہیں کر سکتے مبحث کے ساتھ اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن شریف میں یہ آیت نہیں ہے کہ وما
 یاتی من نبی الا کانوا به یستہزءون۔ یعنی جو کوئی نبی آیا ان کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔
 کتاب حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن صاحب کے صفحہ ۳۶۳ سے جو عبارت پڑھی گئی
 ہے۔ یہ کتاب میں موجود ہے۔ قنائل احمدیہ کے صفحہ ۳۰۵ سے جو عبارت پڑھی گئی ہے۔ جو الفاظ ذیل میں
 ہے یہ لوگ ہم سچائی کے پابند ہیں۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلے ان پر علماء
 نے کفر کا فتویٰ دیا۔ لیکن اس بارہ میں اقدام کس نے کیا۔ یہ اس عبارت سے نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے معلوم
 نہیں کہ محمد حسین ثبالی نے مرزا صاحب کی تکفیر کا فتوے کس سن میں دیا۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے
 کہ وحی نبوت آئندہ کبھی نہیں آئے گی۔ قیامت تک بند ہے۔ وحی نبوت سے مراد میری یہ ہے کہ نہ نیانی
 بناتے والی وحی آئے گی اور نہ اگلے نبی پر وحی نبوت آئے گی۔ میں اس کے متعلق پانچ آیتیں کل پیش کر چکا
 ہوں آیت خاتم النبیین سے پایا جاتا ہے کہ آئندہ ایسی وحی نہیں آئے گی۔ وحی نبوت سے یہ مراد ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنائے۔ یا بذریعہ جبرئیل علیہ السلام ہو۔ یا اس کے بغیر بذریعہ القائے علی القلب
 اور اسے تبلیغ کا حکم دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تشریحی تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تبلیغ
 بھی کرنے آئے تھے۔ اور چند احکام ان کی شریعت میں نئے بھی تھے۔ آیا یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام
 بھی نئے احکام لے کر آئے تھے لہذا سوال کو میرے مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ قضیہ شرطیہ کئی قسم پر ہوتا ہے
 کبھی مقدم اور شرط جزاء دونوں محال ہوتے ہیں۔ اور کبھی ہر دو ممکن اور کبھی ایک محال اور ایک ممکن علی
 ہذا لقیاس اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جب تک کسی خاص صورت کو بیان نہ کیا جاوے۔ مطلق شرطیہ کے
 ہونے پر اہتمام آنے یا نہ آنے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اگر متکلم نے کسی مسئلہ کو صاف طور پر بیان کر دیا ہو۔ اور
 آنے والے شبہ کو بالکلہ زائل کر دیا ہو۔ اور اس کے کلام میں کسی قسم کی تلبیس اور دخل شامل نہ ہو تو اس کے

مہم کلام کو اسی مصرح کلام پر حمل کیا جائے گا۔ مگر ان چیزوں کا پتہ سیاق سابق اور اس کے گرد و پیش کے مضامین سے چل سکتا ہے۔ جن نبیوں پر وحی آتی رہی۔ انہیں اپنی وحی پر کامل یقین تھا۔ بزرگوں کو الہام ہوتا ہے۔ جو ان کے اپنے لئے ہوتا ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں ہوتا۔ قرآن شریف کی آیت و اوحینا الی ام موسیٰ میں وحی سے مراد الہام ہے۔ وہ الہام کسی نبی یا انسان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انسانوں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہو سکتا ہے۔ جیسا سورہ نحل کی آیت و اوحی ربک الی النحل میں مکھی کی طرف وحی ہونے کا ذکر ہے۔ اور ان میں امر بھی موجود ہے۔ جیسا ام موسیٰ کی طرف امر کی وحی الہامی ہوئی اس وحی کا انسانوں کے ساتھ کوئی اختصاص نہیں چہ جائے کہ انبیاء سے مختص ہو۔ جو وحی غیر انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض کا تعلق امور عینیہ سے ہوتا ہے۔ اور بعض اپنی طبعی ضروریات کے لئے موحی الیہ گردانے جاتے ہیں۔ جس شخص کو رسول اللہ صلعم کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ توحید کا قائل ہو۔ اسے ہم مومن کہیں گے۔ کافر نہیں کہیں گے۔ احمدیہ جماعت خاتم النبیین کے منکر ہیں یعنی خاتم النبیین کا جو مفہوم ہے۔ جیسے قرآن مجید نے اور احادیث صحیحہ نے اور اجماع امت نے محقق کیا ہے۔ جماعت احمدیہ اس کی منکر ہے۔ میلہ کذاب رسول اللہ صلعم کو رسول اللہ مانتا تھا۔ مگر کتا تھا کہ میں بھی رسول ہوں۔ وہ اس لئے قتل کیا گیا۔ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ میلہ کے دو قاصد رسول اللہ صلعم کے پاس چٹھی لے کر آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر قاصد کو قتل کرنے کا امتناعی حکم نہ ہوتا تو میں انہیں قتل کر دیتا۔ چونکہ قاصد نہیں قتل کئے جاتے اس لئے ان سے درگزر کی گئی اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ جب مدعی نبوت کے قاصد مستوجب قتل ہیں۔ صرف ان کی فرستادگی مانع قتل تھی تو میلہ کذاب کو کیوں مستوجب قتل قرار نہ دیا جاوے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں بہت سے کفار سے جن کے ساتھ جنگ کرنی ضروری تھی یا ان کا قتل کرنا ضروری تھا۔ عد قہمیر اسباب کی وجہ سے اسے ملتوی کیا گیا۔ صحابہ کرام نے انہیں چیزوں کو رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق اپنے وقت میں پورا کیا۔ میلہ مستوجب قتل پہلے تھے بغاوت اس نے اس کے بعد کی دونوں چیزیں اس کے قتل کے لیے اکٹھی ہو گئیں۔ میلہ کے قاصدوں کو جب مستوجب قتل سمجھا گیا تو اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ میلہ قابل قتل تھا۔ جھوٹے نبی کو قتل کرنے کا حکم شرعی ہے۔ مسلمانوں کا قانون اور سیاست اور شریعت ایک چیز ہیں۔ دوسرے لوگوں کے قانون اور یہیں شریعت دوسری ہے۔ سزا کا دینا حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ علماء اور مفتیوں کا کام صرف حکم شرعی کو بیان کرنا ہے۔ اس کو نافذ قاضی کیا کرتا ہے۔ جھوٹا مدعی نبوت چونکہ خاتم النبیین کا منکر ہے۔ اس لئے واجب القتل ہے۔ جب کسی ملک میں کفار موجود ہوں جو شریعت اسلامی کے منکر ہوں تو وہ بحکم آیت وقاتل الذین... من الکفار بادشاہ مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اس آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے ملک میں فوج لے کر جائے اور پہلے ان کو اسلام کی دعوت دے اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان

کے خون اور مال بھاری طرح محفوظ اور وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو بادشاہ وقت ان سے ٹیکس لے کر امن قائم کرنے کی ہدایت کرے۔ اور ان سے وعدہ لے لے کہ وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوں تو خدا کا نام لے کر جہاد کا اعلان کر دے۔ اور ان سے جنگ ہدال کا سلسلہ جاری کرے۔ جو حکومت ایسا نہ کرے۔ اس کا قصور۔ اگر کوئی شخص نبوت کا یہ معنی لے کہ اس کی طرف تبلیغ کے لئے وحی ہوئی ہے۔ خواہ وہ تشریحی کہلائے یا غیر تشریحی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر نبوت بمعنی اخبار یا الہام کے ہو تو ہم اسے کافر نہیں کہیں گے مگر مدعی نبوت تبلیغی کو ہر حال میں کافر کہا جائے گا خواہ اس کی وحی اور الہام قرآن کے موافق ہو یا مخالفت جو شخص اس حدیث ان الرسائل والنبوة..... قطع کا یعنی جو شخص یہ سمجھے کہ وحی نبوت اور خاص رسالت کا سلسلہ منقطع ہے یعنی یہ سمجھے کہ وحی نبوت باقی ہے تو وہ شخص کافر سمجھا جائے گا۔ وحی نبوت کے معنی تبلیغی وحی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر رسول اللہ صلعم کے بعد اب کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت بھی ان پر جبرئیل علیہ السلام نہیں آئیں گے۔ کتاب حج الکرامہ صفحہ ۳۱۴ میں جو حدیث مع وحی کا ذکر آیا ہے وہ مسلم ہے۔ مگر وحی تبلیغی مراد نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام جو اس وقت حکم کریں گے وہ اس سے پیشتر رسول اللہ صلعم فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی جدید وحی نازل ہو گی بطور الہام ان کو یا بطور تعرف ان کو حدیث رسول اللہ صلعم کی معلوم ہو جائے گی اور اس پر وہ عمل کریں گے نواب صدیق حسن صاحب مضاف کتاب مذکور میرے پر حجت نہیں ہو سکتے۔ نواب صاحب کو مغالطہ ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلعم کے بعد کسی پر وحی نبوت لے کر آئیں اور تبلیغ کے لئے ان پر وحی ہو۔ بشرطیکہ اس کی عبارت میں کسی تاویل یا خلاف ظاہر پر عمل کرنے کی کوشش نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اس وقت وہ رسول ہوں گے۔ بنی اسرائیل کے لئے توراہ شریعت کامل تھی۔ اور بعد میں انبیاء اس کی اشاعت کے لئے آتے رہے کیونکہ دوسرے نبیوں کے آنے کی رکاوٹ نہ تھی اس لئے وہ آتے رہے۔ مگر ہماری شریعت میں دوسرے نبی کے آنے کے لیے ایک حذر روایتیں حائل ہیں۔ اس لئے کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ جو اس شریعت کو آگے بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح جاری رکھے۔ رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا یہ مطلب ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ ہر نبی کے بعد دوسرا نبی اس کا جانشین ہو کر اس کی شریعت کی ترویج کیا کرتا تھا۔ مگر میری امت میں وہ منصب جو انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا۔ کہ وہ شریعت کی حفاظت کریں۔ علماء کو دیا گیا ہے۔ چونکہ میرے بعد نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ فریضہ علماء کا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت شریعت محمدی کی ترویج کریں گے خاتم کالفظ جب جمع کی طرف مضاف

لہجہ میں ایک نبی کو دوسرے نبی پر بلکہ اپنی ذات کو دوسرے نبی پر توہین لہجہ میں فضیلت دینے کے لئے اقلناعی حکم صادر فرمایا۔ موسے علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے جھگڑا کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے اس سے ہارون علیہ السلام کی موسے علیہ السلام نے کوئی توہین نہیں کی۔ بلکہ غصتہ کی حالت میں ایک نبی اپنے دوسرے بھائی اور نبی سے لڑ پڑا اور یہ حالت جو ان سے شدت غضب کی حالت میں ہوئی تھی۔ اس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مانگی۔

آنحضرت صلعم نے موسے علیہ السلام کے متعلق حضرت عمر کے توراہ کے چند صفحات پڑھنے پر جو کچھ فرمایا اور جو احادیث میں وارد ہے۔ ان الفاظ سے موسے علیہ السلام کی کوئی توہین ظاہر نہیں ہوتی۔ سوال مکرر: جس شخص کو رسول اللہ صلعم کی دعوت نہ پہنچی ہو وہ اُمت تبلیغی میں داخل نہیں۔ جو احکام کو سن کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہاں اُمت دعوت میں ساری دنیا داخل ہے۔ وہ جہنمی نہیں ہے۔ اسے مسلمان اس لئے کہا جائے گا کہ اس نے خدا کی توحید کو قبول کر لیا ہے۔

آیت دکھار سلنا من نبی کی آیت میں فی الاولین کا لفظ ہے۔ اور اس کا تعلق پہلی اُمت کے ساتھ ہے مسلمہ کذاب کو مفسرین نے من یرتد منکوعن دینہ کی ذیل میں داخل کیا ہے۔

دستخط حج محمد اکبر

من کرد دست تسلیم کیا

دستخط۔ محمد اکبر

۳۱۔ اگست ۱۹۳۲

بیان جلال الدین صاحب شمس گواہ عبد الرزاق مدعا علیہ

۵ لغایت ۱۲ - نومبر ۱۹۳۲ء

جلال الدین شمس کا شمار جماعت مرزائیہ کے صفِ اول کے مبلغین میں ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے بطور مختار مدعا علیہ تین برس تک عدالت میں پیروی مقدمہ کی۔

اُن کا بیان ۵ لغایت ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء جاری رہا۔ ازال بعد مولانا ابوالوفاض صاحب مختار مدعیہ نے یکم لغایت ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء ان پر ایسی دلائل قاطع و براہین ساطع کے ساتھ جرح فرمائی کہ شمس صاحب کے بیان کا کذب و فریب پارہ پارہ ہو گیا۔

ادارہ _____

آئینہ حقیقت

حضرات قارئین!

پیش نظر مجموعہ کا یہ حصہ قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہونے والے گواہان جلال الدین شمس و غلام محمد کے بیانات اور جرح پر مشتمل ہے جو انہوں نے حضرات علماء ربّانی کے بیانات اور ان کے پیش کردہ دلائل و براہین کے مقابلے میں فاضل عدالت میں قلمبند کرائے تھے۔ ہم نے یہ بیان عدالت کے ریکارڈ سے حاصل کئے ہیں۔ مرزائی جماعت نے بھی اپنے پریس سے یہ بیانات شائع کرائے تو نہایت ہی گھناؤنے انداز سے عدالت میں بیان کردہ بیانات کو مسخ اور تحریف کر کے شائع کیا تاکہ اپنی شکست پر ایک بار پھر دجل و فریب کا پردہ ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش کرے اور اس مغالطہ میں ڈال سکے کہ عثمان ربّانی کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا رد کر دیا گیا۔ ہم نے ایسے موقعوں پر نشاندہی کے لیے بھی اسی بات کو کافی سمجھا ہے کہ حضرات قارئین کو بتادیں کہ اصل عدالتی ریکارڈ سے حاصل شدہ مواد یہ ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں اور اس کے خلاف جہاں جہاں جو مرزائی پریس سے شائع کردہ کتابچہ میں نظر آئے اس کو تحریف سمجھیں اور جن صاحبان کو مطابقت کا ثبوت مطلوب ہو وہ ادارہ سے بصد شوق رجوع فرما سکتے ہیں۔

۵ نومبر ۱۹۳۲ء

بیان گواہ مدعا علیہ باقر صالح جلال الدین شمس ولد امام دین مبلغ قادیان سکنتہ قادیان عمر ۳۰ سال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جو لوگ ایمان لائے۔ ان کے ایمان کی دفعات قرآن مجید کی مندرجہ
ذیل آیت میں مذکور ہیں :-

امن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته
وكتبه ورسوله لا تفرق بين احد من رسله (سورة بقرہ آیت ۲۸۶) پیغمبر جو کچھ اس پر خدا کی طرف سے اُتر اس پر
ایمان لایا اور تمام مومنین۔ ہر ایک خدا پر ایمان لایا اس کے تمام فرشتوں پر۔ اس کی تمام کتابوں پر۔ اور اس کے تمام پیغمبروں
پر۔ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔ اس آیت میں جو یہ فرمایا کہ
جب کوئی شخص قرآن شریف پر ایمان لایا تو اس کے اندر جو کچھ ہے۔ اجمالاً یا تفصیلاً اس سب پر ایمان لایا جیسے
خدا تعالیٰ کی صفات اور نیامت حشر و نشر و دوزخ و بہشت -

اسی طرح اللہ تعالیٰ متقی کی صفات میں بیان کرتا ہے۔ الذین یؤمنون بالغیب ہم یؤمنون
سورة بقرہ کو ح اول۔ کہ مومن اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے
ان کو دے رکھا ہے اس میں سے ماہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اسے رسول جو تجھ پر اتارا گیا اور جو تجھ سے
پہلے اتارا گیا۔ اس سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ پس یہی لوگ اپنے رب کے سیدھے
ساتھے ہیں۔ اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ غیب میں تمام غیبات کا ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدس
ذات ہماری نظروں سے غیب ہے۔ اور ملائکہ بھی ہم سے غیب میں۔ اور رسل میں رسالت کے لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ
ان سے کلام کرتا ہے۔ ہم سے مخفی اور پوشیدہ رہتا ہے۔ اسی طرح قضا و قضا مورا آخرت اور دوزخ و جنت بھی ایمان
بالغیب میں داخل ہیں۔ حقوق اللہ۔ اور عبادات میں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی عبادت یعنی نماز کا
اور حقوق العباد میں سے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا ہے کہ جو آنحضرت صلی
طرف اتارا گیا ہے۔ اس پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور اسلام کے متعلق استفسار کیا۔ تو حضور
سید المرسلین نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر بوٹ
و ملت پر۔ اور تقدیر پر یقین رکھے۔ اور اسلام کو ای دینا اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی

اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ اور نماز کا ادا کرنا اور زکوٰۃ کا دینا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور بیت اللہ کا فرض استطاعت) حج کرنا ہے۔ اس پر جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور جبریل کے پہلے جانے پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ حضرت جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور نے فرمایا ہے۔ بئیی الاسلام علی خمس الخ کہ اسلام کی بنا پانچ امور پر رکھی گئی ہے یعنی کلمہ شہادت، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا دینا، رمضان شریف کے روزے رکھنا، اور طاعت ہے تو حج کرنا ایک تیسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اھوت ان اقاتل الناس کبھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ اصل توحید اور وہ چیز جس کے ساتھ اعتقاد صحیح ہوتا ہے یہ ہے کہ انسان کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں پر۔ اور اس کے تمام رسولوں پر۔ اور بعثت بعد الموت پر اور تقدیر خیر و شر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر۔ اور حساب اور میزان اور رحمت و نادر پر۔ کہ یہ سب باتیں سراسر حق ہیں (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴) مملوہ عجبہ درآباد۔

اسی کتاب شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۳۴ پر ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو وہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ فرائض و عمرات سے بے خبر ہو۔

پھر صفحہ ۳۵ پر ہے کہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض یا عمرات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں۔ ان پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندی کا اظہار کرے۔

فقہ کی کتاب البحر الرائق جلد ۵ میں لکھا ہے کہ طحاوی کی شرح میں ہے کہ قاضی امام ابو یوسف سے مرتد کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیوں مسلمان ہو گا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ کلمہ شہادت میں پڑھے۔ اور جو خدا کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار کرے اور جس دین یہودیت یا عیسائیت کو اس نے اختیار کیا تھا۔ اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے اور بعثت اور نعور کا اقرار کرنا مستحب ہے۔

پس قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا امور جس شخص میں پائے جاویں وہ مومن اور مسلمان ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود و مرزا غلام احمد صاحب کا مذہب ان کی اپنی کتب سے بیان کرتا ہوں۔

آپ نورالمحی حصہ اول صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں :-

ہم مسلمان ہیں۔ خدا کے وعدہ لاشریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اور خدا کی کتاب قرآن اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء ہیں مانتے ہیں۔ اور یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور اہل قبلہ ہیں۔ اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا اس کو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ سے ہمیں پہنچا اس کو قبول کرتے ہیں۔ چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو نہ سمجھ سکیں اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومن اور مومنین ہیں۔ پھر اپنی جماعت کو اپنی کتاب کشتی نوح صفحہ ۱۴ تا ۱۵ میں فرماتے ہیں :-

پیرودی کرنے کے لیے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق اکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی۔ ابدی اور غیر متغیر خدا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ اس کا کوئی بیٹا۔ اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم صیبت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لیے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔ اور نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور سفینہ نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ رہے۔ تم اس دقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ صحیح تقویٰ کی راہ پر قدم مارو گے۔ سو اپنی بیخ وقتہ غمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کر دو۔ ہر ایک کو زکوٰۃ دینے کے لائق ہے۔ وہ زکوٰۃ دے اور جس بیخ فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے گا۔ اس طرح آپ نے اپنے ایک اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں مندرجہ کتاب تبلیغ رسالت ص ۲۱ پر فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :-

کہ ایمان لاتا ہوں میں اللہ پر۔ اور اس کے ملائکہ پر۔ اور کتابوں اور رسولوں پر۔ اور مرنے کے بعد قیامت کے دن جی اٹھنے پر۔ اور ایمان لاتا ہوں میں خدا کی کتاب عظیم پر۔ جو قرآن کریم ہے اور تابداری کرتا ہوں تمام رسولوں سے انفس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں علی وجہ البصیرۃ کہ کوئی ہو نہ مسعود غنائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ و احد کے جس کا کوئی شریک نہیں محمد معلم خدا کا خاص بندہ۔ اور اس کا رسول ہے اسے رب مجھ کو مسلمان ہی زندہ رکھ اور اسلام پر ہی دفات دے۔ اور میرا حشر اپنے مومن بندوں کے ساتھ کر اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے۔ اور سوائے تیرے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ اور تو ہی میرا سب سے بہتر

گواہ ہے گا
اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوندِ عظیم و سميع اول الشاہدين ہے۔ کہ میں ان تمام عقائد کو ماننا ہوں
جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ
میں درج ہیں گا

پھر اپنی ایک تصنیف التسلین صفر ۳۸ پر لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تمام رسولوں سے بہتر اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء عربی۔۔ اور تمام ان انسانوں سے جو گذر چکے یا آئندہ قیامت تک
ہوں گے افضل ہیں۔ اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر آیت ایک بحرِ زخار ہے جو ہدایت کی تمام قسم کی ہار کیوں
سے معمور ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سراسر حق ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ
ہے کہ نبوت صرف اسلام میں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتی ہے اور جو امور اسلام کی تعلیم
کے خلاف ہیں ہم ان سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ اور ہمارے پاک رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ لائے ہیں اس پر ہمارا
پختہ ایمان ہے۔ اور جو شخص ان مذکورہ عقائد کے خلاف ہماری طرف کوئی عقیدہ منسوب کرتا ہے تو وہ ہم پر افتراء کرتا ہے
اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں سزا دے گا اور حضرت سیدنا امام احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جان نثار غلام ہوں۔
پھر مواہب الرحمن کے صفحہ ۷۸ پر تحریر فرماتے ہیں :-

اور کوئی عمل اور عبادت قبول نہ ہوگی جب تک کہ آنحضرت اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار سپے دل سے نہ
کیا جائے اور دین اسلام پر ثبات و قیام نہ ہو۔ اور وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ جس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اور بقدر طاقت تمام امور
میں آپ کی پیروی نہ کی۔ کوئی نئی شریعت آپ کے بعد نہیں اور نہ کوئی کتاب آپ کی شریعت کو منسوخ کر سکتی ہے
اور کوئی شخص آپ کے مبارک کلمہ کو بدل نہیں سکتا۔ اور جس نے ذرہ بھر قرآن شریف سے کلمہ
گردانی کی وہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ اور ہرگز کوئی شخص نبوت نہیں پاسکتا جب تک ان تمام امور میں جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ثابت ہو چکے ہیں آپ کی پیروی نہ کرے اور جس نے ایک ذرہ بھر آپ کی وصیت اور حکم کو چھوڑا وہ گمراہ ہو
گیا۔

پھر اپنی ایک کتاب ایام الصلح صفحہ ۸۶ - ۸۷ پر فرماتے ہیں :- کہ
جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے۔ وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس مذاکے کلام کو پختہ مارنے کا حکم ہے
ہم اس کو پختہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حبیبہ کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو۔ قرآن کریم کو ہم ترجیح
دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔

اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر ارجاسا حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان منکرہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈلے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر رہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لادیں۔ اور صوم اور صلوٰۃ و زکوٰۃ اور حج۔ اور اسی طرح خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جو پر سلف صالح کو اعتقاد ہی اور علی طور پر جماع تھا۔ اور وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ نقوی اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

پس مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہے کہ۔

ہمارے عقائد اسلام کے عین مطابق ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سب سے بزرگ اور آخری کتاب قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جن باتوں کو ایک شخص کے حوموں اور مسلمان ہونے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان سب پر ظہور دل اور مصمم قلب سے ہم یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ ہم بغفلہ بجالاتے ہیں۔ اور بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے ہیں۔

ما ملانیم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا!
اندیوں دیں آمدہ از مادریم ہم بریں از دار دنیا بگذریم

(سراج منیر)

یہیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہمارا وہی دین ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لائے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں لیکن باوجود ہمارے اس اقرار کے گواہان فریق ثانی نے ہمیں کافر و مرتد اور ضال اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریات دین

کا منکر ٹھہرایا ہے اور جن امور کی بنا پر انہیں کافر اور مرتد کہا ہے۔ ان کی ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے فتویٰ تکفیر کی بنیاد بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے اس لیے قبل اس کے کہ میں ان وجوہ تکفیر کی تردید کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ جن علماء کے اقوال کی سند پر گواہوں نے ہمیں کافر قرار دیا ہے۔ ان کے تحریر اقسام کے متعلق کچھ بیان کروں۔ سو واضح رہے کہ گواہان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ کسی مسلمان پر اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جب وہ ضروریات دین کا انکار کرے۔

اس لیے اب میں ذیل میں چند ان امور کا ذکر کرتا ہوں جن کی بنا پر علماء نے لوگوں کو کافر و مرتد ٹھہرایا ہے۔ اور ان امور کو ضروریات دین سے کہا ہے اور ان کے منکر کو کافر و مرتد کہا ہے۔

اور کتاب الاشباہ والنظائر صفحہ ۷۵ تا ۷۹ اور اسی طرح شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۷ تا ۱۶۲ پر درج ہیں۔ ان فتاویٰ کو اگر مد نظر رکھا جاوے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ جن مقدس اور افضل ترہین بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے وہ سب کافر ہوں نعوذ باللہ جیسے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سید عبد القادر جیلانی نے ملاحظہ ہوا امام شعرانی کی کتاب البیواقیات والحواہر ص ۱۶۳ جلد اول مطبوعہ مصر۔

اسی طرح تمام شیعہ کافر اور واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ جن کی توبہ بھی قبول نہیں اور تمام وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو اکثر کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے ہی جانا ہے تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہیے اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفاتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو اور عیسائی افسران کو تحائف دیتے ہیں کافر ہیں اور ان عہد توں کے پسے جو اپنے خاندانوں کی بدسلوکی کے باعث تنگ ہیں اور ان کے متحد نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب بتائی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی عورت یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوتی ہوں تو مہا کافر ہو جائے گی۔ اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور

وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا بیٹ لگاتے ہیں کافر ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلبہ جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں۔

اور اسی طرح ہزار ہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر جنہیں یہ مولوی لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں۔ ہنستے ہیں کافر ہوئے۔

اور اسی طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر۔ کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہیں۔

اسی طرح تمام نو تعلیم یافتہ مسلمان جو مولویوں سے متاثر ہیں۔

اسی طرح وہ صدہا مسلمان بانہ اروں میں اور گلی کوچوں میں بھیک مانگنے والے فیضوں کو جو خدا کا واسطہ دے کر آگتے ہیں یا کہتے ہیں خدا کے واسطے یہ کام کر دو۔ یا فلاں چیز دے دو لیکن وہ بالکل نہیں دیتے کافر ہیں اسی طرح سیکھوں یا دوست عزیز و آشنا آپس میں ایک دوسرے کو خدا کا واسطہ دے کر کام کرنا چاہتے ہیں لیکن دوسرا نہیں کرتا۔ پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جا سکتا ہے تو مذکورہ بالا فتاویٰ کے ماتحت تمام ایسے مسلمان کافر ہیں۔ اور ان کا نکاح فسق اور اولاد ولد الحرام ہوتی۔

اصول مذکورہ بالا پر علماء کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے۔ کیونکہ گواہان فریق مخالف نے اپنے بیانیوں میں مفسرین کے اقوال سے بھی یہی سند پکڑی ہے۔ اس لیے میں مفسرین کے یہی چند اقوال نقل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کر لیا جائے اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رائے لکھی ہے کہ **تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین یعنی متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردی دونوں باتوں سے پڑ ہیں اس لیے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہو کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور اور تدبیر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اس کو اختیار کریں۔**

مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان میں سے خود چند بلند پایہ اور مقتدر ائمہ نے اسی امر کی صراحت کر دی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے۔

پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان میں سے خود چند بلند پایہ اور

مقتدر ائمہ نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

محدث دہلوی نے ائمہ کے اقوال اپنی مشہور کتاب **حجۃ اللہ البالغہ** میں درج کئے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے کہ یہ رائے نعمان بن ثابت کی ہے۔ اور جو کچھ ہم اپنی تحقیق سے اب تک معلوم کر سکے ہیں۔

اس کے لحاظ سے یہ سب سے احسن ہے۔ لیکن جو شخص اس سے زیادہ اچھی بات معلوم کر لے تو وہ درست ہونے

کی زیادہ مستحق ہے۔ (مشاہد جزو اول)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مزنی سے کہا اسے ابراہیم تو میری ہر بات میں تقلید نہ کر تو خود بھی

غور کیا کہ کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۵۱۔ جزو اول)

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا لا تقلدنی کہ تو نہ میری تقلید کر نہ امام مالک اور نہ اوزاعی و حنفی کی۔ اور نوا حکام

کتاب و سنت سے لے جہاں سے انہوں نے لئے ہیں۔

الغرض اپنے علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں لفظ اور لائل کتاب سے نقل کیا ہے۔ عیسٰی یہ ضرور ہی نہیں کہ پچھلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں ہم آئندہ تکہ بندہ کے اس پر ایمان لے آئیں۔ بلکہ علماء فریضہ کے ان کے فتاویٰ اور افواہ کو ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن و سنت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں۔ اور مخالف کو چھوڑ دیں۔ اور امت کے ان معتد علماء کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں موافق و مخالف پائیں یا جو وہ سمجھ کے وہ ہم تک پہنچا دیں جس کے لیے وہ تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

گواہان فریضہ مخالف کی پیشکردہ وجوہ تکفیر!

اور ان کا رد

فریضہ ثانی نے اپنی شہادت میں لکھوایا ہے کہ ادعا و وحی کفر ہے۔ اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے اور خواہ نبوت کا مدعی بھی نہ ہو۔ تب بھی کافر ہے۔ اور وحی یہ ہے کہ فرشتہ کو بھیجا جائے۔ کہ فلاں سے جا کر یہ کہہ دو۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ نبی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور فریضوں کے لیے کشف۔ الہام یا وحی معنوی ہو سکتی ہے۔ جب ہم قرآن مجید پر غور کرتے ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وحی صرف پیغمبروں سے مخصوص نہیں چنانچہ یہ امر مذہب ذیل آیات سے ثابت ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسَلُ رَسُولًا يُؤْتِيهِ بَأْذَنَهُ مَا يَشَاءُ (شوریٰ ۲۱) کہ کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا جیسے کسی قاصد کو (یعنی فرشتہ کو) جو اسے وحی کرے خدا کے حکم سے جو خدا چاہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طریقوں سے کلام کرتا ہے۔ اور غیر پیغمبر سے نہیں کرنا بلکہ آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ سورہ قصص اول کورہ میں فرماتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَاذْرَعِيهِ فَإِذَا خَفْت عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكَ وَجَا عِلْوًا مِنَ الْعَرَسَلِينَ (قصص ۲۰) کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ تو موسیٰ کو دو دھ پلا، پھر جب تجھے اس کی نسبت خوف لاتی ہو۔ تو اسے دریا میں پھینک دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا

کیونکہ ہم اسے پھر نیرے پاس لے آئیں گے اور ہم اسے پتھر بنانے والے ہیں۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ مخزنہ کی طرف وحی آنے کا خود اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے جو پیغمبر یا نبیہ نہیں بنیں۔ پس اگر وحی صوفیوں کے ساتھ مخصوص ہوتی تو ام موسیٰ علیہ السلام پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔

(۳) سورہ مریم کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَرْسَلْنَا اِيَهَا رُوحَنَا كَرِهْمَ نَعْلَمُ حَضْرَتِ مَرْيَمَ كِي طَرَفِ تَبْرَائِيْلَ كُو مَجِيْمًا اَسِي طَرَحِ فَرَايَا. وَاِذْ قَالَتْ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ. يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِيْنَ. كَرَجِبِ شَيْئُوْنَ نَعْلَمُ اَسِي مَرْيَمَ اللّٰهُ نَعْلَمُ تَجِبِ بَرَكْرِيْدَه كِيَا هِي. اُو زِيْرِي طَهْمِيْرِي كِي هِي. اُو رُوْنِيَا جِهَانِ كِي عُوْرُوْنَ پَر تَجِبِ مَصْطَفَا نِي عَطَا كِي هِي. نُو اَسِي مَرْيَمَ نُو اَسِي رَب كِي مَطِيْعِ وَفَرَا نُو اَر هِي. وَغِيْرَه

(۵) پھر فرمایا وَاِذْ قَالَتْ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يَبْشُرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقْرَبِيْنَ. (رَا لِعْرٰنِ ع) یعنی جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا اور وہ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَلْنَا يَا ذَا الْقُرْبٰنِيْنَ اِنَّا نُوْنِى اَمَانَ تَعْدَب وَا مَانَ تَتَّخِذُ فِيْهِ مَحْصَنًا (كَمَفِ ع) یعنی ہم نے کہا اے ذوالقربنیں اگر تو چاہے۔ تو ان لوگوں کو عذاب دے یا ان کے بارہ میں حسن سلوک کا طریق اختیار کر۔ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

(۲) جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی کلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت ۱ سے ظاہر ہے۔

(۳) فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں۔ جیسا کہ آیت ۱ سے ظاہر ہے بعض وقت غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہو جاتی ہے۔ جس میں امر و نہی ہوتے ہیں جیسا کہ آیت ۱ سے ظاہر ہے۔

غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت ۱ سے ظاہر ہے۔

فرق ثانی کے گواہان نے کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی قرآن مجید یا حدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی ہاں صرف ایک گواہ نے آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك پیش کر کے کہا ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوتی

ہوتی۔ تو اس آیت میں ضرور ذکر کیا جاتا۔ چونکہ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہو سکتی۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے۔ کہ اس آیت میں تشریحی وحی کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ آنحضرت معلوم کے بعد ایسی وحی جو آپ کی تاریخ ہو منقطع نہیں۔ اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اسی قسم کی ایک دوسری آیت ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك کی تفسیر میں علماء متقدمین نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام عبدالعظیم شحرانی بحوالہ فتاویٰ الیوم کیسے اپنی کتاب البیواقیۃ والجاہر جلد ۲ ص ۹۴ پر لکھتے ہیں۔

کہ انہ لم یحیی لنا خبر الہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی تشریح ابد۱۔
انما لنا وحی الا لہام قال تعالیٰ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك ؕ
کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر الہی نہیں آئی جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت کے بعد وحی تشریحی ہوگی۔ بلکہ اب وحی الہام ہوگی۔ جیسا کہ آیت ولقد اوحی سے ظاہر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اکابر علماء کو کچھ ہے کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی۔ اور حدیث میں آنحضرت مسلم فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔ علامہ ابن حجر سے جب پوچھا گیا کہ کیا آفرزانیہ میں جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو ان پر وحی ہوگی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں ان پر وحی ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (روح المعانی جلد ۶۵)
تیسرا جواب یہ ہے کہ بقرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسیح موعود آئے گا تو ان پر جو وحی ہوگی۔ اسے خدا کی طرف سے یقین کرے۔

پس اس لحاظ سے یہ آیت تشریح وحی کے اظہار پر دلالت کرتی ہے نیز تشریح وحی کے اظہار پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ اب میں قرآن مجید سے ثابت کرتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت مسلم کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس کی ایک عقلی دلیل جس کو خداوند تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے کہ البیواقیۃ کہ جو اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا اور ان کی بات کا جواب نہیں دیتا مسموؤ کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

(۱) الحدیر وانہ لا یکلّمہم ولا ینہد یمہم سبیلاً (پارہ ۹ ع ۲۶) فلا یردون الا یرجع الیہم قولاً (پارہ ۱ ع ۱۰)
یعنی یہ یہ بھڑے کو پوجنے والے اس بات کو نہیں دیکھتے کہ جس کو انہوں نے اپنا خدا اور معبود بنا یا ہے۔ وہ نہ ان سے کوئی کلام کرتا ہے۔ اور نہ انہیں تاریکی میں ہدایت دیتا ہے۔ یقیناً اس کو خداوند تعالیٰ بنانے والے بڑے ظالم اور بے انصاف ہیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ بھڑے کو معبود بنانے والے اتنا غور نہیں کرتے کہ وہ ان کا جواب نہیں دیتا۔

ان آیات سے ثابت ہو کہ بندوں سے خدا کا کلام کرنا ضروری ہے۔ پس کیونکر مان لیا جائے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کا آواز نے والا خدا جو بھڑے کی معبودیت اور الوہیت کا ابطال اس کے عدم حکم کی وجہ سے کرتا ہے۔ خود اپنے پیار سے بندوں سے ویسے سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا وہ معبود ہونے کے لائق نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ **ومن اضل ممن يدعوا من دون الله من لا يستجيب له الى يوم القيامة وهم عن دعواتهم غافلون** (سورہ اہتاف ع) کہ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں۔ جواب دینا تو درکنار وہ تو اس کی پکار سے بھی بیخبر محض ہیں۔

اس آیت سے ثابت یہی ہے کہ خالق و دو جہان خدا اپنے بندوں سے یہ کلام ہوتا ہے۔ ہاں بھولے خدا اور معبودان باطل اپنے بندوں کی پکار نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔ اب اگرچہ خدا کی نسبت بھی یہی تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی نہ کسی کو جواب دیتا ہے نہ کسی کی پکار سنتا ہے تو مخالفین اسلام اسی دلیل کو قرآن کے خلاف پیش کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله** (آل عمران ع) کہ اسے رسول تم ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم خدا سے واقعی محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو خدا تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اب یہ بدیہی بات ہے کہ محب اپنے محبوب سے ہم کلام ہو۔ اور اس کی بابت ہے۔ اور اپنی کہے۔ درتہ عدم کلام نفی محبت پر دلیل ہو گا۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اخشعوا فيها ولا تكلمون** (المومنون ع) دوسری جگہ فرمایا **ولا يكلمهم الله يوم القيامة** (سبقرول ع)

یعنی اللہ تعالیٰ جنہی اور دوزخی لوگوں سے کلام نہیں کرے گا۔ اور فرمائے گا۔ **جاد ذلیلو** مجھ سے کلام مت کرو۔

پس ثابت ہوا کہ کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ لہذا خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ پہلے جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا۔ تو اب نہ کرے پھر یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے وہ اس کا متکلم ہونا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب قیامت کے دن تک اس صفت کا تعطیل مان لیا جائے اور کہا جائے کہ اس کی صفت تکلم نائل ہو چکی ہے یعنی کہ اب وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا۔ تو اس کا سبب ہو کیونکہ معلوم ہو گا۔ کہنے والے یہ بھی کہہ دیں گے۔ کہ وہ پہلے سبب تھا۔ اب نہیں۔

اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دردنازہ پر آہ و بکاؤ اور گریہ و زاری کرتے ہوئے بغیراری کی حالت میں جائے مگر محبوب نہ دردنازہ کھولے اور نہ اندر سے کوئی آواز دے۔ تو یقیناً وہ عاشق نا امید ہو کر لوٹے گا۔ اور خیال کرے گا۔ کہ یا تو میرا محبوب مر چکا ہے۔ یا پھر مجھے دبوکا دیا گیا۔

پس اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اس کے در او اور او اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے اگر وہ

گفتار سے بھی اپنے عشاق کو تسلی نہیں دیتا۔ آخر ایک دن ناامید ہو کر اسے چھوڑ دیں گے۔
 نعتیق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور
 گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے محروم سمجھے اسے کبھی اپنے عشق کا عمل نہیں ٹھہرتا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے
 ہکلام ہونے کے لیے اپنے دل میں از حد ٹپ رکھتا ہے۔ اور اس کے کلام کو اپنے لیے تریاق اور آب حیات
 سمجھتا ہے۔

پس وہ عظیم و خیر متی جو انسان کے اندر احساسات و جذبات کا پیدا کرنے والا ہے، کس طرح اپنے عشاق کو اپنی
 ہکلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا اذ اسالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة
 الداع اذا دعان (البقرہ ۱۸۶) کہ اسے رسول جب اضطراب و بیقاری کی حالت میں تجھ سے میرے بندے
 میرے بارے میں سوال کریں تو تو انہیں کہہ دے۔ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکة رسیحاً (سورۃ
 کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر انہوں نے استقامت اختیار کی یعنی مصائب اور ابتلاؤں کے وقت ایمان
 پر ثابت قدم رہے، ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوشخبری دیتے ہیں۔

تر فیع الدرجت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لیبندوا
 یوم التلاق (سورۃ مومن ۶) یتزل الملائکة بالروح من یشاء من عبادہ ان التذوا
 انه لا اله الا انا فاتقون (پارہ ۱۴۷ ع)

یعنی اللہ تعالیٰ درجوں کا بلند کرنے والا عرش کا مالک اپنا کلام اپنے بندوں میں سے جسے قابل سمجھتا ہے۔ اس پر
 نازل کرتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے اللہ تعالیٰ اپنا کلام دے کر فرشتوں کو اتارنا رہتا ہے جنہیں
 وہ اپنے بندوں میں قابل سمجھتا ہے۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو یہ خداوند تعالیٰ کا پیغام دیتے ہیں۔ کہ تم لوگوں کو
 ڈراؤ۔ اور بات یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

روح کے معنی وحی کے ہیں۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ازمنہ، سالقہ میں
 اپنی وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کرے گا۔ کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع
 الدرجات اور ذوالعرش ہونا۔ ضرورت انذار و اقرار دیا گیا ہے کہ پس جب کہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور
 ذوالعرش ہے اس میں تغیر نہیں آیا۔ اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مردہ ہو گئے ہیں۔ تو پھر وحی کا انقطاع کیوں کر مان لیا
 جائے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کنتہم خبیوا امۃ اخرجت للذناس رآل عمران ع کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے

بہتر ہے اور نعمت بھی اس پر پوری ہو چکی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اور دعائیہ خدا نے ہمیں یہ سکھائی کہ صراط الذین انعمت علیہم کہ اسے خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے راستہ پر چلا تو محفل سلیم کیوں کر تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ امت محمدیہ سب امتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات الہیہ سے محروم ہو۔ پہلی امتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا۔ اور ان پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن امت محمدیہ کے بڑے سے بڑے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملا۔ پس یہ کہنا کہ امت مرحومہ پر وہی الہی کا دروازہ بند ہے۔ اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا۔ تو پھر یہ غیر الہام کیسے ہوئی کیوں یہ کہنا غلطی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کے لیے رحمت ہو کر آئے تھے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے۔ اور امت میں سے کسی ایک فرد کو اپنے ہم کلام ہوئے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا پاک رسول اور اولیاء امت یہ کہہ رہتے ہیں کہ فیضان الہی اس امت پر بند نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔

لقد کان فیمن قبلکم من نبی اسرائیل رجال یکلون من غیر ان ینو ان ینبوا فان ینک فی امتی ضمیمہ کہ تم سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں۔ کہ باوجود کہ وہ نبی نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرنا تھا۔ میری امت میں ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی ہے تو عمر ہے۔ دوسری روایت میں محدث کا لفظ ہے اور طبرانی میں ہے۔ قالوا یا رسول اللہ کیف محدث صحابہ ہوتے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ محدث سے کیا مراد ہے۔ حضور نے فرمایا کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد بن عبد بن عربی خزائن مجید کی آیت دما کان لبشر الخ میں صحیح کے جو طریقہ مذکور ہیں اور بنی طریقیوں سے آنحضرت صلعم کو وہی ہوتی تھی۔ ان کی تفصیل بیان کر کے لکھتے ہیں۔

”ہذا کلمہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء ولذی اختص بہ الذی من ہذا دون لولی اوصی بالکثیر“ یہ تمام انعام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ خدا کے بندوں اولیاء اللہ میں سب میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ وحی جو نبی سے خاص ہے اور ولی میں نہیں پائی جاتی وہ شریعت والی وحی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ۲ ص ۹۹ میں فرماتے ہیں

”اعلم ایہا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشوقد یكون شفعا الخ کہ اسے مقرر ہجائی تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا کہیں بالمشافہ ہوتا ہے۔ اور یہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کہیں ان کے بعض کامل متبعین سے بطور اتباع اور وراثت کے ہوجانا

ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہو تو اس کا نام محدث ہونا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور یہ القافی الروح اور الہام۔ اس کلام کے علاوہ ہے جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس قسم کے کلام سے انسان کامل کو مخاطب کیا جاتا ہے؛

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ اس امت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ مجدد صاحب نے جو کچھ اس جگہ لکھا ہے۔ وہ کشفی یا الہامی ہے۔ نہیں ہے کیونکہ مجدد صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ یہ ان کا کشف یا الہام ہے۔

اسی طرح مولانا جلال الدین رومی مشنوی میں فرماتے ہیں :-

خلق نفس از دسوسہ خالی شود

ہمان وحی اجبالی شود

یعنی جب انسان دس اوں شیطانوں سے پاک ہو جاتا ہے تو جناب الہی کی وحی پاتا ہے۔
(دفتر سوم ص ۱۵۱ مطبوعہ کان پور)

پھر فرماتے ہیں :-

نہ نجوم است و نہ رمل است و نہ خاب
از پئے رو پوش عامہ در بیان
وحی حق و اللہ اعلم بالصواب
وحی دل گویند آرا صوفیاں
یعنی ہوتی تو وحی حق ہے۔ لیکن صوفیہ عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل بھی کہہ دیتے ہیں۔
(دفتر چہارم ص ۱۵۱)

مولوی اسماعیل صاحب شہید اپنی کتاب منصب امامت ص ۳۱، ۳۲ پر لکھتے ہیں :-

باید دانست کہ انما نجد الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است آزاد وحی میگویند و اگر بغیر ایشان ثابت مینشود اور انحدیث میگویند و گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را۔ خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی نامند و این مطلق الہام گاہے در صورت کلام از پردہ غیب گمن لاریب نازل میگردد۔

اس کے بعد چند آیات اپنی تائید میں لکھ کر فرماتے ہیں :-

و گاہے ہمیں الہام بر ہمیں طریق واقع میشود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلام جو شخص میزند و آرا بر زبان سے راند و فی الحقیقت آن کلام رحمانی است کہ بر زبان ادعاری گشتہ تہ کلام انسانی اس قسم الہام کہ بانبیاء اللہ میشود اور انحدیث فی الروح گویند و اگر بہ نسبت اولیاء اللہ میشود اور انطلق سکینہ

ہیگویند

ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ جس طریق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام ہوتا ہے۔ انہی طریق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں :-

فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پائی ہے۔ کہ انبیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں۔ اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں۔ اور اولیاء نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ نبی اور ولی پر وحی کے اترنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ نبی پر وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے۔ اور ولی پر بغیر فرشتہ کے اس کے جواب میں شیخ فی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

”ان الکلام فی الفرق بیتہما انما هو فی کیفیتہ ما یبذل بہ الملک لافی نزول الملک۔“
کہ امام غزالی کی یہ بات غلط ہے۔ دونوں وجوہ میں فرق بلحاظ کیفیت کے ہے۔ اس بات میں جس کو فرشتہ لے کر آتا ہے۔ نہ کہ فرشتہ کے نزول میں۔

دالیو اقبیت والجاہر جلد ۲ ص ۷۶

تفسیر روح المعانی جلد ۷ ص ۶۵ میں لکھا ہے۔ کہ علامہ ابن حجر العسقلانی سے پوچھا گیا کہ کیا آنے والے حضرت عیسیٰ پر وحی کا نزول ہوگا؟ انہوں نے کہا ہاں ان کی طرف وحی کا نزول ہوگا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے جو نوای بن زیمان سے مروی ہے۔ پھر وحی کا ذکر کے لکھا ہے۔ و ذالک الوحی علی لسان جبریل علیہ السلام اذ ہوا السفیر بین اللہ تعالیٰ و انبیاء الخ کہ وحی جو اس پر نازل ہوگی۔ حضرت جبریل کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہیں پھر لکھتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد جبریل کا نزول زمین کی طرف نہ ہوگا۔ بالکل بے اصل اور باطل ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ جس نے آپ سے وحی کی نعمی کی ہے۔ آپ کے نزول کے بعد تو اس سے مراد اس سے وحی نثر لعی ہے۔

یہی بات نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حج الکرامہ ص ۱۱۱ میں لکھی ہے۔ اور اس پر اپنا یقین ظاہر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

ظاہر است کہ آئندہ وحی بسوئے اوجبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہ ہمیں یقین داریم در آں تردودی کنیم۔
فریق مراتب نے اپنے بیان میں ازالہ اوہام اور حماۃ البشری کے بعض حوالے پیش کئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ آنحضرت مسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔ لیکن اس وحی سے مراد حضرت مسیح موعود ص کی شریعت دالی وحی ہے۔ ورتہ دوسری وحی کو آپ جاری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں ہی لکھتے ہیں :-

کہ اے خائفو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب

(زالہ اوہام ص ۱۱۱ ایڈیشن اول)

اور اس سے بھی پہلی کتاب تو ضیح مراسم شہداء پر فرماتے ہیں :
 ”بڑی طور پر دینی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔“ آگے اسی صفحہ پر آپ نے لکھا ہے
 ”یہ محدث ہوں۔ اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔“ آگے پھر محدث کی وحی کے متعلق لکھا ہے۔ رسولوں اور پیغمبروں
 کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزه کیا جاتا ہے۔“
 اسی طرح اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں :-

”یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔
 پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے مرکز نہ چاہا۔ کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے۔“
 اور الہام بھی حسب اصطلاح متقدمین آپ نے بمعنی وحی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ الہام کی تعریف میں فرمایا ہے۔ الہام ایک
 ایک القاء غیبی ہے۔ جس کو نفث فی الروح اور وحی بھی کہتے ہیں۔
 پس حضرت مرزا صاحب نے جس جگہ یہ لکھا ہے۔ کہ اب وحی منقطع ہو گئی۔ اس سے مراد حضور کی وہ تشریحی وحی ہے۔
 جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو۔ یا وہ وحی جو کسی مستقل نبی کی طرف ہو۔ جس کی نبوت آنحضرت صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں نہ ہو
 چاہے وہ ایک دو فقرے ہی ہوں۔ اور علماء متقدمین نے بھی جہاں انقطاع وحی کا ذکر کیا ہے۔ تو اس سے مراد
 انہوں نے وحی تشریحی ہی ہے۔ چنانچہ امام عبد الوہاب شہرانی فرماتے ہیں :
 فان الوحي المتضمن للتشريع قد اختلف بعد محمد صلى الله عليه وسلم۔

(البرکیت الاحمرہ جاشیہ الیواقیت دالجواہر جلد اول صفحہ ۸) جس کا مطلب یہ ہے۔

کہ وہ وحی جو شریعت پر مشتمل ہو آنحضرت صلعم کے بعد بند ہے۔
 اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ اب وحی بند ہے۔ وہاں علماء کے اس عقیدہ کا رد کیا ہے
 کہ آخر زمانہ میں وہی مسیح نامری بن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی آئیں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :
 اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبریل نازل ہوا کرتا ہے۔ تو وہ شریعت محمدیہ کے
 تمام قوانین اور احکام نئے سے اور نئے لباس اور نئے پیرائے اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے اور
 اس نازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے ان پر نازل ہوئی ہوگی۔ قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ شریعت جدیدہ والی وحی کا انقطاع مانتے ہیں۔ اور اسی کا بند ہونا بیان
 کیا ہے۔ لیکن عام وحی جس میں شریعت جدیدہ نہ ہو۔ اس کا آپ نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اسے زندہ مذہب کی علامت
 ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے اس لیکچر میں جو ستمبر ۱۹۶۶ء کو بمقام لاہور جلسہ اعظم مذاہب میں سنایا گیا فرماتے ہیں :-
 ”ایک اسلام ہی ہے۔ جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا۔۔۔ اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا
 فرماتا ہے۔ جو پہلوں کو دی گئیں۔ انوس اندھی دنیا نہیں جانتی۔ کہ انسان نزدیک ہوتے ہوتے کہاں تک پہنچ جاتا ہے

وہ آپ کو قدم نہیں اٹھانے اور جو اٹھائے۔ تو یا تو اسے کافر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور یا اس کو مہبود ٹھہرا کر خدا کی جگہ دیا جاتی ہے۔ یہ دونوں ظلم ہیں ایک افراط سے اور دوسرا تفریط سے پیدا ہوا ہے۔ میں نبی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں۔ کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے۔ وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ تا میں انہوں کو دنیاوی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں۔ اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک سرچشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پاتے والے تہوڑے ہیں۔ میں سمیعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جل جلالہ کے ملنے میں انسانا کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے۔ وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے۔ لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سبیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میں اتارنے والا پانی جس سے تمام خشوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔ جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں میں اس وقت طالبوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ صرف اسلام ہی ہے۔ جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں۔ بلکہ محرومی کی دیر سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں۔ یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں ۱۱

پس مذکورہ بالا تمام بیان سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جس میں نئے اور نواہی نہ ہوں جاری ہے۔ اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد وحی والہام کا سلسلہ بند ہے۔ تو اس سے مراد ایسی وحی ہے جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اور نواہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی جس کا امت محمدیہ میں باقی قرآن مجید و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے۔

فریق مخالف کے گواہوں نے حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے کی ایک وجہ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین نہ ماننا بیان کی ہے۔ سو اس کے متعلق میں خاتم النبیین کے صحیح معنی بیان کرنے سے قبل یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بصدیق دل خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:-

(۱) "تعتقد ان رسولنا خیرا المرسل و افضل المرسلین و خاتم النبیین" التلخیص ص ۳۴ کہ ہمارا بخیر و افضل و خاتم النبیین ہے۔ کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل و برتر ہیں۔ اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور تمام انسانوں سے جو گذر چکے ہیں یا آئندہ قیامت تک ہوں گے آپ افضل و برتر ہیں۔

” ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں؛ (انزال اوہام ص ۱۰۰ پر فرماتے ہیں کہ)

” ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خیر المرسلین ہیں اور حقیقت الوحی ص ۲ پر فرماتے ہیں۔ کہ جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اس کی نظر محدود نہ تھی۔ اور اس کی عام ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لیے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اُسے ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنا؛ انشاء صفحہ ۶۴

پر لکھتے ہیں کہ ہمارے پاک رسول خاتم النبیین ہیں اسی طرح مواہب الرحمن کے صفحہ ۶۸ پر لکھتے ہیں کہ ” ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں؛ اور ایک غلطی کا انزال صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں کہ ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ جو خدا نے فرمایا۔ اور کرامت الصادقین صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں کہ جے اللہ جل شانہ کی قسم ہے۔ کہ میں کافر نہیں ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور دکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے۔ خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً یاد رکھے۔ کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے۔ کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو تزاؤ کے ایک پلہ میں رکھ لیا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلے میں تو بفضلہ تعالیٰ پلہ بھاری رہے گا؛

پھر واضح رہے۔ کہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار بصدق دل نہ کرے بیعت کے وقت جماعت میں داخل ہونے والے ہر شخص سے اقرار لیا جاتا ہے۔ کہ وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرے گا۔ چنانچہ گواہان فریق ثانی پر جرج کے دوران میں بیعت نام پیش کیا جا چکا ہے جو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

پس ان شہود سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ خاتم کا لفظ عربی زبان میں آخر کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ کیا واقعی خاتم النبیین سے یہی مراد ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خاتم کا لفظ لغوی معنوں میں آخر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا اگر یہ مراد ہو۔ کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو عقیدہ ہے۔ وہ بھی باطل ہو گا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی

اور رسول ہونے کی حالت میں ہی نزول فرمائیں گے۔ (ملاحظہ ہو حج الکرامہ ص ۲۲)

وعیسیٰ بنی است پس دو زیست کہ زقرآن فہم کند شمل فہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ ۴۲۱

یہ امام جلال الدین سیوطی کا قول ہے۔ ومن قال بسلب نبوتہ کہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا کہ وہ آخر زمان میں نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے وہ باریب کا فر ہے۔ اس طرح صفحہ ۴۲۶ پر لکھا ہے کہ وہ اپنی پہلی حالت کے مطابق نبی اور رسول ہوں گے۔ بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ وہ محض امتی ہو کر بغیر نبوت و رسالت کے آئیں گے صحیح نہیں کیونکہ نبوت و رسالت ایسی نعمتیں ہیں جو موت کے بعد بھی زائل نہیں ہوتیں۔

پس اگر خاتم النبیین میں لفظ النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی کا آنا متعین ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں آسکتے۔ پس اگر النبیین سے مراد پورے نبیوں کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔ تو اس طرح ایک امی غیر تشریحی نبی کو بھی مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

پھر جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین سے ہمیں نازل ہوئی۔ اور حضور کے فرزند ارجمند ابراہیم سے ہمیں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰ ربیع الاول ۶۰ بروز منگل فوت ہوئے ان کی وفات پر حضور نے فرمایا۔ لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً۔ (ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۳۵) یعنی کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا۔ تو ضرور صدیق نبی ہوتے۔ پس آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد حضور کا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ حضور نے اس آیت سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ وہ زندہ اسی لیے نہیں رہے کہ نبوت ختم ہو چکی تھی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس صورت میں ابراہیم کی کوئی فیصلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اگر حضور کے بعد فی الواقعہ کسی قسم کی نبوت کا حصول باقی نہیں تھا۔ تو حضور نے یہ کیوں فرمایا۔ کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اور وفات کے بعد اگر اس قول سے یہ مفہود ہوتا۔ کہ حضور کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہوتا کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو بھی وہ نبی نہ ہوتا۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد ایک قسم کی نبوت جاری ہے۔ جسے ابراہیم بھی بشرط زندگی حاصل کر سکتے تھے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک ایٹم۔ اسے پاس شدہ طالب علم کی وفات پر کہا جائے۔ کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور نبی۔ اسے پاس کر لیتا اس فقرہ سے ہر عاقل فرزند نبی سمجھ کر بی۔ اسے کوئی درجہ ہے۔ جسے وفات یافتہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہیں کر سکا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا

کر بی۔ اسے کوئی درجہ نہیں یا اس کا حصول ناممکن ہے۔ غلط ہے۔

پھر یہ کہاں کہا ہے۔ کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہوتی ہے بنا ابراہیم یہ تسلیم کریں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اسی لئے

حضرت ابراہیم کو وفات دے دی۔ کہ کہیں وہ نبی نہ بن جاویں۔ اگر یہی وجہ وفات کی ہو۔ تو ان کو پہلے سے ہی پیدا نہ کیا جاتا جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جائیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۱ میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور مشہور امام ملا علی قاری نے بھی اپنی کتاب موضوعات کبیرہ ص ۱۱۱ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں کے شبہات کا جنہوں نے اس کی صحت میں توقف کیا ہے۔ جواب دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہو جاتے۔ تو وہ دونوں آنحضرت صلعم کے متبع ہوتے۔ پس حضرت ابراہیم کا بشرط زندگی ایسی نبوت کا پانا کہ آنحضرت صلعم کے تابع رہیں جازر الوقوع تھا۔

آنحضرت صلعم کے بعد اب ہم کو دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس آیت سے کیا سمجھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ اہل علم سے معنی تھیں۔ آپ قرآن مجید اور احادیث کے سمجھنے میں یدِ طولیٰ رکھتی تھیں۔ آپ کا قول ہے۔
قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانا نبی بعدہ کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین لو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ۱۱

حضرت عائشہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لانا نبی بعدی سے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ غلطی پر ہیں۔

دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

ابن الانباری نے مصاحف میں ابو عبد الرحمن بن سلمیٰ سے کہا ہے۔

کہ میں امام حسن اور حسین کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علی پڑھاتے وقت میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو لفظ خاتم النبیین (ت) کی زبر سے پڑھاؤ۔

دوسری قرأت میں خاتم (ت) کی زبر سے بھی آیا ہے۔ پس اگر حضرت علیؓ نے زبیک تے کی زبر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے ملتے تھے۔ تو آپ نے زبر پڑھانے سے کیوں منع فرمایا بلکہ زبر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہوجاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے۔۔۔ اور زبر پڑھانے سے آپ کو اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق غلط قرآن عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔ ورنہ اگر خاتم اور خاتم دونوں کے ایک ہی معنی ہوتے تو پھر حضرت علیؓ کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ خاتم اور خاتم کی معنوی بحث میں آگے برآں کروں گا جس سے معلوم ہوجائے گا۔ کہ حضرت علیؓ نے کیوں خاتم کو تاو کی زبر سے پڑھانے کی تاکید کی۔

اب میں چند جدید علماء اور ائمہ کے اقوال ذکر کرنا ہوں جن جن سے واضح ہوگا۔ کہ وہ خاتم النبیین سے کیا سمجھتے تھے۔

ملا علی قاری اپنی کتاب مومنوعات کبریٰ پر یہ لکھ کر کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمر اگر نبی ہو جاتے۔ تو پھر بھی وہ دونوں آپ کے تابعین میں سے ہوتے۔ فرماتے ہیں: فلا یناقض قولہ خاتم النبیین اذا لمعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملة ولہدیکن من امتہ، کہ ابراہیم اور حضرت عمر کا نبی ہو جانا اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کی امت سے نہ ہو اور آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسا نبی جو آنحضرت صلعم کا تبع امتی ہو آپ کے بعد اس کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور مناقض اور منافی نہیں ہے۔

شیخ محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” دکان من جملة ما فیہا تنزیل الشرائع فختہم اللہ هذا التنزیل

بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فكان خاتم النبیین۔“

کہ آنحضرت صلعم کی شریعت پر چونکہ تمام شرائع کا اختتام ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ خاتم النبیین ٹھہرے یعنی آپ کے بعد کوئی شریعت نہیں ہوگی (فتوحات مجددہ ص ۵۶) سید عبدالکریم جیلی فرماتے ہیں:

” فانقطع حکم نبوة التشریح بعدہ دکان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال ولم یجئ احد بذلک: (الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۹۸) کہ تشریحی نبوت کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد منقطع ہو گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے کیونکہ آپ کامل شریعت لائے اور دوسرا کوئی ایسا کمال نہ لایا یہی وجہ ہے کہ آپ پر ہی الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت اتری اور کسی نبی پر نہ اتری۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

پس حصول کمالات نبوت مرتاباں را بطریق تبعیت و در اثنا بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ و علی جمیع الانبیاء و الرسل الصلوات و التیمات منافی خاتمیت او نیست۔

جب شبہ زائس ہو گیا تو رسول اللہ کے بعد خاتم النبیین کیوں لایا گیا؟ جو اب اس کا یعنی خاتم الرسل کی بعثت کے بعد کمالات نبوت کا حصول تابعین کے لیے بطریق وراثت آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ لہذا تو اسے مخاطب شک کرنے والوں میں سے نہیں۔ (مکتوبات امام ربانی) (مکتوبہ صفحہ ۳۰۱)

مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں کہ اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں۔ تاکہ فہم جو اب میں کوئی دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں نور رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا با میں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ

انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم و تاخر زمانہ میں بذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدوح ہیں وکن رسول اللہ فرانا کیوں کہ مدوح ہو سکتا ہے تمخیر الناس سے پھر ص ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوت بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی غایت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ پھر مولانا روم مثنوی و فترہ پنجم ص ۱۳ پر فرماتے ہیں۔

مگر کن در راہ نکو خدمت - تا نبوت یابی اندامت کہ تو راہ میکی میں تدبیر کرتا کہ تو نبوت حاصل کر کے

(دفتر پنجم)

پھر فرماتے ہیں :- پیشہ اش اندر ظهور و در مکون
 باز کشتہ ازم او ہر دو باب
 اہل توحی انہم لایعلمون
 در دو عالم دعوت او مستجاب
 بہر اس خاتم شریعت او کنہ خود
 مثل او نے بود نے خواہند بود
 نے تو کوئی ختم صنعت بر تو امت
 چونکہ در صنعت برد اساد دست

کا پور
 (شہزی مولانا رومی۔ دفتر پنجم ص ۱۳ پر)

یعنی آنحضرت مسلم کا پیشہ مبارک غلوت و جلوت میں ہی تھا۔ کہ آپ خدا سے اپنی قوم کے لیے ہدایت طلب کرتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے دین دنیا کے دروازے کھل گئے۔ اور آپ کی دعا و دوزں جہانوں میں قبول ہوئی یعنی اس عالم میں بھی آپ لوگوں کے شیعہ ٹھہرے اور آخرت میں بھی۔ پس اس روحانی فیضان کی سخاوت کی وجہ سے آپ خاتم ہوئے نہ آپ کی شل پہلے کوئی کامل انسان اور کامل سنی مدعا میت کا فغنیان پہلے میں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

اے دوست جب کوئی شخص کسی صفت میں دست رسی حاصل کر کے کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ تو کیا اس کے متعلق یہ نہیں کہتا اس پر کاری گری ختم ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت مسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو ایسی اکمل فضیلت دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے۔ اور آپ کی توبہ روحانی نبی تراشتی ہے۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۹۷) جانا چاہیے۔ کہ اس آیت سے قبل حضرت زینب سے نکاح کرنے کا ذکر ہے۔ جو زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی تھیں۔ اور ابتدا میں آنحضرت مسلم نے زید کو اپنا متبوع بنایا ہوا تھا اور عرب متبوع کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے جس کی توبہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں کر دی ہے کسی کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بناتا۔ لیکن جب آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو عرب کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔

(ترمذی کتاب التفسیر)

اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اور فرمایا: وما کان محمد ابا احد من رجالکم یعنی تمہارا اے مخالفو یہ اعتراض بالکل لٹو ہے۔ کیونکہ بیٹے کی بیوی سے شادی کرتے کا اعتراض اس حالت میں صحیح ہو سکتا تھا۔ جب کہ آپ کا وہ حقیقی بیٹا ہوتا۔ مگر آپ تو ظاہری طور پر تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور شہہ میں آپ کافی الواقعی کوئی بیٹا بھی موجود نہ تھا۔ گنہار کے جواب کا اعتراض اس میں اچکا تھا پھر لوگنی رسول اللہ کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف لیکن زبان عرب میں استمرارت کے لیے آتا ہے۔ یعنی پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا ازالہ کرتا ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت مسلم کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دیا ہے۔ اور جیسا کہ در مشورہ جلد ۵ ص ۱۸۳ میں حسن عکرمہ مجاہد اور ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ انہوں اس آیت میں دھوا اب لہم پڑھا ہے۔ یعنی آپ مومنوں کے باپ ہیں گویا اس آیت میں آپ کا باپ ہونا۔ بلحاظ نبی ہونے کے بیان کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے آگے آیت خاتم النبیین میں البوت سے بالکل انکار کر دیا گیا۔ چونکہ البوت متعلقہ کی نفی سے البوت روحانی و جسمانی دونوں کی نفی ہونے کا اندیشہ تھا۔ اور شبہ پڑتا تھا کہ اب آپ نبی بھی نہیں سوا اس شبہ کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولکن رسول اللہ۔ کہ آپ بلحاظ اللہ کے رسول ہونے کے پرستہ مومنوں کے روحانی باپ ہیں جیسا کہ شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۱۱ میں لکھا ہے۔

چونکہ ہر ایک نبی اپنی امت کا باپ ہوتا تھا۔ اس لیے آنحضرت صلعم بھی اپنی امت کے روحانی باپ ہوئے۔ تو آپ میں اور دوسرے رسولوں میں فرق کیا ہوا آہند اتنا کہہ دینے سے کہ بحیثیت رسول آپ اپنی امت کے باپ ہیں آپ کی دوہرے رسولوں پر کوئی تفصیلت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین فرما کر آپ کو دوسرے تمام رسولوں سے ممتاز کر دیا۔ کہ اور نبی تو اپنی امت کے یعنی صرف مومنوں کے ہی باپ تھے مگر آپ ایسے عظیم شان اور جلیل القدر نبی ہیں کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنی آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کلمات نبوت بخشی تھے۔ لیکن اگر اس کے معنی اخیر کے لیے جائیں تو اس میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے فرمایا ہے۔ کہ تقدیم یا تاخر زانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔

کہ عربی زبان میں خاتم بفتح التاء کے معنی انگوٹھی کے ہیں۔ جیسا کہ معجم کتاب لغت میں مذکور ہے۔ اور خاتم بکسر التاء ان معنوں میں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

آیت میں خاتم ہے۔ لیکن دوسری قرأت خاتم تاء کی زبیر سے بھی مردی ہے خاتم بکسر التاء کی دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک ختم کرنے والا۔ دوسرے مہر لگانے والا یا صرف مہر۔ لیکن خاتم زبیر کے ساتھ عربی زبان میں انگوٹھی اور

کہ وہ شخص اس گروہ کا آخری ہی فرد ہے۔ عربی زبان کے علاوہ۔

تیسری وجہ شہرہ یہ ہے کہ ہر تصدیق کے لیے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عجم کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ شاہان عجم ایسے خط کو جس پر صاحب خط کی مہر نہ ہو قبول نہیں کرتے راوی کہتا ہے۔

”فاتخذ خاتما من فضة ونقشن فيه محمد رسول الله“ کہ نب آپ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی۔ اور اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ نقش کئے۔“

پس مہر کی غرض تصدیق کی وجہ سے ہونے کے لیے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آپ سب نبیوں کے مصدق ہیں یعنی کسی نبی کی نبوت جو آپ سے پہلے بھی گزرے ہوں۔ اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ آپ کی اس پر ہر تصدیق نہ ہو چنانچہ مولوی آل سن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں:-

انما نجد اگلے سب انبیائے نبی اسرائیل پر ایمان لانے کی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت تخریفات کے کوئی دلیل نہیں باقی رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے (استفسار عاشرہ ازالہ الاوامام ص ۳۴۹)

آپ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ انکا آنحضرت صلعم تخریفات نہ لانے اور قرآن میں حضرت عیسیٰ کو نبی نہ کہا گیا ہونا۔ تو آج کوئی بھی مسلمان عیسیٰ کو نبی نہ ماننا۔ کیونکہ یہودی تو انہیں کافر و ملعون اور جھوٹا کہتے تھے۔ اور عیسائی ان کو خدا بنا رہے تھے۔ ایسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ان کی تصدیق کی۔ اور فرمایا۔

ما السیخ ابن مریم الا رسول کہ صیغہ ہی مریم حرف ایک رسول تھے۔ پس آپ کا مرتبہ اتنا عظیم الشان ہے کہ کسی نبی کی نبوت بدوں آپ کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس آئندہ بھی اگر کوئی نبی آئے تو آپ کا لقب ہوگا۔

اگر کہاں بیانے کہ ہر خط کے آخر میں لگانا جاتی ہے۔ اس لیے خاتم النبیین کے معنی آخر کے ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں ہیں اور اگر آخر کے معنی بھی لئے جائیں۔ تو وہ لازم معنی کہلائیں گے نہ اصل معنی۔ اور جب اصل معنی لیے جاسکتے ہیں اور پھر لازم معنی ہی کیوں لیے جائیں اور اگر مہر کی اصل فرض جو تصدیق ہے۔ اسے لے کر آخر کے معنی لیں تو پھر خاتم النبیین کے معنی ہوں گے۔ کہ آپ نبیوں کے لیے آخری مصدق ہیں۔ کہ آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق ہوتی

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہے کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں۔ بلکہ لازمی معنی ہیں۔ اور اگر خاتم کہیں آخر کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو لازم المعنی لے کر کیا جاتا ہے۔ اور جب کہ قرآن مجید کی آیت میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں ہے۔ جو لازم معنی لینے پر دلائل کرے۔ تو اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے ہی معنی لینا کس طرح صحیح نہیں ہو سکتا خاتم النبیین کے جو معنی اوپر کیے ہیں۔ وہ لغت عرب کی رو سے تاویل نہیں بلکہ اصلی ہیں اور آخر کے معنی لینا تاویل

اور لازمی معنی ہیں۔ چنانچہ فتح البیان جلد ۷ ص ۲۵ میں لکھا ہے کہ جمہور نے خاتمِ زبیر کے ساتھ پڑھا ہے اور تاہو کی زبیر سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلے کے معنی ہیں کہ وہ ان کے آخر میں آئے اور دوسرے کے معنی ہیں کہ وہ ان کے لیے بمنزلہ انگنتری کے ہیں۔ اور ان کی زینت کا باعث ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ یہاں اصل وجہ زبیر ہے۔ کیونکہ تاویل یہ ہے کہ اس نے ان کو ختم کیا پس وہ ان کا خاتم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آیت کے معنی ختم کے سوا بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن تاویل اس کی بیک گئی کہ آپ انبیاء سابقین کے آخر میں تھے۔ اس لیے یہاں آخر کے معنی ہی لیے جائیں گئے ورنہ صاف ظاہر ہے کہ آیت میں آخر کے معنی لینے کے لیے کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

اسی طرح شہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص ۱۷۷ میں خاتم کو ایک آلہ زور سے کہ جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے لکھا ہے۔ وان كان مآل معناه الاخر ايضا كما ان في نسخة اُس کے معنی بھی آخر کے ہیں۔ اور یہی بات تفسیر روح المعانی جلد ۷ ص ۵۹ میں بھی لکھی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خاتم کے معنی حقیقی طور پر آخر کے نہیں بلکہ نتیجہ پر معنی نکلتے ہیں اور یہ لازم معنی ہیں پس ہمارے معنی تاویلی نہ ہوئے۔

بلکہ آخر کے معنی جو کئے جاتے ہیں وہ تاویلی ہوئے پس خاتم لفظ خاتم کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا لیکن خاتم کا لفظ خاتم کے معنوں میں استعمال ہو جاتا ہے۔ لہذا تاویل ہماری طرف سے نہ ہوئی۔ بلکہ آخر کے معنوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو جو خاتمِ اولاد کہا ہے۔ یہاں الفاظ اب دو ہیں اوصاف دو کے لحاظ سے خاتم اخیر کے معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ اور ان الفاظ کا معنی یہ ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد کی اولاد کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا۔ اوصاف ان کی نسل کا آئندہ خاتمہ ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کی نسل دوسری شاخ سے منقطع ہو جائے گی۔ اور آئندہ اولاد کا سلسلہ آپ کے وجود سے ہی جاری ہوگا۔ جیسا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا۔ ينقطع اباؤك ويبدئ منك كزیرے آباؤ اجداد کی نسل کا سلسلہ اب تجھ سے شروع ہوگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا پھر یہ بھی واضح رہے۔ کہ قرآن مجید میں الفاظ خاتم النبیین میں ہے۔ آخر النبیین ہیں آخر کچھ تو مجید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آخر النبیین نہیں کہا بلکہ خاتم النبیین کہا ہے۔ اور جس حدیث میں آخر الانبیاء آیا ہے تو وہ خبر واحد ہے۔ بخون کا مرتبہ رکھتی ہے اور عقائد میں ظہنیات کام نہیں دیتے جیسا کہ شرح فقہ اکبر ص ۹۱ پر لکھا ہے۔

” ان المعتقد في العقائد هو الادلة اليقينيه واحاديث الاحاد لو

ثبتت انما تكون ظنية۔“

کہ عقائد میں ادلہ یقینیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور احادیث میں اگر صحیح بھی ہوں تب بھی وہ ظنی ہوتی

پھر علماء میں اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر کہا جائے یا نہیں۔

جو علماء تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تاویل کرنے والوں کے خون اور اموال کی حفاظت

لا آزالا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کی وجہ سے ایک ثابت سترہ امر ہے۔ دہم یتثبت لنا ان الخطا فی التاویل کفر اور یہ بات کہ تاویل میں خطا کرنا کفر ہے۔ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ ابو ائیت والواجہ ص ۱ اور ص ۱۲ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں تصریح کی ہے کہ اہل ابواء کافر نہیں۔ اور عزیزی نے کہا کہ امام شافعی نے وہ لوگ مراد لیے ہیں جو محتمل تاویل کرتے ہیں۔ جیسے معتزلہ اور جہمہ وغیرہ۔

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ حیدرآباد ص ۹ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف کا مصدق ہو۔ اور تاویل میں

خطا کرتا ہو تو کافر نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت علیؑ نے باوجود خوارج کی بغاوت کے ان کو کافر نہیں کہا چنانچہ امام ابن قیم نے لکھا ہے کہ خواجہ نے حضرت علیؑ کے ساتھیوں کو قتل کیا اور ان سے لڑے اور حضرت علیؑ کے ساتھیوں کا قتل وہ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ تاویل کر کے اسی کو حق خیال کرتے تھے۔ اس لیے باوجود ان تمام باتوں کے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ

چنانچہ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۶۱، ۶۲ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ اور البحر الرائق جلد ۵ ص ۱۹۱ پر لکھا ہے کہ ہم خوارج کی باوجود بیکہ انہوں نے مسلمانوں کے خون اور اموال کو لوٹنا جائز سمجھا۔ صرف ان کی تاویل کرنے کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے۔

پس ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ تاویل کرنے والے کو کسی پر حکم لگانا علماء کے

ز نزدیک جائز نہیں ہے میں اور پر بیان کر چکا ہوں کہ احمدی جماعت خاتم النبیین کے نادبی معنی نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے اصلی معنی کرتی ہے جو عربی زبان اور اس کے معادرات کی رو سے درست ہیں۔ خاتم کے آخری معنی حقیقی معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لازم اور نادبی معنی ہیں۔

دوسری آیات جن سے انقطاع نبوت پر دلیل پکڑی جاتی ہے اور جو لوگ خود حضرت علیؑ کے نزول کے قائل ہیں۔

وہ خود باوجود بیکہ دین میں کوئی نقص نہیں مانتے پھر وہ ان کا نزول تسلیم کرتے ہیں پس ہم بھی حضرت مرزا کو ایسا نبی نہیں مانتے جو نبیادین لاتے ہیں۔ کامل مذہب اسلام ہی کے پیرو ہیں۔ اور محض دین کی اشاعت اور ترویج کے لیے آسکتے ہیں بہت

ال یعقوب کما اتمھا علی ابویک من قبل ابراہیم واسحاق یوسف سے ظاہر ہے۔ اور امت محمدیہ پر

اتمام نعمت کے معنی ہیں کہ اب اسلام سے باہر اور آنحضرت صلعم کی اتباع کے بغیر کوئی انعام نہیں مل سکتا اور اگر پہلے انبیاء کی معیت اور اتباع سے صدیقیت اور شہادت کا مرتبہ مل سکتا تھا۔ تو اب حضرت رسول مقبول صلعم کی اتباع سے عبرت

کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت مع الذین اتعہم اللہ علیہم من الذین والصدیقین

والشهداء والصالحين -

(ناسوع) سے ظاہر ہے۔

اور اگر اتمام نعمت کے ہم یہ معنی لیں کہ امت محمدیہ پر وحی اور نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور کوئی شخص اس انعام کو اب حاصل نہیں کر سکتا۔ تو پھر امت محمدیہ کسی طرح خیر الامم نہیں ہو سکتی۔

پس روحانیت کے مراتب عالیہ سے بجز مردی کا نام اتمام نعمت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک انسان اس کا پیرو ہو کر روحانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج حاصل کر سکتا ہے۔

اور آیت وما ارسلناک الا کاتماً للناس اور آیت قد یا یہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی عمومییت کا ذکر ہے۔ ان سے ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی جو آپ کی شریعت کی اشاعت کرنے والا ہو نہیں آسکتا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ بھی لوگوں میں موجود ہے۔

اب میں ان حدیث پر بحث کرتا ہوں جن سے انقطاع نبوت کا نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ ایک حدیث یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلعم لعلی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انه لانی بعدی۔

یہ قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب جنگ تبوک میں تشریف لے جاتے تھے۔ یعنی یہ کہ تمہیں یہ پسند نہیں۔ کہ تم میرے خلیفہ بنو جیسا حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے لیکن بات یہ ہے کہ میرے بعد نبی نہیں۔

پس بعدی سے مراد محض نبی ہے۔ کہ میرے پیچھے جنگ تبوک کے عرصہ میں کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کئے جائیں۔ تو دونوں جملوں میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اور نہ ہی تشبیہ درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وجہ شبہ ان دونوں مشبہ اور مشبہ بہ یعنی حضرت علیؑ اور حضرت ہارونؑ کے مابین خلافت ہے۔ اور حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہی نہیں ہوئے کیونکہ آپ حضرت موسیٰؑ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ لہذا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ اثبات خلافت تو زندگی کی حالت کا کریں۔ اور نوحۃ کا استثناء اپنی موت کے بعد کا شیعہ صاحبان نے اسی معنوی غلطی کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے بعد حضرت علیؑ کے حق خلافت پر استدلال کیا ہے مگر شارحین حدیث نے یہی جواب دیا ہے کہ وفات کے بعد معاً یہاں خلافت کا ذکر ہی نہیں۔ کیونکہ حضرت ہارونؑ علیہ السلام سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ حضرت علیؑ کو خطاب بھی موجود ہے حدیث

یہ ہے "قال علیہ السلام یا علی اما ترضی ان تكون کھارون من موسیٰ غیر انک لست نبیاً۔

(طبقات کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

کہ اسے علیؑ کیا تم اس بات پر راضی نہیں۔ کہ میرے خلیفہ بنو جیے ہارونؑ۔ موسیٰؑ کے خلیفہ بنے تھے۔ مگر ہاں تم نبی نہیں ہو گے اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی۔ کہ آپ کو حضرت ہارون سے مشابہت دی گئی تو مشدہ پڑ سکتا تھا۔ کہ آپ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہوں گے۔ کہ اس لیے آنحضرت صلم نے وضاحت فرمادی کہ تم میرے بعد خلیفہ ہو گے نبی نہیں ہو گے۔

۷ نومبر ۱۹۳۲ء

بقیہ بیان جلال الدین شمس :-

اب دوسری حدیثوں میں جو الفاظ لابی بعدی کے آئے ہیں ان کی تشریح امام محمدؒ نے تلمذ جمع البہار ص ۸ پر یہ کی ہے۔ کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے۔ کہ جو حضور علیہ السلام کی شریعت کا نسخ کرنے والا ہو۔ ایسا نبی نہیں آسکتا اور شیخ محمد بن الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ صرف شریعت والی نبوت مرتفع ہو گئی ہے۔ پس یہی معنی لابی بعدی کے ہیں اور ہم نے ابھی طرح معلوم کر لیا ہے۔ کہ لابی بعدی سے یہ مراد ہے۔ کہ خاص شریعت لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا اور وہ نبوت جو آنحضرت صلم کے وجود سے منقطع ہو گئی ہے۔ تشریحی نبوت ہے۔ نہ کہ مقام نبوت پس کوئی ایسی شریعت نہیں ہوگی۔ جو شریعت محمدیہ کی ناسخ ہونے اب آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد نہ ہوگا۔ اور یہی معنی۔ آنحضرت صلم کے قول "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطع الخ" کے لئے ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا۔ میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳) (ص ۶۷)

یہ بھی واضح رہے۔ کہ لابی بعدی میں لابی نبی کا نہیں ہے۔ جو کہ قسم کی نبوت کی نفی کرنے والا ہو۔ اور حدیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ "اذا اھلک کسری فلا کسری بعدہ" و اذا اھلک قیصر فلا قیصر بعدہ علامہ خطابی نے اس کے یہ معنی لکھے ہیں کہ پہلے جیسی وسیع سلطنت کا کوئی مالک نہیں ہوگا۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۱ ص ۴۱۱)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قیصر کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ مگر وہ پہلے قیصر کی طرح نہیں تھا۔ اور بھی اس قسم کی ہتی ہیں۔ پس لابی بعدی کے یہ معنی ہوسے کہ محمد مصطفیٰ صلم جیسا عظیم المرتبت اور جامع جمیع الکالات کا کوئی نبی نہ ہوگا دوسری حدیث یہ پیش کی جاتی ہے۔ کانت عو اسر ایل۔۔۔ اسرا یل۔۔۔ خلیفہ یا نبی یعنی جب ایک نیا فوت ہوتا ہے تو فوراً اس کا خلیفہ نبی ہوتا۔ یہاں بعد سے مراد بعیدیت متصلہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلم کے قول جب کوئی نبی فوت ہوتا تو معاً اس کا قائم مقام ایک نبی ہوتا تھا۔ لیکن آپ کے بعد ایسا نہیں ہوگا اور امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ چنانچہ آنحضرت صلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر اس صدی کے لوگ ہیں جس

میں میں ہوں۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر جو ان تابعین سے ملیں گے۔ پھر فرمایا جھوٹ پھیل جائے گا۔ اور اس کے زمانہ کے بعد کا نام حج اہم رکھا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک لمبا زمانہ گزرنے پر جب جنگلات اور گراہی اپنا کو بیچ گئی تو خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ تیسری حدیث یہ ہے۔ کہ انا العاقب واللعاقب اذلی یس بعدہ نبی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نانا عاقب بتلایا ہے۔ اور عاقب کے یہ معنی بتلائے ہیں کہ آپ کے بعد نبی نہیں عاقب کی یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ جیسا کہ امام علامہ عینی قاری نے لکھا ہے۔ انطاہران ہذا التفسیر۔۔ قبلہ حرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۳۲ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ اور شرح مسلم ابن الاعرابی نے کی ہے۔ کہ عاقب اُسے کہتے ہیں جو خیمہ میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔ دوسرا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضور کا دور نبوت قیامت تک مہند ہے۔ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے مبارک دور کو ختم کرنے والا ہو۔ اور یہی ہمالہ مذہب ہے۔ کہ آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس کے متعلق ایک قول لکھا ہے۔ کہ ایک قوم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے بعد سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں آیا۔ لیکن ان کا یہ استدلال کبھی نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کے بعد جبرجین اور خالد بن سنان دونی پیدا ہوئے ۴

پس اس طرح لیس بعدہ نبی کے معنی ہوئے کہ آپ کے بعد مستقل شریعت والا کوئی نبی نہ ہوگا پونحنی حدیث:-

لم یبق من النبوة الا المبشرات - کہ نبوت ختم ہو گئی صرف روایتیں صالحہ باقی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرماتا بلحاظ عام مسلمانوں کے ہے۔ علامہ سندھی نے ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۳ کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

” المراد انہما لم یتبق علی العموم والا فلا لہام والمکشف للاولیاء موجود۔“

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کے لیے نبوت سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ اور اولیاء کے لیے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ دوسرا میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محمد بن عبد الوہاب شہرانی فرماتے ہیں کہ اس امت کے خواص اور کامل افراد کو وحی بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح امام عبد الوہاب شہرانی فرماتے ہیں کہ اور کبھی وحی البشارت بواسطہ فرشتہ بھی ہوتی ہے۔ ایضاً فیئیت والحوالہ ص ۹۶ جلد ۲ اور نبی اور رسولوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا

کہ وہ بشر اور منتظر ہو کر آتے ہیں۔

پس نبوت کی اقام میں ایک قسم بشارات باقی ہے

پانچویں حدیث :-

جس میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے۔ ان میں سے ایک میں مسجدی آخر المساجد اور دوسری روایت میں اتم الانبیاء الامم آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس سے وہ نبی مراد ہیں جو اپنی مستقل امت بنایا کرتے تھے حدیث کے معنی یہ ہونے کہ آپ آخری شارح نبی ہیں۔ لہذا آپ کی اتباع اور فیض روحانی سے کسی امتی کا نبی ہونا آپ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی نئی امت نہیں بنائے گا۔ بلکہ خود بھی امتی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ہیں اور حدیث کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ آپ ان انبیاء کے فرد ہیں۔ جو اپنی تھی امت بنایا کرتے اور پہلے نبی کی شریعت کو منسوخ کر کے اپنی شریعت قائم کرتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ آخر کا لفظ عربی زبان میں اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے۔ جو اپنے فن میں انتہا کو پہنچا ہو اور کمال رکھتا ہو۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کو ان کے تبحر علمی کی وجہ سے آخر المجتہدین لکھا ہے۔

(الاشباہ والنظائر۔ جلد ۳ ص ۳۱۹)

اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے

شمری دذی دشکوی من بعید : لاخو غالب ابدا ربيع

مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

”ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب میں آخری یعنی

ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے“

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ حضور انبیاء

کے پاک گروہ میں سب سے برتر اور عدیم المثال فرد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں

بہدایں خاتم شد است اد کہ بچود

مثل او۔ نے بود نے خواہند بود

چھٹی حدیث :-

جو بیان کی جاتی ہے۔ مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کہ اس حدیث میں خود من قبلی کے الفاظ نبی بتا رہے ہیں۔ کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے۔ جو حضور سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی

کے آنے یا نہ آنے کا یہاں ذکر نہیں۔ دوسرے اگر آئندہ نبی آنے کی نفی نکل سکتی ہے۔ تو صرف ایسے نبی کی۔ جو آنحضرت معلم سے پہلے انبیاء کی طرح مستقل اور بلا واسطہ کسی اتباع سے ہو۔ جیسا کہ من قبلی سے ظاہر ہے۔

گذشتہ انبیاء اور ان کے صحائف کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ان کی شریعتیں بجا ماد دنیا کی افواہ کے ناقص اور غیر مکمل تھیں۔ اس لیے ایک کامل شریعت کی ضرورت تھی۔ اور مکان نبوت میں جو نقص غلطی وہ پورا ہو گیا۔ اس لیے آپ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود سے پوری ہو گئی اور قرآن مجید جیسی مکمل کتاب آپ کو دی گئی کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جو نئی شریعت لائے اور قرآن مجید کو ناقص ٹھہرائے۔ ہاں جو قرآن شریف کی اشاعت اور ترویج کے لیے آئے اور اس پر عامل ہو کر نبی ہوئے اسے یہ مکان مانع نہیں آخری اینٹ میں داخل ہے اور اس سے باہر نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے چار قسم کے لوگ ہوں گے یعنی نبی صلیقی، شہید اور صالح۔ پس اس حدیث میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو مستقل اور بالاصالت نبی ہیں جن کا انا آنحضرت معلم کے بعد منقطع ہے۔

ہاں اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب ہرگز نہیں آسکتے کیونکہ وہ اس مکان کی اینٹوں میں سے ایک اینٹ میں شمار کئے گئے۔ اگر ان کا دوبارہ لایا سیکم کیا جاوے۔ تو مکان میں ایک اینٹ کی جگہ خالی مان کر پھر مکان کو بدستور سابق عیب دار ماننا پڑے گا تو وہ کمال جو آنحضرت معلم کی وجہ سے مکان میں پیدا ہوا تھا نازل ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کی نبوت مستقل اور بالاصالت ہے۔ آنحضرت کی اتباع کا نتیجہ نہیں ملی۔

ساتویں حدیث:-

(لوکان بعدی نبی لکان عمر الحج) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے پیش کی گئی ہے۔ ملا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر حضرت عمر زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے۔ تو باوجود نبی ہونے کے وہ آپ کے تابعین میں سے ہوتے اور خاتم النبیین سے مراد یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کی ملت کو متروک کرے۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

دوسرا۔ بعد کے معنی عربی زبان میں معیت کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔

بعد نقیض قبل وقد ید بمعنی مع۔

اس لحاظ سے حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا نبی ہوتا ہوتا۔ تو حضرت عمر ہوتے اس کی امت میں اس نے ایک شعر بھی درج کیا ہے۔

”بیرے۔ بعد یعنی درجہ اور مرتبہ بھی آتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

”قال ثق اننا اجود بنی آدم واجودهم من بسدی رجل علم علما فنشره“

(مشکوٰۃ مطبوعہ ص ۳۷)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بعد نبی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر میرے بعد جس نے علم سیکھا اور اس کو لوگوں میں پھیلایا ۷

اور اس کے علاوہ بعد کا لفظ غیر اور سوائے معنوں میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وما یمسک
فلا مرسل لہ من بعدہ (فاطر) کہ جس خیر کو اللہ تعالیٰ روک لے تو اسے اس کے سوائے کوئی نہیں کھل سکتا
اور اسی طرح تفسیر جلالین جلد ۲ ص ۱۹۹ میں آیت لا ینبغی لاحد من بعدی میں بعدی کے معنی سوائے (میرے سوا)
کے لگے ہیں۔ پس ان دونوں معنوں کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہے۔ اگر اگر میرے سوائے کسی اور کو نبی بنایا جاتا
تو حضرت عمرؓ ہوتے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف حضرت عمرؓ کی تعریف اور ان کی نقیبت کا اظہار ہے کہ وہ بہت
صائب الرائے اور عالی دماغ ہیں۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ جس میں آپ نے
فرمایا۔ لولہ ابعث لبعثت یا عمرؓ وقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۱۰۶ کہ اے عمر اگر میں مبعوث نہ کیا جاتا تو مبعوث ہوتا۔ دوسری روایت
میں ہے۔ لولہ ابعث لبعثت فی کھد بعثت عمرؓ فی کھد اور یہی حدیث اس طرح بھی مروی ہے۔ لولہ ابعث لبعثت
بعدی عمرؓ کہ اگر میں نہ بھیجا جاتا۔ تو عمرؓ نبی بنا کر مبعوث کیا جاتا، اس روایت نے بعدی کے معنی بھی حل
کر دیے۔ کہ بعد سے مراد آپ کی وفات کے بعد نہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہیں۔ آپ کے مبعوث نہ ہونے کی صورت میں
حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔
(کنز الخاتمی صفحہ ۳۱۷)

آٹھویں حدیث یہ ہے۔

کہ میری امت میں تین کتاب و جال ہوں گے ہر ایک ان میں سے یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اس حدیث
سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ جو بھی اب آپ کے بعد قیامت تک نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ مزدھوٹا ہے۔ کیونکہ
کنے والے مسیح موعود کو خود حضور نے نبی اللہ کہا ہے۔ اور تیس کی تعداد بھی بتلا رہی ہے۔ کہ کوئی سچا نبی بھی آسکتا
ہے ۸

دوسرے۔ واضح رہے کہ اس حدیث کا مضمون آج سے پہلے پانچ سو سال قبل پورا ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شرح مسلم
میں لکھا ہے۔ ہذا الحدیث قد ظاہر صدقہ۔ مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا صدق ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ تاؤمخسے اگر جھوٹی
نبوت کے دعویداروں کا شمار کیا جاتا ہے۔ تو یہ نقد او (۳۰) کی پوری ہو چکی ہے۔
اور تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص اسے جانتا ہے۔ اگر شرح کے لمبا ہو جانے کا خوف نہ
ہوتا تو ہم ان کے نام بھی لکھ دیتے
(اکمال الاکمال جلد ۱ صفحہ ۲۹۸)

اور لؤاب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:-

در حدیث ابن عمرؓ است شیء کذاب.... در روایتی از عبد اللہ ابن عمرؓ ز طرانی است بر پانی شود ساعت

تا آنکہ بیرون آید ہفتاد کذاب و نحوہ عند ابی یعلیٰ من حدیث السنن۔ حافظ ابن حجر گفته سند میں ہر دو حدیث ضعیف است۔ اگر ثابت شود محمول باشد بر بالغہ نہ بر محمدید و اما محمدید پس اخراج کرد احمد از حدیثہ بسند جدید کہ باشد در امت من کذابان و جالان بسند و ہفت۔ آزاہنا چار زن باشند و من خاتم النبیین ام نیست بعد از من نبی۔ و ابی دلالت دارد بر آنکہ روایت ثنائین بجزم بر طریق جبر کہ راست و مؤید اوست روایت بخاری کہ تقریب گزشتہ (صحیح الکرامہ ص ۲۳)

اس سوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں ۷۰ کذابوں کی خبر آئی ہے۔ وہ ضعیف ہیں۔

(۲) اگر صحیح بھی ہوں۔ تو یہ اصل تعداد نہیں سمجھی جائے گی۔ بلکہ اسے بالغہ پر محمول کیا جائے گا اور نیز اس میں نبوت کے دعویٰ کی شرط نہیں ہے۔

(۳) اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے جو سند امام احمد میں عمدہ سند سے بیان ہوئی ہے۔

(۴) بخاری کی حدیث کے الفاظ کہ ۳۰ کے قریب کذاب ہوں گے۔ اس کے مؤید ہیں کہ اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے۔

اور ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ ۳۰ کذابوں کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ اور اب سچے نبی کی آمد کا وقت ہے کیونکہ صبح کاذب کے بعد صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

اجماع کی بحث

اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا اجماع ہے صحیح نہیں ہے۔

جیسا کہ میں خاتم النبیین کی تفسیر میں صحابہ کرام اور ائمہ کے اقوال پیش کر چکا ہوں۔ جن میں بصرحت ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد صاحب شریعت جدیدہ نبی کا آنا کہا ہے۔ اور علمائے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

اجماع کا انکار کرنے والا بلکہ اس اجماع صحابہ کا جس پر تمام صحابہ نے متفق ہو کر کہا ہو کہ ہم یہ بات مانتے ہیں یا قرار دیتے ہیں جیسا کہ نور الانوار شرح المنار ص ۱۸۹ میں لکھا ہے۔

اجماع الصحابة نظماً مثل ان يقولوا جميعاً اجمعنا على كذا فانه مثل الآية و الخبر المتواتر حتى يكف جاحداً ومنه الاجماع على خلافة ابى بكر الصديق رضى الله عنه

ثم الذي نصح البعض وسكت الباقون من الصحابة وهو المسمى بالاجماع السكوتي ولا يكفر جاحداً -
 کہ سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ کا ہے کہ وہ سب متفق ہو کر کہیں کہ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا تو وہ آیت اور
 خبر متواتر کی طرح یقینی ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اسی قسم کا اجماع
 ہوا۔ اور دوسری قسم اجماع کی یہ ہے کہ بعض صحابہ نے اتفاق کا اظہار کیا لیکن دوسرے خاموش رہے۔ تو اس کا نام اجماع
 سکوتی ہے۔ اور اس کا منکر کافر نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کی تعریف جس کا منکر کافر ہے۔ قطعاً کسی قول سے ثابت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے
 کس جگہ پر جمع ہو کر اس اتفاق کا اظہار کیا ہو۔ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جو بھی نبوت
 کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور واجب القتل ہے اور بعض علماء کا یہ کہنا کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں ہرگز حجت نہیں جیسا کہ ارشاد
 الفحول میں لکھا ہے۔ زعم قوم۔۔۔۔۔ قولاً قال۔
 کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کوئی عالم یہ کہہ دے کہ اس مسئلہ میں سب متفق ہیں اور اس میں کوئی خلاف نہیں۔ تو
 وہ اجماع ہو گا۔ تو یہ ایک باطل قول ہے۔

مصنف ارشاد الفحول نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں چند مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ جس طرح
 امام شافعی نے گائے کی زکوٰۃ میں یہ حکم لگاتے ہوئے کہ ۳۰ سے کم میں تبيع (ایک برس کا بچھڑا) نہیں ہے
 کہا ہے۔ کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ حالانکہ اس میں خلاف مشہور ہے۔ اور اسی طرح امام مالک نے رو
 قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے متعلق لکھا ہے۔

وعد هذا املاً لا خلاف فيه بين احد من الناس ولا بلد من البلدان ولا خلاف فيه شريراً

کہ یہ مسئلہ ایسا ہے جس میں کسی شہر میں اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس میں اختلاف ہے وہ بہت مشہور ہے
 ” اور حضرت عثمانؓ رویمین کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور انکار پر فیصلہ لگے دیتے تھے۔ اس طرح حضرت
 ابن عباسؓ اور حکم تابعی وغیرہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب جو اپنے وقت کے
 قاضی تھے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جب اتنے اتنے بڑے مقتدر علماء پر لوگوں کا اختلاف مخفی رہ سکتا ہے
 تو دوسروں کا جو ان سے رتبہ میں کم ہیں یہ کہنا کہ اس میں کوئی خلاف نہیں حجت نہیں ہو سکتا۔ حوالہ مذکورہ
 بالا ارشاد الفحول صفحہ ۸۵ پر ہے اس کتاب کا مصنف نواب صدیق حسن خاں صاحب ہے۔

اب تو از معنوی کے متعلق کتاب مسلم الشیوخ جلد ۲ ص ۱۱۱ میں لکھا ہے۔

واستبعد الامام الرازی التواتر لمعنى سماعي ^{مخبرته} لکرا ان الامام رازی نے تو از معنوی کو مستبعد سمجھا ہے خصوصاً
 اس کے حجت ہونے کو چھ جاہیکہ اس کے شکر کو خارج از اسلام اور مرتد قرار دیا جائے۔

لہذا جب احادیث سے صحابہ کرامؓ کا اجماع ان معنوں پر جو ثابت نہیں تو پھر ان معنوں کے اجماع کا دعویٰ کرنا فاضل و متجاوز ہے۔ مسلم الثبوت جلد ۱ ص ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ یہود نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس یہ بھی اجماع باوجود ان امور کے جو اہل یرسالیان کے لئے ہیں ویسا ہی ہوگا کہ یہود نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ضروری تھا کہ چونکہ سید ولد آدم سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میری امت بھی یہود کے قدم پر قدم چلے گی اور یہود سے پہلے میری امت علیہ السلام کی وفات کے بعد اس قسم کا اجماع ہوا تھا کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ سورہ مومن ۸۱۔ حتیٰ اذا هلك قلتهم لن يبعث الله من بعدہ رسولا اس واقعہ کو حقیقتاً قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پس جس طرح پہلے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ بعد ازاں پھر کہتے ہیں۔ اسی طرح پھر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روحانی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ حق نہیں ہیں۔

علماء دیوبند نے ایک دہائی سے لے کر اب اور طبع و تہذیب سے صحابہ نے جو قتال کیا اس لیے کیا کیا۔ اور اس کی وجہ محض مسلمہ کذاب اس کی بغاوت اور اسلامی حکومت کا مقابلہ اور خود بادشاہ بننا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ مدینہ میں آیا۔ تو اس نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مسلمان ہونے اور حضور کی اتباع کرنے کے لیے یہ شرط پیش کی کہ آپ اپنے بند مجھے اپنا نیک مقرر کریں تو میں آپ کی اتباع کروں گا۔ حضور نے اسے منظور نہ کیا۔ اور جلال آفرین لہجہ میں فرمایا کہ اگر تو یہ کھجور کی ٹہنی بھی جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے طلب کرے تو نہیں دوں گا۔ اس کے بعد اس نے واپس جا کر آنحضرتؐ صلعم کو ایک خط لکھا ملاحظہ ہو حج الکرامہ ص ۲۳ تاریخ الخلفاء جلد ۲ ص ۱۷۱

اس امیری میں آپ کے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔ پس آدھا ملک ہمارا اور آدھا آپ کی قوم قریش کا ہوگا۔ حضور نے جواب دیا۔ کہ ملک سارا اللہ کا ہے۔ جسے چاہے دے اور انجام تفتینوں کا اچھا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے ایک باخبرہ عورت اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے آیزش شروع کر دی چنانچہ دو مدنی صحابیوں کو جو اتفاقاً اسے راستے میں مل گئے تھے۔ اپنی نبوت کے ماننے پر مجبور کیا۔ ایک تو ان میں سے مرتد ہو گیا۔ لیکن دوسرے صحابی نے اسے نہ مانا اس پر اس نے ان کے تمام اعضاء کاٹ کر آگ میں جلا دیئے جس پر مسلمانوں سے اس کی لڑائی ہوئی۔

پس مسیہ کذاب پر لکھی گئی محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے نہیں کی گئی بلکہ اس لیے کہ وہ اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور اپنے آپ کو بادشاہ قرار دیا۔

اسی طرح طلحہ کا واقعہ طبری جلد ۱ ص ۱۹۰ اور تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱ میں درج ہے۔ پس طلحہ کی وجہ قتل بھی اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔ اسی طرح اسود عسی مدعی نبوت کا ذیہ کے ساتھ بھی جنگ کی گئی اس نے بھی مرتد ہونے ہی

علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کا حوالہ صحیح اکرام طبری اور تاریخ قمیس میں ہے۔ اس نے آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن اپنی غرض پوری ہونے نہ دیکھ کر حضور کی زندگی میں ہی مرتد ہو گیا۔ اور سیرا مقام کو اپنی قیام گاہ بنایا اور اس جگہ اس نے ایک کافی لشکر اپنے گرد جمع کر لیا۔ حتیٰ کہ حضور کی وفات کے بعد تین قبیلے غطفان۔ ہوازن اور طے اس کے ساتھ مل گئے اور جب شہر مدینہ پر چھاپا مارا گیا۔ تو چھاپہ مارنے والوں کے دو حصے تھے۔ ایک ابرق میں مقیم تھا۔ اور دوسرا ذی القصر میں۔ اس دوسرے حصہ پر طلیحہ نے اپنے بھائی کو سالار لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ اور عبس و ذبیان کو جب حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی۔ تو یہ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ اور پھر ان تمام قبائل نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں۔ بعض کو زندہ جلادیا اور بعض کے کان ناک اور ہاتھ کاٹ دئے چنانچہ طبری جلد ۴ ص ۱۹ میں لکھتا ہے۔

ولم یقبل رخالد۔ بعد ہزیمتہم (من احد من اسد و غطفان و لاهو اذن و لا سلیم
 و لا طیعی الا ان یا توه بالذین حررتوا و مثلوا و عددوا علی اهل الاسلام فی حال رد تھم۔
 پس طلیحہ بن خزیمہ الاسدی سے جنگ کی وجہ اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔

اسی طرح اسود عسی مدعی نبوت کا ذریعہ سے جو جنگ کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس نے مرتد ہوتے ہی علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور آنحضرت صلعم کی طرف سے جو عاملین صدقات مقرر تھے۔ انہیں تنگ کیا اور ان سے ان صدقات کا جو وہ وصول کر چکے تھے۔ واپسی کا مطالبہ کیا۔ حال ہی نزدیک تھے کہ اس نے قبائل مذحج و نجران کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے حاکم والی یمن شہر ی باذان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی بیوی کو جبراً اپنے عقد نکاح میں لے کر ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا آنحضرت صلعم نے اس بغاوت اور کشت و خون کی خبر سن کر حضرت معاذ بن جبل کو خط لکھا۔ کہ اسود عسی کا مقابلہ کرو چنانچہ شہر ی باذان کی بیوی کی مدد سے مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔

پس ان مدعیان نبوت سے صحابہ کا مقابلہ کرنا بغاوت کی بناء پر تھا۔ یہ کہ انہوں نے اجماع کیا تھا۔ کہ جو بھی مدعی نبوت ہو۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ خواہ وہ سچا مسلمان منقہ۔ ویتدار۔ اسلام کی اشاعت کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی ہو۔

اس بات کا ایک مزید ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ابن میباد کو جو نبوت کا مدعی تھا۔ قتل نہیں کیا حالانکہ اس نے حضور کی رسالت کی دعوت سے انکار کرتے ہوئے آپ پر اپنی نبوت کو کیا پیش کیا اور کہا (انشہد انی رسول اللہ) پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تو خدا اور اس کے تمام رسولوں کو ماشا ہوں۔ پھر اس سے بہت سی باتیں کہیں۔ پس اگر مدعی نبوت کو قتل کر دینے کا حکم اسلام میں ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم ضرور ابن میباد کو قتل کر دیتے ابن میباد کے متعلق کتب احادیث میں ایک علیحدہ باب ہے۔ یہ کہنا کہ وہ اس وقت نابالغ اور غیر مکلف تھا صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر وہ غیر مکلف تھا تو حضور نے اپنی رسالت اس پر کیوں پیش کی۔ اور کیوں حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔

کتاب المسادی والماسن للبیہقی سے دو جھوٹے مدعیان نبوت کے واقعہ کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ گویا ہمدی نبوت کی سزا قتل ہے۔ سچ نہیں ہے۔ اور ان دو مدعیان نبوت کا اصل واقعہ ہواں کتاب کے صفحہ ۱۲۴ جلد اول میں درج ہے اس طرح یہ الفاظ مندرجہ ذیل سے شروع ہوتا ہے۔ دینہم رجلاً... مواتھا دوسرا واقعہ الفاظ ذیل سے شروع ہوتا ہے۔ ریس زعم انه نوح..... سنہ۔

جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا اس سے جب دلیل طلب کی گئی۔ تو اس نے یہ دلیل پیش کی کہ تم اپنی ماں کو میرے پاس لاؤ میں اس سے جماع کروں گا۔ تو اسی وقت وہ حاملہ ہو جائے گی۔ اور تجھ جیسا ایک لڑکا دے گی اس پر ثامرنے کہا کہ تجھے نبی مان لینا میرے لیے زیادہ آسان ہے۔

دوسرا واقعہ میں مدعی نبوت نے نوح ہونے دعوے کیا۔ اور کہا کہ وہ پہلا نبی نوح ہے۔ جس نے ۹۹ سو سال پہلے پورے کئے اور اب باقی پچاس سال پورے کرنے آیا ہے۔ اس کتاب میں علما کے متفقہ فیصلہ کا ذکر نہیں اور نہ یہ ذکر ہے کہ ہمدون نے علما کے متفقہ فیصلہ سے اسے قتل کیا۔

اس دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی کہ جھوٹے نبی مدعی کو قتل کیا جاوے۔ اور یہ کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے مدعی کو آیت خاتم النبیین کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا قتل ہے۔ تو اس سے لازم ہے کہ جو سارے قرآن مجید کے منکر ہیں۔ ان کی سزا بذریعہ ادنیٰ قتل ٹھہرے۔ اور آیت خاتم النبیین میں قتل کرنے کا کوئی ذکر نہیں سید کذاب کی نبوت۔ اسلام کے بالکل مخالف تھی۔ اور اس نے

تشریحی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا اور زہرہ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس تشریح اور مفسد لوگوں کا ایک گروہ اس کے تابع ہو گیا۔

اسی طرح جب خالد بن ولیدؓ طلیمہ کی طرف لشکر لے کر گئے۔ تو انہوں نے اس سے کہا۔ ہمارے خلیفہ کی ہمیں بیعت ہے۔ کہ تمہیں کلمہ شہادت کی طرف بلا میں۔ تو اس نے جواب میں کہا۔ اے خالد! شہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ لگو یا اس نے اپنا نیا کلمہ جاری کیا تھا۔ والمسادی والماسن جلد ۱۲۴ میں جس قسم کی نبوت کا میلہ کذاب نے دعوے کیا۔

ایسا مدعی نبوت بے شک آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آسکتا۔ اور سچا نبی ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب جس نبوت کے مدعی ہیں وہ ایسی نبوت کے مدعی نہیں۔ بلکہ وہ تو ایسی نبوت کے مدعیوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کی غلامی اور اطاعت سے باہر ہوں۔ آپ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق اور فدائی ہیں۔

کہ فرمانے ہیں سے
بعد از خدا بعشق محمدؐ محرم ۱۱
گر کفر این بود بخدا سنت کا فرم

جب مسیلمہ کذاب وغیرہ کے ادعاے نبوت کی حقیقت معلوم ہوگئی تو ہمیں ان علماء کے منطوق سمجھ لینا چاہیے۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا انکار کیا ہے۔ کہ ان کی مراد اسی قسم کا نبی ہے جو ناسخ شریعت تھی یہ اور مسیلمہ کذاب کی طرح ہو۔ چنانچہ ہر اذوال علماء کے پیش کئے جاتے ہیں۔ جیسا علامہ خفاجی کا قول تفسیر ابن کثیر مغنیۃ الطالبین کے اقوال موجود ہے۔ ہیں کہ جس نبوت کا علم نے بند ہو جانا بیان کیا ہے۔ وہ ایسی نبوت ہے جو آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں اور آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والی ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بار بار مسیلمہ کذاب اور اسود غنسی کی مثال دی ہے۔ جنہیں اسلام سے سخت عناد تھا۔

اور ملا علی قاری نے اگر آنحضرت صلعم کے بعد نبی آنے کا انکار کیا ہے۔ تو دوسری جگہ اپنی کتاب و صوغات کبیر میں اس کی تشریح کر دی ہے۔ کہ ان کی مراد اس سے وہ نبی ہے جو آنحضرت کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جہاں انہوں نے انکار کیا ہے۔ وہاں ایسا نبی مراد لیا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی ملت کو منسوخ کرے اور مسیلمہ کذاب کی طرح باغی سرکش۔ فاجر دشمن اسلام ہو۔ اور ایسی نبوت کو ہم بھی آنحضرت صلعم کے بعد منقطع اور بند سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

غرض ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ جو شخص تحقیق طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور آنحضرت صلعم کے ذلیق فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے۔ اور اس پاک سرچشمے سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بنا چاہتا ہے۔ تو وہ ملحد بیدین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی تیا کلمہ بنا لے گا۔ اور عبادت میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا۔ اور احکام میں تغیر و تبدل پیدا کرے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا صحابی ہے۔ اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔

(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۸-۲۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیاء آئے۔ ان کے متعلق امام عبد الوہاب شمرانی لکھتے ہیں۔

” وہ فرشتہ کے سامنے شاگردوں کی مانند ہو کرتے تھے۔ اور روح الامین ان کے پاس شریعت لاتا تھا جس کے مطابق وہ عبادت وغیرہ کرتے تھے۔ (البیواقیت والحوار جلد ۲ ص ۲۸) کہ وہ فرشتہ

ان کے لیے جو چاہتا حلال کرتا اور جو چاہتا حرام کرتا اور ان پر دوسرے رسولوں کی اتباع لازم نہیں تھی۔-

اور نیز اس ص ۹۹ میں رسول کی یہ تعریف کی گئی ہے۔-

کہ رسول ایک انسان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ احکام شریعہ کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کے لیے کتاب کا لانا شرط ہے۔ مولانا محمد اسماعیل ہشید دہلوی منصب امامت کے ص ۸ پر لکھتے ہیں۔

باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور مہیشوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص و عام۔۔۔ کہ از جانب حق
جل و علا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بالانیاں برسد۔
اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

کہ رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔
چنانچہ اس تعریف کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس قسم کے ہی ہونے سے انکار کیا ہے۔
مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام
شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ
کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے ہوشیار رہنا چاہیے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ
لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب سچ قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول۔ بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
و سلم کے نہیں ہے۔
(حقیقۃ النبوة ص ۱۲۵)

پس حماۃ البشریٰ اور ازالہ اہام میں جہاں مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد وحی رسالت بند ہے۔ اور
خاتم النبیین کے بعد رسول نہیں آسکتا۔ لہذا اس قسم کے تمام حوالوں کا یہی مطلب ہے۔ کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا
جس میں ان تین باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے یا (۱) وہ جدید شریعت لائے (۲) یا بعض احکام شریعت سابقہ
کے منسوخ کرے (۳) یا بلا واسطہ نبوت پائے۔ کیونکہ آپ میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں اس لیے آپ نے حماۃ البشریٰ
اور ازالہ اہام میں اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ اور حماۃ
البشریٰ صلا سے جو عبارت پیش کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کا نام آپ نے خاتم الانبیاء بغیر استثناء رکھا ہے۔ تو
اس سے مراد ویسا ہی نبی ہے۔ کہ جس کا ذکر اوپر کی تعریف میں آچکا ہے اس بلکہ ان لوگوں کا جواب دے رہے ہیں۔ جو مسیح
نامہری کی آمد کے قائل ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

کہ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل آئی وہ خاتم الانبیاء ہیں نہ کہ رسول اللہ صلعم۔ کیا
ہم اعتقاد رکھیں کہ ابن مریم آئیں گے۔ اور قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ اور بعض نہ اٹھ کر دیں گے
اور جزیرہ قبول نہیں کریں گے۔ اور نہ لڑائی چھوڑیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جزیرہ لینے کا حکم
اور جزیرہ لے کر لڑائی چھوڑ دینے کا حکم آیت۔ حتیٰ یعطوا الجزیرۃ عن ید و ہم صانعون
میں دیکھے مجھے تعجب آتا ہے کہ کیسے یہ مسیح کو بعض احکام کا ناسخ مانتے ہیں۔ اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم
میں نور نہیں کرتے۔۔۔ اس سے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید اجمالی کامل تمہیں ہوا۔ بلکہ مسیح موعود علیہ السلام

کے زمانہ میں کامل ہو گا۔ یہ قول کتاب حمانۃ البشریٰ ص ۲ پر عربی میں ہے۔ میں نے اس کا ترجمہ بتلایا ہے اور ازالہ اوہام ص ۲۲ میں لکھا ہے۔

کہ اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نزول ہونا خیال کیا جائے تو ان پر نئی کتاب کا نزول ماننا پڑے گا اور تمام اجزائے شریعت اور جزئیہ وغیرہ کی منسوخ کا حکم بوجہ اس کے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ ان پر بڑی جبریل نازل ہوں گے۔ تو ظاہر طور پر اس نئی کتاب کے اترنے سے قرآن شریف۔ توریت و انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا۔ پس جہاں کہیں آپ نے نبوت یا رسالت کے بندہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ نو وہ مذکورہ بالا اصطلاح کی رو سے ہے۔ چنانچہ آپ کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں لکھتے ہیں کہ۔

جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول و مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلائے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکھا ہے۔

پس آپ نے خاتم النبیین کے معنی عام دوسرے عطا کی طرح یہ کیئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو وہاں اسی عام اصطلاح کے ماتحت کہے ہیں۔ اور اس لحاظ سے صرف مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت صلعم کو آخری نبی مانتی ہے یعنی آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آئے گا۔ اور دوسرے معنی خاتم النبیین جو یہ کہے ہیں کہ آپ کے بعد نبی آسکتا ہے تو وہ انہی معنوں کے لحاظ سے جو کتاب ایک غلطی کی عبادت میں درج ہیں۔

پس آپ پر یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا کہ آپ پہلے خاتم النبیین کے یہ معنی کرتے تھے کہ آپ کے بعد نبی نہیں آسکتا اور بعد میں دوسرے کہنے۔ کیوں کہ دوسرے معنوں کے لحاظ سے آپ نے نبوت کا کبھی انکار نہیں کیا آپ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ آپ کو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی بلکہ آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ ملا ہے۔ غلطی۔ بردوزی کی اصطلاح میں قائم ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

” غلطی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے فیض پانا۔ وہ قیامت تک باقی ہے۔“

(حقیقۃ الہی ص ۲۵)

” میری نبوت آنحضرت صلعم کی نقل ہے۔ یعنی ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کے اتباع اور آپ کے

ذریعہ سے ملے۔ حاشیہ حدیث الوحي ص ۱۵ جب تک اس کو انہی بھی نہ کہا جاوے۔
 جب تک اس کو انہی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہر ایک الغام اس نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے۔ نہ براہ راست۔ (تجلیات الہیہ حاشیہ ص ۱۵)
 " میری مراد اس نبوت سے یہ نہیں ہے۔ کہ میں نمود بالشد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر
 کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت
 مکالمت و مخاطبت الہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ جو مکالمہ و مخاطبہ
 کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوتی۔ یعنی آپ لوگ جس کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے
 ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع کا نام بموجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں اور ہر ایک شخص ایک اصطلاح
 قائم کر سکتا ہے۔"

پس اصطلاحوں کا قائم کرنا کوئی جائز اعتراض نہیں ہے اور خود محدثین نے اعاذیث کے لیے اصطلاحیں قائم
 کی ہیں۔ جیسے غریب مشہور۔ متواتر وغیرہ پس اگر بردہ اور ظل وغیرہ کا پہلی کتابوں میں بالکل ذکر نہ ہوتا تب بھی کوئی
 اعتراض نہ تھا۔ دوسری کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔
 پس آپ نے خاتم النبیین کے معنی عام دوسرے علماء کی طرح کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکا۔
 اٹھارہواں مراتبہ مسئلہ بردہ اور تمثیل کے بیان میں۔ بعض نایاب نگاروں سے اس کو بھی متاسخ
 کہتے ہیں یہ عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ بردہ ایک عبارت ہے اور یہ اعلیٰ قسم بردہ کا ہے اور کتاب اشارات فریدی حصہ دوم ص ۱۱۲
 پر بردہ کے متعلق بحث ہے۔

کتاب زیاتی القلوب ص ۱۵۱ کی عبارت کے مطابق جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے۔ جنم لیا۔ اور محمد کے
 نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر یہ اعتراض کرنا کہ ہم لفظ ہندوؤں کا ہے۔ اس کا استعمال کفر ہے۔ اس طرح توارو
 میں شکر کے بہت سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسا "سودا" اور "ستبہ گہ" وغیرہ اور یہ کفر نہیں ہیں۔ اگر
 کہا جائے کہ اس سے بندوں کا عقیدہ متاسخ ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی عبارت میں آپ نے جنم لینے
 سے مراد۔ خود طبیعت اور ولی مشابہت لی ہے۔ یہ مطلب نہیں لیا۔ کہ آنحضرت کی پیدائش حضرت ابراہیمؑ ہی کی
 پیدائش تھی۔ چنانچہ آپ نے جس بات پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔ وہاں مراتب وجود دوریہ کی تفسیر یہ کی ہے۔ لکھتے
 ہیں :-

یعنی نبی نوع انسان میں سے بعض بعض کی خود طبیعت پر آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی

کتابوں سے ثابت ہے کہ ایلیاءؑ کیجی نبی کی تو اور طبیعت پر آگیا۔ اور جیسا کہ ہمارے نبی علیہ السلام حضرت ابراہیم کی خواہر طبیعت پر آئے۔ اسی سر کے لحاظ سے یہ ملت محمدی ابراہیمی ملت کہلاتی ہے۔
(تزیان القلوب ص ۱۵۵ طبع بار اول)

چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اما ابراہیم فانظر ولفظك... الخ کہ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو تم میری طرف دیکھ لو۔ بخاری جلد ۲ ص ۱۵۶ اس طرح فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح غلیل بنایا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بنایا ہے۔ اور حضرت یسح موعود کے تناسخ کے مسئلہ کا اور اپنی متعدد کتب سر مشتم آریا و چشم معرفت وغیرہ میں زبردست دلائل سے کیا ہے۔ چشم معرفت ص ۱۱ پر فرماتے ہیں کہ حیوانات کی طاقتوں اور قوتوں کے تفاوت کا سبب تناسخ اور آواگون کو قرار دینا خدا کے حکم کے علم اور ست و دیا کو ضائع کرتا ہے۔ اور اس کی وحدت نقائی کو درہم برہم کرتا ہے۔ تزیان القلوب کا جو حوالہ کہ مہدی موعود ختم الاولاد سے لگے لکھا ہے۔

”ا“ اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کو فی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باستثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں۔ اہل کشت کی یہ عیارت لکھ کر مرزا صاحب آگے لکھتے ہیں۔
”یسح موعود کا زمانہ اسی حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں۔ اور اس کی تعلیم پز قائم ہوں گے۔ غرضی قرون ثلثہ کا ہونا برعایت مہناج نبوت ضروری ہے۔“

اور خطیبہ الہامیہ میں آپ نے خاتم الاولیاء کے یہ معنی کئے ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ مگر وہی جو مجھ سے اور میرے طریقہ پر ہوگا۔ تزیان القلوب ص ۱۵۶
پس خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی نبی بعد خاتم النبیین امت محمدیہ سے اور آنحضرت صلعم کے اتباع سے باہر نہ ہوگا۔ خطیبہ الہامیہ ص ۳۵ (فریق مخالفت نے حضرت یسح موعود کو صاحب شریعت جدیدہ نبی ثابت کرنے کے لیے پہلا حوالہ دافع البیلا کا پیش کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے لیے حضور کا لفظ لکھا ہے۔ لفظ رسول سے صاحب شریعت جدیدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دافع البیلا میں ہے۔ براہین احمدیہ سے اپنی وحی کے الفاظ نقل کر کے لکھا ہے کہ تمام بھلائی قرآن میں ہے پاک دل لوگ اس کی حقیقت سمجھتے ہیں پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں۔ اور کیوں کر اس کو نا کامل سمجھیں۔ آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔“

ردافع البیلاء ص ۳

دوسرا حوالہ:- انہوں نے ایک غلطی کا ازالہ سے پیش کیا ہے۔ اس میں بھی آپ نے بصرحت فرمایا

ہے۔ کہ :-
 نبوت سے میری مراد یہ نہیں کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا یا مستقل نبی ہوں۔ بلکہ ان
 معنوں سے نبی ہوں کہ میں نے اپنے رسول و مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے
 اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم عیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر
 کسی جدید شریعت کے اس کے ساتھ ہی تیسرا حوالہ حقیقت الہی ص ۱۵۱ سے پیش کیا گیا ہے۔ کہ
 صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ مگر اس
 طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ۱۱

پھر اس کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں :-

یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دہوکا کھا جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں
 کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانہ میں براہ راست نبیوں کو ملی۔ لیکن وہ اس
 خیال میں غلطی پر ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افہام
 و معانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے ۱۱ (ص ۱۵۱ حاشیہ ص ۱۹۱)

تیسرا حوالہ

جو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لیے پیش کیا گیا یعنی کہ آپ نے اپنی وحی پر ایمان لانے کا اظہار اسی
 طرح کیا ہے۔ جس طرح دوسری وحیوں پر۔ اس سے بھی یہی ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے صاحب شریعت
 نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ صرف آشنائیت ہوتا ہے کہ آپ اپنی وحی کے بجانب اللہ اور اس کے ظل شیطانی
 اور خطا سے پاک و مشرف ہونے پر یقین کامل کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب
 شریعت جدیدہ کے مدعی ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں :-

وحی دیگر شمس کہ منظر گاہ اوست

۱۱

بچوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست (مشوئی دفتر چہارم ص ۱۵۱)

پس وہ وحی جسے اولیاء اللہ وحی قلب کہتے ہیں۔ اس میں بھی خطا نہیں ہوتی۔ جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام
 کی وحی میں خطا منظور نہیں پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو قرآن مجید کے مقابلے میں پیش کیا ہے۔
 اس کی مثل قرار دیا ہے۔

حالانکہ آپ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :- خدا کی لعنت

ان پر جوہر دعویٰ کریں۔ کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم سراپا معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انسان وہی نہیں لا سکتا۔ اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ الہی پاک وحی ہے کہ اس کی مثل احد کوئی وحی نہیں ہو سکتی اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو۔ اور خدا ننانوے کی تھی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی۔ ایسی کسی پر پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی (الہدی ص ۳۲)

پوچھا حوالہ

حضرت مسیح موعود کو مدعی شریعت جدیدہ ثابت کرنے کے لیے اربعین ۱۹ ص ۶ کے حاشیہ میں اپنی وحی تعلیم اور بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ آپ نے شریعت محمدیہ کو منسوخ فرار دیا۔ جو شخص حضرت مسیح موعود کی اس عبارت پر لڑ کرے گا۔ اس پر صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ آپ کی جو وحی اور تعلیم ہے۔ وہ وہی تعلیم ہے جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔ پھر اس کو کیوں مدار نجات نہ ٹھہرایا جاوے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے موجودہ والسرائے دعویٰ کریں اگر تم حکومت برطانیہ کے وفادار ہو۔ تو میرا حکم مانو۔ کیوں کہ اس وقت میں حکومت کی طرف سے تم پر مامور کیا گیا ہوں۔ اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے اور رسول نافرمانی کر دو گے۔ تو جیل خانہ بھیج دے جاؤ گے اور سزا سے تم ہرگز نجات نہیں پاسکتے۔ اور یہی بات حضرت صاحب نے اس حاشیہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

”میری تعلیم میں امر مجی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور وحی کو جو محمد پر ہوتی ہے۔ نفل یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔“

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے۔ یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ بلکہ فرمایا ہے۔ کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اور جس عبارت پر یہ حاشیہ دیا گیا ہے۔ اس میں جس حکم کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے :-

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا اخر وجہہم ذلک اذکی لہم۔ (نورغ)

یعنی تو اپنی جماعت کے مؤمنین سے کہہ دے کہ وہ اپنی نظریں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ قرآن مجید کی ایک مشہور آیت ہے جو آپ پر وحی ہے۔ اس میں کوئی نئی تعلیم اور نیا حکم نہیں ہے۔ بلکہ وحی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ چونکہ آپ اس زمانہ میں مامور من اللہ میں۔ اس لیے تجدید کے طور پر فرماتے آپ کو یہ الہام کیا۔ اس جدید شریعت کا اوجہ لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئی ہیں۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود پر بھی اور انہی کے متعلق حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میری وحی میں امر مجی ہے اور نہی بھی۔

اور ظاہر ہے کہ جب آپ کی تعلیم اور وحی قرآن مجید کی تعلیم پر مشتمل ہوئی تو اس پر ایمان لانا قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہوئی اور آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ٹھہرا۔ کہ لوگوں کے لیے آپ کی تعلیم اور بیعت مدارجات ہے،

ایک تشبیہ کا ازالہ

فریق مخالف نے الیواقیت جلد ۲ ص ۳۳ سے ایک حوالہ فتوحات مکہ کا پیش کیا ہے۔ کہ اگر کوئی امام اور انواری کے نزول کا دعویٰ کرے چاہے وہ ہماری شریعت کے موافق ہوں یا مخالف۔ اگر وہ مکلف ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ الیواقیت میں جو دوسری عبارات فتوحات مکہ کی درج ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت جدید کہلاتا منقطع ہے۔ دس۔ اسی کتاب کے ص ۹۶ پر لکھا ہے کہ اگر کسی صاحب کشف نے یہ کہا کہ وہ ایک ایسے امر سے ماور ہوا ہے۔ جو شرع محمدی کے مخالف ہے۔ تو اس پر امر ملتیں ہو گیا، دیکھیے یہاں اس کی سزا باوجود شریعت کے مخالف ہونے کے قتل نہیں بیان کی

اور الیواقیت جلد ۲ ص ۳۱ میں صاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آئیں گے تو یٰٰھم لبشرع محمدی کہ انہیں شریعت محمدیہ بذریعہ الہام سکھانی جائے گی۔ اسی طرح ص ۱۱ پر مہدی کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ قول لکھا ہے :-

کہ مہدی اس شریعت کے ساتھ حکم کرے گا۔ جو اس کی طرف وحی کرنے والا فرشتہ شرع محمدی کا الہام کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے قدم بقدم چلے گا۔ اور خطا نہیں کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا متبع ہوگا یا وہی نہیں لائے گا۔ پس اگر بالفرض اس حوالہ کا وہی مطلب لیا جائے جو فریق مخالف نے لیا ہے۔ تو اس کے حکم نے کہ فتوحات مکہ کی مصنف شیخ محی الدین ابن عربی کا بعد کی تصنیف کتاب قصص الحکم میں اس سے رجوع ثابت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

”و فینا من یاخذہ عن اللہ فیكون خلیفة عن اللہ بعین ذالک الحکم لتکون المادۃ من حدیث کانت المادۃ لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فهو فی الظاہر متبع لعدم مخالفتہ فی الحکم۔“
(قصص الحکم ص ۱۹) کہ ہم اہل کشف میں بعض ایسے

لوگ بھی ہیں۔ جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے وہی احکام حاصل کرتے ہیں جو شریعت محمدیہ میں پہلے سے موجود ہیں۔ اور وہ ان احکام میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہوتے ہیں اور بوجہ اس کے کہ ان پر نازل شدہ احکام شریعت محمدیہ کے مخالف نہیں ہوتے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں۔“

اور حضرت محمد الف ثانی فرماتے ہیں :-

”ہجرت تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان علوم را زوی حاصل می کرد۔ این بزرگواران بطریق الہام آن علوم را از اصل اخذ میکنند۔ علماء این علوم را از تراویح اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند۔ ہاں علوم چنانچہ انبیاء و اعلیہم الصلوٰۃ والسلام حاصل بود تفصیلاً و کشفاً ایٹا نیز بہمان نبع حاصل میشود اصالت و تبجیت در میان است باین قسم کمال از اولیاء کمل بعضی ایٹا نیز بعد از قرون متطاولہ و از منہ متباعدہ انتخاب میفرمایند“
(مکتوبات جلد ۱ ص ۵)

کہ جس طرح علوم شریعت آنحضرت مسلم وی الہی سے حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح اولیاء اللہ ان علوم کو الہام الہی یعنی اصل سرچشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ اور یہ علماء تو کتاب و سنت سے ان علوم کو بطریق اجمال لاتے ہیں اور جس طرح یہ علوم انبیاء علیہم السلام کو کشفاً حاصل تھے۔ اسی طریق پر اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں مگر صرف اصالت اور اتباع و وراثت کا ہے۔“

انتر کے غزلیوں خاندان کے مورث اعلیٰ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم ایک صاحب کشف بزرگ تھے جن پر قرآن مجید کی آیات الہاماً نازل ہوتی تھیں۔ ان کی مخالفت میں مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ لکھا۔ جس میں مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم پر اسی قسم کے اعتراض کیے گئے جس طرح پر کفر لقی مخالفت نے حضرت مسیح موعود پر کیے ہیں اس کے جواب میں مولوی عبد الجبار نے ایک رسالہ اثبات الالہام و البیعتہ۔ مولوی عبد اللہ غزنوی مرحوم کی حمایت میں لکھا اس کے ساتھ پندرہ متن کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”آپتیں بیشک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں اور ان کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں۔ مگر جب صاحب الہام پر وہ غیب سے سنتے ہیں۔ یا خود بخود ان کی زبان پر آیات جاری کی جاتی ہیں۔ تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں اور بہ سبب فہم خداداد کے حملہ و افزائش تھے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں تردد ہوتے ہیں۔ تو مثلاً آیت والجزء فاجھر سن کر اس کے ترک کا عزم کرتے ہیں اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ تو حوالہ قانتین اور ان اللہ معنا سکران کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔“

اسی طرح ایک مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کو قرآن مجید کی بہت سی آیات جو ادا مرو نواہی پر مشتمل ہیں الہاماً نازل ہوئیں۔ جو علم الکتاب مطبوعہ دہلی کے ۶۱، ۶۲، ۶۵ میں درج ہیں اور جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ ان میں خواجہ صاحب مرحوم کے مخالفین کو فاسق۔ جرم۔ مفسد وغیرہ قرار دیا گیا۔ پس یہ مقتدر بزرگ جب اس بات کے متعلق تھے اور اس وجہ سے کہ ان کے الہامات میں ادا مرو نواہی پائے

گئے۔ تو صاحب شریعت جدید ہو کر کافر اور مرتد نہ ٹھہرائے گئے۔ تو حضرت مسیح موعود کو کیوں اس وجہ سے کافر اور مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ پانچواں حوالہ اربعین ۳ ص ۱۱ سے فزنی مخالف کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا۔ ہے۔ کہ آپ نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہونا جائز ہے۔ اور صرف ایسے اوامر و نواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں اور آنحضرت صلیم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔ ممنوع قرار دیا ہے۔

اور پھر آپ نے اس جگہ صاحب شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے متقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے جیسا کہ یہ فقرہ دلائل کرتا ہے۔ پس اس نوعیت کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔

البعین میں جہاں آپ نے یہ لکھا ہے۔ وہاں قرآن مجید کی آیت لو تقول علینا بعض الاقادیل..... الخ اپنی صداقت پر بطور دلیل پیش کی ہے۔ کہ اس سن ۱۱ھ میں سے ثابت ہوتا ہے۔ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور مفتی غائب و خاسر رہتا ہے۔ کبھی کا میاب نہیں ہوتا۔ چونکہ میں خدا کے فضل سے ہلاک نہیں ہوا آنحضرت صلیم کو وہی کے بعد جو مدت ملی وہ مجھے دی گئی۔ تو آپ نے بعض مخالفوں کے اس اعتراض کو لے کر کہ ہر جھوٹا نبی ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ جو صاحب شریعت ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک ہوتا ہے۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ شرط نہیں پھر آپ فرضی طور پر فرماتے ہیں۔ کہ اگر شریعت سے یہ مراد لی جاوے تو اس لحاظ سے بھی عذر مخالفین کا باطل ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ اور جس میں امر ہے درج کی ہے۔ اور پھر آخر میں اس عذر کا جواب دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو صاحب شریعت جدید ہونے کا دعویٰ نہیں۔

۱۱ کہ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے۔ کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ پھر وہ دلیل تمہاری کیسی گاد خود ہو گئی۔ کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتی ہو تو تیسری برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ یہ تمام باتیں بے ہودہ اور مقابل شرم ہیں۔ (اربعین ص ۱۱)

اور سید عبد الوہاب صاحب شعرانی فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو عیب کی خبریں دینا اس امت میں جاری ہے۔ لیکن ان خبروں میں تحلیل اور تحریم نہیں ہوتی۔ بلکہ کتاب اور سنت کے معانی بتائے جلتے ہیں یا ایسے حکم مشروع کا جو ثابت ہو خدا کی

طرف سے ہونا بتایا جاتا ہے۔ ایسی حکم کا جو نقل سے ثابت ہو اس کے درست نہ ہونے کا علم دیا جاتا ہے وغیرہ
لیکن اس صاحب نفاہ کو یہ حق حاصل نہیں؟ ان یكون علی شرع یخصه یخالف شرع رسولہ الذی ارسل الیہ الخ
کہ اپنے رسول کی شرع کو چھوڑ کر اپنی ذات خاص کے لیے کوئی اور شریعت اختیار کرے“ (البواقیت جلد ۲ ص ۲۵۱)
اس سے ظاہر ہے کہ ایسے احکام کا جو شریعت کے مخالف نہیں کسی ولی پر اتنا ناجائز ہے۔

پھر ایک جواب اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس عبارت سے آپ کا منشاء صاحب شریعت ہونے کا ہوتا۔ تو اس کے بعد
کی تعینات میں شرعی نبی ہونے کا اس سے انکار نہ کرنے۔ اربعین آپ نے ۱۹۰۸ء میں لکھی اور ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء
میں تصنیف فرمایا۔ جس میں بصراحت اپنے صاحب شریعت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور رسالہ ”ریویو بر مباحثہ حکم الہی
ص ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا لکھا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور حقیقتاً معرفت جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی
اس کے منیمہ ص ۱۹۰۲ پر فرماتے ہیں:-

”آپ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ
کے بعد کوئی نئی شریعت لائے والا رسول نہیں، پھر فرماتے ہیں:-

تیس مہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریحی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعوے کو
تو ہم کفر سمجھتے ہیں“ (حقیقۃ النبوت ص ۲۷)

اب میں مرزا کے فوت ہونے سے دو دن پہلے کا ایک خط پیش کرتا ہوں۔ جو مصنف نے ایڈیٹر اخبار عام لاہور کے
نام لکھا اور جو ۲۶ مئی ۱۹۰۷ء کے پرچم میں شائع ہوا۔ اس میں لکھا ہے۔

”میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے میں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم
منسوخ کرتا ہوں میری گردن اسی جوئے کے پے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ
ایک نقطہ یا ایک شے قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں۔ کہ عربی اور
عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا سے الہام پاکر بحضرت پیشگوئی کرنے والا۔

پس اربعین کے ماقبل اور مابعد کی بیسیوں تحریروں میں صحت کی ایسی ہیں۔ جو ان کے اس الزام تردید کر رہی ہیں کہ آپ
نے شریعت جدیدہ نبی ہونے کا دعوے کیا۔

چھٹا حوالہ

فلیق خالفت فی زیاق العلوب ص ۱۲ سے پیش کیا کہ جس سے یہ استدلال کیلئے کہ چونکہ آپ نے حقیقتاً الوہی میں

اپنے منکرین کو کافر کہا اور تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ کافر کسانا نبیوں کا کام ہے جو شریعت جدیدہ لاتے ہیں تریاق القلوب کے بعد آپ نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا
جواب :-

بہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے اس بگڑت ما صاحب شریعت نبی۔ اور محدث و ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لاتے ان کے انکار کا حکم ذکر کیا اور یہی تریاق القلوب کا حوالہ حضرت مسیح موعود کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا وہی مطلب تریاق القلوب کے حوالہ کا صحیح سمجھا جائے گا آپ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا ہو کہ ”پہلے مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہ تھا لیکن اب مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہے اس لیے اپنے منکرین کو کافر کہتا ہوں یہ تبت تو فرقی مخالفت کا نتیجہ صحیح ہو گا۔ ورنہ غلط محض۔ سو جب ہم حقیقتہً الوہی کو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں کہیں یہ دعویٰ نہیں پاتے بلکہ اس کے برخلاف یہ پاتے ہیں کہ۔

” میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے۔ کہ میں تعوذ باللہ آنحضرت وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مناظرت الہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔“ (تمتہ حقیقتہً الوہی ص ۶۸)

تریاق القلوب والے حوالہ کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے۔

جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے منقری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ ومن اظلم ممن افترا علی اللہ کذاباً یا آیتہ۔ یعنی بڑے کافر وہی ہیں۔ ایک خدا پر افتراء کرنے والا دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں منقری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔

سائوال حوالہ

جو فرقی مخالفت نے مرزا صاحب کو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے۔ جن میں امر وہی پہلے جاتے ہیں۔ اس کا جواب حوالہ ۱ کی بحث میں متصل دیا جا چکا ہے کہ ایسے اد امر وہی کا نزول قرآن شریف کے مخالف تہ پر ملامت مؤید ہوں ہر طرح سے جائز ہے۔ اور ان کا بطریق تنجید کسی کا لفظ پر نازل ہونا موجب کفر نہیں۔

آٹھواں حوالہ

یہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے اپنے مریدوں کو عام مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا آپ نے حکم دیا ہے کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام وہ ہونا چاہیے جو زیادہ عالم اور متقی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی ہے۔ **واجعلنا للمتقین اماما**۔ کہ اسے خدا تو ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا اور امام منافقوں کے اور خدا کے درمیان بفرق کی طرح ہوتا ہے۔ پس یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم ایسے شخص کو امام بنائیں جو ہمیں کافر مرتد گردانتا ہے۔ لہذا قرآن مجید اور احادیث کی رو سے یہی ضروری ہے کہ جو خدا کے فرستادہ کو راستباز نہیں مانتے۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ ایمان لانے والے اور نہ لانے والے برابر نہیں اور اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا۔ شریعت کا مدعی ہوتا ہے۔ تو علماء نے خود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ حتیٰ کہ خود دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ”بھونچال برشک دجال“ کے صفحہ ۵۸ میں درج ہے کہ۔

جو مولوی نذیر حسین کا مدعا ہے۔ بے شک وہ غیر مقلد ہے۔ اس کی امامت درست نہیں عند الحقیقہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ لہذا جب کہ ہمارے مخالفوں کے نزدیک وہ علماء جنہوں نے ایسے فتویٰ دیئے ہیں۔ ان کو صاحب شریعت ہدایت قرار دے کر کافر و مرتد قرار نہیں دیا جاتا۔ تو اس طرح مرزا صاحب کو اس بات کی وجہ سے کیوں صاحب شریعت جدیدہ قرار دے کر کافر و مرتد قرار دیا جاتا ہے۔

نواں حوالہ

کہ احمدیوں کو غیر احمدیوں کی ٹرک دیتے سے منع کیا ہے۔

اس کا معقل جواب آئندہ دیا جائے گا۔ سردست میں یہ کہتا ہوں کہ دفع شر کے طور پر بھی ایسا ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بعد میں بہت فساد واقع ہوتا ہے۔ اور غیر احمدی اپنی احمدی بیوی کو مارتے کوٹتے اور سخت تکلیفیں دیتے ہیں۔ اور اسے مجبور کرتے ہیں کہ احمدیت سے تائب ہو اس لیے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ احمدی ٹرک کا رشتہ غیر احمدی سے نہ کیا جائے لہذا یہ حکم نہیں ہے بلکہ تکلیف سے بچانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ ان سے صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا ادعا لازم نہیں آتا۔

دسوال حوالہ

نوح الہدی کا دیا گیا ہے۔ کمزرا صاحب نے اپنی جماعت کو ماہوار چاند دینے کا حکم دے کر کہا ہے۔ کہ جو تین ماہ تک نہ دے وہ جماعت سے خارج ہے۔ کافر سے مرتد ہے اور ملعون ہے۔ لہذا یہ نیا حکم ہے۔ جو شریعت کے مخالف ہے۔ کیونکہ اسلام میں یہ حکم نہیں۔ کہ جو تین ماہ تک زکوٰۃ نہ دے وہ اسلام سے خارج ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد میں کافر۔ مرتد اور ملعون کے الفاظ بالکل نہیں اس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو احمدی ہو کہ یہ عہد کر چکے ہیں۔ کہ ہم دین کو دنیا پر بہر حال مقدم کریں گے۔ اور اسلام کی اشاعت کے لیے مالی جانی قربانی سے کبھی دریغ نہ کریں گے۔ فرمایا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی باوجود مفدرت اور طاقنت کے ایک پیسہ بھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تو وہ منافق ہے۔ اس کے بعد وہ اس جماعت میں رہنے کے قابل نہیں اور یہ کوئی نیا حکم نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ متقی کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ وما ذقتہم ینفقون اسی طرح سورہ توبہ میں ان لوگوں کے حق میں کہ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ذبشرہم بعد اذ الیم کی وحی آئی ہے اور اسی طرح منافقوں کی ایک علامت یہ بتائی دلا ینفقون الا وہم کارہون (توبہ) اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا کی راہ میں جب ناخوشی سے مال خرچ کرنا بھی نفاق کی علامت ہے۔ کہ جو شخص باوجود استطاعت بالکل ہی خرچ نہیں کرتا وہ کیونکہ نفاق سے بچ سکتا ہے اور اس کا جماعت سے تعلق قائم رہ سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سنو تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لیے بلا یا جاتا ہے۔ اس پر بھی تم میں سے ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور اللہ تو بے نیاز ہے اور تم اس کے محتاج ہو سورہ محمد ص ۱۱ میں آگے ہے۔ کہ اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کرو گے تو خدا تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لے آئے گا۔ اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ تم خدائی سلسلہ میں نہیں رو سکتے۔ پس حضرت مسیح موعود نے اسی قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا کہ ایسا شخص جو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتا۔ اور باوجود مفدرت عہد کرنے کے ۳۔ ۲ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔

اور گواہ کا یہ کہنا۔ کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق ایسا حکم نہیں ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا فرمایا واللہ لو منعونی... الخ ابوداؤد ص ۲۱ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایک معمولی رقم بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے۔ اور جسے

وہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں ادا کرتے تھے روکی تو میں ان سے جنگ کروں گا۔
پس زکوة میں سے کچھ حصہ ادا کرنے پر کتنی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔“

گیبار ہواں حوالہ

فریق مخالف نے حضرت خلیفہ ثانی کا قول الفصل اور حقیقۃ النبوت وغیرہ میں حقیقی نبی لکھا ہے۔ اور اس سے حضرت مسیح موعود کے صاحب شریعت نبی ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب انہی کی کتاب حقیقۃ النبوت ص ۳۲ میں سے دیا جاتا ہے جہاں انہوں نے الفصل ص ۱۲ کی عبارت بھی لکھی ہے۔ لکھتے ہیں۔
” حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ جو نئی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔“
پھر فرماتے ہیں کہ

” حقیقی نبی ایک اصطلاح ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے قرار دی ہے۔ اور اس کے خود ہی معنی بھی کر دئے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے میں ہرگز آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا ہاں چونکہ ہر ایک شخص کا حق ہے۔ کہ ایک اصطلاح بنائے۔ اس لیے میں نے لکھا تھا۔ اگر حقیقی نبی کے معنی ان معنوں کے سوا ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں تو میں ان کے معلوم ہونے پر رائے دے سکوں گا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود پر چسپاں ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور مثال کے طور پر میں نے لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے معنی یہ کئے جائیں۔ کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو۔ تو ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود کو ہی حقیقی نبی مانتا ہوں۔ یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریحی نبی مانتا ہوں۔“

پس آپ کی کسی تحریر سے بیانات نہیں۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں حقیقی نبی قرار دیا ہو آپ نئی شریعت لائے ہیں۔

اب میں قرآن مجید سے چند آیات بیان کرتا ہوں جن سے آنحضرت صلعم کے بعد امکان نبوة ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا بنی آدم اما یا تینکم رسول منکم یقصدون علیکم ایاتی الخ و اعرفوا کہ اے اولاد آدم ضرور تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے۔ جو تم پر میری آیات پڑھیں گے۔ اس آیت میں آئندہ رسولوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آیات سنائیں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا نازل ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ نبی آدم سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کے نزول کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ جیسا کہ اس آیت سے پہلی آیت یا بنی آدم خذوا

ذینکھ عند کل مسجد الخی نہیں نبی آدم سے مراد صحابہؓ اور ان کے بعد کے تمام لوگ ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان جلد ۲ ص ۳۱ پر لکھا ہے :-

کہ نبی آدم کا خطاب ان تمام لوگوں کو ہے۔ جو اس وقت موجود تھے اور جو ان کے بعد آئندہ ہوں گے۔

دوسری آیت :-

اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ رسلاً من الناس (الحج ع) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اور لوگوں میں سے رسول چنتا ہے اور چنتا رہے گا۔

اس آیت میں یصطفیٰ کا لفظ ہے جو حال اور استقبال کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ حسب ضرورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے رہیں گے۔ اور فرشتے ان پر وہی لائیں گے۔

تیسری آیت :-

تمام مسلمان مانتے ہیں۔ کہ نبوت ایک بہت بڑی مذکوری نعمت ہے اور قرآن میں بھی اسے نعمت کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں۔ اذ کرد انعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاءکم وجعلکم ملوکا و اتاکم ما لکم بیوت احد من العالمین (مائدہ ع) کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جو اس نے تم پر کی کہ اس نے تم میں سے نبی بھی بناٹے اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔ یعنی اللہ نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔ پس از روئے قرآن نبوت جب ایک انعام ہے۔ تو امت محمدیہ جو خیر الامم ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے محروم نہیں رہ سکتی اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔

صاف بتا رہی ہے کہ اس امت پر سب سے بڑھ کر نعمت کا تمام ہوگا۔ یعنی اب دیگر مذاہب والوں سے کوئی اس نعمت کو نہیں پاسکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لیے اب اس نعمت کو آپ ہی کے کامل منبع حاصل کر سکتے ہیں۔ غیر کو یہاں قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔

چوتھی دلیل :-

اگر واقعی طور پر آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا بند ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ وہ حالات بھی دنیا میں پیدا نہ ہونے دیتا جو نبی کی بعثت کا موجب ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سے ایک حالت دنیا میں فساد کا ظہور ہے۔ ظہور الفساد فی البر والحریم

کہ دنیا میں جب خشکی اور تری یعنی عوام اور خواص علماء اور جملہ امیر اور غریب۔ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں کی حالت تراب ہوگئی تو نبی صلعم کا ظہور ہوا۔

دوسری وجہ موجب بعثت نبی یہ ہے کہ پہلی کتاب میں لوگ شک کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے دوری اختیار

کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت۔ ان الذین ادنوا لکتاب من بعد ہم لقی شک منہ صریب۔

فلذالک فادعنا نستعتہ کما امرت۔۔۔۔۔ (شوری) سے ظاہر ہے۔
 کہ بن لوگوں کو کونای دی گئی وہ گہرے ننگ میں پڑ گئے۔ اس لئے اسے نبی تو ان کو دعوت دے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔
 تیسری بات جو کسی نبی کی بعثت کا موجب ہوتی ہے وہ اختلاف کا پیدا ہونا ہے جیسا کہ آیت لی حکم
 بین الناس فیما اختلفوا فیہ البقرہ ۲۸۱ اور ان کے درمیان سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فساد کے ظہور کی خبر دے
 چکے ہیں کہ ایسا فتنہ ہوگا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ اور اس کو فتنہ دو جہاں سے تعبیر کیا۔ اور امت کے متعلق
 فرمایا کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔ اور اختلاف اس قدر ہوگا۔ کہ نبی اسرائیل اگر ۲۷ فرقوں میں تقسیم ہو
 گئے۔ تو میری امت ۲۷ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ پس جب یہ تمام حالات جو بعثت نبی کا موجب ہوتے ہیں آنحضرت
 صلعم کے فرمان کے مطابق پیدا ہونے والے تھے اور ہوئے۔ تو کبوتر عقل تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ فساد کی اصلاح کے لیے
 کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔

لہذا آنحضرت صلعم کا موجبات نبوت کی خبر دینا اور پھر ان کا پایا جانا۔ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ
 خاتم النبیین کے بعد آپ کے اتباع میں نبی آ سکتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو تسلیم کیا جائے
 تو اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ نبی کی ضرورت تو ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ چونکہ نعمت وحی و نبوت سے محروم ہو چکی ہے
 اس لیے اس کا کوئی فرد نبی نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزندوں میں سے گویا کوئی
 اس رحمانی انعام کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے۔

امت محمدیہ خیر الامم ہو کر اور سید الانبیاء امام المرسلین۔ خاتم النبیین کی امت کہلا کر پھر اپنی اصلاح کے لیے
 ایک ایسے نبی کی محتاج ہو۔ جو نبی اسرائیل کی طرف آیا تھا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 وہ عظیم الشان نبی اور مملکت روحانیت کے وہ بے نظیر سلطان اور صاحب اقتدار شہنشاہ ہیں کہ حضور کی پیروی
 کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ صرف نبی نہیں بلکہ آپ کے اتباع سے ہی انسان خداوند تعالیٰ کا محبوب
 بن سکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (ال عمران ۳)
 یعنی رسول اللہ صلعم کی اتباع انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ دوسری جگہ آپ کو خدا نے سراج مینر فرمایا ہے
 کہ جس سے دوسرے بھی روشن ہو سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل :-

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورہ فاتحہ میں ایک کامل دعا سکھائی ہے۔ یعنی صراط الذین انعمت علیہم
 کہ اسے ارحم الراحمین خدا تو ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا۔ ایک دوسری سورت میں اس کی

تشریح فرمائی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن پر خدا کا انعام ہوا۔ چار قسم کے ہیں۔ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح پس ان چاروں مراتب میں سے کسی کا حصول امت محمدیہ کے لیے ناممکن ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں اس جامع دعا کی تلقین نہ کرتا۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امت محمدیہ میں مراتب کا تو انعام پائے۔ لیکن جو تھے مرتبہ کا حصول اس کے لیے ناممکن ہو۔ اور اس انعام کی ضرورت کے وقت وہ امت نبی اسرائیل کے نبیوں کی محتاج بنے۔

آنحضرت صلعم نے احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ وہ مطابق حدیث صحیح بخاری امام مکہ منکرہ اور صحیح مسلم دامکھ منکرہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔ فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر زندہ رہنے کے متعلق امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ غلط ہے کیونکہ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے اور قرآن مجید کی آیت قلما توختی اور بخاری کی حدیث جس میں اس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ حضرت مسیحؑ کی وفات پر ایک قاطع دلیل ہے کہ چونکہ اس سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ میں ارتداد واقع ہوا۔ اسی طرح عیسائیوں نے حضرت مسیح کی وفات کے بعد ان کو خدا بنا لیا۔

دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرتؐ کی وفات کے موقع پر صحابہؓ کے ایک مجمع میں آیت دما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل پڑھ کر سنائی اور لوگوں کو تسلی دی۔ کہ اگر آنحضرت صلعم وفات پا گئے ہیں۔ یہ کہتا کہ آنے والا مسیح موجود حضرت عیسیٰ ہوں گے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ درست نہیں کیونکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ داما فی المستقبلا ت کا شرائط الساعة و امور الاخرة فلا عند الحنفية لان الغيب لا مدخل فيه للاحتجاج کہ وہ باتیں جو آئندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والی ہیں۔ جیسے علامات قیامت جس میں مسیح کا نزول بھی ہے اور امور آخرت۔ ان میں ضمیمہ کے نزدیک اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ باتیں غیب سے متعلق ہیں۔ اور غیب میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں کتاب کنز الخصال ص ۱ پر ایک حدیث ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابو بکر اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر کوئی اس

امت میں سے ہو۔ تو وہ حضرت ابو بکر سے افضل ہوگا

ایک وجہ تخریج فریق ثانی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ وہ قیامت اور حشر اجساد اور نفع صور وغیرہ کا انکار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب حشر اجساد جنت اور جہنم وغیرہ کے حق میں ہیں آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہم یوم البعث (قیامت) اور روزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں ۱۰

(نور الحق حصہ اول ص ۵)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور نیامت اور معجزات انبیاء حق ہیں؛ (التبلیغ ص ۳۸۵)
تعلیم پرانے جماعت کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں:-

”در جماعت ماہیچکس داخل تو مانند شد بجز کے کہ در دین اسلام داخل گردد و قرآن شریف و سنت نبوی را پیر و گرد و
و بخدا و رسول او کہ کریم در حیم است ایمان آرد و نیز بحشر و نشر و بہشت و دوزخ ایمان آرد۔“

(مواہب الرحمن ص ۹۶)

ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر جہاد حق اور حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے؛

(ایام الصلح ص ۸۶)

کتاب انزالہ اوہام ص ۲۵۴ و ۲۶۰ کی عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جب لوگ جنت و دوزخ میں قیامت سے پہلے ہی چلے جائیں گے۔ اور دوسری آیت فادخلی فی عبادی اور احادیث تو اس سے حشر جہاد اور قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔ لیکن کتاب انزالہ اوہام کے صفحہ ۲۵۴ سے لے کر صفحہ ۲۶۰ کی عبارت کو پڑھا جاوے تو اس میں مزید طور پر یوم الحساب اور قیامت اور حشر جہاد کا اقرار موجود ہے۔ اور جو کچھ وہاں لکھا گیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ اور صداقت قیامت اور حشر جہاد اور دخول جنت و جہنم کے متعلق جو آیات اور احادیث بظاہر متناقض اور متعارض معلوم ہوتی تھیں اور ان پر غیر مذہب کی طرف سے اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان کا تحقیقی اور مکمل جواب دیا ہے۔ اور تناقض کو دور کر کے آیات، قرآنہ اور احادیث میں مطابقت دکھائی ہے۔ نفع صور کا انکار کرنے کے لیے شہادت القرآن ص ۲۵۴ کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ لیکن خود اس عبارت سے جو اس صفحہ پر ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات، قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی اور اپنے نفع صورت سے مراد مسیح موعود کا آنا استعارہ لیا ہے۔ جیسا کہ آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور صاف فرما دیا ہے کہ ان آیتوں کا تعلق قیامت سے بھی ہے۔ اور ایسے معنی کرنا، موجب تکفیر نہیں ہیں۔ اسی طرح نکات فریدی مصنفہ خواجہ محمد بخش صاحب ص ۳۳ میں بزرخ کے معنی رابطہ اور واسطہ کے لکھے ہیں۔

اور مرزا صاحب نے ص ۱۱۰ پر لکھا ہے کہ ان معنی مبارک کے معنی دقیق ہیں اس لیے ہر ایک سطحی خیال کا آدمی اس طرف توجہ نہیں کر سکتا اور موٹی سمجھ اس کو نہیں پاسکتی اور آنے والے مسیح کے متعلق امام ربانی لکھتے ہیں کہ جب وہ باریک باتیں اپنے اجتہاد کی بیان کریں گے تو علمائو اہل ان باتوں کا جو نہایت باریک دقیق المناقصہ ہوں گے انکار کریں گے اور مخالف سنت جائیں گے۔ مکتوب ص ۵۵ جلد ۲ پس مرزا صاحب نے نہ نفع صور کا انکار کیا نہ حشر جہاد اور نہ قیامت کا۔ اور مرزا صاحب کی تعلیم کے مطابق تمام جماعت احمدیہ ان سب باتوں کا اقرار کرتی ہے۔ چوتھی وجہ تکفیر مرزا صاحب جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے

کہ حضرت مسیح موعود نے انبیاء کی توہین کی ہے۔ اور انبیاء کی توہین کرنا قرعے۔ توہین کی جو تعریف کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جائے جو اس میں نہیں پائی جاتی ہے۔ یا کسی منصب کا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُسے مہر فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لیے دعویٰ کیا جاوے۔

حضرت مسیح موعود کے عقائد کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں جن میں آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ میں خدا کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔ اور فرماتے ہیں:-

ہر رسولے بود مہر انورے	ہر رسولے آفتاب صدق بود
ہر رسولے بود باغ مشرے	ہر رسولے بود ظل دیں پناہ
کار دیں ماندے سراسر ابتے	گر بدینا نامدے این جبل پاک
متحد و ذات و اصل گوہرے	آں ہمہ از یک صدف سد گوہر اتد

(در ثنیں ص ۲۰۷)

پھر فرماتے ہیں:-

سب پاک ہیں۔ بے براک دوسرے سے بہتر لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
(قادیان کے آریہ اور ہم) (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

پہلا شعر جو انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود کا پیش کیا ہے وہ یہ ہے۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام
حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہو کیوں کہ اس کے یہ
معنی ہیں کہ جو جام عرفان الہی اور ایقان کا ہر نبی کو دیا گیا وہی خدا تعالیٰ نے وہ پورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے
اور جس طرح پر خدا تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی اور ان سے کلام کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ نے مجھے
مکالمہ و مخاطبہ سے معترف فرمایا ہے۔ جو میرے لیے باعث ازدیاد ایمان و عرفان و ایقان ہوا۔ جیسا کہ اس سے
اگلے شعر میں فرماتے ہیں۔

دل من برد و الفت خود داد !!	تو د مرشد بوحی خود استاد
وحی اور اعجاب اثر دیدم !!	روئے آں مہرزاں تھر دیدم

(در ثنیں ص ۲۰۷)

دوسرا حوالہ

آسمان سے کئی تخت اترے۔ پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھا یا گیا پیش کیا گیا ہے۔ اس الہام کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو اس امت میں اولیاء اقطاب و ابدال گذرے اور انہیں آنحضرت صلعم کی اتباع سے جو مراتب روحانیہ ملے ان سب سے بڑھ کر مجھے اللہ تعالیٰ نے آسمانی برکات سے حصہ دیا۔ چنانچہ اسی قسم کے دوسرے الہام (الذی فضلناک علی العالمین) کا تیز ترجمہ کیا ہے، اور جس قدر لوگ تیرے زمانہ میں ہیں سب پر میں نے تجھے نصیحت دی۔ اگر سب دنیا الگلی پھلی مراد ہوتی تو تیرے زمانہ کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ صوفیاء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود معارف اور علوم اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء سے بڑھ کر ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کا باطنی آنحضرت صلعم کا باطنی ہے۔

اس طرح تو کوئی سید مبرا نقاد رجیلانی پر بھی اگر ان الفاظ کی عمومیت کو مد نظر رکھا جاوے تو اس طرح ان پر بھی ان کی عمومیت کو دیکھ کر زوریں انبیاء کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے۔ وانا من وراء عقولکم فلا تعیسونی علی احد اذ لا تعیسوا احد اعلیٰ (فتوح النیب مع شرح فارسی ص ۲۲) کہ مجھ تک نہماری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔ پس تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ یعنی میرے کوئی برابر نہیں ہے یا

تیسرا حوالہ

زقنی ثانی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اندبے
من بسرفاں نہ کمترم ز کے

اس شعر میں بھی انبیاء کی قطعاً توہین نہیں پائی جاتی۔ اس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں۔ اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا، تو وہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے بطریق دراثہ ملا ہے۔ جیسا کہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں

وارث مصطفیٰ شدم بہ یقین
شدہ رنگین برنگ یار حسین

اور حقیقی بات یہی ہے۔ بعض تو ابو جہل اور فرعون کے وارث ہوتے ہیں۔ اور بعض آنحضرت صلعم کی روحانیت کے وارث ہو کر آپ کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں۔

چوتھا حوالہ

فریق مخالف نے پیش کیا ہے۔ وہ یہ شعر ہے:-

ہر نبی زندہ شد بآدم نم!
ہر رسولے نہاں بہ پیر ہنم

اس شعر میں بھی رسولوں کی کوئی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک نہایت ہی لطیف معنوں کو ادا کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس الحاد اور دہریت اور گمراہی کے زمانہ میں جب کہ اکثر لوگوں نے انبیاء کی جوتوں کا انکار کر دیا اور طرح طرح کے ان پر حملے کئے اور انہیں تعوذ باللہ مکار اور فریبی وغیرہ کہا۔ اور انہیں دعویٰ وحی میں جھوٹا جانا اور جو نبیوں پر وحی کے نزول کے قائل تھے۔ ان سے استہزاء اور ہنسی کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کے ذریعہ وحی کا ثبوت دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اسی طرح میں اپنے پیسے بندوں سے بھی کلام کرتا رہا ہوں۔ پس آپ کا دعویٰ وحی میں صادق ہونا گویا تمام ان انبیاء کا صادق ہونا ہے جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ جن کے دعویٰ نبوت و وحی کو ازراہ ظلم مکر اور قریب قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس شعر سے پہلے دو شعروں میں الہام کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

دست غیم پرورد ہر دم کرد و ہمیش بن ظہور اتم
تور الہام ہچو باد صبا زوم آرد ز عین خوشبو

اور اگر غمخواری دہر کے لیے اس غلط نتیجہ کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے کہ اس سے مرزا صاحب کی تمام انبیاء پر فیضیت ثابت ہوتی ہے اور جو موجب کفر و زناد ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ شیعہ صاحبان پر بھی یہی فتویٰ عائد ہو۔ اور ان کو مرتد قرار دے کہ شیعہ و سنی مرد و عورت کا نکاح حرام ہو۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ بارہ امام سوائے آنحضرت کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و برتر ہیں جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۰۳ باب ”تفضیلہم علی الانبیاء دعلی جمیع الخلق“ میں لکھا ہے۔

اعلم ما ذکرہ رحمہ اللہ من فضل نبینا و ائمتنا صلوات اللہ علیہم علی جمیع المخلوقات
دکون ائمتنا علیہما السلام افضل من سائر الانبیاء هو الذی لا یرتاب فیہ من تتبع اخبارہم
یعنی جو کچھ تمام مخلوقات پر آنحضرت صلعم اور بارہ اماموں کے باقی تمام انبیاء سے افضل ہونے کی نسبت ذکر کیا۔ یہ
ایسی سچتہ بات ہے۔ کہ اس میں ان کے حالات سے واقف شخص کبھی شبہ نہیں کر سکتا۔

فریق مخالف نے حضرت مسیح موعود پر ایک الزام یہ لگایا ہے۔ کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

کی ہے۔ اور اپنے کو ان پر فضیلت دی ہے۔ اس لیے میں آپ کا عقیدہ آپ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں۔
مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

”وہ بیہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کسی عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا اہتمام معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ انہوں نے جیسا حق شناسانت کا ہے۔ اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلو ان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر ہمتی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گزار ہوئی۔ اس لیے خدا نے جو اس کے دل کے راز سے واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو ہر چشمہ پر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرنا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کبھی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے ہمیں پاتا وہ محروم انہی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں۔ کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵-۱۱۶)

پھر اپنی جماعت کے لیے تعلیم ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”کہ تم اس نبی پر اس کے غیر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جادو نجات یافتہ کون ہے۔ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ جو خدا پر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شیفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔“ (کشتی نوع ص ۱۱)

پھر فرماتے ہیں:-

”ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جو انور نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیار انہی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام رسولوں کا سر تاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“ (سراج نبیر ص ۲۳)

پھر فرماتے ہیں:-

وہ بیشوا ہمارا جس سے ہے نورسارا
نام اس کا ہے محمد لبر ما یہی ہے۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہ ہے۔
وہ جس نے حق دکھایا وہ مر لقا یہی ہے۔
(قادیان کے آریہ اور ہم)

اس نور پر قداہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدا یا

پھر فرماتے ہیں :-

دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
لاجرم غیر دوسے دل اپنا پھر لایا ہم نے
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
(آئینہ کلمات اسلام ص ۱۲۷)

ربط ہے جان محمد کو مری جان سے مدام
اس سے بہتر نظر آواز کوئی عالم میں
ہم ہوئے خیر اہم تجھ سے ہی اسے خیرِ رسل

پھر فرماتے ہیں :-

گر کفر میں بود بجز خدا سخت کا فرم !
از خود بھی داز غم آں دستان پر م
این است کام دل اگر آید میسر م !
(ازالہ ادہام تقطیع عذر و صلا)

بعد از خدا بعشق محمد محرم
ہزارا بود من بسا ابد بعشق او
جانم خدا شود بروہ دین مصطفیٰ

پہلی وجہ :-

فریق مخالف نے جو توہین کی بیان کی ہے۔ یہ ہے۔ کہ وہ آیات قرآنیہ جن میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم
کو چند مراتب اور مقامات، علو سے مشرف فرمایا تھا۔ انہیں مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کر لیا ہے۔ اور کہا ہے
کہ یہ آیتیں جو قرآنی مجید میں آنحضرت صلعم پر وارد ہوئیں۔ مجھ پر نازل ہوئیں۔

جواب :-

سوا اس کا جواب میں وہی دیتا ہے۔ جو مولوی محمد حسین شاہی ریٹس طائفہ اہمیت پیشوا علماء مکفرین نے براہین
احمدیہ پر بولی کرتے ہوئے دیا تھا۔ وہی میں یہاں دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں۔
"مؤلف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا مورد نزول و مخاطب میں ہوں اور
جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عیسیٰ و ابراہیم و آدم علیہم السلام کے خطاب میں خدا
نے فرمایا ہے۔ اس سے میرا خطاب مراد ہے"

پھر لکھتے ہیں :-

"ان کو کامل یقین اور صاف انفرادی ہے۔ کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخالف و مراد وہی بنایا

ہیں۔ جن کی طرف ان میں خطاب ہے۔

اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعویٰ سے ان کی مراد رحب کو وہ صریح الفاظ ہیں خود ظاہر کر چکے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے، ماہر ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہے۔ انہی الفاظ یا آیات سے دو بار مجھے بھی شرف خطاب بخشا ہے۔ پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں۔ جو معانی مفصود قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مناسرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں۔ اور وہ معانی ان معانی کے اظہار و آثار ہیں۔ (اشاعت السنۃ جلد ۷ ع)

پھر مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

”کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالات قدسیہ میں شریک اور مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملاحظہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ مگر چونکہ بتبع سنن آں سرور کائنات اپنے غایت اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لیے کہ جو وجود باوجود نبوی ہے۔ مثل ظل کے ٹھہر جاتا ہے۔ اس لیے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الہیہ پیدا اور ہویدہ ہیں۔ اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہونے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کی اصل میں ہے۔ ایک ایسا امر ہے۔ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں۔ اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے۔ وہ اس کے شخص اصل کی ایک تصویر ہے۔ جو اس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ آپ یا کوئی دوسرے صاحب اس بات کو حالت نقصان نہ خیال کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار باطنی ان کی امت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور سمجھنا چاہیے۔ کہ اس انعکاس انوار سے کہ جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صانیہ امت ٹھہرے ہوئے ہے۔ دو بزرگ امر پیدا ہونے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجہ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن ہو سکے۔ دوسرے اس امت کی کمالیت اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت اس افاضہ دائمی سے ثابت ہوتی ہے۔ اور حقیقت دین اسلام کا ثبوت ہمیشہ زود تازہ ہوتا رہتا ہے۔“

(اشاعت السنۃ جلد ۷ ع)

• علماء اقدیم نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ مقامات امت محمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا روم کے شعر۔

پس در آدر کار گر یعنی عدم تاہی بینی صنع و صانع را بہم

کی شرح میں مولانا عبد العلی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ”ایک مقام فنانی صفات کا ہے۔ جو حدیث قرب نوافل میں بیان ہوا ہے کہ خداوند کا کان آنکھ ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا مقام فنانی ذات ہے۔ اور تیسرا مقام جمع

الجمع ذناب تو سین اور مقام کمال ہے۔ جیسا کہ آیت ان الذین بیایعونک انما یأیعون اللہ۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور چوتھا مقام مقام احدیت جمع ہے۔ اور اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں۔ جو کہ آیت ما دمیت اذ رمیت ولكن اللہ رحلی میں یہ لکھ کر فرماتے ہیں :-

واین مقام بلصالت خاص بنجام التبییین است و بوراشت کمال متابعت اوکل اولیاء و رازیں خطی است (مثنوی دفتر ۲ حاشیہ ص ۷) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں نوافم النبیین صلعم کے ساتھ خاص ہے۔ مگر بطور وراثت اور کمال پروردی آنحضرت صلعم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے۔

(۱۲) شیخ شیخون شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں۔

وهو المقام المحمود الذی لا یشترک فیہ له من الانبیاء و الرسل الانبیاء امتہ۔

(بدیہ مجددیہ ص ۷) اور مقام محمود میں آنحضرت کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک نہیں سوائے ان اولیاء کے جو آپ کی امت سے ہوں، پس جب کہ اولیاء کو بھی یہ مرتبہ مل سکتا ہے۔ تو مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے میں کیا مانع ہے۔

اسی طرح شرح فصوص الحکم میں شیخ عبدالرزاق قاشانی نے لکھا ہے ”خلہ المقام المحمود کہ مہدی کے لیے مقام محمود ہے“ (شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ص ۵۲)

اور سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرنے کہتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہو جاتا ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴ ص ۲۷)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ازیں حقیض و ناعت چو بگنذری شاید کہ تا دنا، فتدلی صمود خود بینی

(دیوان معین ص ۷)

رہا یہ امر کہ آیا ایسی آئینیں جن میں رسول اللہ صلعم کو خطاب کیا گیا ہے۔ وہ کسی پر دوبارہ ازسکتی ہیں یا نہیں تو اس کا جواب میں کتاب ”اثبات الہام والبیعتہ“ سے دیتا ہوں۔ مولوی عبدالجبار صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہو۔ تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کرے کہ اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کرے گا۔ اور فیصحت پڑھے گا۔ اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہ صلعم کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ اسے اپنے پروردگار سے۔ اور اس کے امر و نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتقاد اپنے لیے سمجھے۔ تو بے شک وہ شخص صاحب بھیرت اور مستحق تجسبیں ہوگا۔ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو۔ جن میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے۔ مثلاً اللہ نشرح لک صدراک کیا نہیں کھولا ہم نے

واسطے تیرے سیتے تیرا۔ ولسوف يعطيك ربك فترضى۔ فسيفيكفیکہد اللہ۔ فاصبر كما صبرا لا العزم
من الرسل۔ واصبر نفسك مع الذين يريدون ربهم بالغدوة والعشيبی يريدون وجهہ۔
فصل لربك وانحر۔ ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه ووجدك ضالاً فهدى۔
تو بطریق اعتبار سے طلب نکالا جائے گا۔ کہ انشراح صدر اور رضا اور انعام بہایت جس لائق یہ ہے۔ علی حسب المنزلت
اس شخص کو نصیب ہوگا۔ اور اس امر وہی وغیرہ میں اس کو آنحضرت کے حال میں شریک سمجھا جائے گا
راشحات الالهام والبیعة ص ۲۲-۱۲۳

اسی طرح سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں۔

”ثم توفع الى الملك الاكبر فتخاطب بانك اليوم لدينا ملكين امينين فتوح الغيب مع شرح فارسی۔ مقالہ ۲ ص ۱۸۱
یعنی جب تو مرتبہ فنا میں کمال کو پہنچ جائے گا۔ تو میرا خدا کی طرف رفیع کیا جائے گا۔ اور خدا تجھے مخاطب کرے گا۔ کہ
انک الیوم لدینا ملکین امینین اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے جو سورہ یوسف میں موجود ہے۔
اور مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی مطبوعہ دہلی کے صلا ۱۲ پر لکھا ہے۔

”کہ مجدد الف ثانی کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد کبلی کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو
الہام ہوا تھا۔ انا بنشرك بغلام اسمہ یحیی۔ اسی رعایت سے ان کا نام محمد کبلی ہوا۔
اب میں حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی کی تالیف علم الکتاب سے وہ آیات پیش کرنا ہوں جو انہیں الہام
ہوئیں۔“

”محمد ریف نعمۃ الرب کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے قلب میں الہام خاص سے
یہ حکم دیا ہے کہ۔

”ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقہ الحمدیۃ بما انزل اللہ
فی کتابہ من الآیات التی ہی الشاہدات البینات علی حقیقتک ولا تتبعہا وھا اثم واستقم
کما امرت۔ فان تولوا عن طریقتک الحق فقل حبیبی اللہ انما یرید اللہ ان یصیبہم
بما وعد للفاسقین وان کثیراً من الناس لفاسقون فحکم الجاہلیۃ ینغون فی
زمان یحکم اللہ بایاتہ ما یشاء حسب رضاء رسولہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علی
لسان الحمدیین الخالصین ومن احسن من اللہ حکماً لقوم یؤمنون۔۔۔۔۔ ہذا
ما امر فی اللہ بلیاتہ وحکمی ان احکم بہ بینکم فحکمت بحکمۃ بینکم یا نقسط
ان اللہ یحب المقسطین واران فی بی آیاتہ الکبریٰ واعطانی کلماتہ العلیا واتانی ہذا

الكتاب وناداني بالخطاب حيث قال لي يا خليفة الله ويا آية الله اني شهدت بعبوديتك فاشهد انت يا وهيتي وانت عبدى ومقبولى ومقبول رسولى قلت يا رب اشهد ان لا اله الا انت واشهد انك على كل شئ شهيدين قال يا عبد الله ويا عارف يا الله اني جعلتك مظهر اجامع لكل ظهور ارقى فاذهب باياتى الى كل مخلوق ارقى ودعوتك من الجعم الالهى والجمع المحمدى فمن اطاعك فقد اطاع الله والرسول قلت يا رب قبلت جميع احكامك ...

وقال يا مورد الواردات ويا مصدر الايات انا جعلتك آية للناس لعلهم يرشدون ولكن اكثر الناس لا يعلمون قلت يا رب تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك ان تعد بهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم وقال قل لو كانت الحقيقة زائدة مما كشف على لا ظهرها الله على لانه تعالى اكمل فى الدين واتم على نعمته ورضى فى الاسلام ديناً وبكشف الخطاء ما ازدت يقيناً ان ربي لذنو فضل عظيم؛ علم الكتاب صلح

بهر صلا من فراتے ہیں: " وقال يا لالهام الشانى اذهب بكتابتى هذا واكتب الايات فى كتابك واقه الى الناس ثم قول عنهم بالتحياهل العاربت فانظر ما ذا يرجعون ايرجعون الى الانكار واياتونى مسلمين وانذرعشيرتك الاقربين بانذرا الله ورسوله واخفض جناحك بالمحبة والتواضع لمن اتبعك من المؤمنين

فيا بها المحمديون الخالصون ابدي ربي بتأييد الروح الامين لاكون بنصرته تعالى وعناية رسوله عليه السلام من المندرين والمبشرين بلسان عربى مبين وانه لهدى ورحمة للمؤمنين - واقى توكلت على الله ربي وفوضت امرى اليه والله يحب المتوكلين وهو يهدى من يشاء ويجعله المحمديين الخالصين ويفضل من يشاء بانكار الطريقة المحمدية ويجعله من المنكرين والمجرمين فانظر واكيف كان عاقبة المجرمين - وقال

لى بالرفقة الربانية لا تحزن عليهم ولا تكن فى ضيق مما يمكرون انما هم مكروا بالنفاق ومكر الله ان يمدهم فى طغيانهم والله خير الماكرين . وما انت بهادى العسى عن ضلالتهم ان تسمع الامن يؤمن باياتنا فهم مسلمون فالذين يصدقوننا انما يؤمنون باياتنا والذين يكذبونك بالجحالة فاعلم ان الناس كانوا اياتنا لا يوتنون هذا ما ايدنى ربي باياته القرآنية والمنكرون لا يؤمنون حتى اذا احياؤنى احييتهم وقال الله تبارك وتعالى اكد بتم باياتى ولم تحيطوا بها علماً ووقع القول عليهم بما ظلموا فهم لا ينطقون والله عليهم بالمفسدين . وبشر الذين آمنوا باياته و

اختاروا المحمدية الخالصة ان لهم جنات تجرى من تحتها الانهار داخلين فيها ابداً والله لا يضيع اجر المحسنين واقى لا قول الاما امرنى به ربي وانه خصصنى برحمته الخاصة وهو ارحم الراحمين ولقد اتقى الله على قلبى

من آيات مبينات مع انى لست بحافظ القرآن ويضرب مثلاً من الذين خلوا من قبلكم ويعظ مرعظة للمستبين فاتقوا الله واطيعوا الله وما اسئلكم عليه من اجران اجرى الا على رب العالمين - قال مكنون

سواء علينا او عظمت امر لم تكن من الواعظين وقالوا انك لست من الاولياء المقربين

وما آتاک اللہ من العلم الا قليلا وما انت الا بشر مثلنا ان نظنک لمن الکاذبین
 وتكون للاولياء کوامات و تصرفات فاسقط علينا کسفا من السماء ان کنت من
 الصادقین دلیل للمکذبین سیرون کيفت تكون عاقبة للمفسدين انلا یعقلون
 انما هی آیات القرآن تتلى عليهم وما هذا الا کتاب مبين وهذا من فضل ربی
 وهو يختص بفضله من يشاء من عباده المؤمنین -

مذکورہ بالا اقتباس میں قرآن مجید کی کچھ آیات ہیں جو حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام اپنے
 اور اپنے مخالفین اور موہنین پر چپان کی ہیں۔ اور ان میں سے بعض آیات ایسی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے
 جیسے کہ آیت ۱۲-۱۳-۱۵ وغیرہ میں ہے۔

پس جب کہ گذشتہ اکابر اولیاء قرآن مجید کی آیات کا نزول بطور الہام تسلیم کرتے ہیں اور بطریق وراثت ان
 مقامات کا حصول جو پہلے انبیاء کو دئے گئے صحیح مانتے ہیں۔ تو پھر کیا بر تمام اولیاء نمود باللہ کا فرد مرتد تھے۔
 دوسری وجہ تو ہن فریق مخالفت نے پیش کی ہے یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے۔ کہ میرا نام خدا نے محمد اور احمد
 رکھا اور اس سے انہوں نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ظلی طور پر محمد کہنے سے نبوت کا دعویٰ صاف طور پر عیاں
 ہے۔ اس کلمہ میں حضرت سرور عالم کی توہین ہے۔ اور اس قدر کفریات ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں
 وغیرہ وغیرہ جو فریق ثانی کے گواہان کے بیانات میں درج ہیں اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی
 کسی کتاب میں یہ نہیں کہا۔

کہ میں جسمانی طور سے وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں۔
 کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ اور میں آپ کا ظل ہوں
 اور آپ اصل ہیں۔ یعنی میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کی اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں گویا
 کہ میرا وجود آپ کے وجود سے بجا نادر و حاربت علیحدہ نہیں ہے جیسا کہ رسالہ ایک غلطی کے آزالہ کی عبارت
 سے بھی ظاہر ہے۔

پھر آپ خطبہ الہامیہ میں جہاں اسی امر کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:-

“ والنسبة بیدنی و بینہ کنسبة من علمہ و نفاہہ ” (خطبہ الہامیہ ص ۱۱)

کہ میرے اور آنحضرت کے درمیان شاگرد اور استاد کی نسبت ہے۔ یعنی آپ استاد ہیں اور میں شاگرد۔
 اور جو شخص کسی کی محبت اور عشق میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس کا مقتضا عاشق اور معشوق اور محب اور محبوب

کا اتحاد ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ربانی فرماتے ہیں۔

“ مقتضای کمال محبت رفع انیسیت است و اتحاد محب و محبوب ” (مکتوبات جلد ۱ ص ۱۵۱ مکتوب ص ۸۹)

وہر کہ بر قلب کے بود یعنی آنکس است و بالوالحسن خرقانی کہ از روح با زید قدس سرہ تربیت یافتہ را کہ از روح کا علی تربیت یافتہ و در ظاہر اور اندیدہ و بصحبت او ز سیدہ بود اویسی میگویند (شہنوی دفتر چهارم ص ۱۷۸) اور اگر یہ کھما جاوے کہ اور کوئی اس مقام پر امت محمدیہ سے نہیں پہنچا تو اس سے تمام امت کی صحابہ کی عشرہ مبشرہ کی اربعہ حلقاء کی توہین لازم آتی ہے لیکن اس سے کوئی توہین نہیں۔ کیونکہ علمائے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام مہدی ان سے افضل ہوں گے۔ کتاب حج الکرامہ ص ۳۸۶ میں امام ابن سیرین کا قول مہدی کے بارہ میں نقل کیا ہے۔

”قال یكون في هذا الامة خليفة خیر من ابی بکر و عمر قبل خیر منها قال قد کاد یفضل علی بعض الانبیاء“ محمد ابن سیرین نے کہا۔ اس امت میں حضرت ابو بکر و عمر سے بہتر خلیفہ ہوگا۔ تو کسی نے کہا۔ کہ دونوں سے بہتر ہوگا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ بلکہ وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے :-

کہ حضرت مہدی کی حضرت ابو بکر و عمر زید فضیلت کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کا نام تو آنحضرتؐ نے ناب رسول رکھا اور مہدی کا نام ناب خدا۔

اور شرح خصوص الحکم میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

کہ مہدی جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے۔ وہ احکام شریعیہ میں آنحضرتؐ صلعم کے تابع ہوں گے۔ اور معارف اور علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہیں۔ کیونکہ اس کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہے بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ صلعم کا روحانی فیض جاری ہے۔ اور آپ کی اتباع سے پیچھے آنے والوں کو بھی وہی نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ جو پہلوں کو ہیں۔ بلکہ بعض وقت اس سے زیادہ جیسا کہ امام عبد الوہاب شہرانی نے لکھا ہے کہ

”وقد يعطی اللہ تعالیٰ من جاء فی آخر الزمان ما یحجہ عن اهل العصر الاول۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اچھے زمانہ میں آنے والوں کو وہ علوم اور معارف عطا کرتا ہے جو کہ پہلوں کو نہیں دیتے۔

(طبقات شہرانی جلد ۲ ص ۱۷۸)

اور خواجہ شمس تبریز تو یہاں تک لکھتے ہیں :-

علیؑ و خالد و ستم بگرد من زسد

۷

(دیوان شمس تبریز ص ۲۲۵)

بدست نفس محنت چرازبوں با شتم

اور مرزا صاحب توصیف فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ پایا وہ آنحضرتؐ صلعم کی پیروی کی برکت سے پایا۔ اور

مجھے کسی مرتبہ کی بدوا نہیں صرف اعانت اسلام مد نظر ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں :-

پس اس مقام پر انسان اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر دُنیٰ کو اٹھا دیتا ہے۔ لیکن اس مقام کو موجودہ علماء نے ظواہر نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ وہ اس سے بے خبر ہیں۔
چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کو جو خط حضرت مرزا صاحب نے ان کے خط کے جواب میں لکھا۔ اس میں ایک شتوی ہے۔ جو کتاب اشارات فریدی جلد سوم صفحہ ۹۸ پر درج ہے۔ اس میں آپ رسول اللہ صلیم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

بسکہ من در عشق او بستم نہاں
جان من از جان او یا بد غذا
من ہمانم من ہمانم من ہماں
از گریانم عیاں شد آں ذکا
احمد اندر جان احمد شد پدید
اسم من گردید آں اسم و جید

اور خواجہ غلام فرید صاحب اس خط کے سننے سے بدرجہ غایت مسرور ہوئے۔
امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :-

”کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت کمال متابعت و حفظ محبت بلکہ بعض عنایت و مہربت جمیع کلمات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نمایند و بکلیت رنگ ایشان منصفین میگرددند حتی کہ فرق نمی ماند در میان متبوعان و تابعان الا بالاصالت والتبعية والاولیۃ والآخریۃ یا کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں۔ کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اول و آخر ہونے کے۔“
(مکتوبات مکتوب ۲۴۸ جلد ۱ ص ۲۶۶)

بلکہ ہر ذی طور پر فرمایا ہے۔ اور تحفہ گوڑویہ ص ۱۱۱ ایڈیشن اول میں لکھا ہے۔

”آنحضرت صلیم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لیے منتخب کیا۔ جو خلیق اور حمت اور ہمدردی علائق ہیں اس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جائے۔ کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلیم کا ظہور تھا۔“

لیکن صوفیاء نے اسی مقام کو عینیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بحر العلوم مولوی عبد العلی صاحب شتوی مولانا روم کے شعر۔

گفت زین سو بویے یارے میرسد

کا ندریں وہ شہر یارے میرسد

کی شرح میں فرماتے ہیں :-

”بازید چون قطب بود عین رسول علیہ السلام بود چہر کہ قطب نمی باشد مگر بقلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بروئے یار کہ ہرگز نہ رہتے خواہم
مگر اعانت اسلام مدعا باشد

درتین ۲۵۲)

تیسری وجہ توہین جو بیان کی گئی ہے۔ وہ قول لہ خسف انقصر المنیر وان لی سے اخذ کی گئی ہے۔
حالات مرزا صاحب کے بے اگر چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا تو وہ اسی لئے کہ احادیث کی کتب میں یہ سچے مہدی
کی علامات میں سے قرار دیا گیا تھا۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگا۔ چنانچہ آپ اسی
شعر سے پہلے فرماتے ہیں:-

دانی درشت المال مال محمد + فما انا الا الہ الملتخیر

اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنا یا گیا ہوں۔ پس اس کی آں بگزیدہ ہوں۔ جس کو درنہ پہنچ گیا۔
پھر فرماتے ہیں:-

مجھے اس کی قسم جس نے آسان بنایا۔ ایسا نہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو۔ بلکہ ہمارے نبی صلعم کے بے میری طرح اور بھی
بیٹے ہیں۔ اور قیامت تک ہوں گے اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے
جو پیش کیا جائے

پھر اس شعر کے بعد کچھ شعروں میں یہ بتا کر وہ رسول اللہ صلعم کا ظل ہیں۔ اور سائے کیوں کر اپنے اصل سے مخالفت
ہو سکتا ہے۔ پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔ پس جو آپ کے لیے نشان ظاہر ہوتے ہیں
وہ آنحضرت صلعم کی ہی برکت سے ہیں۔ پس اس میں بھی کوئی بات موجب توہین نہیں ہے۔
چونکہ اعتراف ہے:-

کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر آنحضرت کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اپنے معجزات کو
آنحضرت صلعم کے معجزات سے بڑھ کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۱ میں آنحضرت صلعم کے معجزات کو ۳ ہزار اور
براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶ میں اپنے معجزات کو دس لاکھ اور حقیقۃ الوحی میں تین لاکھ بتایا ہے۔
جواب :-

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تحفہ گولڑویہ میں جہاں آپ نے آنحضرت صلعم کے تین ہزار معجزات بتائے ہیں۔ وہاں اپنی
پیشگوئیاں نلو کے قریب لکھی ہیں۔ اور اپنے دس لاکھ تو ایسے نشانات بتائے ہیں۔ کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت صلعم
کے شمار کئے جائیں۔ تو دس رب سے بھی زیادہ ہوں۔

کیونکہ آپ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ہی ان نشانوں کی تفصیل بیان کر دی ہے
(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۸)

خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانیوں کے انعام پاتے ہیں ۱۱

پس مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی جو نشانات ملے ہیں وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نتیجہ ہیں۔ اور درحقیقت وہ آپ کی طرف منسوب ہیں۔ پس یہ کہنا کہ حضرت یسوع موعود نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دی ہے۔ محض افتراء ہے۔ فزنی مخالف نے یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام پر فضیلت دی۔ جس سے ان کی توہین ہوئی۔ حالانکہ آپ نے صرف ایک وجہ فضیلت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ

یوسف علیہ السلام نے یہ دعویٰ کی تھی کہ اے میرے رب مجھے قید بہتر ہے۔ اس نیز سے جس کی طرف یہ توریں مجھے بلاتی ہیں۔ اور یہی کلمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی الہام کیا اور مجھے خدا تعالیٰ نے قید ہونے سے بچا لیا۔ کیوں کہ براہین احمدیہ ص ۵۱ میں میری نسبت خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ یعمصم اللہ من عندہ دان لہ یعمصم الناس یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود بچالے گا۔ اگرچہ لوگ تیرے چھٹانے پر آمادہ ہوں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۱) پھر ص ۸۹ پر آپ نے اصولی طور پر لکھا ہے۔

”اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے ساتھ رنگارنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں ان معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے“

پس ایک نبی کا دوسرے نبی پر کسی وجہ سے فضیلت اظہار کرنا دوسرے نبی کی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اکابر امت نے تو یہاں تک تسلیم کیا ہے۔ کہ جزئی فضیلت تو دلی کو بھی نبی پر ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ علم نہیں دیا گیا تھا جو خدا تعالیٰ نے اسے عطا کیا تھا۔ پس یہ جزئی فضیلت حضرت موسیٰ کی توہین کا موجب نہیں تھی۔

چنانچہ ہدیہ مجددیہ ص ۶۵ بحوالہ بدائع لکھا ہے۔ ”یحوز فضل الجزئی للولی علی الذبی کہ جزئی۔ فضیلت ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے“ پھر ص ۶۸ میں مجدد الف ثانی کا قول لکھا ہے ”وای قسم فضل ولی بر نبی جائز و آشتہ اند کہ جزئی است کہ مجال معارضہ بکلی ندارد“

اور آنے والے مہدی کے متعلق پہلے ابن سیرین کا قول درج کیا جا چکا ہے وہ قریب ہے کہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہوئے

قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر میں لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام دوسرے اولیاء کو طرح پر امتحان لینے کے لیے آئے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ میں نے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کر کے کہتے ہوئے کہا۔ کہ اے خضر اگر تو نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن میں تجھے کہتا ہوں۔ تو میرے ساتھ صبر کی طاقت

نہیں رکھتا۔ کیونکہ تو اسرائیلی اور میں محمدی ہوں۔ پس آپ نے بھی بوجہ اس فضل و رحمت جو آپ کو آنحضرت صلعم کا امتی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی۔ ایسی بات کہی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہ کہہ سکے تھے، پس اگر کسی جزوی فضیلت کی وجہ سے کسی دوسرے کو کسی نبی پر فضیلت حاصل ہو تو اس میں سے اس کی توہین لازم نہیں آتی۔ پھر فریق مخالفت نے توہین کے متعلق بھی کہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے۔ کہ شیطان اس لڑائی میں جو حضرت آدم سے ہوئی غالب آیا۔ اور اس نے حضرت آدم کو اپنی دشمنی کی وجہ سے جنت سے نکلوا یا جس کی وجہ سے آپ کو انواع و اقسام کی تکالیف و مصائب برداشت کرنی پڑیں۔ تو اس میں کوئی امر موجب توہین نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ فاذا لهما الشیطان عنہما فاخرجهما صما کانافیه قلنا اھبطو ببعضکم لبعض عدو وبقبرہ (ع) پس شیطان نے ان کو وہاں سے (یعنی جنت سے) اکھاڑ دیا اور جس آسام میں وہ تھے اس سے ان کو نکلوا چھوڑا اور ہم نے حکم دیا کہ سب یہاں سے چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

”اسی طرح فرمایا۔ ہم نے آدم سے کہا۔ ان ہذا عدو لک و لذو جک فلا یزجنکما من الجنة فتشقی (طغ) کر یہ اے میں تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو ہمیشہ سے نکلوا دے پس تو دکھی ہو جائے اور تمہاری شامت آجائے۔ پھر فرمایا کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو پھسلا یا اور آخر وعصی آدم ربہ فغوی آدم نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور تنگی میں پڑ گئے۔“

پس اسی مقابلہ کی طرف آپ کے خطیبہ الہامیہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ ”وان الحرب سجال و للاقیاء مال عند الرحمن“ کہ لڑائی ڈول کی طرح ہے کبھی ایک فتح پاتا ہے کبھی دوسرا۔ لیکن انجام کار غلبہ خدا کے نزدیک متقیوں کے لیے ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ شیطان کو نہریت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا۔ تاکہ شیطان کو شکست دینے کا وعدہ جو قرآن میں تھا وہ پورا ہو۔ یعنی شیطان کی کامل شکست کا ظہور مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ تھا چونکہ شیطان کوئی جہانی وجود نہیں ہے جس سے مقابلہ کیا جائے بلکہ وہ اپنی قوت کا اظہار ان انسانوں کے ذریعے سے کرتا ہے جو اس کے زنگ میں رنگین ہوتے ہیں چنانچہ شیطان کا کامل مظہر و جال ہے جس کے لیے مقدر تھا۔ کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔

اور جیسا کہ آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا۔ جس کو عربی میں خناس کہتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام و جال ہے ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحاش پیدا کیا گیا۔ تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے۔ جیسا کہ حوا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحاش اور قرآن میں خناس ہے لیکن اب کی دفعہ مقدر کیا گیا ہے

کہ یہ آدم اس نحاش پر غالب آئے گا، (تحفہ گولڈویہ طبع اول ص ۱۰۶) اور پھر ص ۱۰۷ میں فرماتے ہیں ۱۔
 ”قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورہ فاتحہ کو الفضائلین پر ختم کیا اور قرآن شریف کو نحاس
 پڑاوا شمشیر انسان سمجھ سکے۔ کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام ایک ہی ہیں اور دجال کے متعلق آنحضرت
 صلعم نے فرمایا ہے کہ اس کا فتنہ سب فتنوں سے بڑھ کر ہوگا۔ پھر فرمایا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ ابن ماریا کے
 وہ سب دجال کے فتنہ سے ڈراتے رہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ دجال کا قاتل مسیح موعود ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ
 السلام نے شیطان کے قتل سے مراد دجال کا قتل ہی لیا ہے۔

اور قرآن مجید میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کی جو پیشگوئی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود اور مہدی
 کے وقت پوری ہوئی تھی۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل شہید اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

”و ظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زمان یسعیصلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و اتمام آل از دست حضرت
 مہدی واقع خواهد گردید، ملاحظہ ہو (منتصب امامت ص ۵۷)

پس جب دلائل کی رو سے شیطان جتنیں کٹ جائیں گی۔ اور اسلام چاروں طرف پھیل جائے گا۔ اور جب
 زمان نبوی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں تمام مل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور ہر سمت میں اسلام کا جھنڈا ہی لہرائے گا تو وہ
 شیطان کا قتل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب غلبہ
 الہامیہ اور تحفہ گولڈویہ میں اس بات پر عمل بحث کی ہے۔

مرزا صاحب کے متعلق یہ بھی کہا کہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر
 توہین کی ہے اور ایسے طور پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنا جس سے فوق تصور ہو۔ وہ دوسرے کا موجب توہین ہوتا ہے
 حضرت مسیح موعود نے جو کچھ اپنی فضیلت کے متعلق تحریر فرمایا ہے وہ کوئی موجب توہین نہیں ہے اور اگر تحدیث
 نعمت کے طور پر اتنی فضیلت کا اظہار کرنا توہین ہے تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ الزام آنے کا کہ
 آپ نے حضرت موسیٰ کی توہین کی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ تورات کا ایک نسخہ آنحضرت صلعم کے پاس لائے
 اور کہا یہ تورات ہے آپ سن کر خاموش ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پڑھنے لگے تو رسول اللہ صلعم کا چہرہ انور
 متبیر ہونے لگا اس پر ابو بکر نے حضرت عمرؓ کو توجہ دلائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رضیعت باللہ ربنا و بالا سلامہ دینا و بمحمد نبینا۔ اس پر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ لو بیدالکو موسیٰ فاتبعتموہ و تم کفونی لصللتم عنی سواء
 السبیل و لو کان حیوا و ادرك نبوتی لا تبعنی (مشکوٰۃ ص ۲۷۲) یعنی موسیٰ اگر اس وقت ظاہر ہوتے اور
 تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم سیدھے راستے سے

نور گمراہ ہوجانے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ لو کان موسیٰ حیا لیا وسعہ الا اتباعی۔ کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ اب یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح طور پر اپنی فضیلت کا اظہار ہونے علیہ السلام پر فرمایا اور ولا فخرات شاد نہیں کہا۔ پس اسی طرح مرزا صاحب اپنے منہل حضرت علیؑ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا جو ان کو جو صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کے حاصل ہے اظہار کرنا ہرگز موجب توہین نہیں ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں "یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نکلنی خوشی ہے۔ نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں۔ یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اسی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قل اجرد نفسی من ضرور الخطاب۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا توبہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لیے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے بتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

پھر صفحہ ۱۵۳ میں فرماتے ہیں۔

"خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لیے تھی۔ اس لیے مجھے وہ فتویٰ عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لیے ضروری تھیں۔ تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لیے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی فتوت دی۔ دہذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر اس کے آگے عبارت ذیل بھی جو تلی دے رہی ہے تک ختم ہوتی ہے قابل ملاحظہ ہے۔

پس مرزا صاحب کو علیؑ علیہ السلام پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور امتی ہونے کی وجہ سے ہے اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے بھی یہ خواہش کی تھی کہ۔ اللہم اجعلنی من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم والغانی مضافہ حضرت سید محمد بن نصیر الدین جعفری الملکی الحسینی صلا کہ اسے اللہ مجھے امت محمد سے کیجیو۔ پس یہ تمنا کیوں تھی وہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ایسے ایسے کمالات ملتے ہیں جو ام سابقہ میں نہیں پائے گئے۔ اسی لیے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

ہم ہونے خیرا تم تجھ سے ہی اے خیرا رسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

چنانچہ مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں :-

از دم من او بماند جاوداں
شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپرد

عسیم بیکم ہر آن کو یافت جہاں
شد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مرد

یعنی میں وہ عیسیٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر جو مرد زندہ ہوئے وہ پھر مر گئے مگر خوش ہو وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس عیسیٰ کے سپرد کیا :

(مثنوی دفتر چہارم صفحہ ۸۸)

اسی طرح حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں -

آنچہ از عیسیٰ در مریم فوت شد
گر ما با در کنی آن ہم شدم

یعنی جو مرتبہ عیسیٰ اور مریم نہیں پاسکے وہ مجھے حاصل ہو گیا - (دیوان شمس تبریز ص ۱۲)

اگر مسئلہ فضیلت انبیاء موجب توہین انبیاء ہوتا تو پھر کسی رسول کو بھی دوسرے رسول پر فضیلت نہ ہوتی اور ماننا پڑتا - کہ امت محمدیہ یہ جو آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء پر فضیلت دیتی ہے اور با تعریف فضیلت دیتی ہے وہ بھی دوسرے انبیاء کی توہین کرتی ہے حالانکہ ایسا کوئی نہیں مانتا -

شیخ محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو مرثیہ لکھا ہے اس میں ایسے اشعار بھی ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے - اور وہ یہ ہیں -

زباں پر اہل اہواء کی ہے کیوں اعلیٰ ہل شاید

اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی !! (مرثیہ ص ۱)

اس شعر میں رشید گنگوہی کو آنحضرت صلعم کا ثانی قرار دیا گیا ہے -

میں جہاں زمان پھنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبد سود کا ان کے لقب ہے ماہ کنعانی

مرثیہ ص ۱

ان دونوں شعروں میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ایسے رنگ میں تعریف کی گئی ہے جس سے حضرت یوسف

علیہ السلام کا استخفاف ہوتا ہے -

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفان

پھر بچے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہے کا رستہ

گواکہ شریف میں جو بیت اللہ ہے۔ وہ عرفان الہی لوگوں کو حاصل نہ ہو سکتا تھا جو لنگوہ میں حاصل ہو سکتا تھا۔
 تمہاری تربیت الہیہ کو دے کر طور سے تشبیہ
 کہوں ہوں بار بار آرنی مری دیکھی بھی نادانی
 اس میں لنگوہ ہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تجلی فرمائی تھی۔ پھر اگے حضرت
 مسیح علیہ السلام پر لنگی ہی کو اس طرح فیضیت دیتے ہیں۔
 مردوں کو زندہ کیا زندہ دیکھو مرتے نہ دیا
 اس مسیحا کو دیکھیں ذرا ابن مریم
 لیکن ان اشعار کے حامل ان کے نزدیک مسلمان ہیں۔
 دوسری بات جو فریق مخالف نے موجب توہین قرار دی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل شعر
 ہے۔

ایک منم کہ حسب بشارات آمد
 عیسیٰ کجاست تا بنہد یا بھنرم !!

حالانکہ اس شعر کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کے مطابق آیا ہوں۔ تو
 اب عیسیٰ علیہ السلام کیوں کرامت محمدیہ میں آسکتے ہیں۔ اور اگلے شعر میں ان کے نہ آنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔

آزرا کہ حق بجزت خلدش مقام داد
 چوں برخلاف دعدہ بر دل آرد از ارم

کہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ دی ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے دعدہ و ماہد متھا بھنرجین
 کہ جنت سے کوئی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ دنیا میں پھر آسکتے ہیں۔
 پھر اس سے اگلے شعر میں اپنے مسیح ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

چوں کا فراز ستم پر ستم مسیح را
 یخور ی خدا بسدش گرد ہمسرم
 رو یک نظر بجانپ فرقاں ز خور کن
 تا بر تو متکشف شود این راز منم

(ازالہ اوہام تقطیع خور و صلا ۱۵)

اسی طرح دوسرا شعر جو اس ضمن میں گواہوں نے موجب توہین سمجھا ہے یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو پھوڑو
 اس سے بہتر غلام احمد ہے

حالانکہ اس میں بھی وہی مضمون ادا کیا گیا ہے۔ کہ تم امت محمدیہ کی اصلاح کے لیے مسیح اسرائیل کے انتظار میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہو جس کے یہ معنی ہیں کہ تمہیں ایک نبی کی ضرورت ہے لیکن امت محمدیہ کو اس نعمت سے محروم خیال کر کے مسیح موسوی کی راہ تک رسد ہو۔

پس اس لیے ابن مریم کے ذکر کو کہ وہ آسمان سے آئیں گے چھوڑ دو کیوں کہ آنحضرت صلعم کے ایک خادم نے اس مرتبہ کو پایا ہے جو اس سے بہتر ہے چنانچہ ان شعروں سے پہلے آپ نے فرمایا ہے۔

”عیسائیوں نے سٹور چار کھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کی رو سے واحد لا شریک ہے۔ اب خدا تبارک ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔“

پس اس شعر سے نکلتا ہے تو یہی کہ جیسے امت محمدیہ امت موسویہ سے افضل ہے اور اس میں امت موسویہ کی ہشک نہیں اور جیسے آنحضرت صلعم توشیل موسیٰ ہیں اور اس میں موسیٰ کی ہشک نہیں اسی طرح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے اور اس میں مسیح موسوی کی ہشک نہیں اور اگر حقیقی فقہیت کا اظہار کفر ہونا تو تمام امت محمدیہ کے افراد جو آنحضرت کجا دوسرے انبیاء پر فضیلت کا اظہار کرتے ہیں کافر ہوتے۔
تیسرا امر:-

جو ذوق مخالفت نے موجب توہین بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے مانا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے معجزات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

معجزات انبیاء و صالحین

انچہ در قرآن بیانش بالیقین

برہمہ از جان و دل ایمان ماست

ہر کہ انکار سے کند اذات قیامت

اگر کہا جائے کہ معجزات مان کر ظاہری معانی میں نہ لینا کفر ہے۔ تو پھر وہ تمام علماء بھی کافر ہوں گے جنہوں نے ان آیتوں کو ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ جن میں مسیح کے معجزات کا ذکر ہے جیسا کہ مولوی آل حسن صاحب استفسار میں ابروی الاکملہ والادبوس کے معنی لکھتے ہیں۔ اور آنکھیں کھولنے اور اچھا ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ جس مذہب کو میں حق جانتا ہوں۔ اسے بعض لوگوں نے اختیار کیا۔ یعنی بیماری کفر اور نابینائی ضلالت سے پاک ہوتے جاتے ہیں۔“

(استفسار بر حاشیہ ازالہ اوہام ۱۳۵۵)

اسی طرح مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

در چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ اس لیے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ مٹی کی چڑیلوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ کے اپنا رفیق بنایا۔ اور اپنی صحبت

میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح ان میں مچھو کر، دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے
(ازالہ ادہام ص ۳۰)

مرزا صاحب شہادۃ القرآن میں صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں کہ۔

”ابک صاحب ہدایت اللہ نام جنہوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دے کر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ ادہام کی بعض عباراتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم لغو ذاب اللہ سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں۔ مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے اور ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں۔“
(حجرت البشری ص ۹۵)

اسی طرح مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ابک اور مقام پرفراتے ہیں۔

”مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیب اور رحیمی اموات ہونے کا منکر ہے۔ اور اس کو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی احواء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا ہوں کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہے۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہے۔ کیوں کہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ کو زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا احواء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عھائے موی کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا مگر ہمیشہ کے لیے اس نے اپنی اصل حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آتے تک اڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے تھے اور خلق طیب کے معجزہ کی طرح مسیح کا احواء بھی حقیقی رنگ کا نہ تھا۔ کہ مردہ کی طرف اس کے تمام لوازم حیات لوٹ آتے ہوں۔ بلکہ حضرت مسیح کے اعجازی طور پر مردہ میں زندگی کی ایک تھلک نمودار ہوتی تھی جو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ختم ہو جاتی تھی۔“

ازالہ ادہام میں حضرت مسیح موعودؑ نے انبیاء کے معجزات کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شوق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہی الہام سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کا محل والا معجزہ جس کو دیکھ کر بلیقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

پھر آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزہ خلق طیر کو از قبیل معجزات قسم ثانی لکھا ہے۔ پس جب کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اذن سے کیا۔ اور جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا وہ معجزہ تھا۔ چاہے وہ عمل الترب ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ جب بحکم الہی ہو اور خدا عجازہ کو پہنچا ہوا ہو تو وہ معجزہ ہوگا۔ اور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الہی البیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ اور عمل الترب کے متعلق کہتے ہیں کہ اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا۔ ہذا (هو الترب الذی لا یعلمون) یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔

رہا یہ سوال کہ آپ نے خود اسے پسند نہ کیا وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کو زمانہ کے لحاظ سے نفاذات دیتا ہے۔ اور انہیں اس زمانہ کے مناسب فوئی اور طاقتیں دی جاتی ہیں چنانچہ اس عملی زمانہ میں ایسے معجزات دکھانے کی ضرورت نہ تھی اس لیے لکھتے ہیں۔

”کچھ وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جہانی کو یہودیوں کے جہانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکز تھے باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔“

پس مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے معجزات کو معجزات تسلیم کیا ہے اور ان کے کسی معجزہ پر کوئی تحقیر تو نہیں کی۔ کشتی نوح صفحہ ۲۵ کے حاشیہ عبارت سے فریق مخالف نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسیح کو شراب پینے والا قرار دے کر ان کی توہین کی ہے۔ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود قرآن و انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس مقابلہ سے یہ مد نظر ہے کہ عیسائیوں کو بتایا جائے کہ قرآن مجید کی تعلیم تمہاری انجیل کی تعلیم سے نہایت اعلیٰ اور پاک ہے۔ اس وجہ سے اس حاشیہ میں عیسائیوں کے مقابلہ مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے پس اس سے مراد یہ ہے کہ یورپ والے اگر شراب پیتے ہیں تو ان کی یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ مگر اے مسلمانوں تم کس دلیل سے شراب پیتے ہو۔ ہاں آپ نے مسیح علیہ السلام کے شراب پینے کی ایک توجیہ بیان کر دی ہے کہ انہوں نے اگر شراب پی بھی ہو تو وہ کس عیاری کی وجہ سے پی ہوگی یا انہیں کوئی پڑائی عادت چلی آتی ہوگی۔ اور خود علمائے اس امر کی تصریح کی ہے کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی یہ صرف امت محمدیہ پر حرام کی گئی۔

(ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر (ملاحظہ علی تالی ص ۱۱۱))

پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام نے بھی کسی نامعلوم وجہ سے (بیماری وغیرہ) شراب پی لی۔ تو

” اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں جو پچھلے ایلبا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بدنامت ثابت کرتی ہے کیونکہ یوحنا کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر تھا۔ اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نفوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگانے لگے۔ سو اس انزرا کا رد ضروری تھا۔ اس حدیث کے اس سے زیادہ موٹی معنی نہیں۔ کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر لگائے گئے یہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان معنوں کو کہ وہ مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا دائرہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔“

(دفع البلا صغیر آخری)

پس عبارت کے آخری فقرے حضرت مسیح موعود کا عقیدہ بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ تمام شیطانی کاموں سے پاک تھے۔ اور اس سے پہلے جو کچھ آپ نے لکھا وہ الزامی اور عیسائیوں کے مسلمات پر ہے۔

چھٹا حوالہ

ضمیمہ انجام آختم حاشیہ صفحہ ۸۵ سے کا پیش کیا گیا ہے۔ بعض عبارتیں جو یسوع کے متعلق ہیں ان کے متعلق کہا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ کی توہین کی گئی ہے کیونکہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ پس پہلے میں اہلسنت والجماعت کے ان علماء کے اقوال پیش کرتا ہوں جو فن مناظرہ میں غایت درجہ کی شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک مولوی سید مال حسن صاحب وہ اپنی کتاب استفسار میں جواز الادلہ مولوی رحمت اللہ صاحب ہماجر کی کتاب کے حاشیہ پر پھپی ہے تحریر فرماتے ہیں۔

”دکھا دجہ کہ مریم کا بیٹا خدا ہو اور کوسلیا کا بیٹا یعنی راجندر راور دیو کی کا بیٹا کنہیا خدا نہ ہو۔“

حضرت عیسیٰ کا بن باپ ہونا تو عقلاً مشتبہ ہے اس لیے کہ حضرت مریم یوسف کے نکاح میں تھیں چنانچہ اس زمانے کے معاصرین لوگ یعنی یہودی جو کچھ کہتے ہیں سو ظاہر ہے۔ ص ۲۲

اور فرسے گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مادری میں دو گنا تم آپ ہی ذات ثابت کرنے ہو۔ (یعنی تمارا اور اربا) ص ۲۲

دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے مخالفوں کو کتا کہتے تھے اگر ہم بھی ان کے مخالفوں کو کتا کہیں تو دینی تہذیب

اخلاق سے بعید نہیں بلکہ عین تقلید عیسوی ہے۔ ص ۶۸
 شجاعت حضرت عیسیٰ کی صحبت سے حواریوں کو نہیں حاصل ہوئی تھی۔ پس تربیت حضرت عیسیٰ کی از روئے
 حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری۔ ص ۱۰۱
 حضرت عیسیٰ سے جیسی عداوت یہودیوں کو تھی سو ظاہر ہے اور حضرت کا بیکس اور تنہا ہونا بھی ظاہر ہے۔ ص ۱۰۲
 از انجملہ کلیتاً یہ بات ہے کہ اکثر پیشگوئیاں انبیاء و نبی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہیں جیسے خواب اور جزدولوں
 کی بڑے۔۔۔ پس اگر انہی باتوں کا نام پیشگوئی ہے تو ہر ایک آدمی کے خواب اور ہر دیوانہ کی بات کو ہم پیشگوئی ٹھہرا سکتے
 ہیں۔ ص ۱۳۲

اشیاء و نبی کی پیشگوئیاں اکثر ایسی ہیں یعنی حضرت مجازیب کا سا کلام۔ ص ۲۱۹
 عیسیٰ بن مریم کہ آخر در ماند ہو کر دنیا سے انہوں نے وفات پائی۔ ص ۲۲۲
 اور سب مقلد جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہہ میں معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ

ص ۳۲۶ سے

اشیاء اور ارمیہ اور عیسیٰ کی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں۔ بلکہ اس سے بہتر
 ص ۳۲۶۔

حضرت عیسیٰ کا معجزہ اجرام ویرت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کے سب
 کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سانپ کو نیوے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بعد اس
 کے سب ٹکڑے اس کے برابر رکھ کر۔ بین، بجائی اور وہ رنگنے لگا اور اچھا بھلا ہو گیا۔ ص ۲۲۶
 یسوع نے کہا میرے لیے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت
 کرنا کہ اقیح ترین ہے۔ ص ۲۴۹۔

معجزات موسویہ اور عیسویہ کے بہ سبب مشابہہ کا کارخانہ اور نجوم وغیرہ کے کسی کی نظر میں انجاز ثابت نہیں ہو سکتا۔
 دوسرے یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی سی حرکات یہاں بتوں نے کر دکھائیں۔ ص ۲۴۷۔
 ان کا اصل دین دایمان اگر یہ ٹھہرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر فون حیض کا کٹی ہوئے تک کھاتا رہا۔
 اور علقہ سے مضغ بنا اور مضغ سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں۔ اور اس کے مخرج معلوم سے نکلا اور بعد اس
 کے گھٹا موتا رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہو کر اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہوا۔ اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا
 ص ۲۵۰ و ص ۲۵۱۔

انجیل اول کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاڈ اور بڑے شرابی تھے ۳۵
جس طرح اشعیاء اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعضی بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور معنی اور خواب کے ہیں
جس پر چاہو منطبق کر لو یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہے یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑے
وہی پیشگوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔ ص ۳۶۱۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے اور کرائسٹیں اگر بالعرض ہوئی بھی، ہوں تو ویسی ہی ہوں گی
جیسی سچ دجال کی ہونے والی۔ ص ۳۶۹۔

یہودی لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سے جو لوگ تورات کے عالم تھے انہوں نے تو حضرت عیسیٰ سے کوئی معجزہ دیکھا
نہیں اور چند چھپوں اور ملاحوں احمقوں کا کیا اعتبار عوام الناس تو ذرے سے شعیبہ میں آجاتے ہیں۔ ص ۳۷۰
تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے
حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی ازراہ خباثت اور بد باطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشبو
نوجوان تھے۔ رنڈیاں ان کے ساتھ صرف حرام کاری کے لیے رہتی تھیں اس لیے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا اور ظاہر
یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہوگا۔ اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت
عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کر کے کہا کہ میں تو بڑا کھاڈ اور شرابی ہوں پس دونوں باتوں کے ملانے
سے اور شراب کی بدستنیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے۔ اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی
اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے۔ ص ۳۹۰ و ص ۳۹۱۔

حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جوگالیاں دیں تو ظلم کیا۔ ص ۳۹۱
کافروں نے معجزہ مانگا۔۔۔ حضرت عیسیٰ نے ان کافروں کو بھڑک دیا۔ اور تمہید پر یوحنا الہی کی یا کچھ نہیں بولے
چیکے بیٹھے رہے اور ان کے ہاتھوں سے ذلیت اٹھایا کیجئے ص ۵۲۔

یہ بطور نمونہ ان کی کتاب سے بعض عبارات پیش کی گئی ہیں۔ اور انہوں نے یسوع بھی نہیں بلکہ حضرت
عیسیٰ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو بڑی ثبات کرنے کے لیے لکھتے ہیں۔
«خداوند تعالیٰ مجھے انبیاء کی توہین اور تکذیب سے محفوظ رکھے مگر صرف پادری صاحبوں کے الزام کے لیے
نقل کرتا ہوں» استفسار ص ۱۹۔ ص ۵۲۔

استفسار کے بعد چند حوالے مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر کی کتاب ازالۃ الاولیاء سے پیش
کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

معجزات موسویہ مثل عصا وغیرہ..... معجزہ نداند زیرا کہ مثل انہا ساحراں ہم کردہ بودند اکثر معجزات عیسویہ
را معجزات نداند زیرا کہ مثل انہا ساحراں ہم بسیار ندو میوود انجناب را چون نبی تھے دادند و همچو معجزات ساحر
میگویند ص ۱۲۹۔

جناب مسیح اقرار میفرمایند کہ یکجی زمانہ میخورانیدند نہ شراب نے آشا میدند و انجناب شراب ہم سے نوشیدند
و یکجی در بیابان سے ماند و ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ سے گشتند و مال خود را سے خورانیدند و زناں
فاحشر پانہا انجناب را بوسیدند ————— و انجناب قرآ و مریم را درست میداشتند و خود شراب
برائے نوشیدند و دیگر کساں عطا سے فرمودند ص ۳۔

و نیز وقتیکہ یہود افرزند سعادت مند شاں از روجہ پسر خود را کرد و حاملہ گشت و فارض را کہ از آباد اجداد
وسلمان و عیسیٰ علیہما السلام بود را میزد مسیح کس را از نیہا سزائے نداد (یعنی بعقوبت) ص ۴۵۔

یہ کتاب ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور انہوں نے الزامی جواب دینے کی غرض یہ لکھی ہے۔
و ادب نقاضا نمیکرد کہ بر پیشینگوئی جناب مسیح حرفے بر زبان قلم آید مگر چونکہ علماء مسیحیہ پیشینگوئی ٹیہا جناب
سید الانس و الجان چشم انصاف بستہ باعتبار عرض پیش سے آئند از جنہت بطور الزام سے و محض برائے آگاہی ایں فرقہ
بر پیشینگوئی ٹیہا مندرجہ عہد جدید چیز سے آشتائے زبان قلم سے گردوتا ایں فرقہ را اطلاع شود کہ مخالف را بحسب
رائے خود را از انصاف چشم بند و در ایست و سیع ص ۴۸۔

پس جب کہ علماء اہل سنت الزامی طور پر ایسے جوابات دینے سے کافر اور مرتد نہیں ہوتے اور ان پر
توہین انبیاء کا الزام نہیں آتا۔ تو مرزا صاحب پر یہ الزام کیسے آسکتا ہے۔ جب کہ آپ نے تو اتنی احتیاط فرمائی
کہ جس کے بعد کوئی عقلمند شخص جو تعصب سے خالی ہو یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
توہین کی ہے۔ چنانچہ منجیبہ انجام آختم کی پیش کردہ جہارت کے آخر میں فرماتے ہیں۔

”بالآخر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں باذریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرق نہ تھی انہوں نے ناحق
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں
چنانچہ اسی پلیدہ نالائق نفع مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے
اور اس کے علاوہ اور بہت سی گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور فبیٹ فرقہ نے جو مردہ پرست
ہمیں اس بات کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں اور مسلمانوں کو واضح
رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل

ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔

(ضمیمہ انجام آختم حاشیہ ص ۸-۹)

پھر انجام آختم کے ص ۱۳ میں تشریح بھی فرمادی ہے۔

”یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چورا اور بٹ مار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔“

پھر نزیق القلوب حاشیہ ص ۷۷ میں لکھا ہے۔

”حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گذرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہے اس لیے میں نے فرض محال کے طور پر اس کی نسبت مزور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔“

فریق مخالف نے تو یہ کہا ہے کہ یسوع اور مسیح علیہ السلام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں کیونکہ عیسائیوں کا یسوع مسلمانوں کے عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اس لیے کوئی فرضی یسوع نہیں ہو سکتا۔ تمام بڑے بڑے علماء اس طریق پر کلام کرتے چلے آئے ہیں کہ مخاطب کے عقائد باطلہ کے مطابق اس کے ذریعہ کو فرض کر کے بعض اوقات بات کی جاتی ہے جتنا نیچے سب جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ سنیوں اور شیعوں کے ایک ہی ہیں لیکن مولانا جامی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ ایک شیعہ نے ایک سنی فاضل سے دریافت کیا کہ علیؑ کی تعریف کرو تو اس نے پوچھا کون سا علیؑ وہ علیؑ جس پر تو اعتقاد رکھتا ہے۔ یاد وہ علیؑ جس پر میں اعتقاد رکھتا ہوں تو اس نے کہا۔

درد و عالم علی بکے دانم
آں کد ام است این کد ام بگوئے
نیست جز نقش تو کشیدہ تو
بہر کس درد و غا سگایسہ

گفت من گر چہ اند کی دانم
شرح این نکتہ را تمام بگوئے
گفت آں کو بود گزیدہ تو
پہلو اتے بروت مالبدہ

گر بزی پر تہور و بیابک
بندہ نفس خویش چوں من و تو
بخلافت دش بسے مائل
دزنگ و پوسے بہر ایں مطلوب
یا چینس دہم وطن نے نادانی
ایں علی در شمارہ کہ دمہ
وال علی کش منم بجماں بندہ
کینہ جوئے و مفتن و سناک
فارغ از دین و کیش چوں من و تو!
شد ابو بکر در میاں مائل
ہمہ غالب شد مذاہ منلوب
اسد اللہ غالبش خوانی !!
خود بنود است ورنہ باشد بہ
سبکت نفس شوم را کندہ

الی آخر الا بیات

سلسلۃ الزہب بر حاشیہ نجات الانس مطبوعہ نو لکھنور کا پور ص ۳۱ تا ص ۳۷

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسۃ العلوم دیوبند اپنی کتاب ہدیۃ الشیعہ میں

فریق مخالفت کے مسلمات کی بنا پر حضرت علیؑ کی نسبت لکھتے ہیں -

”اگر بالفرض یہ زور اور بل اور قدرت خدا داد کسی میں ہوتی بھی تب غضب و خسر ظاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہل ہند جو تمام و لائٹوں کے لوگوں میں نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کاجنگلی اور چار بھی اس سہولت سے بیٹھی نہیں دیتا۔ جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو کہ حضرت عمر کے حوالے کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ بچے کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جبار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا۔ اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔“

(ہدیۃ شیعہ ص ۱۲۷)

تپھر کیا ممکن ہے کہ خدا بیک جائے کچھ نعوذ باللہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں یہ عقل و حواس میں اختلال آگیا۔ ابو بکر و عمر ہر چند صاحب رعیت اور مرد باسعیت تھے مگر نہ اتنے کہ خداوند کریم کے بھی عقل و حواس میں فرق آجائے یا اس کے سوا کچھ اور سبب ہو۔ ص ۸۷ پھر صفحہ ۱۶۴ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی ہمت نہ آئی کہ اعلیٰ اعلان حق گوئی اختیار کریں۔ ص ۱۲۳۔

”اور ظاہر ہے کہ مرے ہوئے کے تو گیدڑ بھی نہیں ڈرتا شہر خدا علی مرتضیٰ پھر دوبارہ مرے ہوئے سے بدلے تو قیامت آگئی۔“

اس میں اور بہت سی باتیں ہیں جو شیعوں کے عقائد کے مطابق ایک علی فرض کی لکھی گئی ہیں۔ اور

ابتداءً کتاب میں انہوں نے اپنی بریت اس طرح ظاہر کی ہے۔

”اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگانِ اہلبیت و اصحابِ سید المرسلین صلعم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھے کرالجنیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار بغرض الزام شیعہ لگایا ہے اس کا بار انہیں کی گردن پر ہے۔ یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے۔“

(دہریۃ الشیعہ ص ۳)

اس طرح مولوی احمد رضا خان نے فتاویٰ الرضویہ جلد اول کے صفحہ ۳۸ تا ۴۹ میں لوگوں کے خدلوں کے متعلق بحث کی ہے مثلاً لکھا ہے۔

”وہابیوں کا خدا بے اعتبار جھوٹا، محدود، عیب و نقائص سے پرہیز بھولنے والا۔ سوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے آگے کے صفحات میں دیوبندیوں کا خدا غیر مقلد کا خدا اور دوسرے مذاہب والوں اعتقاد کے مطابق ذہنی خدا ظاہر کیا ہے۔ پس کیا فرقی مخالف یہ لکھے گا۔“

کہ خدا کئی ہیں۔ یا حضرت علیؑ و وہ ہیں پس مشکلیں کا یہ طریق ہے کہ وہ مقابل کے عقائد کو مدنظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں۔ اور یہی بات مرزا صاحب نے کی ہے اور صاف لکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا ”اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے عیبی کو نہیں مانتے جو اپنے تمہیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر سچے دل سے ایمان رکھنے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعوے کیا تھا۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کا ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیے۔ بڑھنے والوں کو چاہیے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں۔“

(آریہ دھرم ٹائٹلس پیج آخر)

اور جو عبارتیں گو انہوں نے تریاق القلوب اور چشمہ معرفت سے پیش کی ہیں۔ ان سے فرقی مخالف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ تریاق القلوب میں تو الزامی جواب دینے کی ایک اور غرض بیان کر دی گئی ہے۔ اور چشمہ معرفت میں یہ بتایا ہے کہ ہر ایک مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا پیارا اور برگزیدہ رسول ماننا ہے اور جب تنگ آکر اسے ہادیوں کو الزامی جواب دینا پڑتا ہے۔ تو پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیت

دل میں رکھ لیتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ آپ نے جہاں کہیں ایسی باتیں کہی ہیں تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں بلکہ شروع کو مراد لیا ہے۔ جو عیسائیوں کا فرضی خدا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آپ فرماتے ہیں۔

”ہم اس بات کے لیے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور مستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے“

(ایام الصلح ٹائمبل پیج ص ۲)

حضرت عیسیٰ بنی اللہ بیشک ہیں اور خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں!

(جنگ مقدس ص ۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا پیارا نبی تھا۔ صفہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا؛ (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص ۶۸۳)

”ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیوں کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں“ (کتاب البریہ ص ۱۹)

”اور اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ لعنة الله على الكافرين اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بدش عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ یہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توجہ ہیں۔ واما الاعمال بالذنیات۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویٰ الایمان کو بھی اس خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چاروں کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا۔ کہ اعمال الذنیات۔“ (انوار الاسلام ص ۳)

اب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی شہادت بیان کرتا ہوں کہ وہ ان عبارات سے کیا سمجھتے تھے۔

کتاب اشارات فریدی جلد ۳ ص ۱۷۱ و ۱۷۸ پر ہے۔

”مولوی غلام دستگیر قصوری کہ مرزا غلام احمد قادیانی مخالف کمال میداشت، بروے فساد کفر نوشتہ بود بیا مدو آداب بجا کرده بہ نشست و چند کتب از مصنفات مرزا غلام احمد قادیانی کہ در نخل میداشت پیش نهاد ہر یک کتاب مقاماتے را کہ نشان کردہ بود پیش گاہ حضور خواجہ بقاہ اللہ تعالیٰ ببقاہ و نفعنا دایا کم

بقائے ایک بربیک برمیخو اندند و میگفت کہ برمیذیر ایجا تو ہیں حضرت مسیح علیہ السلام و ایجا اہانت دیگر انبیاء علیہم السلام کردہ است و حقیقت حال آنست کہ مرزا صاحب جہت روضہ سارے دیو و ازا بحیل و توراہ کہ ہر دو محرف اند و ازاں کتب ایں انواع مذات مفہوم میثوند در کتب خویش نوشتہ بود مگر مولوی را اطلاع ہر ایں معنی نشدہ است۔ از ہیئت بر پیش گاہ حضور نکو مش مرزا صاحب بیان کرد اما حضور عفا جہ البقاء اللہ تعالیٰ ہمہ تقایر اور اشخیدہ وسیع جوابش فرمودند۔

اس پر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ فرضی یسوع کے متعلق ہے جس کے متعلق نصاریٰ کہتے ہیں کہ اس نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن حضرت عیسیٰؑ جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ خدا تعالیٰ کا نبی ہے۔ وہ عیسا بیٹوں سے کہتے ہیں کہ اس یسوع کو ترک کر دو اور آنحضرت صلعم کو گالیاں دینی چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارے اس فرضی یسوع اس سے بھی زیادہ سزوت کہوں گا حضور خواجہ صاحب نے اس پر فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ پس خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی ان عبارات سے جو فریق مخالف نے پیش کی ہیں یہی سمجھا کہ یہ فرضی یسوع کی نسبت ہیں۔ اور ان میں حضرت عیسیٰ کو گالیاں نہیں دی گئیں پھر اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ خود اپنی طرف سے کسی کے قول کو ایسے معنوں میں لینا جس سے کفر لازم آوے حالانکہ قائل اس کے اور معنی بیان کرتا ہوں۔ تو ایسا کرنا غلطی ہے۔ چنانچہ امام ابن حزم کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ میں لکھتے ہیں:-

واما من کفر الناس بما توکل الیہ اقوالہم فخطوا لانه کذب علی الخصم و تقویل له مالم یقل بہ وان لزمہ فلم یحصل علی غیر التناقض فقط و التناقض لیس کفر بل قد احسن اذ فر من الکفر۔ یعنی وہ لوگ جو دوسروں کے اقوال سے ایسا نتیجہ نکال کر جو باعث کفر ہو کافر کہتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ فریق ثانی کی طرف ایک بھوٹا، بات منسوب کرتے ہیں جس کا وہ قائل نہیں ہے اور اگر اس پر یہ بات لازم بھی آوے تو اس سے یہی ثابت ہوگا کہ اس کے کلام میں تناقض ہے اور تناقض کفر نہیں ہے بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کفر سے بچا گا۔

اسی طرح مولف کتاب الاشباہ والنظائر نے لکھا ہے۔ حکم انہ لا یفتی بتکفیر مسلمہ امکن حمل کلامہ علی محمل حسن۔ (الاشباہ والنظائر مع شرحہ المحوی ص ۱۵۷)

کہ وہ کسی ایسے مسلمان کو کفر کا فتویٰ نہیں دے گا جس کے کلام کا حمل اچھا نکل سکتا ہو۔ پس مرزا صاحب کے کلام کے آپ کے منشا کے خلاف جس کی آپ تصریح کر چکے ہیں ایسے معنی لینا جس سے

تو یہی لازم آوے جائز ہمیں چنانچہ حضرت مسیح موعود اس الزام کا جواب دیتے ہیں۔

” اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزار ہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لیے دکھائے پھر بھی سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں۔ اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنی محرف بدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پروردگار اعتراض کئے گئے نہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں سو میری یہ تمام تشکیات خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں“

(چشمہ معرفت ص ۳۱۹)

پھر فریق ثانی نے مرزا صاحب کے متعلق کہا ہے کہ آپ نے تمام امت محمدیہ کو مشرک قرار دیا ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرکِ عظیم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ تمام امت محمدیہ مشرک ہے بلکہ جس عبارت کا گواہ فریق مخالف نے حوالہ دیا ہے۔ وہیں آپ نے ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں کیونکہ انہوں نے عمداً یہ غلطی نہیں کی۔ پھر آپ کہتے ہیں ”حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا مگر آج کل وہ ایک آزد ہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑا اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے تو آدم سے لے کر آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کرے۔ لکھتے ہیں۔“

” اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ جو لوگ کہتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خدا تعالیٰ قادر ہے لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں۔ ایک مبدع شرک ہے“ (تقریر احمدی اور خیر احمدی میں کیا فرق ہے)

پس آپ نے حیات مسیح کے عقیدے کو یہاں مبدع شرک قرار دیا ہے اور آپ اسلاف کے متعلق اسی تقریر میں لکھتے ہیں۔

” پھر یہ سوچنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے عقیدہ نے آج تک دنیا میں کیا بنا یا ہے۔ اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچا یا ہے رسوائے اس کے کہ چالیس کروڑ انسان مردہ پرست بن گیا۔ پس پہلوں نے اگر دفات مسیح

کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی تب بھی ان کو ثواب ہے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے۔ قد تخطی ویصیب کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب۔ مشیت الہی نے ان سے جو کچھ کرایا۔ سو کرایا۔ اس میں بھی اسرار الہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے۔ خدا جب چاہتا ہے ایک مجتہد کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالیٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھول دی۔ پھر تحفہ کو لڑویہ ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

”حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا ایک اس غرض سے کہ حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور آسمان کی طرف اٹھایا جانا ان کی ایک خصوصیت ٹھیکر مغزالی الشکر نہ ہو جائے۔ پھر لیکچر سیا کورٹ ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

”ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارہ میں غلطی کی ہے ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انہیں یاد نہیں دلا گیا تھا ان کو حقیقی معنی خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے پر میں نے تم کو یاد دلادیا۔ اور صریح صریح معنی سمجھا دیئے اگر میں نہ آیا جوتا تو غلطی کے لیے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

حیات مسیح کا عقیدہ مبدع شرک یا مغزالی الشکر ہے۔

پہلے مسلمانوں میں سے جو لوگ ایسا سمجھتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہیں اور وہ عقیدہ ان

کا اجتہادی غلطی ہے اور وہ اللہ کے نزدیک حسب اجتہاد ثواب کے مستحق ہیں۔

لیکن موجودہ مسلمان جن کو نصوص قرآنیہ اور ادلہ احادیثیہ سے مسیح کی وفات بتلا دی گئی وہ معذور نہیں ہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما کان اللہ لیضل قومًا بعد اذ ہدٰیہم حتی یتبین لہم ما یتقون ان اللہ بکل شیء علیہم بصیر (توبہ ۱۷) کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ نہیں ٹھہراتا بعد اس کے جب کہ انہیں ہدایت دی یہاں تک کہ ان کے لیے وہ باتیں جن سے انہیں بچنا چاہیے کھول کھول بیان کر دے بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک شیء کو جانتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بعض وقت ایک لفظ کسی وجہ سے کسی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے فاعل کو وہ نام نہیں دیا جاتا جیسا کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ القریث بنعمرۃ م..... کفر“ جیسے محدث یہ نعمت اللہ تبارک کا نام کوئی شخص کا فر نہیں رکھتا۔ (بہرہ مجددیہ صفحہ ۲۱) اسی طرح فرمایا کہ تسبیح میں طعنت کرنا اور مردہ پر رونا کفر ہے۔ مگر نوہ کرنے والے کو کوئی کافر نہیں کہتا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کا اس مسئلہ کو جو مغزالی الشکر تھا شرک عظیم قرار دینا باعتبار ما یولہ الیہ کے ہے

یعنی جس کا مستقبل میں سانچہ پیدا ہوگا چنانچہ اس کو فن بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ بلاغت کی کتاب مختصر معانی مطبوعہ مجتہبی ص ۲۴۳ میں مجاز مرسل کی بحث میں لکھا ہے۔

تسمیۃ الشیء باسم مایؤل ذلک الشیء الیہ فی الزمان المستقبل نحو انی ارانی اعصر حمزاً ای عصیر الیؤل الی الخمر۔
 کہ مجاز مرسل سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک چیز کا نام باعتبار اس حالت کے رکھ دیا جاتا ہے جو اس کی مستقبل میں ہونی ہوتی ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب نہ چوڑ رہا ہوں جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ میں اس کو نہ چوڑ رہا ہوں اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ شارح کے لیے یہ اولی تھا کہ وہ رس کے بجائے انگور کہتا۔ کہ میں انگور نہ چوڑ رہا ہوں۔ چونکہ انگور سے شراب بنتی ہے اس لیے اس نے آئندہ کی حالت کے مطابق انگوروں کا نام خمر یعنی شراب رکھ دیا۔

پس اسی طرح حیات مسیح کا عقیدہ منجری الشک تھا اور صد ہا مسلمان اسی عقیدہ کی وجہ سے عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ چونکہ یہ مسئلہ منجری الشک تھا اور اس سے کئی انسان مشرک ہو گئے اس لیے اس کی آئندہ کی حالت مطابق اس کا نام مرزا صاحب نے شرک عظیم رکھا۔ اور یہ کہنا کہ تمام امت محمدیہ کو مشرک بنا یا ہے غلط ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔

فریقی مخالف نے آئینہ کالات اسلام کی ایک عبارت سے ایک غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ آپ نے تمام شریف عورتوں کو کچنیاں اور مسلمانوں کو ولد الزنا قرار دیا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کے اس قول سے دکل مسئلہ یقیناً دیکھنا دعوتی الاذمۃ البغیاء۔ سے جو مراد فریقی مخالف نے لی ہے قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آئینہ کالات اسلام کے وقت آپ کے ماننے والوں کی تعداد نہایت تلیل تھی لہذا اگر فریقی مخالف کے معنی صحیح مانے جائیں تو ذریعہ البغیاء کے ساتھ کا جملہ یہ ہے۔ جو ذریعہ البغیاء کی تفسیر واقع ہوا ہے۔ الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقینون تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ جنہوں نے آپ کو نہیں مانا وہ سب ذریعہ البغیاء ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔ پس وہ قبول نہیں کریں گے۔ حالانکہ یہ معنی سراسر باطل پس اس سے لازم آتا ہے۔ کہ جنہوں نے آپ کو اس وقت نہیں مانا تھا ان میں سے کوئی آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنا حالانکہ یہ معنی سراسر باطل ہیں کیونکہ اس کے بعد ہزار ہا لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے اور روزانہ ہوتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ذریعہ البغیاء کے معنی وہ نہیں جو فریقی مخالف نے لئے ہیں کیونکہ ان معنوں کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے ظاہر میں ایک معنی تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور آدمی کو جن لکھ دلوں پر مہر ہیں وہ قبول نہیں کریں گے۔ اور البغیۃ کے معنی رشد یعنی ہدایت کی نقیض کلمے ہیں۔ اور ابن البغیۃ ایسے لڑکے کو کہا جاتا ہے جس میں رشد

ہدایت نہ ہو۔

(تاج العروس جلد ۱۰ ص ۱۰۷)

اس لحاظ سے ذریتہ البنغیا وہ لوگ ہوئے جن میں ہدایت و رشد کا مادہ نہیں ہے۔

البنغیا کے معنی ہر اول کے بھی ہوتے ہیں۔ جو شکروں کے ورود سے پہلے آتے ہیں۔ یعنی مقدمۃ الجیش

(تاج العروس جلد ۱۰ ص ۱۰۷)

اس لحاظ سے ذریتہ البنغیا وہ لوگ ہوئے جن میں ہدایت و رشد کا مادہ نہیں ہے۔

تو ذریتہ البنغیا کے معنی ہوئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کے پیشوا اور امام سمجھتے ہیں یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لے کر شہر بہ شہر پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

نیز بنغیا بامطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ فاجرہ ہوں یا نہ ہوں۔ جیسا کہ تاج العروس جلد ۱۰ ص ۱۰۷ میں لکھا ہے۔ (البنغی الامۃ الفاجرة کانت اد غیر فاجرة)۔ اور کبھی عورت کو بھی کہا جاتا ہے اور اس سے اس کی مذمت مقصود نہیں ہوتی جیسا کہ (نہایہ لابن الاثیر) اور مفردات راغب میں لکھا ہے۔ یقال للامۃ بنغی دان لم یدب الذم ذریتہ البنغیا سے مراد یہ ہوتی کہ میری ہر ایک مسلم نصرت کرتا ہے۔ سوائے عورتوں کی اس ذریت کے جن کے دلوں پر مہر ہے۔ پس وہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔ عورتوں کی طرف منسوب کرنے سے یہ مراد ہے کہ جن میں انوش کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اور ان میں حق کو قبول کرنے کی قوت مردانہ نہیں پائی جاتی۔

پھر ذریتہ کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس وقت ضروری نہیں ہوتا کہ مضاف الیہ بھی مقصود ہو۔ بلکہ مضاف ہی مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ذریتہ الشیطان کے معنی یہ ہیں کہ جو شیطان جیسے کام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مسیح نے یہود کو خطاب کرتے ہوئے کہا "اوسا بنو کے بچے" جس سے مراد یہ ہے۔ کہ تم سنا بنو کی طرح حق کے مقابلہ میں دشمنی کا اظہار کر رہے ہو۔ اس لحاظ سے ذریتہ سے مراد بڑے کام کرنے والے لئے جائیں گے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ عائشہ ام المومنینؓ زنا سے پاک ہیں اور جو واقعہ نے ان کے بارے میں کہا ہے اس سے بری ہیں۔

کہ جو ان پر زنا کی تہمت دے تو وہ ولد الزنا ہے ص ۱۰۷ شرح کتاب الوصیۃ اس سے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہ مقصد ہرگز نہیں ہو سکتا تاں کسی والدہ کو زانیہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ازراہ ظلم حضرت عائشہؓ پر اتہام لگاتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے نہ کہ اس کی والدہ کا۔ پس ولد الزنا سے مراد صرف یہی لی جائے گی کہ وہ خود بدکار ہے۔

اسی طرح مرزا صاحب کے قول کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک مسلم مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا

ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی شرارت و خباثت اور برے کاموں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور یہاں تک کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں وہ مجھے قبول نہیں کریں گے۔ اور اس صورت میں استثناء منقطع لیا جائے گا کہ تمام صالح اور نیک شخص تو میری تصدیق کرتے چلے جائیں گے اور وہ آہستہ آہستہ اس سلسلہ میں داخل ہوتے چلے جائیں گے مگر وہ لوگ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے چاہے ساری دنیا بھی مان لے وہ نہیں مانیں گے تو اس لحاظ سے بعض خاص شخصیات بھی مراد ہوں گے۔

کہ عداوت حتیٰ میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کے قلب بالکل مر گئے ہیں۔ لیکن دوسرے مخالف جو نیک اور شریف ہیں اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ہر ایک محمد سعید ہو گا وہ مجھ سے حجت کرے گا اور میری طرف کھینچا جائے گا اور میں احمدیہ حصہ پنجم ص ۶۹۔ مرزا صاحب کا ایک شعر۔

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے اے گا وہ انجام کار

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنہوں نے ابھی تک نہیں مانا ان میں نیک فطرت لوگ بھی موجود ہیں۔ پس مرزا صاحب کے قول سے مراد وہ چندہ شریک دشمن ہی مراد ہوں گے جن پر کہ یہ الفاظ صادق آتے ہیں لا غیر عسیا کہ آیت ان الذین کفروا۔۔۔ الخ کے مضمون سے بھی ان دونوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ایام الصلح کے ٹائٹل بیچ ص ۲ میں شرارت ذاتی رکھنے والے اور نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی اور شریف مسلمانوں کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔

دوسو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے بزرگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے۔

اور لجنۃ النور ص ۱۱ میں لکھتے ہیں وہ۔

”کہ ہم نے اپنی کتاب کو نیک لوگوں کی تحقیر کرنے سے منزه رکھا ہے خواہ کسی دین کے ہوں۔ اور ہم نیک علماء کی ہتک اور شریف مہذب لوگوں کو عیب لگانے سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں برابر ہے کہ وہ مسلمانوں سے ہو یا عیسائیوں سے یا آریوں سے اور یوں تو فونوں میں سے بھی ہم صرف ان کا ذکر کرتے ہیں جو کبوا اس اور بدگوئی میں مشہور ہیں۔ اور جو عیب سفاهت اور بدزبانی سے بری ہے ہم اس کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے اور اس کی عزت اور اس سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں۔“

پانچویں وجہ تکفیر جو فریق ثانی نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مکذبین و منکرین کو کافر

کہا ہے لہذا وہ کافر ہیں۔

اگر واقعی ان کی یہ دلیل درست ہے اور وہ اس پر قائم ہیں تو پھر انہیں ہماری طرف سے یہ جواب سمجھ لینا چاہیے۔ کیونکہ پہلے خود مولویوں نے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ مرزا صاحب نے اسی بات کا ذکر متعدد بار اپنی کتب میں کیا ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

”لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیے سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا میرے لیے فتویٰ تیار کیا میں نے سبقت کر کے ان کے لیے کوئی فتوے طیار نہیں کیا“

(تزیان القلوب ص ۱۲)

حقیقۃ الوحی ص ۱۲۳ میں لکھتے ہیں:-

”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفسر تزار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ یعنی بڑے کافر وہی ہیں۔ ایک خدا پر افترا کرنے والا دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذیب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوں اور اگر میں مفسر تزار نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔“

اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

”سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفسر تزار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اس لیے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے“

پس ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولویوں نے پہلے کفر کا فتویٰ دیا۔ پس وہ اپنے فتوے کی رو سے کافر ہوئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین ثالوی نے سال ۱۸۹۰ء میں کفر کا فتویٰ شائع کیا جس میں علماء پنجاب اور ہندوستان کے دستخط ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۳ نمبر ۱۱ ص ۱۲۱۔ اب یہ بتلانا چاہتا ہوں کیا تکفیر وجہ ارتداد نہ منفع نکاح ہو سکتی ہے۔

علمائے اہلسنت نے اس امر کی بابت لکھا ہے کہ ایسا شخص جو اسلام کا مدعی ہے اور اہل قبلہ سے اس سے تکفیر کی وجہ سے نکاح وغیرہ معاملات حرام نہیں ہو جاتے۔ جیسا کہ معناج السنۃ مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جلد ۳ ص ۶۱ میں لکھا ہے کہ خوارج حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؑ

نے ان کی تکفیر کی وجہ سے ان کو مزید اور دین سے خارج خیال کر کے ان کے نکاح وغیرہ فسخ کئے ہوں۔ یہی
 فریق مخالف کا تکفیر کو وجہ فسخ نکاح قرار دینا خود ان کے علماء اور ائمہ کے اقوال کے مریخ منافی ہے کتاب العلم
 الشارح کے صفحہ ۷۰۶ پر لکھا ہے۔ کہ اس قسم کی حالتوں میں اس قسم کے احکام جاری ہونے چاہئیں۔ جو عام مسلمان
 احکام ہیں منصب امامت مصنف مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید مدظلہ کے حصہ میں نہیں ہے کہ نکاح اور
 دوسرے تمام معاملات میں ہر ایک اس شخص سے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ ویسا ہی معاملہ ہوگا جو دوسرے
 تمام مسلمانوں سے ہوتا ہے۔ اسی کے موافق ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب شرح شفا علیہ ص ۵۲۳ پر لکھتے ہیں
 کہ جو لوگ مدعیان اسلام ہیں۔ اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ ان سے نکاح اور شادی اور دوسرے دنیوی
 معاملات میں وہی برتاؤ ہوگا جو باقی مسلمانوں سے ہوتا ہے۔

پس جب کہ جماعت احمدیہ کو مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنی میں جو باتیں
 ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہیں وہ تمام حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت میں پائی جاتی ہیں
 تو پھر کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ مذکورہ بالا معاملات کے ہوتے ہوئے حکام وقت سے یہ استدعا کرے کہ حکام
 وقت اس کے متعلق فیصلہ دیں کہ معاملات شادی وغیرہ کوئی ایسی تیز پائی جاوے۔ جس کے بعد غیر احمدی لڑکیوں کے
 نکاح احمدی مردوں سے ناجائز قرار پائیں۔

فریق مخالف نے نکاح کا عدم جواز ثابت کرتے کے لیے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے
 نکاح کے متعلق یہ فیصلہ صاف مذکور ہے لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن الخ سورة نمتختہ رکوع نان
 کہ نہ مومن عورتیں کافروں کے لیے اور نہ کافر عورتیں مومنوں کے لیے حلال ہیں۔ اس واسطے کہ احمدی مرد و عورت
 غیر احمدی مرد و عورت سے نکاح ناجائز نہیں ہیں ایک دلیل ہے جو گو کہ انہوں نے احمدی مرد و عورت کا غیر
 احمدی مرد و عورت سے نکاح ناجائز ثابت کرنے کے لیے قرآن سے پیش کی ہے جس کی رد سے یہ لازم آتا ہے
 کہ ہم وہ غیر احمدی عورتیں جو احمدیوں کے نکاح میں ہیں وہ لغو و باطلہ نہیں ہیں اور ان کی اولاد حرام کی ہے۔
 اب اس فتویٰ کی رد سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی ان تمام عورتوں کو چاہے کہ وہ کسی امیر کی بہن ہوں یا پھر چچا
 یا بھئی کی بہنوں نے احمدی مردوں سے شادی کی یا شادی کے وقت وہ غیر احمدی تھے مگر شادی کے بعد احمدی ہو
 گئے۔ زانیہ اور ان کی اولاد کو حرام کی اولاد سمجھا جائے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس آیت کو ہر قسم کے کافروں کے
 کے لیے عام کرنا ہی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اہل کتاب یہود وغیرہ بالائتفاق کافر ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا
 ہے۔ والمحصنات من الذین اتوا الکتاب من قبلکھ اذا اتیتھن اوجودھن محصنین غیر مسافحین۔

کہ اہل کتاب (یہود وغیرہ) عورتوں سے مسلمانوں کے لیے نکاح کرنا جائز ہے پھر کسی قدر جہالت ہوگی کہ اس آیت

لاحکم تمام قسم کے کافروں پر مشتمل سمجھا جائے۔ اس آیت سے پہلے ان کفار کا ذکر ہے۔ جو مشرک تھے اور اہل کتاب نہ تھے پس ان کے متعلق اس آیت میں حکم بیان کیا گیا گیا ہے۔ نہ کہ ہر اس مسلمان کے متعلق بھی جسے علماء کافر کہیں۔ اگر نکاح کے فسخ ہونے کا مدار علماء کی تکفیر پر رکھا جائے تو سب مسلمانوں کے نکاح فسخ ماننے پڑیں گے کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہیں جس نے دوسرے فرقہ والوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہو۔

سایہ سوال کہ احمدی غیر احمدی مرد سے احمدی عورت کا نکاح نہیں کرتے اور کوئی ایسا کرے تو جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت سے نکلنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ احمدیت سے ہی نکل جاتا ہے بلکہ نظام جماعت سے نکالا جاتا ہے جیسے ایک قوم مثلاً سید یا راجپوت دوسری قوم کے مسلمانوں سے اپنی رشتہ داری نہیں کرتے تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جب وہ دنیاوی لحاظ سے ایسا کرتے ہیں اور ان کے لیے جائز ہے تو احمدی لوگ جو دینی فرائد کو مد نظر رکھ کر اپنی لڑکی کو ایسے مؤثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے جو اس کے عقائد پر پڑا اثر ڈالیں۔ غیر احمدیوں سے شادی نہ کرنے کی وجہ سے کیوں کافر اور مرتد ہوتے ہم اگر روکنے میں تو بے شک وہ بھی روکیں لیکن نکاح ہو جانے کے بعد حکام کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرنے کی احمدیوں میں سے کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی احمدیہ جماعت کے مفتی کا یہ فتویٰ ہے کہ غیر احمدی سے اگر کوئی احمدی رشتہ کر دے تو وہ نکاح فسخ شمار ہوگا۔ اور اس کی اولاد اولاد زنا ہوگی۔

فریق مخالفت اپنی شہادت سے یہ دکھلایا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء نے باوجود ذاتی اختلافات کے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس لیے وہ کافر ہیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر کوئی جماعت قائم کرتا ہے تو شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس رسول اور اس کی جماعت کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کی سب سے پہلے نظر علماء سو پر پڑتی ہے۔ جن کو وہ اپنے ساتھ ملا کر خدا تعالیٰ کے رسل کے مخالفت آواز اٹھا کر دنیا میں شور مچا کر مانتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلما جاء تھمد سلھم بالبدیئات فرحوا بما عندھم من العلم وحق ہم ما كانوا یستہزؤن (المومن ع)

کہ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انہی پر اُلٹ پڑا۔ پس یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ علماء ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور ان کے لیے ان کا علم حجاب اکبر بن گیا۔

اسی طرح آنحضرت مسلم کے بعد کی حالت کو دیکھا جائے تو تمام بڑے بڑے بزرگوں کو علماء ظواہر نے کفر و بدعت کی طرف منسوب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج نے علانیہ کافر کہا۔

حضرت مایزید بسطامی کو سات مرتبہ جلا وطن کیا گیا۔ اور ذی النون مصری کو مصر سے

زنجیروں میں جکڑ کر بنداد لے گئے۔ لیکن جب بادشاہ نے باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اگر یہ زندیق ہے تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔ اور ابو سعید خزاز پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اسی طرح سہل بن عبد اللہ تستری کو۔ اور اسی طرح منصور کو کافر کہا اور قتل کرایا۔ اور تاج الدین اسبکی پر بارہ کفر کا فتویٰ دیا اور امام ابو بکر نابلسی کو مغرب سے مسر لاکر قتل کیا گیا اور چڑا اتار گیا۔ اور ابو الحسن الخفصری کو کافر کہا۔ اور امام غزالی پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اس کی کتاب اجیاء العلوم کو آگ میں جلوا یا گیا۔ ابو الحسن شاذلی کو زندیق کہا۔ اور احمد بن رفاعی کو زندیق اور محمد کہا۔ (طبقات الشعمانی جلد اول ص ۱۹ تا ۱۹) اور سید عبدالقادر جیلانی کی ولایت کا انکار کیا گیا۔ اور ابو بکر شبلی۔ اور امام غزالی کو کافر کہا گیا۔ (انوار احمدیہ ص ۱) اور امام ربانی مجدد الف ثانی کو بھی کافر کہا گیا۔ اور ان کی توہین کی گئی (ص ۱ انوار احمدیہ) شیخ محمد بن عبد بن عربی فرماتے ہیں لقد وقع لنا اربع ہمیں اور ہماری طرح اور بہت پیچھے عارفوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جب ہم نے معارف و اسرار کا اظہار کیا۔ تو ان مولویوں نے ہمیں زندیق کہا اور سخت ایذا پیش پہنچا یہیں اور ہم اس رسول کی طرح ہو گئے جس کی قوم نے تکذیب کی اور بہت تھوڑے لوگ اس پر ایمان لائے اور سب سے سخت دشمن بنائے وہ لوگ ہیں جو اپنے مشائخ کے مقلد ہیں۔

(الیواقیت و الجواہر جلد ۲ ص ۳۲)

اور امام ابو حنیفہ کو بدعت کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور انہیں قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے اور امام شافعی کو اہل عراق و اہل مصر سے سخت تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور امام مالک پر تو اس حد تک ظلم کیا گیا۔ کہ پچیس سال تک حجہ اور جماعت میں شامل نہ ہو سکے اور امام احمد بن حنبل کو قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔ اور امام بخاری کو بخارا سے جلا وطن کیا گیا۔ (ہدیہ مجددیہ ص ۱)

غرضیکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں گذرا جس کا علماء ظواہر نے مقابلہ نہ کیا ہو۔ لیکن آخری زمانے کے علماء کے متعلق تو خود رسول اللہ صلعم فرما چکے ہیں کہ وہ بدترین مخلوق ہوں گے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

د سوبہ بڑے بڑے فقیہہ یہ بڑے بڑے مدرس یہ بڑے بڑے درویش جو ڈمکادینداری خدا پرستی

کا بجا رہے ہیں۔ روتی تاؤید باطل تقلید مذہب تقیید مشرب۔ میں محمد دم عوام کالا نام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چندین شکل از برائے اکل ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم کار و کرد فقط اسی حسد و کینہ کے لیے ہے۔ نہ خدا کے لیے نہ امام کے لیے نہ رسول کے لیے۔“

(اقترب الساعة ص ۵)

پھر لکھتے ہیں :-

”اب تو اس کا پل ٹوٹ گیا ہے نفی شرک و بدعت، منع تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن فتنہ کبھی اڑتا ہے ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے۔ حق کو باطل باطل کو حق ٹھیراتا ہے یہی فتنہ سبب اعظم ہے عزت اسلام و ذریعہ قیامت کا۔“

(اقترب الساعة ص ۵)

چنانچہ آجکل کے علماء کی کتب زیادہ نہ تکفیر بازی سے ہی چڑھتی ہیں۔

مولوی احمد رضا خان سرگروہ علماء بریلی نے اپنی کتاب حمام الحرمین ص ۲ میں مولوی محمد قاسم صاحب نالوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے عقائد کو ذکر کر کے لکھا ہے۔

کلمہ صرتداون یا جماع الاسلام۔

کہ یہ تمام علماء اور ان کے تبع باجماع اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ اور اس فتویٰ پر علماء حرمین شریفین اور مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہر ہیں۔ پھر ان کی کتابوں کے حوالے سے کتیمین وجوہ تکفیر بیان کی ہیں۔ ختم نبوہ کا انکار۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی توہین۔ تیسرے امکان کذب باری کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

اور صہب و خیال بر شکر و جلال کے ص ۱۰۳-۱۰۴ میں مولانا اسماعیل شہید کے متعلق لکھا ہے۔

فلا شک ولا شبهة فی کفره و دردتہ و کفر معاوینہ و من شک فی کفره و دردتہ کفر کراں کے اور اس کے مددگاروں کے کفر و ارتداد میں شک و شبہ نہیں ہے اور جو اس کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے اور ص ۱۲ میں اس فتویٰ کو باجماع علماء و مفتیان مکہ و مدینہ و ہندوستان لکھا ہے۔

اور چابک لیٹ براہم حدیث مصنفہ مولانا محمد ظہیر حسن صاحب اعظم گڑھی اعلیٰ مدرس مدرسہ جامع العلوم مسکرتنگور ص ۳۵۱ میں لکھا ہے۔

۴ اسماعیل دہلوی زاکا فرقتا۔ (۶) گنگوہی۔ دیوبندی۔ نالوتوی۔ ایلٹھی۔ محتاوی۔ وغیرہم وہابی کھلے مرتد ہیں جو کذب الہی ممکن کے لمحہ ہے۔ تقویۃ الایمان وغیرہ۔ معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی۔

نخدر الناس تصنیف نافوتوی۔ براہین قاطعہ تسنیف گنگوہی وغیرہ ماجملہ بنا حات انہو ہی سب کفری بول
بخس تر از بول ہیں جو ایسا نہ جاتے نہ مذاق ہے جو باوصف الملاح احوال ان میں سے کسی کا منقذ ہو اہلبیس کا بندہ
جہنم کا کندہ ہے۔ اور ان سفہاء اور ان کے نظرو تمام خبتاء۔ جو شخص... ان محدود کی حمایت اور موت و رعایت
کرے ان کی ان باتوں کی تصدیق تحین توجیہ تاویل کرے وہ عدد خدادشن مصطفیٰ ہے غیر مقلدین سب بے دین
کے شیاطین پورے ملائین ہیں ۱۱

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے قبع ابن حنفی شافعی مالکی حنبلی اور چشتیہ اور تادریہ
و نقشبندیہ و مجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔

(جامع الشواہد ص ۲ بحوالہ کتاب اعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور ص ۸)
نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں :-

”مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا۔ تقلید پر اطلاق لفظ مشرک کا کیا جاتا ہے۔ دیتا میں آج کل اکثر لوگ یہی
مقلد پیشہ ہیں و مایو من اکثر ہد الا وہ مشرکون یہ آیت ان پر بخوبی صادق ہے۔“
(انتراب الساعۃ ص ۱۲)

”غیر مقلدوں سے مخالفت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آتے دینا ممنوع ہے۔
ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔“ اس فتویٰ پر ۵۳ علما کے دستخط ہیں۔ (جامع الشواہد ص ۱)
”پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بنا کر مرتد ہوا۔“

(انتظام المساجد ص ۱)

اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بجز و مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر اور ارتداد کے فتویٰ
دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔ (انتظام المساجد ص ۱)
پس کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس پر کفر و ارتداد کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔ اہلحدیث جو غیر مقلد ہیں انہیں
مقلدوں نے کافر اور مرتد کہا ہے اور خود اہلحدیث نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے اسی طرح غیر مقلدوں نے
مقلدوں کو مشرک اور کافر اور مرتد کہا ہے۔ اور پھر غیر مقلدوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے۔ اور علماء دیوبند
پر تو علماء حرمین کا فتویٰ لگا ہوا ہے۔ اور یہ سب فتاویٰ نائل شدہ ہیں۔

ان کے علاوہ سرسید احمد خان صاحب علیگندھی اور ان کے ہم خیال لوگوں پر بھی کافر اور مرتد ہونے
کے فتویٰ علماء کی طرف سے لگ چکے ہیں۔ اور فتویٰ دینے والے ہی علماء دیوبند اور اہلحدیث سارنچو اور دہلی اور

لکھنؤ اور تمام پنجاب اور ہندوستان کے ہیں۔ اور انہی تک محدود نہیں۔ بلکہ مغتیاں عرب شریفیت بھی اس ثواب میں شریک ہیں۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ ان کا گروہ کا فرد بے دین اور لمحد اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اس واقعہ کو خواجہ حالی نے سرسید احمد خان کی لائف میں خوب بسط سے لکھا ہے۔ چنانچہ چند فقرات ان کے ”حیات جاوید“ سے یہاں نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ پنجاب و ہندوستان کے رسائل اور جرائد کا ذکر کر کے جن میں فتاویٰ شائع ہوئے لکھتے ہیں۔

”ان میں سرسید کو ملحد۔ لاندہب۔ کرسٹان۔ نیچری۔ دہریہ، کافر، دجال، اور کیا کیا خطاب دیئے گئے ان کے کفر کے فتوؤں پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہربی اور دستخط کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سرسید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے ان کی بھی تکفیر ہونے لگی۔“

(حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۵)

پھر کہتے ہیں کہ ”مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں کیا سنی۔ کیا شیعی۔ کیا مقلد کیا غیر مقلد۔ کیا وہابی کیا بدعتی۔ سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں کی مہربی یاد مستحظ ہیں۔“ اور صفحہ ۲۸ پر کہ منظم کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتویٰ کا خلاصہ لکھا ہے کہ ”یہ شخص منال اور مصل ہے بلکہ اہلسین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اعوا کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ حزب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیے۔ اگر ولایت اسلام میں کوئی صاحب غیرت ہو۔“

اور پھر مدینہ منورہ کے فتوے کا خلاصہ یہ ہے۔

”جو کچھ در مختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے اس کا ما حاصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہو گیا ہے۔ یا زندگی ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا اگر گرفتاری سے پہلے تو یہ کرے تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔“

اور صفحہ ۲۸ میں حرمین شریفین کا علی گڑھ کالج کے متعلق فتویٰ درج کیا ہے کہ ”یہ مدرسہ جس کو خدا بر بلا اور اس کے بانی کو ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔“

ان مولویوں کی حالت یہاں تک تکفیر میں بڑھ گئی ہے کہ نہایت ادنیٰ اور معمولی بات پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مجتہد صالح بن المہدی القبطی المتوفی ۱۰۸ھ نے اپنی کتاب العلم الشامح مطبوعہ مصر

سنت ۳۴ میں مکہ مکرمہ کے دو واقعات لکھے ہیں۔

» ایک شخص نے ایک مولوی کے پاس جو تارکھ دیا تو اس نے کہا تو کافر ہو گیا۔ کیونکہ تو نے علمائے اہل سنت کا پاس نہیں کیا اور ایسا کرنا شریعت کی اہانت ہے پھر رسول کی اور پھر خدا کی جس نے اسے بھیجا۔ دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک حکومت کے ملازم نے کسی پر ظلم کیا تو مظلوم نے کہا یہ ظلم ہے۔ سلطان کے امر و رضا سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس حکومت کا ملازم ہوں جو سلطان کی طرف منسوب ہے۔ پس تو نے سلطان کو ظالم قرار دیا اور اس کی توہین کی حالانکہ از روئے شریعت اس کی تعظیم کرنا ضروری تھی۔ اس لیے تو کافر ہو گیا تو اس کو گرفتار کر کے قاضی کے پاس لائے۔

تو قاضی نے اس پر اتنا داکا حکم لگایا اور اس سے دوبارہ اسلام کی تجدید کرائی کیونکہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری امت کے فقہاء اور علماء یہودی کی پیروی کریں گے۔ پس جس طرح فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح علیہ السلام کو کافر اور مرتد قرار دیا۔ اسی طرح ضروری تھا کہ اس امت کے فقہاء اور مولوی عجمی مسیح محمدی کو کافر قرار دیتے اور آثار سے ثابت ہے کہ ہمدی اور مسیح کو کافر کہا جائے۔ اور یہ بھی ضروری تھا کہ سب مل کر کفر کا فتویٰ دینے کیونکہ آنحضرت صلعم فرما چکے تھے کہ نبی اسرائیل کی طرح میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک ناجی ہو گا جس کی تعریف رسول اللہ صلعم نے فرمائی۔ **ہی الجماعۃ** (مشکوٰۃ ص ۱۹) کہ خیر در رہو۔ وہ ایک خاص جماعت ہوگی یعنی مسلمانوں کے تفرق و تشتت کے وقت وہ ایک امام اور نظام کے ماتحت ہو گے اور ناجی فرقہ کو بہتر فرقوں کے مقابلہ میں رکھ کر بتا دیا ہے کہ بہتر فرقے اس کے مخالف ہوں گے اور یہ کہنا کہ الجماعۃ سے مراد اہلسنت والجماعہ ہیں اور حنفی۔ شافعی۔ مالکی جنسلی وغیرہ ان بہتر فرقوں میں سے نہیں ہیں غلط ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔

» اس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ امام۔ کنارہ کشی کا زمانہ ہے ۵

(آفتاب الساعۃ ص ۵۶)

اور بہتر فرقوں کے متعلق لکھتے ہیں :-

» پس حقیقت دین وقت منحصر در ایشان است و مقلدین ائمہ اربعہ و ظاہریہ و اہلحدیث ہمہ از ایشان اند ۶

(منہج الکلام ص ۳۶۳)

اور آثار سے بھی ثابت ہے کہ ہمدی و مسیح کو کافر کہا جائے گا۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان منہج الکلام ص ۳۶۳

میں لکھتے ہیں کہ ہمدی علیہ السلام جب سنت کو رائج کریں گے اور بدعت کا ازالہ فرمائیں گے تو

اس کے زمانہ کے مولوی جو تقلید کے عادی اور اپنے بزرگوں کی اقتداء کے فخر ہوں گے اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ تو ہمارے دین کو خراب کرتا ہے اور سب اس کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے اور کفر کے فتوے دینے کے عادی ہونے کی وجہ سے اُسے کافر اور گمراہ قرار دیں گے۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود کی باتوں کا علماء و ظواہر انکار کریں گے اور مخالف کتاب و سنت جائیں گے۔

چونکہ بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا ہے اس لیے علماء اور فقہاء کا آپ کو دین کا خراب اور تباہ کرنے والا قرار دینا اور کافر و مرتد کہنا بھی کسی طرح قابل قبول نہیں ہے اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ علماء اپنے علم پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔

پس مرزا صاحب کے متعلق چودھویں صدی کے علماء کی شہادت نہ قرآن مجید کی رو سے نہ حدیث اور مستند آثار کی رو سے قابل قبول ہے کیونکہ ایسے ہی علماء کے متعلق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ مولویوں کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ بڑے درجہ کے ماسد اور بغض رکھنے والے ہوتے ہیں۔

نیو اس لیے بھی ان علماء کی شہادت کا کوئی وقعت نہیں رکھتی کہ فریق مخالفت نے جرح کے جواب میں صاف، اقرار کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں بلکہ صرف وہی عبارات دیکھی ہیں جس پر اعتراض کیا ہے۔ اس اصل کو بھی تسلیم کیا ہے کہ کسی کا عقیدہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھا جائے اور پھر اس پر حکم لگایا جائے گا لیکن فریق مخالف کے گواہان نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتابیں سوائے ان عبارات کے جن پر اعتراض کے ہیں مطالعہ نہیں کیں اس لیے ان کی شہادت قابل قبول نہیں ہو سکتی تھیں۔

علماء ظواہر نے جن کی تکفیر بازی کا کچھ نمونہ بیان کر چکا ہوں ان کی شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب فریاد دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور جو ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور ایسے شخص کا جو مذکورہ بالا وجہ کفر پیدا کر کے کافر ہو جائے اس کا فرار نکاح بغیر قضاء قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے اور اگر بدستور اس حاحات میں زن و شوئی کے تعلقات قائم رکھیں تو جو اولاد ہوگی وہ صحیح النسب نہ ہوگی بلکہ اولاد نہ نکلائے گی۔

ان کی شہادتوں کے مقابلے میں مسلمان لیڈروں اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اشخاص اور ایڈیٹران اخبار اور دیگر سینکڑوں معزز لوگوں کی شہادتوں کو جن میں انہوں نے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی تعریف کی ہے۔

اور ہمیں باوجود ہمارے عقائد پر اطلاع رکھنے کے مسلمان کہاتے اور اس کی اسلامی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ چھوڑتا ہوا صرف حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم ریش چاچڑاں کی شہادت، جنہیں سندھ بلوچستان اور پنجاب اور ریاست بہاولپور کا حصہ کثیر اور اعلیٰ حضرت نواب صاحب ریاست ہذا اپنا پیروم شہادتے ہیں پیش کرتا ہوں۔ اور جو اشارات فریدی کے جزو سوم میں درج ہے جس کے مولف مولانا رکن الدین ہیں جن کے متعلق سوانح ملکی حضرت فرید ثانی مطبوعہ رنگین پریس دہلی کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے۔

”مولانا رکن الدین صاحب جامع مقابلیں المجالس المسمیہ اشارات فریدی قوم سے پرہار ۱۱ رجب ۱۹۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۳۱ لہ حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہوئے۔ ۳۲ لہ میں حج کو گئے۔ ۳۳ لہ میں دستارِ فضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلوک ہوئے رات کو مشغول تھی رہتے تھے دن کو محفوظ نویسی کرتے اتعام الہی سے آٹھ برس کی محنت میں دونوں کار کا انجام ہوا۔ ۳۴ لہ میں خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور اشارات فریدی جلد ۲ جناب خواجہ محمد بخش صاحب کی (جو حضرت خواجہ غریب نواز کے فرزند ارجمند ہیں) اجازت سے طبع ہوئی ہے اس اشارات مقبوس ۲۷ میں باقی ۶: سلسلہ احمدیہ مرزا صاحب کے متعلق حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ فرمان لکھا ہے۔

”فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا غزول میگذرانماز میخواند تا امدت قرآن میکند یاد گیر مشغل اشغال سے نماید۔ و بر حمایت دین اسلام چنان کمر بستہ کہ نیک زمان لٹان رانیز دعوت، دین محمدی کردہ است و بادشاہ روس و فرانس و غیرہ عم را ہم دعوت، اسلام نموده است دہمہ سنی و کوشش او۔ در این است کہ عقیدہ تشلیت و صلیب را کہ سر اسرافراست بگذارند۔ و بہ توجید خداوند تعالیٰ اگر دوز و علماے وقت را بہ بنیاد دیگر گدہ مذاہب باطلہ را گذارند صرف در پیے این چنین نیک مرد کہ اہلسنت و جماعت است و بر صراطِ مستقیم است در راہ ہدایت سے نماید انتادہ اند و بروے حکم تکفیر سے سازند۔ کلام عربی او بہ بنیاد کراذقات بشر بہ خدایت است و تمام کلام ادا از معارف و حقائق و ہدایت است و از عقائد اہلسنت و جماعت و ضروریات دین ہرگز منکر نیست۔“

(اشارات فریدی جزو ثالث صفحہ ۶۹، ۷۰)

فریقِ مخالفت نے جو وہ تکفیر پیش کی ہے۔ وہ ضروریات دین کے منکر ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے اس امر کی تردید کی کہ وہ ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے۔ اور ایسا جو شش دکھلائیں گے اگر ممکن ہو تا تو اس کو قتل کر ڈالتے مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید نے پرہیزگاری کا نور دکھایا۔ **وَاللّٰهُ فَضْلُ اللّٰهِ يُوْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ**۔ خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالآخر کرے آئیں۔ اب جب ہمک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی۔ میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گزر جائے گا۔ اور دوسرا زمانہ آئے گا۔ اور خدا اس زمانے کے لوگوں کو آنکھیں دے گا اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعاء خیر کریں گے۔ جنہوں نے مجھے پاکر میرا ساتھ دیا ہے۔ سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گزر جائے گا۔ اور ہر ایک منافق اور منکر اور مکذب وہ حسرتیں ساتھ لے جائے گا جس کا تدارک اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔

(ضمیمہ انجام آٹھ ص ۳۵)

پس یہ دو شہادتیں ہیں۔ ایک مولویوں کی شہادت کہ مرزا صاحب کافر متعدد ہیں اور ضروریات دین کے منکر ہیں۔ جو ہمارے نزدیک غلط اور خلاف واقعہ اور دوسری شہادت، خواجہ غلام فرید صاحب کی ہے جس کے مطابق ہمارا مذہب اسلام ہے۔ اور ہم ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ اور بقول مرزا صاحب یہاں تک وہی اقرار کرتے ہیں۔

کہ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
شکر اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی خدا

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۲۷)

خلاصہ بیان یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور تمام ان امور کا جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلعم سے یعنی طور پر ثابت ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری طرف خلاف اسلام عقائد منسوب کرتے ہیں۔ ان سے ہم بیزار ہیں۔ اور جو وہ کفر فرقی مخالف نے پیش کی ہیں ان کا جواب خلاصہ مندرجہ ذیل ہے قرآن مجید اور حدیث بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے۔ کہ وحی امت محمدیہ میں جاری ہے اور صرف انبیاء سے ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔ اور خدای تعالیٰ انہیں طریقوں سے اولیاء سے بھی کلام کرتا ہے۔ جن طریقوں سے انبیاء کے ساتھ اور فرشتوں کا فہرول بھی انبیاء علیہم السلام سے مخصوص نہیں اسی طرح غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی ہو جاتی ہے۔ جس میں امر وہی ہوتے ہیں۔

اور غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے البتہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جس میں نئے اوامر و نواہی ہوں جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں بند ہے۔ اور احمدی جماعت نے آنحضرت صلعم کے ختم النبیین ہونے کی منکر نہیں۔ بلکہ اُسے ایلیات سے جاتی ہے۔ حضرت رسول مقبول صلعم اور صحابہ مثل حضرت علی و حضرت عائشہ نے خاتم النبیین کا یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ اور اسی طرح پر سلف صالحین مثل شیخ محمد بن ابی الدین ابن عربی اور مولانا روم اور ملا علی قاری نے خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے ہیں کہ شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا۔ اور اگر کوئی متحمل تاویل کرے۔ تو کافر نہیں ہوگا۔ اور خاتم النبیین کے معنی کو آپ کے بعد مطلقاً کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ اس پر صحابہ کا کوئی اجماع نہیں ہوا۔ اور خاتم النبیین کی آیت اور اس کے سوا جس قدر آیات اور احادیث فریق مخالف نے اپنے دماغ کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ علماء نے لاجبی ہدی کے یہ معنی بھی کہے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو حضور کی شریعت کا ناسخ ہو۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ مرزا صاحب نے اپنی جن کتابوں میں وحی اور نبوت کا انقطاع مانا ہے۔ اس سے مراد شریعت والی وحی اور نبوت ہے

ظلی اور برداری اصطلاحات کا مقرر کرنا شریعت کے خلاف نہیں ان کے صرف یہ معنی ہیں کہ آپ نے سب فیض آنحضرت صلعم کی پیردی سے حاصل کیا ہے۔ مرزا صاحب نے شریعت جدیدہ لانے کا دعوے کبھی نہیں کیا۔ اس دعوے کو آپ کفر سمجھتے ہیں تجدید کے طور پر قرآن شریف کے بعد۔ اور انہی کا کسی بزرگ پر نازل ہونا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حضرت مسیح موعود کو کبھی حقیقی نبی۔ یعنی صاحب شریعت نبی نہیں کہا۔ حضرت مسیح موعود کا اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا اور ماہوار چندہ دینے وغیرہ کا حکم دینا وغیرہ شریعت کے خلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی نبی آسکتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت قیامت اور نفع صورت پر اعتقاد رکھتی ہے۔ اور آپ نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ بلکہ تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اپنی جماعت کو اپنی متعدد کتب میں تمام رسولوں کو ماننے کی تاکید کی ہے۔ اور جو باتیں فریق مخالف نے انبیاء کو توہین ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہیں۔ وہ ایسی نہیں کہ جن سے کہ توہین ثابت ہوتی ہو بلکہ اس سے بڑھ کر علماء اہلسنت حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے حق میں الفاظ استعمال کر چکے ہیں اور خود مولیوں نے حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو سب سے پہلے کافر کہا اور آخر میں پھر کتابوں ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں۔

سن کر درست تسلیم کیا۔

دستخط محمد اکبر رنج۔ ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء۔ مطابق ۱۴ رجب ۱۳۵۱ھ

جرح بر بیان جلال الدین صاحب شمس گواہ عبد الرزاق مدعا علیہ

یکم لغایت ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء

یکم مارچ ۱۹۳۳ء

جرح گواہ مدعا علیہ جلال الدین شمس۔

باقر صالح

ہماری جماعت کو لوگ قادیانی یا مرزائی کہتے ہیں۔ احمدی اور غیر احمدیوں میں یعنی فروعات میں ہی فرق ہے۔ اور ایک لحاظ سے اصولی رنگ میں ہی فرق ہے۔ حکیم نوردین صاحب ہماری جماعت میں خلیفہ ادل ہے۔ کتاب نہج المعلیٰ کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ ایک شخص محمد فضل احمد۔ احمدی کی تسمیہ شدہ ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل بیچ پر مصنف نے اس کے نام لکھنے کی جو وجہ درج کی ہے۔ اس نے حضرت مسیح موعود کے کشف کے مطابق یہ نام رکھا ہے۔ جس کشف کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود کا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۷۴ پر یہ درج ہے۔ کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ اور اس میں عبارت کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح . . . ایمان لائے ہیں۔ میں پیدا کنشی احمدی ہوں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکا ہے۔ وہ سب کا سب میری نظر سے نہیں گذرا۔ فقہ حنفی سے اگر یہ مراد ہے کہ جو کچھ حنفی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ ان سب باتوں کے ہم باند ہیں تو ہمیں۔ لیکن جو باتیں اس فقہ میں قرآن اور حدیث کے زیادہ قریب ہوں تو ہم اس کو لیں گے۔ کتاب نہج المعلیٰ جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ کہ صفحہ ۱۳ میں یہ عبارت درج ہے۔ اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ہو۔ اور قرآن میں اور کہ لغت میں مل سکے۔ تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں۔ دلالت کرتی ہے۔ مرتد سے وہ شخص مراد ہے۔ جو مسلمان ہو۔ اور پھر وہ اسلام سے انکار کر دے۔ اس میں اختلاف ہے۔ کہ کس کس عقیدہ کا انکار باعث ارتداد ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ایسے عقیدہ کا انکار کر لیتا ہے جو اس کے لیے باعث خروج اسلام ہوتا ہے۔ وہ مرتد ہوگا۔ مثلاً رسول اللہ وسلم کا انکار کرنا۔ باعث ارتداد ہے۔ یا فرشتوں کا انکار کرتا ہے۔ جو شخص جان بوجہ کہ انبیاء کو توہین کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں مسلمان نہیں رہتا۔ مرتد سمجھا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال کرے جو توہین انبیاء کے موہوں اور ان کا قائل تشریح کرے۔ کہ اس کی مراد ان الفاظ سے توہین انبیاء نہیں ہے۔ تو وہ مرتد نہیں ہوگا۔ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک توہین انبیاء کے الفاظ کی تاویل ہو سکتی ہے۔ اور میرے نزدیک

اس شخص کو کفر سے بچانے کے لیے وہ تاویل قبول کی جائے گی۔ مجھے اس وقت اہل سنت والجماعت کی کتابوں کا کوئی حوالہ مستحضر نہیں ہے کہ جس کو میں اس وقت اپنی نائید میں پیش کر سکوں۔ مرتد کی جو تعریف میں نے ادر بیان کی ہے۔ وہ جو کچھ میں قرآن مجید اور احادیث سے سمجھتا ہوں۔ وہی بیان کی ہے چنانچہ مرتد کی یہ تعریف قرآن شریف کی حسب ذیل آیت سے اخذ ہوتی ہے۔ ومن ینتہ عن دینہ۔۔۔۔۔ الخ۔ مرتد چونکہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اس لیے اس کے ساتھ اسلامی معاملات ترک کر دیئے جائیں گے۔ نکاح اسلامی معاملہ ہے۔ نماز اسلامی معاملہ ہے۔ جس کی بیعت کرنا اسلام میں داخل ہے اس کی بیعت بھی اسلامی معاملہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے۔ تو اس کے متعلق عام فتویٰ یہی ہے کہ اس کا نکاح صحیح ہو جائے گا۔

مرزا صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہو جانا ارتداد میں داخل ہے۔ میں احمدی جماعت کا مبلغ ہوں قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے جائز نہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری ہے کہ عربی زبان کا علم ہو۔ احادیث سے واقفیت ہو۔ اور دیگر کبھی کئی علوم اس کے معاون ہو سکتے ہیں۔ مثلاً صرف نحو وغیرہ احادیث کے علم کے علاوہ فقہ۔ علم العقائد۔ اصول فقہ۔ اصول حدیث۔ علم المعانی وغیرہ تفسیر کے معاون ہو سکتے ہیں۔ کتاب مقدمہ بہادپور میں نے لکھی ہے۔ اور قادیان کے بک ڈپوٹالیٹ و اشاعت سے شائع ہوئی ہے۔ اس پر جو نوٹ الفاظ ذیل جو بالانصاف حکام اور خداترس اہالیان ریاست بہاولپور کے غور و فکر کے لیے شائع کیا گیا۔ یہ بھی بک ڈپوٹالوں نے لکھوائے ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں جو نوٹ ہے وہ درست ہے۔ کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۲ پر یہ الفاظ ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی تھوٹا ثابت ہو جاوے۔ تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے کسی سچے نبی کی دعوت تبلیغ کے بعد اس پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔ مرزا صاحب سچے نبی ہیں۔ احمدی غیر احمدی سے اپنی لوہی کا نکاح کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ صاحبزادہ محمد رشید الدین محمود احمد سے میری بیعت ہے۔ اور وہ ہمانت احمدیہ کے خلیفہ ثانی ہیں۔ برکات صداقت میں ان کا پچھ درج ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳ پر یہ عبارت ہے۔ کیونکہ غیر احمدیوں کو روٹی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں وغیرہ وغیرہ عقائد میں قطعیات کا اقتدار ہوتا ہے۔ قطعیات کا نہیں میرے نزدیک قرآن مجید قطعی ہے۔ اور جو بات قرآن کے مطابق ہے۔ وہ بھی قطعی ہے۔ جو حدیث قرآن مجید کے موافق ہے وہ بھی قطعی ہے۔ یا اگر ایک شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جو

معیار صداقت کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق وہ پورا اترتا ہے۔ تو اس کی جودتی ہوگی۔ وہ بھی قطعی ہوگی۔ اس میں اختلاف ہے کہ سلف اور سلف کا اجماع قطعی ہے۔ یا نہیں لیکن اجماع صحابہ کا قطعی ہے۔ صحابہ کے علاوہ سلف صالح کا اجماع اعتقادی اور عقلی اگر ہے۔ تو وہ قطعی ہوگا۔ کوئی غیر قطعی چیز ایمانیات میں داخل نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کو ماننے والوں کے دو فرقے ہیں۔ ظہیر الدین اولیٰ کی کوئی پارٹی نہیں ہے۔ دو پارٹیاں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ ایک مباہلیتی اور دوسرے غیر مباہلیتی ہیں مباہلیتی کے خلیفہ حضرت بشیر الدین صاحب ہیں۔ اور غیر مباہلیتی کے امیر مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ غیر مباہلیتی مرزا صاحب کو ہی مانتے ہیں۔ مگر بمعنی مجدد۔ محمد علی صاحب بھی مجدد اور محدث کے معنی میں مرزا صاحب کو نہیں مانتے ہیں۔ مرزا صاحب محمد احمد صاحب کی کتاب حقیقت النبوت میرے نزدیک معتبر کتاب ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو نبی غیر قریشی نہ مانے تو وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہوگا۔ یعنی اگر وہ بالکل کسی معنی میں بھی۔ ان کو نبی نہیں مانتا اور ان کی نبوت سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہوگا۔ جو شخص شرائط بیعت میں سے کسی اعتقادی شرط سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ بیعت سے خارج ہوگا۔ نظام جماعت سے خارج ہوگا۔ جو شخص تمام ضروریات ہی کو ماننا اور ان پر عمل کرتا ہے۔ مگر مرزا صاحب کی نبوت کا منکر اور ان کی خصوصی تعلیم سے منحرف ہے۔ وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ کفر کے معنی انکار کے ہیں۔ اور جو شخص مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ میں جھٹلاتا ہے۔ وہ انہیں منکر قرار دے کر ان پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے۔ اس لیے وہ ان کی تکفیر کے حوزہ کافر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس شخص کے مرزا صاحب کے منکر ہونے سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ انہیں مفتری سمجھتا ہے۔ یہ حدیث روایا اللہ بیا و وحی درست ہے مرزا صاحب کے بعد اگر کسی نبی کی ضرورت پڑی تو وہ آجائے گا۔ احمد نور کاہلی۔ عبداللطیف جوہنوری..... دین احمد چیمپا وطنی کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان ہے۔ یا کافر البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ نبی نہیں تھے۔ مرزا صاحب کو کافر۔ کاذبہ و جال کہنے والا کافر ہوگا۔ مدعیہ اگر مرزا صاحب کے متعلق یہی اعتقاد رکھتی ہے تو وہ کافر ہوگی۔ لیکن اس کا پہلے کا نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اہل کتاب ہے۔ جب کہ مدعیہ مرزا صاحب کے متعلق کسی رائے کے ظاہر کرنے سے قبل عام مسلمانوں کے عقیدہ پر تھی۔ جو پہلے سے مسلمان ہیں اس وقت وہ کافر ہی سمجھی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت تک اس کی طرف سے انکار کے سوا اور کوئی اقرار ثابت نہیں ہوا۔ دوسرے مسلمانوں کا یہی اگر انکار ثابت ہوگا۔ تو وہ بھی اس طرح سمجھے جائیں گے۔ دو مہیاں بیوی میں سے جو پہلے احمدی تھے۔ ایک فریق اگر غیر احمدی ہو جائے۔ یعنی احمدی اعتقاد چھوڑ دے تو اس کا نکاح باقی

رہے گا۔ کتاب النوار خلافت میں مرزا محمود صاحب کی تشریحیں درج ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۰ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ہمارا یہ فریق ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کتاب آئینہ صداقت مرزا بشیر الدین صاحب کی کتاب ہے۔ میں اس مقدمہ میں پہلے بحیثیت مختار مدعا علیہ پیر دیا کرتا رہا ہوں۔ مرزا صاحب کو۔ جو کوئی شخص ایسا تشریحی نبی مانتے جو اسلامی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ چاہے سالم یا کسی حصہ کو اور اس کی جگہ نئی شریعت بتلائے۔ وہ کافر ہے۔ اگر کلمہ طیبہ کے ساتھ اگر لفظ کلمہ ہے۔ کوئی شخص یہ کلمہ بھی پڑھ دے کہ احمد نبی اللہ پڑھے تو اس کے متعلق قائل کی حیثیت سے فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ اگر قائل پہلے حکم کو منسوخ کر کے اس حکم کو اس کی جگہ دیتا ہے۔ تو وہ مسلمان نہیں اور اگر اس لحاظ سے پڑھتا ہے۔ کہ وہ احمد کر نبی اللہ سمجھتا ہے۔ اور اسے متقل حکم قرار نہیں دیتا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ چاہئے احمد سے مراد مرزا غلام احمد صاحب بھی ہو۔ اگر اُسے وہ متقل حکم قرار دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ احادیث متعارضہ میں اگر کسی طرح بھی منطبق ہو سکے۔ یا ایک کو دوسری پر ترجیح نہ دی جاسکے۔ تو وہ دونوں ساقط ہوتی ہیں۔ ان دونوں میں سے اگر کوئی حدیث قرآن مجید کے موافق ہے۔ تو اسے لے لیا جائے گا۔ اور مخالف کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل میں ایک حدیث ہے۔ وہ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تمہارے پاس میرے بعد بہت سی احادیث ہو جائیں گی۔ جب تمہارے پاس کوئی حدیث بیان کی جاوے۔ تو اسے قرآن مجید پر عرض کرو۔ اور جو اس کے موافق ہو۔ اسے لے لو اور جو اس کے مخالف ہو اسے رد کرو۔ یہ حدیث کتاب توضیح تلویح اور اصول الشاشی میں ہے۔ یہ دونوں کتاب میں اصول فقہ کی ہیں۔ صحیح مسند کے بعض احادیث، معتبر ہو سکتی ہیں۔ اور ایسی احادیث کو ائمہ نے لیا ہے۔ اصول احادیث میں یہ بات مذکور ہے۔ کتاب تشرح نخبۃ الفکر میں ہے۔ صفحہ ۹ فللمشہور..... اجلاً کتاب الامجاز احمدی مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ہاں تا ئیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور وہی دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ قرآن کی رو سے جو تعریف رسول کی ہے۔ اور وہی نبی کی ہے۔ اور رسول اُسے کہا گیا کہ جس پر خدا کی طرف سے کثرت سے اظہار غیب، ہو کتاب حقیقت النبوة کے ص ۱۲۶ پر حسب ذیل الفاظ ہیں۔ خدا کی اصطلاح میں نبی کہتے ہیں۔ خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت منکلمات و محالبات جن میں اکثر غیب کی چیزیں دی گئی ہیں۔ اور اس میں مرزا صاحب کی کتاب چھٹہ معرفت ص ۳۲۵ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ انہی مضمون میں ہوا

ہے۔ خاتم النبیین کے الفاظ میں جو النبیین کا لفظ نبی کی جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس میں وہ معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ جو اوپر بیان ہوئے۔

مرزا صاحب قرآن کے معنوں کے لحاظ سے جو نبی کی تعریف میں اوپر بیان ہوئے ہیں۔ حقیقی نبی ہیں لیکن ان معنوں کے لحاظ سے کہ آپ تے رسول اللہ صلعم کے اتباع سے اس مرتبہ کو پایا ہے۔ اور بغیر شریعت کے تشریف لائے ہیں۔ اس لیے مجازی نبی ہیں۔ کتاب حقیقت النبوة ص ۱۱۱ پر درج ہے کہ پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ نبی نطلی۔ بروزی۔ تشریحی۔ غیر تشریحی کی اصطلاحات میں سے تشریحی اور غیر تشریحی معنیوں قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن نطلی اور بروزی کے الفاظ قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اصولاً بھی اور عملاً بھی مسلمانوں کی مسجدوں میں احمدی علانیہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فتویٰ بھی اس طرح ہے۔ اور واقعہ بھی۔ غیر احمدی مسلمان کی نماز جنازہ احمدی نہیں پڑھتے۔ احمدی سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو ہیں۔ کتاب انوار صداقت ص ۹۳ پر ہے کہ اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔

پس غیر احمدی کا کچھ بھی غیر احمدی ہے اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔ غیر احمدی مسلمان احمدیوں کے قبرستان میں میرے خیال میں دفن نہیں ہو سکتا ہے۔ وہی نبوة سے اگر مراد تشریحی نبوة ہے۔ اور بلا واسطہ آنحضرت صلعم مراد تو ایسی وہی بند ہے۔ اس کے سوا اگر وہی نبوة آنحضرت صلعم کے اتباع سے وہی نبوة غیر تشریحی ہو تو وہ جاری ہے۔ خاتم النبیین اور لانی بعدی میں جو الفاظ النبیین اور نبی استعمال ہوئے ہیں اس میں سے لانی بعدی میں۔ نبی کا لفظ اس تخصیص سے استعمال ہوا ہے کہ ایسا نبی کہ جو رسول اللہ صلعم کے مخالف ہو۔ یا جو کہ آپ کی اتباع سے فیض یافتہ نہیں۔ اور جو شرعی ہو اور خاتم النبیین میں لفظ نبی ایک معنی کے لحاظ سے تعلیم سے۔ اور ایک معنی کے لحاظ سے تخصیصی۔ قرآن کے الفاظ دونوں معنی میں لیے جا سکتے ہیں۔ اور اس جگہ بھی قرآن کے الفاظ دونوں معنی کے متحمل ہیں۔ کتاب، ایام الصلح مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے ص ۱۱۱ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اس میں اصل کلام کی طرف غور کرتا ہوں۔ لیکن ختم النبوة کا کمال تصریح ذکر ہے۔ اور پراتے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ سزاوت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لانی بعدی میں یہی نفی عام ہے۔۔۔۔۔ گستاخی ہے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے۔۔۔۔۔ نبوة کی وہی ہوگی۔ محی الدین ابن عربی مجدد الف ثانی

ہے۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی۔۔۔۔۔ جو تم لوگوں کا خستہ ہے۔ مسیح موعود
 نبی ہیں۔ لیکن اس وقت تک خدا نے ان پر یہ حقیقت نہیں کھولی تھی۔

سنگد درست تسلیم کیا۔

عدالت بقیہ کارروائی کے لیے مشعل کل پیش ہو۔ یکم مارچ ۱۹۳۳ء
 ۴ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ

شرعاً کفر کا لفظ ایمان کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ کفر کے معنی عربی زبان کی لغت سے انکار کے ہیں۔ یہ
 معنی لغوی ہے۔ اور اصطلاحی معنوں میں یہی مدنظر رکھے گئے ہیں۔ ایمان کی جو تعریف میں نے اپنے بیان
 میں دی ہے۔ اس کی جو ضد ہے۔ وہ کفر ہے۔ یہ اصطلاحی معنوں میں ہے۔ لیکن اس کے متبادل میں کفر
 کا لفظ مومنوں پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ کہ من۔ ایکفو بالطاعوت۔۔۔
 الخ یعنی جو شیطان کا کافر ہو۔ اور خدا پر ایمان لاوے کفر کی حقیقت۔ اس کی نیت کے لحاظ
 سے معلوم ہوگی۔ جس چیز کی طرف اس کی نیت ہوگی۔ اس کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ کفر شرعی کا لفظ کسی
 مومن کے خلاف نیت کے لحاظ سے بولا جا سکتا ہے۔ کتاب حقیقت الہی کے صفحہ ۱۶۲ پر سوال ۶۱ بالفاظ
 ذیل ہے۔

حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ کلمہ گو اور اہل قبیلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔
 خدا اور رسول کو بھی ہمیں ماننا۔ لیکن اس کے آگے کی عبارت کے پڑھنے سے یہ معاملہ
 صاف ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ ایمان باللہ میں ایمان بذات اور صفات دونوں شامل
 ہیں۔ اللہ کی تمام صفات پر جو قرآن اور حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ کتاب
 فتویٰ عالمگیری میں میری رائے میں بعض فتویٰ صحیح ہیں اور بعض صحیح نہیں۔ فتویٰ عالمگیری کی جلد ثانی صفحہ
 مطبوعہ مطبعہ نو لکشور پر یہ کہا ہے۔ کہ وہ شخص کافر ہو گا جو خدا تعالیٰ کو ایک ایسی چیز کے ساتھ موصوف
 کرے کہ وہ اس کی شان کے لائق نہیں۔ یا خدا تعالیٰ کے کسی نام کے ساتھ نہیں کرے۔ یا اس کے کسی حکم
 سے اس کی جو عہدہ عہدہ انکار کرے۔ یا اس کا شریک بنائے یا بیٹیا بنائے یا بیوی بنائے یا اسے جہل

کی طرف نسبت دے۔ اور تعلق کی طرف سورۃ قل ہو اللہ میں جو صفات خداوند تعالیٰ کی بیان کی گئی ہیں توحید کے لیے ان کا ماننا ضروری ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ میں بھی اس قسم کی توحید مراد ہے لیکن کلمہ شنیٰ کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی مثال کوئی چیز نہیں ہے۔ (قرآنی آیت ہے) انما امرہ اذا اراد

شئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ پارہ ۱۶ سورہ مریم کی آیات ذیل تک اذ السموات..... الخ یعنی قریب ہے۔ سے تعلق رکھتی ہے۔ کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں۔ اس سے (یعنی اس قول سے) اس دوسرے کہ انہوں نے خدا رحمان کے لیے بیٹا بکارا۔ حالانکہ جن کی شان کے یہ لائق نہیں ہے۔ کہ وہ بیٹا بنا لے اس آیت میں بیٹا لفظ دلد کا ترجمہ ہے۔ سورہ قل ہو اللہ..... مذکورہ بالا میں جس قسم کی دلہ کی نفی کی گئی ہے۔ وہ جائز نہیں۔ یہ آیت ان تمام اقسام ولد پر جامع ہے۔ کہ جو بچہ پلنے جائز نہیں ہیں۔ یا جن کا خدا کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔ یہود اور نصاریٰ نے اگر انہی معنوں میں جو ان آیات میں مذکور ہیں۔ خدا کی طرف بیٹے کی نسبت دی ہے۔ تو وہ جائز نہیں۔ یہود اور نصاریٰ کا مسیح اور عزیز کو خدا کا بیٹا قرار دینا۔ مذکورہ بالا آیات کے تحت میں آجاتا ہے۔ کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۸۶ پر حسب ذیل الفاظ ہیں انت صغی بمنزلہ توحیدی و تقریدی..... لا یعلم من خلقی یعنی اس کا ترجمہ بھی اس کی ذیل میں دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حاشیہ پر اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ کہ ولد سے کیا مراد ہے۔ کتاب الرعبین ص ۲۵ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ حاشیہ پر ہے۔ اور دانیال نبی ہے۔ اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں۔ خدا کی مانند اس کے ساتھ حاشیہ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے

البشریٰ کے صفحہ ۹۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔..... کان عند اللہ وجہہا

اس کے نیچے اس کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ لیکن اس عبارت میں لفظ ولد ص غلط ہے۔ اصل لفظ ایت یعنی میں دیکھتا ہوں۔ یہ قول مکتوبات احمدیہ جلد اول ص ۲۳ سے نقل کیا گیا ہے۔ اصل کتاب میں ولد کی لفظ نہیں۔ مصنف البشریٰ نے اسی غلطی کا اعلان کیا ہوا ہے۔ کتاب استفناء ص ۸ پر حسب ذیل عبارت ہے ان بشرک غلاما..... کا سماء یعنی ہم تجھے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جو حق اور بلندی کے ظہور کا باعث ہوگا۔ گویا کہ خدا آسمان سے اتر آ۔ کتاب استفناء صفحہ ۸۶ پر ہے۔ انما امرہ اذا اراد شئاً یعنی تیسرا امر یہ ہے کہ جب تو ارادہ کرے کسی چیز کا اور یہ کہ تو اس کو کہہ تو تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ ان الفاظ سے دیکھنی مغلوبہ..... فان تصر کے الفاظ سے خداوند تعالیٰ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور یہ الفاظ بھی جو

اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے متعلق ہیں۔ اور ان میں بھی خدا کو ہی خطاب کیا گیا ہے۔ کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۲۵۶ میں الفاظ ہیں۔ اسی خط میں اس کی تشریح کی ہے۔ پکارا نہیں جاتا۔ یہ حوالہ ایک دوسرے شخص کے خط کے الفاظ کو نقل کیا جا کر اس کے جواب میں ہے۔ مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ اس میں ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ آگے کی عبارت سے ظاہر ہے۔ براہین احمدیہ ص ۱۰۸ حصہ پنجم پر حسب ذیل عبارت ہے۔ افسوس کہ بعض نادانوں نے کفر ہے اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔ عبارت میں الفاظ انما امرت اذا اراد شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔

میں خطاب مرزا صاحب کو ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کو کہا گیا ہے۔ اربعین جلد ۳ ص ۳۲ پر یہ الفاظ ہیں۔ وانت اسمی الاعلیٰ یعنی تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ یہاں تو سے مرزا صاحب مراد ہیں۔ البشریٰ جلد ۲ ص ۹۶ پر حسب ذیل عبارت ہے۔

واصلی واصوموم اسلموا وانام التقوا۔ میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں کرتے تک۔ یہ ترجمہ اصل عبارت کے نیچے دیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ ترجمہ مرزا صاحب کا ہے۔ یا کہ خود مولف کا ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی جو عربی عبارت نقل کی ہے۔ وہ مرزا صاحب کی مسلمہ ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ جو اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔ وہ عربی کی رو سے درست ہے کتاب حقیقت الوحی ص ۱۰۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔

۱ انا با لرسول اجیب اجیباً میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ ہی دوں گا۔ اور کبھی ارادہ پورا کروں گا۔ یہاں میں سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے نیچے حاشیہ قابل ملاحظہ ہے۔ تریاق القلوب ص ۲۶ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ نبی زندگی ہرگز ماضی نہیں ہو سکتی . . . خدا کا نام ہے۔ یہ عبارت مرزا صاحب کی مسلمہ ہے۔ اولیاء کاکشف اگر وہ اسے خود قطعی کہیں تو قطعی ہوتا ہے دوسرے کے متعلق جیسے وہ تشریح کریں۔

اس طرح سمجھا جائے گا۔ اولیاء کاکشف اگر تعبیر کے مطابق پورا ہو گیا تو واقعی سچا ہے۔ اور زیادہ تر اس ولی کی تشریح کے مطابق اس کشف کو لیا جائے گا۔ اولیاء کے کشف کو میں نے قطعاً اعتقادات میں نہیں لکھوایا۔ کتاب البشریٰ کے صفحات ۷۸، ۷۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا احسن تقویم یہ الفاظ جو کتاب البریہ میں ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے کلام کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب آئینہ کمالات میں ہے۔ اور اس کی تشریح خود مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحات ۵۷۰

ہے۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ الہام کی عبارت ہے۔ الفاظ اس نشان کا
 یہ ہے۔ یہی الہام کے الفاظ ہیں۔ ص ۸۳ پر عبارت بالفاظ ذیل مجرم کہ وقت تو نزدیک، رسید۔۔۔۔۔
 ۔۔۔ تو جہ کہے گا۔ یہی مرزا صاحب کے الہام کے ہیں۔ کتاب تجلیات الہیہ صفحہ ۲۵، ۲۶ پر ہے کہ ایسا
 بھی اس کلام میں بھی شکر نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر یہ الفاظ بھی مرزا صاحب کے ہیں
 ایمان بالرسول سے مراد ہے کہ تمام رسول جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ چہ جائے کہ ان کے نام
 نہیں معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایمان بالرسول میں بھی ایک رنگ میں ایمان بالاجمالی
 اور بالتفصیلی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کی باتوں پر ایمان لانے میں اجمالی اور تفصیلی ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں
 جن انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصی ناموں اور صفات کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ اس
 پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص مولے علیہ السلام کے خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا منکر ہے یا حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ ان کی روح کے پاک ہونے اور خدا کی پیدا شدہ مانتے سے انکار کرتا ہے۔ وہ
 بھی کافر ہے۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کی مرئیہ نصوص کا انکار کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص کے متعلق یہ کہتا
 ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے کلام کی ہو۔ تو اس سے اس کو کلیم اللہ کہنے سے کوئی حرج واقع نہیں
 ہوتا۔ بخاری شریف کا احادیث معتبر ہیں۔ لیکن اگر ان میں کوئی ایسی حدیث ہے۔ جو قرآن شریف کے مخالف
 بڑی ہو تو وہ سام نہیں۔ چنانچہ کتاب ترویج علوم مطبوعہ نوکلشور میں اس کی سند میں ایک حدیث
 موجود ہے۔

مسلم شریف کی کتاب میرے نزدیک معتبر ہے۔ اس اصول کے تحت جو میں نے بخاری کے متعلق بیان
 کیا ہے۔ امام مسلم کو بھی بزرگ ماننا ہوں۔ امام عبد اللہ ابن مبارک امام بخاری کے استاد تھے۔ صحیح مسلم
 ص ۱۱ پر ہے۔ کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ اسناد دین سے ہے۔ اور اگر
 اسناد نہ ہوتی تو کہتا جس کا جو جی چاہتا۔۔۔۔۔ الخ قرآن میں جو انبیاء علیہم السلام کے القاب آئے ہیں۔
 وہ ہم سب مانتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کا علم دین کے متعلق سب سے بڑھ کر ہے۔ قیامت کا وجود
 دین سے ہے۔ لیکن بعض باتیں پیش گوئیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو اپنے وقت پر آکر ظاہر ہوتی ہیں۔ اور
 ان کی حقیقت اس وقت کھلتی ہے۔ جب کہ وہ پوری ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلعم اپنی پیش گوئیوں کو تمام مخلوق
 سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کی حقیقت
 ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے۔ اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقیق و

عظیم مشیر احمد مختار دہلوی بم جاتے ہمہ برابر۔ نیکو درست تسلیم کیا۔
 فصل ۴ مارچ ۱۹۳۳ء کو پیش ہوئے ۲

۷ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار حاضر۔

جرح مدعی برمولوی جلال الدین۔

متقی صوفی ہوتا ہے۔ یعنی جو متقی ہوگا۔ وہ صوفی ہوگا۔ متقی کے معنی ہیں۔ جو پرہیزگار ہو اور معاصی سے بچنے والا ہو۔ آیت الذین یومنون بالغیب میں متقی کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں یومنون بالغیب کی تشریح کرتے ہوئے جو ایمانیات، تقیہ میں ان کی تشریح کر چکا ہوں اور یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ جو شخص کسی کتاب پر ایمان لاتا ہے۔ تو جو کچھ اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر بھی ایمان لاتا ہے رزے اور حج کو فرض ماننا ضروری ہے۔ چونکہ قرآن میں حج اور روزہ کا ذکر ہے۔ اس لیے ان دونوں کو فرض ماننا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جس کی صداقت قرآن کی رو سے ثابت ہو جاتی ہے۔ تو جو اس کی دہی ہوگی اس کو بھی ماننا ضروری ہے۔ اس آیت میں تصریحاً ذکر نہیں کہ ایسی کتاب کہ جس قیمت کی رسول اللہ صلیم پر ادری ہے۔ کوئی بعد میں بھی ایسی کتاب نہ آئے گی۔ ما انزل الیک سے میں نے مراد دہی تشریحی لی ہے۔ جیسا کہ میں بیان میں کما چکا ہوں۔ وہی تشریحی کتاب ہوتی ہے۔ ہم جہاد کو حرام نہیں کہتے۔ دینی لڑائی کو اس وقت ہم جائز نہیں سمجھتے۔ دینی لڑائی کو ایسی حکومت سے جو خود دینی لڑائی نہیں لڑتی ہم جائز نہیں سمجھتے اگر کوئی حکومت ایسی ہو کہ جس سے دینی لڑائی لڑنے کے شرائط پائے گئے ہیں۔ ان سے دینی لڑائی جائز ہے۔ بعد الموت کے معنی یہ ہیں کہ موت کے بعد جو حیات ہوگی۔ چاہے قبروں سے اٹھیں یا کسی جگہ سے خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں الوہیت نہیں پائی جاتی۔ اگر کسی کو یہ کشف ہو کہ اللہ کی الوہیت جگہ میں موجزن ہے۔ تو وہ شخص متقی ہے۔ صوفی ہے۔ راست باز ہے۔ اور موحد باللہ ہے۔ اور وہ کشف اس کی تعبیر کے مطابق لیا جائے گا۔ جو وہ خود ان کی کرتا ہے۔ انار بکم الاعلیٰ جو قرآن میں فرعون کا ذل ہے اس میں کوئی توجیہ بیان نہیں کی گئی۔ اور وہ کشف ہے اور نہ رویا ہے۔ بلکہ اس کے عقیدہ کا اظہار ہے۔ ان الفاظ کی جب توجیہ پایا جائے گی۔ تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلیم کو خاتم النبیین ماننا ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ صفت قرآن مجید میں مذکور ہوئی ہے۔ اس لیے اس کا ماننا ضروری ہے اور اس پر

ایمان لانا اس لیے ضروری ہے کہ یہ صفت قرآن مجید میں موجود ہے۔ مسلم شریف ص ۳ پر یہ حدیث ہے۔
 اُمرت ان اقات الناس ... معرفت، انہ ہوا حتی یہ حدیث ہمیں مسلمہ ہے۔ اور اس کے آگے دوسری
 حدیث ابو ہریرہ کی اس موضوع پر ہے۔ اور وہ بھی ہماری مسلمہ ہے۔ اور جو شخص حدیث اول الذکر کی رو
 سے نااندر الا اللہ کہدے تو پھر اس سے قتال جائز نہیں اور اگر اس میں قتال کی شرطیں پائی جاتی ہیں
 تو ان سے لڑنا چاہیے اور یہ حکم ہے۔ کہ ان سے لڑو۔ جن جن سے جنگ شروع تھی۔ یہاں تک کہ فتنہ
 باقی نہ رہے۔ اور اطاعت، جو ہے۔ وہ پوری کی پوری خدا کے لیے ہو۔ یا دین پورا کا پورا خدا کے لیے ہو
 دین کے معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ اور دین کے بھی ہیں اور فتنہ سے مراد جیسا کہ بخاری حدیث سے ثابت ہے،
 ہے یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اسلام لائے۔ تو اسے محض اسلام لانے کی وجہ سے قتل کر دیں یا اسے ہمیشہ
 عذاب میں رکھیں۔ اگر شرط جہاد اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں اور پھر کوئی قتال کرتا ہے۔ تو وہ شہید ہوگا۔
 اگر شرط پائی جاویں۔ تو پھر جہاد منسوخ نہیں ہوگا۔

کتاب گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص ۱۱ دیکھ کر بیان کرتا ہوں کہ اس پر حسب ذیل عبارت ہے۔
 کیسویں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔
 دین پھیلے گا۔ اربعین ۷۷ ص ۱۳ حاشیہ پر ہے۔ جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے
 اہمیت آہستہ کم کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ موقوف کردیا گیا۔ اعجاز احمدی ص ۱۱ پر ہے کہ یہ بات تو بہت اچھی ہے
 ۔۔۔ کہ جہاد کے خراب مسئلہ کو دلوں سے دیا مٹایا جاوے۔۔۔۔۔ تو کیا کریں کتاب البر یہ ص ۱ پر ہے۔
 اس قدر دراز مدت تک۔۔۔۔۔ کسی انعام کی توقع نہیں، کتاب حقیقت الہدی ص ۱۲ پر
 حسب ذیل عبارت ہے۔ فلا محتاج۔۔۔ بدلت۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس زمانہ میں لڑائی اور انتقام کے
 محتاج نہیں ہیں اور نہ ہی نیزوں کے سیدھا کرنے اور تلواروں کے کھینچنے کے بلکہ یہ امور اس امر کی طرح ہو
 گئے ہیں کہ جو منسوخ کیا گیا ہو۔ اور ان طرق کی طرح کہ جو تبدیل کئے گئے ہوں۔ یعنی اس وقت اگر کوئی
 شخص شریعت کے کسی حکم کو باوجودیکہ اس کا اس وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔ بدل دے یا منسوخ کر دے تو اس
 کا بدل دینا یا منسوخ کر دینا جائز نہیں ہے۔ کتاب ازالہ اوہام حصہ اول ص ۶۹ پر ہے کہ اور اب کوئی ایسی وحی یا کوئی ایسا
 الہام۔۔۔۔۔ کافر ہے۔ کتاب ایام الفیل ص ۱۶۵ پر ہے۔ کہ لیکن پہلا کام مسیح موعود کا استیصال فتنہ
 و جالہ ہے۔۔۔۔۔ تحریر ہے۔ مسیح موعود کے نشانات میں سے حج کرنے کی علامت متنازعہ فیہ ہے۔
 لیکن جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ مسیح موعود خود جا کر حج کریں گے اور اگر کوئی ایسی

روایت ہو تو وہ خبر واحد ہونے کی وجہ سے اعتقادی بنا و قرار نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ ایسا شخص جس کی اصداقت و صداقت قرآن مجید سے ثابت ہو چکی ہے۔ ایک روایت کی بنا پر اسے جھوٹا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مرزا صاحب کی جن کتابوں سے میں نے اپنے بیان میں حوالے دیئے ہیں۔ ان میں سے کوئی کتاب بحیثیت پوری کتاب کے منسوخ نہیں ہے۔ یہاں جس بات کو مسیح موعود نے خود منسوخ قرار دیا ہو۔ وہ منسوخ سمجھی جائے گی۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزا صاحب اپنے آپ پر نبی کا لفظ بمعنی محدث استعمال کرتے رہے لیکن بعد میں آپ نے محدث کا لفظ ترک کر دیا اور نبی کا لفظ استعمال فرمایا۔ مرزا صاحب مبلغ اسلام بھی تھے۔ مصلح تھے۔ مجدد بھی تھے۔ اور محدث بھی تھے۔ اور امام زمان بھی تھے۔ خلیفہ الہی اور خدا کے جانشین بھی تھے۔ جیسے آدم علیہ السلام تھے۔ در ثمنین ص ۲۵ پر مرزا صاحب کا یہ شعر ہے۔

میں کبھی آدم۔ کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں۔ نیز ابراہیم ہوں۔ یعنی میں۔ میری بے شمار مرزا صاحب مہدی ہونے کے بھی دعویٰ دار ہیں۔ بنی امی۔ بروزی اور ظلی کے بھی مرزا صاحب نے اپنے متعلق الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کتاب حقیقت الوحی ص ۱۰ پر یہ الفاظ ہیں۔ کہ میں آدم ہوں۔۔۔ منظر اتم ہوں۔ کتاب کشتی نوح ص ۱۰ پر ہے۔ کہ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی۔۔۔ بیان کیا گیا ہے۔ اربعین ص ۱۰۱ حاشیہ پر ہے۔ کہ خدا نے اپنے الہامات میں مرزا صاحب کا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔۔۔ الخ تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۰ پر ہے۔ کہ یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں جو کہ کوشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تہری ہے۔ لکچر اسلام ریالکوٹ کے ص ۳۲ پر ہے مجھے منجملہ الہاموں کے۔۔۔ تہری مہا گیتا میں لکھی گئی ہے۔ کتاب البریہ میں مرزا صاحب نے یہ کہا ہے۔ کہ نور الحق سال ۱۳۱۱ھ میں لکھی گئی ہے۔ نور الحق میں یہ عبارت ہے کہ ہم اہل قبلہ ہیں۔ اور اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم مکہ مکرمہ میں جو قبلہ تھے۔ اس کی طرف منہ کرتے ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ مرزا صاحب کی کتابوں پر سن تصنیف (تصنیف) جو تحریر شدہ ہیں۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ وہ کتابیں ان سالوں میں شائع ہوئیں۔ کتاب حقیقت النبوة ص ۱۹۰ سے پہلے۔۔۔ ختم ہو گئی۔ یہ عبارت کتاب عین الحق سے نقل کی گئی ہے۔ قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ جو آنحضرت صلعم پر اوتاری ہے۔ بلحاظ شریعت کے آخری کتاب ہے۔ یعنی اس کے بعد اور شریعت نازل نہیں ہوگی۔ آنحضرت صلعم ان معنی میں آخری نبی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں۔ سراج منیر میں جو یہ شعر ہے۔ کہ اندریں دین آمدہ از ماریم۔ ہم ہمہ بریں از دلہ دنیا بہ گذریم مرزا صاحب اخیر تک اس

اس عقیدہ پر قائم رہے تھے۔

مرزا صاحب نے ایام صلح میں یہ لکھا ہے۔ کہ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ عام طور پر اہل سنت سے مراد حنفی۔ شافعی، مالکی۔ حنبلی لیئے جاتے ہیں۔ لیکن ہر ایک وہ شخص کہ جو کہے کہ میں سنت کا تابع ہوں۔ اسے اہل سنت لغوی طور پر مراد لیا جا سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے اہل سنت سے وہی لوگ مراد لیے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں اہل حدیث بھی اہل سنت سمجھے جائیں گے۔ نیز اس کے صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲ پر اہل قبلہ کی تعریف دی ہوئی یہ تعریف جیسا کہ میں اپنے بیان میں لکھوا چکا ہوں۔ اس کے مطابق نبی جاوے تو درست ہے یعنی ضرور یا دین جو میں نے بیان کی ہیں۔ اگر اس تعریف میں عجمی وہی مراد لی جاوے تو پھر درست ہے۔ نیز اس میں باتیں ایسی ہیں۔ جو میں صحیح نہیں مانتا اس کتاب میں سے جب کوئی بات ہمارے سامنے آئے گی۔ اس وقت یہ فیصلہ کیا جاسکے گا کہ وہ معتبر ہے یا غیر معتبر کتاب اربعین ۲ ص ۱ پر ہے کہ لیکن ضرورت ہے۔۔۔ کیا جائے گا۔ یہ عبارت قرآن مجید اور احادیث سے مشتق ہے۔ نیز نے ملا علی قاری کی تشریح اکر کا حوالہ دیا تھا۔ ایک اور کتاب اس نام کی تیسرا آباد کی مطبوع ہے۔ وہ ملا علی قاری کی نہیں۔ اب یاد نہیں کہ وہ کس کی ہے۔ میں نے بعض جگہ اپنے بیان میں ملا علی قاری کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ اور بعض جگہ دوسری کتاب کا۔ بحر الرائق میں سے بعض حوالے میں تھے ایسے پیش کیے ہیں کہ جن کے مطابق اس وقت کے علماء فتویٰ نہیں دیتے میرے نزدیک قرآن مجید اور احادیث کی رو سے محض مرتد کی سزا قتل نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی مسلمان شخص۔ ہندو یا عیسائی ہو جائے۔ تو محض ہندو یا عیسائی ہونے سے وہ واجب القتل نہیں ہو جاتا۔ میں نے جو آیتیں اور حدیثیں اور فقہ کی کتابوں سے عبارتیں پیش کی ہیں ان میں جو باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دینی معاملات میں رسول اللہ صلیم کا ہر فیصلہ ماننا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلیم کے فیصلہ کے خلاف جو فیصلہ ہوگا وہ نہیں مانا جائے گا۔ اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جن کو خدا کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی تھی۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کا لفظ یہود اور نصاریٰ پر ہی استعمال ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے یہ لفظ اہل کتاب استعمال نہیں ہوا اور نہ وہ اہل کتاب ہیں۔ صوفیائے کرام اور دیگر بزرگان نے اقوال اگر قرآن مجید اور حدیث کے مخالف نہیں ہیں تو وہ معتبر ہیں۔ تاویل کے متعلق جو کچھ میں نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے۔ اس کے مطابق تاویل ہو سکتی ہے۔ جو اقوال میں تھے اپنے بیان میں استدلال کے طور پر بیان کئے ہیں۔ ادراسان کو میں نے صحیح قرار دے کر کہا ہے۔ تو وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ فتویٰ دینے وقت جس خاص شخص کے متعلق فتویٰ دیا

جا رہا ہو۔ اس شخص کے حالات اور اقوال کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اور اس کی نیت کو بھی جس کی اس نے خود تصریح کی ہو، اگر مفتی کسی شخص کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔ اور اس کی طاقت میں ہے۔ کہ وہ اس شخص کے حالات اور اقوال کو خود مطالعہ کر سکے۔ تو اس کو مطالعہ کرنا چاہیے اگر اس نے وہ اقوال کہے ہوں۔ جو مفتی کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ تو وہ فتویٰ دے سکتا ہے۔ اگر کفر کا سوال ہو تو کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ گواہان فریق اول نے جو وجوہات تکفیر عدالت میں بیان کی تھیں۔ میں نے انکار دینے میں کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء صحیح وجود جوہ بیان کی ہیں۔ ان کا یہاں کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ میرے سامنے پیش نہیں ہوئے مجھے معلوم نہیں کہ بحرالرائی میں کفر کے فتویٰ کے متعلق کوئی اصول درج ہے یا نہ۔ لیکن بحرالرائی میں یہ لکھا ہے۔ کہ میں ان باتوں میں سے اکثر کے متعلق فتویٰ نہیں دیتا۔ اور اگر کسی کی کلام کا محل حسن نکل کے۔ تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ اور یہ بھی فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کلام کے ۹۹ احتمال کفر کے نکل سکیں۔ اور ایک احتمال ایمان کا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے لیکن باوجود اس کے کہ مولو لیلین نے اس اصول کے خلاف فتوے دیئے ہیں۔ بعض علماء نے مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ نہیں بھی دیا۔ بلکہ بعض علماء اور بعض پیروں نے آپ کے دعوے کو تسلیم بھی کیا۔ میں تمام فرقوں کے علماء کا احاطہ نہیں کر سکتا کہ میں کہوں کہ ان میں سے کس کس نے مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور کس کس نے نہیں دیا۔

تفسیروں میں جو رطب دیابلس و انفات درج ہیں۔ اگر ان کے متعلق کوئی مضر کی بات کی تردید کرتا ہے۔ اور تردید کے صحیح بات لکھ دیتا ہے۔ تو اس کی کتاب پر ایسی چیزوں کا ذکر کرنا اثر امانہ نہیں ہوگا علامہ ابن خلدون نے تفسیر میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اور اگر مضر بن سے مراد یہی ہے۔ کہ انہوں نے تفسیر کی کوئی کتاب لکھی ہے یا نہ۔ تو اس معنی میں وہ مضر نہیں ہیں۔ لیکن وہ مورخ ہیں اور نہایت قابل مورخ ہیں۔ مذہب کے متعلق ابن خلدون کی جو بات قرآن اور حدیث کے مطابق ہوگی وہ درست ہوگی جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید کے واقعی طور پر خلاف ثابت کر دے۔ تو اس کا وہ قول مستبر ہوگا۔ ابن خلدون کے قول تفاسیر المتفقین کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو اقوال اور جو باتیں لکھی ہیں۔ ان میں رطب دیابلس ہے۔

حضرت ابن عباس نے تفسیر کی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ان کی طرف بہت روایات ایسی منسوب کی گئی ہیں۔ جن کے راوی جمہول ہیں میرا اصول تفسیروں کے متعلق یہی ہے۔ کہ جو باتیں ان میں اچھی ہیں وہ

لے لی جائیں گی اور جو اچھی نہیں وہ چھوڑ دی جائیں گی۔ قرآن پاک کی جو تفاسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یقینی طور پر ثابت ہو جائیں گی وہ لے لی جائیں گی۔ میرے خیال میں مرزا صاحب نے جو تفاسیر قرآن مجید کی بیان کی ہیں۔ سوائے ان باتوں کے جن کی زبردہ خود مرزا صاحب نے کر دی ہے۔ صحیح ہیں۔ محمدی کی تفسیر میں اگر کوئی غیر صحیح بات ہے۔ تو ہم اس کو بھی نہیں مانیں گے۔ تقلید کے معنی پیروی کے ہیں۔ اس لیے محض تقلید ممنوع نہیں۔ کورانہ تقلید سے یہ مراد ہے۔ کہ ایک شخص کو ایک بات کے متعلق سمجھایا جاتا ہے۔ کہ بات یوں ہے۔ اور وہ جس بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ وہ خلاف عقل بھی ہے۔ لیکن محض اس لیے کہ فلاں مولوی نے یہ کہا ہے۔ وہ ویسے ماننا ہے۔ اور دوسری بات کو چاہیے وہ صحیح بھی ہو۔ تسلیم نہیں کرتا۔ اس کو کورانہ تقلید کہا جائے گا۔ علماء سنت نے جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ہمیں ان کے متعلق نیک نیتی سے یہ کہنا چاہیے کہ انہوں نے وہ اقوال نیک نیتی سے جمع کر دیے۔ جو ان کو ملے۔ فیصلے میں وہ غلطی کر سکتے ہیں۔ تفسیر اتقان صحتہ وان الصحایہ۔۔۔۔۔ رسول اللہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ صحابہ اور تابعین وانہم کی ایک تفسیر ہو۔ اور ایک قوم ہے۔ ان کے مخالف تفسیر کرے۔ کسی اعتقاد کی وجہ سے تو وہ تفسیر درست نہ ہوگی۔ اور صحتہ پر ہے۔ کہ صوفیانے جو کلام کی ہے۔ وہ تفسیر نہیں ہے۔ یہ قول ابن خلدون سے نقل کیا گیا کتاب برکات الدعاء مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے صفحات ۱۵ سے لے کر ۱۸ تک پر جو اصول تفسیر لکھے ہیں۔ وہ صحیح ہیں۔ جن میں ایک اصل تفسیر کا دلی دلائل اور مکاشفات محدثین بھی درج ہے۔ یہ حدیث کہ خیر القرون قرنی۔۔۔۔۔ کذب۔۔۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ وحی کے لغوی معنی القا کرنا۔ الہام اشارہ کرنا لکھنا یعنی لکھی ہوئی بات مراد ہیں۔ وحی کی اصطلاحی تعریف۔ وحی کلام الہی کو کہتے ہیں۔ وحی کی اقسام میں اپنے بیان میں بتا چکا ہوں۔ تفسیری لحاظ سے ان کے ماتحت اور اقسام بھی ہو سکتی ہیں۔ الہام کا لفظ وحی پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ اور غیبی وحی پر اطلاق پاتا ہے۔ کشف وحی سے علیحدہ ہے۔ کشف میں اگر کوئی وحی کی جاتی ہے۔ تو اس پر وحی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجازی وحی سے کیا مراد ہے۔ اوئی ریک الی الخ ل سے میرا وہی ہو سکتی ہے کہ جو مخل قوی اور استعدادوں کی مناسبت کے لحاظ سے ہو۔ وحی کا لفظ قرآن مجید میں ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور دوسرے معنوں میں بھی۔ بعض جگہ اگر لغوی معنوں کو مدنظر رکھا جاوے تو اس سے مراد حقیقی معنی ہوں گے۔ میرے نزدیک جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے۔ وہی وحی اولیاء کو بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن فرق کیفیت اور کیفیت میں ہے۔ جبرائیل کے ذریعہ سے ہے۔ اور نبی شری وحی لانی بند ہے۔ اگر ایسا نبی جو رسول اللہ سلم کے اتباع

سے ہو۔ اس پر اگر کوئی شریعت محمدیہ کا حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو۔ تو اس میں کوئی ہرج مہرج نہیں قرآن مجید میں وحی تشریحی اور غیر تشریحی دونوں پائی جاسکتی ہیں۔ وحی تشریحی سے یہ مراد ہے۔ کہ جس میں نئی شریعت اور نیا حکم ہو۔ ہر نبی کو جب اپنی نبوت کے اعلان کرتے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ اس کا اعلان کر دیتا ہے۔ اگر کسی نبی کو تقریباً کسی وقت تک یہ حکم نہیں دیا گیا۔ تو وہ اعلان نہیں کرے گا۔ لوگ اسے نبی اس وقت مانیں گے۔ جب وہ لوگوں کے سامنے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرے گا۔ مرزا صاحب نے جو دعویٰ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کیا ہے۔ وہ واقعی خداوند تعالیٰ کی وحی کے مطابق ہے۔ کتاب ایام الصلوٰۃ ۱۴ پر ہے۔ کہ جس میں شان نبوت پائی ہے۔ اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہوگی۔ اگر کوئی شخص نئی شریعت بیان کرے یا نئے احکام بیان کرے جو قرآن مجید کے خلاف ہوں تو یہ کفر ہے۔ جو آیات میں نے وحی کے ثابت کرنے کے لیے اپنے بیان میں لکھوائی ہیں۔ وہاں وحی سے مراد کلام الہی مراد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آیت و ماکان لبشر میں بندہ سے کلام کے طریق بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہزارہا میں اپنے بندوں کے ساتھ ان طریق میں سے کسی ایک طریق سے کلام کر سکتا ہے۔ دوسرے علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں۔ مریم علیہا السلام بھی نبی نہ تھیں۔ اور ان پر بھی وحی نبوت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ نبیہ نہ تھی۔ قلنا یاذا القریبن میں خطاب بلا واسطہ ہے۔ یا بے واسطہ۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق ذکر نہیں بلکہ چونکہ واسطہ کا کوئی ذکر نہیں اس لیے بلا واسطہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی حدیث، اس بارہ میں ثابت ہوگی۔ اور قرآن شریف کی آیت اس کو منحل ہے۔ تو وہ لے لی جائے گی۔ ذوالقرنین کو قرآن مجید نے نبی نہیں کہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ احادیث میں اسے نبی کہا گیا ہے۔ یا نہ اولیا پر جو وحی ہوتی ہے اس پر وحی کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ اور صوفیاء کے کلام میں اسے وحی الہام بھی کہتے ہیں۔ نبیوں کی وحی کو بھی صوفیاء نے وحی کہا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی تشریحی منقطع ہے۔ کتاب کبریت اہم ص ۱۱۱ حاشیہ موافقت پر جو عبارت بالفاظ فان وحی لسان ماسکن ہے اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وحی جو تشریح کو اپنے اندر لیے ہوتے ہو، وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بند ہو گئی ہے۔ اور اس لیے علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ وحی الہام ہوگی۔ فرشتہ کے درمیان بر ہوگی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ وحی تشریحی کے مقابلہ میں لفظ وحی الہام ہوگی۔ مرزا صاحب چونکہ صادق ہیں۔ اس لیے ان کی وحی کو ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی صداقت، قرآن شریف اور حدیث سے ثابت ہے جو اس وحی پر ایمان نہ لائے۔ علماء متقدمین کے قول میں سے جو باتیں صحیح ہیں ان کو ہم صحیح

مانتے ہیں۔ اور جن باتوں کا حوالہ میں نے بلحاظ صحیح معنوں کے کتاب فتوحات مکہ جلد ۲ ص ۲۳۵ پر حسب ذیل عبارت سے - واعلم - لکھ دیا ہے - روہ صحیح ہیں -

آیت اولم پرو - سبیل - سورة اعراف - پارہ ۹ - رکوع ۸ کا مطلب یہ ہے - کہ مشرک لوگ اس بات کو بھی نہیں دیکھتے کہ جس چیز کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے - وہ ان سے کلام بھی نہیں کرتا - آیت - اجیب دعوة الداع اذا دعان فليستخيبوا لي میں -

جواب دینا اور دعا قبول کرنا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ آیت اخسعو فیہا ولا تکلمون - آخرت سے متعلق ہے - چونکہ قانون الہی یعنی شریعت مکمل ہو چکی ہے - اور وہ قیامت کے دن تک باقی ہے - اس لیے کسی اور نئی شریعت کی ضرورت نہیں - کتاب - بخاری جلد اول باب - الشہداء میں یہ حدیث موجود ہے ان افانت و الخ = کتاب مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸ الفصل ثالثہ میں یہ حدیث موجود ہے - فقلت (ذہبنا) محدث ایک قسم کا نبی ہوتا ہے - اگر محدث یہ کہتا ہے کہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی اصلاح کے لیے مامور کیا گیا ہوں - تو پھر اس پر ایمان لانا ضروری ہے - حمانۃ البشریٰ میں جس وحی کے انقطاع کا ذکر ہے - اس سے مراد وحی تشریحی اور وہ وحی ہے - جو بغیر اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مستقل نبی کو حاصل ہو تو فیض مرام میں بھی جزوی وحی سے ایسی وحی مراد ہے - جو تشریحی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہو -

گو اہل ان مدعیہ نے جو وجہ تکفیر مرزا صاحب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین نہ ماننا قرار دیا ہے اس سے میں نے جو کچھ سمجھا ہے - اس کے مطابق اپنے بیان میں جواب دے دیا ہے - ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ان معنوں میں مانتے ہیں - کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت کے لائے والا نبی یا نبیرا اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے مقام کو حاصل کرنے والا نبی نہیں آئے گا -

عدالت بقیہ کارروائی کے لیے مشن کل پیش ہو -

۷ مارچ ۱۹۳۳ء -

بیان میں ذکر کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی جو سات قرأتیں ہیں۔ ان میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے۔ کہ جس سے ایک دوسرے کے مقناض معنی بن جائیں۔ لیکن اگر کوئی شخص غلطی سے دونوں قرأتوں کے درمیان تطبیق کر کے۔ تو اس کے غلطی میں پڑنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ شکوہ ۵۵ پر یہ حدیث ہے کہ قال لعلی... بعدی اور یہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ اس حدیث میں اللہ کی خیر اگر عثمان کی لے لی جاوے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ملا علی قاری محی الدین ابن عربی سے پہلے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے بھی لا بنی بعدی کے معنی یہی کئے ہیں کہ کوئی تشریحی نبی بعد میں نہیں آئے گا۔ اور ملا علی قاری نے خاتم النبی کے یہ معنی کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہے۔ لومائش ابراہیم کے متعلق ابن ابی اوفی کا قول اور ملا علی قاری کا قول ان معنوں سے مقناض نہیں ہیں۔ کہ ابن ابی اوفی کے قول کے معنی منتقل نبوت کے لیے جاویں۔ اور ملا علی قاری کے قول کے یہ معنی یہ جاویں۔ کہ ایسا نبی جو آنحضرت صلعم کے اتباع سے ہو اور ناسخ شریعت محمدیہ نہ ہو۔ صحابہ تفسیر میں غلطی کرتے تھے۔ حضرت عائشہ بھی صحابہ میں شمار ہیں۔ لیکن وہ فن تفسیر اور فن فقہ میں مشہور تھیں۔ اور بڑے بڑے صحابہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ موضوعات کبیرہ ص ۶۹ پر جو حدیث لو کان موسیٰ حیاً۔۔۔۔۔ اتباعی ذکر کی گئی ہے۔ اس سے آنحضرت صلعم کے بعد تشریحی نبی ہونے کا امکان نہیں نکلتا۔

کتاب یواقیت والجاہر صلا جلد اول پر حسب ذیل عبارت العلم۔۔۔۔۔ کا مطلب ہے۔ کہ کئی قوم پر انکار جائز نہیں ہے۔ مگر ان کی اصطلاح کے جاننے کے بعد۔ کتاب اللہ ص ۲۸۔ حاشیہ پر ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے۔ بعدی بنیما۔ محی الدین ابن عربی کے جو حوالے میں نے پیش کئے ہیں۔ ان میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی تشریحی نبی نہیں آسکتا اور نہ کوئی ایسا حکم لاسکتا ہے۔ جو رسول اللہ صلعم کے حکم اور شریعت کا ناسخ ہو فتوحات کبیرہ جلد ۲ ص ۵۸ پر ہے۔ قالت عائشہ۔۔۔۔۔ منہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ نبوت بالکل ہی مرتفع نہیں ہوتی۔ ہاں نبوت تشریحی جو ہے۔ وہ مرتفع ہو گئی ہے۔ صوفیاء نے بھی رسول اور نبی کو تشریحی اور غیر تشریحی میں منقسم کیا ہے۔ یواقیت جلد ۲ ص ۷۲ پر ہے۔ واعلم۔۔۔۔۔ واللہ تعالیٰ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صرف وحی بشارت باقی ہے۔ فتوحات کبیرہ جلد اول ص ۵۸ پر ہے۔ وابتاعک۔۔۔۔۔ مذموم مراد یہ ہے۔ کہ نبوت اور رسالت کا دعویٰ بعض وقت شیطان کا لٹا ہے یہی ہوتا ہے۔ یعنی اگر شیطان کا دوسوہ ہو۔ اور اس لحاظ سے کوئی شخص دعویٰ کرے۔ تو وہ صحیح نہیں اگر کوئی تم شریعت کے خلاف ہے۔ تو وہ ضاوند تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شیطان کی طرف سے ہوگا۔ فتوحات کبیرہ ص ۷۲

۳۹ پر ہے۔ و ما بقیہ..... متفق علیہ عبارات ہے۔ فتوحات مکیہ جلد اول ص ۲۲۹ پر ہے۔
 تہمت..... الا یوم القیامت۔ کی عبارات ہے۔ فتوحات مکیہ جلد دوم ص ۲۳۵ پر حسب ذیل
 عبارت ہے۔ واعلم..... موت رسول اللہ صلعم کتاب مکتوبات مجرد الدلت ثانی کی مکتوب بنام ۳۱ کو میں نے دیکھا
 ہے۔ اگر کسی شخص میں کمالات نبوت حاصل ہو جائیں۔ اور خدا تعالیٰ اس کو نبی قرار دے تو وہ نبی ہو گا۔ اس
 مکتوب میں یہ الفاظ ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو نبی قرار دے۔ تو وہ نبی ہو گا۔ کمالات نبوت قرآن مجید کا علم جو
 خاص طور پر دیا گیا ہو۔ پیشین گوئیاں۔ اور اصلاح کی قوت وغیرہ سے مراد ہے۔ مثنوی مولانا روم سے
 میں نے جو اس شعر تا نبوت یا نبی اندر امت کا حال دیا ہے۔ یہاں نبوت سے مراد مطلق نبوت ہے۔

مکتوبات جلد سوم مکتوب ۲۷ کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں حسب ذیل عبارت ہے۔ و در شان.....
 رخلق جب تک کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں ہو گا۔ اس میں چاہئے کمالات
 نبوت ہوں۔ لیکن وہ نبی نہیں سمجھا جائے گا۔ میں نے کتاب تحذیر الناس کا اکثر حصہ مطالعہ کیا ہے۔ ص ۱
 بھی پڑھا ہے۔ ص ۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بنائے ختم..... دو بالا ہو جاتی ہے۔ ص ۱ پر ہے۔
 سوا گر..... ہو جاتی ہے۔ کسی مصنف کے قول کی تفسیر خود اس مصنف کی بہ نسبت اس کے مخالف
 کی تفسیر کے معتبر ہے۔ مخالف کا قول اگر صحیح ہو۔ تو تائید میں پیش کی جا سکتی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب احرری
 نے تھے۔ کتاب احرری نبی۔ مولانا محمد علی کی ہے۔

کتاب حقیقت الوحی ص ۹ پر جو یہ الفاظ ہیں کہ ایک توجیح روحانی نبی تراشی ہے۔ اس کی تائید
 قرآن مجید کی آیت من یطع اللہ والرسول سے ہوتی ہے۔ خاتم المرسلین اور خاتم النبیین کے معنی میرے
 نزدیک ایک ہی ہیں۔ میرے نزدیک رسول اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا نبی نہیں جو
 رسول نہ ہو۔ کتاب روح المعانی جلد ۲ ص ۳۲ پر ہے وانی تم..... اخیر النبی

کتاب ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱۱ پر ہے۔ ما کان محمد..... و جا لکم میں ہے۔
 تفسیر خازن جلد ۵ ص ۲۱۸۔ خاتم النبیین..... کثیرہ میں بھی آیت ما کان محمد کی تفسیر میں
 ہے۔ تفسیر کشاف جلد ثانی ص ۴۳۔ ما کان محمد..... اور کیف کان..... امت
 ہی تک میں بھی امت مذکورہ بالا کی تفسیر ہے۔ بیضاوی جلد ۴ ص ۲۴ پر بھی اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے
 جو بالفاظ ذیل ہے۔ و اجرہم..... من نبی نہیں مدارک التتمیز میں بھی اس آیت کی تفسیر درج
 ہے منجد میں لفظ خاتم کے معنی ص ۱۲۴ پر دیئے گئے ہیں۔ وہ لغت کے لحاظ سے درست ہیں۔ یہ کتاب ایک

۹ مارچ ۱۹۳۳ء

ذیقین اور ان کے مختاران حاضر -
تمتہ بیان مولوی جلال شمس گواہ ذیقین ثانی -

باقرار صالح -

تفسیر کشاف ص ۲۳ پر ہے کہ حضرت محمد اللہ بن مسعود کی قرأت میں دلکن نبی ختم النبیین ہے۔ محمد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی تھے۔ اخبار الفضل قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس کی اشاعت میں امداد کرتی ہے۔ اخبار الفضل کے پرچہ ۲۷، دسمبر ۱۹۳۲ء میں ایک اعلان کا عنوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف اردن درج ہے۔ قرآن مجید کو خاتم الکتب کہا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس قدر کتب تعلیمات جو کمالات اور مراتب روحانیہ حاصل کرنے کے لیے ضروری تھیں وہ اس میں آگئی ہیں۔ اور اس کے بعد کوئی کتاب جس میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی شریعت ہو نہیں آئے گی۔ وحی غیر شرعی قرآن شریف کے بعد آسکتی ہے اور اس کو اگر کتابی صورت میں شائع کیا جاوے تو اسے کتاب کہہ سکتے ہیں۔ لغوی طور پر ایسی وحی کو کتاب اللہ کہہ سکتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کتاب اللہ کے معنی وہ کتاب ہے کہ جس میں شریعت ہو اس لحاظ سے اسے کتاب اللہ نہیں کہا جائے گا۔ میں نے زبان عربی کے محاورات کے لحاظ سے یہ بتلایا ہے کہ خاتم کا لفظ آخر کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا بلکہ لازم معنی لے کر استعمال ہوتا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں مفسرین کے حوالے دیئے ہیں جن سے میرے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ خاتم کتاب کے یہ معنی ہیں کہ یہ کتاب کو ختم کرنے والا ہے۔ میں نے لاجبی بعدی اور آخر الانبیاء کو جن معنی میں لیا ہے۔ ان معنوں میں یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ روح المعانی جلد ۸ ص ۳۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اسرہا۔

شفا قاضی عیاض ۲۴۶-۲۴۷ پر ہے۔ کذا الذک سمعہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو حدیثیں آئی ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ وہ خدا کے نبی ہوں گے اور دعوت نبوت کریں گے۔ میں انہیں حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ وہ نبی اللہ ہوں گے یہ سمجھتا ہوں کہ وہ دعوت نبوت کریں گے اور جو نبی ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ اسے مبعوث کرے گا تو جو فرشتے

کہ جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور بعض ان میں سے حاکم ہوئے تھوڑی دیر کے لیے اور پھر قتل ہوئے کتاب المختار فی کشف الاسرار کے صفحات ۴، ۵، ۶ دیکھ لیں۔ اگر کسی خصوصی مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثنیٰ کے اجماع کرے۔ تو اس کا ماننا ضروری ہے۔ اجماع کا مسئلہ خود مختلف فیہ ہے۔ ہمارے نزدیک اجماع امت سے مراد یہ ہے کہ امت کے تمام بزرگ اور مسلمہ اکابر ایک مسئلہ کو مانتے چلے آئے ہوں۔ فرائض نماز کی رکعتوں پر اس قسم کا اجماع ہے۔ جو میں نے اوپر بیان کیا۔ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے پر بھی اس قسم کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں جو باتیں منصوص ہیں۔ یا سنت میں ایسی بات پر کہ جو قرآن مجید اور سنت میں صراحتاً ذکر نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ کسی مسئلہ پر تمام امت کے اجماع کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ یعنی ان کے اس قول سے جس کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے۔ مطلب ہے۔

ائمہ نقل میں سے کسی کا کسی مسئلہ کے متعلق یہ کہہ دینا کہ امت نے اس پر اجماع کیا ہے۔ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے تمام امت کے علماء کا ذکر کیا ہے۔ اور نہ ہی اس کی دلیل دی ہے۔ اور خصوصاً اس وقت جب کہ اس کے خلاف قرآن مجید یا سنت میں سے یا علماء امت کے اقوال بھی پیش کیے جاویں اگر پہلے ائمہ میں سے کسی نے کسی مسئلہ پر اجماع امت رکھا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کتاب یا وہ قول دو سرے ائمہ کو نہ پہنچا ہو۔ اس لیے وہ تردید نہ کر سکے ہوں۔ اس لیے اس کے قول کو اس وقت قبول کیا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف قرآن مجید اور احادیث اور دوسرے علماء کے اقوال میں سے پیش نہ کیا جاسکے۔ تاضی عیاض ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ امام آئوسی مفسر ہیں۔ ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ حال کے زمانہ کے ہیں۔ اور انہوں نے تفسیر روح المعانی لکھی ہے۔ صحابہ کا اجماع جس پر انہوں نے نفاذ کیا ہے۔ اور جس پر وہ جمع ہوئے ہوں۔ کہ یہ بات ایسی ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر وہ بات ایسی ہے۔ جو قرآن مجید اور حدیث سے تعلق رکھتی ہے۔ تو وہ کفر کی طرف لے جانے والی ہوگی۔ اگر ایسا اجماع صحابہ کا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ جو ایمانیات کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ اس کا انکار کفر ہوگا۔ اور جو باتیں عمل سے ثابت ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک مسئلہ کے متعلق جو عملیات سے ہے۔ اور اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اور تمام امت اس پر عامل بھی ہے۔ تو اس کا ماننا بھی ضروری ہوگا۔

مانفق کی تعریف میں جو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلعم خدا کے

رسول ہیں۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ وہ لوگ اس شہادت میں کاذب ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے بعد جس فخر اشخاص نے دعویٰ نبوت کیا۔ وہ یا تو حکومت کے خلاف تھے۔ اور انہوں نے مستقل نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ صلعم کی شریعت کے احکام کو منسوخ کیا۔ اس وجہ سے ان کے کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۹۱ پر ہے۔ - دعوة النبوة بعد ... بالاجماع کر رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر بالاجماع ہے۔ اس کی تشریح میں نے اپنے بیان میں کی ہے۔ جس اجماع کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں اجماع امت و اجماع صحابہ رسول اللہ صلعم سے مراد ہے۔ نور الانوار صفحہ ۲۲۲ سے جو حوالہ میں نے اپنے بیان میں پیش کیا ہے۔ اس کے اوپر یہ عبارت موجود ہے۔ - واذا ... وغیرہ اور اس حوالہ کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ - دان کان ... قطیعیہ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ پر الفاظ اجماعت لکھتا ہے۔ تو اس سے اجماع نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف قرآن مجید اور سنت اور دوسرے علماء کے اقوال موجود ہوں۔ - الفاظ اجماعت الامت کے استعمال کو اجماع کے لیے خاص نہ سمجھنے کے لیے میں اس وقت کسی کتاب کا حوالہ نہیں پیش کر سکتا۔ تعدد رکعت۔ اور نقل قرآن مجید عملاً تو اتر سے ثابت ہیں۔ تو اتر محمدین کی اصطلاح ہے اور تو اتر لفظی و معنوی کی اصطلاحیں بھی ہیں۔ کتاب شہادت القرآن ص ۳۲ پر ہے لیکن یہ خبر۔ - نہیں ہوتی اور اس صورت سے۔ - کی جائیں۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ شرح مسلم الثبوت ص ۴۹ پر ہے۔ -

داستہزہ۔ - تو اتر الجماعہ اس کتاب کے ص ۴۹ پر ہے۔ لانا تو اتر۔ - جاہل مرکب طلیحہ اور مسیلہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ طبری جلد سوم حصہ چہارم ص ۲۳ پر ہے۔ کہ طلیحہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں مرتد ہو گیا۔ اور دعویٰ نبوت کیا۔ میں نے ابن جریر کی اس کتاب کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جو فریق اول کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ حج الکرامہ ص ۲۳۔ دین مسیلہ۔ - گشتہ بخاری شریف ص ۱۰ پر ہے۔ - انا نائمون۔ - یہاں صاحب صغالی سے اسود عسی مراد ہے۔ اور صاحب ایمامہ سے مسیلہ کذاب اسود عسی نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا۔ تاریخ خمیس ص ۱۴۵۔ جلد ثانی۔ - دنی مسیلہ۔ - - - - - و بعد مشکوٰۃ شریف ص ۵۵ کتاب الصلوٰۃ پر ہے۔ رواہ الحاکم۔ - - - - - عشرہ سنین یہ حدیث ہے اشارات فریبی ص ۱۰۹ پر ہے۔ - اس جاذ ذکر دند۔ - - - - - است۔ - و فرمودند۔ - - - - - بودہ است۔ -

شائع خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ہوئی۔ لیکن اقوال کا مرتب ہونا دوسری بات ہے۔ شائع ہونے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب جو کہ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس لیے اس میں جو اقوال درج کئے گئے ہیں۔ وہ خواجہ محمد بخش صاحب کی تصدیق کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ خواجہ صاحب محمد بخش ان کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے سارے مضامین دیکھے تھے۔ کیونکہ اس پر ان کی تصدیق موجود ہے۔ جلد سوم کے متعلق مولف نے ص ۱۸ پر درج کیا ہے۔ کہ اس تمام جلد کو اول سے لے کر آخر تک خواجہ محمد بخش صاحب کے سامنے پیش کر کے پڑھا۔ اور انہوں نے کمال عنایت و توجہ سے اس کو تصحیح اصلاح تحقیق کے بعد بھی کی۔ اور اس کے نیچے فقیر محمد بخش صاحب کی اشارات فریدی کے متعلق ارشاد موجود ہے کہ یہ میرے والد ماجد غلام فرید صاحب کے ملفوظات ہیں۔ جو مولوی رکن الدین صاحب نے ۹ سال کی مدت میں نہایت محنت کر کے جمع کئے ہیں۔ مولوی رکن الدین کے متعلق یہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ خواجہ غلام فرید صاحب کے پاس ملفوظ نویسی کیا کرتے تھے۔ مولوی رکن الدین کے متعلق خواجہ غلام فرید صاحب نے مرزا صاحب کو کچھ نہیں لکھا۔ خواجہ غلام فرید صاحب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مولوی رکن الدین کی توثیق کے متعلق مجھے کوئی حوالہ یاد نہیں ہے۔ مولوی غلام احمد آخر اس وقت احمدی ہیں اور ان کا جو ذکر اشارات فریدی میں آیا ہے۔ اس وقت وہ احمدی نہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مولوی رکن الدین کے دوست تھے۔ یا نہ اشارات فریدی حصہ سوم ص ۱۶ پر ہے اندر میں اثناء رموی صاحب مولوی غلام احمد اختر۔۔۔۔۔۔ الخ کتاب اشارات فریدی کے حصہ اول و دوم بھی ہیں۔ اور وہ میں نے دیکھے ہیں۔ جس وقت حصہ سوم شائع ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب کے خلفاء میں سے کسی نے اس کی تردید شائع نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ غلام فرید صاحب احمدیت کے مخالف نہ تھے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود کے مصدق تھے۔ اور ان کی مصدق ہونے کی حالت پر وفات ہوئی۔ خواجہ صاحب کے سامنے اس وقت تک جس قدر دعویٰ مرزا صاحب کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ ان سب کو خواجہ صاحب نے تصدیق کی تردید نہیں کی۔ مرزا صاحب نے نبوت غیر شرعی کا اپنی پہلی کتاب تو بیخ المرام میں بھی کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ پہلے آپ محدث کا لفظ لکھنے رہے۔ لیکن بعد میں اپنے نبی کا لفظ استعمال کرنے لگے اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود تھے۔ اور وہ الہامات خواجہ صاحب کے پیش ہوئے اور انہوں نے اس کے متعلق شہادت دی کہ یہ الہامات خود مرزا صاحب کے کلمات پر دلالت کرتے ہیں خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کی جو کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کا ذکر اشارات فریدی میں ہے۔

سکر درست تسلیم کیا

عدالت بقیہ کارروائی کے لیے مسلسل پندرہ سوں بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو پیش ہو

۹ مارچ ۱۹۳۳ء

۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں۔

نختہ بیان جرح مولوی جلال دین شمس

باقرار صالح

میرے علم میں خواجہ غلام فرید صاحب اور مرزا صاحب کے درمیان کوئی ملاقات نہیں ہوئی خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول کے ساتھ میرا خیال ہے کہ خواجہ صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے۔ اور حکیم صاحب کی جو گفتگو خواجہ صاحب سے ہوئی۔ مرزا صاحب کے متعلق ہوئی تھی۔ مجھے تفصیلی طور پر یاد نہیں کہ ان کے درمیان کس قسم کا تذکرہ ہوا تھا۔ اشارات فریدی حصہ سوم ص ۸۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ میقوس ص ۳۸۔ بوقت ششم اندر مرزا صاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ سال ۱۹۰۱ء میں چھپی ہے۔ مجھے خواجہ کی وفات کا سن اچھی طرح یاد نہیں۔ غالباً سال ۱۸۹۹ء ہے۔ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے۔ اس لیے طاقت بشری سے باہر ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ چیلنج ہے کہ اس جیسا اور کوئی نہیں بنا سکتا۔ اور اگر خداوند تعالیٰ کی کوئی کتاب ایسی ہوگی کہ اس میں بھی یہ چیلنج موجود ہو کہ ایسی کوئی کتاب نہیں لاسکتا۔ تو اس کے مقابلہ میں بھی کوئی نہیں لاسکے گا۔ اور کسی کتاب کے متعلق یہاں ذکر نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کسی انسان کے کلام کو جو خدا تعالیٰ کی آئینہ سے لکھا گیا ہے، اسے بطور اعجاز کے پیش کرے۔ اور خدا تعالیٰ لوگوں کی ہمتوں کو اس کے مقابلہ میں لانے سے پشت کر دے اور وہ نہ لاسکیں۔ تو وہ بھی اعجاز سمجھا جائے گا۔ ایسا عقیدہ رکھنا کہ جو خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت ہے۔ قرآن شریف کی توہین نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں کوئی یقینی دست و غیرہ بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ ہر زمانہ اور رنگ میں اپنے اندر کامل اعجاز کو لیے ہوئے ہے۔ صوفیائے کلام وغیرہ کو حق نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ کافر کو کافر سمجھیں گے۔ چنانچہ خواجہ غلام فرید صاحب نے اشارات فریدی میں سبیلہ کذاب کو کذاب اور کافر کہا ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ خواجہ صاحب نے ان مولویوں کو کہ جنہوں نے مرزا صاحب کی تکفیر کا فتویٰ دیا انہیں غلطی پر سمجھتے ہوئے مسلمان کہا ہے۔ اشارات فریدی حصہ سوم ص ۷۹ احصوز خواجہ ابقاہ اللہ..... برحق است۔ مولوی عبد الباقی اور غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے خلاف فتویٰ کفر دیا ہے۔ انبیاء کے کشف خطا سے پاک ہوتے ہیں۔ آگے ان کے تعبیر کے لحاظ سے نبی اجتہادی طور پر غلطی کھا سکتا ہے۔ اشارات فریدی جلد سوم ص ۲۲ پر ہے۔

خاتم مافی الباب۔۔۔۔۔ کشف است۔ اس سے پہلے کی عبارت قابل ملاحظہ ہے۔ جس کا میں اپنے بیان میں بھی حوالہ دے چکا ہوں۔ نطلی نبوت کی جو حضرت مرزا صاحب نے تعریف بیان کی ہے۔ اس کے مطابق اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس کا حکم میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ نطلی نبی جو مستقل نبی کی اتباع سے نبوت کا درجہ پاتا ہے۔ اور اس کی صداقت قرآن مجید کی رو سے ثابت ہوتی ہے۔ تو نجات پانے کے لیے اس کا ماننا بھی ضروری ہے۔ اور کوئی شخص مستقل نبی کی تعلیم کا پابند نہ سمجھا جائے گا۔ جب تک وہ اس مدعی کو بھی جس کی صداقت اس مستقل نبی کی تعلیم کے مطابق ثابت ہوئی ہے۔ نہ مانے مرزا صاحب نے کتاب توفیح المرام میں نبوت غیر شرعی کو اپنے لیے تسلیم کیا ہے۔ اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے لفظ بھی موجود ہیں۔ ایمانیات کے متعلق میں اپنے بیان میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ جس میں دو باتیں نہیں پائی جائیں گی وہ صوفی نہیں ہوگا۔ جو حضرت مرزا صاحب کو آپ کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہیں۔ وہ کافر نہیں ہیں۔ جو تھوٹا سمجھتے ہیں۔ وہ منکر ہیں اور اس لئے کافر ہیں اور جن لوگوں نے مرزا صاحب کے حق میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہم ان سے دریافت کریں گے کہ وہ مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ میں صادق سمجھتے ہیں یا کاذب۔ تو جو صورت وہ اختیار کریں گے۔ اس کے مطابق ہم ان پر فتویٰ لگائیں گے ایسے یا کہہ ان الذین امنوا لا تقولوا لاعنا۔ الخ۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اسے مومنو! تم داعنا نہ کہو۔ بلکہ انظر ناکو۔ مراد یہ ہے۔ کہ ایسے دو معنی الفاظ جو یہودی اگر استعمال کیا کرتے تھے ان کا استعمال کرنے سے خداوند تعالیٰ نے یہاں منع فرمایا ہے۔ مرزا صاحب کے نبی اور رسول کا لفظ ہم انہیں معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ کہ آپ نے بغیر شریعت کے اور آنحضرت صلعم کے اتباع کر کے نبوت کے درجہ کو پایا ہے۔ اور اس کے سوا ان الفاظ سے اور کوئی معنی نہیں لیے جاتے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہیں۔ نم محمد عربی رسول اللہ صلعم کو جو آج سے ۱۳ سو برس پہلے تشریف لائے مراد لیتے ہیں۔ تناسخ کی تعریف جسے آدھون بھی کہتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ ایک روح کسی جسم سے نکل کر کچھ پیدائش کے طریق سے دوسرے جسم میں جائے۔ یعنی پہلی روح ہی دوسرے جسم میں پیدائش کے طریق سے آتی ہے۔ اسلام میں تناسخ کا سزا نہیں ہے یعنی ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ کہ کوئی گذشتہ شخص اس طریق سے جس کی تعریف میں نے اوپر بیان کی ہے۔ دوبارہ پیدا ہو جائے۔ یہ کہنا کہ فلاں شخص۔ فلاں کی خوبو پر ہے۔ اور اس کے اخلاق اور صفات رکھتا ہے۔ تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا آنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ دوبارہ پیدا ہوا۔ جائز ہے۔ آنحضرت صلعم کے متعلق خداوند تعالیٰ نے خاتم النبیین فرمایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تمام انبیاء کے کمالات کو آپ کے اندر جمع کیا۔ آپ مولے علیہ السلام سے بھی بڑھ کر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی لیکن ظاہری طور

آئی کہ کسی شخص نے زکوٰۃ نہ دی ہو۔ اور اس کے متعلق کوئی حکم صادر ہوا ہو۔ مرزا صاحب کے اس حکم کے متعلق کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دے۔ باوجود طاقت رکھنے کے تو وہ جماعت سے علیحدہ سمجھا جائے گا میں نے اپنے بیان میں اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی ہے۔ **هٰذَا نَتْمُوهُ لَكُمْ..... الخ** حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کیا وہ اداۓ زکوٰۃ سے منکر تھے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے **واللہ..... رسول اللہ صلعم**۔ کہ قتال زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے پر کیا گیا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ لوگ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے یا نہ تھے۔ اس میں صرف زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے کا سوال ہے۔ تارک زکوٰۃ پر اگر وہ صرف زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ مرتبہ کا لفظ اس پر بڑھ لیکر وہ دوسرے امور دینیہ کا انکار نہ کہے اطلاق نہیں پائے گا۔

مشکوٰۃ ص ۱۴۹ ماٹونی بعدہ و کفر من کفر یہ حدیث ہے۔ ابن جریر جلد ۵ ص ۲۴ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ **ابی بعدہ..... یظنون یہ عوالمع ایریہ۔ مطبوعہ مصر سے ہے۔ اس کا ٹائٹیل بیچ پر ابن جریر کی تعریف لکھی گئی ہے۔ آیت یا بنی آدم..... الخ** کی جو صحیح تفسیر میرے نزدیک تھی۔ وہ میں نے بیان کر دی ہے۔ **خازن جلد ۵ ص ۲۳** پر اللہ لفظی..... برساتہ آیت مذکورہ بالا کی تفسیر ہے بمفاد میں حال اور استقبال دونوں کے معنی ہوتے ہیں۔ حال اور استقبال کے جی دونوں معنی حقیقی طور پر ہوتے ہیں۔ جب تک کہ کوئی تحریر اس کو کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہ کر دے آیت اللہ لفظی میں حال اور استقبال کے دونوں معنی مراد ہیں۔ (کتاب نور الانوار، ص ۵۴) ولا عود لہ...

وامت علیکم نعمتی) میں نعمتی سے مراد مطلق نعمت ہے اور نبوت بھی ایک نعمت ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم..... الخ** میں تو یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ تمہارا دین تمہارے لیے آج خدا تعالیٰ نے کامل کر دیا ہے۔ اور تم پر نعمت کو پورا کر دیا۔ یعنی اس دین کے اتباع میں جو مراتب نعمت الہی کے انسان کو حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ اس دین کے ذریعہ سے حاصل ہونہ ہو سکے۔ اس سے یہ مراد قطعاً نہیں ہے۔ کہ اب نعمت الہی کا جو دروازہ ہے۔ وہ بند ہو گیا ہے۔ چونکہ دین کامل ہو گیا ہے۔ اس لیے اس دین کے اتباع سے تمام اقسام کی نعمتیں ملیں گی۔ دوسرا دین نہیں ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت سے یہ استنباط کیا کہ رسول اللہ صلعم کی وفات قریب آگئی ہے۔ یہ ہونے لگا کہ وہ اس آیت کے نزول کے دن عید مانتے میں نے جو اعتراض یا اسباب بعثت نبی کے اپنے بیان میں بیان کئے ہیں۔ وہ اگر کسی وقت پائے جاویں۔ تو خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کے لیے نبی بھیج سکتا ہے۔ اختلافات کا پیدا ہونا بھی بعثت نبی کا باعث

کے فرستادوں کی تکذیب کر دیتے ہیں۔ یہ با محاورہ ترجمہ ہے۔ اس آیت کا کہ فلما جأت ہم رسولہم
 تستهزؤن الخ ہم سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس رسول آئے
 اس آیت کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے۔ کہ مولوی لوگ علم پر نازاں ہو کر رسولوں کے مقابلہ میں اکڑتے
 رہے۔ اور ان کی تکذیب کی۔ بہاؤ اللہ نے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں کیا۔ باب نے بھی مسیح موعود ہونے
 کا دعویٰ نہیں کیا۔ بہاؤ اللہ نے ہمدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ باب نے شیعوں میں ان کی ایک روایت
 کے مطابق امام قائم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اہل تشیع امام قائم سے ہمدی مراد لیتے ہیں۔ دعویٰ کرنے سے
 مراد یہی ہے۔ کہ مرزا صاحب ہمارے نزدیک سچے مسیح اور ہمدی ہیں۔ اور ہم اس کو دلائل سے ثابت کر سکتے
 ہیں۔ بہاؤ اللہ نے ہمدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کہ میں ہمدی ہوں اپنے بیان میں جن مولویوں کا مقابلہ۔
 لیڈروں اور معزز تعلیم یافتہ وغیرہ اشخاص سے کیا ہے۔ وہ ایسے مولویوں کے مقابلہ میں ہے جن کی وصف
 میں اپنے بیان میں لکھوایا چکا ہوں کتاب چشمہ معرفت ص ۲۵۵، ۲۶۱ پر ہے۔ علاوہ اس کے کہا
 کیا جائے۔ مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ میں نے مولوی محمود الحسن صاحب کے جو اشرار اپنے بیان میں
 لکھوائے ہیں۔ وہ مولوی محمود الحسن صاحب کے ہیں مجھے ان کے دیوان کا کوئی علم نہیں۔ انسان خطا
 سے معصوم نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کے متعلق یہاں کوئی بحث نہیں۔ مرزا صاحب کے قصیدہ اعجازیہ میں یہ
 شعر ہے۔ تقدیر لا تتقدر اس کا ترجمہ اس شعر کے پیچھے لکھنا ہوا
 ہے۔ اتانی مالہ یوتہ من العالمین مرزا صاحب کا الہام ہے۔ کتاب المعنی ص ۸ پر ہے اس
 اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مجھے وہ یاد رہو اس وقت دوسرے جہانوں میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ العالمین سے
 مراد اس وقت ہے۔ مرزا صاحب کا یہ بھی شعر ہے کہ بلائے ایست ید برانم در گریں نم نزول
 المسیح ص ۹۹ حقیقت الومی ص ۲۹۱۔ عرفی ضرورتاً۔ انجام آتھم ص ۲۱ پر مرزا صاحب کا یہ فقرہ
 ہے۔ اؤ بد ذات فرقہ مولویان حقیقت النبوت ص ۲۶۱ حاشیہ پر ہے۔ یہ بات موجود ہے۔
 ازالہ اولام حصہ دوم ص ۲۴۶ تقطیع کلاں پر ہے۔ حق بات یہ ہے۔ کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا۔ نبی
 اور رسول نہ تھا۔ اعجاز احمدی ص ۱۸ پر ہے جیسا کہ عطا کیا تھا۔ نعمت الؤر ص ۳، ۲۹، ۱۶
 ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۶، ۱۱۸، ۱۱۹ پر بغیا کے معنی مرزا صاحب نے کیا لیے وہ کتاب دیکھنے سے معلوم ہو
 سکتے ہیں۔ اور انوار اسلام کے صفحات ۳۰، ۲۹ پر حمد مزادہ کا لفظ مشروط طور پر لایا گیا ہے۔ بغایا کے
 معنی کتب ذیل فائق جلد ۱ ص ۶ مقہبی الاریب جلد ۱ ص ۱۳۹ میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

سوال کرو۔ تو بنی نبیاء وغیرہ کے معنی میں تاویل کرنے کے متعلق میں اپنے بیان میں بھی حوالے لکھوا چکا ہوں۔ کتاب الفضل جلد ۲۰ الاشباہ والنظائر اور النعمانی وغیرہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ کسی شخص کے کلام کا اگر حمل حسن نکل سکے۔ تو اس کے مطابق اسے لیا جاوے۔

خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ عیسائیوں نے اسلام اور آنحضرت صلعم پر اعتراضات کئے۔ ان کو الزامی جواب دینا جیسا کہ دوسرے علماء نے دیا ہے۔ پھر اس الزامی جواب کو تو بین قرار دینا صرف انہیں لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔ جن کے متعلق احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام پر تم و تمم کے اعتراضات کیے جائیں گے۔ جس سے امت میں گھبرائٹ پیدا ہوگی۔ تو وہ اپنے مولیوں کی طرف جائیں گے تو وہ انہیں بندر اور سور پائیں گے۔ مرتد کی تعریف کے متعلق جو میں نے یہ کہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں تو اس سے مراد یہی ہے۔ کہ جو میں قرآن اور حدیث سے سمجھتا ہوں۔ احمدیہ جماعت تا دیان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ ثانی اور اپنا امام سمجھتی ہے۔ اور غیر مبالیعین یعنی لاہوری پارٹی۔ مولوی محمد علی صاحب کو اپنی جماعت کا پریزیڈنٹ یا امیر سمجھتی ہے۔

مرزا صاحب نے جن حدیثوں کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ ہم انہیں رومی کی ٹوکری میں پھینکتے ہیں۔ وہ وہی حدیثیں ہیں جو قرآن مجید کے مخالف ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی وحی قرآن مجید کے معارضت نہیں ہے جہاں مسیح کے عقیدہ کا نام شرک رکھنے کے بارہ میں میں نے جو جواب دیا ہے۔ اس کی تائید ان حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جس میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ من حلف بغیر اللہ فقد اشترک یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ تو اس نے شرک کیا۔ اس طرح پر نماز کے چھوڑنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ اولیاء نے لکھا ہے یا کہا ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے اطفال ہوتے ہیں۔ مثلاً مولانا روم نے لکھا ہے۔ اولیاء اطفال حق اندازے عزیز خیر اس طرح پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تفسیر انقولہ الکبیر میں کہا ہے۔ کہ اگر ابن کالظا بمعنی محبوب خداوند تعالیٰ کی طرف سے استعمال کیا جاوے۔ تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود نے اپنے الہامات کے متعلق اپنی کتاب دافع البلاء میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور نہ کسی کی شان کے لائق ہے کہ وہ کہے کہ میں خدا یا خدا کا بیٹا ہوں۔ مگر یہ الہام از قبیل منشا بہات ہے۔ اور میری طرف خداوند تعالیٰ کی جو وحی ہوئی۔ اس میں صاف تصریح ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم قرآن میکائیل سے مراد حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ وہ آدم کی طرح ہیں اور خدا کی مانند جو ترجمہ عبرانی زبان کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ خدا کے شریک بنتے

نے حقیقت الوحی میں اس عبارت سے پہلے کہ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب اشارات فریدی میں مخالفوں کے حملہ کا جابجا جواب دیا ہے۔ تصریح فرمادی ہے۔ کہ اس کتاب میں خواجہ غلام فرید صاحب کے ملفوظات لکھے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ میں نے جو پہلے یہ لکھوایا ہے کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے اشارات فریدی جلد سوم کو سبقاً سبقاً سنا۔ اور اس میں تصحیح فرمائی ہے۔ یہ مجھ سے سموا بیان ہوا۔ حالانکہ یہ کتاب خود خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی ہے۔ جس سے حضرت مرزا صاحب کے مسلمان ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے۔ خواجہ غلام فرید صاحب نے مولوی رکن الدین صاحب کو اپنے خلفاء میں سے شمار کیا ہے۔ جیسا کہ خود اشارات فریدی سے بھی ظاہر ہے اور نکات فریدی سے بھی خواجہ محمد بخش صاحب کی تالیف سے جس کا حوالہ میں اپنے بیان میں دے چکا ہوں۔ غیر مسلمان چونکہ ایک صوفی لفظ ہے۔ اس لیے معنی کے لحاظ سے ہم غیر احمدیوں کو مسلمان کہیں گے۔ مولوی نور الدین صاحب کے ساتھ جو خواجہ غلام فرید صاحب کی گفتگو ہوئی اس میں حضرت مرزا صاحب کی پیش گوئیوں اور آپ کی صداقت پر بحث ہوئی ہے مولویوں کے متعلق جو مرزا صاحب کے حوالے پیش کئے گئے ہیں کہ انہیں سود وغیرہ کہا۔ یہ ہر ایک مولوی کے متعلق نہیں بلکہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے۔ کہ تشریف لوگ ہمارے ان الفاظ کے مخاطب نہیں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ایسے مولویوں کے متعلق حدیث میں بندلا اور سورہ کالعباب دیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ وہ آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے قصیدہ اعجازیہ میں جو یہ شعر ہے۔ کہ دوسروں کے پانی خشک ہو گئے یہ ایسا ہی شعر ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا افلت شمس تعربُ مقامات امام ربانی ص ۱۱۱ کہ پہلوں کے سورج جو تھے وہ غروب ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج ایسی بلندی کے افق پر ہے۔ جو کبھی غروب نہ ہو گا۔ مرزا صاحب کا یہ کشف کہ حضرت فاطمہ کی دان پر آپ نے سر رکھا ایسا ہی کشف ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کے متعلق آپ کے مناقب میں آیا ہے۔ کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رودہ چوسا۔

سن کر تسلیم کیا

۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء

۱۵ ذیقعد ۱۳۵۱ھ

دستخط نج صاحب

بیان غلام احمد صاحب گواہ عبد الرزاق مدعا علیہ

۱۳ لغایت ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء

غلام احمد جو جماعت مرزائیہ کے اعلیٰ مبلغ اور خاص کارکن تھے۔ مرزا قادیان کے معتمد خاص عبدالحق راجپوت کے فرزند تھے۔ اس نسبت سے بھی انہیں جماعت مذکورہ میں خاص مقام حاصل تھا۔ بطور گواہ مدعا علیہ اُن کا بیان ۱۳ اگست ۱۹۳۳ء عدالت میں قلمبند ہوا۔ ازاں بعد شہرہ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب نے دس یوم تک ایسی بصیرت افروز جرح فرمائی کہ غلام احمد کے بیان کے کاذب لٹائل کو اظہر من الشمس کر دیا۔

ادارہ _____

گواہ فریق ثانی :-

غلام احمد مجاہد ولد مولوی عبدالحق ذات کبھی راجپوت سکنہ حال قادیان عمر ۳۲ سال -
مدعا علیہ عقائد اہل سنت والجماعت رکھتا ہے۔ اور پکا مسلمان ہے۔ یہ خود بھی اور اس کے متاع و مرشد
حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تمام عقائد حقہ اہل سنت والجماعت کے قائل اور پابند
ہیں اور ضروریات دین میں سے کسی ضرورت حقہ کے قطعاً منکر نہیں۔ نہ مدعا علیہ اور نہ اس کے بزرگ
امام و مہتمم مرزا غلام احمد صاحب عمادیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ شرع شریف کی رو سے جن باتوں کے ماننے
اور کرنے سے ایک انسان یا مومن یا متقی کہلاتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ اور یہ سب باتیں مدعا علیہ میں
پائی جاتی ہیں :-

از روئے قرآن شریف اللذین یؤمنون بالغیب مفلحون الخ
سورۃ بقرہ رکوع (۱) یعنی وہ لوگ جو امور غیبیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو چیزیں ہم
نے ان کو دی ہیں۔ ان میں سے وہ خشن کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ اُس پر جو تیری طرف
نازل کیا گیا۔ اور اس پر جو اتارا گیا۔ تم سے پہلے۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی ہدایت
پر ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے اور ایسے لوگ ہی ہیں فلاح پانے والے۔

آیت سلسلہ الہیہ متقون الخ۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۲ یعنی صرف
یہی نیکی نہیں کہ تم منہ پھیرا کرو۔ مشرق یا مغرب کو حقیقی نیکی یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے
دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور دے پنا مال خدا کی جنت پر قربانیوں کو اور یتیموں کو اور
مساکین کو اور مسافروں کو اور سائلین کو اور غلاموں کے چھوڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے۔
اور پورا کرنے والے اپنے عہد و پیمان کو جب وہ عہد کریں۔ اور صبر کریں تکالیف اور شدائد میں۔ اور لڑائی
کے وقت۔ ایسے ہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے سچ کر دکھایا۔ اور ایسے ہی لوگ ہیں۔ جو متقی ہیں اس دوسری
آیت نے پہلی آیت کی بعض باتوں کی تفصیل کر دی۔ پہلی آیت میں یومنون بالغیب کہہ کر امور غیبیہ
پر ایمان لانے کا ذکر تھا۔ تو اس دوسری آیت میں وہ باتیں ظاہر کر دیں۔ یعنی خدا تعالیٰ۔ قیامت۔ فرشتے
دی۔ کتابیں وغیرہ۔ جو عام طور پر نظروں سے مخفی ہیں۔ اور صرف دلائل سے ان کا علم ہوتا ہے۔ اسی

طرح۔ عمارت قاسم کی تفصیل بھی اس دوسری آیت نے کر دی ہے۔ کہ کن کن لوگوں کو اپنا مال دینا چاہیے
 آیت ۳ قتل امنیائندہ مسلمون ال عمران رکوع ۱۰۔ یعنی کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ
 تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو اتاری گئی ہم پر اور اس پر جو اتاری گئی۔ اور ہم دا ساعیل و اسحاق و یعقوب
 علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا ہے۔ موسیٰ و عیسیٰ۔ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کو اپنے رب کی طرف سے۔ اب ہم نہیں فرق کرتے۔ ان میں سے کسی میں۔ بلحاظ ماننے کے
 اور ہم اس خدا تعالیٰ کے فرما نہیں۔ اس تیسری آیت میں اس ما انزل من قبلک کی تفصیل فرمادی
 تھی۔ یعنی ابراہیم اور اسماعیل و اسحاق و یعقوب و موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف
 بھی جن کے نام بیان نہیں کئے گئے تھے۔ جو آندا گیا۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی
 ایک بھی چھڑا نہ جائے۔ ان تینوں آیات میں اسلام اور ایمان کی دو قسم کی علامات بیان کی گئی ہیں۔
 بعض عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور بعض اعمال کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ کو ماننا۔ فرشتوں کو ماننا
 کتاب لکھا ماننا۔ نبیوں کا ماننا۔ قیامت پر اعتقاد رکھنا۔ یہ تو عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مگر
 نماز ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ عام طور پر ذی القربی۔ یتا علی۔ مساکین ابن سبیل۔ سائین وغیرہ کو حسب
 استطاعت دینا۔ مواثیق کی پابندی کرنا۔ تکالیف و شدائد میں صبر کرنا وغیرہ باتیں اعمال سے تعلق
 رکھتی ہیں۔ ان چند باتوں کے علاوہ عمومی طور پر دیگر نیک باتوں اور نیک کاموں میں اطاعت کرنے کا ذکر
 و نحن لہ مسلمون کا جملہ کہہ کر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

۱۰ انما المؤمنون رزق کریم۔ سورہ انفال رکوع ۱۰ یعنی صرف
 مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہو ان کے دل اس کے جلال سے کانپ اٹھیں۔ اور جب ان پر
 اس کی آیات پڑھی جائیں۔ تو ان کا ایمان زیادہ ہو۔ اور جو لوگ اپنے رب پر توکل کریں۔ وہ لوگ جو
 نماز قائم کریں۔ اور جو ہم نے ان کو دیا فرسخ کریں ایسے ہی لوگ مومن ہیں چکے۔ ان کو درجات ملیں گے۔
 ان کے رب کی طرف سے اور ان کی مغفرت ہوگی۔ اور ایسے لوگوں کو ہی رزق کریم عطا ہوگا۔

۱۱ التائبون العابدون بشرا المؤمنین۔ سورۃ توبہ رکوع ۴ یعنی
 خدا کی طرف بچھنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ حمد کرنے والے۔ روزہ رکھنے والے۔ رکوع کرنے والے سجدہ
 کرتے والے۔ نیک باتوں کی ہدایت کرنے والے۔ بری باتوں سے روکنے والے۔ خدا تعالیٰ کی حدود
 کی ہنگامت کرنے والے۔ اور بندت دو ایسے مومنوں کو۔ ان دونوں آیات میں امور ذیل ایمان کی علامات
 قرار دیئے گئے ہیں۔ خدا کے جلال سے ڈرنا۔ اس کی پاک آیات سے ایمان کا زیادہ ہونا۔ اس پر توکل

کرنا۔ نماز قائم کرنا۔ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا اس کی راہ میں خرچ کرنا۔ خدا کی طرف جھکتا۔ عبادت کرنا۔ حمد کرنا۔ روزہ رکھنا۔ عام اطاعت و خاص اطاعت کرنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا۔ دیگر حدود شریعہ کی نگہداشت کرنا۔ ان پانچوں آیات میں بیان شدہ تمام باتیں۔ اپنی تمام شرطوں کے ساتھ سب استطاعت و طاقت مدعا علیہ اور اس کے بزرگ مُقتدا میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مدعا علیہ دیگر جماعت احمدیہ بلحاظ علامات مذکورہ خدا کے فضل و کرم سے اولیٰک ہم المؤمنون حقا کے مصداق ہیں۔ یعنی پکے مسلمان اور مومن ہیں۔ از روئے حدیث صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف ایک لمبی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ذکر ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے۔ تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت محمدیہ کو ان باتوں کا علم ہو جائے۔ ان میں سے اسلام اور ایمان کی تعریف بھی تھی۔ انہوں نے کہا ما الاسلام۔ قال الاسلام ان تشهد لالا اله الا الله وان محمد رسول الله..... سبیل۔

مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول صفحہ ۱۱۔ حدیث اول۔ یعنی اسلام یہ ہے۔ کہ تو گواہی دے۔ کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے۔ اور محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور روزے رکھے رمضان کے۔ اور حج کرے بیت اللہ کا۔ اگر تجھے اس کے راستہ کی طاقت ہو۔ گویا آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تعریف کی رو سے مسلمان وہ ہے۔ جو یہ باتیں بجالائے۔ حضرت جبرائیل نے دوسرے سوال ایمان کے متعلق کیا۔ کہ ایمان کیا چیز ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان توہین باللہ..... مشرک۔ یعنی کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ اور قیامت پر اور تو ایمان لائے قدر پر اس کی خیر و شر پر۔ گویا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق مومن کی یہ تعریف ہے۔ جو مذکورہ بالا باتوں پر ایمان لائے اور ان کا اقرار کرنے۔

۲۔ نبی الاسلام..... جو رمضان یعنی حضرت ابی عمر سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ اسلام کی بنیاد ان پانچ باتوں پر ہے۔ کلمہ شہادت کہنا نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ یعنی جس کے اندر یہ پانچ باتیں پائی جاویں۔ وہ مسلمان ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے وابستگان دین میں یہ تمام باتیں انہی شرطوں کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ پس مدعا علیہ اور اس کے ہم خیال احمدی لوگ مسلمان ہیں۔

نک - من صلی صلوتنا فی وقتہ - (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

یعنی حضرت انس سے روایت ہے کہ نبیلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا، ہمارے ذبیحہ کھایا، وہ شخص نہرہ مسلمان ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ - اور اس کے رسول کی ذمہ داری حاصل ہے - پس خداوند تعالیٰ کی ذمہ داری کو نہ توڑد۔ یہ سب باتیں ہی بفضل تعالیٰ احمدی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس کا کوئی دوست احمدی ہے وہ جانتا ہے۔ کہ احمدی لوگ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح حکم ہوا۔ اور قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔

پس جو شخص احمدیوں کو مسلمان نہیں کہتا۔ وہ خدا تعالیٰ کے اس ذمہ داری کو توڑتا ہے۔ جس کے توڑنے کا مانعیت کی گئی ہے۔ فقہ حنفیہ کی رو سے۔ شرح فقہ اکبر میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اصل التوحید

کی بڑا اور وہ چیز جس کی وجہ سے ایک مسلمان کا اعتقاد صحیح ہوگا۔ یہ ہے کہ ایک مکلف - بالغ یہ کہے کہ امنت باللہ الخ - یعنی میں ایمان لایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور موت کے بعد اٹھنے پر۔ اور قضا و قدر پر یعنی اُس کے خیر و شر پر۔ جو اللہ تعالیٰ

سے ہے۔ اور وہ اقرار کرے۔ کہ سب کتاب اور میزان اعمال اور جنت و جہنم۔ سب حق ہے۔ اس کتاب کی دوسری شرح مطبوعہ دائرۃ المعارف جو امام ابو منصور محمد بن محمد صفی سمرقندی کی تصنیف ہے کے صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ۔

فمن اراد ان یکون محرمات - کہ جو شخص یہ چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہو۔ تو وہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے۔ اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے۔ پس وہ شخص یقینی طور پر مومن ہے۔ اگر یہ فرائض اور محرمات سے بے نبرہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصریحات:-

ترکان شریف کی بیان کردہ علامات ایمان و اسلام ادا عادت بنویہ کی رو سے علامات ایمان و اسلام اور فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب فقہ اکبر کی رو سے موجبات ایمان و اسلام یہ سب جو بیان ہو چکی ہیں۔ بفضل تعالیٰ۔ جماعت احمدیہ میں موجود ہیں۔ ادا احمدی لوگ ان پر عامل ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب تادیباں مسیح موعود فرماتے ہیں۔

(۱) امنت باللہ..... شاہدین اس میری تحریر پر ایک شخص گواہ ہے۔

..... درج ہیں۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۔ اکتوبر۔
۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

(۲)۔ اے بزرگو۔ اے مولویو۔ ترجموں۔ ازالہ ادہام شروع صفحہ ۲۔ مطبوعہ
سال ۱۸۹۱ء۔

(۳) اور خدا تعالیٰ جانتا ہے نماز پڑھتا ہوں۔ آسانی فیصلہ ۳ مطبوعہ ۱۸ دسمبر
۱۸۹۱ء۔

(۴) تو سن بانٹو سلین۔ نورالحق صفحہ ۵۔ اس کا ترجمہ اس کے نیچے دیا
ہوا ہے۔

(۵) ہم وہ لوگ ہیں۔ جن کا مقولہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انا باللہ رب العالمین
اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے
رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور جنت و نار پر۔ اور حشر و نشر پر اور ہم قرآن کو ترمیم دیتے ہیں۔
شرع کی کتاب کے لحاظ سے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونے کے لحاظ سے اور نہیں ہم دعویٰ
کرتے شرعی نبوت کا۔ اور ہم نہیں دعویٰ کرتے قرآن کے مسوخ ہونے کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام رسولوں سے بہتر اور افضل
ہیں۔ اور گنگاروں کے شفیع ہیں۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی سچائی قرآن پاک میں
ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں بھی۔ اور ہر ایک قسم کی بدعت جہنم میں پہنچاتی ہے۔
اور ہم مسلمان ہیں اور اللہ جانتا ہے۔ جو ہمارے دلوں میں ہے۔ اس پر ہمارا توکل ہے۔ اور اس کی
طرف میری انابت ہے۔ سب تعریف ہے اللہ کے لیے۔ اول اور آخر میں۔ ظاہر و باطن میں۔ وہب
ہے ہمارا۔ اور تمام جہانوں کا۔ یہ کتاب انوار اسلام مطبوعہ سال ۱۸۹۵ء ہے اور اس کے صفحہ ۲۴
پر فقہ کوہ بالا عبارت ہے۔

۶۔ ماہ سلیمانیم از فضل خسا۔ مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

اندیز دین آمدہ از مادیم ہم دریں ایمان ماست

قیمہ سراج منیر صفحہ (۶) مطبوعہ سال ۱۸۹۴ء۔

۷۔ بالآخر یاد رہے ہمارا عقیدہ ہے یا ام الصلح صفحہ ۸۶۔ مطبوعہ ۱۸۹۹ء۔

۸۔ پھر کشتی نوح میں جماعت کو جو کئی صفحات پر نصیحت فرمائی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔ پیروی کرنے کے لیے

یہ باتیں ہیں نہ کہ اس کا بیٹا۔

(ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰) پھر اس کتاب میں فرماتے ہیں۔ کہ پھر تمہارے لیے ایک ضروری کوئی اور کتاب۔ صفحہ ۱۳ پھر اس کتاب کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں۔ سولے دسے تمام لوگوں کو سچ کرے کشتی نوح مطبوعہ سال ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۲۔ طبع اول۔

۳۔ پھر فرماتے ہیں۔ التعلیم للجماعت فی النذر مواہب الرحمن صفحہ ۹۶۔ مطبوعہ سال ۱۹۰۳ء اس کا ترجمہ فارسی میں اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث اور فقہ تفسیر کی رو سے جن باتوں کی بنا پر یہ کسی کو مسلمان یا مومن کہا جاتا ہے ان سب باتوں کے متعلق حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ نہایت واضح اور صاف عبارتوں کی رو سے میں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ لفضلہ تعالیٰ مسلمان اور مومن ہے یہ پہلا ثبوت جو دراصل کئی ثبوتوں کا مجموعہ ہے۔ بیان کرنے کے بعد میں دوسرا ثبوت حضرت مرزا صاحب قادیانی۔ مسیح موعود مہدی موعود اور ان کی جماعت کے مسلمان اور مومن ہونے کا پیش کرتا ہوں۔ اور وہ آپ کے معاصرین میں سے ایک شہرہ آفاق۔ صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت ہے یہ شہادت جس کا میں نے ذکر کیا ہے ہزار شہادتوں سے بھی زیادہ با عظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے۔ جو علمی روزگار اور واصلان کردگار میں سے ہے۔ پنجاب کے علاوہ اس کی جلالت شان ہندوستان میں بھی مسلم ہے۔ ریاست بہار اور پلوہ کی رعایا اور راجی سب کے دلوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر نقش فی الحجر ہے۔ اور جو ہنر پائی نس نواب صاحب بہار ریاست بہار اور پلوہ اور آنحضرت کے بزرگان کے بھی واجب التعظیم مفسد ہیں میری مراد ان بزرگ مقدس انسان سے حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کی ذات والا صفات سے ہے۔ ان جناب حضرت مرزا صاحب کی شان میں فرماتے ہیں۔

ہمہ ادقات مرزا صاحب دواز عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریات دین ہرگز منکر نیست۔ اشکات فریدی۔ جلد ۳۔ صفحہ ۷۰۔ اگرچہ کلام اپنے زبردست اور جامع الفاظ سے خود کامل ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ پوری تحقیق کے بعد بڑے وثوق اور یقین سے فرمایا گیا ہے۔ ادیبہ امر خاں قابل توجہ ہے۔ لیکن اس کے علاوہ چند اور بھی نہایت قوی دلائل ایسے موجود ہیں۔ جن سے اس کا نہایت با عظمت اور قابل توجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً دلیل اول یہ ہے۔ کہ اس کتاب اشکات فریدی کے حصہ سوم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر کامل یقین ہونے کی وجہ سے جہاں اور علماء فضلہ اور سجادہ نشین اصحاب کو مباہلہ کا پیغام دیا۔ کہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو وہاں حضرت خواجہ صاحب کو بھی دیا ہے۔ کہ یا تو حضرت خواجہ صاحب تصدیق فرمادیں۔ یا وہ مقابلہ میں آویں مگر

چونکہ حضرت خواجہ صاحب نیک دل برگزیدہ اور محتاط انسان تھے۔ اس لیے انہوں نے اس مباہلہ کیے حلخج کا جواب سرسری طور پر دینا پسند نہیں کیا بلکہ پورے غور و فکر کے بعد اپنی معرفت خاصہ کی وجہ سے بذریعہ خط یہ دیا۔ من فقیر باب اللہ غلام فرید سجادہ نشین مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بسم اللہ الرحمن الرحیم بر سبیل جواب اشارات فریدی حصہ سوم صفحہ ۴۳۔ خواجہ صاحب کے اس خط سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں اول آپ علم عربی میں ایک فاضل بزرگ ہیں۔ دوئم آپ نے یونہی جواب نہیں دے دیا۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دیا ہے۔ سوم اس خط میں اقرار موجود ہے۔ کہ میں شروع حلال سے ہی۔ آپ کے مقام تعظیم پر کھڑا ہوں۔ اور میری زبان سے آپ (حضرت مرزا صاحب) کے حق میں تعظیم و تکریم و رعایت و ادب کے بغیر کبھی کوئی کلمہ نہیں نکلا ہے۔ اور میں آپ کے صلاح حال کا معترف اور مستفیض ہوں۔ کہ آپ عبد اللہ العالچین میں سے ہیں۔ پہارم کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب سے اپنی عافیت بالخیر کے لیے دعا کی درخواست کی ہے۔ یہ چاروں باتیں جو اس خط سے ظاہر ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ ایک جامع علوم ظاہری و باطنی مرد خدا نے مباہلہ کا پیغام پاکر اس کا جواب دیا ہے۔ اور سرسری طور پر نہیں۔ بلکہ غور و خوض کے ساتھ وہ کتاب پڑھنے کے بعد دیا ہے۔ جس میں مباہلہ کا پیغام درج ہے اور ایسے الفاظ میں دیا ہے کہ جب تک واقعی حقیقت منکشف نہ ہو جائے۔ ایسے الفاظ میں جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اس جواب میں نہ صرف یہ اقرار ہے۔ کہ میں ابتدا سے آپ کی تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ آپ کو حضرت کے حالات کا پہلے سے علم ہے۔ بلکہ شہادت صفائی کے ساتھ پہلے لفظوں میں یہ بھی موجود ہے۔ کہ میں آپ کی تعظیم کے لیے بغرض حصول ثواب کھڑا ہوں۔ آخر میں حضرت خواجہ صاحب نے بات اپنی آہستہ آہستہ کہ پہنچا دی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار فرما کر یہ آرزو کی ہے۔ کہ حضرت اقدس آپ کے لیے عافیت بالخیر کی دعا کریں۔ عافیت بالخیر ہونے کی دعا کے لیے حضرت خواجہ صاحب جیسا روشن ضمیر اور مقدس انسان جس درجہ اور مرتبہ کے انسان سے کہے گا وہ ظاہر ہے۔ اس خط کو حضرت مرزا صاحب نے سال ۱۹۱۶ء میں منیہ انجام آٹھم صفحہ ۳۹ و منیہ سلج میسر صفحہ الف، ب میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کروا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب بعید حیات تھے۔ اس کے بعد مزید خط و کتابت بھی جاری رہی ہے۔ جو حضرت صاحب کی طرف سے بھی شائع ہوتی رہی ہے اس لیے یہ شہادت صرف اشارات کے حوالہ سے نہیں۔ بلکہ دوسری اشارتوں کے لحاظ سے بھی قابل غور ہے۔ دوسری دلیل اس امر کی کہ حضرت خواجہ صاحب کی شہادت خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ یہ کہ آجیناب کو حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنی وہ دلائل ظاہر فرمانے سے پہلے حضرت مرزا صاحب کے الہامات کا۔ بخوبی علم ہو چکا ہے۔ جیسا کہ

از عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریات دینی ہرگز منکر نیست یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علمائے مزار صاحب کو عقائد اہل سنت والجماعت اور ضروریات دینی کا منکر قرار دیا ہے۔ خواجہ صاحب اس سے وائس ہیں۔ مگر اس میں علماء کو برکت نہیں سمجھتے۔ اور ان کے قول و فتویٰ کو رد کرنے کی خاطر فرماتے ہیں۔ کہ از عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریات دینی ہرگز منکر نیست۔ اگر اس فقرہ سے علماء کے فتویٰ تکفیر کی تردید مقصود نہ ہو۔ تو یہ فقرہ ہی بے محل ٹھہرتا ہے۔ ایک نہایت ضروری بات۔

اس موقع پر یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگرچہ یہ شہادت تو فی الحقیقت نہایت واقع ہے۔ لیکن جن بزرگ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ کیا ثبوت ہے۔ کہ واقعی اس کی ہے بھی۔ اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ اشارات فریدی جس میں یہ شہادت درج ہے۔ مقدمہ زیر تجویز کے دائرہ ہونے سے سال ہائے سال پہلے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ ریاست اور اس کے ارد گرد میں حضرت خواجہ صاحب کے معتقد و مرید بکثرت موجود ہیں۔ اس لیے گھر گھر میں کتاب کا موجود ہونا یقینی ہے۔ لیکن نہ بیرون ریاست سے اس شہادت کے خلاف کوئی صلا بلند ہوئی اور نہ اندرون ریاست سے۔ اگر خدا خواستہ اس شہادت کے متعلق کچھ گنجائش کلام ہوتی۔ تو حضرت خواجہ صاحب کے معتقدوں۔ مریدوں کا بھی میں معمولی درجہ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ تک کے طبقہ کے اصحاب شامل ہیں۔ اپنے بزرگ مقتدا کے ملفوظات کی کتاب میں یہ شہادت درج پا کر کوئی لفظ مخالف زبان پر نہ لانا ثبوت کامل ہے اس امر کا کہ چھوٹے ٹیسے دونوں طبقہ کے لوگوں کو اس شہادت کے یقین کرنے میں ذرا بھی شک نہیں ہوا۔ اور وہ پورے اطمینان سے اس کو خواجہ صاحب کی شہادت سمجھ رہے ہیں۔ دوسری بات اس شہادت کے واقعی حضرت خواجہ صاحب کی ہی شہادت ہونے کے متعلق یہ ہے۔ کہ کتاب اشارات فریدی۔ جس میں یہ شہادت درج ہے آپ سے تعلق نہ رکھنے والے یا کسی بیرون انسان کی قلم بند کی ہوئی نہیں بلکہ حضرت خواجہ صاحب کے ایک مرید با اختصاص نے ۹۔ برس تک آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سنا ہے۔ وہ تحریر میں لاکر تیار کیا ہے اور وہ تیار کرنے والے بھی کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ وہ شخص ہیں۔ جن کے حق میں حضرت خواجہ صاحب کے فرزند وجائشین خواجہ محمد بخش صاحب نے برادر دینی۔ مولانا رکن الدین کے تنظیمی الفاظ لکھے ہیں۔ تیسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے۔ کہ یہ کتاب بے تعلق یا غیر معروف لوگوں میں کسی کے انضمام سے طبع نہیں ہوئی بلکہ اس کو طبع اور شائع کرنے والے۔ خود خواجہ صاحب کے فرزند وجائشین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ہیں۔ چنانچہ وہ اس کتاب کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

فقیر محمد بخش ابا بعد میگوید طبع کتابی عدم - فقیر محمد بخش -

اس تقریظ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں -

(۱) یہ کہ مولانا رکن الدین صاحب نے متواتر ۹ سال تک حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی خدمت میں رہ

کر انجناب کے ملفوظات مرتب کئے تھے -

(۲) یہ سب ملفوظات ایک کتاب اور ایک نسخہ کی صورت میں تھے -

(۳) خواجہ محمد بخش صاحب جانشین حضرت خواجہ صاحب نے انجناب کے مریدان باصفا کی خواہش

داشتیاق کی بناء پر کتاب شائع کی چھٹی دلیل اس امر کی کہ یہ شہادت خاص قابل توجہ ہے - یہ کہ

خود حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بھی اپنی اس تحریر کردہ شہادت کی تصدیق فرمادی ہے چنانچہ

اس کتاب جلد ثالث کے اخیر کی اس عبارت سے ثابت ہے - جہاں جلد سوم از اول تا آخر.....

تحقیق تمام نمودہ اند - نقطہ - صفحہ ۱۸۷ -

اس عبارت سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں - اول یہ کہ یہ جلد سوم بھی حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی

بابرکت زندگی میں لکھی گئی ہے - دوم یہ کتاب جلد سوم از اول تا اخیر خواجہ صاحب مرحوم مغفور کی خدمت

مبارک میں سبقتاً پڑھ کر سنائی گئی ہے - سوم کہ یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے

بکمال توجہ سنی ہے - اور اس کی تصحیح و اصلاح اور تحقیق تمام فرمائی ہے -

ساتویں دلیل اس امر کی کہ اشارات فریدی میں طبع شدہ شہادت واقعی حضرت خواجہ صاحب

کی ہے - خارجی شہادات میں - یعنی ان کے خطوط کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کا ان کے نہ صرف خط میں

شائع کرتا - بلکہ ان کی عقیدت و ارادت کو ان کی زندگی میں شائع کر لینا اور ہزاروں کی تعداد میں حضرت مرزا

صاحب کی ان کتابوں کا دنیا میں پھیل جانا - مگر اس کے خلاف نہ خواجہ صاحب کا خود انکار کرنا اور نہ ان کے

جانشین خواجہ محمد بخش صاحب کا انکار ثابت ہونا - پھر حضرت خواجہ صاحب کی تصدیق و ارادت کے

بعد حضرت مرزا صاحب کا ایک نظم لکھنا وہ بھی خواجہ صاحب کی زندگی کا واقعہ ہے - وہ نظم اشارات

میں بھی درج ہے اور حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں بھی - مثلاً ضمیمہ سراج منیر صفحہ (۳۰) - در تمین مقفولہ

مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء اشارات فریدی حصہ سوم صفحہ ۹۰ - پھر - حقیقت الہی صفحہ ۳۰-۷ پر حضرت خواجہ

صاحب کے متعلق مرزا صاحب نے پوری تفصیل سے ارقام فرمایا مگر آج تک کسی شخص نے بھی ان سب

امور کے بار بار شائع ہونے اور ہزار ہا کی تعداد میں شائع ہو جانے کے باوجود ذرا بھراکار نہیں کیا - تو اب

اتنے سالوں کے بعد اس شہادت میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے - میں ان عبارتوں میں سے چند فقرات

منسوب کی جاتی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق جو وجوہ تکفیر بیان کی جاتی ہیں۔ وہ سات ہیں۔

- (۱) اول انکار ختم نبوت۔
- (۲) دوم دعویٰ نبوت تشریح۔
- (۳) سوم دعویٰ نبوت مطلقہ۔
- (۴) چہارم دعویٰ وحی۔
- (۵) پنجم انکار نفع صور و حشر اجساد و قیامت۔
- (۶) ششم توہین انبیاء علیہم السلام۔
- (۷) توہین امت محمدیہ۔

پہلی وجہ تکفیر کی تردید۔ پہلی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ختم نبوت چونکہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ضروریات دین میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار بھی کفر ہوتا ہے اس لیے مرزا صاحب اور ان کے مرید ایک ضرورت دینی کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ اس وجہ تکفیر کے متعلق مجھے جو کچھ بیان کرتا ہے۔ وہ میں کئی عنوان کے تحت بیان کرتا ہوں۔

کیا حضرت مرزا صاحب علیہ اور آپ کی جماعت کو سید الانبیاء
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار ہے

ختم نبوت کے الفاظ کو مخالفین عام طور پر بولتے ہیں اس سے وہ خاتم النبیین کے الفاظ مراد لیتے ہیں۔ اور ختم نبوت کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار اور اس طرح وہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل ہی لغو مغالطہ در مغالطہ ہے۔ کیونکہ نہ تو ختم النبوت۔ اور خاتم النبیین مترادف ہیں۔ کہ ختم النبوت کے انکار سے خاتم النبیین کا انکار لازم آئے۔ اور ان معنوں میں حضرت مرزا صاحب کو ختم النبوت کا انکار ہے۔ جن معنوں میں کہ مخالفین آپ کی طرف انکار منسوب کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں خاتم النبیین کے الفاظ کسی انسانی نکر کا نتیجہ نہیں ہیں۔ جن میں گنجائش کلام ہو بلکہ قرآن شریف میں وارد ہیں۔ جو لاریب خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس لیے اس سے کوئی معمولی انسان بھی انکار نہیں

کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور مرزا صاحب کے متعلق یہ کہتا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا ہے۔ یہ ایک ایسا الزہام ہے کہ جس کی ذمہ بھی اصیبت نہیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کی کتب اس اقرار سے بھری پڑی ہیں ان میں سے چند حوالہ جات لکھاتا ہوں۔ ازالہ ادہام مطبوعہ سال ۱۸۹۱ء، تقطیع خورد جلد اول کے صفحہ ۳۷ پر ایک جلی قلم سے ہمارا مذہب کے عنوان میں فرماتے ہیں از عشاق فرمان پیغمبریم۔ بدیں آمیدیم و بدیں بگزریم۔ ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب باب یہ ہے..... بھیج سکتا ہے۔

دوسرا حوالہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ ۱۸۹۳ء فننعتقد..... خلا۔ یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور افضل ہیں۔ تمام انسانوں سے جو پہلے آئے۔ یا آئندہ آئیں گے۔

تیسرا حوالہ کرامات الصادقین صفحہ ۳۵۔ مطبوعہ سال ۱۸۹۳ء ربالآخر..... بیروغلاک نہیں۔ چوتھا حوالہ۔ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ سال ۱۸۹۱ء۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ پانچواں حوالہ۔ ایام الصلح صفحہ ۸۶۔ مطبوعہ سال ۱۸۹۹ء ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں..... خاتم الانبیاء ہیں

چھٹا حوالہ۔ ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ سال ۱۹۰۱ء بحوالہ حقیقت النبوة صفحہ ۳۴۲۔ اور ہم اس بات پر بھی اور کامل..... خاتم النبیین۔

ساتواں حوالہ۔ مواہب الرحمن صفحہ ۶۶ مطبوعہ سال ۱۹۰۳ء۔ انا مسلمون..... خاتم الانبیاء۔ یعنی ہم مسلمان ہیں ایمان رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کتاب فرقان حمید پر اور نیز ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ اور کہ وہ بہتر دین لائے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔

آٹھواں حوالہ۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء مگر جس کامل انسان پر..... خاتم الانبیاء نے۔ پھر ہی کتاب کے صفحہ ۲۹۔ پر فرماتے ہیں کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے..... کو..... چھین لے گا۔

نواں حوالہ۔ اشعشعی عربی صفحہ ۲۲۔ مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء پر فرماتے ہیں۔ وان بیننا خاتم الانبیاء..... ظہورہ۔ یعنی یقیناً ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جو آپ کے نور

سے منور کیا جاوے۔ اور جس کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں۔
وانا رسولنا مرسلین۔ یعنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ پر
مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ ان مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ عملی ثبوت میں بیعت فارم
کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس میں وہ تمام باتیں من وعن لکھی ہوئی ہیں۔ جن کے اقرار کرنے سے کوئی
شخص احمدی ہوتا ہے۔ خواہ وہ دستی بیعت کرے یا تحریری۔ اس بیعت فارم سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی
شخص احمدی نہیں ہو سکتا۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار نہ کرے۔ ایسی
تصریحات کے ہوتے ہوئے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکاری ہے۔ یقیناً اہام ہے۔ بعض لوگ ایک شبہ ظاہر کرتے
ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کیا ہے۔
اور اس وقت مرزا صاحب مسلمان تھے۔ مگر بعد میں مرزا صاحب نے آنحضرت کے خاتم النبیین ہونے
سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اس شبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض ایسے حوالہ جات بھی پیش کر دیئے ہیں
جو مرزا صاحب کی آخری زندگی کے ہیں۔ مثلاً حقیقت الوحی اور استفتاء جو آپ کی وفات سے ایک سال
پہلے کی تصنیف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جب سے نبوة کا دعویٰ کیا ہے اس وقت
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا شرک کر دیا ہے۔ اور یہ کہ دعویٰ نبوت سال ۱۹۰۱ء میں
کیا ہے گویا یہ تنیال اور وجوہ سے بھی غلط ہے۔ لیکن میں نے ایسی کتابوں کے حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں جو
سال ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہیں۔ مثلاً ایک غلطی کا انزالہ۔ مواہب الرحمن حقیقت الوحی اور استفتاء۔ جن میں
صرف اقرار موجود ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت سرور کائنات کو خاتم النبیین یقین کرتے تھے۔ یہ امر
مجھے لائق توجہ ہے۔ کہ اگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے معاذ اللہ
انکار کر دیا تھا۔ تو پھر احمدی سے بیعت کے وقت یہ اقرار کیوں لیا جاتا ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو
خاتم النبیین یقین کریں۔

کیا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا
یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت ہی نہیں مل سکتی

اگر ہمارے مخالفین کے نزدیک لفظ خاتم النبوة سے ان کی یہ مراد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بائیں معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا تو ان کی یہ مراد بالکل بے بنیاد اور محض غلط

ہے۔ کیونکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا بزرگان سلف نے جو اولیاء اللہ میں سے تھے۔ یا مجدد اور محدث تھے خاتم النبیین کے جن معنوں کی تصریح کی ہے۔ وہ معنی ہمارے مخالفین کے بیان کردہ معنی کو محض غلط قرار دیتے ہیں۔ اول۔ خاتم النبیین والی آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت آتی یعنی ۶ھ میں اس کے پانچ سال بعد ۱۰ھ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابی محمد حضرت ابراہیم نے وفات پائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھانے کے بعد فرمایا۔

ان لاہ نو عاشن لکان صدیقاً نبیاً۔ ابن ماجہ جلد اول مصری صفحہ ۲۳۷۔ یعنی اس بچہ کی ایک دائی ہے۔ جنت میں اور اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور نبی ہوتا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو حضرت ابراہیم کے نبی ہونے میں روک نہیں بتلایا۔ بلکہ ان کی موت کو روک ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ اگر آپ کا خاتم النبیین ہونا ان کے نبی ہونے میں روک کا موجب ہوتا۔ تو آپ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے۔ تو ہرگز نبی نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ نیز اگر خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فرما سکتے تھے۔ کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ یہ فرمانا۔ تو ایسی حالت میں بر عمل ہو سکتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے الفاظ ہر قسم کی نبوت کو روکنے والے نہ ہوں۔ بلکہ ان کے بعد بھی کسی نہ کسی قسم کے نبی ہونے کے لیے گنجائش باقی ہو ایک قابل نوجوان طالب علم کی وفات پر توبہ ہی۔ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور ایم۔ اے ہو جاتا۔ لیکن ایم اے کا وجود دنیا میں باقی ہو اور اس کی ڈگری کا حاصل کرنا ممکن ہو۔ اگر ایم۔ اے کا وجود سرے سے دنیا میں ہی نہیں ہے۔ اور اس کا حصول ناممکن ہو گیا ہو۔ تو پھر یہ الفاظ نہیں بولے جائیں گے۔ بلکہ محض مہمل ہوں گے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہو جاتا۔ ثبوت ہے۔ اس امر کا آئندہ نبوت حاصل کرنے میں کیت خاتم النبیین ہرگز ہرگز روک نہیں ہے۔

دوم۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی اور بھی تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً اکثر العمال جلد ۶۔ صفحہ ۸۷ پر ہے کہ اخرج خاتم الانبیاء فی النبوة۔

یعنی مرفوع اور مرسل دونوں طریق سے حدیث مروی ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس بچا عباس کو مطمئن رہیے اے بچا۔ پس تحقیق آپ خاتم مہاجرین ہیں۔ ہجرت کے لحاظ سے جیسا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ نبوت کے لحاظ سے۔ مطلب صاف اور واضح ہے۔ کہ جیسا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد پھر یہی ہجرت مکہ کو یا مدینہ کو کرنی جائز یا موجب ثواب ہے۔ اور ہجرت بکل بند اور ممنوع

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے۔ اگر خاتم النبیین کے پی
 معنی ہوتے۔ کہ ہر ہر قسم کی نبوت بند ہے۔ تو امام جیلی صاحب ہرگز نہ فرماتے۔ کہ تشریحی نبوت کا حکم
 منقطع ہوا۔ پھر تشریحی۔ غیر تشریحی کی قید ہی نہیں رہتی۔ صرف تشریحی نبوت کے انقطاع کی تصریح کرتے۔
 نبوت ہے۔ کہ دوسری نبوت ظلی اور غیر تشریحی منقطع نہیں ہے۔

ہفتم۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی فتویٰ میں فرماتے ہیں۔ بازگشتہ ازوے در ہر دو باب
 درو عالم دعوت او مستجاب بہر ایں خاتم شد استاد کہ باجود۔ مثل او نے بودنے خواہند بود۔

پہلے کہ در صفت بروا تادوست نے تو گوئی۔ ختم صفت ہر تو ہستد۔ دنتر ششم باب۔ در۔
 اختران اشعار کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا۔ ان معنی میں ہے۔ کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہ کوئی ہو نہ کوئی ہوگا۔ جیسے کہ کاریگر کسی کاریگری میں اپنے
 افسران پر سبقت لے جانے تو اسے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس صفت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ محمد اکبر۔
 (سن کر تسلیم کیا۔ محمد اکبر)

باقرار صالح

تمتہ بیان مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی

ہشتم۔ آٹھویں شہادت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی ہے۔ جن کو اکثر لوگ مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ حصول کمالات نبوت مرتابان را بطریق جمعیت و وراثت بعد از بعثت ختم الرسل علیہ و علیٰ صبیح الانبیاء و الرسل منافی خاتیت اویست۔ مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۳۰۱ یعنی کمالات نبوت کا بطریق ذات اور متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حاصل ہو جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم النبیین ہونے کے منافی و مخالف نہیں۔

نہم۔ نوویں شہادت اس امر کی کہ مخالفین جو معنی قائم النبیین کے مراد لیتے ہیں وہ غلط محض ہیں۔ یہ ہے۔ علمائے دیوبند کے مسلمہ بزرگ بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تجزیہ اناس کے صفحہ ۳ پر فرمائی ہے۔ کہ اول معنی قائم النبیین معلوم کرنے چاہیے ہو سکتا ہے۔ گویا حضرت مولانا بانی مدرسہ دیوبند نے تصریح کر دی ہے۔ کہ عوام کے نزدیک آپ کا قائم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے۔ مگر خواص اور اہل فہم کا یہ خیال نہیں ہے۔ اگر خواص اور اہل فہم کا بھی یہی خیال ہوتا۔ تو عوام کا لفظ کہہ کر وہ معنی علیحدہ ہرگز نہ کہے جاتے۔ خواص کے نزدیک کیا معنی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم و تاخر زمانی، تو کچھ موجب فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں و لکن رسول اللہ قائم النبیین کیوں فرمایا اس میں تصریح کر دی ہے۔ کہ آخری نبی ہونا زمانہ کے لحاظ سے عوام کا خیال ہے۔ اور آخری ہونے میں کچھ فضیلت ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا یہ معنی قائم النبیین کے صحیح نہیں ہو سکتے۔

دسویں شہادت۔ انہی مولوی صاحب کی مزید تصریح کے ساتھ یہ ہے۔ کہ آپ اس کتاب تجزیہ اناس کے صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی حق محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس سے زیادہ اردو زبان میں اور کیا تصریح ہو سکتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی کے آنے سے خاتیت محمدیہ میں فرق نہیں آتا۔

گیارہویں شہادت۔ مخالفین کے معنی کے غلط ہونے کی ہے۔ جو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محدث دہلوی نے فرمائی ہے۔ و قسم بہ النبیین یہ تشریح علی الناس تقیم ۵۳۶

بارہویں شہادت مولانا حکیم سید محمد حسن صاحب مولف غایت البرہان کی ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب کو اکب دریہ کے صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں اسلام سے نبوت تشریحی منقطع ہو گئی۔ اور صفحہ ۱۲۷ پر لکھتے ہیں کہ نبوت خصوصیت الانبیاء و خبر دینے سے عبارت ہے۔ وہ دو قسم کی ہے۔ ایک نبوت تشریحی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی خبر داران وہ غیر منقطع ہے۔ اور صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں کہ محمد صلی علیہ وسلم ختم المرسلین ہیں۔ کہ بعد آپ کے وحی تشریحی منقطع ہوئی ان تینوں حوالوں کا حاصل بھی یہی ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ غیر تشریحی ظلی نبی نہیں آسکتا۔ بلکہ صرف یہ ہیں۔ کہ صاحب شریعت نبی نہیں آسکتے۔

تیسرے شہادت نواب صدیق حسن خان صاحب کی ہے۔ جو اپنی کتاب اقرب الساعۃ مطبوعہ آگرہ صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں۔ حدیث لادجی بعد موتی بے اصل ہے ہاں لاجبی بعدی کیا ہے۔ مگر اس کے معنی بھی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں آئے گا۔ اسی حوالے سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرع ناسخ لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ نہ کہ غیر شرعی۔ ظلی۔ امتی نبی بھی۔ جو وہی شہادت میں اس بزرگ اور عالم کی پیش کرتا ہوں۔ جو ہمارے مخالفین کا مسلہ جید عالم اور محدث ہے۔ اور جس کے حوالا جات کسی اور رنگ میں کثرت سے دہیش کرتے رہتے ہیں۔ یعنی محدث ملا علی قاری۔ وہ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہیں اذالمعنی لا یاتی نبی بفسخ۔ ملتہ ولسد یکن فی امتہ۔ یعنی کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں۔ کہ اب کوئی (نہیں نبی آئے گا) نبی نہیں آئے گا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور وہ بھی جو آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ اس قول سے ظاہر ہے۔ کہ محدث ملا علی قاری کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی صرف یہی ہیں کہ صاحب شرع ناسخ یا کسی دوسری امت سے آنے والا نبی ممنوع ہے۔ نہ ہر ایک قسم کا نبی۔

پندرہویں شہادت اس امر کی کہ ہمارے مخالفین خاتم النبیین کے جو معنی بیان کرتے ہیں۔ وہ غلط ہیں یہ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک۔ دو۔ پانچ۔ سات۔ دس۔ پندرہ نہیں بلکہ بہت سی آیات کریم میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے امتیوں اور غلاموں میں سے آپ کے ہی وسیلہ اور واسطے سے ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں گے۔ جنہیں نبوت عطا ہوگی۔ میں ان آیات کو درجہ تکفیر سے کہ جواب میں مفصل بیان کروں گا۔ اب میں شہادتیں اپنے موجودہ مخالفین کی اپنی تائید میں پیش کرتا ہوں۔

سولہویں شہادت۔ معلوم معنی کے غلط ہونے کی۔ خود ہمارے مخالفین کا سکوت اقرار ہے۔ کیونکہ کسی

مولوی صاحب سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے ان معنی کی تصدیق میں لغت عربی سے کوئی ایسی دوسری مثال پیش کریں۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ خاتم کا لفظ اپنے اندر یہ تاثر رکھتا ہے، کہ جب کبھی کسی جمع مذکر سالم کے ساتھ مصناف ہو کر استعمال ہو۔ تو اس جمع کے تمام افراد کی آئینہ کے لیے نفی کر دیتا ہے۔ بایں طور کہ اس جمع کے تمام افراد کی پوری پوری بندش اور رکھ ضرور ہو جاتی ہے۔ یعنی ان افراد میں سے کسی ایک فرد کی موجودگی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ مطالبہ اس سے ہوتا کہ جب خاتم النبیین عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ تو لازمی طور پر اس کے وہی معنی صحیح ہوں گے۔ جن کی تائید عربی زبان سے ہوتی ہو۔ اور جن کی مثالیں عربی زبان میں پائی جاویں برخلاف اس کے وہ معنی کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ جن کی تائید زبان عربی سے نہ ہوتی ہو۔ چونکہ ساہما سال ہو چکے ہیں۔ کوئی ایک حوالہ بھی آج تک پیش نہیں ہوا۔ اس لیے جاننا پڑتا ہے۔ کہ یہ معنی محض غلط ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کی رو سے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو معنی لغت کے معنی کی تائید کرتی ہو۔ لہذا وہ معنی صحیح سمجھے جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر یہ جائز رکھا جاوے۔ کہ بغیر عربی زبان کی تائید کے عربی لفظ کے معنی صحیح سمجھے جاسکتے ہیں۔ تو امان اٹھ جائے گا۔ اور جو جس کا جی چاہے گا۔ وہ معنی کرے گا۔ اور تفسیر بالرائے جس کی بابت احادیث میں یہ وعید عبارت ہے۔ کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا جہنمی ہے۔ کوئی چیز نہ رہے گی اور کوئی شخص خواہ کیسے ہی لغو اور باطل تفسیر کرے۔ تفسیر کرنے والا قرار پائے گا۔

ستر حویں شہادت۔ ان معنی کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ زبان عربی کی (عرف) عام میں اور بالخصوص ہمارے آج کل کے دیوبندی مخالف علماء کے مسلمہ بزرگوں۔ بلکہ خود انہی میں سے بعض نے خاتم کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے۔ اور ایک بار بھی وہ معنی مراد نہیں لیے ہیں۔ جو خاتم النبیین کے ہیں خاتم کے استعمال سے ہمارے مقابل پر لیتے ہیں۔ مثلاً ہنہاج السنہ کے شروع میں۔ ٹائٹل پیج پر امام ابن تیمیہ کے لیے خاتمۃ المجددین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ان کے بعد کوئی مجتہد نہ ہوگا۔ دوسرا عجالہ نافعہ کے دوسرے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہوا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا۔ تیسرا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے جو شیخ الہند کے لقب سے ملقب ہیں۔ اپنے استاد و مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا۔ اس کے ٹائٹل پیج پر ان کو خاتم الاولیاء و المحدثین لکھا ہے۔ کیا ان کا یہ مطلب ہے کہ ان کے بعد امت مرحومہ مجددیہ میں کوئی دلی اور کوئی محدث نہیں ہوگا۔ چوتھا پیر لطف یہ ہے۔ کہ ان مولوی محمود حسن صاحب کو صدر جمعیت علمائے ہند مولوی کفایت اللہ صاحب شاہ جہان پوری نے القاسم جلد ۱۱ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ میں ٹائٹل پیج کے اندر آخری صفحہ پر خاتم المحدثین لکھا ہے۔ باوجود مولوی رشید احمد صاحب کے خاتم المحدثین ہونے کے مولوی

محمود حسن صاحب محدث ہوئے۔ پھر خاتم المحدثین بھی (۵) پھر مولوی بدر عالم صاحب میرٹھی دیوبندی نے اپنی کتاب البواب الفیض کے صفحہ ۳ پر مولوی انور شاہ صاحب کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ کیا یہ لفظ خاتم المحدثین اس امر کے ظاہر کرنے کی غرض سے لکھا ہے۔ کہ مولوی انور شاہ صاحب کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا۔ اب ان پانچوں حوالہ جات میں خاتم کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا۔ جن معنی میں خاتم النبیین سمجھا جا رہا ہے۔ اگر خاتم کا لفظ بذاتہ اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ جس جمع مذکر سالم کی طرف مضاف ہو۔ اس کے تمام افراد کو بالکل بند کر دے۔ تو لازم آئیگا کہ امام ابن تیمیہ کے خاتمہ المجتہدین ہونے کے بعد کوئی مجتہد نہیں کہلا سکتا۔ اس طرح پر دوسرے اصحاب موصوفین کے بعد جن کا ذکر اوپر کے فقرہ جات میں آچکا ہے۔ کوئی ولی یا محدث نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ اکفارا المحدثین میں مولوی انور شاہ صاحب نے صفحہ ۹۲ سے لے کر صفحہ ۱۰۲ تک مولوی غلیل احمد صاحب سہارنپوری مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی کفایت اللہ صاحب شاہ جہا پوری اور مولوی محمد صادق صاحب اور مولوی عزیز الرحمن صاحب و مولوی شبیر احمد صاحب کو محدث لکھا ہے۔ اور وہ وہی مولوی انور شاہ صاحب ہیں۔ جن کو مولوی بدر عالم صاحب خاتم المحدثین لکھ چکے تھے۔ اگر خاتم کا لفظ وہی معنی رکھتا ہے۔ جو خاتم النبیین میں لفظ خاتم کے لیے جاتے ہیں۔ تو پھر یہ کیا ہے۔ کہ ایک مولوی دیوبندی صاحب۔ دوسرے مولوی صاحب کے لیے خاتم المحدثین لکھتے ہیں۔ نہ شاگرد صاحب یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ میرے استاد کا ایک اور بزرگ کو خاتم المحدثین مانتے ہیں۔ پھر میرا اس کے بعد ان اپنے استاد کو محدث بلکہ خاتم المحدثین لکھنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ میری اس شہادت کا خلاصہ اور اصل مطلب یہ ہے کہ صرف سلف صالحین ہی نے خاتم کے لفظ کو استعمال کر کے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ اس کے معنی تمام افراد کوئی کل الوجہ بند اور ختم کر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ ہمارے مخالف مولوی بھی اپنے عمل سے یہی ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے خاتم کا لفظ بار بار استعمال کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے معنی کل افراد کو بند یا ختم کر دینے کے ہرگز نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض کو بند کرنے کے ہوتے ہیں۔ پس یہ عرف عام کا عربی زبان کے لحاظ سے استعمال بھی ایک زبردست ثبوت ہے۔ کہ خاتم النبیین میں خاتم کا لفظ نبیوں کی تمام اقسام اور تمام افراد کی نفی کے لیے نہیں آتا۔ اور جو شخص ایسے معنی کرتا ہے۔ وہ عام شائع۔ متعارف معنوں کے خلاف کرتا ہے۔ اور بالکل بے ثبوت۔ کیونکہ ان معنی کی عربی زبان میں ایک مثال بھی نہیں پائی جاتی۔ ان سترہ واضح دلائل سے جن میں سے تین خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ اور ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اور آٹھ تصریحات مختلف زمانے کے بزرگوں۔ صوفیائے کرام اور ائمہ محدثین۔ مجددین ائمہ کی ہیں اور ایک ہمارے

مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ - ہائی مدرسہ دیوبند کی شہادت ہے - اور دو خود ہمارے مخالفین کے سکوتی اقرار اور ہر دہ کی ہیں - ان سب کی موجودگی میں کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے مخالفین جو معنی خاتم النبیین کے کہتے ہیں - وہ صحیح ہیں - اور ضروریات دین میں سے ہو سکتے ہیں - اگر ان علماء کے معنی صحیح تسلیم کئے جاویں اور ضروریات دین سے قرار دیئے جاویں تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ فتویٰ کہاں تک پہنچتا ہے - علماء صلحاء - و صوفیائے کرام - محدثین و ائمہ یہاں تک کہ حضرت ام المؤمنین اور بالآخر سید الاولین والاخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک - یہ تمام مذکورہ شہادتیں ثابت کرتی ہیں - کہ ہمارے مخالف مولویوں کے معنی خاتم النبیین ضروریات دین سے قطعاً نہیں ہیں کیونکہ ضروریات دین تو وہ ہیں - جو قرآن شریف نے متعدد آیات میں بیان کی ہوں - یا پھر ضرورت دین وہ ہوگی - جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ہو - ایسا پھر ضرورت دین وہ ہوگی - جو امت محمدیہ کے بزرگ اور مقدس لوگ - محدث - مجدد ادیان - صوفیائے کرام وغیرہ مختلف زوالوں میں ہونے کے باوجود پھر متحدہ طور پر بیان کریں - ایسا ہی ضرورت دین وہ ہوگی - جس کو ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ تصریح سے قرار دیں (ان کے نزدیک ایسے ہی ضرورت دین وہ کہلائے گی - جو زبان عربی کے محاورات کی رو سے ثابت ہو کر کسی دینی تصریح کی تعین کرتی ہو - نہ کہ بغیر کسی ثبوت زبان عربی کے - محض کسی ایک یا چند شخصوں کے مدعوہ - معنی - ہمارے مخالفین کو لازم ہے کہ وہ آیات قرآنہ یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی مسلمہ بزرگ - نیک و پاک بزرگ کی تحریر سے ایک بھی حوالہ اس امر کا پیش کریں - کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا - نہ شرعی - نہ غیر شرعی - نہ امتی - نہ غیر امتی - نہ بلا واسطہ نہ بالواسطہ اور پھر یہ ثابت کریں - کہ یہ معنی ضروریات دین سے ہیں - عنوان سے - ہمارے مخالفین اپنے مدعوہ معنی کی تائید کے خیال سے جوابات پیش کرتے ہیں - ان کی حقیقت کیا ہے - ہمارے مخالفین اپنے مدعوہ معنی کی تائید کے خیال سے بعض دیگر آیات بھی پیش کرتے ہیں - جن سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا - حالانکہ ان آیات کو اس امر سے دور کا بھی تعلق نہیں پہلی آیت جو وہ پیش کرتے ہیں -

وہ الیوم اکملت لکم دینکم وانتم مت علیکم نعمتی الخ سورہ ماڑہ کو ع ایک کی ہے

اس آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے - اس کا خلاصہ یہ ہے - کہ چونکہ دین کامل ہو چکا ہے - اور نعمت پوری ہو چکی ہے - اور سب سے بڑی نعمت نبوت اور دین ہے تو اب نہ کوئی ہی آسکتا ہے - اور نہ کوئی دینی - کیونکہ کمال کے بعد - کوئی دوسری چیز اندہ داخل نہیں کی جاسکتی اس کا جواب یہ ہے - کہ گواہ آیت میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ہے - کہ آئندہ کوئی نبی نہیں ہوگا - یا آئندہ نبوت - بند ہوگی - کیونکہ آیت میں ایسے الفاظ

ہرگز نہیں ہیں۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ لیکن اگر استدلال کیا جائے۔ کہ چونکہ دین کامل ہے۔ اس لیے کوئی نیا دین نہیں آئے گا۔ اور چونکہ نعمت کامل ہے۔ اس لیے آئندہ نبوت نہ ہوگی۔ تو پھر ان کے اس استدلال پر چند امور نتیجہ طلب ہیں۔ ان کو مد نظر رکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ آیا ان کا استدلال صحیح ہے۔ یا غلط اور آیا یہ آیت آئندہ نبوت کی نفی کرتی ہے۔ یا اثبات۔ امراول۔ کیا ہر نبی کے لیے نیا دین لانا ضروری ہے۔ یا یہ ضروری ہے۔ کہ دین میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کرے۔ امر دوم۔ کیا انبیاء بنی اسرائیل کے بعد دیگر سے ہمیشہ نیا بھی دین لاتے رہے یا دین سابق میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی کرتے رہے ہیں۔ ان دونوں امور کا جواب نفی میں ہے۔ مجھے حوالہ جات وغیرہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مشہور و معروف بات ہے کہ ہر نبی کے لیے نیا دین لانا ضروری نہیں۔ اور نہ پہلے دین میں کچھ تغیر و تبدل کرنا کچھ ضروری ہے۔ کیونکہ کئی نبی ایسے ہوئے ہیں۔ جو پہلی کتاب اور پہلے دین کی متابعت اور اسی کی اشاعت اور خدمت کے لیے آئے رہے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا انزلنا التوراة..... الخ سورہ مائدہ لکوعہ یعنی ہم نے تورات کو اتارا۔ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ فیصلہ کیا کرتے تھے اس کے ساتھ کئی فرما بظاہر نبی۔ ان لوگوں کے لیے جو یہودی تھے۔ یہ آیت واضح ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ بعض انبیاء بنی اسرائیل کوئی نیا دین یا کوئی نئی شریعت نہیں لاتے تھے۔ بلکہ تورات پر عمل اور اس کی خدمت کے لیے آتے تھے پس جب ثنابت ہو گیا۔ کہ ہر نبی کے لیے نئی کتاب یا نیا دین لانا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف اشاعت دین سابق کے لیے بھی نبی آتے رہتے ہیں۔ تو پھر یہ استدلال قطعاً باطل ہو گیا۔ کہ چونکہ دین کامل ہو چکا ہے۔ اس لیے آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ وہ استدلال اس لیے باطل ہوا۔ کہ ثابت ہو گیا۔ کہ کمال دین سے صرف تبدیلی دین سابق یا آمد دین جدید کی نفی نکلنے سے غایت کار اس نبی کا آنا ممنوع ہوا۔ جو شریعت جدیدہ لائے یا دین اسلام میں کچھ تبدیلی کرنے والا ہو۔ نہ کہ ہر ایک قسم کے نبی کا آنا۔ امر سوم۔ کیا دین کے کامل ہونے کا یہی مطلب ہے۔ یا یہی فائدہ ہے۔ کہ آئندہ اس دین کی ماتحتی میں کوئی فرد بڑے درجہ کا پیدا نہ ہو۔ یا کوئی فرد اس امت کا اس کامل دین پر چل کر کوئی کمال خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ کر سکے۔ اس امر کا جواب بھی نفی میں ہے۔ کیونکہ اگر دین کے کمال کا یہی مطلب ہے۔ کہ آئندہ کوئی شخص اس دین کے کمال کی برکت سے اعلیٰ درجہ حاصل نہ کر سکے۔ تو پھر وہ کمال کمال نہ رہا۔ بلکہ زوال ہوا۔ کیونکہ کسی کالج کی نسبت (دست) اگر عام اعلان کر دیا جائے کہ ہر رنگ میں دوسرے کالجوں سے متاثر ہے۔ اور بلحاظ عمارت۔ ساز و سامان۔ نصاب تعلیم وغیرہ ضروری اشیاء کے یہ کالج کامل ہو چکے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ آئندہ اس کالج میں آخری ڈگری یافتہ ایم۔ اے کلاس کا کوئی قابل فرد نہ ہو۔ اگر یہی مطلب

ہوگا۔ تو اس مطلب کے لحاظ سے وہ کالج کا لچ نہ ہوا۔ بلکہ ناقص ٹھہرا۔

امریہ ہارم۔ کیا جس طرح شریعت محمدیہ کے لیے فرمایا ہے۔ کہ یہ تمام ضروری امور کے بیان ہو جانے کی وجہ سے کامل ہو چکی ہے۔ اس طرح تورات کے لیے تمام علی الذی احسن تفصیلاً نکل شیء۔ (سورہ انعام رکوع ۱۹) تکمیل فرمایا۔ یعنی یہ تورات پورا کرنے والی ہے۔ ہر اس امر کو جو اچھا ہے۔ اور تفضیل کرنے والی ہے۔ ہر ضروری چیز کی پھر کیا تورات کے بعد اور تورات کی موجودگی میں نبی اسرائیل کے اندر وہ نبی نہیں آئے۔ جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ تورات کی رو سے فیصلہ کرتے تھے۔ کیا نیا دین نہ لاتے تھے۔ اور نہ اس دین میں کوئی تبدیلی کرتے تھے۔ کیا ان نبیوں کے آنے سے تورات کی شان میں کوئی فرق آیا تھا۔ اگر نہیں آیا تھا۔ تو قرآن شریف کے بعد اس کی نشر و اشاعت کوئی غیر شارع (غیر شارع) اُمی نبی آئے۔ تو قرآن شریف کی شان میں کیوں فرق آئے گا۔

امریہ ہارم۔ کیا نبی کا کام بگڑی ہوئی اُمت کو سنوارنا اور باہمی اختلافات کا دور کرنا اور لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے۔ یا کچھ اور۔

امریہ ہارم۔ کیا اُمت محمدیہ گمراہی سے محفوظ قرار دی گئی ہے۔ یا اس کے بگڑنے کا بھی خطرہ ظاہر کیا گیا تھا۔ ان دونوں امور کا جواب ایسا واضح ہے۔ کہ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ کیونکہ عام مشہور بات ہے۔ کہ اُمت محمدیہ کے بگڑنے کا نہ صرف خدشہ ظاہر کیا گیا ہے بلکہ پیش گوئی ہے۔ کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح فرقہ فرقہ ہو جائے گی۔ باوجود دین کامل ہو جانے کے یہ سب کچھ ضروری قرار دیا گیا۔ تو لازماً نبی کا انا ضروری ہوا۔ کیونکہ ایک طرف یہ مانا گیا ہے۔ کہ دین کا کام نبی شریعت لانا۔ یا شریعت سابقہ میں کچھ تغیر و تبدل کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ بگڑی ہوئی اُمت کو سنوارنا اور ہدایت کا راستہ دکھلانا۔ اور اختلافات کو مٹانا ہی ہے۔ اور دوسری طرف یہ بھی مانا گیا ہے۔ کہ اُمت محمدیہ نے بگڑنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ کہ چونکہ دین کامل ہو گیا لہذا اب نبی نہیں ہوگا۔

امر ہفتم۔ اگر دین کامل ہے۔ اور اس کا کمال چاہتا ہے۔ کہ اس دین میں سے کوئی شخص نبی نہ بنے۔ یعنی اس دین کا کمال کسی دوسرے نبی کے وجود کا مانع ہے۔ تو پھر بھی کامل دین ایک پہلے گذرے ہوئے نبی کا محتاج کیوں ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ اُمت محمدیہ میں سے تو اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ دین کامل ہو گیا۔ اور تقاضا کمال یہ ہے۔ کہ کوئی نبی نہ آوے۔ لیکن باوجود دین کامل ہو جانے کے آسمان کی طرف نظریں لگی ہوئی ہیں کہ گذشتہ نبیوں میں سے ایک نبی اگر بگڑی ہوئی اُمت محمدیہ کی اصلاح فرمادیں۔

امر ہشتم۔ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ نعمت کے یہ معنی ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اتمامِ نعمت کے معنی یا مفہوم۔ ہمارے مخالف علماء جو بیان کرتے ہیں۔ کہ آئندہ نبوت نہ ہو۔ اس کا وہ کوئی ثبوت نہیں دے سکتے ہیں۔ اور ایسی ایک مثال بھی قرآن شریف سے یا احادیث صحیحہ۔ متصلہ۔ مرفوعہ سے پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے اس معنی و مفہوم کی تائید ہوتی ہو۔ اگر قرآنی اصطلاح یا لغت عربی سے کوئی ایسی مثال۔ پائی جاوے۔ کہ اتمامِ نعمت سے اس نعمت کا بند ہو جانا مراد ہو کر تباہ ہے۔ تو مخالفین کا استدلال صحیح مانا جاتا۔ لیکن چونکہ کوئی مثال پیش نہیں کی گئی۔ اور اتمامِ نعمت سے نبوت کے بند ہونے کا ماخذ بتلا لیا ہے۔ اس لیے یہ استدلال قطعاً باطل ہے۔ صرف یہی نہیں کہ چونکہ وہ اتمامِ نعمت کی مثال اس مفہوم کے لیے جو وہ لیتے ہیں۔ کوئی دوسری مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان کا دعوئے بلا دلیل ہے۔ اور قابلِ التفات نہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں نعمت تمام ہونے کا مفہوم۔ ان کے مدعوئے مفہوم کے بالکل خلاف موجود ہے۔ وہ تو اتمامِ نعمت کا مفہوم نبوت کا بند ہو جانا قرار دیتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف میں اتمامِ نعمت کا مفہوم نبوت کا جاری ہونا ہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ
 وكدالك يجتبيك ربك الخ سورہ یوسف رکوع ۱۱، یعنی اسی طرح غیب کرے گا تجھے تیرا رب اور
 سکھلائے گا تجھے خوابوں اور باتوں کے انجام اور اتمامِ نعمت کے گے گا۔ تجھ پر اور دیگر آلِ یعقوب پر۔ جیسی اتمامِ
 نعمت کی اس نے ابراہیم اور اسحاق پر یقیناً تیرا رب علیم و حکیم ہے۔ اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی
 زبان سے خدا تعالیٰ نے خود تشریح فرمادی ہے۔ کہ لے یوسف سے تیرے دادا۔ پر دادا۔ اسحاق اور
 ابراہیم علیہم السلام پر اتمامِ نعمت ہوا۔ ویسا ہی تجھ پر اور دیگر آلِ یعقوب پر ہوگا۔ اگر اتمامِ نعمت سے
 نبوت بند کر دینی مراد ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آلِ یعقوب کو نبوت بند
 ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ لیکن کیا یہ صحیح ہے۔ اور کیا اتمامِ نعمت کی اطلاع کے بعد حضرت یوسف اور
 دیگر آلِ یعقوب کو نبوت نہیں ملی۔ سب دنیا جانتی ہے۔ اور قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ حضرت
 یوسف علیہ السلام اور دوسرے بزرگ آلِ یعقوب میں سے نبی ہوئے ہیں۔ جب اتمامِ نعمت کی اطلاع
 کے بعد وہ نبی ہوئے ہیں۔ تو پھر یہ کہنا کہ اتمامِ نعمت نبوت کو بند کرنے کا مفہوم رکھتا ہے قطعاً غلط
 ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف اور دیگر آلِ یعقوب کو اتمامِ نبوت کا وعدہ دینے کے
 بعد اپنی مفصل شہادت سے جو تفسیرِ اتمت علیکم نعمتی کی فرمادی ہے۔ وہی تفسیر اس آیت میں مراد ہے۔
 نہ کوئی اور۔ میرے ان آٹھ امور متیقح طلب سے یہ ثابت ہو گیا۔ اول۔ دین کامل ہونے کا مطلب یہ ہے
 کہ آئندہ کوئی نیا دین نہیں ہوگا۔

دوم - دین کامل ہونے کا یہ بھی مطلب ہے۔ کہ آئندہ کوئی تغیر و تبدل بھی نہیں ہوگا۔ یعنی شریعت کے لحاظ سے۔

تیسرا - دین کامل ہونے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آئندہ کوئی نیا تحت یا خاتم نبی بھی نہیں ہوگا۔ چوتھا۔ نبی کی آمد امت کے از حد بگڑنے پر ہوتی ہے۔

پانچواں - امت محمدیہ کو ضرور بگڑنا ہے اس لیے ضروری نبی آئیں گے۔

چھٹا - اتمام نعمت سے نبوت کی بندش ہرگز مراد نہیں ہوتی بلکہ۔

ساتواں - اتمام نعمت میں نبوت کے جاری ہونے کی بشارت ہے۔ پس یہ اہمیت اپنی تصریح کے ساتھ ہرگز

منافی نبوت غیر تشریحہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت سے نہ صرف ہم احمدی ہی یہ معنی سمجھتے ہیں بلکہ ہم

سے پہلے بزرگوں نے بھی یہی معنی کیا ہیں۔ میں ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ سید عبدالکریم جلی اپنی کتاب

انسان کامل جلد اول باب ۳۶ پر لکھتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم نعمتی

..... لہ انہ جالویا لکممال بذالک اس عبارت میں صاف تصریح موجود ہے۔ اول دین کے

کامل ہونے کی وجہ سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے ہیں۔ کیونکہ شریعت کی کوئی بات

بغیر تفصیل و تشریح کے نہیں چھوڑی گئی ہے۔

دوسرا۔ اگر یہ اہمیت کسی اور نبی پر نازل ہوتی۔ تو وہ نبی خاتم النبیین بنتے معلوم ہوا کہ شریعت کے کامل ہونے کی

وجہ سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بنے اور اس آیت الیوم اکملت لکم کا تعلق شرعی نبوت کے

ساتھ ہے۔ نہ علم نبوت سے۔

چیسرا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نبوت ختم کی ہے کہ ما ترک شیئ یحتاج الیہ الا قد

جاء۔ یہ یعنی کوئی بات بھی ایسی نہیں چھوڑی جس کی ضرورت تو ہو۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیان نہ فرمایا ہو گیا شریعت کے لحاظ سے آپ خاتم ہوئے۔ اور تب ہی الیوم اکملت لکم فرمایا گیا۔

چوتھا۔ یہ آیت آئندہ کا ملین امت کو آنے سے نہیں روکتی۔ صرف اتنا ظاہر کرتی ہے۔ کہ جو کوئی کامل

آئندہ آئے گا۔ وہ کوئی زائد بات پیش نہیں کرے گا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا۔ ملاحظہ ہو

فقہ ذیل ملاحظہ الذی یاتی بعد ۴ من الکمل شیئ مما ینبغی انہ یتبع علیہ

صلعم ذالک ویصیر تابع لہ

یعنی ان کاملوں میں سے جو حضور کے بعد آئیں گے کوئی کامل بھی کسی ایسی چیز کو نہیں پائے گا۔ جس کے متعلق

آپ کی تنبیہ ضروری ہوگی۔ مگر ایسی حالت میں ہی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ فرما چکے ہوں گے۔ پس

سورہ اعراف رکوع ۲۰ کی ہے۔ یعنی قل یا ایہا الناس جمیعاً۔ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہہ دو اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم سب کی طرف۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب لوگوں کی طرف رسول ہونے کا ارشاد ہوا ہے۔ اس لیے آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ اس استدلال کے متعلق میری طرف سے اتنا عرض ہے۔ کہ یہ استدلال محض غلط ہے۔ کیونکہ رسول مقبول کی رسالت کے عام ہونے کا یہ مطلب کہ آئندہ کوئی نبی نہ ہوگا۔ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نیکل اس سے پہلے کی آیت کے جواب میں با تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں پر صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی تمام بنی اسرائیل کی طرف نبوت عام ہونے کے بعد بھی انبیاء آئے۔ ان کی عام نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ویسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نبی آجائے پر آپ کی رسالت عام میں بھی کوئی خلل نہیں پڑے گا۔

واللہ اعلم بالصواب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبی آپ کے ہی طیفلی سے ماتحت نبوت کا درجہ حاصل کریں۔ اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام میں کسی نبی کے آنے سے خلل کا احتمال ہو سکتا ہے۔ تو ایسے نبی کی آمد سے ہوگا۔ جو نہ آپ کی امت میں سے ہو۔ نہ اس کی نبوت آپ کی طیفلی ہو۔ بلکہ برادر راست جو۔ مخالف مولوی صاحبان کی پیش کردہ آیات کے متعلق مفصل عرض کر دینے کے بعد اب میں ان احادیث پر ایک ایک کر کے نظر کرتا ہوں۔ جو نبوت کے بند ہونے کے متعلق پیش کی جاتی ہیں کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔

جو احادیث نبوت کے بالکل بند ہونے

کے لیے پیش کی گئی ہیں۔ ان کا جواب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوک کو تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر و جانشین فرمایا۔ حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد اور آپ کے ہر کام نے جا کر ثواب جہاد حاصل کرنے کا موقعہ دینے سے تکلیف ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا رضی ان تکون لی لانی بعدی۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ تو رضی نہیں ہے۔ اس بات پر کہ اس بات پر کہ تو جو میری نسبت سے اس مقام پر جس مقام اور منصب پر تھے ہارون، موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے ہاں مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس حدیث کے آخری جملہ الا انه۔ لانی بعدی سے یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ

حق میں ہے نہ کہ مرنے کے بعد کے معنی میں۔ دوسری دلیل اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نفی کی تھی ہے۔ یہ ہے کہ اس واقعہ کی دوسری روایتیں اس امر کی تصریح فرماتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں یہی واقعہ بیان کر کے پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نفی کی تھی ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون کا منصب دینے وقت نبوت کی نفی کو ان معنوں میں ظاہر فرمایا۔ کہ مگر اے علی تو نبی نہیں ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں قطعاً کسی کا حق نہیں ہے۔ کہ لابی بعدی کے یہ معنی کرے کہ آئندہ قیامت تک کی نفی مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی ہمارے عقائد کے خلاف نہیں پڑتی۔ دوسری حدیث جو عام طور پر نبوت کے بالکل بند ہونے کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ کانت بتوا اسرائیل..... خلفاء۔

(بحوالہ تجارتی جلد ۲)

یعنی بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی نبی وفات پاتا۔ دوسرا اس کے قائم مقام ہو جاتا۔ میرے بعد نبی نہیں۔ عقرب خلفاء ہوں گے۔ اس حدیث کے الفاظ تو واضح ہیں۔ قطعاً کوئی لفظ اس میں ایسا نہیں کہ جس میں قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہو ہاں استدلال کے طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ لابی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میں جواباً عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ استدلال محض غلط ہے۔ اور خود حدیث کے الفاظ ہی اس استدلال کی نفی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا کہ ان کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو گیا۔ تو اس کی جگہ دوسرا نبی کھڑا ہو جاتا، اپنے فوت ہونے کے بعد نبوت کی نفی فرمائی ہے۔ جس کا مطلب صاف ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں تو جب کوئی نبی فوت ہوتا۔ اس کے معاً بعد اس کا قائم مقام بھی نبی ہی ہوتا تھا۔ لیکن میرے فوت ہونے کے بعد میرا قائم مقام نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے لفظ بعد سے بعد متصل مراد ہے۔ نہ کہ بعد مفصل۔ یعنی اس حدیث میں اپنی وفات کے معاً بعد نبوت کی نفی ہے۔ نہ کہ قیامت تک کے نبی نہ ہونے کی کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہوتی۔ تو اپنی وفات کے ساتھ بنی اسرائیل کا قصہ جوڑنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔

جواب دوم

توسم ہم کا لفظ خود دلیل ہے۔ کہ یہاں پر کیسے انبیاء کی نفی مراد ہے۔ چونکہ انبیاء بنی اسرائیل دو قسم کے ہوئے ہیں۔ جلالی اور جمالی یعنی بعض سیاسی نبی نہیں تھے۔ مثلاً زکریا۔ یحییٰ۔ اور عیسیٰ علیہم السلام بعض انبیاء سیاسی تھے۔ عیسیٰ روضہ۔ داؤد۔ سلیمان۔ علیہم السلام۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کو اپنی سیاست کے لیے انبیاء کی ضرورت تھی۔ مگر امت محمدیہ کو اپنی اس سیاست کے لیے انبیاء کی ضرورت نہ ہوگی۔ سب سے پہلے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو سیاست شروع کی تھی۔ اس سیاست کو بھی چلانے کے لیے ان کی وفات کے معاً بعد دوسرے سیاسی نبی کی ضرورت ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کے بعد سلیمان علیہ السلام کی ضرورت ہوئی مگر میرے بعد میری ضرورت کی ہوئی۔ سیاست کو چلانے کے لیے انبیاء کی ضرورت نہ ہوگی۔ میرے خلفاء ہی اس سیاست کو چلائیں گے پس تو سمہم کا لفظ خود وضاحت کرتا ہے کہ یہاں سیاسی نبیوں کا ذکر ہے۔ کہ میرے بعد امت محمدیہ کی سیاست کے لیے نبیوں کی ضرورت نہ ہوگی جیسا کہ موسیٰ کے بعد معاً روضہ کی سیاست کے لیے ضرورت ہوئی۔ جواب سوم ۱۳۱ء کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ اسی لابی بعدی کے معنی۔ بزرگان سلف نے کیا کئے ہیں وہ صحیح ہمارے کسی تنازعہ میں فیصلہ کر دینے کے لیے پہلے بیان کردہ احادیث کے اور زیادہ مؤید ہو جائیں گے۔ اور لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ ان نکتوں پر بالادلائل اور قرائن کے علاوہ ہمارے بزرگوں نے جو معنی بیان فرمائے ہیں وہ زیادہ قابل قبول ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فاما نبوة السنديم والرسالة منقطع ... نبی۔ نوحات مکیدہ جلد ۲ صفحہ ۶۴۔ مصری یعنی کل طور پر نبوت بند نہیں ہوئی اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ صرف نبوت تشریحی منقطع ہو گئی ہے۔ پس یہی معنی ہیں لابی بعدی کے۔ اور ہم نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لابی بعدی فرمایا۔ اس لحاظ سے ہے۔ کہ کوئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔ نہ یہ کہ آپ نے بعد سی قسم کا بھی نبی نہ ہو۔

(۲) عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب ایواتیت والحواسر جلد ۲۔ صفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں۔ فقوله..... خاصۃ۔ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو کہ خاص شریعت جاری کرے۔

(۳) علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ اپنی کتاب مجمع البصار تمکدہ صفحہ ۸۵۔ پر وھذا..... شریعتہ کہ مسیح موعود کا انا لانی بعد کے مخالف نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد لانی بحدی میں یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں کہ جو شریعت کو منسوخ کرے۔

دہی مولانا فاضل صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔ ہاں لانی بحدی آیا ہے جس کا معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لائے گا۔ اقترب الساعہ صفحہ ۱۶۲۔ مطبوعہ آگرہ تیسری حدیث نبوت بالکل بند ہونے کے اثبات میں استدلالاً یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مثلی و مثل الانبیاء..... خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد ۱۲ کتاب الفضائل اس حدیث سے یہ استنباط اور استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے نبیوں کی مثال ایک محل کی ہے۔ کہ آنحضرت نے قمر نبوت کی تعمیر خود تشریف لاکر بند کر دی۔ کیونکہ آپ آخری اینٹ تھے جو اب اول اس استدلال کا یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من قبلی کی شرط لگا دی ہے۔ کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ ایسی ہے۔ جیسے محل کی اینٹیں۔ نبی آتے گئے اینٹیں لگتی گئیں۔ آخر ان گذشتہ نبیوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آپ نے ان نبیوں کو جو آپ سے پہلے آئے تھے ختم کر دیا۔ چونکہ ان کی اینٹیں لگ چکی تھیں۔ پس اس مثال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ظاہر فرمائی ہیں۔ اول جس قسم کے نبی پہلے آیا کرتے تھے۔ اس قسم کے نبی اب ہرگز نہیں آئیں گے۔ دوسرے پہلے جو نبی آپ کے ہیں۔ ان نبیوں میں سے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان دو مطالب کے علاوہ کوئی تیسرا مطلب ہو بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من قبلی یعنی مجھ سے پہلے کی شرط لگا دی ہے اگر یہ دونوں مطلب مراد نہ ہوتے تو من قبلی کا یہ گمان کی ضرورت نہ تھی۔ پس یہ حدیث تو ہمارے مفید مطلب ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد جس قسم کی نبوتیں شروع ہوئیں اور جوتی رہیں۔ ان سب نبیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بالکل ختم کر دیا ہے۔ کمالات کے لحاظ سے۔ شریعت کے لحاظ سے۔ استقلال کے لحاظ سے۔ زندگی کے لحاظ سے۔ اب ایسا نبی جو کوئی۔ کمال لانے والا ہو۔ یا نئی شریعت لانے والا ہو۔ یا بغیر آپ کے افاضہ کے مستقل طور پر آنے والا ہو۔ یا کوئی ایسا نبی جس کو زندہ تصور کیا جا رہا ہو کوئی بھی نہیں آئے گا۔ چونکہ بت بالا اتباع کا وجود پہلے نہ تھا۔ یہ مرتبہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملا ہے۔ اس لیے ایسی نبوت نہ پہلے تھی۔ اور نہ اس کے کوئی بند ہونے کا کوئی ذکر تھا۔ اور نہ بند ہوئی۔ کیونکہ یہ نبوت

بالا استفادہ تو اس آخری اینٹ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اگر ہمارا یہی اعتقاد ہوتا۔ کہ پہلے انبیاء کی طرح شرعی نبی آسکتا ہے۔ یا انبیاء غیر شریعت کی طرح کوئی مستقل طور پر نبی بن سکتا ہے۔ یا کمالات کے لحاظ

سے کوئی کمال لاسکتے ہے۔ یا پہلا کوئی نبی زندہ ہے۔ اور وہ اُسکتے ہے۔ یا آئے گا۔ تو ان سب صورتوں میں ہماری خلاف یہ حدیث پیش کی جاسکتی تھی۔ مگر چونکہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اور ہم اس قسم کی سبب بنو تو ان کو بند سمجھتے ہیں۔ اس لیے یہ حدیث ہماری معتقدات کے قطعاً مخالف نہیں ہے جو لوگ ہماری خلاف یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ وہ یا تو ہماری اعتقادات کو نہیں جانتے۔ یا جانتے ہوئے عمداً من قبلی کی شرط کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

جو تھی حدیث۔ جو ہماری مقابل پر پیش کی جاتی ہے وہ مسلم جداول کی ہے۔ جس میں انبیاء پر فضیلتوں کا اظہار اپنی ذات کے لیے آنحضرت نے فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں ختم فی البینون۔ اس فقرہ کے یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ میرے وجود کے ساتھ ہی انبیاء ختم کئے گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جواب اَدل۔

یہ حدیث بھی ہماری معتقدات کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی بھی دوسری روایتوں میں من قبلی کی شرط موجود ہے۔ یعنی حضور نے فرمایا ہے۔ کہ مجھ سے پہلے جو انبیاء آئے ہیں۔ ان پر مجھے پانچ یا چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ اور وہی میرے ذریعہ ختم ہوئے ہیں۔ اس میں بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر نہیں۔ بلکہ حضور سے پہلے آنے والے انبیاء کا ذکر ہے۔ پہلے انبیاء جس قدر بھی تھے۔ یا جس قسم کے تھے۔ وہ ہر رنگ میں ختم ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلی حدیث کے جواب میں مفصل عرض کر آیا ہوں۔

چونکہ پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو یہ شان حاصل نہ تھی کہ اس کی اتباع اور اس کی برکت روحانیہ سے کوئی دوسرا نبی بنے یہ شان صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہوئی۔ اس لیے ایسے انبیاء کا یہاں پر کوئی ذکر نہیں ہے۔ چونکہ ایسے انبیاء پہلے نہ تھے۔ اس لیے ان کے بند ہونے کی بھی کوئی تصریح نہ آئی۔ جو لوگ کسی نبی کو ابھی تک زندہ مانتے ہیں۔ اور ختم شدہ قرار نہیں دیتے۔ یہ حدیث تو ان کے خلاف ہے۔ ان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ پہلے نبی جن پر نبی کریم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہیں وہی نبی پھر کہ حضور کی ان فضیلتوں میں شریک ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کو معاذ اللہ غلط کریں گے۔ کیونکہ اس حدیث میں مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب ان کو حاصل ہو جائیں گی۔

جواب دوم

بزرگان سلف اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام انبیا کے جو معنی بیان فرمائے ہیں۔ اور جنہیں میں مفصل طور پر پہلے ذکر کر آیا ہوا ہے وہ معنی مقدم ہوں گے۔ نہ کوئی اور۔ ان تصریحات نے یہ دناسات کر دی ہے۔ کہ خاتم النبیین سے شرعی انبیاء کا ختم مراد ہے۔ نہ سب کا۔ پس ان دونوں جوابوں کی رو سے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

پانچویں حدیث۔ جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے۔ وہ ان آخر الانبیاء - آخر الامم ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء سے آخری نبی ہوں۔ اور تم تمام امتوں سے آخری امت ہو۔

جواب اول۔ میں اس کے متعلق یہ عرض کرنا ہوں۔ کہ آخر الامم کا فقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کی تشریح کے لیے بیان فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں ان انبیاء کا آخر ہوں۔ جو مستقل امتیں بنایا کرتے تھے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ تم آخری امت ہو اب امت بنانے والا کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ واقعہ ثابت ہے۔ اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے باہر کسی دوسری امت کا ہو یا آپ کی امت میں سے ہی ہو۔ مگر علیحدہ امت بنانے اب جو انبیاء آئیں گے وہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہی نبی بن گئے وہ خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوں گے۔ اور ان کے ماننے والے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی ہوں گے۔

جواب دوم۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی ایک اور تشریح بھی فرمائی ہے۔ یعنی مندرجہ بالا۔ آخر الامم کے الفاظ سے جس قسم کے نبیوں کے آخر ہونے کا ذکر تھا۔ ویسا ہی۔ آپ نے خاص قسم کے نبیوں کے آخر ہونے کے لحاظ سے یہ فرمایا۔ ان آخر الانبیاء و مسجدی ہذا آخر المساجد۔ یعنی میں آخر الانبیاء ہوں اور میری یہ مسجد آخر المساجد ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی

ہدایت واضح تفصیل فرمادی ہے۔ کہ میں ایسا ہی آخر الانبیاء ہوں۔ جیسی میری یہ مسجد آخر المساجد ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس مسجد کے بعد اور مسجدیں بھی بنی ہیں یا نہیں۔ اگر بنتی ہیں تو کیا انہوں نے اس مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے میں کوئی خلل ڈالا ہے۔ یقیناً نہیں ڈالا۔ اس لیے کہ وہ بعد کی تمام مساجد اس قبلہ کی طرف ہیں۔ جس قبلہ کی طرف مسجد نبوی کا رخ ہے اور اس طرز اور نمونہ پر ہیں۔ جس طرح مسجد نبوی ہے۔ ایسا ہی کوئی ایسا نبی جو شریعت محمدیہ پر چلنے والا ہو۔ اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر ہو۔ مانجھی کے مطلق سے جیسا کہ عام مسجدیں۔ مسجد نبوی کے ماتحت اور نمونہ پر ہیں۔ تو اس کے آنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پس اس حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آخر المساجد کے الفاظ کہہ کر تشریح فرمادی ہے۔ کہ جو معنی آخر المساجد کے ہوں وہی آخر الانبیاء کے لینے چاہئیں۔ ورنہ آخر الانبیاء کے ساتھ آخر المساجد کے الفاظ لانا قطعاً بے سود اور بیکار ہے۔

جواب سوم۔ عربی زبان میں آخر کا لفظ فقید المثال کے لیے بھی آتا ہے۔ اس لحاظ سے آخر الانبیاء اور آخر الامم کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ میں انبیاء میں سے فقید المثال اور بے نظیر ہوں۔ اور تم تمام امتوں میں سے بے نظیر اور بہتر امت ہو۔ ان معنی کی تائید میں عربی زبان کے عبادت ملتے ہیں۔ جن میں آخر کا لفظ بول کر موصوف کا فقید المثال ہونا مراد لیا گیا ہے۔ شراذی و شکری من لبدنہ۔ لاضر غالب آندا اگر بیع بحالہ مترجم ہندی طبع صفحہ ۱۴۲۔ اس کے ترجمہ میں شارح یہ الفاظ لکھتا ہے کہ ریح من زیاد نے میری دوستی اور پھر اتنے دور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب میں آخر شخص ہے۔ یعنی ہدیث عیدم المثال ہے خرید لیا۔ اور مراد عیدم المثال سے ریح ہے۔ یعنی اپنے لیے خرید لیا۔

دوسری الاشباہ والنظائر جلد ۳۔ صفحہ ۳۱۰۔ مصری میں علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت امام ابن تیمیہ کے لیے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ سیدنا آخر المجتہدین۔ تیسرا ان میں بھی نہیں معنوں میں اقبال کا یہ مشہور شعر ہے۔

چل بسا داغ آہ میت ال کی ریب دقل ہے

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

بانگ درا صفحہ ۸۹۔ چونکہ ان معنوں کی تائید قرآن پاک سے اور احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ اس لیے بھی یہ معنی مقدم ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ایسا ہی کنتم خیر امت کے ارشاد خداوندی کی بنا پر امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے۔ اس وجہ سے حضرت مولانا دوم نے فرمایا ہے۔

بہر ایں خاتم شد دست کہ یا بود
مثل اڈنے بود نے خواہند بود

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

ندانم بیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شان محسد

یاف سایا ہے۔ ہم ہوئے خیر ائمہ تجھ سے ہی اے خیر رسل

تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

غرض یہ حدیث بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ نبی کریم کا فرمودہ تشریحی سامنے ہو۔ اور اس کا
دل میں کچھ وقار ہو۔ یا آخر کے محادثات مد نظر ہوں۔

چھٹی حدیث جو ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہے۔ وہ لوکان بعدی نبیؐ لکان عمر ہے۔ جس میں بعدی
سے مراد بعد موتیٰ لی جاتی ہے۔

جواب اول اس کا یہ ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت ہمارے مخالفین اس تشریح کو چھوڑ دیتے
ہیں۔ جو خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی
دیگر روایات تے ان الفاظ کی تشریح کر دی ہے ایک مؤمن کا یہی کام ہے۔ کہ ایک روایت جس معنی کی
تاہند دوسری روایت سے ہوتی ہے۔ ان کو مقدم کرے۔ محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث
لوکان بعدی نبیؐ کی دیگر روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ لولم ابعث۔ بعثت عمر۔ شرح مشکوٰۃ مصری
جلد ۵ صفحہ ۵۳۹ مجتہائی کے حاشیہ پر بھی یہی لکھا ہے۔ ونی معنی طرق ہذا الحدیث۔ لولم ابعث
بعثت یا عمر۔ یعنی میں اگر اس وقت مبعوث نہ کیا جاتا۔ تو اے عمر تم مبعوث کئے جاتے۔ اس روایت
نے بتلایا کہ لوکان بعدی نبیؐ کا لفظ علاوہ ادسا کے معنی میں ہے۔ نہ کہ بعد موتیٰ کے معنی میں اب اس
روایت کے ہوتے ہوئے۔ کسی شخص کا وہ معنی کرنا جو اس حدیث کے صریح خلاف ہوں محض مغالطہ میں ہے
اس طرح اس حدیث کی روایت کنوز الحقائق مصری صفحہ ۱۰۳ میں اس طرح آئی ہے۔ لولم ابعث فیکم بعثت
عمر فیکم۔ ایسا ہی اس حدیث کی ایک اور روایت تاریخ الخلفاء میں حضرت ابو بکر صدیق کی سند سے اس
طرح آئی ہے۔ لولم ابعث فیکم بعثت عمر۔ تاریخ الخلفاء مصری صفحہ ۳۶ ایسا ہی یہ روایت کنز العمال
جلد ۶ صفحہ ۱۳۷ پر بھی آئی ہے۔ کس وضاحت نامہ سے بتلایا گیا ہے۔ کہ بعدی کا معنی غیر کے ہیں۔

ان روایات کی موجودگی میں جی کے رادی بھی علیحدہ اور سندیں علیحدہ اور ان کو درج کرنے والے بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وہ معنی نہ کرتا جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ہیں اور ان کے خلاف کچھ اور معنی کرنا محض مندر پر محمول کیا جائے گا۔ اس مقام پر ایک شبہ ہوتا ہے۔ کہ آیا بعدی کے معنی علاوہ اور سوایا غیر کے ہیں یا نہیں۔ سو میں اس کی چند مثالیں قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔ من اللہ الذی ینصرکم من بعدہ۔ آل عمران رکوع ۱۷۰۔ کون، مٹی ہے جو تمہاری مدد کرے اللہ کے علاوہ یا اس کے مواد پر لایا فتح اللہ للناں من بعدہ۔ سورہ فاطر رکوع (۱) جو رحمت خدا تعالیٰ لوگوں کے لیے جاری کرے کوئی نہیں اسے روکنے والا اس کے سوا اور جس رحمت کو وہ خود روک لے کوئی جاری نہیں کر سکتا۔ اس رحمت کو سوا اس کے ساتویں حدیث جو ہمارے مقابلہ پر پیش کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ ان المسائل والنہوۃ قد انقطعتم ولانہی۔ جو اباً عرض ہے۔ کہ یہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ میں مجھائے خود صحیح معنی پیش کرنے کے اپنے مخالفین کے مسلمہ بزرگ صوفی اور ولی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے معنی پیش کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔ ابن النہوۃ ولا نہی۔ فتوحات یکمہ جلد ۲ صفحہ ۳۔ یعنی وہ نبوت کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کے ساتھ منقطع ہوئی ہے۔ وہ صرف شرعی نبوت ہے۔ نہ عام مقام نبوت پس کوئی شرعی نہ ہوگی جو اس شرع کے خارج ہو۔ اور نہ کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ ہوگا اور یہی معنی ہیں آنحضرت کے ارشاد ان ارسالہ، والنبوت نہی بعدی کے۔

جواب دوم۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ لاکا حرف نفی جنس کے لیے آیا ہے۔ کہ کسی قسم کا کوئی نبی اور کسی قسم کا کوئی رسول بھی نہیں آسکتا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ یہ استدلال بھی محض غلط ہے کیونکہ اول اس حرف لاکا کی عمومیت اور نفی جنس سے خود ہمارے مخالفین کے عقیدہ حیات مسیح پر پانی پھر جاتا ہے۔ کیونکہ اس عمومیت کی نفی میں ان کا وجود بھی جاتا ہے۔

دوئم۔ اگر پیدا ہونے کی شرط لگائی جاوے۔ کہ آئندہ کوئی رسول یا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ یا نیا ہونے کی شرط لگائی جاوے۔ کہ آئندہ کوئی نیا رسول یا نیا نبی نہیں ہوگا۔ تو یہ تاویل بھی محض غلط ہے۔ کیونکہ لا نبی بعدی ولا رسول کے فقرہ میں پیدا ہونے یا نئے آنے کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اگر مراد اور مطلب بیان کرتے وقت کسی خصوصیت کی قید لگائی جاسکتی ہے۔ تو وہی قید مناسب سمجھی جاسکتی ہے۔ جس کی تائید قرآن کریم یا احادیث نبویہ یا اقوال بزرگان سلف سے ہوتی ہو۔ نہ اپنی کوئی ذاتی۔ سو میں احادیث اور اقوال بزرگان سلف سے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ صرف شرعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ نہ کوئی اور۔ پس یہ خصوصیت اور تفسیر لگائی جاسکتی ہے کہ ظاہر رسول بعدی ولا نبی سے مراد شرعی رسالت اور شرعی

نبوت کی نفی ہے۔

جواب سوم۔ یہاں پر صرف لافنی جنس کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ نفی کمال کے لیے آیا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ میرے جیسا کامل رسول آئندہ نہیں ہوگا۔ اور یہ ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہے۔ کہ لافنی بعدی ولا رسول کی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقوال مبارکہ بھی ہیں۔ جن میں وہ معنی کمال مراد لیتے ہیں۔ مگر کسی خاص قسم کی کوئی نفی کوئی مراد نہیں لیتا۔ مثلاً۔ لاصلوٰۃ الا بقا تہذیب الکتاب۔ اس کے بھی یہی معنی لیے جاتے ہیں۔ کہ کامل نماز نہ ہوگی۔ نہ یہ کہ نماز ہی نہ ہوگی۔ لادین لمن کا عہد لہ۔ اس کا بھی معنی ہے۔ کہ وہ کامل دیندار نہ ہوگا نہ یہ کہ بالکل بے دین ہوگا۔ جو عہد پورا نہ کرے۔ تیسرا لایمان لمن لا امانت لہ۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ کامل ایمان والا نہ ہوگا۔ نہ یہ کہ وہ بے ایمان ہوگا۔ جو امانت میں خیانت کرے۔ چوتھا۔ اذا صلتک قیصر اقل قیصر بعدہ۔ اس طرح ہے۔ اذا صلتک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ ان تمام مذکورہ بالا مثالوں میں حرف لاکو کوئی بزرگ بھی نفی جنس کا قرار نہیں دیتا۔
(مستدکبر)

۱۵ مارچ ۱۹۳۳ء

تمتہ بیان شہادت مولوی غلام احمد صاحب گواہ فریق ثانی۔
باقی احوال

آٹھویں حدیث تیس دجالوں والی پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ مطلب ہو۔ کہ آئندہ کسی قسم کی کوئی نبوت نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی یہ الفاظ ہیں۔ کہ جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ بلکہ صرف اتنا کہلے ہے۔ کہ قریبات میں ایسے ہوں گے۔ جب تک ایسے الفاظ نہ ہوں کہ آئندہ مطلق نبوت نہ ہوگی۔ یا جو دعویٰ نبوت کرے گا۔ وہ دجال ہوگا۔ تب تک نبوت کی بالکل نفی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ فلاں شہر پر اس وقت مصیبت نہ آئے گی جب تک اس میں چالیس چھوٹے قاضی نہ بن لیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اس شہر میں کوئی سچا قاضی بھی نہیں ہوگا اور جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ اس کی حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ جب کہ امت محمدیہ کے مناقب اور اس کے فضائل پر نظر کی جاوے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے اس کا خیر امت ہونا ثابت ہے۔

جب اس خیرامت میں چل دی اس قدر پھیلے تو کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ کہ طیب اس میں پیدا نہ ہوں۔ ورنہ لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہودی اور عیسائی بننے اور دجال اور کاذب مدعیان نبوت کے آنے کے لیے تزیینت ہے۔ مگر سچے مدعیان نبوت کے لیے نہیں ہے۔ کیا اس طرح پر امت محمدیہ کا تیرالامت ہونا باقی رہتا ہے۔

جواب دوم۔ شارح صحیح مسلم امام ابو عبد اللہ - محمد بن حلیف مالکی نے اس حدیث کے متعلق یہ شہادت دی ہے۔ - هذا الحديث ظاهر صدقہ ذالک۔ الکمال الاکمال کی جلد ۷۔ صفحہ ۲۵۸ مصری یعنی اس حدیث کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج تک جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ شمار کئے جاویں تو یہ تعداد پوری ہو جائے گی۔ اور ہر وہ انسان جو تواریخ کا مطالعہ کرے گا۔ اس کو یہ تعداد پوری ہو جائے گا اقرار کرنا پڑے گا۔ پھر اس مسلم کی دوسری شرح الکمال الاکمال میں دوسرے امام ابو عبد اللہ - محمد بن علی النازری فرماتے ہیں۔ - هذا الحديث عدد۔ یعنی اس حدیث کی سچائی پوری ہو چکی ہے۔ اور شمار کئے جاویں تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چونکہ یہ دونوں مصنف آج سے تقریباً پانچ سو برس قبل ہو چکے ہیں۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے۔ کہ آج سے پانچ سو برس قبل یہ حدیث پوری ہو چکی ہے۔

جواب سوم۔ علاوہ انہی زمانہ حال کے مشہور مصنف مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۳ سے ۲۳۹ تک و صفحہ ۳۳۶ وغیرہ نام بنام ان مدعیان نبوت کو ہمدیت کا ذکر کر کے اس تعداد کو پورا کر دکھایا ہے۔

جواب چہارم۔ اس حدیث کی دیگر روایتوں میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کرام نے ایسے دجالوں کی علامات دریافت کیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طریقہ پر تم ہو اس طریقہ کے خلاف وہ طریقہ تمہارے لیے پیش کریں گے یعنی خلاف اسلام وہ دوسری شریعت جاری کریں گے ایسا ہی اس حدیث کی دوسری روایتوں میں دجالوں کا ذکر کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً "مسلمہ کذاب اور اسود غنسی کو بھی فرمایا ہے۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان دجالوں سے مراد وہی دجال مدعیان نبوت ہیں۔ جو خلاف اسلام نئی کتاب یا کسی نئی شریعت کے دعوے دار ہوں۔ ان دونوں روایتوں کا ذکر حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۳ پر ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ - دور حدیث این خبر است از اہتہاء پس حاصل کلام یہ کہ اس حدیث میں تیس کے قریب مدعیان نبوت کا ذکر ہے۔ کسی کی خبر ہے۔ کسی سے مدعی نبوت ظلیہ غیر تشریحی کے آنے کی مجال ہے۔ دوسرا یہ کہ قوی شہادتوں سے ثابت ہے۔ کہ

جھوٹے مدعیان نبوت کی یہ تعداد آج سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی ہے تیسرے یہ کہ اس حدیث سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ اور تشریح کے مطابق بھی ایسے مدعیان نبوت کا ذریعہ مراد ہیں۔ جو خلاف اسلام نئی شریعت کو جاری کرنے والے ہوں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف قطعاً پیش نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ہم بھی ایسے مدعیان نبوت کو کافر گناتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ انہوں نے جو کچھ پایا وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور پیروی اور برکت سے پایا ہے آپ فرماتے ہیں

بکم قدمی دوری ازل علی جناب
زودا کفر است خصم زمان مہتاب

نویں حدیث جس میں وانا العاقب والعاقب الذی یبیس بعدہ نبیؐ کا جملہ ہے۔ جو ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث کا آخری فقرہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ ائندہ کسی قسم کی نبوت نہیں ہوگی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔ کیونکہ اول یہ حدیث بخاری میں جلد ۲۔ کتاب الفضائل جلد ۳ تفسیر سورہ صف۔ دو جگہ آئی ہے۔ مگر الذی یبیس بعدہ نبیؐ کا جملہ دونوں جگہ نہیں ہے۔ مگر یہ فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا۔ تو یقیناً دو تفسیری جملوں کی طرح اس کی بھی روایت ہوتی اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس جملہ کو بھی ضرور درج فرماتے۔ امام بخاری کا دو فقرہ اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنا۔ مگر آخری جملہ کو درج نہ کرنا۔ اس امر کی زبردست دلیل ہے۔ کہ وہ جملہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔ دوم صحیح مسلم جلد ۲۔ میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ کہ یہ تفسیری جملہ ابن شہاب امام زہری کا ہے۔ جو اس حدیث کی ہر اسناد میں آتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ فی حدیث عقیل قال قلت لزہری ما العاقب قال الذی یبیس بعدہ نبیؐ یعنی عقیل نے امام زہری سے پوچھا کہ عاقب کون ہوتا ہے۔ تو انہوں نے یہ فقرہ بولا۔

سوم۔ یہ بھی قرینہ خاص قابل غور ہے۔ کہ اگر یہ جملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمایا ہوا ہوتا۔ تو حاجی اور حافظ کی تفسیر کی طرح عاقب کی تفسیر میں بھی الفاظ یہ ہوتے۔ کہ الذی یبیس بعدہ نبیؐ۔ اور الذی یبیس بعدہ نبیؐ کے الفاظ نہ ہوتے۔ یعنی دونوں تفسیری جملوں میں بعدی۔ مشکم سے فرمایا دلیل ہے۔ اس امر کی کہ اگر عاقب کا تفسیری جملہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا۔ تو وہ بھی بعدی ہی مشکم سے ہوتا۔ نہ کہ بعدہ ضمیر غائب سے جو اپنے الفاظ سے بتا رہا ہے۔ کہ اس جملہ کا کہنے والا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سا کوئی اور ہے۔

بہرام - مرقاۃ شرح مشکوٰۃ محدث ملا علی قاری نے لکھا ہے - الظاہر ان هذا التفسیر..... من بعدہ - زیر حدیث - یعنی یہ ظاہر بات ہے - کہ یہ تفسیر ہی جملہ صحابی یا کسی تابعی یا تبع تابعین کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا - الغرض جب یہ تفسیر ہی جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہ ہو - تو لا محالہ ماننا پڑا کہ اس سے جو استدلال کیا گیا ہے - وہ از خود غلط ہے -

دسویں حدیث - لایقینی من نبوة الامم مبشرات والی حدیث پیش کی جاتی ہے - اس کا جواب یہ ہے - کہ اگر ان آیات سے قطع نظر بھی کی جاوے - کہ جن سے قرآن کریم کے بعد غیر تشریحی ظنی نبوت کا وجود ہوتا ہے - اور ان احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا جاوے - جن میں امت مجربہ کو آئندہ ظنی نبوت کی بشارت دی گئی ہے - اور ان بزرگان سلف کے اقوال کو بھی مد نظر نہ رکھا جاوے - جو اس حدیث کی موجودگی میں وحی والہام و کشف کے مدعی تھے - اور جنہوں نے آئندہ نبوت ظنیہ کی بھی تصریح کی ہے - جو سب اقوال تیسری اور چوتھی وجہ تکفیر میں ذکر ہوں گے - تو یہ بھی حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے - کیونکہ اس حدیث کی عمومیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پھر رویا صالحہ کے باقی تمام انعام اور برکات کی نفی ماننی پڑتی ہے - حالانکہ اس امت کے وحی و الہام سے مشرف ہونے کی فضیلت سب مسلمانوں کو مسلم ہے - لہذا یہ ماننا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے - نہ کہ خواص اور کل افراد کے لیے - کیونکہ ان خواص اور کاملین کو رویا صالحہ سے بڑھ کر انعامات مل چکے ہیں - اور واقعات زمانہ نے ثابت کر دیا ہے - کہ اس حدیث سے بجز رویا صالحہ کے اور سب قسم کی نعمت کے انقطاع کا استدلال خداوند تعالیٰ کی فعلی شہادت کی وجہ سے محض غلط ہے - چنانچہ علامہ سندھی تصریح کرتے ہیں کہ المراد انہام موجود - ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ - مصری - یعنی اس سے یہ مراد ہے - کہ عام مومنوں کے لیے نبوة میں سے صرف ایسے خواب باقی رہ گئے ہیں - وہ الہام و کشف اولیاء کے موجود ہیں - الغرض جتنی احادیث بھی فہرئ مخالف نے انقطاع نبوت کے استدلال میں پیش کی ہیں - وہ حسب حقیقت کے لحاظ سے نبوت غیر تشریحی یعنی ظنی نبوت کا منہ ہونا ہرگز ثابت نہیں کرتیں - اور ہما عت احمدیہ کے معقولات کے وہ خلاف نہیں ہیں -

مفسرین اور بعض دیگر علماء کے ان اقوال کا جواب جو مخالف علماء اپنے اپنے غلط معنی کی تائید میں پیش کرتے ہیں -

اس عنوان کے ضمن میں کئی شقیں قابل غور ہیں میں ہر شق کے متعلق علیحدہ علیحدہ عرض کرتا ہوں شق اول - کیا مفسرین یا دیگر علماء کے ذاتی خیال داخل شریعت ہیں - کہ ان کا ماننا ضروری ہو اور نہ ماننے سے

کئے۔ ایسا ہی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیتے وقت ہمیشہ فرماتے تھے۔ ہذا رائے.....
بالصواب۔ یہ سب اقوال بحجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۷ تک ہیں۔ جلد اول مصری۔ آخری
 قول کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنی یہ ایمان ابن ثنابت کی یعنی میری رائے ہے۔ اور یہ سب سے بہتر بھی معلوم ہوئی
 ہے۔ لیکن جو شخص اس کے اچھی بات لے آئے۔ وہ زیادہ بہتر ہے۔ جب وہ مشہور اور معروف ائمہ کرام جن
 کے اقوال سے فقہی مسائل میں سند لی جاتی ہے۔ جن کا نام بنام اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ خود یہ فرماتے ہیں۔ کہ
 کوئی قول محض اس وجہ سے کہ وہ فلان شخص کا قول ہے۔ قطعاً قابل قبول نہیں۔ پھر ظاہر ہے۔ کہ مفسرین
 کے ذاتی خیالات کہاں تک قابل قبول ہیں۔ مثلاً کیا مفسرین کی ہر بات صحیح اور قابل غور بھی ہے اس شخص
 میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مفسرین کے خیالات کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور کیا وہ تمام کے تمام اس قابل
 ہیں کہ قبول کر لیں جاویں۔ میں بلحاظ اختصار بطور نمونہ چند اقوال پیش کرتا ہوں۔

نوٹ۔

گواہ ہاں چند نمونے بیان کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں اس لیے
 بیان کرنے سے روک دیا گیا۔

(محمد اکبر)

عدالت مختاران مدعیہ اس مرحلہ پر کہ عدالت ترک کر کے چلے گئے ہیں۔ مولوی الہی بخش مختار مدعیہ
 بیان کرتا ہے کہ وہ خود مختاران مدعا علیہ کے مقابلہ میں پوری پیروی نہیں کر سکتا۔ اسے جدید مختار مقرر کرنے
 کے لیے مہلت دی جاوے۔ اس کی یہ استدعا چونکہ واجب ہے۔ لہذا سماعت مقدمہ کل تک ملتوی کی
 جاتی ہے۔ گواہ کو بقیہ شہادت کے قلمبند کرنے کے لیے پابند حاضری تاریخ مقررہ کیا جاوے۔

(۱۵ مارچ ۱۹۳۳ء محمد اکبر)

۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین میں سے مغباب مدعیہ الہی بخش حاضر ہے۔ مدعا علیہ اور اس کے مختاران حاضر ہیں۔ کل فریقین
 کے درمیان کچھ معمولی آویزش ہو گئی تھی۔ محمد مبارک مختار مدعا علیہ نے مدعیہ کے ایک مختار مولوی عبد الکریم
 کو جسے مختار کاری سے محکم عدالت علیحدہ کیا جا چکا تھا۔ کچھ سخت سست الفاظ کہے۔ جس پر مدعی کے دیگر
 مختاران کہہ عدالت چھوڑ کر چلے گئے۔ اس لیے الہی بخش کی اس استدعا پر کہ وہ کوئی دوسرا مختار مقرر کر
 کے پیروی مقدمہ کرے گا۔ سماعت مقدمہ ملتوی کی گئی تھی لیکن آج پھر الہی بخش کے ساتھ اور کوئی مختار حاضر
 نہیں ہوا۔ صرف الہی بخش حاضر ہے۔ اسے مزید مہلت نہیں دی جاتی اور کارروائی مقدمہ اس کے مواجہ میں

مشرع کی جاتی ہے۔ فریقین کو ہدایت کی گئی کہ وہ احکام مضابطہ اور احترام عدالت کو پوری طرح مدنظر رکھیں
وردہ سلوک قانونی ہوگا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء۔

(محمد اکبر)

۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء

تمہ بیان شہادت مولوی غلام احمد مجاہد گواہ مدعا علیہ۔ باقرار صالح

شق ثانی بھی جس کو عدالت نے غیر متعلق سمجھ کر مجھے بیان کرنے سے روک دیا ہے۔ میں چند
اقوال مفسرین کے ایسے پیش کرنا چاہتا تھا۔ جن سے حضرت انبیاء علیہم السلام کی مصصومیت کے خلاف باتیں
ثابت ہوتی تھیں۔ جن سے میرا مدعا صرف اتنا تھا۔ کہ مفسرین کے خیالات اس مقام تک پہنچے ہوئے
ہیں۔ کہ ان کا کوئی قول اس لیے کہ ان کا قول ہے۔ قطعاً کسی پر بھت نہیں ہو سکتا۔ شق ثالث۔ مخالف
علماء جو ہمارے سامنے مفسرین کے اقوال پیش کر کے چاہتے ہیں کہ ان احوال کو بغیر چون و چرا مان لیا جاوے۔
کر جیسے خود وہ علماء بھی مفسرین کے تمام اقوال کو اس طرح مانتے ہیں۔ جس طرح یہ کہ مانتے کے ہم سے طالب
ہیں۔ اس شق میں مجھے اتنا ہی عزم کرنا ہے۔ کہ مخالف علماء خود بھی مفسرین کے تمام اقوال کو سہر گز قبول نہیں
کرتے۔ صرف انہی اقوال کو مان لیتے ہیں۔ جو ان کو پسند ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ بلکہ ان کا مفسرین کے
تمام اقوال کو ماننا اس لیے ہوتا۔ کہ ان کے نزدیک مفسرین کے تمام اقوال کا ماننا ضروری ہے۔ تو وہ خود بھی
تمام اقوال کو مانتے ایک کو رد نہ کرتے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق جس قدر بھی اقوال تفاسیر میں
آئے ہیں۔ خواہ وہ اقوال مفسرین کے اپنے ہوں۔ یا دوسرے ائمہ کرام کے ہوں ان کو وہ نہیں تسلیم کرتے۔ ایسے
امام جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی تصریح فرمائی ہے۔ امام مالک اور امام ابن حزم امام ابن قیم اور باقی
ائمہ کرام جنہوں نے اپنے سکوت سے تصدیق کر دی ہے۔ کیونکہ وہ ائمہ کرام معمولی معمولی شرعی مسائل پر اپنے
اجتہادات کی بنیاد پر اختلاف رکھتے رہے ہیں۔ اور جو رائے ان کی ہوتی رہی ہے۔ اس کو وہ ظاہر کر دیا
کرتے تھے۔ لیکن اس مسئلہ میں جہاں دوسرے اماموں نے تصریح فرمائی وہاں باقی ائمہ نے خاموشی اختیار کی
ہے۔ تفاسیر کے لحاظ سے یا احادیث کی کتب کے لحاظ سے مندرجہ ذیل تفسیریں ہیں جن میں اقوال پائے جاتے ہیں
مجمع البعار۔ اکمال شہ مسلم۔ جلالین۔ بین السور مجتہبائی۔ تفسیر مخدومی۔ ترجمان القرآن۔ فتح الیابان۔ شق ثالث
مفسرین کی بیان کی ہوئی حدیثیں آیا ہمارے مخالف علماء مانتے ہیں۔ شق ثالث میں میں نے صرف اتنا بتلایا
تھا۔ کہ مفسرین اور ائمہ بعض اقوال کو بھی مخالف علماء مانتے ہیں۔ جو انہیں پسند ہیں۔ اب میں یہ بتلانا چاہتا

ہوں کہ مفسرین نے اپنی تفسیروں میں جو حدیثیں بیان کی ہیں۔ اور جن کے متعلق تصریح کی ہے۔ کہ یہ حدیثیں میں ان میں سے بھی ہمارے مخالف علماء ان کئی حدیثوں کو نہیں مانتے۔ جو ان کے مخترع عقیدہ کے خلاف ہیں۔ مثلاً لوکان موسیٰ ویسے حصین۔ لمادسح ہما۔ الا اتباعی۔ یعنی حضرت موسیٰ اور یسے علیہما السلام اگر زندہ ہوتے۔ تو میری پیروی کے بغیر ان کو چارہ نہ تھا۔ چونکہ یہ حدیث صحیحاً حضرت یسے علیہ السلام کی وفات ثابت کرتی ہے۔ اس لیے گو اس کو کئی لوگ امام اور مفسرین بیان کرتے ہیں ہمارے مخالف علماء نہیں مانتے۔ اس حدیث کو ترجمان القرآن۔ اور البواقیت والنجواہر۔ صفحہ کتاب اول جلد ۱ صفحہ ۴۶۱۔ اور کتاب دوم جلد ۱ صفحہ ۲۴ ہے مدارج السالکین جلد ۱ صفحہ ۳۱۳۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۶ پر بیان کیا ہے۔ آخری حوالہ اس مفسر صاحب کا ہے جس کے بعض اقوال ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں۔ اس طرح حدیث و اخباری ان عیسیٰ ابن مریم عاشق مائتہ وعشترین ستہ یعنی حضرت یسے علیہ السلام ۱۲۰ برس زندہ رہے تھے۔ یہ حدیث تفسیر کمالین پر حاشیہ جلالین مجتہبی صفحہ ۵۰ حج الکرامہ صفحہ ۲۸ اور بحوالہ حج الکرامہ طبرانی اور اصابہ نے بیان کیا ہے۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲ پر بھی یہ حدیث درج ہے۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ پر بھی یہ حدیث درج ہے۔ یہ آخری حوالہ اس تفسیر کا ہے۔ جس کو ہمارے مقابل پر عموماً پیش کیا جاتا ہے۔ باوجود ان کئی مفسروں کے اس حدیث کو حدیث بیان کرنے کے پھر بھی مخالف علماء اس حدیث کو نہیں مانتے۔ ایسا ہی محدث جلال علی قاری صاحب کا قول اکثر ہمارے سامنے پیش ہوتا رہتا ہے مگر ان کی کتاب شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۰۰ پر جو یہ حدیث لکھی ہے۔ لوکان عیسیٰ حیما مدی ہولا اتباعی یعنی حضرت یسے علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو ضروری میری پیروی کتے۔ اس کو بھی مخالف علماء نہیں ملتے۔ نہایت تعجب کا مقام ہے۔ کہ ہمارے مخالف علماء مفسرین کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو تو مانتے ہیں مگر ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم وہ اقوال قبول کریں جو مفسرین کے ذاتی ہیں۔ اور ہمارے مخالف علماء کو مسلم ہیں۔ خواہ ہمارے نزدیک وہ اصول صحت پر اچھے ظاہر ہوں یا نہ ہوں شق خاص۔ تفسیر منطلق علماء متقدمین و متاخرین کی آراء کہ انہوں نے تفسیر کو عقائد و احکام شرعیہ میں کہاں تک قابل اصل مانا ہے۔ اول قال احمد بن حنبل ثلاثۃ کتب لیس لها اصل۔ المغازی والملاحم والتفسیر ورواند مجموعہ فی بیان احادیث موضوعہ۔ صفحہ ۱۱۱ یعنی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ تین قسم کی کتابیں ایسی ہیں۔ جن کو کوئی شرعی اصل حاصل نہیں ہے وہ مغازی۔ ملاحم اور تفسیر کی کتابیں ہیں۔ دوسرا۔ هذا التفسیر..... مجاہیل۔ (اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ مصری) یعنی یہ طول طویل بیسی بیسی تفسیر جن کو ابن عباس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ سب ناپسندیدہ ہیں۔ اور ان کے راوی مجہول الاسم والحال ہیں۔ تیسرا۔ ثم الف..... بعدہ اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۲۶۔ یعنی تفسیر قرآن میں کثیر لوگوں نے

کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے استادوں کو ترک کر دیا ہے۔ اور پہلے درپے دوسروں کے اقوال درج کر دیئے۔ پس اس وجہ سے نقائص داخل ہو گئے۔ اور صحیح باتیں کمزور باتوں سے ملتیں ہو گئیں پھر یہ عادت ہو گئی۔ کہ ہر شخص جسے کوئی بات سوجھتی وہ درج کر دیتا۔ اور جو خیال جسے پیدا ہوتا اس خیال پر اعتماد کر لیتا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے ایسی باتوں کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اس عبارت نے تصریح کر دی ہے۔ کہ تفاسیر میں ہر قسم کا رطب و یابس۔ ہر قسم صحیح و سقیم خیال۔ ہر ناقص اور اچھی بات جمع ہو گئی ہے۔

چوتھا۔ وقد جمع المتقدمون مردود۔ مقدمہ ابن خلدون مصری صفحہ ۳۶۱۔ یعنی متقدمین نے تفسیری باتوں کو جمع کیا۔ اور کثرت سے لکھا۔ مگر ان کی کتب میں اور ان کی جمع شدہ باتوں میں اعلاؤ ناقص۔ قبول و مردود سب ہی قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔

پانچویں۔ ما قدم ملئت ومثل ذالک۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۶۱۔ مصری۔ یعنی متقدمین کی تفاسیر محض منقولی باتوں سے بھر گئیں۔ جو ان تک یہودیوں عیسائیوں سے پہنچی تھیں اور وہ سب ایسی ہی خبریں ہیں۔ جو یہود اور نصاریٰ کی روایتوں پر موقوف ہیں۔ اور وہ تفاسیر ایسی نہیں کہ جن کی بنا پر ہر حکام جاری کئے جاویں۔ کہ پھر ان اقوال کی صحت تلاش کرنی ضروری ہو اور ان اقوال پر عمل بھی جاری ہو۔ اور اس قسم کی صحت کے بارے میں مفسرین نے بہت تامل کیا ہے حیات جاوید مصنفہ مولانا الطاف حسین حالی نے بھی صفحہ ۲۰۷ جلد ۲۔ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ قدماء کی اس کوشش سے جو محض نیک نیتی سے کی گئی تھی۔ بے شمار روایتیں۔ تفاسیر قدیم میں ایسی درج ہو گئیں۔ جن کے لحاظ سے علماء محققین کو یہ کہنا پڑا۔ کتب تفسیر مشہودۃ بالاحادیث الموضوعۃ اور اس سے بھی زیادہ انہوں نے یہ ہے۔ کہ پچھلوں نے قدماء کی تفسیر دن میں جو رطب و یابس روایتیں پائیں بغیر اس کے کہ اصول علم حدیث کے مطابق ان کی تنقید کریں۔ ان تمام رطب و یابس روایتوں سے اپنی تفسیروں کو بھر دیا اور مخالفوں کے لیے اہم اثر کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر کہا ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہماری قدیم تفسیریں باتفاق تمام محققین اہل اسلام کے عموماً بے سند اور موضوع و ضعیف حدیثوں اور یہودیوں کے قصوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ جس قدر روایتیں تفسیر القرآن کے متعلق صحاح میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو بعد حذف اسناد کے ایک جگہ جمع کیا جاوے۔ تو تمام مجموعہ محدود صفحات سے زیادہ نہ ہوگا۔ حالانکہ کتب تفاسیر کی تمام روایتوں اور قصوں کو اگر جمع کیا جاوے۔ تو کم سے کم ایک ضخیم جلد مرتب ہو سکتی ہے۔ حاصل کلام ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے

مفسرین کے اقوال پر کس طرح عقائد کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ اور کیسے ان اقوال کے انکار کی وجہ سے کس کو کافر کہا جاسکتا ہے۔ شوق سادس۔ مفسرین کے وہ اقوال جو پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کا ایک مطلب ہے۔ اب میں ان اقوال کو جو مجھ سے خلاف ختم النبوت کے بارہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ فرداً فرداً لیتا ہوں۔ پہلا حوالہ من رحمت اللہ..... افعال۔

اس عبارت کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے۔ اس کے دو حصے بالخصوص قابل غور ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اول تو مسیلمہ کذاب اور اسود غنوی کی مثال سے کہ بتلایا۔ کہ ایسے انبیاء ممنوع ہیں یعنی جو شریعت اسلامیہ کے خلاف اور اس کے مقابل پر نئی شریعت کے دعویدار ہوں۔ دوم۔ اس نے یہ بھی بتلایا کہ ایسے لوگ نہ امر بالمعروف کرتے ہیں۔ اور نہ ہی عن المنکر کرتے ہیں۔ بلکہ نہایت فاسقانہ اور فاجرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور نہایت بھوٹے اور بہتان تراش ہوتے ہیں اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ جس مدعی نبوت کی زندگی ایسی نہ ہو۔ اور جس نے مسیلمہ کذاب اور اسود غنوی کی طرح دعویٰ نہ کیا ہو۔ جو خود یا جس کی جماعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہو۔ وہ مدعی نبوت ہرگز منع نہیں۔ میں اس جگہ صرف دو حوالے ایسے پیش کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب پر یہ حوالہ چسپان نہیں ہوتا۔

اول۔ مولوی محمد حسین جالوی۔ جو سخت معاند تھے وہ شہادت دیتے ہیں۔ براہین احمدیہ مصنف مرزا صاحب کے متعلق وہ ہماری دوائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر میں ایسی کتب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذلك اصرا۔ اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی اور جاتی دقلمی و سانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے اشاعت السنہ جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۲۹ حضرت مرزا صاحب کا اپنا پیچلچ اپنی زندگی کے متعلق یہ ہے۔ تم غور کرو۔ دلیل ہے۔ تذکرۃ الشہداء میں صفحہ ۴۲۔ دوسرا حوالہ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۷۵۔ کا پیش کیا جاتا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ و کہ نہ صلی اللہ علیہ وسلم..... اصرار۔ اس حوالہ میں بھی ماخون فیہ۔ نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ غایت کار اس میں اس بات کی تصریح ہے۔ کہ جو شخص اس کے خلاف دعویٰ کرے گا وہ کافر ہوگا۔ اب اس کے خلاف الفاظ میں جو ضمیر ہے وہ یا تو خاتم النبیین ہونے کی طرف جاتی ہے۔ تو خاتم النبیین ہونے کا خلاف خاتم النبیین نہ ہونا ہوا۔ لہذا۔ مسنف کے نزدیک یہ معنی ہوئے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ وہ کافر ہوگا۔ یا پھر

اس کے خلاف کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتی ہے۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہوگا۔ نہ یہ کہ جو شخص کسی قسم کا بھی دعویٰ نبوت کرے خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ظلی اور امتی نبی ہونے کا بھی دعویٰ کرے۔ وہ بھی کافر ہوگا۔ کیونکہ یہاں ایسے امتی نبی کے نہ ہونے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ بغرض محال اگر مصنف مذکور تصریح بھی کر دیتا۔ کہ کسی قسم کی کوئی نبوت بھی ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ ہوگی۔ تو بھی اس کا یہ کہنا فقط اس کی رائے تھی۔ جو کسی صورت میں ضروری تسلیم نہیں بالخصوص جب دیگر علماء اور مجددین و محدثین اور اولیاء امت کی بکثرت رائیں اس کے خلاف موجود ہوں اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اور آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تیس احادیث بھی ہوں جو شریعت میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان حوالہ جات سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔ کہ خود ان مفسرین نے ان حوالہ جات میں جس قسم کے بیوں کو جھوٹا کہلایا ان کا انا ممنوع قرار دیا۔ اور خاتم النبیین کے خلاف قرار دیا وہ میلہ کذاب اور اسود عس جیسے مدعیان نبوت ہیں۔ جنہوں نے مستقل شریعت کا دعویٰ کیا اور شریعت محمدیہ کے برعکس تعلیم دی۔ اور فسق اور فجور میں مبتلا رہے۔ پس ان حوالہ جات سے ایسے نبی جو امی ہو۔ اور اسی شریعت محمدیہ کا حامی اور ناصر ہو کے نہ آنے کا کوئی حکم نہیں نکلتا۔ دیگر علماء سلف کے جو حوالہ جات ہمارے مقابل پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کی حقیقت۔ یہ مہلا حوالہ۔ تاضی عیاض کی کتاب شفاء کی شرح مولفہ ملا علی قاری کی جلد ۲ صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹ مصری کا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ وکذا لک وبعده اس سائے حوالہ میں سے صرف ایک فقرہ لے کر جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ کہ القائلین بتواتر الرسل یعنی جو قائل ہیں۔ متواتر رسولوں کی آمد کے۔

جواب اقل۔ اس حوالہ کا وہ فقرہ جو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی القائلین تواتر رسل۔ ہمارے قطعاً خلاف نہیں۔ کیونکہ جو تعریف رسول کی ان علماء سلف کے نزدیک مروج ہے۔ اس تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ویسے رسولوں کی آمد کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ اور یہ ہم پر اتہام ہے۔ کہ ہم ویسے رسولوں کی آمد کے قائل ہیں۔ نبوت اور رسالت کے بارہ میں میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ ہم جماعت احمدیہ کے افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی شرعی نبی یا غیر شرعی مستقل نبی کی آمد کے ہرگز قائل نہیں۔ ہم صرف اس امر کے قائل ہیں۔ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ماتحتی سے اور آپ کی برکت اور افادہ روحانیہ سے آپ کی شریعت کے خدام انبیاء قیامت تک آتے رہیں گے۔ پس وہ حوالہ القائلین بتواتر رسل کا ہم پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ ان علماء کے نزدیک رسول کا

لفظ اس انسان پر بولا جاتا ہے۔ جو شریعت لائے۔ یا پہلی شریعت میں کچھ تبدیلی کرے مثلاً اول۔
 شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ الرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشریعہ۔ یعنی
 رسول وہ انسان ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ مخلوقات کے لیے مبعوث فرمائے۔ احکام شریعہ کی تبلیغ کے لیے
 نبی اس۔ جو شرح عقائد نسفی کی بھی شرح ہے۔ اس میں تفصیل درج ہے۔ کہ نبی اور رسول کے فرق کے بارے
 میں اختلاف ہے۔ جمہور مسلمانوں کا یہی مذہب ہے۔ کہ ان النبی اعم۔ کہ نبی عام ہے۔ اور رسول خاص
 ہے تب اس صفحہ ۷۹ پر رسول کے لیے بعض کتاب کی شرط کی ہے۔ اور بعض نے شرع جدید کی
 شرط لگائی ہے چنانچہ لکھا ہے یشترط فی رسول شریع جدید بخلات النبی نبی اس صفحہ ۸۰ ایسا
 ہی اس کتاب کے صفحہ ۲۴ پر حاشیہ میں شرح مقاصد کا حوالہ دے کر لکھا ہے۔ وقد یتخصر رسول
 بنسب لہ شریعت و کتاب کہ رسول کا لفظ خاص طور پر اس انسان پر بولا جاتا ہے۔ کہ جس کی کوئی شریعت
 نہیں ہے۔ ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک رسول کا لفظ شرعی

کفر عائد ہوگا جب کہ وہ علی و جبر الحقیقت کسی کا نبی ہونا تسلیم کرتا ہو۔ لیکن اگر علی و جبر المجاز کسی کو نبی مانے تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ بالکل انہی الفاظ میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے۔ اول سمیت نبی من اللہ تعالیٰ علی طریق المجاز لا علی و جبر الحقیقت۔ تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۵ یعنی مجھے خدا تعالیٰ نے علی و جبر المجاز نبی قرار دیا ہے۔ نہ کہ حقیقی رنگ میں۔ دوسرا۔ ومن قال..... کذاب۔ کذاب جس کی تشریح بالفاظ ذیل ہے۔ غرض ہمارا مطلب ہے..... کچھ شک نہیں۔

انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷ - ۲۸ -

تیسرا حوالہ۔ حاشا وکلا نبوة حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ اشتہار فروری ۱۸۹۲ء بحوالہ حقیقت النبوة صفحہ ۵۱ -

جواب سوم۔ شرح شفا کے حوالے کے دو جواب دینے کے بعد تیسرا جواب یہ عرض ہے۔ کہ ہمارے مخالفین ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر اس حوالہ کو اسی رنگ میں دیکھا جاوے۔ جس رنگ اور جس معنی میں انہوں نے پیش کیا ہے۔ تو یہ حوالہ خود انہی کے خلاف پڑتا ہے۔ کیونکہ اس حوالہ میں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے غلاة المتصفوۃ ای الجھلاء۔ و اجهل منهم ابن عدی حیث جعل نفسه خاتم الاولیاء یعنی کافر ہیں۔ غالی۔ جھوٹے صوفی بھی یعنی جاہل صوفی۔ اور ان صوفیوں میں سے زیادہ جاہل ابن عربی ہے۔ جس نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہا ہے۔ گویا اس کتاب والے تاملی عیاض اور ملا علی قاری کے نزدیک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر وغیرہ بھی کافر بلکہ زیادہ کافر ہیں۔ حالانکہ ہمارے مخالفین انہی شیخ اکبر کو ولی۔ صوفی مان چکے ہیں۔ بلکہ ملتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اگر یہ فتویٰ ان اصل عبارت کے لحاظ سے یا ایسی تشریح کے لحاظ سے جو رسول اور نبی کو جو ان کے ہاں

مروج ہے۔ یا ان کی صاف تشریح کے لحاظ سے کہ مجازی نبوت و کفر واجب نہیں کرتا ہم پر یہ فتوے ہرگز عائد نہیں ہوتا۔ لیکن بقرض محال اگر ہو بھی تو پھر یہی فتویٰ اس انسان پر تو علی الاعلان اور واضح طور پر نام لے کر لگایا گیا ہے۔ جو ہمارے مخالفین کے نزدیک نہ صرف مسلمان بلکہ شیخ المسلمین بلکہ صوفی ولی بھی ہے۔ اور ان ہمارے مخالفین کے نزدیک ہی نہیں۔ بلکہ اکثر بزرگان سلف کے نزدیک بھی۔ دوسرا حوالہ جو علاوہ مفسرین کے کسی اور بزرگ کا پیش کیا ہے۔ وہ بھی ملا علی قاری ہیں۔ جن کا قول اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مجازی نبوة کے دعویٰ سے کفر لازم نہیں آتا۔ انہیں بزرگ کا دوسرا حوالہ ان کی دوسری کتاب مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد ۵ - صفحہ ۵۶۴ مصری سے پیش کیا جاتا ہے۔ فالہ یعنی اتہ لا یحدث نبی لا نصدہ خاتم النبیین السابقین پہلا جواب اس حوالہ کا میری طرف سے یہ ہے۔ کہ انہوں نے اس عبارت میں

سابقین کے لفظ سے تصریح کی ہے۔ کہ پہلے نبی کے دوبارہ آنے کی نفی ہے۔ اگر بعد کے کسی نبی کے نہ آنے کا ذکر ہوتا تو سابقین کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔

حجاب دوم۔ بضر محال مان بھی یا جاوے۔ اور سابقین کے لفظ سے قطع نظر کی جاوے اور یہی مطلب نکالا جاوے۔ کہ ملا علی قاری بھی آئندہ نبوت کی نفی کرتے ہیں۔ تو آئندہ کی نبوت میں سے ہر قسم کی نبوت کی کسی طرح پر بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہی حضرت ملا علی قاری اپنی ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں۔
 والمعنی انه لا یاتی نبی ینسخ صلتہ ولہ یکن فی امتہ۔ موضوعات کبیر صفحہ ۵۹
 یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں۔ کہ آئندہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو حضور کی سنت اور شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس جب ان بزرگ نے آئندہ ایسے نبی کی نفی کی ہے۔ جو شریعت لانے والا ہو۔ یا شریعت میں تبدیلی کرنے والا ہو تو یہ مرقاہ کا حوالہ خود واضح ہو گیا۔ کہ یہاں پر نبی سے مراد ان کے خیال میں شرعی نبی ہے۔ نہ ہر قسم کا نبی۔

آٹھویں شق۔ فتاویٰ فقہاء کی حقیقت۔ اس شق میں چند فتاویٰ بیان کرتا ہوں۔ جن سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو گا کہ علماء کے فتاویٰ کفر کی کیا حقیقت ہے اور ان کا کیا اثر ہے۔ ان فتوؤں کو مانتے اور ان پر عمل کرنے سے امت مجدیہ کا کونسا حصہ مسلمان رہ جاتا ہے۔ جن علماء کے اقوال کے غلط معنی لے کر ہم پر فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ ان علماء کے فتوؤں کی نوعیت کیا ہے۔ انہیں کتابوں میں جن کتابوں سے مخالفت علمائے ہم پر فتویٰ لگایا ہے۔ یہ لکھا ہے۔ اول جو شخص کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا وہ کافر ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۰۔ جو شخص کہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے وہ کافر ہے۔ البحر الرائق صفحہ ۱۲۱۔ جو شخص کسی کافر کو تغلیبی سلام کرے۔ وہ کافر ہے الاستبصار والنظار مع شرح حموی مصطفائی پرہیس صفحہ ۱۷۵۔ اگر کسی کافر نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ اور کسی مسلمان کو کہا کہ مجھے اسلام بتلاؤ۔ یعنی اسلام پیش کر دو کہ میں کس طرح مسلمان ہوں۔ تو اس مسلمان نے اگر کہا کہ فلاں مولوی صاحب کے پاس جاؤ۔ تو وہ مسلمان بھی کافر ہو جائے گا۔ شرح فقہ اکبر مصری۔ صفحہ ۱۶۰۔ جو شخص بطور ڈرامہ اپنے آپ کو معلم یا استاد بتائے اور ہاتھ میں بیڈلے کہہ پھول کو ہائے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ البحر الرائق جلد ۵۔ صفحہ ۱۲۲۔

چھٹا فتویٰ۔ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلافت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۱۔ جس شخص سے کوئی سوالی خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگے۔ اور وہ نہ دے۔ یا کچھ کام کرانا چاہے اور وہ کام نہ کرے۔ تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۲۷۔ جو شخص کسی ذمی کی ٹوپی سر پر رکھے۔ اور اس کی غرض گری سردی دور کرنا نہ ہو۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ البحر الرائق صفحہ ۱۳۵۔ ان فتوؤں پر اگر غور کیا

جائے۔ اور عمل کیا جائے تو لازماً ماننا پڑتا ہے کہ وہ تمام بزرگ ہستیاں اور سلف صالحین جنہوں نے اپنی کتابوں میں تفریح کی ہے۔ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کو دیکھا۔ وہ بھی اور وہ محمدین جنہوں نے اپنی صحیح حدیث کی کتابوں میں اس بات کے متعلق باب باندھا اور حدیثیں بیان کیں کہ ایمان گھٹنا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے عملوں کے لحاظ سے مثلاً امام بخاری مسلم وہ مسلمان جو ملازم یا کاندلہ ہیں اور ہندو افسران یا انگریز افسران کو نفعی سلام کرتے ہیں۔ وہ مسلمان جو خود کسی ہندو یا عیسائی یا کسی غیر مذہب کو اسلام پیش کر سکیں اور اپنے مولوی کے پاس لے آئیں۔ وہ مسلمان کا لٹیٹ طلحہ جو ڈرامہ کرتے وقت استاد کا پارٹ ادا کریں۔ تمام شیعہ جو شیخین کی خلافت سے انکار کرتے ہیں تمام وہ مسلمان جن سے سائل وغیرہ خدا کا واسطہ دے کر روٹی کپڑا یا روپیہ مانگتے ہیں۔ اور وہ نہیں دیتے۔ وہ تمام مسلمان جو ہندوؤں۔ عیسائیوں یا دوسرے ذمی لوگوں کا لباس پہنتے ہیں۔ جو سر کا لباس ہو۔ یا دیگر بدن کا ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ان علماء کے فتویٰ سے کسی کو کافر بنایا جائے۔ تو پھر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ صرف مذکورہ بالا فتاویٰ سے ہی کتنا حصہ امت کا کافر بنتا ہے اور کتنے لوگوں کے نکاح ٹوٹتے ہیں۔ اور ان کی اولادیں ناجائز بنتی ہیں۔ عنوان ۷: آیت خاتم النبیین کے صحیح معنی۔ اس قدر تفصیل کے ساتھ عرض کر دینے کے بعد کہ جو معنی جہاں مخالفین لیتے ہیں۔ وہ غلط ہیں ضروریات دین میں سے نہیں ہو سکتے اور ان معنی کی تائید میں جو حوالہ جات تفسیروں سے پیش کئے ہیں۔ ان حوالہ جات سے بھی وہ حقیقت نہیں ہے۔ جو وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ حقیقت متصور بھی ہو۔ تو پھر وہ حوالہ جات بعض لوگوں کے انفرادی آراء ہونے کی وجہ سے ایسی وقعت نہیں رکھتے کہ ان کے انکار سے کسی کو کافر کہا جائے خاص کر ایسے وقت میں کہ ان مذکورہ معنی کا انکار کرنے والا اپنے پاس دیگر بزرگان سلف دائمہ کرام مجددین و محدثین اور اولیاء پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ معنی بھی اپنی تائید میں رکھتا ہو۔ اب میں اس عنوان میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ آیت خاتم النبیین کا صحیح مطلب کیا ہے۔ یہ آیت سورہ اہزاب کے پانچویں رکوع کی ہے۔ اور تاریخی طور پر ثبات ہے کہ مشہور میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر مخالفوں کے اعتراضات کے جواب میں اتری تھی۔ فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، اس سورہ کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ البنی ادلی بالمرنین امھا تکلم یعنی نبی زیادہ شفیق ہے۔ مومنوں پر۔ خود مومنوں کے نفوس سے بھی۔ اور اس کی بیویوں کی مائیں ہیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ نبی ہونے کے واضح طور پر مومنوں کا باپ قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس وجہ سے بزرگان سلف نے کہا ہے۔ کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اول۔ وقال مجاہد اخوة

فتح البیان جلد ۱۔ صفحہ ۲۵۱ یعنی مجاہد تابعی کہتے ہیں۔ کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے سب مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔

قال نَسْفِي عليه . فتح البيان جلد ۷ - صفحہ ۲۸۶ یعنی نسفی نے کہا ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے کہ واجب ہے۔ ان پر توقیر و تعظیم کرنا اس نبی اور رسول کی۔ اور اس نبی پر بھی واجب ہے۔ کہ اپنی امت کی خیر خواہی اور شفقت کے۔ چنانچہ بعض قراءتوں میں تو صاف طور پر یہ ہوا ہے کہ ہم کے الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً فتح البيان جلد ۷ صفحہ ۲۵۱ یعنی ابن مسعود کی قرائت النبی اولى بالمؤمنین کے ساتھ۔ دہوا ہے کہ ہم کے الفاظ بھی مردی ہیں۔ ودرامن بحالہ ابن ہم فتح البيان صفحہ ۲۵۲ یعنی بحالہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ایک نوجوان کے پاس سے گزرے اور وہ نوجوان قرآن میں اذوا جہلہ اٹھاتے سمجھتا تھا دہوا ہے کہ ہم بھی پڑھ رہا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ اس شروع کی آیت میں خدا تعالیٰ نے بلحاظ نبی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر مخالفوں کا اعتراض دور کرنے کے لیے اول تو یہ فرمایا کہ وما جعل دعیامکم ابناکم کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ ذالکم فکم بافواکم یہ صرف تمہارے منہ کی بات ہے۔ اور پھر فرمایا۔ ماکان محمد الخ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ اس کلام سے دو شبہ اور اعتراض پیدا ہوتے تھے۔

اول۔ کہ شروع سورہ میں بلحاظ نبی ہونے کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ قرار دیا تھا۔ اور اب اس آیت میں ان کے باپ ہونے کی نفی کر دی ہے۔ تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی سے آپ کی نبوت کی بھی نفی ہو گئی۔ شہاب میں درج ہے۔ کہ انہ انما نفیت رسالتہ ذالک بشہاب علی ایستادوی جلد ۷ - صفحہ ۱۷۵۔ یعنی نبی ابوت سے نفی نبوت کا تک پڑتا تھا اس لیے اس کو دور کر دیا۔ وکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے درامن اعتراض۔ مکی سورۃ میں سورۃ کوثر کو نازل کر کے بتلایا تھا۔ کہ ان شاتمک هو الابتر کہ آپ کا دشمن فقطوع النسل ہے۔ اب اس آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد زینہ کی نفی کی تو کیا خدا نخواستہ آپ پر بھی اسی حالت کے چسپاں ہونے کا احتمال ہے پس ان دونوں شبہوں اور اعتراضوں کو دور کرنے کے لیے فرمایا۔ وکن رسول اللہ وخاتم النبیین لہذا۔ وکن رسول اللہ اور خاتم النبیین کا جملہ مقام مدح میں ہے۔ اور اسی تنگ کو دور کرنے کے لیے جو پہلے کلام وماکان محمد من رجالکم سے پیدا ہوتا تھا۔ مجھے یہ ضرورت نہیں کہ وکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے مقام مدح میں وارد ہونے کے حوالہ دوں۔ کیونکہ سب مسلمان اس کو توصیفی اور تعریفی جملہ ہی مانتے ہیں۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کو اپنی مدح میں فرمایا ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں جو کچھ بھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں فرمایا گیا ہے وہ سب مقام مدح میں ہی ہے تاہم میں درلود بند کی علماء کے مسئلہ بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ایک حوالہ بتاتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی کو انکار نہیں کہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں خاتم النبیین کے الفاظ مقام مدح میں ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ پہلے کلام سے جو شبہ پڑتا تھا۔ اس کے ازالہ کے لیے بھی۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین آئیے۔ اس کے لیے میں حوالے پیش کرتا ہوں۔ اول نحو کی مشہور کتاب شرح جامی سے لاکن معنی۔ یعنی لاکن کا حرف استدراک کے لیے ہوتا ہے۔ اور استدراک کے معنی ہیں اس وہم اور شک کو دور کرنا۔ جو پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہو۔ یہ صرف لاکن ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے۔ جو لفظی اور اثبات کے لحاظ سے آپس میں مختلف ہوں۔ ولکن حقیقہ ولو معنی یعنی لاکن محفظة یا لتغییلہ دونوں استدراک کے لیے ہوتے ہیں۔ اور استدراک کے معنی یہ ہیں کہ دور کر دینا اس وہم کو جو پیدا ہوتا ہے۔ پہلے کلام سے اور اس کی شرط یہ ہے۔ کہ پہلے اور پچھلے کلام میں تفریق اور اثبات کا اختلاف خواہ وہ معنوی طور پر ہی ہو۔ ان دونوں حوالوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ خاتم النبیین والی آیت میں ماکان محمد رجا لکم سے واقعی کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کے دور کرنے کے لیے صرف لاکن کو لاکر ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ سو دونوں شبہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ جن کو دور کرنے کے لیے لاکن کا حرف لاکر اس آیت میں دو اعنائی جملے زائد کرینے گئے ہیں۔ ایک رسول اللہ کا جملہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت یا رسالت کا اظہار کیا ہے جس سے بتا دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت ویسی ہی قائم ہے۔ کیونکہ ابوت روحانیہ آپ کو حاصل ہے۔ دوسرا جملہ خاتم النبیین کا بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر کیا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یعنی بلحاظ روحانی حالات اور کمالات قدسیہ کے آپ دوسرے انبیاء کے برابر نہیں بلکہ ان سب سے افضل و برتر اور بے نظیر ہیں۔ اب جائے غور ہے۔ کہ چونکہ خاتم النبیین کے الفاظ یہاں مقام مدح میں واقع ہوئے ہیں اس لیے خاتم النبیین کے وہی معنی صحیح اور ضروری ہوں گے۔ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہو۔ سو اگر خاتم النبیین کے یہ معنی قرار دیے جاویں۔ کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور سب سے آخر میں آئے ہیں۔ تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ چنانچہ فریق مخالف کے مسلم بزرگ بھی لکھتے ہیں۔ اہل انہم پرورشیں ہو گا کہ تقدیم تاخیر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمایا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ تخذیر اناس صفحہ ۳۰۳ جب یہ ثابت ہو گیا کہ بلحاظ سیاق و سباق اس جگہ وہ معنی ہونے چاہئیں

کیا کہ آئندہ وہی سچا نبی سبھا جائے گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ماتحتی میں آوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل درآمد از خود کرے۔ دوسروں سے کرواتے اور جو کمال بھی حاصل کرے۔ وہ آپ کی ہی قوت قدسیہ کی برکت سے حاصل کرے۔ انہی معنی کی رو سے حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ موضوعات کبیر صفحہ ۵۹ والمعنی۔ انہ لایاتی نبیٰ ینسخ ملتہء ولم یکن من امتہ یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی اب ایسا نہیں آئے گا۔ جو آنحضرت کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ حاصل کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ خاتم بمعنی مہر۔ جو تصدیق کے لیے جوتی ہے۔ یعنی آپ نبیوں کے صدق ہیں۔ خواہ پہلے ہوں۔ خواہ آئندہ آئے والے۔ یہ معنی ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہیں کیونکہ وہ بھی باوجود حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے کے جب کبھی بھی اپنے خیال سے ان کو آسمان سے اتارتے ہیں۔ کہ جب بھی وہ آئے گا۔ تو اسی شریعت محمدیہ پر خود چلیں گے اور دوسروں کو بھی چلائیں گے۔ گویا ان کی صداقت تب ہی ثابت ہوگی جب کہ وہ مذہب اسلام کے پابند ہوں۔ ہمارے نزدیک وہ یحییٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ اب جو بھی آئے گا۔ وہ عیسوی صفت کے ساتھ اس امت محمدیہ میں ہی سے پیدا ہوگا۔ دوسرا کام مہر کا یہ بھی ہوتا ہے۔ یعنی بعض مہر میں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ جیسے وہ ہوتی ہیں ویسی دوسری چیز بنا دیتی ہیں۔ مثلاً ٹکٹوں کی مہر سے ٹکٹ بنتے ہیں۔ یا درپوں کی مہر سے درپے بنتے ہیں۔ یا پاؤں کی مہر سے پاؤں بنتے ہیں۔ اس وجہ شیبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی حضور کا افادہ روحانی اور آپ کی قوت قدسیہ روحانی طور پر رہی تراش ہے۔ کہ آپ کے وجود باوجود آئندہ نبی بنا کریں گے۔ اور یہ درہ اور کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ کہ محض ان کی غلامی سے۔ مثالی رسول ہو کر کوئی شخص نبی بن گیا ہو۔ حاصل کلام یہ کہ خاتم کے معنی اگر مہر کے لیے جاویں تو یہی وجہ شیبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی وہ ایسے معنی ہو سکتے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت کرتے ہیں تیسرے معنی۔ ان دونوں عام اور کثیر استعمال معنوں کے سوا محاورہ کے لحاظ سے ایک اور معنی بھی ہیں۔ کہ کمالات کے لحاظ سے ایسا ہونا کہ دوسرا اس قسم کا نہ ہو۔ یہ معنی عموماً محاورہ پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ایک شاعر اپنے استاد کی وفات پر مرثیہ کہتا ہوا یہ شعر کہتا ہے۔

فجع القریض بخاتم الشعرائی
وغیر روضۃ ہاجیب لانی

(دقیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

یعنی شاعر کو صدمہ پہنچا۔ خاتم الشعرائی کی وفات سے جو شعر اور اشعار کے باغ کا ایک تالاب تھا

کہ ان شعرائے اور اشعار کو اس تالاب سے مدد ملتی تھی۔ یعنی ابو تمام حبیب طائی اس شعر میں خاتم الشعراء سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا گیا۔ کہ آئندہ کوئی شاعر ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی مراد ہے۔ کہ اس جیسا شاعر نہیں ہوگا۔ انہی معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ حضرت مولانا دردم فرماتے ہیں۔

ختمہائے کا بنیاد رکھنا مشہور حقیقت بر تو جہت

مثنوی دفتر بخشتم باب دوم آخر۔ مطلب صاف ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ان معنوں میں ہیں کہ آپ جیسا نہ کوئی پہلے ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ رشل ارنے بودنے خواہند بود اور ہو خامیاں اور نقائص پہلے سے چلے آتے تھے وہ آپ نے دور فرما دیئے۔ اور تمام راز ہائے سر بستہ آپ نے بے نقاب کر دیئے۔ اس لیے آپ بلحاظ کمالات کے خاتم ہوئے۔ انہی معنی میں حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بک تخم الولاية مکالمہ فتح الغیب صفحہ ۳۰۔ نو لکشر مطبع یعنی راہ سلوک میں فانی الارادہ ہونے کے بعد اسے مرید تو ایسا ہو جائے گا کہ تھ پر ولایت ختم کی جائے گی یعنی تو اپنے ہم معصروں میں بے نظیر اور اعلیٰ مقام پر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تیرے بعد آئندہ ولایت ہی ختم ہو جائے گی۔ انہی معنی میں ختم اور خاتم کا لفظ فارسی زبان کا بھی محاورہ بن گیا ہے مشہور انوری شاعر نے اپنے قطعہ میں کہا ہے۔ مادر گیتی نژادہ بر مصطفیٰ پیغمبری۔ اس طرح ہر ختم کا لفظ ان دو میں بھی بے نظیر کے معنوں میں محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ مولانا حسرت موہانی کے دو شعر عام طور پر مشہور ہیں۔

اس ناز میں پہ ختم ہیں سب شبیوہ ہائے ناز
جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

پھر کہتے ہیں۔

ختم تھا جس پر کبھی انداز حسن و دلبری ،
آہ اب لاؤل کہاں سے وہ نگاہ التفات

نہ صرف اس پر بس ہے بلکہ عام اردو بول چال میں کسی ایسے گفتار انسان کو کہتے ہیں۔ کہ اس پر تقریر کرنا ختم ہو گیا۔ یا سخاوت پر کہتے ہیں کہ سخاوت خاتم پر ختم ہو گئی۔ الغرض خاتم یا ختم ہونے کا محاورہ صرف عربی زبان میں تو نہیں ہیں۔ اس معنی میں کہ ویسا نہیں ہوگا۔ مگر یہ محاورہ ترقی کرتے کرتے لفظ خاتم اور ختم کے ساتھ فارسی اردو اور عام بول چال میں بھی رواج پا گیا۔ جو ختم کے معنی جو خاتم کے کئے جاتے ہیں وہ آخر کے ہیں۔ یہ معنی نہ لغت کے ہیں۔ نہ محاورہ عرب کے۔ بلکہ محض خیالی اور تاویلی ہیں۔ ان کے متعلق میں

عربی کتابوں - کہ اول تو یہ اصلی معنی نہیں ہیں - بلکہ لازمی معنی ہیں - جو خود قرآن دیتے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے - کہ کوئی لغت والا خاتم کے معنی ہرگز آخر نہیں لکھتا - اور نہ کوئی محاورہ ہی ایسا پایا جا سکتا ہے - جن لوگوں نے ان کو آخر کے معنی میں لیا ہے - انہوں نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ لازمی معنی ہیں - یا تاویل کے لحاظ سے ہیں نہ کہ اصل معنی - مثلاً تفسیر فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ - میں لکھا ہے -

قال ابو عبیدہ خاتمہ - یعنی ابو عبیدہ کہتے ہیں - کہ یہاں اصل وجہ زیر ہے - کیونکہ تاویل یہ ہے - کہ آپ نے ان انبیاء کو ختم کیا - اور آپ ان کے خاتم ٹھہرے - پھر شہاب جلد ۱ صفحہ ۷۵ پر لکھا ہے - وقولہ ایضاً - کہ فتح کی قرأت کی وجہ سے جو قرآن میں آئی ہے - خاتم کا لفظ اسم آلہ ہے - جس کے معنی ہر گانے والی چیز کے ہیں - اگرچہ انجام کار تاویل کے لحاظ سے اس کے معنی آخر کے بھی ہو سکتے ہیں - پھر روح المعانی میں لکھا ہے - والخاتم آخر النبیین - روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۵۹ میں خاتم اسم آلہ ہے - اس چیز کو کہتے ہیں - جس کے ساتھ مہر لگائی جاوے - جیسے طابح اس کو کہتے ہیں - جس کے ساتھ طبع کیا جاوے - پس خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص جس کے ذریعہ نبیوں کو مہر لگائی گئی اور انجام کار تاویل اس کی یہ ہے کہ آخر النبیین الغر من جو شخص بھی خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کرتا ہے - وہ تاویل کے لحاظ سے کرتا ہے - نہ کہ اصل کے لحاظ سے اور یہ تاویل بھی ان لوگوں کی محض بے ثبوت ہے - کیوں کہ انہوں نے قطعاً کوئی مثال یا نظیر یا وجہ پیش نہیں کی کہ وہ کیونکر یہ تاویل کرتے ہیں - یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب یہی لوگ خاتم کورت زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں - اور پھر اس کو اسم آلہ بھی قرار دیتے ہیں - اور اسم آلہ کے لحاظ سے اصل معنی بھی کرتے ہیں - اور اسم آلہ کی مثالیں بھی دیتے ہیں - کبھی قالب کی اور کبھی طابح کی مگر خاتم کے تاویل کے ساتھ آخر کے معنی کرتے ہوئے کوئی مثال نہیں دیتے - اس کی بہی وجہ ہے کہ یہ تاویل ایک غلط عقیدہ کی وجہ سے ہے نہ کسی قرینہ مثال کی وجہ سے -

دوئم - بغرض مجال اگر مان بھی لیا جاوے - کہ یہاں خاتم النبیین کے اصل اور حقیقی معنی کی بجائے تاویل اور لازمی معنی ہیں - تو یہی تاویل کرتے وقت آخر نبی کے معنی - اس رنگ میں مقدم ہوں گے - جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائے ہوں - یعنی شرعی آخر نبی جن کی تفصیل میں نے آخر الانبیاء والی حدیث کا جواب دیتے وقت مدلل اور باحوالہ بیان کی ہے -

خلاصہ جواب :-

وجہ تکفیر اول کا یہ ہے - کہ اول تو احمدی - جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی

منکر نہیں ہے۔

دوم۔

مخالف مولوی صاحبان خاتم النبیین کے جو معنی مراد لیتے ہیں۔ ان کی زبان عربی اور کتب لغت سے کوئی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ علماء ائمہ محدثین کی تصریحات کے خلاف ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے مخالفین کے مسلمہ بزرگوں کی تصریح اور خود ان کی عملی استعمال کے بھی خلاف ہیں سب سے بڑھ کر یہ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سید الاولین والآخرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں۔ اس لیے وہ معنی ہرگز درست نہیں۔ اور نہ ہی ضروریات دین میں سے ہیں۔

سوم۔

اس وجہ سے بھی وہ معنی ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔ کہ مولوی صاحبان کی مخالفت کرنے کے باوجود حضرت خواجہ غلام فرید صاحب جیسے باخبر بزرگ نے مرزا صاحب کے متعلق یہی لکھا ہے کہ وہ عقائد سنت جماعت و ضروریات دین کے منکر نہیں ہیں۔ اور آپ کی تائید اور تصدیق کی ہے۔

چہارم۔

ہمارے مخالف مولوی صاحبان اپنے ان غلط معنی کی تائید میں جو بعض آیتوں سے استدلال کرتے ہیں وہ استدلال محض غلط ہے۔ ان آیات کا وہ مطلب نہیں ہے۔ اور نہ ان سے وہ استدلال ہو سکتا ہے۔ جو مخالفین کرتے ہیں۔

پنجم۔

ان غلط معنی کی تائید میں بعض احادیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ قطعاً باطل ہے۔ اور نہ صرف سلف صالحین کی تصریحات کے صریح معنی کے خلاف ہے۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

ششم۔

مفسروں کے اقوال جو ہمارے مخالفین نے اپنی تائید میں پیش کئے ہیں۔ ان سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ (۱) مفسرین کا قول حجت شرعی نہیں دوسرے ان کے اقوال کا وہ مطلب بھی نہیں اگر جو بھی تو ان کے انکار سے کوئی گافر نہیں ہو جاتا۔ چوتھا۔ خود ہمارے مخالف مولوی صاحبان مجھ مفسرین کے تمام اقوال کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ درج کی ہوئی حدیثیں بھی نہیں مانتے۔ صرف انہی اقوال کو

مانتے ہیں۔ جو ان کو پسند ہیں۔ اگر مفسرین کے معنی بالکل صحیح مان لیے جاویں تو ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ شرعی رسول نہیں آسکتے۔ نہ کہ ہر قسم کے نبی۔ ہفتم میں نے یہ عنوان قرار دیا ہے کہ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم سیاق و سباق لغت۔ احادیث کی روش سے کہا ہے۔ ان سات عنوانوں سے میں نے واضح کر دیا ہے۔ کہ مخالفین کی بیان کردہ وجہ تکفیر کسی صورت میں بھی ہم پر عائد نہیں ہوتی۔

(محمد اکبر)

سن کر تسلیم کیا۔ محمد اکبر

جرح بر بیان غلام احمد صاحب

۲۰ لغایت ۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء

۲۰ مارچ ۱۹۳۳ء

یا:قرصالح

مرح بر مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی -

میں احمدی ہوں۔ میں مرزا غلام احمد صاحب کو ماننے والوں میں سے ہوں۔ ہماری جماعت جماعت احمدیہ کہلاتی ہے۔ میرے خیال میں جب کوئی شخص احمدی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ کہتا ہے یا بولتا ہے۔ یا اپنے آپ کو کہتا ہے کہ میں احمدی ہوں۔ تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کا فرد ہے اور جماعت احمدیہ مرزا صاحب کے ماننے والی جماعت جہاں جہاں ہمارے مبلغین گئے ہوئے ہیں۔ مثلاً لندن۔ افریقہ۔ جاوا۔ سماٹرا وغیرہ ممالک ہیں چونکہ وہ اپنے ساتھ جماعت احمدیہ کے الفاظ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اس لیے ان کے متعلق احمدیہ کا لفظ کوئی دوسرا بولے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی لوگ مراد ہوں گے جو حضرت مرزا صاحب کے پیرو ہیں۔ ہندوستان میں ہماری اصطلاح یہی ہے کہ جماعت احمدیہ سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو مرزا صاحب کی طرف منسوب ہوتے ہیں کسی دوسرے شخص کی اصطلاح کا مجھے علم نہیں مجھے جہاں تک یاد ہے۔ ہماری جماعت پر عموماً جماعت احمدیہ کا فرقہ بولا جاتا ہے۔ اگر کسی وقت فرقہ کا لفظ استعمال ہوتا تو مجھے علم نہیں۔ یعنی مجھے اس وقت متعجب نہیں۔ کتاب تریاق القلوب مرزا صاحب کی تصنیف شدہ ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲۹ پر مسلمان فرقہ احمدی درج ہے۔ اور وہ نام فرقہ..... مسلمان فرقہ احمدیہ کی عبارت یہی ہے۔ احمدی حضرت مرزا صاحب کو ماننے والے ہیں اور غیر احمدی مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ یعنی احمدیہ جماعت کبھی نے جو عقائد بیان کیے ہیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے ہیں۔ مجھے اپنی جماعت کے سوا دیگر فرقوں کے اعتقادات سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے مدعیہ کے عقائد کا کوئی علم نہیں۔ اور نہ گواہان نے اپنے اعتقادات مجھے بتلائے ہیں۔ میں ان کو دیوبندی خیالات کا سمجھتا ہوں۔ جب میں مدعا علیہ کی طرف سے بطور مختار پیش ہوا تھا۔ تو گواہ نے فریق اول نے اپنی سکونت اور اپنی ملازمت دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے ساتھ وابستہ کی تھی۔ اور ان کے مختار کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ یہ مفتی دیوبندی ہیں۔ چونکہ ان کے مختار نے ان کو مفتی دارالعلوم دیوبند کہا تھا اس سے میں بھی سمجھا کہ وہ دیوبندی خیالات کے ہیں۔ میرے سامنے انہوں نے اس وقت اپنے عقائد کی کوئی تفصیل بیان نہ کی تھی۔ چونکہ ایک گواہ نے تصریح کر دی ہے کہ گواہ دیوبندی خیالات کا ہے میں اس سے یہ سمجھا کہ اس کے ساتھ جو باقی گواہ ہیں وہ بھی دیوبندی خیالات کے ہیں۔ تصریح میں اس سے سمجھتا ہوں۔ جو میں اور پر بیان کر چکا ہوں کہ اس گواہ نے خود یہ کہا کہ وہ مدرس دارالعلوم ہے۔ اور اس کے مختار نے اُسے مفتی دیوبند قرار دیا۔ مولوی نجم الدین صاحب بھی اس فریق کی طرف سے پیش ہوئے۔ اس لیے میں سمجھا کہ وہ دیوبندی ہیں۔ فریق سے مراد میری فریق گواہان سے ہے۔ چونکہ مولوی نجم الدین صاحب اس فریق کے ساتھ ملکر پیش ہوئے۔ اس لیے میں نے سمجھا کہ وہ دیوبندی خیالات کے ہیں۔ احمدی اور غیر احمدی میں اصولی فرق بھی

فریقین اور ان کے مختاران حاضر ہیں۔ ۲۱/ مارچ ۱۹۳۳ء
 تتمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد -
 گواہ فریق ثانی -

مرتد کی جو تعریف میں نے لکھا دی ہے، یہی ایمان لے آنے کے بعد انکار کر دینا۔ ایسے شخص کے نکاح کے متعلق تو قرآن اور حدیث میں کوئی تصریح مجھے معلوم نہیں۔ تعالٰیٰ یہ ہے، کہ نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ نے احمدیت سے مرتد ہونے والے شخص کے نکاح کو فسخ قرار نہیں دیا۔ احمدیت سے قبل کے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے احمدی جماعت کی طرف سے کسی ایسے فتویٰ کا دیا جانا اس وقت مجھے یاد نہیں، حضرت مرزا صاحب نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی مثلہ قرآن و حدیث سے نہ لی سکے تو ایسے مصلوں میں فقہ حنفیہ کو دیکھا جاوے۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرتا مسلمانوں کے لیے قرآن شریف کی تصریح کے مطابق جائز ہے۔ قرآن شریف سے پہلے جن قوموں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے شرعی ہدایتیں دی گئی ہیں کتاب کی صورت میں اور وہ کسی کتاب کو مانتی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتنی تری تھیں۔ وہ اہل کتاب سمجھے جائینگے، کوئی اہل کتاب عورت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گایاں دیتی ہو، یہ امر کہ اس سے نکاح جائز نہیں اس کے متعلق قرآن شریف میں کوئی استثنا نہیں۔ مجھے مرزا صاحب یا ان کے خلفاء کی تحریرات میں اس قسم کا کوئی ذکر اس وقت مستحضر نہیں ہے۔ احمدی جماعت سے مرتد ہونے والے شخص کے نکاح کے فسخ ہونے کے متعلق ہماری جماعت کی طرف سے کوئی فتویٰ شائع نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک ارتداد کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی اپنے بزرگ کو بڑھ کر گایاں دے۔ تو وہ اس صورت میں ذیبا ہے کہ اس سے اس کے اندر اس کا انکار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں بھی وہ مرتد ہی کہا جائے گا۔ اور اس کے لیے کوئی نیا حکم نہیں وہ عورت جس کا خاوند احمدیت سے مرتد ہو کر غیر احمدی ہو گیا ہے۔ وہ عورت اس خاوند کی طرف اگر جانا چاہتی ہے۔ تو اس کے روکنے کے بارہ میں ہماری جماعت کا کوئی فتویٰ مجھے معلوم نہیں غیر احمدی کے گھر میں جو اولاد ہو۔ وہ احمدی کی سمجھی جاتی ہے۔ جب تک وہ مانع ہو کر خصوصیت کے ساتھ کچھ اظہار نہ کرے۔ ایک مانع مسلمان۔ اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر پھر کس پچھے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ یعنی اس کو کافر کہتا ہے تو حدیث میں حکم ہے کہ وہ کفر اس پر لوٹ آئے گا۔ یہ کافر ہو گا۔ یہ شخص اصطلاحاً مرتد نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا بھی تصریح انکار نہیں کیا۔ جن کے ماننے سے ایک غیر مذہب کا انسان مسلمان کہلا تا ہے۔ اور کس مسلمان کو مسلمان کہہ دینے سے کہہ دینے والا مسلمان نہیں بنتا۔ ہر وہ انسان جو مرزا کو کافر کہتا ہے، اس لیے کہ مرزا صاحب پچھے مسلم ہیں۔ ان کو کافر کے لیے کہنے والا شخص اس حدیث کی بناء پر ایسا ہو گا کہ وہ کفر اس پر خود لوٹ پڑے گا۔ نہ ماننے والے کو انکار کرنے والے کو عربی زبان میں لغت کے

لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا انکار کرنے والا اور مرزا صاحب کو مسلمان سمجھ کر پھران کو کافر کہنے والا مرتد نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مرتد کے معنی ہیں۔ مان لینے کے بعد انکار کرنا۔ بیچ موعود کو ماننے کا حکم خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔ پس بیچ موعود کا نہ ماننا اس لحاظ سے کفر ہے کہ وہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کرتا ہے اس لیے ایسے شخص کو بھی مرتد اس لیے نہیں کہا جائے گا کہ اس نے بیچ موعود کو مان کر انکار نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص اہنت باللہ و ملیک کتھو کہتے ہیںے کے بعد کہ جس کے مان لینے سے اس کو مسلمان اور مومن کہا جاتا ہے۔ اگر وہ اقرار کرنے کے بعد انکار کرتا ہے کسی ایک شق کا یا سب کا تو وہ مرتد کہلائے گا اگر کوئی شخص کسی خاص نبی کے ماننے کا اقرار کرتا ہے۔ اس کا نام لے کر اور پھر اس نبی کے ماننے سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ مرتد کہلائے گا۔ کیونکہ اس نے مان کر کے انکار کیا۔ اگر کوئی اجمالاً ماننا ہے۔ تو اجمالاً انکار کرنا ارتداد کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص تفصیلاً ماننا ہے تو تفصیلاً انکار کرنے پر ارتداد کہلائے گا۔ اور اگر وہ اجمالاً ماننا ہے اور تفصیلاً انکار کرتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اس اجمالاً ماننے وقت کیا مدنظر رکھا تھا (آیا اجمالاً اس کے اقرار کرتے وقت اس خاص نبی کا اقرار مدنظر رکھا تھا یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں اقرار کرتے وقت اسے مدنظر نہیں رکھا۔ تو پھر جب اس نے اس کا اقرار نہیں کیا تو اس پر ارتداد کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ اجمالاً اقرار کرتے وقت اس نے خدا کے سب سے رسولوں کا اقرار کیا تھا۔ اور پھر ایک رسول کے متعلق اس کو سچا ماننے کے بعد انکار کرتا ہے۔ تو ارتداد کہلائے گا۔ مرزا صاحب ہمارے نزدیک بیچ موعود اور سچے نبی علی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور افادہ روحانیہ سے آپ کو نبوت عطا ہوئی ہے۔ اور آپ کی نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ ماتحت ہے۔ اور آپ کی نبوت تشریحی نبوت نہیں ہے اور آپ کی سچائی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبوت کے لغوی معنی ہیں خبر دینا۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی اطلاع پا کر خبر دینا۔ نبوت کی اور مفصل کے طور پر قرآن شریف میں کوئی تعریف نہیں آئی اس لحاظ سے کہ نبی رسول ہوتا ہے۔ رسول کی یہ تعریف آئی ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے اظہار غیب ہوتا ہے اور قرآن شریف میں درج شدہ انبیاء کے واقعات سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ جس کو نبوت کے لیے مامور فرماتا ہے۔ وہ اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں۔ مرزا صاحب لغوی معنی کے اعتبار سے بھی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے بھی نبی ہیں۔ مگر وہ اصطلاح جو لوگوں میں مروج ہے۔ کہ نبی مستقل طور پر برابر ۵۱ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی ہوتا ہے۔ اور شریعت شدہ ہے۔ مرزا صاحب کی نبوت اس اصطلاح کی رو سے نبوت نہیں ہوگی بلکہ اس اصطلاح کی رو سے جو نبی کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کی حیثیت سے اظہار غیب ہونے پر دعویٰ کی صورت میں پیش ہو۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے دنیا کی اصلاح کے لیے مامور فرمایا ہے۔ اور مجھے اپنے غیب سے اطلاع دی ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ اظہار غیب کی اصطلاح کے لحاظ

سے مرزا صاحب نبی ہیں، چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں وقایع الشریعہ من نبوة الاكثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ یعنی میری نبوت سے خدا تعالیٰ نے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ الانبیاء مراد لی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہے۔ اور جو اصطلاح میں نے اوپر بیان کی ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر اصطلاحی سے عام مسلمانوں کی مروجہ اصطلاح مراد ہے اور اس کے مقابل پر کوئی مدعی نبوت اس اصطلاح کو جو میں نے بیان کی ہے۔ لغوی قرار دے کر (سمجھانے کے لیے) اپنے آپ کو نبی کہتا ہے تو اس کا انکار اس لحاظ سے کفر ہے کہ اس کی تصدیق قرآن شریف اور حدیث سے ہوتی ہے۔ لغوی سے میری مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اظہار علی النبیہ ہونے کے بعد اس کا دعویٰ نبوت کرنا یہ اس اصطلاح کے مقابل پر ہے۔ جو مسلمانوں میں مروج ہے اس لحاظ سے نبی کا ماننے والا منکر ہے۔ اور منکر یعنی کفر ماننے والے کو عربی زبان میں لعنت کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کوئی فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں تو اس طرح آیا ہے کہ میری امت ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو جائیگی۔ اور ان میں سے سب ناری ہوں گے۔ اور ایک ناجی ہوگا۔ اور پوچھا گیا کہ وہ کون سا فرقہ ہے۔ تو اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تویہ روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ وہ جنتی فرقہ وہ ہوگا۔ کہ جن کا عمل در اعداد اور عقائد اور اعمال وغیرہ دینی ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ وہ ایک جماعت ہوگی اور جماعت وہ ہے۔ جس کا کوئی واجب الاطاعت امام ہو۔ گورنمنٹ میں مرزا صاحب نے احمدیہ کو مسلمان فرقہ احمدیہ درج کرنے کی درخواست دینے کی رو سے فرقہ احمدیہ کے الفاظ کا ہم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی اور ان کے طے والوں نے اسی فرقہ احمدیہ کو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یعنی جماعت احمدیہ کو (مسلمان) بتلایا ہے۔ ایسا ہی مولوی ثناء اللہ جبرائیل حدیث ہیں جو پچھلے دنوں اہل حدیث لوگوں کے کسی انجن کے امیر بھی رہے ہیں۔ اور ایک ایسے شہور انسان ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مسلمان کے فرقوں میں سے ایک قرار دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرقوں کی تعداد بیان فرمائی ہے اس سے جو کثرت مراد ہے وہ خواجہ حسن نظامی صاحب کے ماننے والوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے ماننے والوں کو بھی فرقہ قرار دیتا ہوں۔ غیر احمدیوں میں کثرت سے فرقتے ہیں۔ وہ سب فرقتے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اس میں وہ ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے ہیں۔ آیا حسن نظامی اور ان کا فرقہ مسلمان ہیں یا تمناں کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ میں کسی غیر کے اسلام اور کفر کی بحث کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ میں اپنا مسلمان ثابت کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ حسن نظامی اور ان کا فرقہ مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ ہم اپنے واسطے لفظ احمدی ہی پسند کرتے ہیں جو شخص کوئی کلام کرتا ہے۔ اس کلام کے معنی بہتر سمجھتا ہے۔ اور اس کلام کے جو معنی وہ بیان کرے گا یا مطلب نکالے گا۔ یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگا میں پچھن سے احمدی ہوں

تبلیغ اسلام میرا پیشہ ہے۔ میں سلسلہ احمدیہ کی طرف سے مبلغ ہوں۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کو ملتا تھا، ان طرح ہم کو بھی سلسلہ کی طرف سے ملتا ہے فطرۃ اللہ سے مراد خدا کی فطرت ہے اور نیک فطرت یہی ہے اسلامی فطرت بھی یعنی نیک فطرت مراد لی جاسکتی ہے۔ احمدیت نیک فطرت ہے۔ قرآن شریف کی تفسیر کرنے کے لیے قرآن شریف کے مفہومات احادیث کی واقفیت، زبان عربی کی واقفیت اور جو علوم ممد ہو سکتے ہیں ان کی واقفیت کی ضرورت ہے۔ حدیث کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے روایت کی بھی اور درایت کی بھی، ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن شریف قلمی ہے۔ اور مروجہ۔ بیان کردہ حدیثیں جو قرآن شریف کے مطابق ہوں گی وہ بھی قلمی ہیں۔ روایت سے مراد ایک کا دوسرے کے پاس بیان کرنا۔ قرآن شریف کے مطابق ہے۔ مرزا صاحب کی وحی اسی واسطے مرزا صاحب کی وحی قلمی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کی رو سے قلمی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے خلاف کوئی عربی عبارت اگر حدیث قرار دے کر پڑھنی کی جائے گی تو وہ مستند نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن شریف جو قلمی چیز ہے، اس کے وہ خلاف پڑتی ہے، رد حدیثیں اگر آپس میں مخالفت ہیں۔ تو جو حدیث قرآن شریف کے مطابق ہوگی۔ وہ مقدم ہوگی۔ اور اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے اور بعض اماموں نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ اور مجھے یاد نہیں کہ باقی ائمہ نے بھی اس کے خلاف کچھ بیان کیا ہو، جو کتاب اب پیش کی جا رہی ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب اعجاز احمدی ہے۔ اس کے صفحہ ۲۰-۲۱ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ہاں تا ئیدی سے ٹھیک دیتے ہیں اس کے آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جس میں کہ قرآن کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ مرزا صاحب کے ماننے والوں کے موا باقی سب نہ ماننے والوں میں شامل ہیں۔ کیونکہ شریعت ظاہر پر حکم کر گئی ہے۔ اور ماننے والے کے بالمقابل نہ ماننے کا بھی درجہ ہے۔ کوئی تیسرا درجہ نہیں اگر نہ ماننے والوں کو اطلاع نہیں ہوئی تو ان کو ماننے والا نہیں کہا جا سکتا۔ یہی ہم کہنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ درجے دو ہی ہیں ماننے والا اور نہ ماننے والا۔ قرآن مجید میں جس طرح دوسرے نبیوں کے ماننے کا حکم ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب کے ماننے کا بھی حکم ہے صریح آیات بھی ہیں، جو میں اپنے بیان میں بیان کر چکا ہوں اور وہ تمام قرآنی آیات جو مدعی صادق کی سچائی کا معیار بیان کی گئی ہیں وہ مجبور کرتی ہیں، کہ ہم مرزا صاحب کو ضرور مانیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ کے ساتھ حدیث میں آنے والے کی پیش گوئی موجود نہیں۔ البتہ مسیح موعود اور ہمدی موعود کے الفاظ سے پیش گوئیاں ہیں اور ساتھ میں علامتیں بھی موجود ہیں۔ جو آفاقی بھی ہیں۔ راضی اور سماوی بھی ہیں۔ اور ساتھ ہی معیار بھی ہیں۔ وہ مجبور کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو مانا جائے۔ غیر احمدی کے پیچھے احمدیوں کو نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ پھوٹے بچے چونکہ اپنے ماں باپ کے حکم پر ہوتے ہیں اس لیے ان کی نماز جنازہ بھی احمدی نہیں پڑھتے

غیر احمدی کے پیچھے نماز اس لیے نہیں پڑھی جاتی کہ وہ مرزا صاحب کا مکفر اور کذاب ہے۔ اس لیے وہ ہمارا نمائندہ نہیں ہو سکتا۔ اور شریعت بھی یہی کہتی ہے کہ افضل انسان امام ہونا چاہئے جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ اس لیے نہیں مانتا کہ وہ مرزا صاحب کو مفتری سمجھتا ہے۔ یعنی کافر سمجھتا ہے۔ کیونکہ مفتری کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور احمدی اور غیر احمدی کا فرق مرزا صاحب کے ماننے اور نہ ماننے میں ہے۔ ہم غیر احمدی اسے کہتے ہیں۔ کہ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا۔

مختار مدعا علیہ کے اس سوال پر کہ کیا ہر غیر احمدی مرزا صاحب کے نہ ماننے والا مکفر اور کذاب ہے۔ رگواہ نے یہ بیان کیا کہ میرا اس کے متعلق مرزا صاحب کے الفاظ میں ”عقیدہ ہے“ درج ہو چکے ہیں مانتا اور اس لیے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری متراہر دیتا ہے اور مفتری ظالم ہوتا ہے۔ رگویا میں اس کے نزدیک کافر ہوا، یعنی نہ ماننے والا مرزا صاحب کو مفتری کہنے کی وجہ سے مرزا صاحب کا مکفر بنتا ہے۔ جو کتاب اب پیش کی گئی ہے۔ اس کا نام انوار خلافت ہے، جو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی تقریروں کا مجموعہ ہے اس کے صفحہ ۹۰ پر یہ عبارت ہے کہ ہمارا کچھ کر سکے۔ مگر اس کے آگے کافر ہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ غیر احمدیوں سے ہم دیگر دنیاوی یا تمدنی تعلقات کو منقطع کر دیں۔ یہی قابل ملاحظہ ہے اس کتاب کے صفحہ ۸۹ پر ہے۔ پھر ایک اور مسئلہ ہے تمہ سے مقتدا اس کتاب کے صفحہ ۹۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ مکھنویں کافر سمجھیں اسی کتاب کے صفحہ ۹۳ پر ہے کہ پس غیر احمدی چاہئے مگر اس پہلی کی عبارت۔ اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے۔ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ غیر احمدی کو لڑکی دینے کے متعلق جو کچھ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے حکم دیا ہے۔ اس پر میرا ایمان ہے۔ انوار خلافت کے صفحات ۹۳، ۹۴ پر یہ عبارت ہے۔ ایک اور بھی سوال ہے قبول کر لیا ہے۔ حضرت خلیفہ المسیح ثانی نے جو کچھ بھی فرمایا ہے۔ میں اسے مانتا ہوں۔ اور یہ عبارت کہ ہر وہ مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہو انخواہ اس نے مسیح موعود کا نام تک نہ سنا ہو۔ وہ کافر ہے۔ خارج از اسلام ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں، اگر خلیفہ المسیح ثانی کے الفاظ ہیں۔ تو میں اس کو مانتا ہوں۔ ناقبل۔ مابعد کی شرط اور توضیح کے ساتھ برکات خلافت میں بھی مرزا بشیر الدین صاحب کی تقریریں ہیں۔ اس کے صفحہ ۷۵ پر یہ عبارت ہے۔ پھر نہ دے۔ لیکن اس سے پہلے کے دو صفحات بھی مد نظر رکھ لیے جاویں۔ اس کتاب کے صفحہ ۷۳ پر حسب ذیل عبارت ہے کیونکہ غیر جائز بھی نہیں۔ مرزا صاحب کے ماننے والوں میں بلحاظ بعض نظام کے میں (دو) فرقوں کو جانتا ہوں ایک وہ جن کا مرکز قادیان ہے۔ جو ایک امام کے تحت ہیں۔ یعنی خلیفہ المسیح ثانی

غلیفہ بشیر الدین محمود احمد صاحب اور یہ تقریباً ۹۹ فیصد ہی ہیں۔ اور دوسرے جو لاہور میں ایک اشاعت اسلام کی انجمن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے پریزیڈنٹ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ہیں۔ لاہوری پارٹی نے امام جماعت احمدیہ کی بیعت نہیں کی ہوئی۔ اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت کو محدثیت کے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اپنی غلطی کی وجہ سے مرزا صاحب کے زمانے والوں کے پیچھے تازہ پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ان دونوں میں اصونی اختلاف ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو نبی بھیجی محدث قرار دیتا ہے۔ اور آپ کے سب اصولوں کو مانتا ہے۔ وہ احمدی ہے۔

مرزا صاحب کو مرزا صاحب کے بیان کردہ معنی کے لحاظ سے بھی خواہ محدث کے رنگ میں ہو۔ خواہ غلطی نبی کے رنگ میں نبی نہیں مانتا۔ تو وہ مرزا صاحب کو نہیں ماننے والا۔ اگر ایک شخص مرزا صاحب کی نبوت کو بحیثیت محدثیت بھی نہیں مانتا اور مرزا صاحب کے ایسے دعویٰ کو بھی وہ کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ تو وہ بھی مرزا صاحب کا منکر ہے۔ لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو نبی بھیجی محدث مانتے ہیں۔ میرے معلومات ان کے متعلق یہی ہیں۔ میں نے مولانا محمد علی کی کتاب النبوت فی الاسلام کو پڑھا ہے۔ احمدی نبی کے نام سے ایک ٹریکٹ مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ اور جو کتاب اب پیش کی گئی ہے۔ اس کے ٹائٹیل ہیج پر مولوی محمد علی صاحب کا نام لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں کی نگھی ہوئی ہے۔

جو شخص مرزا صاحب کو مستقل شرعی نبی قرار دے۔ چونکہ مرزا صاحب نے مستقل شریعت کے مدعی کو کافر اور محدث بے دین قرار دیا ہے اس لیے گواہان کی طرف سے مستقل شریعت والی نبوت کے منسوب کرنے سے اس انسان نے گویا کفر کی نسبت کی ہذا وہ مرزا صاحب کے صحیح دعویٰ کا منکر ہوا۔ اور اگر کوئی شخص عمومیت کے لحاظ سے قرآن شریعت کے بعد کسی شرعی نبوت کا جواز مانتا ہے تو وہ کافر ہے۔ یہاں بھی کافر سے مراد یہی ہوگا کہ وہ شریعت اسلام کا منکر ہو رہا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے انکار کر رہا ہے اگر وہ شخص اپنے آپ کو مسلمان کے لفظ سے دنیا میں مشہور کرتا ہے۔ تو اس کو مخاطب کرتے وقت بہر حال انہیں الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ لیکن حقیقت کے لحاظ سے یہ ہے۔ کہ وہ شریعت اسلامی کا کافر ہے۔ میرے نزدیک شریعت اسلامیہ میں کفر کا معنی انکار ہے اور جس چیز کی طرف وہ نسبت کیا جائے گا۔ اس کا وہ انکار سمجھا جائے گا۔ جو شخص مرزا صاحب کے نام کا بھی کلمہ پڑھے اور قادیان کی طرف منہ کر کے تازہ پڑھے۔ بجائے مکہ والے کعبۃ اللہ کے۔ تو وہ لامحالہ کافر ہے۔ کیونکہ شریعت اسلام کے خلاف چل رہا ہے۔ ظہیر الدین اردنی۔ جماعت احمدیہ قادیان میں سے نہیں ہے۔ مجھے کوئی علم نہیں کہ وہ لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ یا کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے اس نے ملاقات کے وقت نہیں بتلایا کہ وہ مرزا صاحب کے ماننے والا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ جو

ہیں۔ اور مرزا صاحب نے اس امر کی تصریح فرمادی ہے۔ جو میں بیان میں بیان کر چکا ہوں۔ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام
اربعین ص ۳۶ پر ہے کہ **وما یطق عن الہدیٰ انہ**۔

اس کی تشریح وہی ہوگی جو آپ نے فرمائی ہوگی۔ اس اربعین کے منجملہ دیگر الہامات کی تشریح میں دوسری کتب میں۔
پہنچانچہ حضرت مسیح موعود نے ایسے تمام الہامات جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عمومی طور پر قرآن شریف میں
وارد ہیں تشریح فرمادی ہے۔ کہ اولاً وہاں ذات ان تمام الہاموں کے مصداق ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات
مبارک ہے۔ اور باقی جس قدر بھی اولیاء یا کالمین امت محمدیہ کو اس قسم کے الہامات ہوتے ہیں۔ تو ان سے بھی نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قوت قدسیہ مراد ہوتی ہے۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہوتا۔ کہ ان آیات کا مصداق دیباہی
وہ شخص بن گیا۔ جس پر بعد میں وہ آئیں نازل ہوں۔ تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۲ پر ہے۔ اور اس طرح میری کتاب
..... تیار ہوتا ہے۔ مگر اس کے آگے یہ عبارت بھی ہے یہی مکمل انسانی شرفیات کا نتیجہ ہے چنانچہ اس قسم کے
کثرت سے دعویٰ صوفیائے کرام کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے حضرت بابر زید بسطانی نے (تذکرہ اولیاء
طبع بار دوم صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶) فرمایا ہے۔ کہ میں سولہ سال تک ملائفہ عورت کی طرح رہا۔۔۔ یا بعض لوگوں نے اس
امر کی تشریح کی ہے۔ کہ اولیاء کی جو کراہتیں ہوتی ہیں۔ وہ ان کے فیض کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ یا بعض بزرگوں نے یہ
تشریح فرمائی ہے۔ کہ جس طرح پر عورتوں کو حیض آتا ہے۔ جو ان کو ناز پڑھنے سے روکتا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ
کی راہ میں ترقی کرنے والوں کو بھی حیض آتا ہے، یا جن بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ مریدوں کو۔ ارادت
میں حیض آتا ہے بعض اس حیض میں مرجاتے ہیں اور پاک نہیں ہوتے اور بعض اس سے پاک ہو جاتے ہیں بالکل
اسی طرح بر اور الہی صفات میں اس الہام میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ مخالفین مسیح موعود آپ کے اندر بھی کسی قسم کی
کوئی کمزوری یا گندگی دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اس الہام میں اس صفحہ پر یہ الفاظ موجود ہیں کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ
مخالفت ہائے ناکام رہیں۔ اور تجھ پر متواتر انعامات کرے۔ جن بزرگان کے اقوال کا میں نے اوپر حوالہ دیا
ہے۔ ان کے حوالے پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت میرے پاس کتابیں موجود نہیں ہیں۔ میرے
پر کتابیں موجود ہیں۔ لکھ اسلام سیالکوٹ صفحہ ۳۴۔ پر مجھے منجملہ۔۔۔۔۔ لکھی گئی جس کی عبارت
ہے اور یہ کتاب مسیح موعود کی ہے۔ مگر اس سے پہلے یہ عبارت بھی اب واضح ہو۔۔۔۔۔ منجملہ تک کی
عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اور اس کے مابعد کی عبارت بھی ایک ہی میں تک بھی قابل ملاحظہ ہے۔ بلکہ
صفحہ ۳۳ سے لے کر صفحہ ۳۴ تک تمام عبارت قابل ملاحظہ ہے۔ اس کے متعلق میں اتنی عرض اور کرتا ہوں۔ کہ
خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں تشریح فرمائی ہے۔ کہ ہر امت میں اور ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول۔
نبی یا با لفاظ دیگر بشیر و تندیر گذر چکے ہیں۔ اور یہ بھی قرآن میں بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ صرف نبی اور رسول

ہوں۔ اور مقامِ تعظیم پر کھڑا ہوں۔ جس خط کا بھی حوالہ دیا ہے۔ وہ انجامِ آتم میں درج ہے۔ اور اس کی تاریخ تحریر غالباً وہاں درج ہے۔ یہ تاریخ ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ ہے۔ مرزا صاحب سال ۱۹۰۱ء سے قبل ہر قسم کی نبوت کے دعویدار کو جس میں ظلی اور بروزی۔ محمدیت والی شان بھی ہو۔ کافر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ نے جہاں جہاں نبوت کی نفی کی ہے۔ وہ اسی رنگ میں کی ہے۔ کہ کوئی مستقل طور پر بغیر افادہ استحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی شخص شرعی نبی ہو کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو نبوت بمعنی کثرت مکالمہ و مخاطبہ مل سکتی ہے۔ جس کو آپ نے محمدیت کے نام سے بھی انہی کتابوں میں تعبیر فرمایا ہے اس کو ممنوع یا اس کے دعویدار کو کافر نہیں فرمایا۔ کتاب حقیقت النبوت۔ مرزا بشیر الدین احمد صاحب کی ہے اس کے صفحہ ۸۹ پر حسب ذیل عبارت ہے ”اس عاجز نے سنا ہے..... پر ختم ہو گئی“

حضرت مرزا صاحب نے خواجہ صاحب کے ساتھ خط و کتابت کی اثناء میں ایک خط کے ساتھ ایک فارسی نظم منسک کر کے بھیجی تھی۔ اس میں یہ مصرعہ ہے۔ بہست او خیر الرسل خیر الانام بر نبوت او برادند اقسام۔ مگر اس کے پہلے اور پچھلے شعر بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ یعنی ساری نظم قابل ملاحظہ ہے۔ مجھے گمان پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے ہمایوں میں بھی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول سے ملاقات کی تھی۔ میرے خیال میں خلیفہ اول سے خواجہ صاحب کی جو گفتگو ہوئی اس میں خلیفہ صاحب نے مرزا صاحب کا دعویٰ مہر دیت تو ضرور بیان کیا تھا۔ اور پیش گوئیوں کا بھی ذکر ہوا تھا۔ اس وقت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ ہونے کا۔ غالباً اشارات فریدی میں ذکر نہیں ہے۔ اشارات فریدی کے صفحات ۴۲ و ۴۳ کو میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ کا صفحہ ۴۴۔ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اس کتاب اشارات فریدی کے صفحات ۴۹ و ۵۰ کی عبارت بعد ازاں فرمودند..... منکر نیست کو بھی میں نے دیکھ لیا ہے حضرت مرزا صاحب کے ساتھ جو خط و کتابت ہوتی رہی اس کے ایک دو خطوط کے بعد کی یہ عبارت معلوم ہوتی ہے۔ اشارات فریدی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک ایک دو خطوط آپ کے تھے۔ اور دعوت مباحثہ کی کتابیں بھی آپ کی تھیں۔ یہ تحریر بلحاظ صفحات اشارات فریدی خلیفہ اول کی ملاقات اور خط و کتابت اور کتابیں پہنچ جانے اور کتابیں پڑھ لینے کے بعد کی ہے۔ اور اس کے ساتھ آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے جو بعد ازاں فرمودند.....

..... صفحہ ۷۲ کی دوسری سطر تک واقع گشتہ است۔ جس خط عربی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ خط حضرت خواجہ صاحب کے حکم پر لکھا گیا۔ اور مولوی غلام احمد صاحب اختر نے لکھا جو اس وقت احمدی تھے اور حضرت خواجہ صاحب نے اس خط کو سن کر یہ فرمایا کہ اس پر میری مہر لگا کر اس کو ارسال کرو۔ خادم مہر لایا۔ اور اس پر خواجہ صاحب کے سامنے وہ مہر لگائی گئی۔ چنانچہ انجامِ آتم میں جہاں یہ خط درج کیا گیا اس پر مہر کا

عکس بھی موجود ہے۔ اشادات فریدی میں اس مقبوس کے شروع میں ۲۸ ماہ رجب ۱۳۱۵ھ تاریخ درج ہے اور قیمہ انجام آتم میں ۷۷ ماہ رجب درج ہے۔ مگر مقبوس میں تصریح ہے کہ حکم پہلے کا دیا گیا تھا۔ اس دن وہ حاضر کیا گیا ہے۔ یعنی خط و کتابت درحقیقت ۲۷ رجب کو لکھا گیا۔ اور خواجہ صاحب کی خدمت میں ۲۸ رجب ۱۳۱۵ھ کو پیش کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے بعض لوگوں کو من عباد اللہ الصالحین لکھا ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ خواجہ صاحب کو یہ علم تھا کہ ان لوگوں نے بھی مرزا صاحب کو کافر کہا ہے۔ اشادات فریدی کے صفحہ ۷۹ پر حسب ذیل عبارت۔ فرمودند مے سازند کے اختتام مقبوس ہے۔ اشادات حصہ سوم صفحہ ۴۲ پر یہ عبارت ہے۔ دال جواب نلمے کشف است۔ اور اس سے پہلے کی عبارت بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ مرزا صاحب مردنیک دصالح است دینزدی کتابے از لطعات خود فرستادہ است۔ کمال ادازاں کتاب ظاہر است۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۹ پر عبارت محلہ بالا کے ساتھ یہ الفاظ ہیں نیز برحق ہستند اور اس کے ساتھ یہ الفاظ مرزا غلام احمد تادیانی ہمدویت و عیسویت کردہ است اور اس سے پہلے کہ یہ جلد میں علماء بودند کشیدند بھی قابل ملاحظہ ہے۔ خواجہ صاحب کا دسال سال ۱۳۱۶ھ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اشادات فریدی حصہ اول کے آخری صفحہ ٹائٹل پیج پر جو پہلی مرتبہ سال ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوئی اس پر خواجہ غلام فرید صاحب کی دفات کی تاریخ درج نہیں۔ دوسری ایڈیشن جو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ٹائٹل پیج کے آخری صفحہ پر سنہ دفات خواجہ غلام فرید صاحب سال ۱۳۱۹ھ درج ہے۔ خواجہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو دعویٰ ہمدویت اور عیسویت قرار دیا ہے چنانچہ کتاب اشادات فریدی حصہ سوم صفحہ ۷۹ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ جن میں تصریح ہے کہ آپ ان کو مسیح ملتے ہیں۔ چنانچہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فرمودند کہ مرزا غلام احمد تادیانی ہم برحق است دعویٰ ہمدویت و عیسویت کردہ است۔ میں خواجہ صاحب کی کسی خاص شائع شدہ لائف سے واقف نہیں ہوں۔ اس اشادات فریدی سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب علم ظاہری اور باطنی کے ملاقف تھے اور علماء کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ اور آپ نے علم کی خاطر سفر بھی کئے تھے۔ محض عرفاناً گوشہ نشین نہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو کسی شخص نے مباہلہ کی دعوت دی ہو

سن کر درست تسلیم کیا

بقیہ کاروائی کے لیے مسل پر سول پیش ہو۔ ۲۵ مارچ ۱۹۳۳ء پیش ہوا۔

۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء

۲۶ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار حاضرین

باقراصلح

تمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد گواہ فریق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے مامور تھے۔ کہ قرآن شریف کے تمام الفاظ لوگوں تک پہنچادیں۔ اور اپنے عمل سے قرآنی احکام اور اوامر و نواہی کو ظاہر کریں۔ جن باتوں کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے کا ہوا وہ سب آپ نے پہنچا دی ہیں۔ کوئی بات نہیں چھوڑی سورہ وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۲ سورہ نحل میں۔ مانزلنا لیہم جو آیا ہے۔ جو کچھ بھی انسانوں کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ وہ سب آپ نے بیان کر دیا ہے۔

دیجلہم الكتاب والحکمتہ وان کاوا من قبل لفظی ضلال صبیح سورہ جمعہ رکوع اول کی آیت میں شریعت اسلامیہ اور اپنا پاک نمونہ سکھانے کا ذکر ہے۔ کتاب سے یہاں مراد شریعت اسلامیہ ہے۔ قد جادکم من اللہ..... صراط مستقیم الخ پارہ ۶۔ رکوع ۱ کی اس آیت میں یہ تصریح ہے۔ کہ جو انسان خدا تعالیٰ کی رضا مندی چاہے۔ ایسے انسان کو شکوک و شبہات سے نکال کر صحیح راستہ قرآن شریف دکھلاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کی ہدایت کرتا ہے۔ مزا صاحب کی کتاب برکات الدعاء کے صفحات ۱۶

پر جو کچھ درج ہے۔ وہ میرا مسلم ہے۔ ان صفحات پر دوسرے اور تیسرے معیار کے الفاظ کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ اور میں انہیں صحیح مانتا ہوں۔ صحابہ کرام کی بیان کی ہوئی تفسیر اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ان کی تفسیر ہے وہ تسیم کے قابل ہوگی اس طرح تابعین کی تفسیر کو بھی مد نظر رکھا جائے گا بشرطیکہ ثابت ہو جائے کہ وہ ان کی تفسیر ہے باقی قرآن شریف میں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی امام نے تصریح نہیں فرمائی کہ ضرور فلاں شخص کا قول مان لو۔ قرآن شریف کے معارف کا احاطہ کسی شخص نے نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اور کہ قرآن شریف کے معارف کبھی ختم نہیں ہوں گے اس لیے کوئی ایسی تفسیر جو قرآنی تہمتحات کے خلاف ہو کوئی وقت نہیں رکھتی خواہ کسی کا نام لے کر بیان کی جاوے اگر کوئی ایسے معنی بیان کئے جاویں کسی صحابی کا نام لے کر یا تابعی یا تبع تابعی یا کسی امام کا نام لے کر۔ مگر قرآن شریف کی دوسری آیات اس مضمون کی تصدیق نہیں کرتیں۔ صحیح۔ موضوع متصل حدیثیں جن کی تائید قرآن کریم سے ہوتی ہے۔ وہ بھی ان معنوں کی تائید نہیں کرتیں۔ زبان عربی میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مستند و کثرتی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتی تو وہ معنی کچھ وقت نہیں رکھتے اور نہ ان کے خلاف دوسرے معنی کرنے والے کو

خاطی کہا جاتا ہے۔ اور قرآن کی تفسیر کے لیے کسی خاص شخص کا تین نہیں سے۔ کہ وہی جو مسئلے بیان کرے گا اس کی طرف جو معنی منسوب کیے جائیں گے خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ اس کو مانا جائے اور اس کے خلاف معنی رد کیا جائے۔ اگر کوئی صحابہ سے صحیح تفسیر ثابت ہو جائے۔ جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہو اور صحیح۔ مومنوع متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔ زبان عربی کی بھی کوئی تصریح ان معنی کے خلاف نہ ہو وہ بہر حال مقدم ہوگی اور اس کے خلاف معنی کرنے والے کو محض اس لیے کہ وہ ان معنوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خاطی نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کہ قرآن کی تصریح کے خلاف نہ معنی کئے جائیں۔ تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ پر وان الصحابہ رسولہ کی عبارت ہے۔ جو ایک مفسر کا قول ہے۔ کتاب ایام الصلح صفحہ ۱۴۳ پر ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اہذا الصراط المستقیم۔ مرد صالح ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہو۔ شہادت القرآن صفحہ ۲۷۷ و ۲۸ پر ہے۔ چونکہ ہمارے سید و رسول من الآخین کی عبارت ہے۔ اور یہاں نبی سے مراد شرعی نبی ہے کہ آئندہ شرعی نبی نہیں ہوگا۔ اور محث سے مراد ظلی نبی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہو۔ اور اس سے ماقبل کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے اور اس کے مابعد کی چند سطور بھی دیکھنے والی ہیں۔ شہادت القرآن صفحہ ۵۶ پر ہے۔ اور اس ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لیے جس پر تیرا انعام اور اس کے معاً ملحق بعد کے فقرے بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ صراط مستقیم کے الفاظ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ آئے ہیں۔ آیت (و انک تھدی الی صراط مستقیم الخ سورہ شوری پارہ ۲۵ رکوع چھ میں بھی صراط مستقیم کا ذکر اپنے الفاظ اور اپنی تشریح کے ساتھ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور مرد اس سے وہ راستہ ہے جو خدا تعالیٰ کے قریب تک پہنچاتا ہے۔ اور انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور برکات کا وارث کر دیتا ہے۔ نبوت ایک قومی انعام ہے۔ جس قوم کے متعلق یہ تیس کیا جادے کہ یہ انعام اس سے بند کر دیا گیا ہے۔ کہ اس قوم میں سے کسی زمانہ میں بھی کوئی فرد نبی نہیں ہو سکتا۔ تو چونکہ انعام کا بھین جانا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مستلزم ہے اور اس سے ناراضگی ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس قوم کے اندر ایسے نقائص ضرور پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کی بنا پر خدا تعالیٰ نے ان پر سے انعام ہٹا لیا ہے۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔ کہ عہد نبوت ظالموں کو نہیں ملتا اور کہ خدا تعالیٰ کا غضب اس قوم پر ہوتا ہے۔ جو نبیوں کا انکار کر دیتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ تک درمیانی زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی سے اور آپ کے فیضان سے دعویٰ نبوت کرنے والا

کہتے ہیں۔ آیت واذا اخذنا اللہ الخ میں نبیوں کا لفظ جو آیا ہے وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کو شامل ہے۔ اور خود ایک اور آیت نے اس کی تفسیر کر دی ہے۔ جس میں عام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص نبیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر تنگ کا لفظ علیحدہ بیان کر کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی نبیوں واللفظ کا خاص ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں جو ایزد پر بیان کی گئی ہے اور جس میں تنگ کا لفظ ہے۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ سورہ آل عمران میں میثاق النبیین والی آیت سے پہلے نبی مراد ہیں۔ یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے پہلے کے جس قدر نبی ہوئے ہیں۔ وہ سب شامل ہیں جن سے عہد لیا گیا۔ سورہ احزاب والی آیت سے نجات ہوتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ سے پہلے نبی ہیں۔ آئندہ کے نبی نہیں۔ یہ تصریح کہ جس طرح پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں سے عہد لیا جاتا رہا ہے۔ کہ ہر نبی آئندہ ہی کی پیش گوئی کر جائے۔ اور اپنی قوم کو آئندہ نبی کے ماننے کی تاکید کر جائے۔ اور یہ عہد قرآن شریف کے اترتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لیا گیا ہے۔ آئندہ آنے والے نبیوں سے بھی اس قسم کے عہد لیے جاتے کی تصریح قرآن شریف کی کسی آیت سے مجھے اس وقت مستحضر نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی کی ہے۔ کہ آئندہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں اور ان کی قوت قدسیہ سے میرے جیسے بیٹے قیامت تک ہو سکتے ہیں۔ ہر نبی سے عہد لینے سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اپنی امت کو پیش گوئی کرے کہ آئندہ ایسا نبی آئے گا مرزا صاحب نے اپنے جیسے نبیوں کے آنے کے متعلق قسم کھا کر بیان کیا ہے۔ کہ قیامت تک ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعد کسی شخص کا ذاتی نام لے کر پیش گوئی نہیں فرمائی۔ البتہ۔ القاب صفات۔ حالات۔ زمانہ علامات وغیرہ کے لحاظ سے پیش گوئیاں فرمائی ہیں۔ اس طرح حضرت مسیح موعود نے بھی قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے جیسے بیٹے ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ ذاتی طور پر کسی کا نام لے کر آپ نے پیش گوئی نہیں فرمائی۔ حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱ پر غرض اس حصہ کثیر وحی الہی ایسا شخص ایک ہی ہو گا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔ کی عبارت ہے۔ اس عبارت کے بالکل ساتھ یہ الفاظ ہیں۔ ۱۳ سورس ہجری میں بگردن پر ہے۔ اور اس سے پہلے ۳۹۰ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اور اعجاز احمدی کتاب کا وہ شعر جو میں اپنے بیان میں درج کر چکا ہوں فلا ولد ذی الایوم بشدد۔ بھی مد نظر رکھا جائے۔ آیت؟ اذا خذ میثاق الخ میں رسول کا لفظ مکروہ ہے۔ عام رسول بھی مراد ہیں۔ بلحاظ اس کے کہ مکروہ عمومیت کو چاہتا ہے اور کبھی تنوین۔ تنکبیر تعظیم کے لیے آتا ہے۔ اس لیے ایک رسول بھی یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مراد ہو سکتے ہیں حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ پر قولہ تعالیٰ ہیں اس

سے مطالبہ کروں گا۔ کی عبارت ہے اس کا قبل اور بعد اس امر کی بحث ہے کہ آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا ضروری ہے یا نہیں۔ ایک شخص کا خیال تھا کہ ضروری نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ مجملہ اور آیات کے اس آیت سے یہ استدلال فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا ہنمیت ضروری ہے۔ اور آنحضرت کے بعد اھذا الصراط المستقیم کی آیت سے آئندہ کے لیے یہی استدلال فرماتے ہیں سورہ احزاب میں رکوع اول کی آیت جس میں نبیوں سے میثاق لینے کا ذکر ہے۔ اس میثاق سے وہی میثاق مراد ہے جو سورہ آل عمران والی آیت میں ہے۔ کیونکہ سائے قرآن شریف میں نبیوں کے میثاق کی کوئی اور آیت نہیں ملی۔ جو تفصیل اور تشریح کرے۔ تفسیر مدارک صفحہ ۲۰۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ واذاخذنا میثاق...
 الخ کی تفسیر میں یہ الفاظ ہیں کہ نبیوں سے ہم نے عہد لیا۔ تبلیغ رسالت والدعا الی الدین الیقین۔ مگر اس مفسر کا یہ خیال ہے قرآن شریف میں ایسی قطعاً کوئی آیت نہیں ہے کہ ہم نے نبیوں سے اس بات کا عہد لیا تھا۔ بلکہ قرآن میں اس عہد کا خود ذکر موجود ہے۔ کہ بعد کے نبی کی تصدیق اور پیش گوئی کرنا میثاق تھا۔ کشف جلد ۲ صفحہ ۲۵ پر بھی اس آیت کی تفسیر میں لہجہ وہی الفاظ ہیں۔ جو مدارک میں تھے الفاظ حسب ذیل۔

واذکر میں اخذنا من النبیین جمیعاً میثاقہم۔ الی الدین الیقین اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ مفسرین ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ بیان نہیں کرتے کہ آیا قرآن میں بھی اس قسم کا کوئی ذکر موجود ہے۔ بیضاوی جلد ۴ صفحہ ۱۵۹ پر بھی اس آیت کی تفسیر میں وہی الفاظ ہیں۔ جو کشف اور مدارک میں ہیں۔ مگر یہ اس آیت کی تشریح نہیں۔ جس سے میں نے استدلال کیا ہے۔ کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا اور جس آیت میں خود خدا نے اپنے عہد کی تشریح اور تفسیر فرمادی ہے۔ یعنی آیت سورہ آل عمران تفسیر الکبیر جلد ۶ صفحہ ۵۷۲۔ ائمة الاولی سے لیکر۔ واصدھم بالتبلیغ تک کے الفاظ ہیں۔ بعض نے خدا نے ان کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ پہنچادیں۔ اس میں قطعاً اس امر کی تشریح نہیں ہے۔ کہ کیا چیز پہنچانی جاوئے۔ بلکہ پہلے لفظ سے خود میثاق کا اشارہ کتاب ہے۔ کہ میثاق پہنچادیں۔ بعض مفسرین نے اس امر کی تشریح کی ہے۔ کہ سورہ آل عمران کی میثاق النبیین والی آیت کا یہی مطلب ہے۔ کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا کہ اپنے بعد میں آنے والے نبی کے متعلق پیش گوئی کر دے۔ اور اُس قوم کو بتا دے۔ کہ تم نے اس کو ماننا ہوگا۔ یعنی مفسرین نے اس آیت میں رسول کے لفظ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی مراد لی ہے۔ اور ہر رسول کی ذات بھی مراد لی ہے۔ مگر میثاق وہی ہے کہ آنے والے رسول کی تصدیق اور اس کی پیش گوئی کرے بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ پر ما من۔ خیرہ کی عبارت ہے۔ برکات الدعا صفحہ ۱۶۔ پر اس میں کچھ شک نہیں۔ تھا۔ کے الفاظ ہیں۔

ازالہ اوہام پر صفحہ ۶۱ پر تقطیع کلام پر اور ہم پہلے اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں..... حاصل نہیں ہو سکتے۔ کی عبارت ہے۔ اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ ایام الصلح صفحہ ۳۵ پر مگر چونکہ مقصد تھا..... وجود ہی تھا کی عبارت ہے اس کا بھی ماقبل اور مابعد قابل ملاحظہ ہے۔ حماۃ البشر ص ۷۷، ۷۸، طبع اول بغیر ترجمہ پر الاتراى الا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... فکانہ تک کی عبارت ہے۔ لیکن اس کے بعد کی سطر بھی قابل غور ہیں۔ عربی زبان کی مشہور ڈکشنریاں مثل لسان العرب۔ تاج العروس معتبر ہیں بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت دلیل کے طور پر کسی عرب کی کلام سے یا محاورہ سے وہ سند پیش کریں ان دونوں کتابوں کا ہر مطلب بیان کیا ہوا میرے لیے اس صورت میں معتبر ہے کہ وہ سند کے طور پر کوئی استفسار پیش کریں۔ اور یہ شرط قرآن شریف کے الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح اور غلط معنی کو مد نظر رکھنے کے لحاظ سے ہے۔ یہ دونوں کتابیں عام طور پر معتبر بھی ہیں۔ کیونکہ یہ ضخیم ہیں۔ اور بڑی بھی ہیں۔ معنی الرحمن مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۸ پر حسب ذیل عبارت ہے ”لسان العرب تاج العروس میں جولفت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں“ تفسیر صافی شیعوں کی تصنیف ہے۔ اور یہ حوالہ اس لیے دیا گیا تھا۔ کہ فریق اول کی طرف سے شیعوں کی اصطلاحات بیان کی گئی تھیں اور جس بات کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ وہ مفسر کا اپنا قول نہیں ہے۔ بلکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے۔ تفسیر صافی میرے نزدیک اس رنگ میں مستند نہیں ہے۔ کہ اس مفسر کا قول ہے۔ بلکہ اس میں جو باتیں قرآن کے مطابق ہوں گی۔ اور قرآن شریف کی تائید و تصدیق میں جن احادیث کے وہ مطابق ہوں گی۔ اس لیے کہ ہماری کتابوں میں ان کی تائیدیں پائی جاتی ہیں۔ ان سے کسی حوالہ کا دیکھنا برا نہیں ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ تفسیر صافی کا قائل یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو قرآن شریف موجودہ قرآن شریف ہے جس کی وہ خود تفسیر لکھ رہا ہے۔ کہ وہ قرآن نہیں ہے۔ میں نے تفسیر صافی کو بعض جگہوں سے دیکھا ہے۔ جو کتاب اب مجھے دکھائی گئی ہے۔ میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ وہ وہی کتاب ہے۔ من وعن اپنے تمام الفاظ کے ساتھ جو کہ میں پیش کی تھی۔ جو اس کتاب کے شروع میں یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں۔ ہذا الکتاب المسمی بالصافی فی تفسیر کلام اللہ الوافی۔ الکافی۔ الشافی۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے کلام۔ وافی۔ کافی۔ شافی کی یہ تفسیر ہے۔ اس کے صفحہ ۱۳ پر یہ الفاظ ہیں۔ کہ اقول المصطفیٰ..... عند رسول۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں حاصل شدہ امر ان تمام خبروں سے اور دیگر روایتوں سے جو اہل بیت کے طریق سے ہیں۔ کہ وہ قرآن جو ہمارے اندر ہے۔ وہ پورا کابورا دیا نہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتالا گیا۔ بلکہ اس میں بعض وہ بھی ہے جو خلاف ہے۔ اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا

اور بعض وہ بھی ہے۔ جو بولا گیا ہے۔ اور تحریف کیا گیا۔ اور تحقیق اس سے حذف کی گئی ہے اکثر چیزیں۔ مثلاً حضرت علی کا نام بہت سی جگہوں میں یا آل محمد کا نام بعض جگہوں میں یا منافقوں کا نام بعض جگہوں میں یا ایسا ہی یا کچھ اور کہ وہ قرآن جو ہماری اندر ہے وہ نہیں ہے۔ اس ترتیب پر جو خدا کے رسول کو پسندیدہ تھی۔ اگے چند سطروں کے بعد لکھا ہے۔ انتہی کلامہ۔ کہ اس کا کلام ختم ہو گئی۔ اور لکھا ہے۔ کہ میں کہتا ہوں۔ ویرد علیٰ ہذا ہذا شکل، کہ ان تمام باتوں پر بہت سے اشکال اور اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔ اس کے متعلق تقریباً سارا صفحہ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحیح مذہب اس عبارت کے خلاف ہے۔ جس کا اوپر ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن حرف اور بدل نہیں ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ جو کتاب میں نے پیش کی تھی۔ جس کے شروع پر کیا الفاظ ہیں تمام وہ کتابیں کہ جس کے مصنفین کا حال ہمیں معلوم ہو۔ یا معلوم نہ ہو۔ اس سورت میں معتبر ہوں گی جب قرآن شریف کی تصدیق یافتہ ہوگی۔ کوئی دستاویز۔ اشتہار یا مخطوط یا رسالہ یا کتاب اپنے مضامین کے لحاظ سے تھی معتبر ہوگی جب کہ قرآن شریف کی تصدیق یافتہ ہو۔ اور اگر وہ واقعہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تو وہ اس واقعہ کے متعلق بھی معتبر ہو سکتی ہے جب کہ اسی انسان کی تحریرات کے خلاف نہ ہو جس کی طرف دستاویز منسوب ہے اگر کسی انسان کی دستاویز ہمارے سامنے پیش کی جائے اس رنگ میں کہ اس کے دستخط تو اس پر اس کے نیچے نہیں ہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ یا اس کے اخیر میں اس کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے کہ یہ اس کا منسوب ہے۔ اور اس کی زندگی میں وہ دستاویز شائع ہو جاتی ہے۔ اس کو مخالفین بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ لوگ ان کو مخالف سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ خود اس میں مخالف ہوں یا نہ ہوں۔ اور اس دستاویز کا منسوب شدہ شخص اس کا انکار نہیں کرتا۔ یا وہ شخص جس کی دستاویز پیش کی جا رہی ہے بقید حیات ہو کہ اس سے پوچھا جاسکے۔ لیکن جس امر کی وہ دستاویز ہے اس امر کے متعلق تنازعہ ہو چکا ہے۔ اور اٹھائے تنازعہ میں وہ دستاویز حاصل کی گئی ہے۔ یا ایسی ہی اور شقیں جو رسول لائیں کسی دستاویز کے معتبر ہونے کے متعلق مردع ہیں۔ تو ان کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ جو دستاویز اب مجھے دکھائی گئی ہے وہی اشتہار ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس اشتہار میں کوئی تاریخ اناعت درج نہیں۔ اور نہ ہی اس کے لکھنے کی تاریخ اس میں درج ہے کسی دستخط کے نیچے بھی کوئی تاریخ درج نہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ اشتہار کب کا شائع شدہ ہے۔ البتہ جن عبارتوں پر یہ فتویٰ لکایا گیا ہے۔ ان میں سے بعض عبارتوں کو میں نے کئی رسالوں سے دیکھا ہوا ہے۔ کتاب تقویت الایمان جو اب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ یقینی نہیں کہہ سکتا کہ وہ مولوی اسماعیل صاحب کی ہے۔

اور کہ تقویت الایمان صفحہ ۳۱ کا حوالہ اس مشہر نے کس عبارت کے تعلق سے دیا ہے۔ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے۔ کہ کتاب تقویت الایمان میں سے ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت ہے۔ جو اس اشتہار میں درج ہے۔ میں نے تحقیقات نہیں کی کہ ہمدان پور میں کوئی شخص عبدالنبی کے نام کا بھی ہے۔ یا نہیں۔ جس کا اس اشتہار پر نام ہے۔ اور نہ مجھے اس کے دریافت کرنے کی ضرورت تھی۔ اس اشتہار میں جن لوگوں کے نام درج ہیں۔ فتویٰ لگانے کے لحاظ سے میں نے ضرورت نہیں سمجھی کہ ان سے جا کر دریافت کر دوں۔ اور نہ ان لوگوں سے ملاتی ہوا ہوں۔ یہ فتویٰ میں نے ایسے رنگ میں پیش کیا تھا۔ جس طرح ہر فریق مخالف کی طرف سے بغیر جاننے کے لوگوں کے نعرے ہمارے خلاف پیش کئے گئے تھے مجھے معلوم نہیں کہ محمد ابراہیم بھٹو پوری مشہر کون ہے کوئی مشہور آدمی معلوم ہونا ہے کیونکہ اس نے سوا سواروپہ انعام دینے کا بھی اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ اس فتویٰ کی صحت اور عدم کے متعلق مشہر جانتا ہے۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس میں جو بعض عبارتیں درج ہیں وہ صحیح ہیں اور میں نے بھی ان کو اصل کتابوں سے پیش کیا ہے۔ حافظ روشن علی صاحب احمدی میرے استاد ہیں۔ حضرت مسیح موعود۔ خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کی کتابوں کے سوا کوئی کتاب مجھ پر رجحان نہیں۔ حافظ روشن علی صاحب کی کسی کتاب سے وہی بات میرے لیے مستند اور رجحان ہوگی جس کی تائید حضرت مسیح موعود یا آپ کے خلفاء کی اپنی تحریروں سے ہوتی ہو۔ خواہ اعتقادات کی ہو۔ خواہ عملیات کی۔ جو کتاب فقہ احمدی حصہ اول پیش کی گئی ہے۔ یہ حافظ روشن علی کی ہے۔ اس کے صفحہ پر یہ عبارت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان کوئی بنی نہیں ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود کے بعد ایسے نبیوں کا آنا ممکن ہے۔ جو تالیف شریعت مجربہ ہوں۔ جہاں تک اس عبارت کی مسیح موعود کی کلام سے تائید ہوتی ہے۔ اور اگلا فقرہ کہ مسیح موعود کی غلامی کے حلقہ بگوش۔ اس سے صرف شرط مراد ہوتا تائید ہوتی ہے۔ ایک انسان اگر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ اور ان چیزوں کا بھی اقرار کرتا ہے۔ جن کے ماننے سے ایک انسان مسلمان کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ان صفات کا انکار کرتا ہے جو قرآن و حدیث میں صریح طور پر بیان ہیں۔ کبھی صاف طور پر وہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں ان کو نہیں مانتا۔ تو وہ منکر صفات ہے اور مدعی اسلام سمجھا جائے گا۔ وہ کافر صفات الہیہ کہا جائے گا۔ کسی مدعی اسلام سے بائیکاٹ کرنا۔ پس دین وغیرہ کے بارہ میں جن میں شریعت نے اپنی مرضی کو دخل نہیں دیا۔ اور مجبور کیا ہے۔ ان معاملات میں ایسے انسان کو عام دوسرے مدعیان اسلام کی طرح سمجھا جائے گا۔ اگر وہ باتیں جو آیت اولیٰ ہم المؤمنون حقا سے پہلے مذکور ہیں۔ اپنے تمام مشروط اور تفصیل کے ساتھ کمال تمام کسی شخص کے اندر پائی جاتی ہیں۔ وہ اس

آیت کا مصداق ہوگا۔ یہ ایک مردِ فاجر ہے۔ کہ ہر ایک شخص کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے۔ اور اس اصطلاح کو مد نظر رکھ کر ہی اس شخص کی کلام کا مطلب سمجھا جاتا ہے۔ ہر فن میں بھی اصطلاحات ہو سکتی ہیں۔ کسی شخص کے بیان کردہ مصطلحات کا علم ہونے بغیر اس کی کلام کو اپنے خیال کے مطابق ڈھال لینا ایسے رنگ میں کہ اس شخص کی تسبیحات کے خلاف ہو۔ نہایت نامناسب بات ہے۔ صوفیائے کرام جن اصطلاحوں کے متعلق یہ کہیں کہ ہماری یہ خاص اصطلاحیں ہیں۔ اور ویسی اصطلاحیں اس شخص کی نہ ہوں جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یا صوفیہ کلام کی وہ اصطلاحیں دائمی طور پر مردوح بھی نہ ہوں۔ تو پھر انہیں رنگ میں ان اصطلاحوں کو بیا جلنے کا۔ جن میں انہوں نے بیان کیا۔ بشرطیکہ وہ تسبیح کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوفیائے کرام نے جو بھی اسلام اور کفر کے معنی لیے ہیں۔ یا موت و حیات کے معنی لیے ہیں۔ وہ صحیح لیے ہیں۔ اور قرآن و حدیث اور زبانِ عربی کے ماتحت لیے ہیں۔ کسی خاص شخص کے اصطلاح معنی جو قرآن۔ حدیث اور زبانِ عربی کے خلاف ہوں۔ ان سے میں واقف نہیں ہوں۔ اور میرے خیال میں ایسی کوئی اصطلاح ہے ہی نہیں۔ مجھے کفر اور اسلام کے معنی قرآن اور حدیث کی رُو سے نہ ماننے اور ماننے اور انکار کرنے اور تسلیم کرنے یا ناقدری کرنے اور کامل فرمانبرداری کرنے کے سوا اور معنی ثابت ہونے معلوم نہیں ہیں۔ مسیح موعود کو ماننا قرآن شریف اور حدیث کا مسئلہ ہے۔ اور قرآن اور حدیث پر مسلمانوں کو اجماع ہے اجماع اس مسئلہ میں ہوا کرتا ہے۔ جس کا قرآن اور حدیث میں صریحاً ذکر نہ ہو۔ اور اجتہاد کے متعلق وہ مسئلہ ہو۔ چونکہ مسیح موعود کی پیش گوئی احادیث میں موجود ہے۔ مختلف علامات کے لحاظ سے بھی اور قرآن کریم میں بھی آئندہ امت محمدیہ میں خلفاءِ محمدین وغیرہ آنے کی پیش گوئی موجود ہے۔ اس لیے اس کا ماننا نہایت ضروری ہو گیا۔ اجتہاد کا مسئلہ بھی نہ رہا۔ اس لیے اجماع کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

مہاجرین شامل نہیں ہوں گے۔ مورئے علیہ السلام کی قوم میں مورئے علیہ السلام کے بعد جس قسم کے نبی آئے۔ ان کو مد نظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں کے آخری نبی تھے سلسلہ موسویہ کے نبیوں کے لحاظ سے ان انبیاء کا خاتم بھی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاسکتا ہے۔ تحفہ گورٹویہ صفحہ ۳۶ ر ۳۷ ر ۳۸ ر ۳۹ ر طبع دوم بربرہ عبارتیں ہیں۔ اور اس مماثلت کے لحاظ سے خاتم الانبیاء تھا۔ حدیث متفق علیہ سے ثابت ہے۔ اکل اور اتم طور پر جو جاتا۔ پس اگر فرض کریں خاتم الانبیاء ہے پہلے حوالہ میں موسوی خلیفوں کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں۔ اور دوسرے حوالہ میں سلسلہ اور تیسرے میں سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں خاص طور پر مد نظر رکھنے کے قابل ہیں۔ خطبہ الہامیہ کے حاشیہ کے اخیر میں صفحہ رالف (۱۵ ب) پر حسب ذیل عبارتیں ہیں۔ ثم اعلم خاتم المرسلین۔ مگر اس میں سلسلہ کلیسیہ کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ اور خاتم کے بارہ میں مرزا صاحب کی جس قدر عبارتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ ان میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آیا خاتم۔ ت کی زیر کے ساتھ ہے یا خاتم۔ ت کی زیر کے ساتھ ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بمجملہ ان کے یہ ہے میں ان کے لیے خاتم اولیاء اس کی تشریح اس مضمون میں صفحہ ۳۸۳ تک طبع ثانی میں مد نظر ہے اس کتاب کے صفحہ ۳۸۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ وہ علی قدر شفقت ابو خاتم اولاد اس کے نیچے اس کا ترجمہ ہر دو میں بھی دیا ہوا ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل پیر پیدا ہی ہوگا۔ اور وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔ اس سے پہلے کا فقرہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جو یہ ہے۔ یعنی کامل انسانوں میں سے ہوگا۔ حیثیت اور طیب کی امتیاز اس آیت میں جو میں نے پیش کی ہے۔ بلذیہ غیب الہی کے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجتبیٰ رسولوں پر ظاہر ہوا کرے گا۔ اور یہی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایمان کے لحاظ سے جو طیب اور حیثیت ہوتا ہے۔ ان کا پتہ ان مجتبیٰ رسولوں کی آمد سے ہی ہوتا ہے۔ یوحنا کے مان جانے یا نہ ملنے کے۔ حیثیت اور طیب کا امتیاز اس آیت میں جس کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے۔ رسولوں کی آمد اور ان کی آمد کے بعد ان پر ایمان لانے سے ہوتا ہے اور ان رسولوں کا آنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے۔ اس آیت میں وان توتمنوا وتنفقوا میں ایمان اور تقویٰ کا ذکر ہے۔ اس ایمان کو خود خدا تعالیٰ نے بھی اس جملہ سے پہلے اس آیت میں فرمایا اللہ درسلہ فرما کر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ وہ ایمان مراد ہے جو ہم کے اس حکم کے مطابق ان مجتبیٰ رسولوں پر لانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اس آیت میں من رسلہ سے مراد وہ رسول ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ انہما را علی الغیب کر سکا ہے اسے اعتقاد الہی قرآن شریف کے بعد قیامت تک کوئی شرعی کتاب نہیں آئے گی۔ یہی کامل شریعت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی البتہ اس شریعت کے متبع غیر شرعی بالا فائدہ انبیاء قیامت تک آسکتے ہیں۔

یہ شریعت محمدیہ بلحاظ اشیاء خوردنی و پوشیدنی کے حالت اور وقت کا حکم بتاتی ہے۔ اور یہی حلال و حرام۔ خبیث اور طیب اشیاء کی وضاحت کے لیے قیامت تک کافی ہے مگر وہ ایمان جو اس شریعت پر ایک انسان لانے کا اظہار کرے گا۔ اس ایمان کے اندر معلوم کرنے کے لیے کہ واقعی یہ خالص ایمان ہے۔ یا ناقص ان کا امتیاز کرنے کے لیے اس شریعت محمدیہ کے ماتحت انبیاء اور رسل آئیں گے پھر ماننے والا افضل ہو جائے گا اور طیب کہلائے گا اور نہ ماننے والا خبیث کہلائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اکل و شرب کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایمان کے مدعیوں اور دعویداروں کا ذکر کر کے بتلایا ہے کہ ان کے خبیث اور طیب کا فرق بذریعہ اظہار علی الغیب کے ہوگا۔ جو رسولوں پر کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا فانوا باللہ ورسولہ کہ جب کبھی ایسے رسول آئیں تو ان کو مان لیا کرنا۔ آیت مذکورہ بالا میں رسل کے لفظ سے غیر شرعی رسول مراد ہیں ہر ایک آیت میں رسول اور نبی کا لفظ جو استعمال ہوگا۔ وہ قرآن شریف کے ہیں یہاں فرمودہ فالقن کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ جو اس آیت میں بیان ہوں گی یا جو دوسری آیتوں میں تصریحات ہوں گی ان کی بنا پر ہر جگہ علیحدہ علیحدہ مراد ہوگا۔ کسی جگہ شرعی اور غیر شرعی دونوں۔ کسی جگہ صرف شرعی۔ کسی جگہ غیر شرعی اس کے معنی محدث بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ایک لحاظ سے نبی ہوتا ہے۔ اور محدث کے معنی ہیں کہ جسے کمال و مخاطبہ اللہ تک حاصل ہو۔ حضرت عمر کے بارہ میں جو محدث لفظ استعمال کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔ جس کو میں اپنے بیان میں ذکر کر چکا ہوں۔ تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے ان معنوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی محدث تھے۔ رسولوں کا بھیجنا یا نبیوں کا بھیجنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کہاں اور کس جگہ اور کس کو نبی اور رسول مقرر کرے۔ کسی نبی کے آنے کی خاص طور پر زمانہ کے لحاظ سے کسی خاص زمانہ یا صدی کا نام لے کر تخصیص نہیں کی گئی۔ ہاں استدلال معلوم ہو سکتا ہے۔ آیات ذیل ولقد اوحی ملک الہ کذالک یوحی

..... حکیم .. جو سورۃ زمر اور سورہ شورحی سے بیان کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے کی وحی کا ذکر ہے۔ چونکہ آپ پر شرعی وحی ہوئی ہے۔ اور آپ سے پہلے بھی شرعی وحی ہوتی رہی ہیں۔ اس لیے ان دو آیات میں آیتہ وحی کا ذکر کرنا اس امر کا وہم ڈالتا تھا کہ شاید ویس شرعی وحی آیتہ بھی ہو گی۔ ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرعی وحی منقطع اور بالکل بند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شرعی وحی بھی ہوتی تھی۔ اور غیر شرعی بالاسستقال وحی بھی ہوتی تھی۔ قرآن شریف کی آیات میں بعد کے لفظ کی تخصیص کے ساتھ مطلق وحی کا اس رنگ میں تو ذکر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہوگی۔ ہاں اس رنگ میں کہ آپ کی امت کو خیر امت قرار دے

کر اور آپ کو تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ قرار دے کر اور بہترین انعام کلام الہی و بتاتات خداوندی قرار
 دے کر کئی آیتوں میں تصریح فرمادی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے لفیل اور اتباع
 کی برکت سے اس امت محمدیہ میں غیر شرعی وحی کا دروازہ کھلا ہے۔ چنانچہ کچھ آیتیں میں نے بیان میں مفصل
 بیان کر دی ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا زمین میں کسی کو خلیفہ بنانے سے یہ مراد ہے۔ کہ اس کو لوگوں کے لیے نبی بنایا
 جاوے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ یَا دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَیْ لَیْ
 فَرَمٰی یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَہٗ فِی الْاَرْضِ اوریہ دونوں نبی تھے اس سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کا خلیفہ
 بنانے سے یہی مراد ہے۔ کہ ان کو نبی بنا کر مبعوث کیا جاوے۔ مخلوقات کی ہدایت کے لیے داؤد علیہ
 السلام نبی بھی تھے اور اپنی بعد کی عمر میں بادشاہ بھی ہو گئے تھے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
 حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے۔ ان کی بادشاہت کرنے کے متعلق کوئی تصریح قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔
 خلیفہ کا لفظ قرآن شریف میں خاص شخص کے لیے جو استعمال ہوا ہے۔ وہ داؤد اور آدم علیہما السلام کی ذوات
 بابرکات ہیں۔ چونکہ خدا نے ان کو خلیفہ بنایا ہے اور ان کے لیے لفظ خلیفہ استعمال فرمایا ہے اور یہ دونوں
 نبی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا مطلب لفظ خلیفہ سے نبی ہوتا ہے۔ اور خلیفہ بنانے سے نبی مبعوث
 کرنا مراد ہوتا ہے۔ حاکم ہونا اس کے واسطے ضروری نہیں۔ ہوا نہ ہو۔ یعنی اس کا بادشاہ دقت ہوتا یا بادشاہ
 دقت نہ ہونا۔ اس امر کی کوئی قید نہیں ہے۔ کیونکہ بعض انبیاء محکوم بھی ہوئے ہیں۔ اور بعض انبیاء حاکم
 بھی ہوئے ہیں۔ لہذا دونوں مفہوم اس کے اندر مراد ہوں گے۔ یعنی خلیفہ بمعنی نبی جو حاکم ہو۔ اور خلیفہ بمعنی نبی
 جو محکوم ہو۔ وعد اللہ الذین آمنوا والی آیت میں پہلی امتوں کے خلفاء کی مثال دے کر آئندہ خلفاء کا وعدہ دیا
 گیا ہے۔ پہلی امتوں میں دونوں قسم کے خلفاء تھے۔ یعنی نبی اور نبیوں کے جانشین لہذا اس امت محمدیہ میں
 بھی جن خلفاء کا وعدہ ہے۔ ان سے نبی بھی ہیں اور نبیوں کے جانشین بھی دونوں واضح طور پر مراد ہیں۔ لہذا
 خلفاء راشدین، مہمدیین، یہی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے انبیاء جو رسول مقبول کے طفیل سے نبی نہیں وہ بھی اور
 نبیوں کے خلفاء بھی۔ خلفاء کا لفظ لغت کے لحاظ سے قرآن کریم میں بوجہ ایک قوم کے پیچھے دوسری آباد ہونے
 والی قوم کو جانشین قرار دینے کے بھی استعمال ہوا ہے۔ اور اس میں کفار اور مومن دونوں ہو سکتے ہیں۔
 مگر امت محمدیہ کو جن خلفاء کا وعدہ ہے۔ وہ کافر خلفاء مراد نہیں۔ اس آیت میں جو یہ الفاظ دلیلیکن
 طعمہ لہذا ان سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ کہ وہ آنے والے خلفاء اپنے دین کو دینا میں خود اجرا کرنے
 کی طاقت رکھتے ہوں گے بلکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے دین کو منبسط کرے گا۔ اور دنیا ہذا
 کوشش کرے کہ ان کا دین ان کی تعلیم نہ پھیلے۔ لیکن وہ ناکام رہے گی۔ اور خدا تعالیٰ ان کی تعلیم اور

ان کی باتوں کو دنیا میں ترقی پذیر کرے گا۔ کیونکہ جی خلفاء کی مثال دی گئی ہے۔ کہ ویسے خلفاء اس امت میں ہوں گے۔ ان سب پہلی امتوں کے خلفاء کو اپنے دین جاری کرنے کی قدرت سیاسی طور پر نہیں ملی۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ ویسے ہی آنحضرت بھی تمام انسانوں کی طرف قیامت تک رسول ہیں اس لیے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام بنی اسرائیل کی طرف نبی ہونے کے باوجود بہت سارے بعد میں نبی آجائے سے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت عامہ میں کوئی خلل اور رخنہ نہیں پڑتا۔ حالانکہ وہ بعد کے آنے والے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی برکت سے بنی نہ کہلاتے تھے۔ بلکہ بالاسبقا تھے۔ ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اتباع اور برکت سے کسی نبی کے آجانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام میں کوئی خلل یا رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فقرہ فرمایا: **يا ابا عبد اللہ** والملكوت اس فقرہ میں جو کم کا لفظ ہے۔ اس سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس میں مخاطب کرنے سے مراد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد نہیں بلکہ امت محمدیہ مراد ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت نہماج نبوت پر تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے اشاعت کے لیے آپ کی نیابت میں تھی انا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا یتخدد۔ دہلی حدیث میں تمام اولین و آخرین مراد ہیں۔ یعنی انبیاء اولین و آخرین۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہاں تمام انبیاء مراد ہیں کیونکہ نبی اپنی امت سے بہر حال افضل ہوتا ہے۔ وہ فخر کی جگہ نہیں کہ جس کو خاص طور پر فرشتے بھروسہ بیان کیا جاوے اور اس لیے بھی کہ اگر آخرین سے نبی مراد نہ لے جاویں۔ بلکہ عام مومن مراد لے جاویں۔ تو اولین سے بھی پھر عام مومن مراد لینے پڑیں گے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پہلی امتوں کے عام مومنوں سے ہوگی۔ نہ کہ انبیاء سے حالانکہ یہ سننے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری تصریحات کے اور احادیث کے خلاف ہے اور اس لیے بھی کہ اگر آخرین سے مراد بعد کے مومن ہیں تو ان سے افضل (ابو بکر بھی) ہیں پھر حضور صلعم کا حقیقتاً اظہار فرما کر دلائل کثرت کوئی خاص رنگ نہیں رکھتا کیونکہ دوسرے بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۵۔

باب فضائل سید المرسلین پر یہ حدیث ہے۔ انا سید ولد آدم۔ بوم القیامۃ ولا فخر ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے جو پہلے ہو چکے یا بعد میں آئیں گے۔ افضل ہیں۔

ایہ اہمیت والجاہر صفحہ ۳۱ جلد ۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ وعبادت ایشیح..... بالولائت۔

حضرت مسیح موعود نے یہ تفسیر فرمائی۔ صحابہ سے ملا۔ جب مجھ کو پایا۔ ادیرہ قرآنی آیات کا اور احادیث کا مطلب ہے۔ جو آپ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس قول کا مطلب۔ یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو مان لیا۔ وہ

درجہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے مل گیا۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱ پر حسب ذیل عبارت ہے
من دخل مستدبریں اور اس میں آخیں قسم والی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور اس کے
نیچے ہر دو ترجمہ پس وہ پلوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کتاب میں یہ ترجمہ حضرت
صحیح موعود ہی کا ہو۔ مگر یہ ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ اور صحیح ہے۔ مگر عبارت کا مفہوم وہی ہوگا۔ جو حضرت مسیح
موعود کی دیگر تصریحات کے مطابق ہو صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کہ انہوں نے کی ہے۔ یا کہی ہے
یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کو
ثابت شدہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ ان تک روایت پہنچتی ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ صحابہ
روایتیں اپنے اسناد کے لحاظ سے صحیح ہو سکتی ہیں۔ لیکن قرآن شریف کے قطعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے
وہ محض غلط ہیں۔ اور اگر ثابت شدہ کالفظ کسی اور معنی میں استعمال ہوتا ہو۔ تو بیان کیا جادے میں اس کے مطابق
اپنا جواب لکھا دل لگا۔ میرے بیان کردہ معیار کے مطابق میں قرآنی قطعیت کے مطابق کے معیار کی رو سے
اگر کوئی دینی مسئلہ صحابہ کا بیان کردہ ہو۔ تو وہ بہر حال راجح ہوگا۔ کسی ایک صحابی کا بیان کردہ تطابق اگر قرآن
کے مطابق ہے ہو کر بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ واقعی مطابق ہے۔ زبان عربی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے
دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہو گئی ہے۔ اور دیگر صحابہ کے اجماع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تو وہ
راجح ہوگا۔ لیکن کسی صحابی کا ذاتی خیال راجح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ کہ بعض
صحابہ اپنے فتویٰ اور اجتہاد میں ویسے نہیں۔ جیسے دوسرے۔ اور احادیث سے بھی صاف طور پر ثبات ہوتا ہے
کہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی کچھ مراد لی۔ مگر وہ محض غلط ثابت ہوئی۔ اگر
کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کے صریح مضمون و مفہوم کے مطابق ہو۔ عربی زبان کی سند
ساتھ رکھتی ہو۔ دیگر احادیث کی تائید بھی رکھتی ہو۔ تو صحابی کی تحقیق سے مقدم ہے۔ نہ اس لیے کہ وہ اس کی
ذاتی تحقیق ہے۔ بلکہ اس لیے کہ قرآن کریم اور عربی زبان کی سند احادیث کی سند جو صحابہ کی موجودگی
میں سب کی سب۔ سب صحابہ کو معلوم نہ تھیں۔ اور نہ مدون و مرتب ہوئی تھیں۔ اس کی تائید میں ہیں۔ جو میں
نے شرطیں اوپر بیان کی ہیں۔ ان کے بیان کرنے کے بغیر اگر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے۔ اگر وہ پیش
کرنے والا خدا تعالیٰ کی طرف سے ظہم و مامور نہیں ہے۔ کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق و تائید قرآن پاک کی تصریح
سے ہو چکی ہو بلکہ عام شخص ہے تو اس کی ذاتی رائے اور کسی شرائط سے علیحدہ کر کے صحابی کی بیان کردہ شدہ تصریح
سے معنی والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہوگی کہ اسے راجح سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مطابقت
میں صحیح قرار دینے والا۔ خود مختار ہے۔ کہ وہ اپنے استدلال کی رو سے اسے مطابق قرار دے۔ یا تصریح کے

لحاظ سے مطابق قرار دے کتاب شہادت القرآن کے صفحات ۵۴ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ یہ تمام امور
 لازم ہے اس کے آگے کی عبارت بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ اور وہ دیگر تقریحات
 جو حضرت مسیح موعود نے احادیث کے متعلق یا اقوال صحابہ کے متعلق اپنی دیگر کتابوں میں بیان فرمائی ہیں۔
 عدد رکعت تعال کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج چلا آ رہا ہے۔ گو مختلف اوقات میں لوگوں نے
 اختلاف بھی کیا ہے۔ قرآن شریف کے صریح حکم کی موجودگی میں مخالف اجتہاد ٹھیک نہیں۔ کوئی حدیث قرآن
 شریف کی صریح نص سے تائید یافتہ ہے۔ بلحاظ اپنے حق اور مطالب کے تو ایسی حدیث کے خلاف بھی کوئی
 اجتہاد مناسب نہیں۔ حقیقت البنوة حصہ اول صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ
 کی عظیم الشان کل نیوں پر پڑے گا۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۳ پر در اور نبی محمدی
 نبوت ان میں سے ایک میں ہوں کی عبارت ہے۔ مگر اس تشریح کے ساتھ جو حضرت
 مسیح موعود نے اس کی خود فرمائی ہو۔ صفحہ ۸۹ پر الفاظ ذیل ”۱۹۱۰ء سے پہلے پر رخم ہو گئی ہیں۔
 اس کا مطلب بھی اس تشریح کے ذیل سمجھا جائے گا۔ جو میں نے اپنی بیان کی ہے۔ بدیہ مجددیہ کس کی تصنیف ہے۔
 مجھے اس وقت مستحضر نہیں اس کا مصنف جماعت احمدیہ خیال کے نہیں ہیں۔ نہ مجھے اس کا مذہب معلوم ہے۔
 حضرت مسیح موعود نے مکفر کی جو تشریح کی ہے۔ اور جو ابھی میں اپنے بیان میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کی دوسرے
 مولوی ثناء اللہ کو انہوں نے اپنا مکفر سمجھا ہے۔ وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنا۔ سرعیت سے کلام کرنا۔
 لکھنا۔ الہام کرنا ہیں۔ خدا تعالیٰ کا اپنے کسی مقرب بندہ سے کلام کرنا خواہ بواسطہ فرشتہ ہو۔ بغیر فرشتہ ہو۔
 محض آواز ہو۔ لکھی ہوئی تحریر ہو۔ وحی کے اصطلاحی معنی سمجھ جائیں گے لغت یعنی زبان عربی قرآن شریف
 اور احادیث سے میں وحی کے یہی معنی سمجھتا ہوں۔ اگر اصطلاحی ہو۔ بلکہ شرعی وحی مراد ہو تو حضرت مسیح موعود
 تشریحی وحی کے دو عیار نہیں تھے۔ اور نہ ہم ان کو مانتے ہیں۔ اگر وحی سے یہ مراد ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے توکل سے وحی ہوگا اس کی تائید اور تصدیق میں وحی ہوتا۔ تو اس کے آپ مدعی ہیں۔ اور ہم ان کو مانتے
 ہیں۔ شرعی اور غیر تشریحی کی شرط کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو غیر تشریحی وحی ہوئی
 ہے۔ حضرت مسیح موعود کو اصطلاحی وحی ہوئی ہے اور لغوی اور اصطلاحی میں کچھ پیندال فرق بھی نہیں۔ کتاب
 فوائد فریدی کے صفحہ ۱۳ پر یہ عبارت ہے افضل اتمام حکم ولایت صادر یہ کتاب
 سال ۱۸۵۰ء کی شائع شدہ ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۴ پر حسب ذیل عبارت ہے یہ آں ہمہ پیغمبروں
 محو شدہ است اس کے صفحہ ۱۵ پر بہ ان ارکان دین محمدی مشہور چہار امام۔ اس کے
 صفحات ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶ پر ہے۔ بہ آن کہ علامات قیامت مالا نہایت ہو۔ کسی کی توہین

اور جنگ کا حکم اصطلاح منکرم کے تحت ہوگا۔ کتاب تفسیر بیضاوی کے صفحہ ۱۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔
 دالایمان فی الصفیہ عدم الاقرار اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر دلکفر تعیث فی الیہما کی عبارت
 ہے۔ یہ مفسر قرآن شریف کی تفسیر بلحاظ لغت اور ادب کے کرتا ہے اور یہ اس کا اپنا خیال ہے کتاب نور الآثار
 صفحہ ۲۲۲ پر واذا انتقل وغیرہا کی عبارت ہے اہل سنت والجماعت کے امام جیسے ابو منصور
 ماتریبی اور ابوالحسن اشعری یا اس پائے کے جو دیگر امام ہیں۔ ان لوگوں نے جو اصول کسی دوسرے شخص کو
 کافر قرار دینے کے لیے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں یا ان کی طرف منسوب ہو کر کتابوں میں بیان کئے جاتے ہیں
 وہ سب کے سب مجھے مستحضر نہیں۔ کہ میں یہ بتاؤں کہ جہاں اصول تکفیر کے وہ مطابق ہیں یا نہیں ہم کسی شخص کو
 کافر نہیں کہتے جب تک اس کے اندر کفر بمعنی انکار کی کوئی وجہ خود اس کے قول یا اس کی مستند تحریر سے میں
 معلوم نہ ہو۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب صحابہ صفحہ ۵۴۵ پر یہ الفاظ ہیں خیر امتی قرنی متفق علیہ
 مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ ساری امت اس فتویٰ کے تحت آجائے گی۔ جو اس حدیث کے بعض الفاظ
 میں ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب وہی ہے۔ جو قرآن شریف کی تفسیر سحاح اور خزیر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی
 فرمائے ہوئے فضائل امت مجدیہ کو مد نظر رکھنے سے متفق علیہ کر سکے یا جائے گا۔ اس حدیث کے آگے متفق علیہ
 کے الفاظ ہیں۔ اور ان الفاظ سے عام طور پر یہ مراد ہوتی ہے کہ بخاری اور مسلم نے اس کو بیان کیا ہے۔ بعض دفعہ
 الفاظ بعض بدل بھی جلتے ہیں۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو حدیث بخاری اور مسلم میں آئے وہ اپنے معنی اور
 مطلب کے لحاظ سے بالکل صحیح ہو۔ چنانچہ اماموں نے تنقید کرتے وقت روایت کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں
 کئی بہت ضعیف حدیثیں قرار دی ہیں۔ روایت کا مطلب وہی سمجھا جائے گا۔ جو ان اماموں کے ہاں معروف
 ہے اہل سنت والجماعت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پابند اور ایک جماعت کہلانے
 کے مستحق اور عقائد کے لحاظ سے وہی قرآن اور حدیث میں ایک مسلمان کے بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب فنیۃ
 الطالبعین صفحہ ۱۹۶۔ فاعلی المؤمن اجمعین کی عبارت ہے۔ یہ کتاب اس شرط کے ساتھ مسلم ہے جو
 میں نے بیان کر دی ہے اور اس میں جماعت کا لفظ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کو جماعت وہ ہے
 کہ جس کا امام بھی ہو۔ مسلم اور واجب اللطاعت کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ اس عبارت کو دیکھا جاوے۔ صلوات۔
 زکوٰۃ اور نبوت کے جو معنی صحابہ کرام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اگر قرآن شریف ان منسوب شدہ معنی کی
 تصدیق اور تائید کرتا ہے۔ اور لغت عرب میں وہ معنی پائے جاتے ہیں۔ لغت سے مراد میری زبان عربی ہے
 تو ایسے معنی کے خلاف کوئی شخص تاویل کرے۔ اور تاویل بھی ایسی ہو کہ قرآنی تفسیر سحاح کے خلاف ہو۔ تو ایسے
 معنی سے قطع نظر کی جائے گی۔ کتاب تاویل المحکم شرح قصص المحکم۔ شرح مولوی محمد حسن امرہی کے ص ۲۸

برووا علم ان الولايات ...۔۔۔ دانستہ کی عبارت ہے۔ جس کتاب کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ یعنی کوکب دربیہ وہ حکیم سید محمد حسن صاحب مولف غایت البرہان کی کتاب ہے اس کتاب پیش شدہ سے متعلق نہیں کہہ سکتا کہ یہ انہیں محمد حسن کی ہے۔ یہ سال ۱۹۱۳ء کی مطبوعہ ہے۔ محمد اکبر۔ سن کر تسلیم کیا۔ محمد اکبر۔

تفسیر سراج منیر صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳ پر عبارت ذیل وقائم النبیین مونس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے کشف جلد ۲۔ صفحہ ۳۳ پر حسب ذیل عبارت۔ وقائم النبیین ما کان بنی اللہ فان قلت بعد الجھوری ہیں۔ مگر ان تینوں عبارتوں کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ شرعی نبوت آئندہ نہ ہوگی۔ تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ پر حسب ذیل عبارت وقتر الجھور بعض ائمہ۔ اس میں جو معنی خاتم کے کئے گئے ہیں وہ تاویل کر کے کئے گئے ہیں۔ اور تاویل کا لفظ اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۱۔ پر حسب ذیل عبارت ابراہیم بن عثمان مترک الحدیث ہے۔ لیکن کسی ایک شخص کے کہنے سے کہ فلاں آدمی ضعیف ہے۔ یا روایت کے لحاظ سے کمزور ہے۔ کسی حدیث کو چھوڑا نہیں جاسکتا ممکن ہے۔ کہ اس کی تائید اور روایتوں سے ہوتی ہو۔ جیسے اس حدیث کی ہے۔ یا دوسرے امام اس حدیث کو یا اس راوی کو ثقہ قرار دیں۔ تقریباً تہذیب صفحہ ۱۰۱۔ جلد ۱ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ابراہیم بن عثمان مترک الحدیث۔ لیکن اس کے مقابل ایک دوسرے امام یہ کہتا ہے اما صحت الحدیث فلا مشبہ ہوا کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں قطعاً شبہ کی گنجائش نہیں رہنما علیہ البیضاوی، مدارج النبوت صفحہ ۲۶۷ جلد ۲۔ پر برآں کہ روایت کردہ شدہ آخر الانبیاء کے الفاظ ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔ کسی کا قول ہے۔ موضوعات کبیر ملا علی قاری صفحہ ۶۸۔ ۶۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ قال النبی خاتم النبیین۔ اس عبارت کے ساتھ آگے خاتم النبیین کے معنی لیے ہوئے ہیں جو بالفاظ ذیل ہے۔ اذ المعنی انه لا یاتی نبی بعدہ کینسخ ملئہ ہود لم یکن من امتہ جو تصریح ہے اس امر کی کہ آئندہ شرعی نبوت اور مستقل نبوت کا انقطاع خاتم النبیین سے معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ ہے نہ کہ ہر نبوت اور اس حوالہ کے اندر جو پہلے لکھو یا جا چکا ہے۔ اس عبارت کے اندر اس کتاب والے محدث ملا علی قاری ان لوگوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔ جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے اس فقرہ کہتے ہیں۔ لیکن للہ طریق ثلاثہ یقوی بعضہا بعض کہ اس حدیث کے تین مختلف استنباط ہیں جو اس میں ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں اس کتاب کے صفحہ ۶۹ پر حسب ذیل عبارت ہے ویقوی حدیث لو کان رسول علیہ السلام حیاتی بما وسعہ الا قباعی انسان کامل صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم یا قباعی کی عبارت ہے۔ اور میں اس ساری عبارت کے متعلق مفصل طور پر اپنے بیان میں الیوم اکملت لکم دینکم کو دیکھ دالی آیت کی تشریح میں بیان کر چکا ہوں۔ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۶۰ پر عبارت ہے۔ قوله قسوسم الانبیاء... فی الظالم

اس کتاب کے صفحہ ۴۵۵ پر حسب ذیل عبارت سے دائم الحدیث الکذاب و آخرهم الدجال الاکبر
 ازالہ اہام صفحہ ۸۳ تقطیع کلاں پر یہ عبارت ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کے اخیر تک
 قریب تیس کے دجال پیدا ہوں گے۔ یہ عبارت اس تشریح کے تحت سمجھی جاسکے گی۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی
 اس کتاب میں یا دیگر کتب میں فرمائی ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوتہ کرنے والا اور
 شریعت سے باہر نکلنے والے کو: العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۰ و ۲۵۱ پر حسب ذیل عبارت ہے ان عبد اللہ
 ابن عبد اللہ فاقتلوا ان جابرون قیس ... تکنتو میں ہیں اس کتاب کے صفحہ ۷۰
 ح ۱۱۱ پر حسب ذیل عبارت من امتی کذا یون لا نبی بعدی = لا تقوموا الساعة کذا ب
 یہ تقوموا الساعة فله الجنة = ان بین یدی

..... دعا دہم ہیں۔ ان میں سے بعض کے
 متعلق تو میں وجہ تکفیر کے جواب میں حدیثوں کے ضمن میں بیان عرض کر چکا ہوں۔ اور لقیہ کے متعلق صرف اس
 قدر عرض کرتا ہوں۔ کہ تمام حدیثوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اور امت مجاہدہ کے مناقب اور قرآن شریف کی تفسیرات
 اور دیگر تفسیرات کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے ان حدیثوں کو دیکھا جاوے۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۵۶
 پر یہ حدیث انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم المساجد ہے۔ مگر اس کے لیے میں اپنے بیان کے اس حصہ کو پیش کرتا ہوں
 جو اس قسم کی حدیثوں کے جواب میں عرض کیے ہیں۔ اور بالخصوص پانچوں حدیث کہ یہاں صرف شرعی نبیوں
 کے قسم ہونے کا ذکر ہے۔ تبھی انہیں مسجد کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ اب نئے قبلہ کو منہ کر کے کوئی مسجد نہیں بنائی جائے گی
 اور نہ کوئی نئے قبلہ والا نبی آئے گا اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اول الرسل آدم و آخر
 ہنم محمد، اول انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ و آخر ہنم یونس۔ مگر اس میں بھی رسل کے لفظ سے وہی اصطلاح مراد ہے
 یعنی شرعی اور مستقل رسول۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۳ پر حسب ذیل عبارت ہے کنت اول الانبیاء و
 الخلق و آخرهم فی البعث مگر یہ پہلے انبیاء کے لحاظ سے ہے اور ان کو مد نظر رکھتے ہوئے ہے۔

(نوٹ = بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱ حاشیہ ۳) اس حوالہ پر فریق ثانی کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے
 کہ جس حاشیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ اصل کتاب میں سے دکھلایا جاوے۔ مختلف فریق اول بیان کرتا ہے۔ کہ اس
 حاشیہ کے متعلق اصل کتاب علیحدہ طبع نہیں ہوئی۔ بلکہ بخاری کے حاشیہ پر یہی تحریر کو جا کر طبع کرانی گئی
 اگر یہ صحیح ہے۔ کہ اصل کتاب علیحدہ نہیں تو بھروسہ اس کا حوالہ پیش کئے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اگر یہ ثابت
 کیا گیا کہ اصل کتاب موجود ہے تو اسے مسترد کیا جائے گا حوالہ یہ ہے قولہ انا العاقب .. لیسن بعدی نبی فنج
 اباری جلد ۶ صفحہ ۴۰ پر ہے قولہ انا العاقب لیسن بعدی نبی۔ لیکن اس عبارت میں فابی الودوح

یعنی یہ لفظ بعد کے داخل شدہ ہیں، خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ کہ مصنف ایسے بعدہ نبی کے الفاظ کو دیگر بزرگوں کی طرح کس کا داخل شدہ قرار دیتے ہیں؟ ۳ مصری صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷ پر یہ عبارت ہے۔ کان سیکلمہ..... الخ..... بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۰۔ قال رسول اللہ صلعم لا ہجرت بعد الفتنہ..... معنی..... مخالف طور پر یہ حدیث ہے مگر مقید ہے کہ مکہ سے آئندہ ہجرت نہ کرو۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں اس کی تشریح آئی ہے۔ نہ مکہ مطلق یہ کہ آئندہ ہجرت ہی نہ ہوگی۔ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۶ پر ہے ان الرسائل والنبوءات... انقطعت... من ہجرت النبوة اس کے ساتھ ہی وہ تشریح جو بزرگان سلف نے فرمائی ہے۔ جیسے میں بحوالہ حدیثوں کے ضمن بیان میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کو مد نظر رکھا جاوے تو ذی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ پر وانا العاقب الذی یس بعداً نیجی کی حدیث ہے بتاریخ الخلفاء صفحہ ۷۰۔ اسی پر یہ عبارت ہے۔ عن عمرو بن مہاجر..... علی اللہ علیہ وسلم یہ حضرت عمرو کا خطبہ ہے۔ چونکہ اس میں ساتھ ہی قرآن شریف کا ذکر موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی سے شریعی نبی مراد ہے۔ حقیقت النبوة صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴ پر ہے کیونکہ اس میں آپ لکھتے ہیں۔ کیوں ہماری نبوت کا اظہار کیا۔ یہ عبارت خلیفہ المسیح ثانی کی ہے۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق اس لیے اس کو ایک قطعی کلام الہی اس کتاب کے اندر ہے۔ یعنی اس کتاب کے صفحہ ۲۴ اور ۲۵ پر ہے۔ جگہ..... نہیں کہا کی روش میں سمجھا جائے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ پر ہے۔ لیکن اسلامی اصطلاح..... پینے عقیدہ کو ترک کر دیا۔ لیکن اس مغربی عبارت سے پہلے اسلامی اصطلاح کی تشریح اور توضیح موجود ہے۔ جس کی روشنی میں یہ عبارت دیکھی جائے۔ اور عقیدہ سے مراد یہاں کوئی ماننے والا عقیدہ نہیں۔ بلکہ ایک لفظ کے متعلق عام لوگوں کا جو خیال تھا۔ اس کو حینہ قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ایک یہ سوال بھی کیا جاتا ہے..... کسی اور امتی نبی کے وجود سے انکار کر دیں۔ اسی کتاب حقیقت النبوة کے صفحہ ۱۲۱ پر یہ عبارت ہے اس عبارت سے ظاہر ہے..... اب مسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ جب ایک بات ایک خاص وقت..... سرکسی کے پاس نہیں ہے، اس کتاب کے صفحہ ۸۹، ۹۰ پر یہ عبارت ہے کل السانوں کے کلمات..... کامل انسان پر اگر اس کا خاتمہ ہو گیا، یہ حضرت مسیح موعود کی عبارت ہے۔ اور اسے اس تشریح کی روشنی میں دیکھا چاہیے۔ جو حضرت مسیح موعود نے بیان کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شری نبوت اور کلمات نبوت کا خاتمہ ہوا یعنی آنحضرت صلعم کے بعد اب نئے کمال کالانے والا یا شریعت کالانے والا نہیں آسکتا۔ جو کاتے گاہد آنحضرت صلعم کے کمال پیر دی سے آپ کے کلمات لے کر نئے گا۔ اس کتاب کے صفحات ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱ لغابت ۹۶ تک حضرت مسیح موعود کی تحریرات بھی ہیں۔ اور بعض بعض جگہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تشریحیں بھی ہیں۔ حماۃ البشر صی صفحہ ۶۱، ۶۲ پر ہے۔ وان الانبیاء..... عنیترۃ کلا قرین۔ یہ کتاب بار دوم احمدی انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ہے الا تعلم ان الرب رحیم... وختم اللہ بہ النبی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شری نبوت کا خاتمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو گیا۔ اس کتاب کے صفحات ۶۵، ۶۶ پر ہے وان قلت ان کتاب اللہ..... یوم الفترۃ الاکبر و اس عربی عبارت کو ازالہ ابہام حاصل صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱ کی روشنی میں دیکھا جائے یعنی وہ عبارتیں جو کثیر کثیر نمبر ۵ کے ضمن جواب میں ملنے بیان کی ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶۸، ۶۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ وقد علمت.....

وما هدا الا الجنة والتارحماہ البشوی صفحہ ۱۴ پر یہ عبارت ہے وقد نعتقد... انہم فی الوجالین
 اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ پر ہے فی اعتراضات الکفرین وجالین اور اس کے آگے۔ وما قلت للناس... وانا فی المسلمین =
 لکن اس کے ساتھ کی عبارت بھی سارے صفحہ کی قابل ملاحظہ ہے۔ اسی کتاب حجتہ البشوی کے صفحہ ۹۹، ۱۰۰ پر حسب ذیل عبارت
 ہے۔ وانی کتب فی بعض الکتبین... لا اصل له اصلاً سے اس صفحہ پر دوسری جگہ ہے۔

وانی واللہ... انہما یلا درسلہم... علماء امتی کا نبیاً نبی اسرائیل اور صفحہ ۱۰۰ پر ہے۔ وقد تبیت
 ... کلمۃ الکفر... خانم البتین، حقیقت النبوة ضمیرہ را بمنزوان ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۲۶۶ حاشیہ پر یہ عبارت ہے۔
 اور حضرت فاطمہ... موجود ہے۔ کشفی حالت میں آپ نے یہ واقعہ دیکھا ہے اور اس قسم کے واقعات صوفیائے کرام کے ساتھ
 ہوئے۔ مثلاً جب عبد القادر جیلانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چھاتیوں سے منہ ملایا۔ حضرت مسیح موعود کی زوہب
 مظہرہ کو ہم حضرت ام المؤمنین کہتے ہیں۔ سب نبیوں کی بیویوں کو ام المؤمنین کہا جاتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں نبی کو بمنزلہ باپ
 بوجہ اس کی شفقت اور مہربانی کے فرمایا گیا ہے۔ پہلے بزرگوں نے بھی اس امر کی تشریح کی ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہے
 جب رسول باپ ہوتا ہے تو لامحالہ رسول کی وہ بیویاں جو روحانی طور پر بھی ان کے ساتھ تھیں ایمان دار مومنوں کی مائیں ہوئیں۔
 چنانچہ یہاں تک بھی لکھا ہے کہ اس بنا پر مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ والدہ
 حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے حضرت نبی کریم صلعم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے۔ یہ الفاظ فرمائے
 ہیں: ثلاث اھکم یا بنی ما سماع، کہ وہ تمہاری ماں ہے۔ اے صحابہ کرام اور صحابہ کرام مومن ہیں۔ اس کے معنی یہ
 ہیں۔ اور یہ تصریح اس امر میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ والدہ اسماعیل علیہ السلام مومنوں کی ماں ہیں۔ بلکہ حکم یہ نکلا کہ تم
 نبیوں کی بیویوں کو ام المؤمنین کہا کرو۔ اس سوال یہ تھا کہ لفظ ام المؤمنین کا استعمال سوائے ازواج مطہرات حضور صلعم کے کسی اور
 نبی کی زوجہ مطہرہ کے لیے ہوا۔ جس کا جواب گواہ نے وہی دیا ہے جو اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۲۳۱ پر
 یہ عبارت ہے لیکن جو حدیث... قبول کرنے کے لائق ہے) اس عبارت میں جرح کا لفظ آیا ہے کہ جرح سے خالی ہو۔
 اس جرح سے وہی جرح مراد ہو سکتی ہے۔ جس کی حضرت مسیح موعود خود تصریح فرمائیں۔ یعنی تمام محدثین کی بالاتفاق ہر جرح سے
 نے جو کچھ حضرت صاحب کی کلام سے سمجھا ہے اس کے مطابق میں نے عرض کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنا کتاب میں۔
 احادیث کے صحیح اور مجروح ہونے کے بارے میں متعدد دفعہ بحث فرمائی ہے۔ سب سے بڑا اصل آپ نے بھی بیان فرمایا ہے
 کہ قرآن شریف کے معارض اور مقابل نہ ہو۔ پھر یہ اصول بھی آپ نے بیان فرمایا ہے کہ صحیح حدیثوں کے وہ خلاف نہ ہو اور اس کتاب
 میں یہ اصول بھی ہے کہ بعض حدیثیں جن کو بعض امام ضعیف قرار دیتے ہیں۔ وہ دوسرے بزرگوں کے نزدیک قوی ہوتی ہیں۔ :
 ایام الصلاح دوم صفحہ ۷۴، پر یہ عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دروازہ بند نہیں ہے۔ یہ عبارت ایک غلطی
 کا ازالہ مندرجہ حقیقت النبوة صفحہ ۲۰۴ ابتدا ہے "جس جس جگہ... اور انکار نہیں کیا" کی روشنی میں قابل ملاحظہ ہے۔ اس

کتاب کے صفحہ ۱۶۶ پر ہے۔ پھر میں اصل کلام - نبوت کی وحی ہوگی۔ یہ بھی مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں دیکھا جاوے۔ حقیقت الوحی صرف پر یہ عبارت ہے ہاں جو متخص مترجم ہوئے۔ شفا قاضی عیاض کے صفحہ ۲۶۶، ۲۷۱ پر یہ عبارت ہے۔ کذا الک في الادعا اجماعاً و ممعاً اور صفحہ ۲۷۵ و کذا الک نکفر خیر و لحدید پر بھی یہ عبارت ہے پہلی عبارت پہلے شرح شفاء کے حوالے سے پیش کی جا چکی ہے۔ اور جس کا میں مفصل جواب اپنے بیان میں وجہ کفر و مشق ساتویں شق سابع میں لکھوا چکا ہوں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ پر ہے وسب اہل بیتہ ما اذا ہا اس کے ساتھ میں یہ الفاظ ہیں۔ وقد اختلف العلماء في هذا شرح شفا طالعنی فارسی صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹ و من الادعا بنوۃ کفر ہم بلا مرتبہ میں اس عبارت کے ماقبل اور مابعد کو لے کر اس کا مفصل جواب وجہ کفر و مشق سابع کے عنوان سے دو تین جوابوں میں بیان کر چکا ہوں۔ (ترمذی) شریف ص ۱۳۳ من قال فی القرآن حسن صیح اور انعقد الاحادیث حدیث حسن پر یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ جن میں سے ایک میں بنیر علم کا لفظ ہے۔ اور دوسری میں رائے کا لفظ ہے یعنی بغیر سند کے جو اس نے عربی زبان سے حاصل ہو۔ یا حدیث شریف سے حاصل ہو۔ جو قرآن کے مطابق ہو۔ جو از خود تفسیر کرے وہ مراد ہے۔ اس کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۱۹ پر ہے اور پتہ تو یہ ہے۔۔۔۔۔ تفسیر برائے ہوگا اور اس کے اندر مردہ اور مصطلحہ الفاظ بھی ہیں۔ جو خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کے لحاظ سے مردہ اور مصطلحہ ہیں نہ کسی انسان کے خود ساختہ ہیں۔ اسی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲ پر یہ الفاظ ہیں۔ کیونکہ یہ مسلمہ ہے کہ ان لفظوں کا محل عن ظاہر؟ اور ماقبل اور مابعد بھی دیکھتے کے قابل ہے۔ آئینہ کلمات اسلام کے صفحہ ۱۶ پر یہ الفاظ ہیں اور ابن جریر بھی جو میں المفسرین ہے۔ مراد یہ کہ سمجھا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ اس کی ہر تفسیر مصمم اور قول مسلمہ ہونے کے لحاظ سے کیونکہ اماموں میں سے بعض نے ایسا لکھا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر یہ الفاظ ہیں۔ اور اس کی تائید میں ابن جریر اور ابن کثیر نے یہ حدیث بھی لکھی ہے حضرت شیخ لاکری اپنی کتب میں سے مجھے ان الفاظ کا ۔ اس وقت اتحصاد نہیں ہے۔ کہ نصح قومیحوم النظر فی کتبنا فتوحات مکبہ اور فصوص الحکم لفظ بلفظ اول سے آخر تک مجھے پڑھنے کا موقعہ نہیں ہوا جو صوفی اپنی خاص تحریر میں اس امر کی تصریح کر دے کہ اس پر جذب کی حالت طاری ہوتی ہے۔ اور جذب کی حالت کے نکلے ہوئے الفاظ کی وہ خود تشریح کر دے۔ تو تسلیم کیا جائے گا کہ ان پر

جذب کی حالت ہوئی اور ان کے منہ سے بعض الفاظ بھی نکلے۔ لیکن اگر وہ تصریح نہ کرے تو بعض صوفیہ کے جذب کی حالت سے کل پر نہیں حکم لگایا جاسکتا۔ اگر حضرت منصور نے انا الحق کہا ہے۔ اور ان کی اپنی کسی کتاب میں یہ موجود ہے کہ میں انا الحق کہتا ہوں۔ تو پھر ان کی کتاب دیکھی جائے کہ انہوں نے کیا تصریح فرمائی ہے۔ میں صوفیائے کرام کی بیان کردہ باتوں کو شریعت کے مطابق سمجھتا ہوں۔ میری نظر سے کسی صوفی کی کوئی ایسی تحریر نہیں گذری اور جس کو میں صوفی مانتا ہوں کہ جو میرے نزدیک خلاف شرع ہو۔ خواجہ غلام فرید صاحب کی زندگی کے حالات اول سے لے کر آخر تک مجھے مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ہوا مجھے حضرت خواجہ صاحب کے اشارات فریدی حصہ اول حصہ دوم، حصہ سوم کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں حضرت خواجہ صاحب کو خدا یاد، خدا کا عاشق سمجھتا ہوں۔ اور صوفیائے کرام کے متعلق میں ہی سمجھتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں پہنچے ہوئے ہیں۔ سچے عاشق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو کسی حد تک غیب سے بھی اطلاع الہام سے بھی مشرف فرمائے اور ان کو لوگوں کے لیے ان کی زندگی کے لحاظ سے ایسا بنائے کہ وہ لوگ ان سے نیک باتیں سیکھ سکیں اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر سکیں انہی میں مختلف درجے ہوتے ہیں میں خواجہ صاحب کو ان میں سمجھتا ہوں ان کی پہلی زندگی کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ اس وقت کے بعد ہے۔ جب سے ان کا تعلق حضرت مسیح موعود سے ہوا۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کا سچا نبی تصریح کر دے کہ مجھ پر بھی جذب کی حالت طاری ہوئی ہے۔ خواہ وہ جذب کا لفظ بولے یا نہ بولے اپنے کسی کشف کو ایسی طرز پر بیان کرے کہ اس کی صداقت میں کسی قسم کا اعتراض نہ ہو تو اس نبی کے متعلق یہ مان لیا جائے گا کہ اسے الہی حالت طاری ہوئی۔ یہ لازمی بات ہے کہ انبیاء کے حالات اعلیٰ درجہ کے صوفیوں کے حالات سے بھی بزرگ اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ہاں کسی جذب تک انبیاء کی باتوں یا ان کے رویا اور کشف کو سمجھنے میں صوفیائے کرام کی تصریحات اور ان کے حالات حمد ہوتے ہیں۔ عقائد میں قطعیات کا اظہار ہے۔ قطعیات کا نہیں قطعی چیز میرے نزدیک قرآن شریف ہے اور ہر وہ حدیث جو قرآن شریف کی تائید و تصدیق سے قطعیت کا مرتبہ حاصل ہو یا مسیح موعود کی وحی کردہ قرآن شریف کی تائید اور تصدیق کی رو سے قطعیت کا درجہ حاصل کچھ ہے ان کے سوا۔ اعتقادات کے بارہ میں وہی قطعی ہے۔ جسے ان کی تائید حاصل ہو، اور نہ کوئی نہیں میرا ایمان ہے۔ کہ انبیاء کرام علوم دین جان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذات کے متعلق ہیں اور وہ امور جو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ لحاظ علیات کے تعلق رکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ بجالاتے ہیں ان میں دوسرے لوگوں سے وہ برتر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ انبیاء کے جو اخلاق ہوتے ہیں۔ وہی اخلاق اعلیٰ

درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور دوسروں لوگوں سے افضل ہوتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کوئی بات کہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات باریکات کے متعلق ہو۔ خواہ کسی اور نبی کی شریعت کے متعلق ہو۔ خواہ کسی اور شخص کے متعلق ہو یا اپنی ذات کے متعلق ہو۔ اس بات کا مطلب وہ عذہ ہی اچھی طرح پر بیان کر سکتا ہے۔ اور اس کے اپنے بیان کردہ مطلب کی روشنی میں ہی اس کلام کو دیکھا جائے گا۔ اور اس کی تاویل اور تشریح مانی جائے گی جو تاویل اس قائل نے اپنی کلام کی خود کی۔ اس قائل کے پیروندہر حال اس کو مانیں گے۔ اس کے مخالف کو بھی اعتراض کرتے وقت اس تاویل کو مدنظر رکھ کر اس کلام کے معنی کرنے پڑیں گے کسی شخص کی کلام کی کوئی تاویل اگر اس کا کوئی نہایت ہی سچا۔ مخلص۔ معتقد یہ دلائل طور پر بیان کرتا ہے۔ تو بشرطیکہ اس مشکل کی دیگر تصریحات کے خلاف نہ ہو۔ اس سچے معتقد کی تنظیم کرنے والے بہر حال اس کی تاویل کو سرائیکھوں پر رکھیں گے اہل سنت والجماعت کی عقائد کی کتاب میرے خیال میں قرآن شریف ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی قطعی اور پاک کتاب ہے۔ چونکہ عقائد میں تطبیق کا اعتبار ہے۔ اور من کل الوجوه قطعی چیز صرف قرآن خریف ہی ہے۔ اس لیے قرآن شریف اعتقادات کے لحاظ سے مسئلہ کتاب ہے اس کے علاوہ میرے نزدیک اور کوئی کتاب ساری کی ساری قطعی نہیں ہے۔ حقیقت النبوۃ ص ۹۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ خارج سمجھتا ہوں۔ وہ شخص جو اقرار کرتا ہے کہ میں قرآن شریف کی بیان کردہ یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح۔ فروع متصل حدیثوں کی بیان کردہ کوائف حشر اجساد و قیامت کو مانتا ہوں اس رنگ میں جو خدا تعالیٰ کی ذات باریکات کے تقدس کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ مطابق ہیں۔ ہاں لوگوں کے خیالات کو نہیں مانتا۔ یا یہ کہ میں ایسی باتوں کو نہیں مانتا جن کے ماننے سے خدا تعالیٰ کے تقدس یا تنزہ پر اعتراض پڑتا ہے۔ اور وہ یہ تصریح کر دیتا ہے کہ جو کچھ خدا نے قرآن میں بیان فرمایا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تو وہ شخص سچا مسلمان ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی تمام کتابوں میں ہمیشہ یہی تدریج فرمائی ہے۔ اول سے اخیر تک کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ماتحتی میں مکالمہ و مخاطبہ اور کثرت اظہار غیب سے مشرف فرمایا ہے۔ اور دنیا کی اصلاح کے لیے مامور و مبعوث فرمایا ہے حقیقت کے لحاظ سے شروع سے لے کر اخیر تک بھی رہا ہے۔ یعنی اظہار علی الغیب سے مشرف ہونا۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لحاظ سے الفاظ جو آپ نے اپنی ذات کے لیے استعمال فرمائے ہیں۔ وہ متعدد ہیں۔ آپ نے اپنے آپ کو مجرب بھی فرمایا ہے۔ یعنی آپ دین اسلام کی تجدید فرمانے والے ہیں۔ جیسا حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو محدث بھی فرمایا ہے۔ یعنی مکالمہ و مخاطبہ الہی۔ آپ نے اپنے آپ کو امام زمان میں فرمایا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے

فان قلت- وفي من الدها جنت فتوحات مکيه جلد ۲ ص ۵۸ پر یہ عبارت ہے۔ وفي حضرت الخيال
 --- بنوت بلا شق اور اس کے ساتھ یہ عبارت بھی ہے کذا الذ اسم نبی من السماء
 اور آگے یہ عبارت بھی ہے۔ وهذا كلمة اذا كان هو الوحي اس جلد کے ص ۲۵ پر ہے۔
 في النبوة والرسالت ولا لا وليا لله ليلة وردت ان اقيد هذا الباب .. قال في المعنى
 اس کتاب کے ص ۲۵ پر ہے۔ ان الرسالت والنبوة ... وازالا عليهم - اسی کتاب کے ص ۲۵ پر ہے۔
 وهذا النبوة ناہل کی عبارت بھی ہے۔ مگر اس کے ساتھ کلا باب خاص
 طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ فتوحات مکيه جلد ۳ ص ۲۳۸ واعلم لا الوحي هذا الامت
 کی عبارت ہے۔ فتوحات مکيه جلد ۱ ص ۱۵۷ - لان الشيطان ممن عالم سفلى ...
 وان جانا من ما لا تعلم والرسالت ... قد ادعى اليك
 کی عبارات ہیں۔ خلفتہ ... یواقبت جلد ۲ ص ۳۷ - المحبت خاص والاشا لاشمون
 کتابہ خاتم النبیین کی عبارات ہیں۔ مکتوبات امام ربانی
 حصہ سوم دفتر اول مکتوب ص ۲۰۷ ص ۹۹ / ۱۰۰ پر کار دین است وغیر این، عمان بیچ۔
 نہ امر دیگر ورنے اُس کی عبارت ہے۔ حصہ دوم دفتر اول ص ۷۷ و فرق دیگر در میان این علوم آنست
 پس خطا در اوراں موطن جهانی پیدا شد۔ کی عبارت ہے۔ حقیقت النبوت ص
 رب واج پر یہ الفاظ حضرت مولانا ... پیکر وادہ گراہی نکل آئی۔ کی عبارت ہے۔ اس کے ساتھ
 اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت دیکھی جاوے۔ حضرت مسیح موعود نے مہدی کی پیش گوئی والی حدیثوں
 کے متعلق کہ جن کو دنیا حدیث کہہ کر بیان کرتی ہے۔ مفصل بحث اپنی کتابوں میں تحریر فرمائی ہے۔ اگر
 حضرت مسیح موعود نے اپنی کسی کتاب میں یہ فرمایا ہے۔ کہ مسلمانوں کی بیان کردہ کوئی ایسی عربی عبارت
 جس کو وہ حدیث قرار دیتے ہوں۔ سے یہ نکلتا ہے۔ مفسرین کے خیال میں کہ کوئی ایسا مہدی آئے گا
 جو حضرت خاتمہ الزہرا کی عترت سے ہوگا۔ اور اس بیان کردہ حدیث کے متعلق اگر حضرت مسیح
 موعود نے یہ فرمایا ہے۔ کہ لوگوں کے بیان کردہ معنی مجھ پر صادر نہیں آتے تو ان کی ہی بیان کردہ
 تشریح۔ دیگر تشریحات کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اس قسم کا مفہوم مسلم ہے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ
 پنجم ص ۱۸۱ طبع دوم ۱۹۲۳ء پر یہ الفاظ ہیں۔ میرا یہ دعویٰ نہیں۔۔۔ ایسا افتراء نہیں ہوا۔
 ازالہ اولیٰ حصہ اول ص ۱۷۶ پر ہے۔ بلکہ نبوت کا دعویٰ نہیں۔ مہدیت کا دعویٰ ہے۔ مگر اس کے مابعد

تو اب ہے اور تو یہ قبول کرتا ہے۔ انبیاء کی توہین کرنے والا بہر حال نہ ماننے والا ہوگا۔ اور نبیوں کے نہ ماننے والے شخص اگر بعد میں توبہ کریں۔ تو ان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ چنانچہ نبیوں کے سردار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے والے سخت مقابلہ کرنے والے ہر طرح کا دکھ دینے والے بعد میں تائب ہو کر صحابہ بن گئے تخلص موتی بن گئے۔ میں نے اپنے بیان میں جو یہ الفاظ کہے ہیں۔ لیکن دیوبندی مولیوں نے الزام لگا دیا۔ یہ میرے اپنے ہیں۔ اس میں جو قبول کا لفظ ہے۔ اس سے وہ تشریح مراد ہے۔ جو مولیٰ محمد منظور صاحب سنبھلی نے اپنے ایک رسالہ میں ان اعترافات کے جواب میں کی ہے۔ جو دیوبندیوں پر کئے جاتے ہیں مولیٰ منظور صاحب نے دیوبندیوں کی طرف سے مدافعت کر دی ہے۔ اور ان عقائد کی یا ان عقائد کی جو دیوبندیوں کے بزرگوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ دیوبندیوں پر اعتراض کرنے والے شخص کے جواب میں کہتے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ دیوبندی ہیں۔ میں نے سیف یمانی کو اول سے آخر تک دیکھا ہے۔ جو کتاب مجھے اب دکھائی گئی ہے۔ وہ وہی سیف یمانی معلوم ہوتی ہے جو کتاب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کے لیے ٹائٹل تہجیح پر شروع میں ان اللہ کا لفظ ہے اور اخیر پر شائع کی لفظ ہے۔ اس کے درمیان دو موٹی سطریں ہیں۔ جن کا شروع قطع التوہین سے اور خزانہ تک اختتام ہے۔ یہ کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ میں نے حفظ الایمان۔ لبط البیان۔ تفسیر العنوان کے عنوان کے تین پراپیکٹ کو دیکھا ہے۔ ان کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولیٰ اشرف علی صاحب کی کتابیں ہیں۔ میں نے انہیں نہیں پڑھا ہوا۔ کتاب التصدیقات اللہ مند کو میں نے دیکھا ہے۔ اس کے صفحہ ۴۴ پر ضلیل احمد صاحب کا نام موجود ہے۔ کہ انہوں نے لکھا۔ میں نے کتاب فائز المآل کو نہیں دیکھا میں نے مولانا محمد قاسم صاحب نا تو تو ی بانی مدرسہ دیوبند کی طرف منسوب شدہ جو کتاب تحذیر الناس ہے اسے پڑھا ہے اس کے صفحہ ۳ پر حسب ذیل درجہ میں نے خاتمیت ہو جاتی ہے کی عبارت ہے۔ اسی کتاب کی اس سے پہلی عبارت۔ میں کا شروع یہ ہے۔ اول منی خاتم النبیین .. کتاب کے صفحہ ۱۰ پر سواگر اطلاق ہا تھ سے نہیں جاتی کی عبارت ہے۔ مگر ساتھ ہی صفحہ ۲۸ کی عبارت درجہ اگر بالفرض کچھ فرق نہ آئے گا کی تصریح بھی قابل ملاحظہ ہے

مجھے معلوم نہیں کہ اسی کتاب کی مولانا محمد قاسم صاحب نے خود کوئی شرح کی ہو کتاب آخری نبی مولیٰ محمد علی صاحب لاہوری کی طرف منسوب ہے اور وہ ہمارے نظام میں نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ ہم میں اور ان میں اصولی اختلاف ہے۔ میں نے اپنے بیان میں مرزا صاحب کا جو یہ شعر بیان کیا ہے۔ در مشائخ خنزیر اس سے وہی لوگ مراد ہیں میرے خیال میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تصریحات کے مصداق ہو چکے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ امت محمدیہ بگڑتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ مختلف (علاقوں)۔

علامتوں کے بعد فرمایا علماء شریعہ السماع کراں وقت مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے ہر ایک چیز سے بدترین ہوں گے۔ جس طرح پسر میں نے ایمان اور اسلام کی باتوں کی تشریح کر دی ہے اور جس رنگ میں میں نے ان باتوں کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے کہ وہ بآئیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہماری طرح کوئی اور شخص بھی ان باتوں کو مانتا ہے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اگر ایک انسان میری بیان کردہ علامات ایمان اور اسلام صحیح اس رنگ میں اقرار کرتا ہے۔ جس رنگ میں میں نے اقرار کیا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے اندر کوئی کفر کی وجہ پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی ان باتوں میں سے کسی کا وہ انکار نہیں کرتا۔ تو وہ میرے ساتھ شامل ہے اور میں اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور وہ سب بآئیں اس رنگ میں چسپاں سمجھتا ہوں۔ ایک مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ اور کافی بھی ہیں بشرطیکہ کسی شق کا وہ انکار نہ کرے۔ عملاً یا قولاً۔ اشارات فریدی سے یہ صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے پاس حضرت مسیح موعود کی ایسی کتابیں بھی پہنچی ہیں جس میں آپ کے الہامات بھی درج تھے۔ ویسی کتابیں بھی پھینچیں جن میں مرزا صاحب کے مختلف الفاظ کے ساتھ دعویٰ میں تھے (ورنہ حقیقت ایک ہی ہے) اور حضرت خواجہ صاحب نے خط لکھا بعض کتابیں منگوائی تھیں۔ انہوں نے منگوائی تھیں۔ البتہ میرے اندازہ میں براہین، احمدیہ رازالہ ادہام، اثینہ کمالات اسلام۔ انجام آتھم، ضمیمہ انجام آتھم۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ اور وہ کتاب جو عربی زبان کی ہو۔ خواجہ صاحب کے ملاحظہ میں آچکی تھی۔

سوال مکرر مسلمان اہل کتاب ہیں۔ فوائد فریدیہ جو مرجع میں میرے پیش کی گئی ہے۔ اس کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال ۱۸۶۴ء میں لکھی گئی۔ اور اس کی شروع میں جو تقریظ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کتاب لکھی ہوئی کتاب خانہ میں موجود تھی۔ سال ۱۳۱۱ھ میں غالباً اس کو شائع کیا گیا۔ ٹائٹل تریج پر سال ۱۸۹۵ء سن طبع ہے۔ انگریزی سن کے لحاظ سے خواجہ صاحب کی خط و کتابت حضرت مسیح موعود کے ساتھ سال ۱۸۹۶ء کے آخر میں شروع ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو اپنے خطوں میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور اپنی مجالس میں بھی آپ نے خود اور آپ کے خدام خاص نے مرزا صاحب یا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے ماننے والوں کے نام مسلمان فرقہ احمدیہ یا احمدی مسلمان یا فرقہ احمدیہ رجاحت کا لفظ لکھنے کے بعد سب سے پہلے جس اشتہار میں اعلان کیا ہے۔ یا گورنمنٹ کے پاس درخواست دی ہے۔ وہ اشتہار ۴/ نومبر ۱۸۹۵ء کا ہے جو تریاق القلوب کتاب کے ساتھ ملا کر شائع کیا گیا۔ اور علیحدہ بھی شائع کیا گیا تھا۔ اس اشتہار کو علیحدہ شائع کرنے کے علاوہ تریاق القلوب کتاب کے ساتھ مزید تاکید کی طور پر تاکہ کتاب کے ساتھ وہ بھی شامل ہو جائے لکھا گیا ہے۔ کتاب تریاق القلوب سال ۱۸۹۹ء میں تصنیف ہو کر چھپ چکی تھی۔ لیکن شائع نہیں کی گئی تھی

شائع سال ۱۹۰۲ء میں کی گئی ہے۔ صرف ایک دو صفحے اس وقت لکھے گئے اور ایک دو اشتہارات جو پہلے شائع ہو چکے تھے۔ وہ اس کے ساتھ شامل کر دیئے گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے مولوی عبدالجبار یا مولوی عبدالمتقی کو دہائی کہا ہے اور آپ نے اس کتاب اشارات فریدی میں دہائیوں کو خارج قرار دے کر ان سے اپنی نفرت کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس کتاب کے اس صفحہ پر جہاں اوپر کا حوالہ ہے۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں مولوی غلام دستگیر قصوری آئے اور منجملہ دیگر اغراض کے ایک غرض ان کی یہ بھی تھی۔ کہ وہ حضرت خواجہ صاحب سے حضرت مسیح موعود کے حق میں فتویٰ کفر پر جو انہوں نے تیار کیا تھا دستخط کر آئیں۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے صاف طور پر انکار کر دیا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ ایسے ہی مولوی ہیں۔ جنہوں نے شیخ منصور کو ٹوٹی پر چڑھایا تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی نبی کا بیٹا یا اس کا کوئی تعلق دارقصر اور اس نبی کو مانے۔ قرآن شریف میں کافر کا لفظ خدا تعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والے یا خدا تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنے والے پر بولا گیا ہے۔ انکار کرنے کے معنوں میں۔ کافر کا لفظ اس قدر اصطلاح رکھتا ہے۔ کہ خدا کے احکام یا خدا تعالیٰ کے رسولوں کا یا خدا تعالیٰ کی ذات کا یا خدا تعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والا۔ بعض لوگوں نے مرتد کے نکاح فسخ ہونے کے لیے اس مرتد کا دارالحرب میں چلے جانا مسلمانوں کے برخلاف برسرِ پیکار ہونے کی بھی شرطیں لگائی ہیں۔ وہ نظم جو حضرت مسیح موعود نے اپنے ایک خط کے ساتھ منسلک کر کے حضرت خواجہ صاحب کے پاس بھیجی تھی۔ جس کا شروع ہے۔ اے فرید وقت در صدق و صفا۔ جس کے اندر ہر نبوت رابرورد شد اکتتام کا مصرع بھی ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے صفاقی طور پر اپنے نبی ہی محمد ہونے کا بھی اظہار فرمایا چنانچہ من بہائم۔ من بہائم۔ من بہائم وغیرہ کے الفاظ خاص طور پر ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے کلیہ قاعدہ کے طور پر تمام ایسے حوالہ جات کی تردید ہی تصور فرمادی ہے۔ جن سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں ہر ایک قسم کی نبوت کے ختم ہونے کا اس رنگ میں اظہار کیا ہے جس کے گویا آپ کسی رنگ میں بھی نہ تعلق۔ نہ بروزی۔ نہ بالاتباع کو چارہ نہیں مانتے۔ بلکہ تصریح فرمادی ہے۔ کہ ایسی نبوت سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ انبیاء کرام کو اپنے کثرت اور دیوالہامات کے سمجھنے میں اجتہادی غلطی ہونی ممکن ہے اور ہوتی رہی ہے قرآن و حدیث سے ثابت ہے ہدیہ مجددیہ کے مصنف کا مذہب مجھے اس لحاظ سے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے آپ کو کسی فرقت کی طرف نسوب نہیں کیا۔ اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ایسا کہا ہو ہدیہ مجددیہ کی غرض تصنیف مصنف نے خود بیان کر دی ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے کلام پر اعتراضات کئے جن کے لیے میں یہ کتاب لکھتا ہوں کہ وہ اعتراضات نہیں پڑتے

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب میرے ویسے ہی بزرگ ہیں۔ اپنی احمدیت کے بعد جیسے کہ دیگر احمدیاں سلسلہ جو

پہلے ہو چکے ہیں۔ میں نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش گوئی کردہ ۷۳ فرقہ کے ہوجانے کے بعد ایک فرقہ کے شخص اور ممتاز طور پر جنتی ہوجانے کی تشریح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فرقہ کو جماعت کے لفظ سے ماخذ فرمایا ہے اور بخاری میں اس کی خوری یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ امام جماعت کی جماعت ہے۔ جس کا کوئی امام ہو۔ اس سے یہ استنباط ہے کہ وہ امام واجب الاطاعت ہوگا۔ جس کے ہونے کے متعلق خود نبی کریم کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ یہاں تک بھی تاکید ہے کہ ایسے امام کو نہ ماننے پر جہالت کی موت میں جانا لازمی ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اس وقت ایک ہی جماعت ایسی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ واجب الاطاعت امام کو مانتی ہے اور وہ ہماری جماعت ہے۔ جن کا مرکز قادیان ہے یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نوزائیدہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں جو بااں باپ یہودی ہوتے ہیں۔ وہ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں اور جس کے ماں باپ عیسائی ہوتے ہیں وہ اس کو عیسائی بنا لیتے ہیں۔ اور جن کے ماں باپ مجوسی ہوتے ہیں وہ ان کو مجوسی بنا لیتے ہیں۔ خواجہ غلام فرید صاحب نے اپنی کتاب نوآمد فرید یہ میں جو حضرت مسیح موعود کے ساتھ خط و کتابت اور واقفیت ہونے سے کئی سال پہلے کی تصنیف تھی۔ بلکہ مسیح موعود کے دعوتے ماموریت سے بھی پہلے کی تھی اس میں ۷۳ فرقوں کی تعداد لکھی ہے۔ جن کو گمراہ قرار دیا ہے۔ ان فرقوں میں ایک فرقہ احمدیہ بھی آپ نے لکھا ہے لیکن اس سے ہماری اس وقت کی مشہور جماعت احمدیہ ہرگز مراد نہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے لکھے جانے کے وقت تو حضرت مسیح موعود کا مطلق دعویٰ نہ تھا اور اس کتاب کے چھپنے کے وقت ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ اسی نام رکھے جانے کا حضرت مسیح موعود کی طرف سے کوئی اعلان ہی ہوا تھا۔ نہ حضرت خواجہ صاحب کی اس وقت حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی خط و کتابت ثابت ہے۔ بلکہ اس کتاب کے شائع ہونے کے پانچ سال بعد ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا فرقہ احمدیہ رکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس احمدیہ فرقہ سے مراد رشید احمد گنگوہی کے ماننے والے ہوں گے۔ کیونکہ ان کو دنیا و بائی کہتی ہے اور اس کتاب میں جہاں ۷۳ فرقوں کا ذکر کر کے احمدیہ کا لفظ رکھا گیا ہے اس کے بعد کی عبارت میں وہاں یہ فرقہ کو زیادہ بڑا بنا کر اپنی

نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے۔ قطعاً کوئی فرقہ نہیں۔ کیونکہ احمدیت صحیح اسلام ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ مسلمان کہلانے والا شخص مرتد ہو کر کسی غیر از اسلام مذہب یعنی ہندو مذہب یا عیسائی مذہب وغیرہ میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن احمدیت سے مرتد ہونے والا اسلام کے مخالف مذہبوں میں شامل ہونا اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتا بلکہ عام مسلمانوں میں شامل ہوجاتا ہے۔ - ۲۹/ مارچ ۱۹۳۲ء

۲/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

محمد اکبر

محمد اکبر
سنکر درست تسلیم کیا۔ محمد اکبر